إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون

تفسیر عثمانی

پارہ ۲۱ تا ۳۰

ترجمہ: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر: شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

اضافہ عنوانات و تشکیل جدید

جناب محمد ولی رازی صاحب (ابن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ)

دار الاشاعت

فہرست عنوانات

تفسیر عثمانی جلد سوم

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ

تو پڑھ جو اتری ۔ تیری طرف ۔ کتاب ◆ اور قائم رکھ نماز ۔ بے شک

الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ

نماز روکتی ہے ۔ بے حیائی ۔ اور بری بات سے ◆ اور اللہ کی یاد ہے

اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ

سب سے بڑی ◆ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ◆ اور جھگڑا نہ کرو

الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا

اہل کتاب سے ۔ مگر اس طرح پر جو بہتر ہو ۔ مگر جو ان میں

مِنْهُمْ وَقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ

بے انصاف ہیں ◆ اور یوں کہو کہ ہم مانتے ہیں ۔ جو اترا ہم کو (ہمارے لئے) ۔ اور اترا تم کو (تمہارے لئے) ◆

وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ

اور بندگی ہماری ۔ اور تمہاری ایک ہی کو ہے ۔ اور ہم اسی کے حکم پر چلتے ہیں ◆ اور

كَذٰلِكَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

ویسی ہی ۔ ہم نے اتاری ۔ تجھ پر کتاب ◆ سو جن کو ہم نے کتاب دی ہے

یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰۤؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَمَا یَجْحَدُ

وہ اس کو مانتے ہیں ۔ اور ان مکہ والوں میں بھی بعضے ہیں ۔ کہ اس کو مانتے ہیں ۔ اور منکر وہی ہیں

بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ

ہماری باتوں سے ۔ جو نافرمان ہیں ◆ اور تو پڑھتا نہ تھا ۔ اس سے پہلے

◆ **تلاوت قرآن کا حکم** | یعنی قرآن کی تلاوت کرتے رہیے تا دل مضبوط اور قوی رہے، تلاوت کا اجر و ثواب الگ حاصل ہو، اس کے معارف و حقائق کا انکشاف بیش از بیش ترقی کرے، دوسرے لوگ بھی سن کر اس کے مواعظ اور علوم و برکات سے مستفیض ہوں، معاندین پر خدا کی حجت تمام ہو، اور دعوت و اصلاح کا فرض بحسن و خوبی انجام پاتا رہے۔

◆ **نماز روحانی بیماریوں کا علاج ہے** | نماز کا برائیوں سے روکنا دو معنی میں ہو سکتا ہے۔ ایک بطریق تسبب یعنی نماز میں اللہ تعالیٰ نے خاصیت و تاثیر رکھی ہو کہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے جیسے کسی دوا کا استعمال کرنا بخار وغیرہ امراض کو روک دیتا ہے۔ اس صورت میں یاد رکھنا چاہئے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں مدت تک التزام کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ اس وقت ان کا نمایاں اثر ظاہر ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ پس نماز بھی بلاشبہ بڑی قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس کی ہے کہ ٹھیک مقدار میں اس احتیاط اور بدرقہ کے ساتھ جو اطبائے روحانی نے تجویز کیا ہو خاص مدت تک اس پر مواظبت کی جائے۔ اس کے بعد مریض خود محسوس کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔ دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو یعنی نماز کی ہر ایک ہیئت اور اس کا ہر ایک ذکر مقتضی ہے کہ جو انسان ابھی ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی، فرمانبرداری، خضوع و تذلل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت، الوہیت اور حکومت و شہنشاہی کا اظہار و اقرار کر کے آیا ہے مسجد سے باہر آ کر بھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اور اس شہنشاہ مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔

برائیوں سے روکنے کا دوسرا مفہوم | گویا نماز کی ہر ایک ادا مصلی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ او بندگی اور غلامی کا دعویٰ کرنے والے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح رہ۔ اور بزبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت و سرکشی سے باز آ۔ اب کوئی باز آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے روکتی اور منع کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع فرماتا ہے۔ کما قال تعالیٰ "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" (نحل، رکوع ۱۳) پس جو بدبخت اللہ تعالیٰ کے روکنے اور منع کرنے پر برائی سے نہیں رکتے نماز کے روکنے پر بھی ان کا نہ رکنا کچھ تعجب نہیں۔ ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اسی درجہ کا ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں۔ سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔ نمازی ارکان صلوٰۃ ادا کرتے وقت اور قراءت قرآن یا دعا و تسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کو مستحضر اور زبان و دل کو موافق رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے منع کرنے کی آواز کو سنے گا۔ اور اسی قدر اس کی نماز برائیوں کو چھڑانے میں موثر ثابت ہوگی۔ ورنہ جو نماز قلب لاہی و غافل سے ادا ہو، وہ صلوٰۃ منافق کے مشابہ ٹھہرے گی۔ جس کی نسبت حدیث میں فرمایا "لَا یَذْکُرُ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا قَلِیْلًا" ایسی نماز کی نسبت "لَمْ تَزِدْہُ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا بُعْدًا" کی وعید آئی ہے۔

ذکر اللہ کی فضیلت | یعنی نماز برائی سے کیوں نہ روکے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے کی بہترین صورت ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ "وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" (طٰہٰ رکوع ۱) اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ یہ وہ چیز ہے جسے نماز اور جہاد وغیرہ تمام عبادات کی روح کہہ سکتے ہیں۔ بے اس کے عبادت گویا ایک جسد بے روح اور لفظ بے معنی ہے۔ حضرت معاذ و سلمان وغیرہ کی احادیث کو دیکھ کر علماء نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ سب اعمال کی فضیلت اسی کو ہے۔ یوں عارضی اور وقتی طور پر کوئی عمل ذکر اللہ پر سبقت لے جائے وہ دوسری بات ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس عمل میں بھی فضیلت اسی ذکر اللہ کی بدولت آئی ہے۔ بہرحال ذکر اللہ تمام اعمال سے افضل ہے اور جب وہ نماز کے ضمن میں ہو تو افضل تر ہوگا۔ یعنی بندہ کو چاہئے کہ کسی وقت خدا کے ذکر سے غافل نہ ہو۔ خصوصاً جس وقت کسی برائی کی طرف میلان ہو فوراً خدا تعالیٰ کی عظمت و جلال کو یاد کر کے اس سے باز آ جائے۔ قرآن و حدیث میں ہے کہ بندہ جب اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو یاد فرماتا ہے۔ بعض سلف نے آیت کا یہی مطلب لیا ہے کہ نماز میں ادھر سے بندہ خدا کو یاد کرتا ہے اس لئے نماز بڑی چیز ہوئی لیکن اس کے جواب میں جو ادھر سے اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو یاد فرماتا ہے۔ یہ سب سے بڑی چیز ہے جس کی انتہائی قدر کرنی چاہئے اور یہ شرف و کرامت محسوس کر کے اور زیادہ ذکر اللہ کی طرف راغب ہونا چاہئے۔ کسی شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ اسلام کے احکام بہت ہیں، مجھے کوئی ایک جامع و مانع چیز بتلا دیجئے فرمایا "لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ" (تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہئے) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی جتنی دیر نماز میں لگے اتنا تو ہر گناہ سے بچے امید ہے آگے بھی بچا رہے اور اللہ کی یاد کو اس سے بڑا اثر ہے یعنی گناہ سے بچنا ادنیٰ درجہ اس پر بڑھے ہیں۔" (موضح) یہ "وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ" کی ایک اور لطیف تفسیر ہوئی۔

یعنی جو آدمی جس قدر خدا کو یاد رکھتا ہے یا نہیں رکھتا خدا تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ لہٰذا ذاکر اور غافل میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا معاملہ بھی جداگانہ ہوگا۔

اہل کتاب سے مناظرہ میں نرمی و متانت | یعنی مشرکین کا دین تو جڑ سے غلط ہے اور اہل کتاب کا دین اصل میں سچا تھا تو ان سے ان کی طرح مت جھگڑو کہ جڑ سے ان کی بات کاٹنے لگو۔ بلکہ نرمی، متانت، خیر خواہی اور صبر و تحمل سے واجبی بات سمجھاؤ۔ البتہ جو ان میں صریح بے انصافی، عناد اور ہٹ دھرمی پر تل جائے اس کے ساتھ مناسب سختی کا برتاؤ کر سکتے ہو اور بعض نے ظالموں سے حربی کتابیوں کو مراد لیا ہے۔ تنبیہ پہلے قرآن کی تلاوت کا حکم تھا، اغلب ہے کہ مشرکین پر ہے یہاں سے ان کو الگ کر کے بتلا دیا کہ بحث کے وقت فریق مقابل کی علمی و دینی حیثیت کا خیال

دکھو۔ جوش مناظرہ میں صداقت و اخلاق کی حد سے نہ نکلو۔ جہاں کہیں جتنی سچائی ہو اس کا اعتراف کرو۔

◆ <u>اہل کتاب سے یہ بات کہو</u> | یعنی ہمارا جیسا کہ قرآن پر ایمان ہے اس پر بھی ایمان ہے کہ اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے حضرت موسیٰ و مسیح علیہما الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے انبیاء پر جو کتابیں اتاریں بیشک وہ سچی تھیں۔ ایک حرف ان کا غلط نہ تھا۔ (گو تمہارے ہاتھ میں وہ آسمانی کتابیں اپنی اصلی صورت و حقیقت میں باقی نہ رہیں)

◆ <u>اہل کتاب اور مسلمانوں میں فرق</u> | یعنی اصلی معبود ہمارا تمہارا ایک ہے۔ فرق اتنا ہے کہ ہم تنہا اسی کے حکم پر چلتے ہیں تم نے اس سے ہٹ کر اوروں کو بھی خدائی کے حقوق و اختیارات دے دیئے۔ مثلاً حضرت مسیح یا حضرت عزیر علیہما السلام کو یا احبار و رہبان کو۔ نیز ہم نے اس کے تمام احکام کو مانا سب پیغمبروں کی تصدیق کی۔ سب کتابوں کو برحق سمجھا اس کے آخری حکم کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔ تم نے کچھ مانا کچھ نہ مانا۔ اور آخری صداقت سے منکر ہو گئے۔

◆ یعنی اس کتاب میں آخر تمہاری کتابوں سے کونسی بات کم ہے جو قبول کرنے میں تردد ہے۔ جس طرح انبیائے سابقین پر کتابیں اور صحیفے ایک دوسرے کے بعد اترتے رہے پیغمبر آخر الزماں پر یہ کتاب لاجواب اتری اس کے ماننے سے اتنا انکار کیوں ہے۔

◆ <u>اہل کتاب اور کفار میں سے قرآن کو ماننے والے</u> | یعنی جن اہل کتاب نے اپنی کتاب ٹھیک سمجھی وہ اس کتاب کو بھی مانیں گے اور انصافاً ماننا چاہیے۔ چنانچہ ان میں کے جو منصف ہیں وہ اس کی صداقت دل سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور نہ صرف اہل کتاب بلکہ عرب کے بعض لوگ بھی جو کتب سابقہ کا کچھ علم نہیں رکھتے اس قرآن کو مانتے جاتے ہیں۔ حقیقت میں قرآن کریم کی صداقت کے دلائل اس قدر روشن ہیں کہ بجز معاند حق پوش ظالموں کے کوئی ان کی تسلیم سے انکار نہیں کر سکتا۔

مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾

کوئی کتاب اور نہ لکھتا تھا اپنے داہنے ہاتھ سے تب تو البتہ شبہ میں پڑتے یہ جھوٹے ◆

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ

بلکہ یہ قرآن تو آیتیں ہیں صاف ان لوگوں کے سینوں میں جن کو ملی ہے سمجھ ◆

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ

اور منکر نہیں ہماری باتوں سے مگر وہی جو بے انصاف ہیں ◆ اور کہتے ہیں کیوں نہ

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ

اتریں اس پر کچھ نشانیاں اس کے رب سے تو کہہ نشانیاں تو ہیں

عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ

اختیار میں اللہ کے اور میں تو بس سنا دینے والا ہوں کھول کر ◆ کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تجھ پر اتاری کتاب کہ ان پر پڑھی جاتی ہے بے شک اس میں

لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

رحمت ہے اور سمجھانا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں ◆ تو کہہ کافی ہے اللہ

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

میرے اور تمہارے بیچ گواہ جانتا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ◆

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور جو لوگ یقین لاتے ہیں جھوٹ پر اور منکر ہوئے ہیں اللہ سے وہی ہیں

◆ **آنحضرت ﷺ کا امی ہونا قرآن کی صداقت کی دلیل ہے** | یعنی قرآن سے پہلے آپ کی عمر کے چالیس سال ان ہی لوگوں میں گزرے۔ سب جانتے ہیں کہ اس مدت میں نہ آپ کسی استاد کے پاس بیٹھے نہ کوئی کتاب پڑھی نہ کبھی ہاتھ میں قلم پکڑا۔ ایسا ہوتا تو ان باطل پرستوں کو شبہ نکالنے کی جگہ ملتی کہ شاید اگلی کتابیں پڑھ کر یہ باتیں نوٹ کر لی ہوں گی ان ہی کو اب آہستہ آہستہ اپنی عبارت میں ادا کر کے سنا دیتے ہیں۔ گو اس وقت بھی یہ شبہ غلط ہوتا، کیونکہ کوئی پڑھا لکھا انسان بلکہ دنیا کے تمام پڑھے لکھے آدمی اور کل مخلوق کی طاقت کو اپنے ساتھ ملا کر بھی ایسی بے نظیر کتاب تیار نہیں کر سکتے۔ تاہم مبطلوں کو بات بنانے کا ایک موقع ہاتھ لگ جاتا لیکن جب آپ کا امی ہونا مسلمات میں سے ہے تو اس سرسری شبہ کی بھی جڑ کٹ گئی اور یوں ضدی لوگ کہنے کو اب بھی کہتے تھے "اساطیر الاولین اکتتبها فهي تملیٰ علیه بکرة واصیلا۔" (فرقان۔ رکوع ۱)

◆ **حفاظ قرآن کی فضیلت** | یعنی پیغمبر نے کسی سے لکھا پڑھا نہیں۔ بلکہ یہ وحی جو ان پر اتری ہمیشہ کو بن لکھے سینہ بسینہ جاری رہے گی۔ اللہ کے فضل سے علماء اور حفاظ و قراء کے سینے اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت کریں گے اور آسمانی کتابیں حفظ نہ ہوتی تھیں۔ یہ کتاب حفظ ہی سے باقی ہے۔ لکھنا اس پر افزود ہے (موضح باضافہ یسیر)

◆ یعنی ناانصافی کا کیا علاج۔ ایک شخص یہی ٹھان لے کہ میں کبھی سچی بات نہ مانوں گا، وہ روشن سے روشن چیز کا بھی انکار کر دے گا۔

◆ **معجزات دکھلانا میرے اختیار میں نہیں ہے** | یعنی میرے قبضہ میں نہیں کہ جو نشان تم طلب کیا کرو وہی دکھلا دیا کروں نہ کسی نبی کی تصدیق اس بات پر موقوف ہو سکتی ہے۔ میرا کام یہ ہے کہ بدی کے نتائج سے تم کو صاف لفظوں میں آگاہ کرتا رہوں۔ باقی حق تعالیٰ میری تصدیق کے لئے جو نشان چاہے دکھلا دے وہ اس کے اختیار میں ہے۔

◆ **قرآن سب سے بڑھ کر معجزہ ہے** | یعنی کیا یہ نشان کافی نہیں جو کتاب انہیں دن رات پڑھ کر سنائی جاتی ہے اس سے بڑا نشان کون سا ہوگا۔ دیکھتے نہیں کہ اس کتاب کے ماننے والے کس طرح سمجھ حاصل کرتے جاتے ہیں اور اللہ کی رحمت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔

◆ **میری صداقت کیلئے اللہ کی گواہی کافی ہے** | یعنی خدا کی زمین پر اس کے آسمان کے نیچے میں علانیہ دعویٰ رسالت کر رہا ہوں جسے وہ سنتا اور دیکھتا ہے پھر روز بروز مجھے اور میرے ساتھیوں کو غیر معمولی طریقہ سے بڑھا رہا ہے۔ برابر میرے دعوے کی عملی تصدیق کرتا ہے۔ میری زبان پر اور ہاتھوں پر قدرت کے وہ خوارق عادت نشان ظاہر کیے جاتے ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے تمام جن و انس عاجز ہیں۔ کیا میری صداقت پر اللہ کی یہ گواہی کافی نہیں۔

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَا

نقصان پانے والے ◆ اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے ◆ آفت ◆ اور اگر نہ ہوتا

اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۚ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً

ایک وعدہ مقررہ (ٹھہرا ہوا) ◆ تو آ پہنچتی ان پر آفت ◆ اور البتہ آئے گی ان پر اچانک

وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَاِنَّ

اور ان کو خبر نہ ہوگی ◆ جلدی مانگتے ہیں تجھ سے عذاب ◆ اور

جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ

دوزخ گھیر رہی ہے ◆ منکروں کو ◆ جس دن گھیر لے گا ان کو ◆ عذاب

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا

ان کے اوپر سے ◆ اور پاؤں کے نیچے سے ◆ اور کہے گا ◆ چکھو

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ

جیسا کچھ تم کرتے تھے ◆ اے بندو میرے ◆ جو یقین لائے ہو

اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ كُلُّ نَفْسٍ

میری زمین کشادہ ہے ◆ سو مجھی کو بندگی کرو ◆ جو جی ہے

ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

سو چکھنے کی موت ◆ پھر ہماری طرف پھر آؤ گے ◆ اور جو لوگ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ

اور کیے بھلے کام ◆ ان کو ہم جگہ دیں گے بہشت میں جھروکے (بالا خانے) ◆ بہتی ہیں

◆ **گھاٹا پانے والے** | آدمی کی بڑی شقاوت اور خسران یہ ہے کہ جھوٹی بات کو خواہ کتنی ہی بدیہی البطلان ہو فوراً قبول کرلے اور سچی بات سے گو کتنی ہی صاف روشن ہو انکار کرتا رہے۔

◆ یعنی اگر ہم باطل پر ہیں تو ہم پر دنیا میں کوئی آفت کیوں نہیں آتی۔

◆ **کفار کیلئے دنیا و آخرت کا عذاب** | یعنی ہر چیز اپنے وقت معین پر آتی ہے گھبراؤ نہیں وہ آفت بھی آکر رہے گی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس امت کا عذاب یہی تھا مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونا اور پکڑے جانا۔ سو فتح کے دن مکہ کے لوگ بے خبر رہے کہ حضرت کا لشکر سر پر آکھڑا ہوا۔

◆ یہاں عذاب سے شاید آخرت کا عذاب مراد ہو جیسا کہ جواب سے ظاہر ہے۔

◆ یعنی آخرت کا عذاب تو فضول مانگتے ہیں، اس عذاب میں تو پڑے ہی ہیں۔ یہ کفر اور برے کام دوزخ نہیں تو اور کیا ہے جس نے ہر طرف سے انہیں گھیر رکھا ہے۔ موت کے بعد حقیقت کھل جائے گی کہ دوزخ کس طرح جلاتی ہے جب یہی اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے۔

◆ یا اللہ تعالیٰ کہے گا یا وہ عذاب ہی بولے گا جیسے زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال۔ حدیث میں آیا ہے کہ سانپ ہو کر گلے میں پڑے گا کلے چیرے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔

◆ **مومنین سے خطاب خاص** | یعنی یہ مکہ کے کافر اگر تم کو تنگ کرتے ہیں تو خدا کی زمین تنگ نہیں، دوسری جگہ جاکر خدا کی عبادت کرو۔

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جب کافروں نے مکہ میں بہت زور باندھا تو مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا۔ چنانچہ کتنے ہی گھر حبشہ چلے گئے۔ اس کو فرمایا کوئی دن کی زندگی ہے جہاں بن پڑے دن کاٹ دو، پھر ہمارے پاس اکٹھے ہو گے۔ اس میں مہاجرین کی تسلی کردی تا وطن چھوڑنا اور حضرت سے جدا ہونا ان پر بھاری نہ گذرے۔ گویا جتلا دیا کہ وطن، خویش و اقارب، رفقاء اور چھوٹے بڑے آج نہیں کل چھوٹیں گے۔ فرق یہ ہے کہ اس وقت کسی نے ہجرت نہ کی تو ایک روز دنیا سے ہجرت کرنا ضروری ہے مگر وہ بے اختیار ہوگا۔ بندگی اس کا نام ہے کہ اپنی خوشی اور اختیار سے ان چیزوں کو چھوڑ دے جو پروردگار حقیقی کی بندگی میں حارج اور خلل انداز ہوتی ہیں۔

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۵۸﴾

ان کے نیچے نہریں · سدا رہیں ان میں · خوب ثواب ہے کام والوں کو

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَكَاَيِّنْ

جنہوں نے صبر کیا · اور اپنے رب پر · بھروسہ رکھا ◆ · اور کتنے

مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ

جانور ہیں · جو اٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی · اللہ روزی دیتا ہے ان کو · اور تم کو بھی

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

اور وہی ہے سننے والا جاننے والا ◆ · اور اگر تو لوگوں سے پوچھے · کہ کس نے بنایا ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ

آسمان اور زمین کو · اور کام میں لگایا سورج · اور چاند کو · تو کہیں

اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

اللہ نے · پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں ◆ · اللہ پھیلاتا ہے (کشادہ کرتا ہے) روزی · جس کے واسطے

يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ

چاہے اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے (تنگ کرتا ہے) جس کو چاہے ◆ · بے شک اللہ ہر چیز سے

عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

خبردار ہے ◆ · اور جو تو پوچھے ان سے · کس نے اتارا · آسمان سے پانی

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۗ

پھر زندہ کر دیا اس سے زمین کو · اس کے مر جانے کے بعد · تو کہیں اللہ نے

◆ **ہجرت کرنے والوں کے لئے انعامات** یعنی جو صبر و استقلال سے اسلام و ایمان کی راہ پر جمے رہے اور خدا پر بھروسہ کر کے گھر بار چھوڑ کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے ان کو اس وطن کے بدلے اور وطن ملے گا اور یہاں کے گھروں سے بہتر گھر دیئے جائیں گے۔

◆ **جانوروں اور انسانوں کو روزی کا وعدہ** یہ روزی کی طرف سے خاطر جمع کر دی کہ "اکثر جانوروں کے گھر میں اگلے دن کا قوت نہیں ہوتا۔ نیا دن اور نئی روزی" (موضح) پھر جو خدا جانوروں کو روزی پہنچاتا ہے کیا اپنے وفادار عاشقوں کو نہ پہنچائے گا۔ خوب سمجھ لو رزاق حقیقی وہی ہے جو سب کی باتیں سنتا اور دلوں کے اخلاص کو جانتا ہے۔ ہر ایک کا ظاہر و باطن اس کے سامنے ہے۔ کسی کی محنت وہاں رائگاں نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ اس کے راستہ میں وطن چھوڑ کر نکلے ہیں انہیں ضائع نہیں کرے گا۔ سامان معیشت ساتھ لے جانے کی فکر نہ کریں۔ کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی اٹھا کر یا لادے نہیں پھرتے، پھر رزاق حقیقی ان کو ہر روز رزق پہنچاتا ہے۔

◆ **اللہ کو سب خالق مانتے ہیں** یعنی رزق کے تمام اسباب (سماویہ و ارضیہ) اسی نے پیدا کئے سب جانتے ہیں پھر اس پر بھروسہ نہیں کرتے کہ روزی پہنچا بھی دے گا۔ مگر جتنا وہ چاہے نہ جتنا تم چاہو۔ یہ اگلی آیت میں سمجھا دیا ہے (موضح)

◆ ناپ کر دیتا ہے یہ نہیں کہ بالکل نہ دے۔

◆ یعنی چیز اسی کو ہے کہ کس کو کتنا دینا چاہئے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَمَا

تو کہہ — سب خوبی اللہ کو ہے — پر بہت لوگ — نہیں سمجھتے — اور

هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ

یہ دنیا کا جینا — تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے — اور پچھلا گھر

الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾

تو وہی ہے — سو وہی ہے زندہ رہنا (زندگانی) — اگر ان کو سمجھ ہوتی

فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

پھر جب سوار ہوئے — کشتی میں — پکارنے لگے اللہ کو — خالص اسی پر رکھ کر

الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٥﴾

اعتقاد — پھر جب بچا لایا ان کو — زمین کی طرف — اسی وقت لگے شریک بنانے (شرک کرنے)

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾

تاکہ منکر ہوتے رہیں ہمارے دیے ہوئے سے — اور مزے اڑاتے رہیں — سو آخر جان لیں گے

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ

کیا نہیں دیکھتے کہ ہم نے رکھ دی ہے پناہ کی جگہ امن کی (امن والی) — اور لوگ اچکے جاتے ہیں

مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ

ان کے آس پاس سے — کیا جھوٹ پر — یقین رکھتے ہیں — اور اللہ کا احسان

يَكْفُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

نہیں مانتے — اور اس سے زیادہ بے انصاف کون — جو باندھے — اللہ پر

یعنی روزی بھی ہر کسی پر ہموار نہیں رہتی اور اسی طرح حال بدلتے رہتے ہیں۔ چاہے دم میں مفلس سے دولتمند کر دے۔

اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے | یعنی آدمی کو چاہئے یہاں کی چند روزہ زندگی سے زیادہ آخرت کی فکر کرے کہ اصلی و دائمی زندگی وہی ہے۔ دنیا کے کھیل تماشے میں غرق ہو کر عاقبت کو بھول نہ بیٹھے۔ بلکہ یہاں رہ کر وہاں کی تیاری اور سفر آخرت کے لئے توشہ درست کرے۔

کفار کی ناشکری کا حال | یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ آدمی دنیا کے مزوں میں پڑ کر خدا کو اور آخرت کو فراموش نہ کرے۔ لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کشتی طوفان میں گھر جائے تو بڑی عقیدت مندی سے اللہ کو پکارتے ہیں۔ پھر جہاں آفت سر سے ٹلی اور خشکی پر قدم رکھا، اللہ کے احسانوں سے مکر کر جھوٹے دیوتاؤں کو پکارنا شروع کر دیا۔ گویا غرض یہ ہوئی کہ اللہ کی نعمتوں کا کفران کرتے رہیں اور دنیا کے مزے اڑاتے رہیں۔ خیر بہتر ہے چند روز دل کے ارمان نکال لیں۔ عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ اس بغاوت و شرارت، احسان فراموشی اور بے حیائی کا نتیجہ کیا ہے۔

کفار مکہ پر اللہ کا انعام | مکہ کے لوگ اللہ کے گھر کے طفیل دشمنوں سے پناہ میں تھے۔ حالانکہ سارے ملک عرب میں لوٹ مار اور کشت و خون کا بازار گرم تھا۔ بتوں کے جھوٹے احسان مانتے ہیں اللہ کا سچا احسان نہیں مانتے۔

كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ

جھوٹ یا جھٹلائے سچی بات کو جب اس تک پہنچے کیا دوزخ میں

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا

بسنے کی جگہ نہیں منکروں کے لیے ◆ اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

ہم سجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں ◆ اور بے شک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے ◆

(۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ (۸۴) — اٰیاتھا ۶۰ — رکوعاتھا ۶

سورۂ روم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ

الٓمّٓ مغلوب ہو گئے ہیں رومی ملتے ہوئے (پاس والے) ملک میں ◆ اور وہ

بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ؕ لِلّٰهِ

اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے چند برسوں میں ◆ اللہ کے

◆ یعنی سب سے بڑی ناانصافی یہ ہے کہ اللہ کا شریک کسی کو ٹھہرائے۔ یا اس کی طرف وہ باتیں منسوب کرے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یا پیغمبر جو سچائی لے کر آتے ہیں اسے سنتے ہی جھٹلانا شروع کر دے۔ کیا ان ظالموں کو معلوم نہیں کہ منکروں کا ٹھکانا دوزخ ہے جہاں کیا کیا ان بے حیائی سے عقل و انصاف کے گلے پر چھری پھیرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

◆ مجاہدہ کرنے والوں کی خاص ہدایت: یعنی جو لوگ اللہ کے واسطے محنت اٹھاتے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں سرگرم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص نور بصیرت عطا فرماتا اور اپنے قرب و رضا یا جنت کی راہیں سجھاتا ہے جوں جوں ان کی ریاضت و مجاہدات میں ترقی کرتے ہیں۔ اسی قدر ان کی معرفت و انکشاف کا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے اور وہ باتیں سوجھنے لگتی ہیں کہ دوسروں کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔

◆ یعنی اللہ کی حمایت و نصرت نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (تم سورة العنكبوت فلله الحمد والمنة)

سورۃ الروم

◆ **اَدْنَی الْاَرْضِ کی تفسیر** "اَدْنَی الْاَرْضِ" (ملتے ہوئے ملک یا پاس والے ملک) سے مراد "اذرعات" اور "بصریٰ" کے درمیان کا قطعہ ہے جو "شام" کی سرحد پر "حجاز" سے ملتا ہوا مکہ کے قریب واقع ہے۔ یا "فلسطین" مراد ہو جو رومیوں کے ملک سے نزدیک تھا یا "جزیرہ ابن عمر" جو فارس سے اقرب ہے۔ ابن حجر نے پہلے قول کی تصحیح کی ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **قرآن کی حیرت انگیز پیشگوئی** یعنی نو سال کے اندر اندر رومی غالب ہو جائیں گے۔ کیونکہ لغت میں اور حدیث میں "بضع" کا اطلاق تین سے نو تک ہوا ہے۔ ان آیات میں قرآن نے ایک عجیب و غریب پیشگوئی کی جو اس کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانہ کی بڑی بھاری دو سلطنتیں "فارس" (جسے "ایران" کہتے ہیں) اور "روم" مدت دراز سے آپس میں ٹکراتی چلی آتی تھیں۔ ۶۰۲ء سے لے کر ۶۱۴ء کے بعد تک ان کی حریفانہ نبرد آزمائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی تصریحات سے ظاہر ہے۔ ۵۷۰ء میں نبی کریم ﷺ کی ولادت شریفہ اور چالیس سال بعد ۶۱۰ء میں آپ کی بعثت ہوئی۔ مکہ والوں میں

روم و فارس کی جنگ جنگ روم و فارس کے متعلق خبریں آتی رہتی تھیں۔ اسی دوران میں نبی کریم ﷺ کے دعویٰ نبوت اور اسلامی تحریک نے ان لوگوں کے لیے ان جنگی خبروں میں ایک خاص دلچسپی پیدا کر دی۔ فارس کے آتش پرست مجوسیوں کو مشرکین مکہ مذہباً اپنے نزدیک سمجھتے تھے اور روم کے نصاریٰ اہل کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے بھائی یا کم از کم ان کے قریبی دوست قرار دیئے جاتے تھے۔ جب فارس کے غلبہ کی خبر آتی مشرکین مکہ مسرور ہوتے اور اس سے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے غلبہ کی فال لیتے اور خوش آئند توقعات باندھتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی طبعاً صدمہ ہوتا کہ عیسائی اہل کتاب آتش پرست مجوسیوں سے مغلوب ہوں۔ ادھر ان کو مشرکین مکہ کی شماتت کا ہدف بننا پڑے۔

فارس کی روم پر فتح آخر ۶۱۴ء کے بعد (جبکہ ولادت نبوی کو قمری حساب سے تقریباً چالیس سال اور بعثت کو پانچ سال گزر چکے) خسرو پرویز (کسریٰ ثانی) کے عہد میں فارس نے روم کو ایک مہلک اور فیصلہ کن شکست دی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک وغیرہ سب ممالک رومیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ہرقل قیصر روم کو ایرانی لشکر نے قسطنطنیہ میں پناہ گزین ہونے پر مجبور کر دیا اور رومیوں کا دار السلطنت بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ بڑے بڑے پادری قتل یا قید ہو گئے۔ بیت المقدس سے مسیحیوں کی سب سے زیادہ مقدس صلیب بھی ایرانی فاتحین اٹھا لے گئے۔ قیصر روم کا اقتدار بالکل فنا ہو گیا۔ بظاہر اسباب کوئی صورت روم کے ابھرنے اور ایرانی تسلط سے نکلنے کی باقی نہ رہی۔

مشرکین مکہ کی خوشیاں یہ حالات دیکھ کر مشرکین مکہ نے خوب بغلیں بجائیں۔ مسلمانوں کو چھیڑنا شروع کیا، بڑے بڑے حوصلے اور توقعات قائم کرنے لگے حتیٰ کہ بعض مشرکین نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آج ہمارے بھائی ایرانیوں نے تمہارے بھائی رومیوں کو مٹا دیا ہے کل ہم بھی تمہیں اسی طرح مٹا ڈالیں گے۔ اس وقت قرآن نے عام اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف عام اعلان کر دیا کہ بیشک اس وقت رومی فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں لیکن نو سال کے اندر اندر وہ پھر غالب و منصور ہوں گے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شرط اس پیشگوئی کی بناء پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بعض مشرکین سے شرط باندھ لی (اس وقت تک ایسی شرط لگانا حرام نہ ہوا تھا) کہ اگر اتنے سال تک رومی غالب نہ ہوئے تو میں سو اونٹ تم کو دوں گا، ورنہ اسی قدر اونٹ تم مجھ کو دو گے۔ شرط میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنی رائے سے "بضع سنین" کی میعاد کچھ مقرر کی تھی۔ بعدہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے "بضع" کے لغوی مدلول یعنی نو سال پر معاملہ ٹھہرا۔ ادھر ہرقل قیصر روم نے اپنے زائل شدہ اقتدار کو واپس لینے کا تہیہ کر لیا اور منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو فارس پر فتح دی تو "حمص" سے پیدل چل کر "ایلیا" (بیت المقدس) تک پہنچوں گا۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ قرآنی پیشگوئی کے مطابق ٹھیک نو سال کے اندر یعنی ہجرت کا ایک سال گزرنے پر عین بدر کے دن جبکہ مسلمان اللہ کے فضل سے مشرکین پر نمایاں فتح و نصرت حاصل ہونے کی خوشیاں منا رہے تھے یہ خبر پہنچی کہ رومی اہل کتاب کو خدا تعالیٰ نے ایران کے مجوسیوں پر غالب فرمایا۔ اس ضمن میں مشرکین مکہ کو دوہری ذلت و خسران نصیب ہوا۔ قرآن کی اس عظیم الشان اور محیر العقول پیشگوئی کی صداقت کا مشاہدہ کر کے بہت لوگوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے سو اونٹ مشرکین مکہ سے وصول کیے جن کے متعلق حضور ﷺ نے حکم دیا کہ صدقہ کر دیئے جائیں۔ فلله الحمد على نعمائه الظاهرة والآلائه الباهرة۔

الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ ؕ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ

ہاتھ ہیں سب کام پہلے اور پیچھے ◆ اور اس دن خوش ہوں گے

الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

مسلمان اللہ کی مدد سے مدد کرتا ہے ◆ جس کی چاہتا ہے اور وہی ہے زبردست

الرَّحِيْمُ ۙ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ

رحم والا ◆ اللہ کا وعدہ ہو چکا خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا وعدہ لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶﴾ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ

بہت لوگ نہیں جانتے ◆ جانتے ہیں اوپر اوپر

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۷﴾ اَوَلَمْ

دنیا کے جینے کو اور وہ لوگ آخرت کی خبر نہیں رکھتے ◆ کیا

يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۫ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ

دھیان نہیں کرتے اپنے جی میں کہ اللہ نے جو بنائے آسمان اور

الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ

زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سو ٹھیک سادھ کر اور وعدہ مقرر پر ◆ اور

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾

بہت لوگ اپنے رب کا ملنا نہیں مانتے ◆

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

کیا انہوں نے سیر نہیں کی ملک کی جو دیکھیں انجام کیسا ہوا

◆ یعنی پہلے فارس کو غالب کرنا، روم کو مغلوب کرنا، اور پیچھے حالات کو الٹ دینا سب اللہ کے قبضہ میں ہے۔ صرف اتنی بات سے کسی قوم کے مقبول و مردود ہونے کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ "وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔"

◆ **پیشین گوئی کا سچا ہونا** | یعنی ایک تو اس دن اپنی فتح کی خوشی اس پر مزید خوشی یہ ہوئی کہ رومی اہل کتاب (جو نسبۃً مسلمانوں سے اقرب تھے) فارس کے مجوسیوں پر غالب آئے۔ قرآن کی پیشین گوئی کے صدق کا لوگوں نے مشاہدہ کر لیا۔ کفار مکہ کو ہر طرح ذلت نصیب ہوئی۔

◆ یعنی جسے مغلوب کرنا چاہے تو کوئی زبردستی کر کے روک نہ سکے اور جس پر مہربانی فرمانا چاہے اسے بے روک ٹوک غالب کر دے۔

◆ **لوگوں کی حقیقت سے لاعلمی** | یعنی اکثر لوگ نہیں سمجھتے کہ غالب یا مغلوب کرنے میں اللہ تعالیٰ کی کیا کیا حکمتیں ہیں اور یہ کہ قدرت جب کوئی کام کرنا چاہے تو سب ظاہری رکاوٹیں دور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ اسی لیے اکثر ظاہر بین اخیر اسباب ظاہری ہی پر بھروسہ رکھتے اور کسی کا عارضی غلبہ دیکھ کر سمجھنے لگتے ہیں کہ یہی اللہ کے ہاں مقبول ہوگا۔

◆ **دنیوی زندگی کا سطحی علم** | یعنی یہ لوگ دنیوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش و آرائش، کھانا، پینا، پہننا اوڑھنا، بونا جوتنا، بیچنا کمانا، مزے اڑانا بس یہی ان کے علم و تحقیق کی انتہائی جولانگاہ ہے۔ اس کی خبر ہی نہیں کہ اس زندگی کی تہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں پہنچ کر اس دنیوی زندگی کے بھلے برے نتائج سامنے آئیں گے۔ ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور ہے، یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کر لیتی ہے لیکن اس کا آخری انجام ذلت و ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

◆ **کائنات کی تخلیق میں غور و فکر** | یعنی عالم کا اتنا زبردست نظام اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں پیدا کیا۔ یقیناً اس سے مقصود ضرور ہے جو آخرت میں نظر آئے گا۔ ہاں یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہتا تو ایک بات تھی، لیکن اس کے تغیرات و احوال میں غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ اس کی کوئی حد اور انتہا ضرور ہے۔ لہٰذا ایک وعدہ مقرر ہے جب یہ عالم فنا ہوگا اور دوسرا عالم اس کے نتیجے کے طور پر قائم کیا جائے گا۔

◆ وہ سمجھتے ہیں کہ کبھی خدا کے سامنے جانا ہی نہیں جو حساب و کتاب دینا پڑے۔

عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً

ان سے پہلوں کا | ان سے زیادہ تھے | زور میں

وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ

اور جوتا (بویا) انہوں نے زمین کو | اور بسایا اس کو | ان کے بسانے سے زیادہ | اور

جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ

پہنچے ان کے پاس رسول ان کے | نشانیاں لے کر ♦ | سو (اللہ) نہ تھا | ان پر ظلم کرنے والا

وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ

لیکن وہ اپنا آپ برا کرتے تھے ♦ | پھر ہوا | انجام

الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْۗآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

برا کرنے والوں کا برا | اس واسطے کہ جھٹلاتے تھے اللہ کی باتیں | اور

كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

ان پر ٹھٹھے کرتے تھے ♦ | اللہ بناتا ہے پہلی بار | پھر اس کو دہرائے گا

ع ۲

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ

پھر اسی کی طرف پھر جاؤ گے | اور جس دن برپا (قائم) ہوگی قیامت | آس توڑ کر رہ جائیں گے

الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَاۗىِٕهِمْ شُفَعٰۗؤُا

گنہگار | اور نہ ہوں گے | ان کے شریکوں میں | کوئی ان کے سفارش کرنے والے

وَكَانُوْا بِشُرَكَاۗىِٕهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

اور وہ ہو جائیں گے | اپنے شریکوں سے منکر ♦ | اور جس دن قائم (برپا) ہوگی قیامت

◆ **پچھلی قوموں کے حالات سے عبرت** | یعنی بڑی بڑی طاقتور قومیں (مثلاً عاد و ثمود) جنہوں نے زمین کو بو جوت کر الٹ پلٹ کر ڈالا۔ اسے کھود کر چشمے اور کانیں نکالیں۔ ان منکرین سے بڑھ کر تمدن کو ترقی دی۔ لمبی عمریں پائیں اور زمین کو ان سے زیادہ آباد کیا۔ وہ آج کہاں ہیں؟ جب اللہ کے پیغمبر کھلے نشان اور احکام لے کر آئے اور انہوں نے تکذیب کی تو کیا نہیں جانتے کہ انجام کیا ہوا۔ کس طرح تباہ و برباد کیے گئے۔ ان کے ویران کھنڈر آج بھی ملک میں چل پھر کر دیکھ سکتے ہیں۔ کیا ان میں ان بے فکروں کے لئے کوئی عبرت نہیں۔

◆ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو ظلم کا امکان نہیں۔ ہاں یہ لوگ خود اپنے ہاتھوں اپنی جڑ پر کلہاڑی مارتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ بربادی ہو تو یا اپنی جان پر خود ہی ظلم کرتا ہوا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے عدل ورحم کی کیفیت تو یہ ہے کہ بے رسول بھیجے اور بدون پوری طرح ہوشیار کیے کسی کو پکڑتے بھی نہیں۔

◆ **تکذیب و استہزاء کا انجام** | وہ نتیجہ تو دنیا میں دیکھا تھا پھر آخرت میں تکذیب و استہزاء کی جو سزا ہے وہ الگ رہی۔ موجودہ اقوام کو چاہیے کہ گذشتہ قوموں کے احوال سے عبرت پکڑیں کیونکہ ایک قوم کو جن باتوں پر سزا ملی سب کو وہی سزا مل سکتی ہے۔ سب کی خطا بھی ایک کی خطا سے سمجھو اور سب کی سزا بھی ایک کی سزا۔

◆ یعنی جن کو اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے جب وقت پر کام نہ آئیں گے تو منکر ہو کر کہنے لگیں گے کہ "وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ۔" (خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے)

يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اس دن لوگ ہوں گے قسم قسم ◆ سو جو لوگ یقین لائے اور کئے

الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ

بھلے کام سو باغ میں ہوں گے ان کی آؤ بھگت ہوتی ◆ اور جو

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي

منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں اور ملنا پچھلے گھر کا سو وہ

الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ

عذاب میں پکڑے آئیں گے سو پاک اللہ کی یاد کرو جب شام کرو اور

حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

جب صبح کرو اور اسی کی خوبی ہے آسمان میں اور

الْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ

زمین میں اور پچھلے وقت اور جب دوپہر ہو ◆ نکالتا ہے زندہ کو

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ

مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ

زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے ◆ اور اسی طرح تم نکالے جاؤ گے اور اس کی نشانیوں سے ہے

اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ﴿۲۰﴾

یہ کہ تم کو بنایا مٹی سے پھر اب تم انسان ہو زمین میں پھیلے پڑے ◆

ع ۲

◆ یعنی نیک و بد ہر قسم کے لوگ الگ کر دیے جائیں گے اور علیحدہ علیحدہ اپنے ٹھکانہ پر پہنچا دیے جائیں گے۔ جس کی تفصیل اگلی آیت میں ہے۔

◆ یعنی اعزاز و اکرام سے نوازے جائیں گے اور ہر قسم کی لذت و سرور سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ یہ نیکوں کا ٹھکانہ ہوا۔ آگے بدوں کی جگہ بتلائی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں میں ایسی تفریق اور جدائی کر دی جائے گی جس کے بعد کوئی جدائی نہیں ہو سکتی۔

◆ **صبح و شام ذکر اللہ کی تاکید** | یعنی جنت چاہتے ہو تو اللہ پاک کی یاد کرو جو دل، زبان اور اعضاء و جوارح سب سے ہوتی ہے۔ نماز میں تینوں قسم کی یاد جمع کر دی گئی۔ اور اوقات فرض نماز کے یہی ہیں جو آیت میں بیان ہوئے۔ یعنی صبح، شام (جس میں مغرب و عشاء شامل ہیں) اور دن کے پچھلے وقت (عصر) اور دوپہر ڈھلنے کے بعد (ظہر) کی نمازیں ہیں ان اوقات میں حق تعالیٰ کی رحمت یا قدرت و عظمت کے آثار بہت زیادہ نمایاں ہوتے ہیں۔ آفتاب عالم اجسام میں سب سے بڑا روشن کرہ ہے جس کے بلا واسطہ یا بالواسطہ فیض و تاثیر سے عالم اسباب میں شاید ہی کوئی مادی مخلوق مستثنیٰ ہو۔

نماز کے اوقات کی حکمت | (جیسا کہ ارشاد الجام کے مصنف نے بہت شرح و بسط سے اس کو ثابت کیا ہے) اسی بناء پر سیارہ پرستوں نے اسے بڑا معبود اکبر قرار دیا تھا جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول "هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ" میں اشارہ ہے۔ اس کے عروج و انحطاط اور آفتاب پرستوں کی اس کے فیض سے محرومی کا کھلا ہوا مظاہرہ بھی ان ہی پانچ اوقات میں ہوتا ہے۔ صبح کو جب تک طلوع شمس ہوا اور دوپہر ڈھلنے پر جبکہ اس کے عروج میں کمی آنی شروع ہوئی اور عصر کے وقت جبکہ اس کی حرارت اور روشنی میں نمایاں طور پر ضعف آ گیا اور غروب کے بعد جب اس کی نورانی شعاعوں کے اتصال سے ان کے پجاری محروم ہو گئے۔ پھر عشاء کے وقت جب شفق بھی غائب ہو گئی اور روشنی کے ادنیٰ ترین آثار بھی افق پر باقی نہ رہے۔ ان اوقات میں موحدین کو حکم ہوا کہ خدائے اکبر کی عبادت کریں۔ اور شروع صلوٰۃ ہی میں "اللہ اکبر" کہہ کر اس موحد اعظم (ابراہیم خلیل اللہ) کی اقتداء کرتے رہیں۔ جس نے "هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ" کے بعد فرمایا تھا "اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (انعام۔ رکوع ۹) شاید آیت ہذا میں "وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" فرما کر یہی یاد دلایا ہے کہ تسبیح و تحمید اور یاد کرنے کے لائق وہی ذات ہو سکتی ہے جس کی خوبی آسمان و زمین کی کل کائنات زبان حال و قال سے بیان کر رہی ہے کوئی مجبور و عاجز مخلوق اس کا استحقاق نہیں رکھتی خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ آگے اسی خدائے اکبر کی بعض شؤن عظیمہ اور صفات کاملہ کا بیان ہے تا معبودیت کا استحقاق اور زیادہ واضح ہو جائے اسی ضمن میں بعث بعد الموت کے مسئلہ پر بھی کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔

◆ **مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو پیدا کرنا** | یعنی انسان کو نطفہ سے، نطفہ کو انسان سے، جانور کو بیضہ سے اور بیضہ کو جانور سے، مومن کو کافر سے، کافر کو مومن سے پیدا کرتا ہے اور زمین جب خشک ہو کر مر جاتی ہے تو رحمت کے پانی سے پھر زندہ کر کے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔ غرض موت و حیات حقیقی ہو یا مجازی، حسی ہو یا معنوی سب کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ پھر تم کو زندہ کر کے قبروں سے نکال کھڑا کرنا اس کے نزدیک کیا مشکل ہو گا۔

◆ **اللہ کی بعض نشانیاں** | یعنی آدم کو مٹی سے بنایا۔ پھر دیکھو قدرت نے اسے کتنا پھیلایا کہ سارے زمین پر اس کی ذریت چھا گئی اور زمین میں پھیل کر کیسی کیسی عجیب و غریب ہوشیاریاں اس مٹی کے پتلے نے دکھلائیں۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا

اور اس کی نشانیوں سے ہے — یہ کہ بنائے تمہارے واسطے — تمہاری قسم سے جوڑے

لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ

کہ چین سے رہو (ٹھہرو) ان کے پاس — اور رکھا تمہارے بیچ میں — پیار — اور مہربانی — البتہ

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ

اس میں بہت سے پتے کی باتیں ہیں ان کے لیے جو دھیان کرتے ہیں ◆ اور اس کی نشانیوں سے ہے — بنانا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ

آسمان اور زمین کا بنانا — اور طرح طرح کی بولیاں تمہاری — اور رنگ

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ

اس میں بہت نشانیاں ہیں — سمجھنے (سوچنے) والوں کو ◆ اور اس کی نشانیوں سے ہے — تمہارا سونا

بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۤؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ

رات اور دن میں — اور تلاش کرنا — اس کے فضل سے ◆ اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ

بہت پتے ہیں — ان کو جو سنتے ہیں ◆ اور اس کی نشانیوں سے ہے — یہ کہ دکھلاتا ہے

الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۤءِ مَاۤءً فَيُحْيٖ

تم کو بجلی — ڈر اور امید کے لیے ◆ اور اتارتا ہے — آسمان سے پانی — پھر زندہ کرتا ہے

بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

اس سے زمین کو — مر گئے پیچھے — اس میں — بہت پتے ہیں

مرد و عورت کی تخلیق کی حکمت | یعنی اول مٹی سے ایک آدم کو پیدا کیا پھر اسی کے اندر سے اس کا جوڑا نکال لایا، اس سے انس اور چین پکڑے اور پیدائشی طور پر دونوں صنفوں (مرد و عورت) کے درمیان خاص قسم کی محبت اور پیار رکھ دیا، تا مقصود ازدواج حاصل ہو۔ چنانچہ دونوں کے ملنے جلنے سے نسل انسانی دنیا میں پھیل گئی۔ کما قال تعالیٰ "یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً" (نساء رکوع ۱)

رنگ و زبان کا اختلاف | سب انسان ایک ماں باپ سے بنائے، ملا کر بنائے، پھر تمام روئے زمین پر ان کو پھیلا دیا۔ سب کی جدا جدا بولیاں کر دیں۔ ایک ملک کا آدمی دوسرے ملک میں جا کر زبان کے اعتبار سے محض اجنبی ہو گیا۔ پھر دیکھو کہ شروع دنیا سے آج تک کتنے بے شمار آدمی پیدا ہوئے مگر کوئی دو آدمی ایسے نہ ملیں گے جن کا لب و لہجہ، طرز تکلم بالکل یکساں ہو۔ جس طرح ہر آدمی کی شکل و صورت اور رنگت وغیرہ دوسرے سے ممتاز ہے، آواز اور لب و لہجہ بھی بالکل الگ ہے۔ کوئی دو شخص ایسے نہ ملیں گے جن کی آواز اور رنگ روپ میں کوئی مابہ الامتیاز نہ ہو۔ ابتدائے عالم سے آج تک برابر نئی نئی صورتیں اور بولنے کے نئے نئے طور نکلتے چلے آتے ہیں۔ اس خزانہ میں کبھی ٹوٹا نہیں آیا۔ حقیقت میں یہ بڑا نشان حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں بدلتی ہیں۔ سویا تو بے خبر پتھر کی طرح اور روزی کی تلاش میں لگا تو ایسا ہوشیار کوئی نہیں۔ اصل رات ہے سونے کو اور دن تلاش کو۔ پھر دونوں وقت دونوں کام ہوتے ہیں۔

یعنی جو سن کر محفوظ رکھتے ہیں۔ کما فی تفسیر ابن کثیر۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اپنے سونے کا احوال نظر نہیں آتا۔ سو لوگوں کی زبانی سنتے ہیں۔" (موضح) گویا "یَّسْمَعُوْنَ" اختیار کرنے کا محور ہوا۔

بجلی کی چمک اور بارش میں نشانیاں | بجلی کی چمک دیکھ کر لوگ ڈرتے ہیں کہ کہیں کسی پر گر نہ پڑے یا بارش زیادہ نہ ہو جائے جس سے جان و مال تلف ہوں۔ اور امید بھی رکھتے ہیں کہ بارش ہو تو دنیا کا کام چلے۔ مسافر بھی اندھیرے میں اس کی چمک کو غنیمت سمجھتا ہے کہ ذرا دور تک راستہ نظر آ جائے۔ اور کبھی خوف کھا کر گھبراتا ہے۔

لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَ

ان کے لیے جو سمجھتے ہیں ◆ اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ کھڑا ہے آسمان اور

الْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ

زمین اس کے حکم سے ◆ پھر جب پکارے گا تم کو ایک بار

الْاَرْضِ ڰ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي

زمین میں سے اسی وقت تم نکل پڑو گے ◆ اور اسی کا ہے جو کوئی ہے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

آسمان اور زمین میں ◆ سب اس کے حکم کے تابع ہیں ◆ اور وہی ہے جو

يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۭ وَلَهُ

پہلی بار بناتا ہے پھر اس کو دہرائے گا اور وہ آسان ہے اس پر ◆ اور اسی کی

الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

شان سب سے اوپر ہے آسمان اور زمین میں اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ

حکمتوں والا ◆ بتلائی تم کو ایک مثل تمہارے اندر سے دیکھو

مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ

جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں ان میں ہیں کوئی ساجھی تمہارے ہماری دی ہوئی روزی میں

فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ

کہ تم سب اس میں برابر ہو خطرہ رکھو ان کا جیسے خطرہ رکھو اپنوں کا

یعنی اس سے کچھ لوگ مرے پیچھے تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

زمین و آسمان کا قیام | پہلے آسمان و زمین کا پیدا کرنا مذکور ہوا تھا یہاں ان کے جا بجا قیام کو بتلایا کہ وہ بھی اسی کے حکم سے ہے۔ مجال نہیں کہ کوئی اپنے مرکز ثقل سے ہٹ جائے۔ یا ایک دوسرے پر گر کر نظام عالم کائنات کو درہم برہم کر دے۔

یعنی زمین و آسمان جب تک اس کا حکم ہے قائم رہیں گے۔ پھر جس وقت دنیا کی میعاد پوری ہو چکی اللہ تعالیٰ کی ایک پکار پر تم سب قبروں سے نکلے چلے آؤ گے میدان حشر کی طرف۔

یعنی آسمان و زمین کے رہنے والے سب اسی کے مملوک بندے اور اسی کی رعیت ہیں۔ کس کی طاقت ہے کہ اس کے حکم تکوینی سے سرتابی کر سکے۔

آخرت کی زندگی پر احمقانہ شبہ | یعنی قدرت الٰہی کے سامنے تو سب برابر ہیں لیکن تمہارے محسوسات کے اعتبار سے اول بار پیدا کرنے سے دوسری بار دوبارہ بنا آسان ہونا چاہئے پھر یہ عجیب بات ہے کہ اول پیدائش پر اسے قادر مانو اور دوسری مرتبہ پیدا کرنے کو مستبعد سمجھو۔

اللہ کی شان سب سے اعلیٰ ہے | یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ صفات اور اونچی سے اونچی شان اس کی ہے۔ آسمان و زمین کی کوئی چیز اپنے حسن و خوبی میں اس کی شان و صفت سے لگا نہیں کھا سکتی۔ مساوی ہونا تو کجا وہ تو اس سے بھی بالا و برتر ہے جہاں تک مخلوق اس کے جلال و جمال کا تصور کر سکتی ہے۔ بلکہ جو خوبی کسی جگہ موجود ہے وہ اسی کے کمالات کا ادنیٰ پرتو ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "آسمان کے فرشتے نہ کھائیں نہ سوئیں نہ حاجت بشری رکھیں سوائے بندگی کے کچھ کام نہیں۔ اور زمین کے لوگ سب چیز میں آلودہ۔ پر اللہ کی صفت نہ ان سے ملے نہ ان سے، وہ پاک ذات ہے" (موضح)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم
منزل تمام گشت و بپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم
وللہ فوق من قال۔ اے بروں از وہم و قال و قیل من خاک بر فرق من و تمثیل من

كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٢٨ بَلِ اتَّبَعَ

یوں کھول کر بیان کرتے ہیں ہم نشانیاں (اپنی) ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں (سوچتے ہیں) ◆ بلکہ چلتے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ

ہیں یہ بے انصاف اپنی خواہشوں پر بن سمجھے ◆ سو کون سمجھائے جس کو

اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝٢٩ فَاَقِمْ وَجْهَكَ

اللہ نے بھٹکایا اور کوئی نہیں ان کا مددگار ◆ سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ

دین پر ایک طرف کا ہو کر ◆ وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں

عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ

کو ◆ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو ◆ یہی ہے دین سیدھا (درست)

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٣٠ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ

لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ◆ سب رجوع ہو کر اس کی طرف ◆

وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝٣١

اور اس سے ڈرتے رہو اور قائم رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں

◆ **شرک کی مذمت کی ایک بلیغ مثال** | یعنی شرک کی قباحت و بطلان سمجھانے کے لئے اللہ تعالیٰ خود تمہارے ہی احوال میں سے ایک مثال نکال کر بیان فرماتا ہے۔ دیکھو تمہارے ہاتھ کا مال (یعنی لونڈی غلام) جن کے تم محض ظاہری اور مجازی مالک ہو کیا اپنی روزی اور مال و متاع میں جو حق تعالیٰ نے دے رکھی ہے تم ان کو برابر کا شریک تسلیم کر سکتے ہو جس طرح مشترک اموال و جائداد میں اپنے بھائی بند حصہ دار ہوتے ہیں اور ہر وقت کھٹکا رہتا ہے کہ مشترک چیز میں تصرف کرنے پر برہم ہو جائیں گے یا تقسیم کرا لینے کا تقاضا کریں یا کم از کم سوال کر بیٹھیں کہ ہماری اجازت اور مرضی کے بدون فلاں کام کیوں کیا۔ کیا ایسا ہی کھٹکا کبھی آقا کو اپنے غلام یا نوکر کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر نہیں تو سمجھنا چاہئے کہ جب ایک جھوٹے مالک کا یہ حال ہے تو اس سچے مالک کو اپنے غلاموں کی کیا پروا ہو سکتی ہے جس کو تم حماقت سے اس کا ساجھی گھڑتے ہو۔ ایک غلام تو آقا کی ملک میں شریک نہ ہو سکے۔ حالانکہ دونوں خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کی دی ہوئی

روزی کھاتے ہیں۔ مگر ایک مخلوق بلکہ مخلوق در مخلوق، خالق کی خدائی میں شریک ہو جائے اس بے تکی بات کو کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا۔

◆ یعنی یہ بے انصاف لوگ ایسی صاف و واضح باتوں کو کیونکر سمجھیں۔ وہ سمجھنا چاہتے ہی نہیں بلکہ جہالت اور ہوا پرستی سے محض اوہام و خواہشات کی پیروی پر تلے ہوئے ہیں۔

◆ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی بے انصافی، جہل اور ہوا پرستی کی بدولت ناحق پر چلنے اور بھٹکنے کی توفیق دے دی۔ اب کون طاقت ہے جو اسے سمجھ کر راہ حق پر لے آئے یا مدد کر کے گمراہی اور تباہی سے بچا لے۔ ایسوں کی طرف سے زیادہ فکر اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان سے قطع نظر کر کے آپ ہمہ تن اپنے پروردگار کی طرف توجہ کیجئے۔ اور دین فطرت پر جمے رہیے۔

◆ یعنی جو گمراہی سے کسی طرح نکلنا نہیں چاہتا اسے شرک کی دلدل میں پڑا رہنے دو اور تم ہر طرف سے منہ موڑ کر ایک خدا کے ہو رہو۔ اور اسی کے سچے دین کو پوری توجہ اور یکجہتی سے تھامے رکھو۔

◆ **انسان کی فطرت اسلام ہے** | اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ساخت اور تراش شروع سے ایسی رکھی ہے کہ اگر وہ حق کو سمجھنا اور قبول کرنا چاہے تو کر سکے۔ اور بندا فطرت سے اپنی اجمالی معرفت کی ایک چمک اس کے دل میں بطور تخم ہدایت کے ڈال دی ہے کہ اگر گرد و پیش کے احوال اور ماحول کے خراب اثرات سے متاثر نہ ہو اور اصلی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے تو یقیناً دین حق کو اختیار کرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو۔ "عہد الست" کے قصہ میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ ہر بچہ فطرۃ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے بعدہ ماں باپ اسے یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو "حنفاء" پیدا کیا۔ پھر شیاطین نے اغوا کر کے انہیں سیدھے راستہ سے بھٹکا دیا۔ بہرحال دین حق، دین حنیف اور دین قیم وہ ہے کہ اگر انسان کو اس کی فطرت پر بالکل بلا تعرض چھوڑ دیا جائے تو اپنی طبیعت سے اسی کی طرف جھکے۔ تمام انسانوں کی فطرت اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی بنائی ہے جس میں کوئی تفاوت اور تبدیلی نہیں۔ فرض کرو اگر فرعون یا ابوجہل کی اصلی فطرت میں یہ استعداد اور صلاحیت نہ ہوتی تو ان کو قبول حق کا مکلف بنانا صحیح نہ ہوتا۔ جیسے اینٹ پتھر یا جانوروں کو شرائع کا مکلف نہیں بنایا۔ فطرت انسانی کی اسی یکسانیت کا یہ اثر ہے کہ دین کے بہت سے اصول مہمہ کو کسی نہ کسی رنگ میں تقریباً سب انسان تسلیم کرتے ہیں گو ان پر ٹھیک ٹھیک قائم نہیں رہتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی اللہ سب کا مالک حاکم سب سے جدا۔ کوئی اس کے برابر نہیں۔ کسی کا زور اس پر نہیں۔ یہ باتیں سب جانتے ہیں۔ اس پر چلنا چاہیئے۔ ایسے ہی کسی کے جان و مال کو ستانا، ناموس میں عیب لگانا، ہر کوئی برا جانتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا، حق پہچاننا، دغا نہ کرنا، ہر کوئی اچھا جانتا ہے۔ اسی (راستے) پر چلنا وہی دین سچا ہے (یہ امور فطری تھے مگر ان کا بندوبست پیغمبروں کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا۔"

◆ یعنی اصل پیدائش کے اعتبار سے کوئی فرق اور تغیر و تبدیل نہیں۔ ہر فرد انسان کی فطرت قبول حق کے لئے مستعد بنائی ہے یا یہ مطلب کہ اللہ نے جس فطرت پر پیدا کیا اس کو تم اپنے اختیار سے بدل کر خراب نہ کرو۔ جو تخم ڈالا ہے اسے بدتمیزی ویے تمیزی سے ضائع مت ہونے دو۔

◆ دین قیم: یعنی سیدھا دین یہی فطرت کی آواز ہے۔ پر بہت لوگ اس نکتہ کو سمجھتے نہیں۔

◆ **دین فطرت کے چند اصول** | یعنی اصل دین پکڑے رہو اس کی طرف رجوع ہو کر۔ اگر محض دنیوی مصلحت کے واسطے یہ کام کئے تو دین درست نہ ہو گا۔ آگے دین فطرت کے چند اہم اصول کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مثلاً انابت (خدا سے ڈرتے رہنا) نماز قائم رکھنا، شرک جلی و خفی سے بیزار اور مشرکین سے علیحدہ رہنا، دین میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ

جنھوں نے کر پھوٹ ڈالی اپنے دین میں اور ہو گئے ان میں بہت طرح کے ہر فرقہ

بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا

جو ان کے پاس ہے اس پر خوش (فریفتہ) ہے ◆ اور جب پہنچے لوگوں کو کچھ سختی تو پکاریں

رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً

اپنے رب کو اس کی طرف رجوع ہو کر پھر جہاں چکھائی ان کو اپنی طرف سے کچھ مہربانی

اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ

اسی وقت ایک جماعت ان میں اپنے رب کا شریک لگی بنانے کہ منکر ہو جائیں

اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۥ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا

ہمارے دیے ہوئے سے سو برت لو (کام چلا لو) اب آگے جان لوگے ◆ کیا ہم نے ان پر

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾

اتاری ہے کوئی سند سو وہ بول رہی ہے (بتلاتی ہے) جو یہ شریک بتاتے ہیں ◆

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو کچھ مہربانی اس پر پھولے نہیں سماتے اور اگر آپڑے ان پر

سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾

کچھ برائی اپنے ہاتھوں کے بھیجے ہوئے پر تو آس توڑ بیٹھیں ◆

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ

کیا نہیں دیکھ چکے کہ اللہ پھیلا دیتا ہے روزی کو جس پر چاہے اور ناپ کر دیتا ہے جس کو چاہے

◆ **دین میں فرقہ بازی** | یعنی دین فطرت کے اصول سے علیحدہ ہو کر ان لوگوں نے اپنے مذہب میں پھوٹ ڈالی، بہت سے فرقے بن گئے۔ ہر ایک کا عقیدہ الگ، مذہب و مشرب جدا، جس کسی نے نادانی یا ہوا پرستی سے کوئی عقیدہ قائم کر دیا یا کوئی طریقہ ایجاد کر لیا ایک جماعت اسی کے پیچھے ہو گئی۔ تھوڑے دن بعد وہ ایک فرقہ بن گیا۔ پھر ہر فرقہ اپنے ٹھہرائے ہوئے اصول و عقائد پر خواہ وہ کتنے ہی مہمل، بیہودہ ہوں ایسا فریفتہ اور مفتون ہے کہ اپنی غلطی کا امکان بھی اس کے تصور میں نہیں آتا۔

◆ **انسان کی ناشکری** | یعنی جیسے پہلے کہا جا چکا ہے انسان کی فطرت میں خدا کی طرف رجوع ہونا بھی ہر ایک کی فطرت جانتی ہے۔ چنانچہ خوف اور سختی کے وقت اس کا اظہار ہو جاتا ہے۔ بڑے سے بڑا مشرک مصیبت میں گھر کر خدائے واحد کو پکارنے لگتا ہے۔ اس وقت جھوٹے سہارے سب ذہن سے نکل جاتے ہیں۔ وہی سچا مالک رہ جاتا ہے جس کی طرف فطرت انسانی رہنمائی کرتی تھی۔ مگر افسوس کہ انسان اس حالت پر دیر تک قائم نہیں رہتا۔ جہاں خدا کی مہربانی سے مصیبت دور ہوئی، پھر اس کو چھوڑ کر جھوٹے دیوتاؤں کے گن گانے لگا۔ گویا اس کے پاس سب نعمتیں انہی کی دی ہوئی ہیں! خدا نے کچھ نہیں دیا (العیاذ باللہ)۔ اچھا چند روز مزے اڑا لے، آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ اس کفر اور ناشکری کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اگر آدمیت ہوتی تو سمجھتا کہ اس کا منعم جس خدا کو سختی اور مصیبت کے وقت پکارتا تھا وہی اس لائق ہے کہ ہمہ وقت یاد رکھا جائے۔

◆ **شرک عقل سلیم اور فطرت کے خلاف ہے** | یعنی عقل سلیم اور فطرت انسانی کی شہادت شرک کو صاف طور پر رد کرتی ہے تو کیا اس کے خلاف وہ کوئی حجت اور سند رکھتے ہیں جو بتلاتی ہو کہ خدائی میں وہ معبود بھی اس کے شریک ہیں؟ معاذ اللہ! اگر نہیں تو انہیں معبود بننے کا استحقاق کہاں سے ملا۔

◆ **خوشی و غم میں کفار کی حالت** | یعنی ان لوگوں کی حالت عجیب ہے۔ جب اللہ کی مہربانی اور احسان سے عیش میں ہوں تو پھولے نہیں سماتے، ایسے اتراتے ہیں اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ منعم حقیقی کو بھی یاد نہیں رکھتے۔ اور کسی وقت شامت اعمال کی بدولت مصیبت کا کوڑا پڑا تو بالکل آس توڑ کر اور ناامید ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔ گویا اب کوئی ہستی نہیں جو مصیبت کے دور کرنے پر قادر ہو۔ مومن کا حال اس کے برعکس ہوتا ہے۔ وہ عیش و راحت میں منعم حقیقی کو یاد رکھتا ہے اس کے فضل و رحمت پر خوش ہو کر زبان و دل سے شکر ادا کرتا ہے اور مصیبت میں پھنس جائے تو صبر و تحمل کے ساتھ اللہ سے مدد مانگتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ کتنی ہی سخت مصیبت ہو اور ظاہری اسباب کتنے ہی مخالف ہوں اس کے فضل سے سب فضا بدل جائے گی۔ تنبیہ: ایک آیت پہلے فرمایا تھا کہ "لوگ سختی کے وقت خالص خدا کو پکارنے لگتے ہیں۔" یہاں فرمایا کہ "برائی پہنچتی ہے تو آس توڑ کر بیٹھ رہتے ہیں۔" دونوں میں کچھ اختلاف نہیں۔ پہلی حالت یعنی خدا کو پکارنا ابتدائی منزل ہے۔ پھر جب مصیبت اور سختی میں امتداد ہوتا ہے تو آخر گھبرا کر ناامید ہو جاتا ہے۔ یا بعض لوگوں کا وہ حال ہو، بعض کا یہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾ فَآتِ

اس میں — نشانیاں ہیں — ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں ◆ — سو تو دے

ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ

قرابت والے کو اس کا حق — اور محتاج کو — اور مسافر کو — یہ

خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ

بہتر ہے ان کے لیے — جو چاہتے ہیں اللہ کا منہ (کی رضامندی) — اور وہی ہیں

الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ

جن کا بھلا ہے ◆ — اور جو دیتے ہو بیاج پر — کہ بڑھتا رہے — لوگوں کے

النَّاسِ فَلَا يَرْبُو عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ

مال میں — سو وہ نہیں بڑھتا — اللہ کے یہاں — اور جو دیتے ہو — پاک دل سے

تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾ اللَّهُ

چاہ کر — رضامندی اللہ کی — سو یہ وہ ہیں — جن کے دونے ہوئے ◆ — اللہ

الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ

وہی ہے جس نے تم کو بنایا — پھر تم کو روزی دی — پھر تم کو مارتا ہے — پھر تم کو جلائے گا

هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن

کوئی ہے تمہارے شریکوں میں — جو کر سکے — ان کاموں میں سے

شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٠﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ

ایک کام — وہ نرالا ہے — اور بہت اوپر ہے اس سے کہ شریک بتلاتے ہیں ◆ — پھیل پڑی ہے خرابی

ع ۴

◆ **روزی میں تنگی اور وسعت کی حکمت** | یعنی ایمان و یقین والے سمجھتے ہیں کہ دنیا کی تنگی نرمی اور روزی کا بڑھنا گھٹنا سب اسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بقضاء رہنا چاہیئے۔ نعمت کے وقت شکر گزار رہے اور اترائے نہیں کہیں چھن نہ جائے اور تنگی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دور فرما دے گا۔

◆ **اقرباء مساکین کا حق** | یعنی جب فطرت کی شہادت سے ثابت ہو گیا کہ حقیقی مالک و رب وہی اللہ ہے۔ دنیا کی نعمتیں سب اسی کی عطا کی ہوئی ہیں۔ تو جو لوگ اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس کی لقاء و دیدار کے آرزومند ہیں چاہیئے کہ اس کے دیئے ہوئے میں سے خرچ کریں۔ مسافر محتاج اور غریب رشتہ داروں کی خبر لیں۔ اہل قرابت کے حقوق حسب مقدور ادا کرتے رہیں۔ ایسے ہی بندوں کو دنیا و آخرت کی بھلائی نصیب ہوگی۔

◆ **سود سے مال گھٹتا اور زکوٰۃ سے بڑھتا ہے** | یعنی سود بیاج سے گو بظاہر مال بڑھتا دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں گھٹ رہا ہے جیسے کسی آدمی کا بدن ورم سے پھول جائے وہ بیماری یا پیام موت ہے اور زکوٰۃ نکالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال کم ہو گیا فی الحقیقت وہ بڑھتا ہے جیسے کسی مریض کا بدن مسہل و تنقیہ سے گھٹتا دکھائی دے مگر انجام اس کا صحت ہو۔ سود اور زکوٰۃ کا حال بھی انجام کے اعتبار سے ایسا ہی سمجھ لو۔ "یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ" (بقرہ رکوع ۳۸) حدیث میں ہے کہ ایک کھجور جو مومن صدقہ کرے قیامت کے دن بڑھ کر پہاڑ کے برابر نظر آئے گی۔ **تنبیہ** | بعض مفسرین نے "ربا" سے یہاں سود بیاج مراد نہیں لیا۔ بلکہ آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو آدمی کسی کو کچھ دے اس غرض سے کہ وہ مال اس سے بڑھ کر احسان کا بدلہ کرے گا تو یہ دینا اللہ کے ہاں موجب برکت و ثواب نہیں۔ گو مباح ہو۔ اور پیغمبر علیہ السلام کے حق میں تو مباح بھی نہیں۔ "وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ" (مدثر رکوع ۱) واللہ اعلم۔

◆ یعنی مارنا جلانا روزی دینا سب کام تو تنہا اس کے قبضہ میں ہوئے۔ پھر دوسرے شریک کدھر سے آ کر الوہیت کے مستحق بن گئے۔

فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ

جنگل میں اور دریا میں — لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی سے — چکھانا چاہیے ان کو

بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ سِيرُوا

بدلہ ان کے کام کا — تاکہ وہ پھر آئیں ﴿۴۱﴾ — تو کہہ — پھرو

فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ

ملک میں — تو دیکھو — کیسا ہوا — انجام

مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿٤٢﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ

پہلوں کا ﴿۴۲﴾ — بہت ان میں تھے — شرک کرنے والے — سو تو سیدھا رکھ اپنا منہ

لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ

سیدھی راہ پر ﴿۴۳﴾ — اس سے پہلے — کہ آپہنچے وہ دن — جس کو پھرنا نہیں

مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿٤٣﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ

اللہ کی طرف سے — اس دن لوگ جدا جدا ہوں گے ﴿۴۳﴾ — جو منکر ہوا — سو اس پر پڑے

كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ ﴿٤٤﴾

اس کا منکر ہونا — اور جو کوئی کرے بھلے کام — سو وہ اپنی راہ سنوارتے ہیں ﴿۴۴﴾

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۚ

تاکہ وہ بدلہ دے ان کو جو یقین لائے — اور کام کئے بھلے — اپنے فضل سے ﴿۴۵﴾

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ

بےشک اس کو نہیں بھاتے — انکار والے ﴿۴۵﴾ — اور اس کی نشانیوں میں ایک یہ ہے — کہ چلاتا ہے

◆ **لوگوں کی بدعملی سے بحر و بر میں فساد** | یعنی لوگ دین فطرت پر قائم نہ رہے کفر و ظلم دنیا میں پھیل پڑا اور اس کی شامت سے ملکوں اور جزیروں میں خرابی پھیل گئی۔ نہ جنگل میں امن و سکون رہا نہ تری میں، دونوں جگہ فتنہ و فساد نے گھیر لیا۔ بحری لڑائیوں اور جہازوں کی لوٹ مار سے سمندروں میں بھی طوفان برپا ہو گیا۔ یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بندوں کی بداعمالیوں کا تھوڑا سا مزہ دنیا میں بھی چکھا دیا جائے۔ پوری سزا تو آخرت میں ملے گی۔ مگر کچھ نمونہ یہاں بھی دکھلا دیں، ممکن ہے بعض لوگ ڈر کر راہ راست پر آ جائیں۔ **تنبیہ** | بندوں کی بدکاریوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں خرابی پھیلنا ہمیشہ ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا۔ لیکن جس خرابی کے عموم و شمول کے ساتھ بعثت محمدی سے پہلے یہ تاریک گھٹا مشرق و مغرب اور بحر و بر پر چھائی تھی دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یورپ کے محققین نے اس زمانہ کی تاریک حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مورخ بھی اس مشہور و معروف صداقت پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکتے (دیکھو دائرۃ المعارف فرید وجدی مادہ محمد) شاید اسی عموم فتنہ و فساد کو پیش نظر رکھ کر ابن عباسؓ نے آیت کا محمل زمانہ جاہلیت کو قرار دیا ہے۔

◆ یعنی اکثروں کی شامت شرک کی وجہ سے آئی۔ بعضوں پر دوسرے گناہوں کی وجہ سے آئی ہوگی۔

◆ **دنیا کے فساد کا علاج** | یعنی دنیا میں فساد پھیل گیا تو تم دین قیم پر جو دین فطرت ہے ٹھیک ٹھیک قائم رہو۔ سب خرابیوں کا ایک یہی علاج ہے۔

◆ یعنی اللہ کی طرف سے اس دن کا آنا اٹل ہے۔ نہ کوئی طاقت اسے پھیر سکتی ہے نہ خود خدا ملتوی کرے گا۔

◆ یعنی نیک جنت میں اور بد دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ "فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ" (شوریٰ۔ رکوع ۱) حضرت شاہ صاحبؒ اس کو دونوں کے احوال پر محمول کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "یعنی دین کا منکر ہو سزا پانے والے الگ ہوں اور اللہ کے مقبول بندے الگ۔"

◆ یعنی انکار کا وبال اسی پر پڑے گا۔

◆ یعنی جنت میں آرام کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔

◆ یعنی کتنا ہی بڑا نیک ہو اسے بھی اللہ کے فضل سے جنت ملے گی۔

◆ جس سے مالک روٹھ جائے اس کا کہاں ٹھکانا۔

الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ

ہوائیں خوشخبری دینے والیاں ◆ اور تاکہ چکھائے تم کو مزہ اپنی مہربانی کا ◆ اور تاکہ چلیں

الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

جہاز اس کے حکم سے ◆ اور تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ

حق مانو ◆ اور ہم بھیج چکے ہیں تجھ سے پہلے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس

فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ

سو پہنچے ان کے پاس نشانیاں لیکر پھر بدلہ لیا ہم نے ان سے جو گنہگار تھے

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی ◆ اللہ ہے

يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ

جو چلاتا ہے ہوائیں پھر وہ اٹھاتی ہیں بادل کو پھر پھیلا دیتا ہے اس کو آسمان میں جس طرح

يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

چاہے ◆ اور رکھتا ہے اس کو تہ بتہ پھر تو دیکھے مینہ کو کہ نکلتا ہے اس کے بیچ

خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ

میں سے پھر جب اس کو پہنچاتا ہے جس کو کہ چاہتا ہے اپنے بندوں میں

اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ

تبھی وہ لگتے ہیں خوشیاں کرنے ◆ اور پہلے سے ہو رہے تھے

◆ **قدرت الٰہیہ** | یعنی باران رحمت کی خوشخبری لاتی ہیں۔ پھر خدا کی مہربانی سے مینہ برستا ہے۔

◆ یعنی بادبانی جہاز اور کشتیاں ہوا سے چلتی ہیں اور دخانی اسٹیمروں کی رفتار میں بھی باد موافق مدد دیتی ہے۔

◆ **نعمت کی بشارت** | یعنی جہازوں کے ذریعہ سے تجارتی مال سمندر پار منتقل کر سکو اور خدا کے فضل سے خوب نفع کماؤ۔ پھر ان نعمتوں پر خدا کا شکر ادا کرتے رہو۔ **تنبیہ** | پہلے خشکی و تری میں فساد پھیلنے کا ذکر تھا اس کے مقابلہ یہاں بشارت و نعمت الٰہی کا تذکرہ ہوا۔ شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ آدمی اور غبار پھیل جانے کے بعد امید رکھو کہ باران رحمت آیا چاہتی ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں چل پڑی ہیں جو رحمت و فضل کی خوشخبری سنا رہی ہیں کافروں کو چاہیے کہ شرارت اور کفران نعمت سے باز آ جائیں اور خدا کی مہربانیوں کو دیکھ کر شکر گزار بندے بنیں۔

◆ **مومنین کی مدد کا وعدہ** | پہلے فرمایا تھا کہ مقبول اور مردود جدا کر دیے جائیں گے منکروں پر ان کے انکار کا وبال پڑے گا۔ وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اب بتلاتے ہیں کہ اس کا اظہار دنیا ہی میں ہو کر رہیگا۔ کیونکہ اللہ کی عادت اور وعدہ ہے کہ مجرمین و مکذبین سے انتقام لے اور مومنین کاملین کو اپنی امداد و اعانت سے دشمنوں پر غالب کرے۔ بیچ میں ہواؤں کا ذکر اس واسطے آیا کہ جیسے باران رحمت کے نزول سے پہلے ہوائیں چلتی ہیں اسی طرح دین کے غلبہ کی نشانیاں روشن ہوتی جاتی ہیں۔

◆ یعنی پہلے کسی طرف، پیچھے کسی طرف۔ اسی طرح دین کو بھی پھیلائے گا۔ چنانچہ پھیلا دیا۔

◆ **بارش اور بادل کا نظام** | اسی طرح جو ایمانی اور روحانی بارش سے مستفیض ہوں گے وہ خوشیاں منائیں گے۔

أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ

اس کے اترنے سے پہلے ہی — ناامید ◆ — سو دیکھ لے

إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ

اللہ کی مہربانی کی نشانیاں — کیونکر زندہ کرتا ہے زمین کو — اس کے مر گئے پیچھے (مرنے کے بعد) ◆

إِنَّ ذَٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتَىٰ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥٠﴾

بے شک وہی ہے — مردوں کو زندہ کرنے والا — اور وہ ہر چیز سب کچھ کر سکتا ہے ◆

وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ

اور اگر ہم بھیجیں ایک ہوا — پھر وہ دیکھیں کھیتی کو کہ زرد ہو گئی — تو لگیں اس کے پیچھے

يَكْفُرُونَ ﴿٥١﴾ فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ

ناشکری کرنے ◆ — سو تو سنا نہیں سکتا مردوں کو — اور نہیں سنا سکتا بہروں کو

الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٥٢﴾ وَمَا أَنْتَ بِهَادِ الْعُمْيِ

پکارنا — جبکہ پھریں پیٹھ دے کر (پھیر کر) — اور نہ تو — راہ سجھانے اندھوں کو

عَنْ ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِنْ تُسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا

ان کے بھٹکنے سے — تو تو سناتا ہے اسی کو — جو یقین لائے — ہماری باتوں پر

فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿٥٣﴾ ع اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ

سو وہ مسلمان ہوتے ہیں ◆ — اللہ ہے جس نے بنایا تم کو — کمزوری سے

ع ۸

◆ یعنی پہلے سے لوگ ناامید ہو رہے تھے حتیٰ کہ بارش آنے سے ذرا پہلے تک بھی امید نہ تھی کہ مینہ برس کر ایسی جگہ پر لوٹ جائیگی۔ انسان کا حال بھی عجیب ہے ذرا دیر میں ناامید ہو کر بیٹھ جاتا ہے پھر ذرا سی دیر میں خوشی سے کھل پڑتا ہے۔

◆ **اللہ کی رحمت کے آثار** یعنی چند گھنٹے پہلے ہر طرف خاک اڑ رہی تھی اور زمین خشک، بے رونق اور مردہ پڑی تھی۔ کہاں اللہ کی مہربانی سے زندہ ہو کر لہلہانے لگی۔ بارش نے اس کی پوشیدہ قوتوں کو کس قدر جلد ابھار دیا۔ یہی حال روحانی بارش کا سمجھو اس سے مردہ

ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ

پھر دیا کمزوری کے پیچھے زور پھر دے گا

بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ

زور کے پیچھے کمزوری اور سفید بال بناتا ہے جو کچھ چاہے اور وہی ہے

الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿٥٤﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ

سب کچھ جانتا کر سکتا ◆ اور جس دن قائم ہوگی قیامت قسمیں کھائیں گے

الْمُجْرِمُوْنَ ڏ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ كَانُوْا

گنہگار کہ ہم نہیں رہے تھے ایک گھڑی سے زیادہ ◆ اسی طرح تھے

يُؤْفَكُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ

الٹے جاتے ◆ اور کہیں گے جن کو ملی ہے سمجھ اور یقین تم رہ

لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَهٰذَا يَوْمُ

ٹھیرے تھے اللہ کی کتاب میں جی اٹھنے کے دن تک سو یہ ہے جی اٹھنے

الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ

کا دن پر تم نہیں سمجھتے تھے ◆ سو اس دن

لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿٥٧﴾

کام نہ آئے گا ان گنہگاروں کے تقصیر بخشوانا اور نہ ان سے کوئی منانا چاہے (معذرت کرانا) ◆

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ

اور ہم نے بٹھلائی ہے آدمیوں کے واسطے اس قرآن میں ہر ایک طرح کی مثل

◆ **انسانی زندگی کے مختلف مراحل** یعنی بچہ شروع میں پیدائش کے وقت بیحد کمزور و ناتواں ہوتا ہے۔ پھر آہستہ آہستہ قوت آنے لگتی ہے حتی کہ جوانی کے وقت اس کا زور انتہاء کو پہنچ جاتا ہے اور تمام قوتیں شباب پر ہوتی ہیں۔ پھر گرا ڈھلنے لگتی ہے اور زور و قوت کے پیچھے کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ جس کی آخری حد بڑھاپا ہے۔ اس وقت تمام اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے اور قوی معطل ہونے لگتے ہیں۔ قوت و ضعف کا سب اتار چڑھاؤ اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس طرح چاہے کسی چیز کو بنائے۔ اور قوت و ضعف کے مختلف ادوار میں سے گذارے۔ اسی کو قدرت حاصل ہے اور وہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت تک کن حالات میں رکھنا مناسب ہے بلحاظ اسی خدا کی اور اس کے پیغمبروں کی باتیں سمجھ میں آ جائیں۔ شاید اس میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ جس طرح تم کو کمزوری کے بعد زور دیا، مسلمانوں کو بھی ضعف کے بعد قوت عطا کریگا اور جو بظاہر اس وقت کمزور نظر آتا ہے کچھ دنوں بعد زور پکڑیگا اور اپنے شباب و عروج کو پہنچیگا۔ اس کے بعد پھر ہو سکتا ہے کہ ایک زمانہ مسلمانوں کے ضعف کا آئے سو یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا نے قدرت دی ہر وقت ضعف کو قوت سے تبدیل کر سکتا ہے۔ ہاں ایسا کرنے کی خاص صورتیں اور اسباب ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ **آخرت میں دنیا کی زندگی بہت کم معلوم ہوگی** یعنی قبر میں یا دنیا میں رہنا تھوڑا معلوم ہوگا جب مصیبت سر پر کھڑی نظر آئے گی کہیں گے کہ افسوس بڑی جلدی دنیا کی اور برزخ کی زندگی ختم ہو گئی۔ کچھ بھی مہلت نہ ملی جو ذرا اور دیر اس عذاب الیم سے بچے رہتے۔ یا دنیا میں کچھ زیادہ مدت ٹھہرنے کا موقع ملتا تو اس دن کے لئے تیاری کرتے یہ تو ایک دم مصیبت کی گھڑی سامنے آ گئی۔

◆ یعنی جیسے اس وقت یہ کہنا جھوٹ اور غلط ہوگا اسی طرح سمجھو کہ دنیا میں بھی یہ لوگ غلط خیالات جماتے اور الٹی باتیں کیا کرتے تھے۔

◆ **کفار کو اہل علم کی ملامت** یعنی مومنین اور ملائکہ اس وقت ان کی تردید کریں گے کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ قبر میں یا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا۔ تم ٹھیک اللہ کے علم اور اس کی خبر اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے ہو ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی آج ٹھیک وعدہ کے موافق وہ دن آ پہنچا۔ اب دیکھ لو جسے تم جانتے اور مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے تو تیار ہو کر آتے اور یہاں کی سرتیں دیکھ کر کہتے کہ اس دن کے آنے میں بہت دیر لگی۔ بڑے انتظار و اشتیاق کے بعد آیا۔ جیسا کہ مومنین کہتے ہیں۔

◆ یعنی نہ کوئی معقول عذر پیش کر سکیں گے جو کام آئے اور نہ ان سے کہا جائیگا کہ اچھا اب توبہ اور اطاعت سے اپنے پروردگار کو راضی کر لو، کیونکہ اس کا وقت گذر چکا اب تو بجز سزا بھگتنے کے کوئی چارہ نہیں۔

وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ

اور جو تو لاوے ان کے پاس کوئی آیت — تو ضرور کہیں — وہ منکر تم

أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ﴿۵۸﴾ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ

سب جھوٹ بناتے ہو ◆ — یوں — مہر کر دیتا ہے اللہ — ان کے

قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ

دلوں پر — جو سمجھ نہیں رکھتے ◆ — سو تو قائم رہ (صبر کر) — بیشک اللہ کا

اللَّهِ حَقٌّ ۖ وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ﴿۶۰﴾

وعدہ ٹھیک ہے — اور اکھاڑ نہ دیں تجھ کو وہ لوگ — جو یقین نہیں لاتے ◆

آیاتها ۳۴ — (۳۱) سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ (۵۷) — رکوعاتها ۴

سورۃ لقمان مکہ میں نازل ہوئی اس کی چونتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ﴿۲﴾ هُدًى وَ

الٓمٓ — یہ آیتیں ہیں (باتیں) — پکی کتاب کی — ہدایت ہے — اور

رَحْمَةً لِلْمُحْسِنِينَ ﴿۳﴾ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

مہربانی نیکی کرنے والوں کے لیے ◆ — جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز

وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۴﴾

اور دیتے ہیں زکوٰۃ — اور وہ ہیں جو آخرت پر ان کو یقین ہے

◆ **قرآن کی دلیلیں اور کفار کا انکار** | یعنی اس وقت پچھتائیں گے اور آج خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا موقع ہے۔ قرآن کریم کیسی عجیب مثالیں اور دلیلیں بیان کر کے طرح طرح سے ان کو سمجھاتا ہے، پر ان کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی، کیسی ہی آیتیں پڑھ کر سنائیے یا صاف صاف معجزے دکھلائیے وہ یہی کہہ دیتے ہیں کہ تم (پیغمبر اور مسلمان) سب مل کر جھوٹ بنا لائے ہو۔ ایک نے چند آیتیں بنا لیں دوسروں نے تصدیق کر دی۔ ایک نے جادو دکھلایا دوسرے اس پر ایمان لانے کو تیار ہو گئے۔ اسی طرح ملی بھگت کر کے ہمارا مذہب بگاڑنا چاہتے ہو۔

◆ **دلوں پر مہر** | یعنی جو آدمی نہ سمجھے نہ سمجھنے کی کوشش کرے اور ضد و عناد سے ہر بات کا انکار کرتا رہے اسی طرح شدہ شدہ اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور آخر کار ضد و عناد سے دل اتنا سخت ہو جاتا ہے کہ قبول حق کی استعداد بھی ضائع کر بیٹھتا ہے۔ العیاذ باللہ!

◆ **آنحضرت ﷺ کو تسلی** | یعنی جب ان بدبختوں کا حال ضد و عناد کے اس درجہ پر پہنچ گیا تو آپ ان کی شرارتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ بلکہ پیغمبرانہ صبر و تحمل کے ساتھ اپنے دعوت و اصلاح کے کام میں لگے رہیں۔ اللہ نے جو آپ سے فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے یقیناً پورا کر کے رہے گا۔ اس میں رتی برابر تفاوت و تخلف نہیں ہو سکتا۔ آپ اپنے کام پر ڈٹے رہئے۔ یہ بدعقیدہ اور بے یقین لوگ آپ کو ذرا بھی آپ کے مقام سے جنبش نہ دے سکیں گے۔ تم سورۃ الروم وللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ لقمان

◆ **سورۃ لقمان** | یہ کتاب خاص نیکی اختیار کرنے والوں کے لئے سراپا رحمت و ہدایت ہے۔ کیونکہ وہی لوگ اس سے منتفع ہوتے ہیں۔ ورنہ نفس نصیحت و فہمائش کے لحاظ سے تو تمام جن و انس کے حق میں ہدایت و رحمت بن کر آئی ہے۔

أُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ

انھوں نے پائی ہے راہ — اپنے رب کی طرف سے — اور وہی

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ

مراد کو پہنچے ◆ اور ایک وہ لوگ ہیں — کہ خریدار ہیں کھیل کی

الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ

باتوں کے — تا کہ بہکائیں — اللہ کی راہ سے — بن سمجھے

وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۚ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿٦﴾

اور ٹھہرائیں اس کو ہنسی — وہ جو ہیں — ان کو ذلت کا عذاب ہے ◆

وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَّمْ

اور جب سنائے اس کو — ہماری آیتیں — پیٹھ دے جائے (پھیر جائے) غرور سے — گویا ان کو

يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِيْٓ أُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ

سنا ہی نہیں — گویا اس کے دونوں کان بہرے ہیں — سو خوشخبری دے اس کو درد ناک

أَلِيْمٍ ﴿٧﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ

عذاب کی ◆ جو لوگ یقین لائے — اور کیے بھلے کام — ان کے واسطے ہیں

جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۚ

نعمت کے باغ — ہمیشہ رہا کریں ان میں — وعدہ ہو چکا اللہ کا سچا

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٩﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ

اور وہ زبردست ہے حکمتوں والا ◆ بنائے آسمان — بغیر ستونوں کے

مفلحین کا ذکر "سورۂ بقرہ" کے شروع میں اسی طرح کی آیات گذر چکی ہیں وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

لہو ولعب میں رہنے والوں پر عذاب سعادت مند محسنین کے مقابلہ میں یہ ان اشقیاء کا ذکر ہے جو اپنی جہالت اور سفاہت اور بدبختی سے قرآن کریم کو چھوڑ کر ناچ رنگ کھیل تماشے یا دوسری واہیات و خرافات میں مستغرق ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی ان ہی مشاغل و تفریحات میں لگا کر اللہ کے دین اور اس کی یاد سے برگشتہ کر دیں اور دین کی باتوں پر خوب ہنسی مذاق اڑائیں۔

لہو الحدیث کی تفسیر حضرت حسنؒ "لَهْوَ الْحَدِيثِ" کے متعلق فرماتے ہیں۔ كُلُّ مَا شَغَلَكَ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَذِكْرِهٖ مِنَ السَّمَرِ وَالْاَضَاحِيْكِ وَالْخُرَافَاتِ وَالْغِنَاءِ وَنَحْوِهَا (روح المعانی) (یعنی "لہو الحدیث" ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور یاد سے ہٹانے والی ہو (مثلاً فضول قصہ گوئی ہنسی مذاق کی باتیں واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ)

نضر بن حارث کی قرآن دشمنی روایات میں ہے کہ نضر بن حارث جو رؤسائے کفار میں تھا بغرض تجارت فارس جاتا تو وہاں سے شاہان عجم کے قصص و تواریخ خرید کر لاتا اور قریش سے کہتا کہ محمد (ﷺ) تم کو عاد و ثمود کے قصے سناتے ہیں آؤ میں تم کو رستم و اسفندیار اور شاہان ایران کے قصے سناؤں۔ بعض لوگ ان کو دلچسپ سمجھ کر ادھر متوجہ ہو جاتے۔ نیز اس نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی، جس کسی کو دیکھتا کہ دل نرم ہوا اور اسلام کی طرف جھکا اس کے پاس لے جاتا اور کہہ دیتا کہ اسے کھلا پلا اور گانا سنا۔ پھر اس شخص کو کہتا کہ دیکھ یہ اس سے بہتر ہے جدھر محمد (ﷺ) بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو روزہ رکھو اور جان مارو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ **تنبیہ** شان نزول گو خاص ہو مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہے گا۔ جو لہو (مشغلہ) دین اسلام سے پھر جانے یا پھیر دینے کا موجب ہو حرام بلکہ کفر ہے۔ اور جو احکام شرعیہ ضروریہ سے باز رکھے یا سبب معصیت بنے وہ معصیت ہے۔ ہاں جو لہو کسی امر واجب کا مفوت (فوت کرنے والا) نہ ہو اور کوئی شرعی غرض و مصلحت بھی اس میں نہ ہو وہ مباح ہے لیکن لاطائل ہونے کی وجہ سے خلاف اولیٰ ہے۔ گھوڑ دوڑ، یا تیر اندازی اور نشانہ بازی یا زوجین کی ملاعبت (جو حد شریعت میں ہو) چونکہ معتد بہ اغراض و مصالح شرعیہ پر مشتمل ہیں اس لئے لہو باطل سے مستثنیٰ قرار دی گئی ہیں۔ رہا غناء و سماع کا مسئلہ اس کی تفصیل کتب فقہ وغیرہ میں دیکھنی چاہئے۔ مزامیر و ملاہی کی حرمت پر "صحیح بخاری" میں حدیث موجود ہے۔ البتہ نفس غناء کو ایک درجہ تک مباح لکھتے ہیں اس کی قیود و شروط بھی کتابوں میں دیکھ لی جائیں۔ صاحب روح المعانی نے آیت ہذا کے تحت میں مسئلہ غناء و سماع کی تحقیق نہایت شرح و بسط سے کی ہے۔ فلیراجع۔

یعنی غرور و تکبر سے ہماری آیتیں سننا نہیں چاہتا بالکل بہرا بن جاتا ہے۔

اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا یعنی کوئی قوت اس کو اپنے وعدے سے روک نہیں سکتی نہ کسی سے بے موقع وعدہ کرتا ہے۔

تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ

تم اس کو دیکھتے ہو ◆ اور رکھ دیے زمین پر پہاڑ کہ تم کو لے کر جھک نہ پڑے ◆

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ

اور بکھیر (پھیلا) دیے اس میں سب طرح کے جانور اور اتارا ہم نے آسمان سے

مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ

پانی پھر اگائے زمین میں ہر قسم کے جوڑے عمدہ ◆ یہ سب کچھ بنایا ہوا ہے

اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ

اللہ کا اب دکھلاؤ مجھ کو کیا بنایا ہے اوروں نے جو اس کے سوا ہیں ◆ کچھ نہیں

الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ

بے انصاف صریح بھٹک رہے ہیں ◆ اور ہم نے دی لقمان کو

الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ

عقلمندی ◆ کہ حق مان اللہ کا اور جو کوئی حق مانے اللہ کا تو مانے گا

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ وَاِذْ

اپنے بھلے کو اور جو کوئی منکر ہوگا تو اللہ بے پروا ہے سب تعریفوں (خوبیوں) والا ◆ اور جب

قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ

کہا لقمان نے اپنے بیٹے کو جب اس کو سمجھانے لگا اے بیٹے شریک نہ ٹھہرائیو

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

اللہ کا ◆ بیشک شریک بنانا بھاری بے انصافی ہے ◆ اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو

بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ

اس کے ماں باپ کے واسطے | پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے | تھک تھک کر | اور دودھ چھڑانا ہے اس کا

فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ۚ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿١٤﴾

دو برس میں | کہ حق مان میرا | اور اپنے ماں باپ کا | آخر مجھی تک آنا ہے ◆

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَن تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ

اور اگر وہ دونوں تجھ سے اڑیں | اس بات پر کہ شریک مان میرا | اس چیز کو جو تجھ کو

بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۖ وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۖ

معلوم نہیں | تو ان کا کہنا مت مان ◆ | اور ساتھ دے ان کا | دنیا میں | دستور کے موافق ◆

وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ۚ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

اور راہ چل اس کی | جو رجوع ہوا میری طرف ◆ | پھر میری طرف ہے تم کو پھر آنا

فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِن تَكُ

میں جتلا دوں گا تم کو | جو کچھ تم کرتے تھے ◆ | اے بیٹے اگر کوئی چیز ہو

مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُن فِي صَخْرَةٍ أَوْ

برابر رائی کے دانہ کی | پھر وہ ہو کسی پتھر میں | یا

فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ ۚ إِنَّ

آسمانوں میں | یا | زمین میں | لا حاضر کرے اس کو اللہ | بے شک

اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ﴿١٦﴾ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ

اللہ جانتا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو خبردار ہے ◆ | اے بیٹے | قائم رکھ نماز | اور سکھلا

ماں کا حق باپ سے زیادہ | یعنی ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ وہ تکلیفوں سے اس کا بوجھ پیٹ میں اٹھائے پھری، پھر وضع حمل کے بعد دو برس تک دودھ پلایا۔ اس دوران میں نہ معلوم کیسی کیسی تکلیفیں اور سختیاں جھیل کر بچہ کی تربیت کی۔ اپنے آرام کو اس کے آرام پر قربان کیا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اول خدا تعالیٰ کا اور ثانیاً ماں باپ کا خصوصاً ماں کا حق پہچانے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ماں باپ کی خدمت و اطاعت میں بقدر استطاعت مشغول رہے جہاں تک اللہ کی نافرمانی نہ ہو کیونکہ اس کا حق سب سے مقدم ہے اور اسی کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ انسان دل میں سوچ لے کہ کیا منہ لے کر وہاں جائے گا۔ **تنبیہ**

دودھ چھڑانے کی مدت | دودھ چھڑانے کی مدت جو یہاں دو سال بیان ہوئی باعتبار غالب اور اکثری عادت کے ہے۔ امام ابوحنیفہ جو اکثر مدت ڈھائی سال بتاتے ہیں ان کے پاس کوئی اور دلیل ہوگی۔ جمہور کے نزدیک دو ہی سال ہیں۔ واللہ اعلم۔

شرک میں ماں باپ کی اطاعت نہ کرو | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "شریک وہ ہی جو تجھے معلوم نہیں یعنی کسی شے میں بھی نہ مان اور یقین سمجھ کر تو کیوں مانے۔"

یعنی دین کے خلاف ماں باپ کا کہنا نہ مان۔ ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیکی اور سلوک کرتا رہ۔ اسی مضمون کی آیت سورۂ عنکبوت میں گذر چکی وہاں کا فائدہ دیکھ لیا جائے۔

یعنی پیغمبروں اور مخلص بندوں کی راہ پر چل، دین کے خلاف ماں باپ کی تقلید یا اطاعت مت کر۔

یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر اولاد اور والدین سب کو پتہ لگ جائے گا کہ کس کی زیادتی یا تقصیر تھی۔ **تنبیہ**

"ووصینا الانسان" سے یہاں تک حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ پہلے لقمان کی وصیت بیٹے کو تھی۔ پھر آگے بھی "یٰبنی انہا ان تک" الخ سے اسی وصیت کا سلسلہ ہے۔ درمیان میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک ضروری تنبیہ فرما دی۔ یعنی شرک اتنی سخت قبیح چیز ہے کہ ماں باپ کے مجبور کرنے پر بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "لقمان نے بیٹے کو باپ کا حق نہ سکھایا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نصیحت کے بیچ اور دوسری نصیحتوں سے پہلے ماں باپ کا حق فرمایا کہ بعد اللہ کے حق کے ماں باپ کا حق ہے۔ جو باپ نے اللہ کا حق بتایا، خدا نے باپ کا۔ دینی پیر یا مرشد ہادی کا حق بھی حق اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ اسی کے نائب ہوتے ہیں۔" (موضح بتغییر یسیر)

حضرت لقمان کی دوسری نصیحت | یعنی کوئی چیز یا کوئی خصلت اچھی یا بری اگر رائی کے دانہ کے برابر ہو اور فرض کرو پتھر کی کسی سخت چٹان کے اندر یا آسمانوں کی بلندی پر یا زمین کی تاریک گہرائیوں میں رکھی ہو، وہ بھی اللہ سے مخفی نہیں ہو سکتی۔ جب وقت آئے گا وہیں سے لا حاضر کرے گا۔ اس لئے آدمی کو چاہئے کہ عمل کرتے وقت یہ بات پیش نظر رکھے کہ ہزار پردوں میں بھی جو کام کیا جائے گا اللہ کے سامنے ہے۔ چنانچہ نیکی یا بدی کیسی ہی چھپ کر کی جائے اس کا اثر ضرور ظاہر ہو کر رہتا ہے جسے اہل نظر بے تکلف محسوس کر لیتے ہیں۔

بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا

بھلی بات ◆ اور منع کر برائی سے ◆ اور تحمل کر جو

اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ وَلَا تُصَعِّرْ

تجھ پر پڑے ◆ بے شک یہ ہیں ہمت کے کام ◆ اور اپنے گال

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ

مت پھلا لوگوں کی طرف ◆ اور مت چل زمین پر اتراتا

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ

بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا بڑائیاں کرنے والا (اترانا) ◆ اور چل

فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ

بیچ کی چال اور نیچی کر آواز اپنی بے شک بری سے

الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

بری آواز ◆ گدھے کی آواز ہے ◆ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے

ع ٨ ١١

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

کام میں لگا دیا تمہارے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں ◆

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۭ وَمِنَ

اور پوری کر دیں تم پر اپنی نعمتیں کھلی (ظاہر) اور چھپی (مخفی) ◆ اور

النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى

لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں بے سمجھے نہ سوجھ

◆ یعنی خود نفس کی توحید اور بندگی پر قائم ہو کر دوسروں کو بھی نصیحت کر کے بھلی بات سکھلائیں اور برائی سے روکیں۔

◆ **صبر کی نصیحت** | یعنی دنیا میں جو سختیاں پیش آئیں جن کا پیش آنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اغلب ہے ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ شدائد سے گھبرا کر ہمت ہار دینا حوصلہ مند بہادروں کا کام نہیں۔

◆ **غرور نہ کرو** | یعنی غرور سے مت دیکھ اور لوگوں کو حقیر سمجھ کر متکبروں کی طرح بات نہ کر۔ بلکہ خندہ پیشانی سے مل۔

◆ **اکڑ کر چلنے کی ممانعت** | یعنی اترانے اور شیخیاں مارنے سے آدمی کی کچھ عزت نہیں بڑھتی بلکہ ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ سامنے نہیں تو پیچھے لوگ برا کہتے ہیں۔

◆ **بول چال میں اعتدال** | یعنی تواضع، متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کر۔ بے ضرورت مت بول، کلام کرتے وقت حد سے زیادہ نہ چلا۔ اگر اونچی آواز سے بولنا ہی کوئی کمال ہوتا تو گدھے کی آواز پر خیال کرو، وہ بہت زور سے آواز نکالتا ہے مگر کس قدر کریہہ و کرخت ہوتی ہے۔ بہت زور سے بولنے میں بسا اوقات آدمی کی آواز بھی ایسی ہی بے ڈھنگی اور بے سری ہو جاتی ہے۔ (ربط) لقمان کا کلام یہاں تک تمام ہوا۔ آگے پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور احسان و انعام یاد دلا کر توحید وغیرہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔

◆ **مخلوقات پر انسان کی حکومت** | یعنی آسمان و زمین کی کل مخلوق تمہارے کام میں لگا دی ہے، پھر تم اس کے کام میں کیوں نہیں لگتے۔

◆ کھلی نعمتیں وہ جو حواس سے مدرک ہوں یا بے تکلف سمجھ میں آ جائیں چھپی وہ جو عقل و غور و فکر سے دریافت کی جائیں۔ یا ظاہری سے مادی و معاشی اور باطنی سے روحانی و معادی نعمتیں مراد ہوں۔ گویا پیغمبر بھیجنا، کتاب اتارنا، نیکی کی توفیق دینا سب باطنی نعمتیں ہوں گی۔ واللہ اعلم۔

وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَا

اور روشن کتاب ◆ اور جب ان کو کہیے چلو اس پر جو

اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

اتارا اللہ نے کہیں نہیں ہم تو چلیں گے اس پر جس پر پایا ہم نے اپنے

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ

باپ دادوں کو بھلا اور جو شیطان بلاتا ہو ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف

السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ

تو بھی ◆ اور جو کوئی تابع کرے اپنا منہ اللہ کی طرف اور وہ

مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى

نیکی پر سو اس نے پکڑ لیا مضبوط کڑا ◆ اور

اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ

اللہ کی طرف ہے آخر ہر کام کا ◆ اور جو کوئی منکر ہوا تو تو غم نہ کھا اس کے

كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

انکار سے ہماری طرف پھر آنا ہے ان کو پھر ہم جتلا دیں گے ان کو جو انہوں نے کیا ہے البتہ اللہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ

جانتا ہے جو بات ہے دلوں میں ◆ کام چلا دیں گے ہم ان کو تھوڑے دنوں پھر پکڑ بلائیں گے ان کو

اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

گاڑھے (بھاری) عذاب میں ◆ اور اگر تو پوچھے ان سے کس نے بنائے

اللہ کی بات میں بے علم و ہدایت جھگڑنے والے | یعنی ایسے کھلے ہوئے انعام و احسان کے باوجود بعض لوگ آنکھیں بند کر کے اللہ کی وحدانیت میں یا اس کی شئون و صفات میں یا اس کے احکام و شرائع میں جھگڑتے ہیں اور محض بے سند جھگڑتے ہیں۔ نہ کوئی علمی اور عقلی اصول ان کے پاس ہے نہ کسی ہادی برحق کی ہدایت نہ کسی مستند اور روشن کتاب کا حوالہ محض باپ دادوں کی اندھی تقلید ہے جس کا ذکر اگلی آیت میں آتا ہے۔ **تنبیہ** ترجمہ سے یوں مترشح ہوتا ہے کہ غالباً مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "علم" سے عقلی طور پر سمجھنا مراد لیا ہے اور "ہدیٰ" سے ایک طرح کی بصیرت مراد لی ہے جو سلامتی ذوق و وجدان اور ممارست عقل و فکر سے پیدا ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کو نہ معقولی سمجھ ہے نہ وجدانی بصیرت حاصل ہے نہ روشن کتاب یعنی نقلی دلیل رکھتے ہیں۔ یہ معنی بہت لطیف ہیں۔ ہم نے آیت کی جو تقریر اختیار کی محض تسہیل کی غرض سے کی ہے۔

آباؤ اجداد کی اندھی تقلید | یعنی اگر شیطان تمہارے باپ دادوں کو دوزخ کی طرف لئے جا رہا ہو تب بھی تم ان کے پیچھے چلو گے؟ اور جہاں وہ گریں گے وہیں گرو گے؟

یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ نیکی کا راستہ اختیار کیا اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا، سمجھو کہ اس نے بڑا مضبوط حلقہ ہاتھ میں تھام لیا ہے جب تک یہ کڑا پکڑے رہے گا گرنے یا چوٹ کھانے کا کوئی اندیشہ نہیں۔

یعنی جس نے یہ کڑا مضبوط تھام رکھا وہ آخر اس کے سہارے سے اللہ تک پہنچ جائے گا اور خدا اس کا انجام درست کر دے گا۔

ان کے انکار اور تکذیب کی پروا نہ کرو | یعنی تم اپنا علاقہ خدا تعالیٰ سے جوڑے رکھو، کسی کے انکار و تکذیب کی پروا نہ کرو۔ منکرین کو بھی بالآخر ہمارے ہاں آنا ہے۔ اس وقت سب کیا دھرا سامنے آ جائے گا۔ کسی جرم کو اللہ سے چھپا نہ سکیں گے وہ تو دلوں تک کے راز جانتا ہے سب کھول کر رکھ دے گا۔

یعنی تھوڑے دن کا عیش اور بے فکری ہے۔ مہلت ختم ہونے پر سخت سزا کے نیچے کھنچے چلے آئیں گے۔ مجال ہے کہ چھوٹ کر بھاگ جائیں؟

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ

آسمان اور زمین — تو کہیں اللہ نے — تو کہہ — سب خوبی اللہ کو ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

پر وہ بہت لوگ — سمجھ نہیں رکھتے ◆ — اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور

الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا

زمین میں — بے شک اللہ وہی ہے بے پرواہ سب خوبیوں والا ◆ — اور اگر

فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ

جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں — اور سمندر ہو اس کی سیاہی

بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ

اس کے پیچھے ہوں سات سمندر — نہ تمام (ختم) ہوں — باتیں اللہ کی — بے شک

اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا

اللہ زبردست ہے حکمتوں والا ◆ — تم سب کا بنانا — اور مرے پیچھے جلانا

كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ

ایسا ہی ہے جیسا ایک جی کا ◆ — بے شک اللہ سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ◆ — تو نے نہیں دیکھا کہ

اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ

اللہ — داخل کرتا ہے رات کو دن میں — اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں — اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

کام میں لگا دیا ہے سورج اور چاند کو — ہر ایک چلتا ہے — ایک مقرر وقت تک ◆

◆ **اللہ کی خالقیت کا اعتراف کفار کو بھی ہے** | یعنی الحمد للہ اتنا تو زبان سے اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنا بجز اللہ کے کسی کا کام نہیں، پھر اب کونسی خوبی رہ گئی جو اس کی ذات میں نہ ہو۔ کیا ان چیزوں کا پیدا کرنا اور ایک خاص محکم نظام پر چلانا بدون اعلیٰ درجہ کے علم و حکمت اور زور و قدرت کے ممکن ہے؟ لامحالہ "خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" میں تمام کمالات تسلیم کرنے پڑیں گے۔ اور یہ بھی اسی کی قدرت کا ایک نمونہ ہے کہ تم جیسے منکرین سے اپنی عظمت و قدرت کا اقرار کرا دیتا ہے۔ جس کے بعد تم ملزم ٹھہرتے ہو کہ جب تمہارے نزدیک خالق تنہا وہ ہے تو معبود دوسرے کیونکر بن گئے۔ بات تو صاف ہے پر بہت لوگ نہیں سمجھتے اور یہاں پہنچ کر اٹک جاتے ہیں۔

◆ یعنی جس طرح آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا اللہ ہے ایسے ہی آسمان و زمین میں جو چیزیں موجود ہیں سب بلا شرکت غیرے اسی کی مخلوق و مملوک اور اسی کی طرف محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، کیونکہ وجود اور توابع وجود یعنی جملہ صفات کمالیہ کا مخزن و منبع اسی کی ذات ہے۔ اس کا کوئی کمال دوسرے سے مستفاد نہیں۔ وہ بالذات سب عزتوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔ پھر اسے کسی کی کیا پروا ہوتی؟

◆ **اللہ کے کلمات غیر متناہی ہیں** | یعنی اگر تمام دنیا کے درختوں کو تراش کر قلم بنا لیں اور موجودہ سمندر کی سیاہی تیار کی جائے، پھر پیچھے سے سات سمندر اور اس کی کمک پر آ جائیں اور فرض کرو تمام مخلوق اپنی اپنی بساط کے موافق لکھنا شروع کرے۔ تب بھی ان باتوں کو لکھ کر تمام نہ کر سکیں گے جو حق تعالیٰ کے کمالات اور عظمت و جلال کو ظاہر کرنے والی ہیں۔ لکھنے والوں کی عمریں تمام ہو جائیں گی۔ قلم گھس گھس کر ٹوٹ جائیں گے، سیاہی ختم ہو جائے گی پر اللہ کی تعریفیں اور اس کی خوبیاں ختم نہ ہوں گی، بھلا محدود و متناہی قوتوں سے لامحدود اور غیر متناہی کا سرانجام کیونکر ہو۔ "اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ"

◆ **اللہ کا ارادہ و قدرت** | یعنی سارے جہان کا پیدا کرنا اور ایک آدمی کا پیدا کرنا خدا تعالیٰ کے لئے دونوں برابر ہیں۔ نہ اس میں کچھ دقت نہ اس میں کچھ تعب۔ ایک "کن" سے جو چاہے کرا لے اور لفظ "کن" کہنے پر بھی موقوف نہیں۔ یہ ہم کو سمجھانے کا ایک عنوان ہے۔ بس ادھر ارادہ ہوا ادھر وہ چیز موجود۔

◆ **اللہ تعالیٰ کا سمع و بصر** | یعنی جس طرح ایک آواز کا سننا اور بیک وقت تمام جہان کی آوازوں کو سننا، یا ایک چیز کا دیکھنا اور بیک وقت تمام جہان کی چیزوں کو دیکھنا اس کے لئے برابر ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی کا مارنا جلانا اور سارے جہان کا مارنا جلانا اس کی قدرت کے سامنے یکساں ہے۔ پھر دوبارہ جلانے کے بعد بیک وقت تمام اولین و آخرین کے اگلے پچھلے اعمال کا رتی رتی حساب چکا دینے میں بھی اسے کوئی دقت نہیں ہو سکتی کیونکہ ہمارے تمام اقوال کو سنتا اور تمام افعال کو دیکھتا ہے کوئی چھپی کھلی بات اس سے پوشیدہ نہیں۔

◆ "مقرر وقت" سے قیامت مراد ہے یا چاند سورج میں سے ہر ایک کا دورہ۔ کیونکہ ایک دورہ پورا ہونے کے بعد گویا از سر نو چلنا شروع کرتے ہیں۔

وَاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝٢٩ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ

اور یہ کہ اللہ خبر رکھتا ہے اس کی جو تم کرتے ہو ◆ یہ اس لیے کہ اللہ

هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ

وہی ہے ٹھیک اور جس کسی کو پکارتے ہیں اس کے سوا سو وہی جھوٹ ہے ◆ اور

اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝٣٠ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ

اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ◆ تو نے نہ دیکھا کہ جہاز

تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ۭ

چلتے ہیں سمندر میں اللہ کی نعمت (فضل سے) لے کر تاکہ دکھائے تم کو کچھ اپنی قدرتیں ◆

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝٣١ وَاِذَا

البتہ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک تحمل کرنے والے احسان ماننے والے کے واسطے ◆ اور جب

غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ

سر پر آئے ان کے موج جیسے بادل پکارنے لگیں اللہ کو خالص کر کر

لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۭ

اسی کے لیے بندگی ◆ پھر جب بچا لایا ان کو جنگل کی طرف تو کوئی ہوتا ہے ان میں بیچ کی چال پر ◆

وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝٣٢ يٰٓاَيُّهَا

اور منکر وہی ہوتے ہیں ہماری قدرتوں سے جو قول کے جھوٹے ہیں حق نہ ماننے والے ◆ اے

النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ

لوگو بچتے رہو اپنے رب سے اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آئے

◆۱ یعنی جو قوت رات کو دن، اور دن کو رات کر رہی اور چاند سورج جیسے کرات عظیمہ کو ادنیٰ مزدور کی طرح کام میں لگائے رکھتی ہے۔ اسے تمہارا مرے پیچھے زندہ کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ اور جب ہر ایک چھوٹے بڑے عمل سے پوری طرح باخبر ہے تو حساب کتاب میں کیا دشواری ہوگی۔

◆۲ **معبود ہونے کا اہل صرف اللہ ہے** | یعنی حق تعالیٰ کی یہ شئون عظیمہ اور صفات قاہرہ اس لئے ذکر کی گئیں کہ سننے والے سمجھ لیں کہ ایک خدا کو ماننا اور صرف اسی کی عبادت کرنا ہی ٹھیک راستہ ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے باطل اور جھوٹ ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کا موجود بالذات اور واجب الوجود ہونا جو "بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ" سے سمجھ میں آتا ہے اور دوسروں کا باطل و ہالک الذات ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اسی خدا کے واسطے یہ شئون و صفات ثابت ہوں پھر جس کے لئے یہ شئون و صفات ثابت ہوں گی وہی معبود بننے کا مستحق ہوگا۔

◆۳ لہٰذا بندہ کی انتہائی پستی اور تذلل (جس کا نام عبادت ہے) اسی کے لئے ہونا چاہئے۔

◆۴ یعنی جہاز بھاری بھاری سامان اٹھا کر خدا کی قدرت اور فضل و رحمت سے کس طرح سمندر کی موجوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا چلا جاتا ہے۔

◆۵ **بحری سفر میں اللہ کی نشانیاں** | یعنی اس بحری سفر کے احوال و حوادث میں غور کرنا انسان کے لئے صبر و شکر کے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔ جب طوفانی ہوا ہوں اور جہاز پانی کے تھپیڑوں میں گھر جائے اس وقت بڑے صبر و تحمل کا کام ہے اور جب اللہ نے اس کشمکش موت و حیات سے صحیح و سالم نکال دیا تو ضروری ہے کہ اس کا احسان مانے۔

◆۶ **اللہ کو پکارنا انسانی ضمیر کی آواز ہے** | اوپر دلائل و شواہد سے سمجھایا تھا کہ ایک اللہ ہی کا ماننا ٹھیک ہے باقی اس کے خلاف سب باتیں جھوٹی ہیں۔ یہاں بتلایا کہ طوفانی موجوں میں گھر کر کٹر سے کٹر مشرک بھی بڑی عقیدت مندی اور اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ معلوم ہوا کہ انسانی ضمیر و فطرت کی اصلی آواز یہی ہے۔ باقی سب بناوٹ اور جھوٹے ڈھکوسلے ہیں۔

◆۷ یعنی جب خدا تعالیٰ طوفان سے نکال کر خشکی پر لے آیا تو تھوڑے لوگ ہیں جو اعتدال و قصد کی راہ پر قائم رہیں ورنہ اکثر تو دریا سے نکلتے ہی شرارتیں شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے "فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ" کا ترجمہ کیا "تو کوئی ہوتا ہے ان میں بیچ کی چال پر۔" حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ یعنی جو حال خوف کے وقت تھا وہ تو کسی کا نہیں مگر بالکل بھول بھی نہ جائے ایسے بھی کم ہیں ورنہ اکثر قدرت سے منکر ہوتے ہیں، اپنے بچ نکلنے کو تدبیر پر رکھتے ہیں یا کسی ارواح وغیرہ کی مدد پر۔

◆۸ **قدرت الٰہیہ کا انکار** | یعنی ابھی تھوڑی دیر پہلے طوفان میں گھر کر جو قول و قرار اللہ سے کر رہے تھے۔ سب بھول گئے۔ چند روز بھی اس کے انعام و احسان کا حق نہ مانا اس قدر جلد قدرت کی نشانیوں سے منکر ہو گئے۔

وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ؗ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ

کوئی باپ — اپنے بیٹے کے بدلے — اور نہ کوئی بیٹا ہو — جو کام آئے اپنے

وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ

باپ کی جگہ کچھ بھی ◆ — بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے — سو تم کو نہ بہکائے

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾

دنیا کی زندگانی — اور نہ دھوکا دے تم کو اللہ کے نام سے — وہ دغاباز ◆

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ

بے شک اللہ کے پاس ہے — قیامت کی خبر — اور اتارتا ہے مینہ

وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّا

اور جانتا ہے — جو کچھ ہے ماں کے پیٹ میں — اور کسی جی کو معلوم نہیں — کہ

ذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ

کیا کرے گا کل — اور کسی جی کو خبر نہیں — کہ کس زمین میں

تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع ۴

مرے گا — تحقیق اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے ◆

◆ **قیامت میں نفسی نفسی** طوفان کے وقت جہاز کے مسافروں میں سخت افراتفری ہوتی ہے ہر ایک اپنی جان بچانے کی فکر میں رہتا ہے تاہم ماں باپ اولاد سے اور اولاد ماں باپ سے بالکل غافل نہیں ہو جاتی۔ ایک دوسرے کے بچانے کی تدبیر کرتا ہے بلکہ بسا اوقات والدین کی شفقت چاہتی ہے کہ ہو سکے تو بچوں کی مصیبت اپنے سر لے کر ان کو بچا لیں لیکن ایک خوفناک اور مہیب دن آنے والا ہے جب ہر طرف نفسی نفسی ہوگی۔ اولاد اور والدین میں سے کوئی ایسا نہ کر سکے گا کہ دوسرے کی مصیبت اپنے سر لے لے کر اس کو بچا سکے۔ تیاری کی ہو تو آج ہی کی جائے کیا آئندہ اس دن سے ڈر کر غضب الٰہی سے بچنے کا سامان کرو۔ آج اگر سمندر کے طوفان سے بچ گئے تو کل اس سے کیونکر بچو گے۔

◆ **قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا** یعنی وہ دن یقیناً آکر رہے گا یہ خدا کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہٰذا دنیا کی چند روزہ بہار اور جہل و غفلت سے دھوکا کھا کر اس دن کو بھول نہ جاؤ ... شیطان کے اغواء سے ہوشیار رہو جو دغا کا کام ہے کر ...

آیاتہا ۳۰ (۳۲) سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۷۵) رکوعاتہا ۳

سورۂ سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی تیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ

الٓمّٓ — اتارنا کتاب کا — اس میں کچھ دھوکا نہیں — پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ

عالم کی طرف سے ہے — کیا کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ باندھ لایا ہے — کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے

رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

رب کی طرف سے — تاکہ تو ڈر سنائے ان لوگوں کو — جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے

لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

تاکہ وہ راہ پر آئیں — اللہ ہے — جس نے بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

اور زمین — اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے — چھ دن کے اندر — پھر قائم ہوا

عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

عرش پر — کوئی نہیں تمہارا اس کے سوائے — حمایتی — اور نہ

شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ

سفارشی — پھر تم کیا دھیان نہیں کرتے — تدبیر سے اتارتا ہے کام

السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يَعۡرُجُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ

آسمان سے زمین تک | پھر چڑھتا ہے وہ کام اس کی طرف | ایک دن میں

كَانَ مِقۡدَارُهٗۤ اَلۡفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ ۝٥ ذٰلِكَ

جس کا ناپ | ہزار برس کا ہے | تمہاری گنتی میں ◆ | یہ ہے

عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡعَزِيۡزُ الرَّحِيۡمُ ۝٦ الَّذِىۡۤ

جاننے والا چھپے (پوشیدہ) | اور کھلے (ظاہر) کا | زبردست | رحم والا ◆ | جس نے

اَحۡسَنَ كُلَّ شَىۡءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ

خوب بنائی جو چیز بنائی | اور شروع کی | انسان کی پیدائش

مِنۡ طِيۡنٍ ۝٧ ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَهٗ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ مَّآءٍ

ایک گارے سے | پھر بنائی اس کی اولاد | نچڑے ہوئے | بے قدر

مَّهِيۡنٍ ۝٨ ثُمَّ سَوّٰٮهُ وَنَفَخَ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِهٖ وَجَعَلَ

پانی سے ◆ | پھر اس کو برابر کیا ◆ | اور پھونکی اس میں اپنی ایک جان ◆ | اور بنا دیئے

لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ۝٩

تمہارے لیے کان | اور آنکھیں | اور | دل | تم بہت تھوڑا شکر کرتے ہو ◆

وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا ضَلَلۡنَا فِى الۡاَرۡضِ ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ

اور کہتے ہیں | کیا جب ہم رل گئے | زمین میں | کیا ہم کو نیا (سے سرے سے)

جَدِيۡدٍ ؕ بَلۡ هُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ كٰفِرُوۡنَ ۝١٠ قُلۡ

بنانا ہے | کچھ نہیں | وہ اپنے رب کی ملاقات سے | منکر ہیں ◆ | تو کہہ

يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِىْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ

قبض کر لیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر مقرر ہے پھر

اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝١١ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ

اپنے رب کی طرف پھر جاؤ گے ۱۱ اور کبھی (تعجب سے اگر) تو دیکھے جس وقت کہ منکر

نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا

سر ڈالے ہوئے ہوں گے اپنے رب کے سامنے اے رب ہم نے دیکھ لیا

وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝١٢ وَلَوْ

اور سن لیا اب ہم کو پھر بھیج دے کہ ہم کریں بھلے کام ہم کو یقین آگیا ۱۲ اور اگر

شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ

ہم چاہتے تو سجھا دیتے ہر جی کو اس کی راہ لیکن ٹھیک پڑ چکی (پکی ہو چکی)

الْقَوْلُ مِنِّىْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

میری کہی بات کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں اور آدمیوں سے

اَجْمَعِيْنَ ۝١٣ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ

اکٹھے ۱۳ سو اب چکھو مزہ جیسے تم نے بھلا دیا تھا اس اپنے دن کے ملنے کو

اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ

ہم نے بھی بھلا دیا تم کو ۱۴ اور چکھو عذاب سدا کا عوض اپنے

تَعْمَلُوْنَ ۝١٤ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا

کیے کا ہماری باتوں کو وہی مانتے ہیں کہ جب ان کو سمجھائے

۱ **موت کے بعد آدمی بالکل فنا نہیں ہوتا** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں یعنی "تم آپ کو محض بدن اور دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل مل کر برابر ہو گئے۔ ایسا نہیں تم حقیقت میں جان ہو جسے فرشتہ لے جاتا ہے بالکل فنا نہیں ہو جاتے۔" (موضح)

۲ یعنی ذلت وندامت سے محشر میں۔

۳ یعنی ہمارے کان اور آنکھیں کھل گئیں۔ پیغمبر جو باتیں فرمایا کرتے تھے ان کا یقین آ گیا۔ بلکہ آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ ایمان اور عمل صالح ہی خدا کے ہاں کام دیتا ہے۔ اب ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیجئے دیکھئے کیسے نیک کام کرتے ہیں۔

۴ دوسری جگہ فرمایا۔ "وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ" (انعام، رکوع ۳) یعنی جھوٹے ہیں اگر دنیا کی طرف لوٹائے جائیں پھر وہی شرارتیں کریں۔ ان کی طبیعت کی افتاد ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شیطان کے اغواء کو قبول کریں اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگیں۔ بیشک ہم کو قدرت تھی چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو زبردستی اسی راہ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف انسان کا دل فطرۃ رہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور وطریق اختیار کرنے کے لئے مضطر کر دینا حکمت کے خلاف تھا جس کا بیان کئی جگہ پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ بات پوری ہونی تھی جو ابلیس کے دعوے "لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ" (ص، رکوع ۵) کے جواب میں فرمائی تھی۔ "فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ" (ص، رکوع ۵) معلوم ہوا کہ یہاں جن وانس سے مراد وہی شیاطین اور ان کے اتباع ہیں۔

۵ **کفار پر اب کبھی رحمت نہیں ہوگی** | ہم نے بھی تم کو بھلا دیا۔ یعنی کبھی رحمت سے یاد نہیں کئے جاؤ گے۔ آگے مجرمین کے مقابلہ میں مومنین کا حال ومآل بیان فرماتے ہیں۔

بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا

ان سے گر پڑتے ہیں سجدہ کر کر اور پاک ذات کو یاد کرتے ہیں اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ اور وہ

يَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ﴿١٥﴾ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ

بڑائی نہیں کرتے ◆ جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے ◆

يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۫ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿١٦﴾

پکارتے ہیں اپنے رب کو ڈر سے اور لالچ سے ◆ اور ہمارا دیا ہوا کچھ خرچ کرتے ہیں

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ

سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٧﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا

بدلہ اس کا جو کرتے تھے ◆ بھلا ایک جو ہے ایمان پر

كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ ﴿١٨﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

برابر ہے اس کے جو نافرمان ہے نہیں برابر ہوتے ◆ سو وہ لوگ جو یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا ۢ بِمَا

اور کیے کام بھلے تو ان کے لیے باغ ہیں رہنے کے (مہمانی کے) مہمانی

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ

ان کاموں کی وجہ سے جو کرتے تھے ◆ اور وہ لوگ جو نافرمان ہوئے سو ان کا گھر ہے

النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا

آگ جب چاہیں کہ نکل پڑیں اس میں سے الٹا دیے جائیں پھر اسی میں

مومنین کا خوف و خشیت | یعنی خوف و خشیت اور خشوع و خضوع سے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، زبان سے اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں، دل میں کبر و غرور اور بڑائی کی بات نہیں رکھتے جو آیات اللہ کے سامنے جھکنے سے مانع ہو۔

تہجد پڑھنے والوں کی مدح | یعنی میٹھی نیند اور نرم بستروں کو چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ مراد تہجد کی نماز ہوئی جیسا کہ حدیث صحیح میں مذکور ہے۔ اور بعض نے صبح کی یا عشاء کی نماز یا مغرب و عشاء کے درمیان کی نوافل مراد لی ہیں۔ گو الفاظ میں اس کی گنجائش ہے لیکن راجح وہی پہلی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اللہ سے لالچ اور ڈر یہ اچھی ہے دنیا کا ہو یا آخرت کا۔ اور اس واسطے بندگی کرے تو قبول ہے۔ ہاں اگر کسی اور کے خوف و رجاء سے بندگی کرے تو ریا ہے کچھ قبول نہیں۔

جنت کی خصوصی نعمت | جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر انہوں نے بے ریا عبادت کی۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں ان کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔ جس وقت دیکھیں گے آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی نہ کسی بشر کے دل میں گذری۔

تنبیہ | سرسید وغیرہ نے اس حدیث کو لے کر جنت کی نعمائے جسمانی کا انکار کیا ہے میرا ایک مضمون "ہدیہ سنیہ" کے نام سے چھپا ہے اس میں جواب دیکھ لیا جائے۔

اگر ایک ایماندار اور بے ایمان کا انجام برابر ہو جائے تو گویا خدا کے ہاں بالکل اندھیر ہے (العیاذ باللہ)

یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے عمل جنت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے۔

وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنتُم بِهِ

اور کہیے ان کو — چکھو آگ کا عذاب — جس کو تم جھٹلایا

تُكَذِّبُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ

کرتے تھے ◆ — اور البتہ چکھانا ہیں گے ہم ان کو — تھوڑا عذاب

دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَنْ

ورے اس بڑے عذاب سے — تاکہ وہ پھر آئیں ◆ — اور کون

أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ

بے انصاف زیادہ اس سے — جس کو سمجھایا گیا اس کے رب کی باتوں سے — پھر ان سے منہ موڑ گیا ◆

إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى

مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے — بدلہ لینا ہے ◆ — اور ہم نے دی ہے موسیٰ کو

الْكِتَابَ فَلَا تَكُن فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ

کو کتاب — سو تو مت رہ — دھوکے میں — اس کے ملنے سے ◆ — اور کیا ہم نے اس کو

هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً

ہدایت — بنی اسرائیل کے واسطے — اور کیے ہم نے ان میں — پیشوا

يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا

جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے — جب وہ صبر کرتے رہے ◆ — اور رہے ہماری باتوں پر

يُوقِنُونَ ﴿۲۴﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

یقین کرتے ◆ — تیرا رب جو ہے — وہی فیصلہ کرے گا ان میں — دن قیامت کے

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ

جس بات میں / کہ وہ اختلاف کرتے تھے / کیا ان کو راہ نہ سوجھی اس بات سے کہ کتنی

أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي

غارت کر دیں ہم نے / اس سے پہلے / جماعتیں / کہ پھرتے ہیں یہ

مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾

ان کے گھروں میں / اس میں بہت نشانیاں ہیں / کیا وہ سنتے نہیں

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ

کیا دیکھا نہیں انہوں نے / کہ ہم ہانک دیتے ہیں پانی کو / ایک زمین چٹیل کی طرف

فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ ۖ

پھر ہم نکالتے ہیں اس سے کھیتی / کہ کھاتے ہیں اس میں سے ان کے چوپائے / اور خود وہ بھی

أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِنْ

پھر کیا دیکھتے نہیں / اور کہتے ہیں کب ہوگا / یہ فیصلہ / اگر

كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ

تم سچے ہو / تو کہہ / کہ فیصلہ کے دن / کام نہ آئے گا

كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ

منکروں کو / ان کا ایمان لانا / اور نہ ان کو ڈھیل ملے گی / سو تو خیال چھوڑ

عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

ان کا / اور منتظر رہ / وہ بھی منتظر ہیں

◆ **حق و باطل کا اصلی فیصلہ قیامت میں ہوگا** | یعنی اہل حق اور منکرین کے درمیان دوٹوک اور عملی فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ ہاں دنیا میں بھی کچھ مثالیں ایسی دکھلائی جا چکی ہیں کہ آدمی انہیں دیکھ کر سمجھے اور عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ کیا عاد و ثمود کی بستیوں کے تباہ شدہ کھنڈر اور نشان ان منکروں نے نہیں دیکھے؟ جن پر شام وغیرہ کے سفر میں ان کا گذر ہوتا رہتا ہے۔ اور کیا ان کی ہلاکت کی داستانیں نہیں سنیں۔ سخت تعجب ہے کہ وہ چیزیں دیکھنے اور سننے کے بعد بھی ان کو تنبیہ نہ ہوا اور نجات و فلاح کا راستہ نظر نہ آیا۔

◆ یعنی نہروں اور دریاؤں کا پانی یا بارش کا۔

◆ **"ارض جرز"** | ارض جرز سے چٹیل خشک زمین جو نباتات سے خالی ہو مراد ہے۔ بعض نے خاص سرزمین مصر کو اس کا مصداق قرار دیا ہے اور "نسوق الماء" سے دریائے نیل کا پانی مراد لیا ہے۔ اس تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں۔ کما نبه علیه ابن کثیر رحمه الله۔

◆ یعنی ان نشانات کو دیکھ کر چاہیے تھا کہ حق تعالیٰ کی قدرت اور رحمت و حکمت کے قائل ہوتے اور سمجھتے کہ اسی طرح مردہ لاشوں میں دوبارہ جان ڈال دینا بھی اس کے لئے کچھ دشوار نہیں۔ نیز اللہ کی نعمتوں کے جان و دل سے شکر گذار بنتے۔

◆ **قیامت پر کفار کا شبہ اور اصرار** | پہلے فرمایا تھا۔ ان کا فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔ اس پر منکرین کہتے ہیں کہ قیامت قیامت کیے جاتے ہو۔ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ دن کب آئے گا۔ مطلب یہ ہے کہ خالی دھمکیاں ہیں قیامت وغیرہ کچھ بھی نہیں۔

◆ یعنی ابھی موقع ہے کہ اللہ و رسول کے کہنے پر یقین کر لو اور اس دن سے بچنے کی تیاری کر لو۔ ورنہ اس کے آپہنچنے پر نہ ایمان لانا کام دے گا نہ سزا میں ڈھیل ہوگی اور نہ مہلت ملے گی کہ آئندہ چال چلن درست کر کے حاضر ہو جاؤ۔ اس وقت کی مہلت کو غنیمت سمجھو۔ استہزاء و تکذیب میں انکار مت کرو جو گھڑی آنے والی ہے یقیناً آ کر رہے گی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔ پھر یہ پوچھنا فضول ہے کہ کب آئے گی اور کب فیصلہ ہوگا۔

◆ **کفار سے اعراض** | یعنی جب ایسے بے فکرے اور بے حس ہیں کہ یاددہانی کچھ کام نہیں دیتی اور مستقبل قریب میں ہونے کے فیصلہ اور سزا کے دن کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کے راہ راست پر آنے کی کیا توقع ہے۔ لہذا آپ فرض دعوت و تبلیغ ادا کرنے کے بعد ان کا خیال چھوڑیئے اور ان کی تباہی کے منتظر رہیے جیسے وہ اپنے زعم میں معاذ اللہ آپ کی تباہی کے منتظر ہیں۔ تم سورة السجدة ولله الحمد والمنة۔

آیاتہا ٧٣ (٣٣) سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّۃٌ (٩٠) رکوعاتہا ٩

سورۂ احزاب مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تہتر آیتیں ہیں اور نو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ط

اے نبی | ڈر اللہ سے | اور کہا نہ مان منکروں کا | اور دغابازوں کا (منافقوں کا)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ

مقرر اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا | اور چل اسی پر جو حکم آئے (پہنچے) تجھ کو

مِنْ رَّبِّكَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ لا

تیرے رب کی طرف سے | بے شک اللہ تمہارے کام کی خبر رکھتا ہے

وَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ مَا جَعَلَ

اور بھروسہ رکھ | اللہ پر | اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا | اللہ نے رکھے

اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ج وَمَا جَعَلَ

کسی مرد کے | دو دل | اس کے اندر | اور نہیں کیا (کر دیا)

اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ج وَمَا

تمہاری جوروں کو | جن کو ماں کہہ بیٹھے ہو سچ مچ (کی) مائیں تمہاری | اور نہیں

جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ط ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ

کیا (کر دیا) تمہارے لے پالکوں کو | تمہارے بیٹے | یہ تمہاری بات ہے

سورۃ الاحزاب

آنحضرت ﷺ کو کامل توکل کی تعلیم | یعنی جیسے اب تک معمول رہا ہے آئندہ بھی ہمیشہ ایک اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کبھی کہنا نہ مانیے۔ یہ سب مل کر خواہ کتنا ہی چلائیں، سازشیں کریں، جھوٹے مطالبات منوانا چاہیں یا عیارانہ مشورے دیں، اپنی طرف جھکانا چاہیں، آپ اصلاً پروا نہ کیجئے اور خدا کے سوا کسی کا ڈر پاس نہ آنے دیجئے۔ اسی اکیلے پروردگار کی بات مانیے اسی کے آگے جھکیے خواہ ساری مخلوق ایک طرف ہو کر آجائے اس کے خلاف ہرگز کسی کی بات نہ سنیں۔ اللہ تعالیٰ سب احوال کا جاننے والا ہے۔ وہ جس وقت جو حکم دے گا نہایت حکمت اور خبرداری سے دے گا۔ اسی میں تمہاری اصلی بہتری ہوگی۔ جب اس کے حکم پر چلتے رہو گے اور اسی پر بھروسہ رکھو گے تمہارے سب کام اپنی قدرت سے بنا دے گا۔ تنہا اسی کی ذات بھروسہ کرنے کے لائق ہے۔ جو سارے دل سے اس کا ہو رہا دوسری طرف دل نہیں لگا سکتا۔ دوسرا دل ہو تو دوسری طرف جائے لیکن ع سینہ میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "کافر چاہتے تھے اپنی طرف نرم کرنا اور منافق چاہتے تھے اپنی چال سکھانا اور پیغمبر کو صرف اللہ پر بھروسہ ہے۔ اس سے زیادہ دانا کون۔"

بِاَفْوَاهِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝

اپنے منہ کی · اور اللہ کہتا ہے ٹھیک بات · اور وہی سمجھاتا ہے راہ ◆

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے · یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں ◆ · پھر

لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ۭ

اگر نہ جانتے ہو · ان کے باپ کو · تو تمہارے بھائی ہیں · دین میں · اور رفیق ہیں ◆

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ

اور گناہ نہیں تم پر · جس چیز میں چوک جاؤ · پر

مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

وہ جو دل سے ارادہ کرو · اور ہے اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ۝ اَلنَّبِىُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

مہربان ◆ · نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے ◆

◆ **ظہار اور متبنیٰ کا بیان** یعنی جس طرح ایک آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں۔ ایسے ہی ایک شخص کی حقیقۃً دو مائیں یا ایک بیٹے کے دو باپ نہیں ہوتے۔ جاہلیت کے زمانہ میں کوئی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو ساری عمر کے لئے اس سے جدا ہو جاتی۔ گویا اس لفظ سے وہ حقیقی ماں بن گئی۔ اور کسی لڑکے کو لے پالک بنا لیتا تو حقیقی بیٹا سمجھا جاتا تھا اور سب احکام اس پر بیٹے کے جاری ہوتے تھے۔ قرآن کریم نے اس خیالی و مصنوعی تعلق کو حقیقی و قدرتی تعلق سے جدا کرنے کے لئے ان رسوم و قبائح کی بڑی شد و مد سے تردید فرمائی۔ اس نے بتلایا کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے اگر واقعی وہ ماں بن جاتی ہے تو کیا یہ اس کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے؟ ایک وہ جس نے اس کو جنا تھا اور دوسری یہ جس کو ماں کہہ کر پکارتا ہے۔ اسی طرح کسی نے زید کو بیٹا بنا لیا تو ایک باپ تو اس کا پہلے سے موجود تھا جس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیا واقعی اب یہ دو نطفے کیے دو باپوں سے الگ الگ پیدا ہوا ہے۔ جب ایسا نہیں تو حقیقی ماں باپ اور اولاد کے احکام ان پر جاری نہیں کئے جا سکتے۔ چنانچہ بیوی کو ماں کہنے کا حکم سورۂ تحریم میں آئے گا۔ اور لے پالک (منہ بولے بیٹے) کا حکم آگے بیان ہوتا ہے۔ ان دو باتوں کے ساتھ تیسری بات (بطور تمہید و تشبیہ کے) ایسی بھی سنا دی کہ ایسی باتیں زبان سے کہنے کی ہیں جن کی حقیقت واقع میں کچھ نہیں ہوتی جو الفاظ میں ادا کی جاتی ہے جیسے کسی غیر مستقل مزاج یا دوغلے آدمی کو یا کسی آدمی

الغرض اور قوی القلب یا ایسے شخص کو جو ایک وقت میں دو مختلف چیزوں کی طرف متوجہ ہو کہہ دیتے ہیں کہ اس کے دو دل ہیں، حالانکہ سینہ چیر کر دیکھا جائے تو ایک ہی دل نکلے گا۔ اسی طرح ماں کے علاوہ کسی کو ماں یا باپ کے سوا کسی کو باپ یا بیٹے کے سوا کسی کو بیٹا کہہ دینے سے واقع میں وہ نسبت ثابت نہیں ہو جاتی جو بدون ہمارے زبان سے کہے قدرت نے قائم کر دی ہے۔ لہٰذا مصنوعی اور حقیقی تعلقات میں خلط ملط نہیں کرنا چاہیے۔

◆ **متبنّیٰ کو اصل باپ کے نام سے پکارو** | یعنی ٹھیک انصاف کی بات یہ ہے کہ ہر شخص کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے کسی نے "اے پالک" کہہ دیا تو وہ واقعی باپ نہیں بن گیا۔ ہاں شفقت و محبت سے کوئی کسی کو بیٹا یا باپ کہہ کر پکارے وہ دوسری بات ہے۔ غرض یہ ہے کہ نسبی تعلقات اور ان کے احکام میں اشتباہ و التباس واقع نہ ہونے پائے۔ ابتدائے اسلام میں نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کو آزاد کر کے متبنّیٰ کر لیا تھا۔ چنانچہ دستور کے موافق لوگ انہیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارنے لگے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی سب زید بن حارثہ کہنے لگے۔

◆ یعنی اگر باپ معلوم نہ ہو تو بہرحال تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں ان ہی القاب سے یاد کرو۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے زید بن حارثہ کو فرمایا "انت اخونا ومولانا"۔

◆ **بھول چوک پر مواخذہ نہیں** | یعنی بھول کر یا دانستہ بغیر قصد کہہ دیا کہ فلاں کا بیٹا فلاں وہ معاف ہے۔ بھول چوک کا گناہ کسی چیز میں نہیں ہاں ارادہ کر کے ہو اس میں بھی اللہ چاہے تو بخش دے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو مومنین جان سے زیادہ چاہتے ہیں** | مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے۔ آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے۔ بنا بریں مومن (من حیث ہو مومن) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لیے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی۔ اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود خود ہماری ہستی سے بھی زیادہ ہم سے نزدیک ہے اور اگر اس روحانی تعلق کی بناء پر کہہ دیا جائے کہ مومنین کے حق میں نبی بمنزلہ باپ کے بلکہ اس سے بھی بمراتب بڑھ کر ہے تو بالکل بجا ہوگا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں "انما انا لکم بمنزلۃ الوالد الخ" اور ابی بن کعب وغیرہ کی قراءت میں آیت النبی اولیٰ بالمومنین الخ کے ساتھ "وھو اب لھم" کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت و شفقت طبعی اوروں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن نبی اور امتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے؟ یقیناً امتی کا ایمانی و روحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا ایک پرتو اور ظل ہوتا ہے اور جو شفقت و تربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی۔ لیکن نبی کے طفیل ابدی و دائمی حیات ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ ہماری وہ ہمدردی اور خیر خواہانہ شفقت و تربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کر سکتا، اسی لیے پیغمبر کو ہماری جان و مال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "نبی نائب ہے اللہ کا، اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دے تو فرض ہو جائے۔" اسی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک باپ بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ ۗ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ

اور اس کی عورتیں ان کی مائیں ہیں ◆ اور قرابت والے ایک دوسرے سے

بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ

لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں زیادہ سب ایمان والوں اور ہجرت کرنے والوں سے

إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ

مگر یہ کہ کرنا چاہو اپنے رفیقوں سے احسان ◆ ہے

فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ۝ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ

کتاب میں لکھا ہوا ◆ اور جب لیا ہم نے نبیوں سے

مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ

ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے

وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝

اور عیسیٰ سے جو بیٹا مریم کا اور لیا ہم نے ان سے گاڑھا (پکا) اقرار ◆

لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَأَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ

تاکہ پوچھے اللہ سچوں سے ان کا سچ اور تیار رکھا ہے منکروں کے لیے

عَذَابًا أَلِيمًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ

دردناک عذاب ◆ اے ایمان والو یاد کرو احسان اللہ کا

عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا

اپنے اوپر جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں پھر ہم نے بھیج دی ان پر ہوا

۱ **ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں** | یعنی دینی مائیں ہیں تعظیم و احترام میں اور بعض احکام میں جو ان کے حق میں شریعت سے ثابت ہوں۔ کل احکام میں نہیں۔

۲ **اولوالارحام کا حق تمام مومنین سے زیادہ ہے** | حضرت کے ساتھ جنہوں نے وطن چھوڑا بھائی بندوں سے ٹوٹے، آپ نے ان مہاجرین اور انصار مدینہ میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنا دیا تھا۔ بعدہ مہاجرین کے دوسرے قرابتدار مسلمان ہو گئے تب فرمایا کہ قدرتی رشتہ ناطہ اس بھائی چارہ سے مقدم ہے میراث وغیرہ رشتہ ناطے کے موافق تقسیم ہو گی۔ ہاں سلوک احسان ان رفیقوں سے بھی کیے جاؤ۔

۳ یعنی قرآن میں یہ حکم ہمیشہ کو جاری رہا۔ یا تورات میں بھی ہو گا یا "کتاب" سے "لوح محفوظ" مراد ہو۔

۴ **پانچ اولوالعزم پیغمبر** | یعنی یہ قول و قرار کہ ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرے گا۔ اور دین کے قائم کرنے اور حق تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا۔ "آل عمران" میں اس میثاق کا ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "اوپر پیغمبر کے حق میں فرمایا تھا کہ مومنین پر ان کی جان سے زیادہ تصرف رکھتا ہے، یہاں اشارہ کر دیا کہ یہ درجہ نبیوں کو اس لئے ملا کہ ان پر محنت (اور ذمہ داری بھی) سب سے زیادہ ہے۔ اکیلے ساری خلق سے مقابل ہونا اور کسی سے خوف و رجاء نہ رکھنا، پیغمبروں کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔" یہ پانچ پیغمبر جن کے نام یہاں خصوصیت سے لئے اولوالعزم پیغمبر کہلاتے ہیں۔ ان کی ہدایت کا اثر ہزاروں برس رہا اور جب تک دنیا ہے رہے گا۔ ان میں پہلے نام لیا ہمارے نبی کا حالانکہ عالم شہادت میں آپ کا ظہور سب کے بعد ہوا ہے۔ مگر درجہ میں آپ سب سے پہلے ہیں اور وجود بھی آپ کا عالم غیب میں سب سے مقدم ہے۔ کما ثبت فی الحدیث۔

۵ **منکرین کیلئے حجت** | یعنی قول و قرار کے مطابق ان پیغمبروں کی زبانی اپنے احکام خلق کو پہنچا کے اور حجت تمام کر دے تب ہر ایک سے پوچھ پاچھ کرے گا تا کہ سچوں کا سچائی پر قائم رہنا ظاہر ہو اور منکروں کو سچائی سے انکار کرنے پر سزا دی جائے۔ آگے جنگ احزاب کا واقعہ یاد دلاتے ہوئے سچے پیغمبر اور مومنین اور ان کے بالمقابل جھوٹے منافقوں اور منکروں کے کچھ احوال اور ان کے ظاہری ثمرات و نتائج ذکر کیے ہیں۔

وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ⑨

اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں ◆ اور ہے اللہ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھنے والا ◆

إِذْ جَاءُوكُم مِّن فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنكُمْ وَإِذْ

جب چڑھ آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے ◆ اور جب

زَاغَتِ الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ

بدلنے لگیں (پھر گئیں) آنکھیں ◆ اور پہنچے (آ گئے) دل گلوں تک ◆ اور لگے تم (اٹکل) کرنے

بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا

اللہ پر طرح طرح کی اٹکلیں ◆ وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑ جھڑائے گئے

زِلْزَالًا شَدِيدًا ۝ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ

زور کا جھڑ جھڑانا ◆ اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے

فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ

دلوں میں روگ ہے جو وعدہ دیا تھا ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے

إِلَّا غُرُورًا ۝ وَإِذْ قَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ

سب فریب تھا ◆ اور جب کہنے لگی ایک جماعت ان میں اے

◆ احزاب میں فرشتوں کا نزول | یعنی فرشتوں کی فوجیں جو کافروں کے دلوں میں رعب ڈال رہی تھیں۔

◆ غزوۂ خندق کے اسباب | ہجرت کے چوتھے پانچویں سال یہود بنی نضیر جو مدینہ سے نکالے گئے تھے ان کا اثر [illegible]

[illegible]

يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ۚ وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ

یثرب والو ◆ تمہارے لیے ٹھکانا نہیں سو پھر (لوٹ) جاؤ اور رخصت مانگنے لگا ایک فرقہ

مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ

ان میں سے نبی سے کہتے تھے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں اور وہ

بِعَوْرَةٍ ۛ إِنْ يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا ﴿١٣﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ

کھلے نہیں پڑے ان کا کوئی ارادہ نہیں مگر بھاگ جانا ◆ اور اگر شہر میں کوئی گھس آئے

عَلَيْهِمْ مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا

ان پر اس کے کناروں سے پھر ان سے چاہا جائے فساد (یعنی دین سے پھر جانا) تو کر لیں

وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا

اور بہت (پھر) دیر نہ لگائیں اس میں مگر تھوڑی ◆ اور اقرار کر چکے تھے

اللَّهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ

اللہ سے پہلے کہ نہ پھیریں گے پیٹھ اور اللہ کے قرار کی

مَسْئُولًا ﴿١٥﴾ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ إِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ

پوچھ ہوتی ہے ◆ تو کہہ کچھ کام نہ آئے گا تمہارے بھاگنا اگر بھاگو گے

الْمَوْتِ أَوِ الْقَتْلِ وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٦﴾

مرنے سے یا مارے جانے سے اور پھر بھی پھل نہ پاؤ گے مگر تھوڑے دنوں ◆

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ

تو کہہ کون ہے کہ تم کو بچائے اللہ سے اگر چاہے تم پر

"یثرب" مدینہ طیبہ کا پرانا نام تھا۔ حضورؐ کی تشریف آوری سے "مدینۃ النبی" ہو گیا۔

منافقین کے حیلے بہانے | یعنی یہاں سارا عرب ہمارے دشمن ہوئے تو ہم کو رہنے کا ٹھکانا کہاں۔ سب لشکر سے جدا ہو کر گھر لوٹ چلو۔ اور حضرت لشکر کے ساتھ باہر نکلے تھے۔ شہر پناہ مضبوط حویلیوں کے ہاتے کے بند کر کے زنانے ان میں رکھ دیئے تھے۔ یہ بہانہ کرنے لگے کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں کہیں چور نقب کر لوٹ نہ لیں۔ اور یہ محض جھوٹ بات بنائی تھی۔ غرض یہی تھی کہ جہاد کے میدان سے بھاگ جائیں۔ چنانچہ جو اجازت لینے آیا آپ اجازت دیتے رہے جو کچھ پر اکٹھے سواد تین ہزار کی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین سو نفوس قدسیہ آپ کے ساتھ باقی رہ گئے۔

یعنی جھوٹے حیلے بنا رہے ہیں۔ اگر فرض کرو یہ لوگ شہر میں ہوں اور کوئی غنیم ادھر ادھر سے گھس آئے پھر ان سے مطالبہ کرے کہ دین اسلام چھوڑ دو جسے بظاہر یہ لوگ اختیار کئے ہوئے ہیں یا یہ کہ مسلمانوں سے لڑو اور فتنہ فساد برپا کرو۔ اسی وقت دین کا جھوٹ صاف کھل جائے اور فوراً ان مطالبات کی تائید میں نکل پڑیں۔ گھروں کے کھلے ہونے کا عذر کریں نہ لٹنے کا۔ بس بات چیت کرنے اور ہتھیار اٹھانے میں جو تھوڑی دیر لگی اسے مستثنیٰ کر کے ایک منٹ کو توقف نہ کریں۔ اسلام کے ظاہری دعوے سے دستبردار ہو کر فوراً فتنہ و فساد کی آگ میں کود پڑیں۔

منافقین کا عہد اور خلاف ورزی | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "جنگ احد کے بعد انہوں نے اقرار کیا تھا کہ پھر ہم ایسی حرکت نہ کریں گے۔" اس کی پوچھ اللہ کی طرف سے ہوگی کہ وہ قول و قرار کہاں گیا۔

یعنی جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بے سود ہے۔ کیا میدان جنگ میں سب مارے جاتے ہیں اور فرض کرو بھاگنے سے بچ بھی گئے تو کے دن؟ آخر موت آنی ہے اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔

سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ

برائی یا چاہے تم پر مہربانی ◆ اور نہ پائیں گے اپنے واسطے

دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ

اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار ◆ اللہ کو (خوب) معلوم ہیں

الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَاۗىِٕلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ

جو اٹکانے (روکنے) والے ہیں تم میں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو چلے آؤ ہماری طرف اور

وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ښ

لڑائی میں نہیں آتے مگر کبھی ◆ دریغ رکھتے ہیں (بخل کرتے ہیں) تم سے ◆

فَاِذَا جَاۗءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ

پھر جب آئے ڈر کا وقت تو تو دیکھے ان کو تکتے ہیں تیری طرف پھرتی ہیں (پھر رہی ہیں)

اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا

آنکھیں ان کی جیسے کسی پر آئے بے ہوشی موت کی پھر جب

ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَي

جاتا رہے ڈر کا وقت چڑھ چڑھ کر بولیں تم پر تیز تیز زبانوں سے دریغ (ٹوٹے پڑتے) ہیں

الْخَيْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ

مال پر ◆ وہ لوگ یقین نہیں لائے پھر اکارت کر ڈالے اللہ نے ان کے کئے کام

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ

اور یہ ہے اللہ پر آسان ◆ سمجھتے ہیں کہ فوجیں کافروں کی نہیں

اللہ کا ارادہ پورا ہو کر رہے گا | یعنی اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ نہ کوئی تدبیر اور حیلہ اس کے مقابلہ میں کام دے سکتا ہے۔ آدمی کو چاہئے کہ اسی پر توکل کرے اور ہر حالت میں اسی کی مرضی کا طلبگار رہے۔ سمجھ لے کہ دنیا کی برائی بھلائی جو بھی مقدر ہے یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ پھر اس کے راستہ میں بزدلی کیوں دکھائے اور وقت پر جان کیوں چرائے جو عاقبت خراب ہو اور دنیا کی تکلیف ہٹ نہ سکے۔

یعنی عرب کی مخالفت سے ڈرتے ہو، اگر اللہ حکم دے تو مسلمان سب قوم کو قتل کر ڈالیں۔

منافقین کی منافقت | یعنی ظاہری وضع داری اور دکھاوے کو تھوڑا سا کبھی میدان میں آ کھڑے ہوتے ہیں ورنہ عموماً گھروں میں بیٹھے شیخی اڑاتے اور اپنی برادری کے لوگوں کو بھی جو سچے مسلمان نہیں جہاد میں آنے سے روکتے رہتے ہیں۔

یعنی مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دریغ رکھتے ہیں اور ہر قسم کی ہمدردی اور خیر خواہی سے بخل ہے۔ ہاں غنیمت کا موقع آئے تو حرص کے مارے چاہیں کہ کسی کو کچھ نہ ملے سارا مال ہم ہی سمیٹ کر لے جائیں۔ اسی احتمال پر لڑائی میں قدرے شرکت بھی کر لیتے ہیں۔

منافقین کی نقالی | یعنی آڑے وقت تو خوف سے مرے جاتے ہیں ڈر کے مارے جان نکلتی ہے اور فتح کے بعد بڑھ کر باتیں بناتے اور سب سے زیادہ مرد بنے جاتے ہیں اور مال غنیمت پر مارے حرص کے گرے پڑتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق طعن و تشنیع سے زبان درازی کرتے ہیں۔

بے ایمان کا عمل | یعنی جب اللہ و رسول پر ایمان نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جہاں حبط اعمال کا ذکر ہے تو فرمایا کہ یہ اللہ پر آسان ہے۔ یعنی بظاہر حق تعالیٰ کے عدل و رحمت کو دیکھتے ہوئے تعجب ہوتا ہے اور یہ بات بھاری معلوم ہوتی ہے کہ وہ کسی کی محنت کو ضائع کر دے لیکن اس لئے بھاری نہیں رہتی کہ خود عمل ہی کے اندر ایسی خرابی چھپی ہوتی ہے جو کسی طرح اس کو درست نہیں ہونے دیتی۔ جیسے بے ایمان کا عمل کہ ایمان شرط اور روح ہے ہر عمل کی۔ بدون اس کے عمل مردہ ہے پھر قبول کس طرح ہو۔ کافر کتنی ہی محنت کرے سب اکارت ہے۔"

يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ

پھر گئیں اور اگر آجائیں وہ فوجیں تو آرزو کریں کسی طرح ہم

بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ

باہر نکلے ہوئے ہوں گاؤں میں پوچھ لیا کریں تمہاری خبریں ◆ اور اگر

كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢٠﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

ہوں تم میں لڑائی نہ کریں مگر بہت تھوڑی ◆ تمہارے لیے بھلی (مفید) تھی

ع ۱۸

فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ

سیکھنی رسول اللہ کی چال اس کے لیے جو کوئی (کہ) امید رکھتا ہے اللہ کی اور

الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ

پچھلے دن کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت سا ◆ اور جب دیکھیں مسلمانوں نے

الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ

فوجیں بولے یہ وہی ہے جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا

سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور ان کو اور بڑھ گیا یقین

وَّتَسْلِيْمًا ﴿٢٢﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا

اور اطاعت کرنا ◆ ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا

عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ

عہد کیا تھا اللہ سے پھر کوئی تو ان میں پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں

◆ **منافقین کی بزدلی** | یعنی کفار کی فوجیں ناکام واپس جا چکیں لیکن ان ڈرپوک منافقوں کو ان کے چلے جانے کا یقین نہیں آتا۔ اور فرض کیجئے کفار کی فوجیں پھر لوٹ کر حملہ کر دیں تو ان کی تمنا یہ ہوگی کہ اب وہ شہر میں بھی نہ ٹھہریں۔ جب تک لڑائی رہے کسی گاؤں میں رہ پڑیں اور وہیں بیٹھے آنے جانے والوں سے پوچھا کریں کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ لڑائی کا نقشہ کیسا ہے۔

◆ یعنی باتوں میں تمہاری خیر خواہی جتائیں اور لڑائی میں زیادہ کام نہ دیں۔ محض مجبوری کو برائے نام شرکت کریں۔

◆ **آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ** | یعنی پیغمبر کو دیکھو ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں۔ حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر ان ہی پر ہے۔ مگر مجال ہے پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے۔ جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کی ذات منبع البرکات بہترین نمونہ ہے۔ چاہئے کہ ہر معاملہ ہر ایک حرکت و سکون اور نشست و برخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں اور ہمت و استقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں۔

◆ **صحابہ کرامؓ کا ایمان کامل** | یعنی سچے مسلمانوں نے جب دیکھا کہ کفر کی فوجیں امنڈی ہوئی چاروں طرف سے ٹوٹ پڑی ہیں تو بجائے مذبذب یا پریشان ہونے کے ان کی اطاعت شعاری کا جذبہ اور ان کا یقین اللہ و رسول کے وعدوں پر اور زیادہ ہو گیا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو وہی منظر ہے جس کی خبر اللہ و رسول نے پہلے سے دے رکھی تھی اور جس کے متعلق ان کا وعدہ ہو چکا تھا جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (بقرہ۔ رکوع ۲۶) اور سورۂ ص میں جو پیشگی فرمایا تھا۔ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ (ص۔ رکوع ۱)

مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ

راہ دیکھ رہا ◆ اور بدلا نہیں انہوں نے ذرا تاکہ بدلہ دے اللہ

الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ

سچوں کو ان کے سچ کا اور عذاب کرے (دے) منافقوں پر (کو) اگر چاہے

اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٤﴾

یا توبہ ڈالے ان کے دل پر بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ◆

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَ

اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصہ میں بھرے ہوئے ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی ◆ اور

كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿٢٥﴾

اپنے اوپر لے لی اللہ نے مسلمانوں کی لڑائی اور ہے اللہ زور آور زبردست ◆

وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ

اور اتار دیا ان کو جو ان کے پشت پناہ (مددگار) ہوئے تھے اہل کتاب سے ان کے

صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ

قلعوں سے اور ڈال دی ان کے دلوں میں دھاک (دہشت) کتنوں کو تم جان سے مارنے لگے

وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿٢٦﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ

اور کتنوں کو قید کرلیا ◆ اور تم کو ہاتھ لگا دی (دلا دی) ان کی زمین اور ان کے گھر

◆ **صحابہ کرامؓ کے ایمان و عزم کا بیان** | بعض منافقین نے جو عہد کیا تھا پیچھے ذکر ہو چکا۔ "ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار" اسے توڑ ڈالا کے ساتھ میدان جنگ سے ہٹ گئے۔ ان کے بالمقابل سچے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کر دکھلایا۔ بڑی بڑی سختیوں کے وقت دین کی حمایت اور پیغمبر کی رفاقت سے ایک قدم پیچھے نہیں ہٹایا۔ اللہ و رسول کو جو زبان دے چکے تھے پہاڑ کی طرح اس پر قائم رہے۔ ان میں سے [illegible]

وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

اور ان کے مال | اور ایک زمین کہ جس پر نہیں پھیرے (رکھے) تم نے اپنے قدم | اور ہے اللہ سب

شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن

کچھ کر سکتا ◆ | اے نبی | کہہ دے اپنی عورتوں کو | اگر

كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ

تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی | اور یہاں کی رونق | تو آؤ

أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾ وَإِن كُنتُنَّ

کچھ فائدہ پہنچادوں تم کو | اور رخصت کر دوں بھلی طرح سے رخصت کرنا | اور اگر تم

تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ

چاہتی ہو اللہ کو | اور اس کے رسول کو | اور پچھلے گھر کو | تو اللہ نے

أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾ يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ

رکھ چھوڑا ہے ان کے لیے جو تم میں نیکی پر ہیں | بڑا ثواب ◆ | اے نبی کی عورتو

مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا

جو کوئی کرے تم میں کام بے حیائی کا | صریح | دونا ہو اس کو

الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

عذاب دوہرا | اور ہے یہ | اللہ پر | آسان ◆

ع ٢ / ١٤

◆ **صحابہ کرامؓ کو اموال و آراضی کا عطیہ** یہ زمین جو مدینہ کے قریب ہاتھ لگی حضرت نے مہاجرین پر تقسیم کر دی۔ ان کے گذران کا ٹھکانا ہو گیا اور انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا۔ اور دوسری زمین سے مراد خیبر کی زمین ہے جو اس کے دو برس بعد ہاتھ لگی اس سے حضرت کے سب اصحاب

آسودہ ہو گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ دوسری زمین مکہ کی ہے۔ بعض نے فارس و روم کی زمینیں مراد لی ہیں جو آپ کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے فتح ہوئیں اور بعض کہتے ہیں کہ قیامت تک جو زمینیں فتح کی جائیں سب اس میں شامل ہیں۔ واللہ اعلم۔

آیت تخییر اور ازواج مطہرات

حضرت کی ازواج نے دیکھ کر لوگ آسودہ ہو گئے چاہا کہ ہم بھی آسودہ ہوں۔ ان میں سے بعض نے آنحضرت ﷺ سے گفتگو کی کہ ہم کو مزید نفقہ اور سامان دیا جائے جس سے عیش و ترفہ کی زندگی بسر کر سکیں۔ حضرت کو یہ باتیں شاق گذریں۔ قسم کھائی کہ ایک مہینہ گھر میں نہ جائیں گے۔ مسجد کے قریب ایک بالاخانہ میں علیحدہ فروکش ہو گئے۔ سب پریشان اور مضطرب تھے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح یہ گتھی سلجھ جائے۔ انہیں زیادہ فکر اپنی اپنی صاحبزادیوں (عائشہؓ اور حفصہؓ) کی تھی کہ پیغمبر کو ملول کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کر بیٹھیں۔ دونوں نے دونوں کو دھمکایا اور سمجھایا۔ پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ انس اور بے تکلفی کی باتیں کیں۔ آپ قدرے منشرح ہوئے ایک ماہ بعد یہ آیت تخییر اتری۔ یعنی اپنی ازواج سے صاف صاف کہہ دو کہ دو راستوں میں سے ایک انتخاب کر لیں۔ اگر دنیا کی عیش و بہار اور امیرانہ ٹھاٹھ چاہتی ہیں تو کہہ دو کہ میرے ساتھ تمہارا نباہ نہیں ہو سکتا۔ آؤ کہ میں کچھ دے دلا کر (یعنی کپڑوں کا جوڑا جو مطلقہ کو دیا جاتا تھا) تم کو خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں (یعنی شرعی طریقہ سے طلاق دے دوں) اور اگر اللہ و رسول کی خوشنودی اور آخرت کے اعلیٰ مراتب کی طلب ہے تو پیغمبر کے پاس رہنے میں اس کی کمی نہیں۔ جو آپ کی خدمت میں صلاحیت سے رہیں اللہ کے یہاں ان کے لئے بہت بڑا اجر تیار ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ جنت کے سب سے اعلیٰ مقام میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہیں۔

امہات المومنین کا فیصلہ

نزول آیت کے بعد آنحضرت ﷺ گھر میں تشریف لائے اول عائشہؓ کو حکم سنایا۔ انہوں نے اللہ و رسول کی مرضی اختیار کی۔ پھر سب ازواج نے ایسا ہی کیا۔ دنیا کے عیش و عشرت کا تصور دلوں سے نکال ڈالا۔ حضرت کے ہاں ہمیشہ اختیاری فقر و فاقہ رہتا تھا جو آنا شتاب اٹھا دیتے تھے۔ پھر قرض لینا پڑتا۔ اسی زندگی پر ازواج مطہرات راضی تھیں۔ اور یہ جو فرمایا کہ "جو نیکی پر ہیں ان کو بڑا ثواب ہے۔" حضرت کی ازواج سب نیک ہی رہیں۔ اَلطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ۔ مگر حق تعالیٰ قرآن میں صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا کہ نڈر نہ ہو جائے۔ خاتمہ کا فکر رکھنا بہتر ہے۔ آگے ان عورتوں کو خطاب ہے جو نبی کی معیت اختیار کر لیں کہ انکا درجہ اس نسبت کی وجہ سے بہت بلند ہے چاہئے کہ ان کی اخلاقی اور روحانی زندگی اس معیار پر ہو جو اس مقام رفیع کے مناسب ہے کیونکہ علاوہ ان کی ذاتی بزرگی کے وہ امہات المومنین ہیں۔ مائیں اپنی اولاد کی بڑی حد تک ذمہ دار ہوتی ہیں۔ لازم ہے کہ ان کے اعمال و اخلاق امت کے لئے اسوۂ حسنہ بنیں۔

بڑے کی غلطی بھی بڑی ہوتی ہے۔ اگر بالفرض تم میں کسی سے کوئی بد اخلاقی کا کام ہو جائے تو جو سزا اوروں کو اس پر ملتی اس سے دگنی سزا ملے گی۔ اور اللہ پر یہ آسان ہے۔ یعنی تمہاری وجاہت اور نسبت زوجیت سزا سے اللہ کو روک نہیں سکتی۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا

اور جو کوئی تم میں اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور عمل کرے اچھے

نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

دیویں ہم اس کو اس کا ثواب دو بار اور رکھی ہے ہم نے اس کے واسطے روزی عزت کی ◆

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ

اے نبی کی عورتو! تم نہیں ہو جیسے ہر کوئی عورتیں ◆ اگر تم ڈر رکھو

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ

سو تم دب کر بات نہ کرو پھر لالچ کرے کوئی جس کے دل میں

مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ

روگ ہے اور کہو بات معقول ◆ اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ

اور دکھلاتی نہ پھرو جیسا کہ دکھانا دستور تھا پہلے جہالت (جاہلیت) کے وقت میں ◆ اور قائم رکھو نماز

وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ

اور دیتی رہو زکوٰۃ اور اطاعت میں رہو اللہ کی اور اس کے رسول کی ◆ اللہ یہی

اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ

چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو (اس گھر والوں سے) اور ستھرا کر دے تم کو

◆ **امہات المومنین سے دوگنے اجر کا وعدہ** | یعنی نیکی اور اطاعت پر جتنا اجر دوسروں کو ملے اس سے دوگنا ان کو ملے گا، اور مزید برآں ایک خاص روزی عزت کی عطا ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ بڑے درجے کا لازمہ ہے کہ نیکی کا ثواب دونا اور برائی کا عذاب دونا۔" خود پیغمبر علیہ السلام کو فرمایا۔ "اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَیٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ" (اسراء، رکوع ۸)

◆ **امہات المومنین کا مقام عظمت** | یعنی تمہاری حیثیت اور مرتبہ عام عورتوں کی طرح نہیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے تم کو سید المرسلین کی زوجیت کے لئے انتخاب فرمایا اور امہات المومنین بنایا۔ لہٰذا اگر تقویٰ و طہارت کا بہترین نمونہ پیش کرو گی جیسا کہ تم سے متوقع ہے۔ اس کا وزن اللہ کے ہاں بہت زیادہ ہوگا۔ اور بالفرض کوئی بری حرکت سرزد ہو تو اسی نسبت سے وہ بھی بہت زیادہ بھاری اور قبیح سمجھی جائے گی۔ غرض بھلائی کی جانب ہو یا برائی کی عام مستورات سے تمہاری پوزیشن ممتاز رہے گی۔

◆ **عورتوں کیلئے مردوں سے بات کرنے کا ادب** | یعنی اگر تقویٰ اور خدا کا ڈر دل میں رکھتی ہو تو غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے (جس کی ضرورت خصوصاً امہات المومنین کو پیش آتی رہتی ہے) بانرم لہجہ و دلکش لہجہ میں کلام نہ کرو۔ بلاشبہ عورت کی آواز میں قدرت نے طبعی طور پر ایک نرمی اور نزاکت رکھی ہے۔ لیکن پاکباز عورتوں کی شان یہ ہونی چاہئے کہ حتی المقدور غیر مردوں سے بات کرنے میں بتکلف ایسا لب و لہجہ اختیار کریں جس میں قدرے خشونت اور روکھا پن ہو اور کسی بدباطن کے قلبی میلان کو اپنی طرف جذب نہ کرے۔ امہات المومنین کو اس روش میں اپنے مقام بلند کے لحاظ سے اور بھی زیادہ احتیاط لازم ہے تاکہ کوئی بیمار اور روگی دل کا آدمی بدنگاہ اپنی عاقبت تباہ نہ کر بیٹھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "یہ ادب سکھایا کہ کسی مرد سے بات کہو تو اس طرح کہو جیسے ماں کہے بیٹے کو۔ اور بات بھی بھلی اور معقول ہو۔"

◆ **عورتوں کے لئے گھروں میں بیٹھنے کا حکم اور پردے کا بیان** | یعنی اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن و لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا ہے۔ اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔ امہات المومنین کا فرض اس معاملہ میں بھی اوروں سے زیادہ موکد ہوگا جیسا کہ "لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ" کے تحت میں گذر چکا۔ باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بنا پر بدون زیب و زینت کے مبتذل لباس اور ڈھیلے اشتمال میں مستور ہو کر احیاناً باہر نکلنا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا مظنہ نہ ہو بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے اور خاص ازواج مطہرات کے حق میں بھی اس کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ متعدد واقعات سے اس طرح نکلنے کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن شارع کے ارشادات سے یہ بداہۃً ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پسند اسی کو کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بہرحال اپنے گھر کی زینت بنے اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقع نہ دے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "حجاب شرعی" میں ہے۔ رہا حجاب کا مضمون یعنی عورت کے لیے کن اعضاء کو کن مردوں کے سامنے کھلا رکھنا جائز ہے۔ اس کا بیان سورۂ نور میں گذر چکا۔ **تنبیہ** | جو احکام ان آیات میں بیان کیے گئے تمام عورتوں کے لئے ہیں۔ ازواج مطہرات کے حق میں چونکہ ان کا تاکد واہتمام زائد تھا اس لئے لفظوں میں خصوصیت کے ساتھ مخاطب ان کو بنایا گیا۔ میرے نزدیک يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ سے لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ تک ان احکام کی تمہید تھی۔ تمہید میں دو چیزیں ذکر کی تھیں۔ ایک بے حیائی کی بات کا ارتکاب۔ اس کی روک تھام فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ سے تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى تک کی گئی۔ دوسری اللہ و رسول کی اطاعت اور عمل صالح۔ آگے وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ سے اَجْرًا عَظِيْمًا تک اسی کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ برائی کے مواقع سے بچنا اور نیکی کی طرف سبقت کرنا سب کے لئے ضروری ہے مگر ازواج مطہرات کے لئے سب عورتوں سے زیادہ ضروری ہے۔ ان کی ہر ایک بھلائی برائی وزن میں دوگنی قرار دی گئی۔ اس تقریر کے موافق "فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ" کی تفسیر بھی بے تکلف سمجھ میں آ گئی ہوگی۔

◆ یعنی اوروں سے بڑھ کر ان چیزوں کا اہتمام رکھو۔ کیونکہ تم نبی سے اقرب اور امت کے لئے نمونہ ہو۔

تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ

ایک ستھرائی سے ◆ اور یاد کرو جو پڑھی جاتی ہیں تمہارے گھروں میں اللہ کی

آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ﴿٣٤﴾ ع

باتیں اور عقل مندی کی ◆ مقرر اللہ ہے بھید جاننے والا خبردار ◆

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں

وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَ

اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور

الصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَ

محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں ◆ اور دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں ◆ اور

الْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَ

خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور

الْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا

حفاظت کرنے والے مرد اپنی شہوت کی جگہ کو اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور یاد کرنے والے مرد اللہ کو بہت سا

وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾

اور یاد کرنے والی عورتیں رکھی ہے اللہ نے ان کے واسطے معافی اور ثواب بڑا ◆

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ

اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا اور نہ ایماندار عورت کا جب کہ مقرر کر دے اللہ اور اس کا رسول

◆ **نبی کے گھر والوں کیلئے اللہ کا ارادہ** یعنی اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کرا کر خوب پاک و صاف کر دے اور ان کے رتبہ کے موافق ایسی قلبی صفائی اور اخلاقی ستھرائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز و فائق ہو (جس کی طرف یُطَهِّرَكُمْ کے بعد تَطْهِيرًا بڑھا کر اشارہ فرمایا ہے) یہ تطہیر وہ نہیں جس اس قسم کی نہیں جو آیت وضوء میں وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ (مائدہ۔ رکوع۲) سے یا "بدر" کے قصہ میں لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (انفال۔ رکوع۲) سے مراد ہے۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو کمل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اور جس کے حصول کے بعد وہ انبیاء کی طرح معصوم تو نہیں بن جاتے ہاں محفوظ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ فقط یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ الخ فرمانا اور اَرَادَ اللّٰهُ نہ فرمانا خود اس کی دلیل ہے کہ اہل بیت کے لئے عصمت ثابت نہیں سمجھنا

لفظ اہل بیت کی تفسیر نظم قرآن میں غور کرنے والے ایک لمحہ کے لئے اس میں شک و شبہ نہیں کر سکتا کہ یہاں اہل بیت کے مدلول میں ازواج مطہرات یقیناً داخل ہیں۔ کیونکہ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے پورے رکوع میں تمام تر خطابات ان ہی سے ہوئے ہیں اور "بیوت" کی نسبت بھی پہلے وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ میں اور آگے وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ میں انہی کی طرف کی گئی ہے علاوہ قرآن میں یہ لفظ عموماً اسی سیاق میں مستعمل ہوا ہے حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ کو خطاب کرتے ہوئے ملائکہ نے فرمایا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (ہود۔ رکوع ۷) بلکہ حضرت ابن عباس کے نزدیک تو یہاں بھی مطلقہ عورت کی عدت ختم ہونے سے پہلے بیت کی نسبت اسی کی طرف کی گئی چنانچہ فرمایا "لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ" (طلاق۔ رکوع ۱) حضرت یوسف کے قصہ میں "بیت" کو زلیخا کی طرف منسوب کیا "وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا" (یوسف۔ رکوع ۳) بہرحال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا تحقیق ہے بلکہ آیت کا خطاب اولاً انہی سے ہے لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد کی ایک روایت میں "احق" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے آپ نے حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لیکر "اَللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ" وغیرہ فرمایا۔ حضرت فاطمہ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے "الصَّلٰوةُ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ" کہکر خطاب کرنا اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور ان ہی سے مخاطبہ ہو رہا ہے مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآنی کی اولین مخاطب تھیں اس لئے ان کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

◆ یعنی قرآن و سنت میں جو اللہ کے احکام اور دانائی کی باتیں ہیں ان کو سیکھو، یاد کرو، دوسروں کو سکھلاؤ اور اللہ کے احسان عظیم کا شکر ادا کرو کہ تم کو ایسے گھر میں رکھا جو حکمت کا خزانہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

◆ اس کی باتوں میں بڑے باریک بھید اور پتے کی باتیں ہیں اور وہی جانتا ہے کہ کون اس امانت کے اٹھانے کا اہل ہے اس نے اپنے لطف و مہربانی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کے لئے اور تم کو ان کی زوجیت کے لئے چن لیا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے احوال و استعداد کی خبر رکھتا ہے کوئی کام یونہی بے جوڑ نہیں کر سکتا۔

◆ یعنی تکلیفیں اٹھا کر اور سختیاں جھیل کر احکام شریعت پر قائم رہنے والے۔

◆ یعنی تواضع و خاکساری اختیار کرنے والے یا نماز خشوع و خضوع سے ادا کرنے والے۔

◆ **قرآن میں عورتوں کا خصوصی تذکرہ** بعض ازواج مطہرات نے کہا تھا کہ قرآن میں اکثر جگہ مردوں کا ذکر ہے عورتوں کا کہیں نہیں اور بعض نیک بخت عورتوں کو خیال ہوا کہ آیات سابقہ میں ازواج نبی کا ذکر آیا عام عورتوں کا کچھ حال بیان نہیں ہوا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ بتلا دیا جائے کہ عورت ہو یا مرد کسی کی محنت اور کمائی اللہ کے یہاں ضائع نہیں جاتی۔ اور جس طرح مرد روحانی و اخلاقی ترقی کرنے کے ذرائع حاصل ہیں عورتوں کے لئے بھی یہ میدان کشادہ ہے۔ یہ طریقہ شائستگی کے لئے تصریح فرما دی۔ ورنہ جو احکام مردوں کے قرآن میں آئے وہی عموماً عورتوں پر عائد ہوتے ہیں۔ جدا گانہ نام لینے کی ضرورت نہیں۔ ہاں خصوصی احکام الگ بتلا دیئے گئے ہیں۔

أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ

کوئی کام | کہ ان کو رہے اختیار | اپنے کام کا | اور جس نے نافرمانی کی

اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝٣٦ وَإِذْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی | سو وہ راہ بھولا | صریح چوک کر ◆ | اور جب

تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ

تو کہنے لگا اس شخص کو | جس پر اللہ نے احسان کیا | اور تو نے احسان کیا | رہنے دے

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ

اپنے پاس اپنی جورو کو | اور ڈر اللہ سے | اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز | جس کو

مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ ۖ

اللہ کھولا چاہتا ہے | اور ڈرتا تھا لوگوں سے | اور اللہ سے زیادہ چاہیے ڈرنا تجھ کو

فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ

پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض | ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا ◆ | تا نہ رہے

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا

مسلمانوں پر گناہ | نکاح کر لینا جوروئیں اپنے لے پالکوں کی | جب وہ تمام کریں

مِنْهُنَّ وَطَرًا ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ۝٣٧ مَا كَانَ عَلَى

ان سے اپنی غرض | اور ہے اللہ کا حکم بجا لانا ◆ | نبی پر

◆ **حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ** حضرت زینب رضی اللہ عنہا امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی نبی کریم ﷺ کی پھوپھی زاد بہن اور قریش کے اعلیٰ خاندان سے تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیں۔ یہ زید اصل سے شریف عرب تھے لیکن لڑکپن میں کوئی ظالم ان کو پکڑ لایا اور غلام بنا کر مکہ کے بازار میں بیچ گیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خرید لیا اور کچھ دنوں بعد آنحضرت ﷺ کو ہبہ کر دیا۔ جب یہ ہشیار ہوئے تو ایک تجارتی سفر کی تقریب سے اپنے وطن کے قریب سے گذرے۔

وہاں ان کے اعزہ کو پتہ لگ گیا۔ آخر ان کے والد، چچا اور بھائی حضرت کی خدمت میں پہنچے کہ آپ معاوضہ لے کر ہمارے حوالہ کر دیں۔ فرمایا کہ معاوضہ کی ضرورت نہیں، اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے خوشی سے لے جاؤ۔ انہوں نے حضرت زیدؓ سے دریافت کیا۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ میں حضرت کے پاس سے جانا نہیں چاہتا۔ آپ مجھے اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں اور ماں باپ سے زیادہ چاہتے ہیں۔ حضرت نے ان کو آزاد کر دیا اور متبنّیٰ بنا لیا۔ چنانچہ لوگ اس زمانہ کے رواج کے مطابق "زید بن محمدؐ" کہہ کر پکارنے لگے۔ تاآنکہ آیت "اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ" نازل ہوئی۔ اس وقت "زید بن محمدؐ" کی جگہ "زید بن حارثہ" رہ گئے چونکہ قرآن کے حکم کے موافق ان کے نام سے اس نسبت عظیمہ کا شرف جدا کر لیا گیا تھا شاید اس کی تلافی کے لئے تمام صحابہ کے مجمع میں سے صرف ان کو یہ خاص شرف بخشا گیا کہ ان کا نام قرآن میں تصریحاً وارد ہوا جیسا کہ آگے آتا ہے۔ "فَلَمَّا قَضٰى زَيۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا"

حضرت زید بن حارثہ کے نکاح کا حکم بہرحال حضرت زینب کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی اور زید بن حارثہ بظاہر داغ غلامی اٹھا کر آزاد ہوئے تھے اس لئے ان کی نیز ان کے بھائی کی مرضی زیدؓ سے نکاح کرنے کی نہ تھی لیکن اللہ و رسول کو منظور تھا کہ اس طرح کی موہوم تفریقات و امتیازات نکاح کے راستہ میں حائل نہ ہوا کریں۔ اس لئے آپ نے زینب اور ان کے بھائی پر زور دیا کہ وہ اس نکاح کو قبول کر لیں۔ اسی وقت یہ آیت اتری اور ان لوگوں نے اپنی مرضی کو اللہ و رسول کی مرضی پر قربان کر دیا اور زینب کا نکاح زید بن حارثہ سے ہو گیا۔

◈ یعنی زیدؓ نے طلاق دے دی اور عدت بھی گذر گئی اور زینب سے کچھ غرض مطلب نہ رہا۔

◈ **آنحضرتؐ اور حضرت زینب کے نکاح کا واقعہ** حضرت زینبؓ زیدؓ کے نکاح میں آئیں تو وہ ان کی آنکھوں میں حقیر لگتا۔ مزاج کی موافقت نہ ہوئی۔ جب آپس میں لڑائی ہوتی تو زیدؓ آ کر حضرت سے ان کی شکایت کرتے اور کہتے میں اسے چھوڑتا ہوں حضرت منع فرماتے کہ میری خاطر اور اللہ و رسول کے حکم سے اس نے تجھ کو اپنی خوشی کے خلاف قبول کیا، اب چھوڑ دینے کو وہ اور اس کے عزیز اپنی ذلت سمجھیں گے اس لئے خدا سے ڈر اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر ملامت نہ کر اور جہاں تک ہو سکے نباہ کی کوشش کر۔ زید جب معاملہ کسی طرح نہ سلجھا اور باہم جھگڑے قضیے پیش آتے رہتے تو حضرت کے دل میں آیا ہو گا کہ اگر زیدؓ چھوڑ دے گا تو زینب کی دلجوئی بجز اس کے ممکن نہیں کہ میں خود اس سے نکاح کر لوں لیکن جاہلوں اور منافقوں کی بدگوئی سے اندیشہ کیا کہ کہیں گے اپنے بیٹے کی جورو گھر میں رکھ لی۔ حالانکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ اللہ کے نزدیک "لے پالک" کوئی بات نہیں حکم بیٹے کا نہیں رکھتا۔ اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ اس جاہلانہ خیال کو اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے عملی طور پر توڑ دے تاکہ مسلمانوں کو آئندہ اس مسئلہ میں کسی قسم کی تنگی اور تشکیک باقی نہ رہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو مطلع فرمایا کہ زینب تیرے نکاح میں آنے والی ہے۔ کیوں دیر لگا رہے ہو؟

حضرت زینب کا نکاح کرنے کی حکمت اس لئے قرآن کے الفاظ "لِكَيۡ لَا يَكُوۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ حَرَجٌ فِىۡۤ اَزۡوَاجِ اَدۡعِيَآئِهِمۡ" صاف صاف ظاہر کرتے ہیں۔ یعنی آپ کے نکاح میں دینے کی غرض یہی تھی کہ لوگوں سے جاہلیت کے اس خیال کا عملی طور پر قلع قمع کر دیا جائے اور کوئی تنگی اور رکاوٹ آئندہ اس معاملہ میں باقی نہ رہنے پائے۔ یہ شاید یہی حکمت ہوگی جو اول زینب کا نکاح زیدؓ سے کرا دیا گیا کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ یہ نکاح زیادہ مدت تک باقی نہ رہے گا۔ چند مصالح مہمہ تھے جن کا حصول اس عقد پر معلق تھا۔ الغرض آنحضرت ﷺ خود اپنے دلی خیال اور آئندہ پیشین گوئی کو لوگوں کے طعن سے محفوظ رکھنے کی غرض سے مخفی فرما رہے تھے اور زیدؓ کو طلاق کے مشورہ میں بھی روکا کرتے تھے لیکن خدا کی تقدیر پوری ہو کر رہی اور اس کا حکم تکوینی و تشریعی ضرور تھا کہ نافذ ہو کر رہے۔ آخر کار زیدؓ نے طلاق دے دی، اور عدت گذر جانے پر اللہ نے زینب کا نکاح آنحضرت ﷺ سے باندھ دیا اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ آپ دل میں جو چیز چھپائے ہوئے تھے وہ یہی نکاح کی پیشین گوئی اور اس کا خیال تھا اسی کو بعد میں اللہ نے ظاہر فرما دیا جیسا کہ لفظ "زَوَّجۡنٰكَهَا" سے ظاہر ہے اور ڈر اسی بات کا تھا کہ بعض لوگ اس بات پر بدگوئی کر کے اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھیں یا گمراہی میں ترقی نہ کریں چونکہ مصالح مہمہ شرعیہ کے مقابلہ میں اس قسم کی جھجک بھی پیغمبر کی شان رفیع سے نازل تھی اس لئے بقاعدہ "حسنات الابرار سیئات المقربین" اس کو عتاب آمیز رنگ میں بھاری کر کے ظاہر فرمایا گیا۔ جیسا کہ عموماً انبیاء علیہم السلام کی زلات کے ذکر میں واقع ہوا ہے۔ **تنبیہ:** ہم نے جو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکاح کی خبر پہلے سے دے دی تھی۔ اس کی روایات فتح الباری سورۂ احزاب کی تفسیر میں موجود ہیں۔ باقی جو لغو اور دور از کار قصے اس مقام پر حاطب اللیل مفسرین و مؤرخین نے درج کر دیئے ہیں ان کی نسبت حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ "لَا يَنۡبَغِىۡ التَّشَاغُلُ بِهَا" اور ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ "اَحۡبَبۡنَا اَنۡ نَّضۡرِبَ عَنۡهَا صَفۡحًا لِعَدَمِ صِحَّتِهَا فَلَا نُوۡرِدُهَا"۔

النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ ۖ سُنَّةَ اللَّهِ

پیغمبر پر کچھ تنگی نہیں | ان باتوں میں جو مقرر کر دیں اللہ نے اس کے واسطے | جیسے دستور رہا ہے اللہ کا

فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا

ان لوگوں میں | جو گزرے پہلے | اور ہے حکم اللہ کا | مقرر

مَّقْدُورًا ﴿٣٨﴾ الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَ

ٹھہر چکا | وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں | پیغام اللہ کے | اور

يَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

ڈرتے ہیں اس سے | اور نہیں ڈرتے کسی سے | سوائے اللہ کے | اور بس ہے اللہ

حَسِيبًا ﴿٣٩﴾ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن

کفایت کرنے والا ۱۳۰ | محمد باپ نہیں کسی کا | تمہارے مردوں میں سے | لیکن

رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

رسول ہے اللہ کا | اور مہر سب نبیوں پر | اور ہے اللہ سب چیزوں کو

عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا

جاننے والا | اے ایمان والو | یاد کرو اللہ کی

متبنیٰ کی بیوہ سے نکاح میں کوئی حرج نہیں | یعنی اللہ کا حکم اٹل ہے جو بات اس کے یہاں طے ہو چکی ضرور ہو کر رہے گی۔ پھر پیغمبر کو ایسا کرنے میں کیا مضائقہ ہے جو شریعت میں روا ہو گیا۔ انبیاء وہ ہیں جو اللہ کے پیغامات پہنچانے میں اس کے سوا کسی کا ڈر نہیں رکھتے۔ پیغام رسانی میں ان کو کسی چیز کی پروا نہیں کہ کوئی کیا کہے گا۔ کہنے کے خیال سے بھی متاثر ہوتے۔ لہٰذا اس نکاح کے معاملہ میں رکاوٹ کیوں ہو۔ حضرت زینب زید کی بیوی تھیں۔

كَثِيرًا ۝٤١ وَّسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّأَصِيلًا ۝٤٢ هُوَ الَّذِي

بہت سی یاد — اور پاکی بولتے رہو اس کی — صبح — اور شام — وہی ہے جو

يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَٰٓئِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَٰتِ

رحمت بھیجتا ہے تم پر — اور اس کے فرشتے — تاکہ نکالے تم کو — اندھیروں سے

إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝٤٣ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ

اجالے میں — اور ہے ایمان والوں پر مہربان — دعا ان کی جس دن

يَلْقَوْنَهُ سَلَٰمٌ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ۝٤٤ يَٰٓأَيُّهَا

اس سے ملیں گے — سلام ہے — اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے — ثواب عزت کا — اے

النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۝٤٥ وَّ

نبی — ہم نے تجھ کو بھیجا بتانے والا — اور خوشخبری سنانے والا — اور ڈرانے والا — اور

دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ۝٤٦ وَبَشِّرِ

بلانے والا اللہ کی طرف — اس کے حکم سے — اور چمکتا ہوا چراغ — اور خوشخبری سنا دے

الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝٤٧ وَلَا

ایمان والوں کو — کہ ان کے لیے ہے — خدا کی طرف سے — بڑی بزرگی — اور کہا

تُطِعِ الْكَٰفِرِينَ وَالْمُنَٰفِقِينَ وَدَعْ أَذَىٰهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى

مت مان منکروں کا — اور دغابازوں کا — اور چھوڑ دے ان کا ستانا — اور بھروسہ کر

اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝٤٨ يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوٓا إِذَا

اللہ پر — اور اللہ بس ہے کام بنانے والا — اے ایمان والو — جب

◆ **آنحضرت کی بعثت کیلئے اللہ کا شکر ادا کرو** | یعنی حق تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس پر اس کا شکر ادا کرو۔ اور منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو، اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات، دن، صبح، شام، ہمہ اوقات اسی کو یاد رکھو۔

◆ **نزول ملائکہ اور نزول رحمت کا وعدہ** | یعنی اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔ یہی رحمت و برکت ہے جو تم کو ہاتھ پکڑ کر جہالت وضلالت کی اندھیریوں سے علم وتقویٰ کے اجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولت ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔ اسی کی مہربانی سے مومنین رشد وہدایت اور ایمان واحسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا، آخرت کا اعزاز واکرام آگے مذکور ہے۔

◆ یعنی اللہ ان پر سلام بھیجے گا اور فرشتے سلام کرتے ہوئے ان کے پاس آئیں گے۔ اور مومنین کی آپس میں بھی یہی دعا ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہے۔

◆ **آنحضرت کے مناقب** | یعنی اللہ کی توحید سکھاتے اور اس کا راستہ بتاتے ہیں۔ جو کچھ کہتے ہیں دل سے اور عمل سے اس پر گواہ ہیں اور محشر میں بھی امت کی نسبت گواہی دیں گے کہ خدا کے پیغام کو کس نے کس قدر قبول کیا۔

◆ یعنی نافرمانوں کو ڈراتے اور فرمانبرداروں کو خوشخبری سناتے ہیں۔

◆ **آپ سراج منیر ہیں** | پہلے جو فرمایا تھا کہ اللہ کی رحمت مومنین کو اندھیرے سے نکال کر اجالے میں لاتی ہے۔ یہاں بتلا دیا کہ وہ اجالا اس روشن چراغ سے پھیلا ہے۔ شاید چراغ کا لفظ اس جگہ اس معنی میں ہو جو سورۂ "نوح" میں فرمایا "وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا" (اللہ نے چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا) یعنی آپ آفتاب نبوت وہدایت ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں رہتی سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو ومدغم ہو گئیں۔

◆ **امت محمدیہ کی فضیلت وبرتری** | یعنی دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کو حضرت کے طفیل سب امتوں پر بزرگی اور برتری دی۔

◆ یعنی جب اللہ نے آپ کو ایسے کمالات اور ایسی برگزیدہ جماعت عنایت فرمائی تو آپ حسب معمول تبلیغ ودعوت واصلاح کو پوری مستعدی سے ادا کرتے رہیے اور اللہ کا حکم سنانے اور پہنچانے میں کسی کافر ومنافق کی ذرہ برابر پروا نہ کیجئے۔

◆ **اللہ آپ کا کارساز ہے** | یعنی اگر یہ بدبخت زبان اور عمل سے آپ کو ستائیں تو ان کا خیال چھوڑ کر اللہ پر بھروسہ رکھئے۔ وہ اپنی قدرت ورحمت سے سب کام بنا دے گا۔ منکروں کو راہ پر لے آنا یا سزا دینا سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کو اس فکر اور الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ ان کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ آپ جہاد وتبلیغ وغیرہ سے گھبرا کر اپنا کام چھوڑ بیٹھیں۔ اگر بفرض محال آپ ایسا کریں تو گویا ان کا مطلب پورا کر دیں گے اور ان کا کہا مان لیں گے۔ العیاذ باللہ۔

نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ

تم نکاح میں لاؤ مسلمان عورتوں کو | پھر ان کو چھوڑ دو | پہلے اس سے کہ

تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ

ان کو ہاتھ لگاؤ | سو ان پر تم کو حق نہیں | عدت میں بٹھانا | کہ گنتی پوری کراؤ

فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ

سو ان کو دو کچھ فائدہ | اور رخصت کرو | بھلی طرح سے ◆ | اے نبی ہم نے

اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ

حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں | جن کے مہر تو دے چکا ہے | اور جو مال ہو

يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ

تیرے ہاتھ کا | جو ہاتھ لگا دے تجھ کو اللہ ◆ | اور تیرے چچا کی بیٹیاں | اور پھوپھیوں کی بیٹیاں

وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَ

اور تیرے ماموں کی بیٹیاں | اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں | جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ | اور

امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ

جو عورت ہو مسلمان | اگر بخش دے اپنی جان | نبی کو | اگر نبی چاہے

اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

کہ اس کو نکاح میں لائے | یہ خالص ہے تجھ ہی کو | سوائے سب مسلمانوں کے

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

ہم کو معلوم ہے | جو مقرر کر دیا ہم نے ان پر | ان کی عورتوں کے حق میں | اور ان کے

مطلقہ قبل صحبت کی عدت | یعنی جو مرد اپنی عورت کو بغیر صحبت کئے طلاق دے اگر اس کا مہر بندھا تھا تو نصف مہر دینا ہوگا ورنہ کچھ فائدہ پہنچا کر (یعنی عرف اور حیثیت کے موافق ایک جوڑا پوشاک دے کر) خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دے۔ اور عورت اسی وقت چاہے تو نکاح کر لے۔ اس صورت میں عدت نہیں۔ (حنفیہ کے نزدیک خلوت صحیحہ بھی صحبت کے حکم میں ہے تفصیل فقہ میں دیکھ لی جائے) یہ مسئلہ یہاں بیان فرمایا۔ حضرت کی ازواج کے ذکر میں جس کا سلسلہ دور سے چلا آتا تھا۔ درمیان میں چند آیات کچھ مناسبت سے آ گئی تھیں۔ یہاں سے پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ حضرت نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جب اس کے نزدیک گئے کہنے لگی اللہ تجھ سے پناہ دے۔ حضرت نے اس کو جواب دیا کہ تو نے بڑے کی پناہ پکڑی۔ اس پر یہ حکم فرمایا اور خطاب فرمایا ایمان والوں کو تا معلوم ہو کہ پیغمبر کا خاص حکم نہیں، سب مسلمانوں پر یہی حکم ہے۔ اسی کے موافق حضرت نے اس کو جوڑا دے کر رخصت کر دیا۔ پھر وہ ساری عمر اپنی محرومی پر پچھتاتی رہی۔

یعنی لونڈیاں، باندیاں جو غنیمت وغیرہ سے ہاتھ لگی ہوں۔

أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا

ہاتھ کے مال میں | تا نہ رہے تجھ پر تنگی | اور ہے اللہ بخشنے والا

رَّحِيمًا ۞ تُرْجِي مَن تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَن

مہربان ◆ | پیچھے رکھ دے تو جس کو چاہے ان میں | اور جگہ دے اپنے پاس | جس کو

تَشَاءُ ۖ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ

چاہے | اور جس کو جی چاہے تیرا ان میں سے جن کو کنارے کر دیا تھا | تو کچھ گناہ نہیں تجھ پر ◆

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ

اس میں قریب ہے | کہ ٹھنڈی رہیں آنکھیں ان کی | اور غم نہ کھائیں | اور راضی رہیں سب پر

بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۚ

جو تو نے دیا ان سب کو | اور اللہ جانتا ہے | جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے

وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۞ لَّا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِن

اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا تحمل والا ◆ | حلال نہیں تجھ کو عورتیں | ان کے

بَعْدُ وَلَا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ

بعد | اور نہ یہ کہ ان کے بدلے کرے | اور عورتیں | اگرچہ خوش لگے تجھ کو

حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

ان کی صورت ◆ | مگر جو مال ہو تیرے ہاتھ کا ◆ | اور ہے اللہ ہر

شَيْءٍ رَّقِيبًا ۞ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ

چیز پر نگہبان ◆ | اے ایمان والو | مت جاؤ نبی کے

(جن میں کچھ تین قریشی تھیں) جو دنیا کا سب سے بڑا بے مثال انسان جو اپنے فطری قویٰ کے لحاظ سے کم از کم چار ہزار بیویوں کا مستحق ہو، کیا نو کا عدد دیکھ کر کوئی انصاف پسند اس پر کثرت ازدواج کا الزام لگا سکتا ہے۔

آنحضرتؐ کی ریاضت و مجاہدہ پھر جب ہم ایک طرف دیکھتے ہیں کہ آپؐ کی عمر تریپن سال سے متجاوز ہو چکی تھی، باوجود عظیم الشان فتوحات کے کبھی ایک دن پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے تھے۔ جو آتا اللہ کے راستہ میں دے ڈالتے، اختیاری فقر و فاقہ سے پیٹ کو پتھر باندھتے، مہینوں ازواج مطہرات کے مکانوں سے دھواں نہ نکلتا، پانی اور کھجور پر گذارا چلتا، روزہ پر روزہ رکھتے، کئی کئی دن افطار نہ کرتے، راتوں کو اللہ کی عبادت میں کھڑے رہنے سے پاؤں پر ورم ہو جاتا، لوگ دیکھ کر رحم کھاتے تھے، عیش و طرب کا سامان تو کیا، تمام بیویوں سے صاف کہہ دیا تھا کہ جسے آخرت کی زندگی پسند ہو، ہمارے ساتھ رہے جو دنیا کا عیش چاہے رخصت ہو جائے۔ ان حالات کے باوجود دوسری طرف دیکھا جاتا ہے کہ سب ازواج کے حقوق ایسا کمل و احسن طریقہ سے ادا فرماتے جس کا تحمل بڑے سے بڑا طاقتور مرد نہیں کر سکتا۔ اور میدان جنگ میں لشکروں کے مقابلہ پر جب بڑے بڑے جری و بہادر دل چھوڑ بیٹھتے تھے آپؐ پہاڑ کی طرح ڈٹے رہتے اور زبان سے فرماتے "إِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ أَنَا رَسُولُ اللّٰهِ" اور "أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔"

تعدد ازواج میں آپؐ کی معجزانہ شان بیویوں کا تعلق فرائض نبوت و رسالت کی بجا آوری میں ذرہ برابر فرق نہ ڈالتا۔ نہ کسی سخت سے سخت کام میں ایک منٹ کے لئے ضعف و تعب لاحق ہوتا۔ کیا یہ خارق عادت احوال اہل بصیرت کے نزدیک معجزہ سے کچھ کم ہیں؟ حقیقت میں جس طرح آپؐ کا بچپن اور آپؐ کی جوانی ایک معجزہ تھی، بڑھاپا بھی ایک معجزہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپؐ کی پاک زندگی کے ہر ایک دور میں پاک باز ہستیوں کے لئے نمونے رکھ دیئے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی کامل رہبری کر سکیں۔ ازواج مطہرات کی جس تعداد کثرت پر جاہلوں کو اعتراض ہے وہی امت مرحومہ کے لئے اس کا ذریعہ بنی کہ دین کا اتباع کرنے والے مرد اور عورتیں ان حکموں اور نمونوں سے بے تکلف واقف ہوں جو بالخصوص باطنی احوال اور خانگی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ گویا کثرت ازواج میں ایک بڑی مصلحت یہ ہوئی کہ خانگی معاشرت اور نسوانی مسائل کے متعلق نبی کے احکام اور اسوۂ حسنہ کی اشاعت کافی حد تک بے تکلف ہو سکے۔ نیز مختلف قبائل و طبقات کی عورتوں کے آپؐ کی خدمت میں رہنے سے ان قبائل اور جماعتوں کو آپؐ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا اور اس طرح ان کی وحشت و نفرت بھی کم ہوئی اور اپنے گھر کی عورتوں سے آپؐ کی پاکدامنی، خوبی اخلاق، حسن معاملہ اور سیادت کیرکٹر کو سن کر اسلام کی طرف رغبت بڑھی۔ شیطانی شکوک و اوہام کا ازالہ ہوا اور اس طرح خدا کے عاشقوں اور آپؐ کے فداکاروں اور دنیا کے ہادیوں کی وہ عظیم الشان جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ پرہیزگار دنیا کی کوئی جماعت (بجز انبیاء کے) آسمان کے نیچے کبھی نہیں پائی گئی اور جو کسی بڑے کیرکٹر رکھنے والے کی تربیت میں محال تھا کہ تیار ہو سکے۔

◆ **ازواج کے سلسلے میں آپ کیلئے خصوصی احکام** | یعنی واہبۃ النفس کے متعلق اختیار ہے قبول کریں یا نہ کریں۔ اور موجودہ بیویوں میں سے جس کو چاہیں رکھیں یا طلاق دے دیں۔ نیز جو بیویاں رہیں آپ پر قسم (باری باری سے رہنا) واجب نہیں۔ جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کر سکتے ہیں۔ اور جسے کنارے کر دیا ہو، اسے دوبارہ واپس لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حقوق و اختیارات آپ کو دیئے گئے تھے مگر آپ نے مدت العمر ان سے کام نہیں لیا۔ معاملات میں اس قدر عدل و مساوات کی رعایت فرماتے تھے جو بڑے سے بڑا محتاط آدمی نہیں کر سکتا۔ اس پر بھی اگر قلبی میلان کسی کی طرف بے اختیار ہو تو فرماتے۔ "اَللّٰھُمَّ ھٰذَا قَسْمِیْ فِیْمَا اَمْلِکُ فَلَا تَلُمْنِیْ فِیْمَا تَمْلِکُ وَلَا اَمْلِکُ" (اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے ان چیزوں میں جو میرے اختیار میں ہیں، جو چیز صرف تیرے قبضہ میں ہے میرے اختیار میں نہیں اس پر ملامت نہ کیجئے) شاید "وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا" میں اسی طرف اشارہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "کسی مرد کے کئی عورتیں ہوں تو اس پر باری سے سب کے پاس برابر رہنا واجب ہے، حضرت پر یہ واجب نہ تھا۔ اس واسطے کہ عورتیں اپنا حق نہ سمجھیں تو جو دیں راضی ہو کر قبول کریں (ورنہ روز یہ ای کھٹ پٹ اور جھنجھٹ رہا کرتی، مہمات دین میں خلل پڑتا، اور ازواج کی نظر بھی دنیا سے بالکل یکسو ہو کر مقصد اصلی کی طرف نہ ہوتی۔ اسی غم و فکر میں الجھن رہا کرتیں) پر حضرت نے اپنی طرف سے فرق نہیں کیا سب کی باری برابر رکھی۔ ایک حضرت سودہؓ نے (جب عمر زیادہ ہو گئی) اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی۔"

◆ یعنی جتنی قسمیں "اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْۤ اٰتَیْتَ" تک مذکور ہیں ان سے زیادہ حلال نہیں۔ اور جو اب موجود ہیں ان کو بدلنا حلال نہیں۔ یعنی یہ کہ ان میں سے کسی کو اس لئے چھوڑ دو کہ دوسری اس کی جگہ کر لاؤ۔ حضرت عائشہؓ و ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ یہ ممانعت آخر کو موقوف ہو گئی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آپؐ نے نہ اس کے بعد کوئی نکاح کیا نہ ان میں سے کسی کو بدلا۔ آپ کی وفات کے وقت سب ازواج برابر موجود تھیں۔

◆ **آنحضرتؐ کی کنیزیں** | یعنی لونڈی باندی۔ حضرت کی دو حرم مشہور تھیں۔ ایک ماریہ قبطیہ جن کے شکم سے صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے بچپن میں انتقال کر گئے۔ دوسری ریحانہ رضی اللہ عنہما۔

◆ یعنی اللہ کی نگاہ میں ہے جو اس کے احکام و حدود کی پابندی کرتے ہیں یا نہیں کرتے، اس کا خیال رکھ کر کام کرنا چاہئے۔

النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ

گھروں میں — مگر جو تم کو حکم ہو — کھانے کے واسطے — نہ راہ دیکھنے والے

إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ

اس کے پکنے کی — لیکن جب تم کو بلائے — تب جاؤ ◆ پھر جب کھا چکو

فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ

تو آپ اپنے گھر چلے جاؤ — اور نہ آپس میں جی لگا کر بیٹھو باتوں میں ◆ اس بات سے تمہاری

يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ

تکلیف تھی نبی کو — پھر تم سے شرم کرتا ہے — اور اللہ شرم نہیں کرتا

الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ

ٹھیک بات بتلانے میں ◆ اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی — تو مانگ لو — پردہ کے

حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ

باہر سے — اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے دل کو — اور ان کے دل کو ◆ اور تم کو

لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ

نہیں پہنچتا — کہ تکلیف دو اللہ کے رسول کو — اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس کی عورتوں سے

مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾

اس کے پیچھے کبھی — البتہ یہ تمہاری بات — اللہ کے یہاں — بڑا گناہ ہے ◆

إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اگر کھول کر کہو تم کسی چیز کو — یا اس کو چھپاؤ — سو اللہ ہے ہر چیز کو

عَلِيمًا ﴿٥٤﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ

جاننے والا ◆ کچھ گناہ نہیں ان عورتوں پر سامنے ہونے کا — اپنے باپوں سے — اور نہ اپنے بیٹوں سے

وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ

اور نہ اپنے بھائیوں سے — اور نہ اپنے بھائی کے بیٹوں سے — اور نہ اپنی بہن کے

أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ

بیٹوں سے — اور نہ اپنی عورتوں سے — اور نہ اپنے ہاتھ کے مال سے ◆

وَاتَّقِينَ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾

اور ڈرتی رہو اے عورتو اللہ سے — بے شک اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ◆

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اللہ اور اس کے فرشتے — رحمت بھیجتے ہیں نبی پر — اے ایمان

آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ

والو — رحمت بھیجو اس پر — اور سلام بھیجو سلام کہہ کر ◆ — جو لوگ

يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَ

ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو — ان کو پھٹکارا اللہ نے — دنیا میں — اور

الْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ

آخرت میں — اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے ذلت کا عذاب ◆ — اور جو لوگ

◆ یعنی زبان سے کہنا تو درکنار دل میں بھی ایسا وسوسہ نہ لاؤ کہ اللہ کے سامنے ظاہر و باطن سب یکساں ہے دل کا کوئی بھید اس سے پوشیدہ نہیں۔

◆ محارم کی تفصیل: ان لوگوں یعنی محارم کے سامنے عورتوں کے جانے میں کوئی حرج نہیں [illegible]

نہیں۔ اس بارہ میں جو حکم عام مستورات کو سورۂ "نور" میں دیا گیا ہے وہی ازواج مطہرات کا ہے۔ "ولا نسآئهن ولا ما ملكت ايمانهن" کی تشریح ہم سورۂ "نور" میں کر چکے ہیں وہاں مطالعہ کر لیا جائے۔

◆ یعنی پردہ کے جو احکام بیان ہوئے اور جو استثناء کیا گیا پوری طرح ملحوظ رکھو۔ باقی کوئی بندہ ہو یا بندی ظاہر و باطن میں حدود الٰہیہ ملحوظ رہنی چاہئیں۔ اللہ سے تمہارا کوئی حال چھپا ہوا نہیں۔ "يعلم خائنة الاعين وما تخفى الصدور"۔

◆ **صلوٰۃ علی النبی کا مفہوم** "صلوٰۃ علی النبی" کا مطلب ہے "نبی کی ثناء و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ" پھر جس کی طرف "صلوٰۃ" منسوب ہوگی اس کی شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم اور رحمت و عطوفت مراد ہوگی۔ جیسے کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر، بھائی بھائی پر مہربان ہے یا ایک دوسرے سے محبت کرتا ہے تو ظاہر ہے جس طرح کی محبت اور مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوعیت کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر ان دونوں سے جداگانہ ہوتی ہے۔ ایسے ہی یہاں سمجھ لو۔ اللہ بھی نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتا ہے یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ ﷺ کی ثناء اور اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبہ کے موافق ہوگی۔

آنحضرت ﷺ پر مومنین کی صلوٰۃ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو۔ اس کی حیثیت ان دونوں سے علیحدہ ہونی چاہئے۔ علماء نے کہا کہ اللہ کی صلوٰۃ رحمت بھیجنا اور فرشتوں کی صلوٰۃ استغفار کرنا اور مومنین کی صلوٰۃ دعا کرنا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! "سلام" کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا (یعنی نماز کے تشہد میں جو پڑھا جاتا ہے) "السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته" "صلوٰۃ" کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجئے جو ہم نماز میں پڑھا کریں۔ آپ ﷺ نے یہ درود شریف تلقین کیا "اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد۔ اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم انك حميد مجيد۔" غرض یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے مومنین کو حکم دیا کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ (رحمت) بھیجو۔ نبی نے بتلا دیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ اللہ سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیشمار رحمتیں ابد الآباد تک نبی پر نازل فرماتا رہے۔ کیونکہ ان کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر مزید رحمتیں نازل فرمانے کو ہم ناچیز بندوں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ گویا ہم نے بھیجی ہیں۔ حالانکہ جو کچھ بھیجا وہ اللہ ہی نے بھیجا۔ کسی بندہ کی کیا طاقت تھی کہ سید الانبیاء کی بارگاہ میں ان کے رتبہ کے لائق تحفہ پیش کر سکتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبر پر اور ان کے ساتھ ان کے گھرانے پر بڑی قبولیت رکھتی ہے۔ ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں مانگنے والے پر۔ اب جس کا جتنا جی چاہے اتنا حاصل کر لے۔" **تنبیہ** صلوٰۃ علی النبی کے متعلق مزید تفصیلات ان مختصر فوائد میں نہیں سما سکتیں۔ شروح حدیث میں مطالعہ کی جائیں۔ اور اس بارہ میں شیخ شمس الدین سخاوی کا رسالہ "القول البديع في الصلوٰة على الحبيب الشفيع" قابل دید ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں بقدر کفایت لکھ دیا ہے۔ فالحمد لله على ذالك۔

◆ **اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ستانے والے ملعون ہیں** جب مسلمانوں کو حکم تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ایذا کا سبب نہ بنیں بلکہ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کریں جس کی ایک صورت صلوٰۃ و سلام بھیجنا ہے۔ اب بتلاتے ہیں کہ اللہ و رسول کو ایذا دینے والے دنیا و آخرت میں ملعون ہیں اور آخرت میں رسوا کن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اللہ کو ستانا یہی ہے کہ اس کے پیغمبر کو ستائیں یا اس کی جناب میں نالائق باتیں کہیں۔

يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا

تہمت لگاتے ہیں مسلمان مردوں کو | اور مسلمان عورتوں کو | بدون گناہ کیے

فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ

تو اٹھایا انہوں نے | بوجھ جھوٹ کا | اور صریح گناہ کا ◆ | اے نبی | کہہ دے

لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

اپنی عورتوں کو | اور اپنی بیٹیوں کو | اور مسلمانوں کی عورتوں کو | نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی

جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اپنی چادریں ◆ | اس میں بہت قریب ہے | کہ پہچانی پڑیں | تو کوئی ان کو نہ ستائے | اور ہے اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

بخشنے والا مہربان ◆ | البتہ اگر باز نہ آئے منافق | اور جن کے دل میں

مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا

روگ ہے ◆ | اور جھوٹی خبریں اڑانے والے | مدینہ میں ◆ | تو ہم لگا دیں گے تجھ کو ان کے پیچھے | پھر نہ

يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۰﴾ ۚۛ مَّلْعُوْنِيْنَ ۛۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا

رہنے پائیں گے تیرے ساتھ اس شہر میں مگر تھوڑے دنوں | پھٹکارے ہوئے | جہاں پائے گئے | پکڑے گئے

وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿۶۱﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ

اور مارے گئے جان سے ◆ | دستور پڑا ہوا ہے اللہ کا ان لوگوں میں | جو پہلے ہو چکے ہیں | اور تو نہ

تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۶۲﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا

دیکھے گا اللہ کی چال بدلتی ◆ | لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں | قیامت کو | تو کہہ

عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ

اس کا علم ہے اللہ ہی کے پاس اور تم کیا جانو شاید وہ گھڑی

قَرِيْبًا ۝٦٣ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝٦٤

پاس ہی ہو ◆ بے شک اللہ نے پھٹکار دیا ہے منکروں کو اور رکھی ہے ان کے واسطے دہکتی ہوئی آگ ◆

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝٦٥ يَوْمَ

رہا کریں اس میں ہمیشہ نہ پائیں کوئی حمایتی اور نہ مددگار جس دن

تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ

اوندھے ڈالے جائیں گے ان کے منہ آگ میں ◆ کہیں گے کیا اچھا ہوتا جو ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا

وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝٦٦ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا

اور کہا مانا ہوتا رسول کا ◆ اور کہیں گے اے رب ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا

وَكُبَرَاۗءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝٦٧ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ

اور اپنے بڑوں کا پھر انہوں نے چوکا دیا ہم کو راہ سے اے رب ان کو دے دونا

مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۝٦٨ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

عذاب اور پھٹکار ان کو بڑی پھٹکار ◆ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ

تم مت ہو ان جیسے جنہوں نے ستایا موسیٰ کو پھر بے عیب دکھلایا اس کو اللہ نے

مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝٦٩ يٰٓاَيُّهَا

ان کے کہنے سے اور تھا اللہ کے یہاں آبرو والا ◆ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۷۰﴾

ایمان والو — ڈرتے رہو اللہ سے — اور کہو بات سیدھی

يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ

کہ سنوار دے تمہارے واسطے — تمہارے کام — اور بخش دے تم کو تمہارے گناہ

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾

اور جو کوئی کہنے پر چلا اللہ کے اور اس کے رسول کے — اس نے پائی — بڑی مراد ◆

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

ہم نے دکھلائی امانت — آسمانوں کو — اور زمین کو — اور

الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا

پہاڑوں کو — پھر کسی نے قبول نہ کیا — کہ اس کو اٹھائیں — اور اس سے ڈر گئے

وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾

اور اٹھا لیا اس کو انسان نے — بے شک وہ ہے بڑا بے ترس — نادان ◆

◆ **تقویٰ اور قول سدید** | یعنی اللہ سے ڈر کر درست اور سیدھی بات کہنے والے کو بہترین اور مقبول اعمال کی توفیق ملتی ہے اور تقصیرات معاف کی جاتی ہیں حقیقت میں اللہ و رسول کی اطاعت ہی میں حقیقی کامیابی کا راز چھپا ہوا ہے جس نے یہ راستہ اختیار کیا مراد کو پہنچ گیا۔

◆ **اللہ کی امانت اور انسان** | یعنی ستم کر دیا وہ بوجھ جو آسمان و زمین اور پہاڑوں سے نہ اٹھ سکا تھا اس نادان نے اپنے نازک کندھوں پر اٹھا لیا۔ آسمان بار امانت نتوانست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی اپنی جان پر ترس نہ کھایا۔ امانت کیا ہے؟ پرائی چیز رکھنی اپنی خواہش کو روک کر۔ آسمان و زمین وغیرہ میں اپنی خواہش کچھ نہیں یا ہے تو وہی ہے جس پر قائم ہیں۔ انسان میں خواہش اور ہے اور حکم خلاف اس کے۔ اس پرائی چیز (یعنی حکم) کو برخلاف اپنے جی کے تھامنا بڑا زور چاہتا ہے۔ اس کا انجام یہ ہے کہ منکر کو تقصیر پر پکڑا جائے اور ماننے والوں کا قصور معاف کیا جائے۔ اب بھی یہی حکم ہے کسی کی امانت کوئی جان کر ضائع کرے تو بدلہ (تاوان) دینا پڑے گا اور بے اختیار ضائع ہو جائے تو بدلہ نہیں۔" (موضح) اصل یہ ہے کہ حق

تعالیٰ نے اپنی ایک خاص امانت مخلوق کی کسی نوع میں رکھنے کا ارادہ کیا جو اس امانت کو اگر چاہے تو اپنی سعی و کسب اور قوت بازو سے محفوظ رکھ سکے اور ترقی دے سکے۔ تا اس سلسلہ میں اللہ کی ہر قسم کی شئون و صفات کا ظہور ہو مثلاً اس نوع کے جو افراد امانت کو پوری طرح محفوظ رکھیں اور ترقی دیں ان پر انعام و اکرام کیا جائے۔ جو غفلت یا شرارت سے ضائع کر دیں ان کو سزا دی جائے اور جو لوگ اس بارہ میں قدرے کوتاہی کریں ان سے عفو و درگذر کا معاملہ ہو۔

امانت کیا چیز ہے؟ میرے خیال میں یہ امانت ایمان و ہدایت کا ایک تخم ہے جو قلوب بنی آدم میں بکھیرا گیا۔ جس کو آپ "اختیار" بھی کہہ سکتے ہیں۔ "لا ایمان لمن لا امانة له" اسی کی نگہداشت اور تردد کرنے سے ایمان کا درخت اگتا ہے گویا آدم کے قلوب اتنی زمینیں ہیں۔ بیج بھی اسی نے ڈال دیا بارش برسانے کے لئے رحمت کے بادل بھی اس نے بھیجے جن کے سینوں سے وحی الٰہی کی بارش ہوئی۔ آدمی کا فرض یہ ہے کہ ایمان کے اس بیج کو جو امانت الٰہیہ ہے ضائع نہ ہونے دے بلکہ پوری سعی و جہد اور تدبر و تفکر سے اس کی پرورش کرے مبادا غلطی یا غفلت سے بجائے درخت اگنے کے بیج بھی سوخت ہو جائے اسی کی طرف اشارہ ہے حذیفہ کی اس حدیث میں "ان الامانة نزلت من السماء فی جذر قلوب الرجال ثم علموا من القرآن" (الحدیث) یہ امانت وہی تخم ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب رجال میں تخم ریزی کیا گیا۔ پھر علوم قرآن و سنت کی بارش ہوئی جس سے اگر ٹھیک طور پر انتفاع کیا جائے تو ایمان کا پودا اگے، بڑھے، پھولے، پھلے اور آدمی کو اس کے ثمرات شیریں سے لذت اندوز ہونے کا موقع ملے۔ اگر انتفاع میں کوتاہی کی جائے تو اسی قدر درخت کے ابھرنے اور پھولنے پھلنے میں نقصان رہے یا بالکل غفلت برتی جائے تو سرے سے تخم بھی برباد ہو جائے۔ یہ امانت تھی جو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو دکھلائی۔ مگر کس میں استعداد تھی جو اس امانت عظیمہ کو اٹھانے کا حوصلہ کرتا۔ ہر ایک نے زبان حال یا زبان قال سے اس کی برداشت سے انکار کر دیا کہ ہم سے یہ بار نہ اٹھ سکے گا۔ وجہ یہ تھی کہ بجز انسان کے کوئی مخلوق ہے جو اپنے کسب و محنت سے اس تخم ایمان کی حفاظت و پرورش کر کے ایمان کا شجر بار آور حاصل کر سکے۔ فی الحقیقت عظیم الشان امانت کا حق ادا کر سکنا اور ایک افتادہ زمین کو جس میں مالک نے تخم ریزی کی تھی خون پسینہ ایک کر کے باغ و بہار بنا لینا اسی ظلوم و جہول انسان کا حصہ ہو سکتا ہے جیسے پڑتی زمین قابل صورت اور محنت اندوزی کر کے کسی چیز کو بڑھانے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے اسی کو عطا فرمائی ہے۔

ظلوم و جہول کی تفسیر "ظلوم" و "جہول" "ظالم" و "جاہل" کا مبالغہ ہے۔ ظالم و جاہل وہ کہلاتا ہے جو بالفعل عدل اور علم سے خالی ہو مگر استعداد و صلاحیت ان صفات کے حصول کی رکھتا ہو۔ پس جو مخلوق بہ فطرت علم و عدل کے ساتھ متصف ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی یہ اوصاف اس سے جدا نہیں ہوئے مثلاً ملائکۃ اللہ یا جو مخلوق ان چیزوں کے حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی (مثلاً زمین آسمان پہاڑ وغیرہ) وہ ظاہر ہے کہ دونوں اس امانت الٰہیہ کے حامل نہیں بن سکتے۔ یہ صرف انسان ہے سوا "جن" کی نوع ہے جس میں فی الجملہ استعداد اس کے تحمل کی پائی جاتی ہے اسی لئے "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" میں دونوں کو جمع کیا گیا۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ اداء حق امانت کی استعدادوں میں اتنی ضعیف تھی کہ حمل امانت کے مقام میں جنوں کا ذکر و ورود خصوصاً قابل اعتناء نہیں سمجھے گئے۔ گویا وہ اس معاملہ میں انسان کے تابع قرار دیے گئے جن کا مستقل طور پر لینے کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ

تاکہ عذاب کرے اللہ — منافق مردوں کو — اور عورتوں کو — اور شرک والے مردوں کو

وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

اور عورتوں کو — اور معاف کرے اللہ — ایمان دار مردوں کو — اور عورتوں کو

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٣﴾ ع

اور ہے اللہ — بخشنے والا مہربان ۷۳

آیاتہا ٥٤ — سُوْرَةُ سَبَاٍ مَّكِّيَّةٌ (٣٤) (٥٨) — رکوعاتہا ٦

سورۂ سبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ

سب خوبی اللہ کی (کو) ہے — جس کا ہے — جو کچھ کہ ہے آسمان — اور زمین میں — اور اسی کی

الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١﴾ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ

تعریف ہے آخرت میں — اور وہی ہے حکمتوں والا سب کچھ جاننے والا ۱ — جانتا ہے جو کچھ اندر گھستا ہے

فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا

زمین کے — اور جو کچھ کہ نکلتا ہے اس سے — اور جو اترتا ہے آسمان سے — اور جو

يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ﴿٢﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

چڑھتا ہے اس میں ۲ — اور وہی ہے رحم والا بخشنے والا — اور کہنے لگے

میرے نزدیک اس جگہ "وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ الخ" کے معنی معاف کرنے کے لئے جائیں بلکہ ان کے حال پر متوجہ ہونے اور مہربانی فرمانے کے لئے بہتر ہے جیسے "لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ" میں لئے گئے ہیں۔ یہ مومنین کاملین کا بیان ہوا اور "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا" میں قاصرین و مقصرین کے حال کی طرف اشارہ فرما دیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ نسأل اللّٰه تعالیٰ أن يتوب علينا ويغفر لنا ويرحمنا بالفوز العظيم انه جل جلاله وعم نواله غفور رحيم. تم سورة الاحزاب ولله الحمد والمنة۔

سورۃ سبا

اللہ ہی تمام کائنات کا مالک ہے | یعنی سب خوبیاں اور تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اکیلا بلا شرکت غیرے تمام آسمانی و زمینی چیزوں کا مالک و خالق اور نہایت حکمت و خبرداری سے ان کی تدبیر کرتا ہے۔ اس نے یہ سلسلہ بیکار پیدا نہیں کیا۔ ایسے حکیم و دانا کی نسبت یہ گمان نہیں ہو سکتا۔ ضرورت ہے کہ یہ نظام آخر میں کسی اعلیٰ نتیجہ پر منتہی ہو، اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ اور جس طرح دنیا میں وہ اکیلا تمام تعریفوں کا مستحق ہے، آخرت میں بھی صرف اسی کی تعریف ہو گی۔ بلکہ یہاں تو بظاہر اوروں کی بھی تعریف ہو جاتی تھی کیونکہ مخلوق کا فعل خالق کے فعل کا پردہ اور اس کا کمال اس کے کمال حقیقی کا پرتو ہے لیکن وہاں سب وسائط اور پردے اٹھ جائیں گے جو کچھ ہو گا سب دیکھیں گے کہ اسی کی طرف سے ہو رہا ہے۔ اس لئے صورۃً و حقیقۃً ہر حیثیت سے تنہا اسی محمود مطلق کی تعریف رہ جائے گی۔

اللہ کا علم محیط ہے | یعنی آسمان و زمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر رکھی جاتی ہے۔ مثلاً جانور کیڑے مکوڑے، نباتات کا بیج، بارش کا پانی، مردہ کی لاش، اور جو اس کے اندر سے نکلتی ہے مثلاً کھیتی، سبزہ، معدنیات وغیرہ اور جو آسمان کی طرف سے اترتی ہے مثلاً بارش، وحی، تقدیر، فرشتے وغیرہ اور جو اوپر چڑھتی ہے مثلاً روح، دعاء، عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب انواع و جزئیات پر اللہ کا علم محیط ہے۔

یعنی یہ سب بستی اور چہل پہل اس کی رحمت اور بخشش سے ہے ورنہ بندوں کی ناشکری اور حق ناشناسی پر اگر ہاتھوں ہاتھ گرفت ہونے لگے تو ساری رونق ایک لمحہ میں ختم کر دی جائے۔ "وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ" (فاطر رکوع ۵)

كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ

منکر | نہ آئے گی ہم پر قیامت ◆ | تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی | البتہ آئے گی تم پر ◆

عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ

اس عالم الغیب کی ، غائب نہیں ہوتا اس سے | ذرہ بھر | آسمانوں

وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي

اور نہ زمین میں | اور کوئی چیز نہیں اس سے چھوٹی | اور نہ اس سے بڑی جو نہیں ہے

كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٣﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

کھلی کتاب میں ◆ | تاکہ بدلہ دے ان کو جو یقین لائے | اور کیے بھلے کام

أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي

وہ لوگ جو ہیں ان کے لیے ہے | معافی | اور عزت کی روزی | اور جو لوگ دوڑے

آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ﴿٥﴾

ہماری آیتوں کے ہرانے کو | ان کو ہے آفت کا عذاب | دردناک ◆

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ

اور دیکھ لیں | جن کو ملی ہے سمجھ | کہ جو تجھ پر اترا

مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ

تیرے رب سے | وہی ٹھیک ہے | اور سجھاتا ہے راہ | اس زبردست

الْحَمِيدِ ﴿٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ

خوبیوں والے کی ◆ | اور کہنے لگے منکر | ہم بتلائیں تم کو

کیوں نہیں آئے گی۔ اس کا مشاہدہ آگے آتا ہے۔ "اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ"

قیامت ضرور آئے گی | یعنی وہ معصوم و مقدس انسان جس کے صدق و امانت کا اقرار سب کو پہلے سے تھا اور اب براہین ساطعہ سے اس کی صداقت پوری طرح روشن ہو چکی، مؤکد قسم کھا کر اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، پھر تسلیم نہ کرنے کی کیا وجہ۔ ہاں اگر کوئی محال یا خلاف حکمت بات کہتا تو انکار کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن نہ یہ محال ہے نہ خلاف حکمت۔ پھر انکار کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں | یعنی اس عالم الغیب کی قسم جس کے علم محیط سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ بلکہ ذرہ سے چھوٹی بڑی کوئی چیز بھی غائب نہیں۔ شاید یہ اس لئے فرمایا کہ قیامت کے وقت کی تعیین ہم نہیں کر سکتے۔ اس کا علم اسی کو ہے جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ ہم کو جس کی خبر دی گئی بلا کم و کاست پہنچا دی۔ اور اس کا جواب بھی ہو گیا جو کہتے تھے "ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ الخ" یعنی جب ہمارے ذرات منتشر ہو کر مٹی میں مل گئے پھر کیسے دوبارہ اکٹھے کئے جائیں گے، تو بتلا دیا کہ کوئی ذرہ اس کے علم سے غائب نہیں۔ اور پہلے بتلایا جا چکا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز پر قبضہ اسی کا ہے لہٰذا اس کو کیا مشکل ہے کہ تمہارے منتشر ذرات کو ایک دم میں اکٹھا کر دے۔

تنبیہ | کھلی کتاب سے "لوح محفوظ" مراد ہے جس میں ہر چیز اللہ کے علم کے مطابق ثبت ہے۔

قیامت کس لئے آئے گی | یعنی قیامت کا آنا اس لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ان کی نیکی اور بدی کا پھل دیا جائے اور حق تعالیٰ کی جملہ صفات کا کامل ظہور ہو۔ **تنبیہ** | "جو لوگ دوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو" یعنی ہماری آیتوں کے ابطال اور لوگوں کو قولاً و فعلاً ان سے روکنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ گویا وہ (العیاذ باللہ) اللہ کو عاجز کرنا اور ہرانا چاہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس کے ہاتھ نہیں آئیں گے۔

قیام قیامت کی دوسری حکمت | یعنی اس واسطے قیامت آنی ہے کہ جن کو یقین تھا انہیں عین الیقین حاصل ہو جائے اور آنکھوں سے دیکھ لیں کہ قرآن کی خبریں سو بہ سو صحیح اور درست ہیں اور بیشک قرآن ہی وہ کتاب ہے جو اس زبردست خوبیوں والے خدا تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ بتاتی ہے۔ بعض مفسرین نے "وَيَرَى الَّذِيْنَ" الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ "وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ" کے برخلاف جو اہل علم ہیں (خواہ مسلمان یا اہل کتاب) وہ جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ قیامت وغیرہ کے متعلق قرآن کریم کا بیان بالکل صحیح ہے اور وہ آدمی کو وصول الی اللہ کے ٹھیک راستہ پر لے جاتا ہے۔

رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ

ایک مرد کہ تم کو خبر دیتا ہے جب تم پھٹ کر ہو جاؤ ٹکڑے ٹکڑے تم کو پھر

خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ

نئے سرے بنتا ہے کیا بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ یا اس کو سودا ہے ◆

بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِى الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ

کوئی بھی نہیں پر جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا آفت میں ہیں اور دور جا پڑے

الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ

غلطی میں ◆ کیا دیکھتے نہیں جو کچھ ان کے آگے ہے اور پیچھے ہے

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ

آسمان اور زمین سے اگر ہم چاہیں دھنسا دیں ان کو زمین میں

اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

یا گرا دیں ان پر ٹکڑا آسمان سے ◆ تحقیق اس میں

لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا

نشانی ہے ہر بندے رجوع کرنے والے کے واسطے ◆ اور ہم نے دی ہے داؤد کو اپنی طرف سے

فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ

بڑائی ◆ اے پہاڑو خوش آوازی سے پڑھو اس کے ساتھ اور اڑتے جانوروں کو ◆ اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے

الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا

لوہا کہ بنا زرہیں کشادہ اور اندازے سے جوڑ کڑیاں ◆ اور کرو تم سب

◆ **دوسری زندگی پر کفار کا استہزاء** کفار قریش نبی کریم ﷺ کی شان میں یہ گستاخی کرتے تھے۔ یعنی آؤ تمہیں ایک شخص دکھلائیں جو کہتا ہے کہ تم مٹی ہو کر اور ریزہ ریزہ ہو کر جب خاک میں مل جاؤ گے، پھر تم کو از سر نو بنا چنا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ بھلا ایسی مہمل بات کون قبول کر سکتا ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو یہ شخص جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ لگاتا ہے کہ اس نے ایسی خبر دی۔ نہیں تو سودائی ہے۔ دماغ ٹھکانے نہیں، دیوانوں کی سی بے تکی باتیں کرتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

◆ **قرآن کا جواب** یعنی نہ جھوٹ ہے نہ جنون۔ البتہ یہ لوگ عقل و دانش اور صدق و صواب کے راستہ سے بھٹک کر بہت دور جا پڑے ہیں۔ اور بیہودہ بکواس کر کے اپنے کو آفت میں پھنسا رہے ہیں۔ فی الحقیقت یہ بڑا عذاب ہے کہ آدمی کا دماغ اس قدر مختل ہو جائے کہ وہ خدا کے پیغمبروں کو مفتری یا مجنون کہنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

◆ **بعث بعد الموت اور قیامت کے دلائل** یعنی کیا یہ لوگ اندھے ہو گئے ہیں کہ آسمان و زمین بھی نظر نہیں آتے جو آگے پیچھے ہر طرف نظر ڈالنے سے نظر آ سکتے ہیں۔ ان کو تو وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ نے بنایا ہے۔ پھر جس نے بنایا اسے توڑنا کیا مشکل ہے اور جو ایسے عظیم الشان اجسام کو بنا سکتا اور توڑ پھوڑ سکتا ہے اسے انسانی جسم کا بگاڑ دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہوگا۔ یہ لوگ ڈرتے نہیں کہ اسی آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر رہ کر ایسے گستاخانہ کلمات زبان سے نکالیں۔ حالانکہ خدا چاہے تو ابھی ان کو زمین میں دھنسا کر یا آسمان سے ایک ٹکڑا گرا کر نیست و نابود کر دے اور قیامت کا چھوٹا سا نمونہ دکھلا دے۔

◆ یعنی جو بندے عقل و انصاف سے کام لے کر اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، اسی آسمان و زمین میں ان کے لئے بڑی بھاری نشانی موجود ہے وہ اس مستحکم اور پر حکمت نظام کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ضرور یہ ایک دن کسی اعلیٰ و اکمل نتیجہ پر پہنچنے والا ہے جس کا نام "دارالآخرۃ" ہے۔ یہ تصور کر کے وہ پیش از پیش اپنے مالک و خالق کی طرف جھکتے ہیں اور جو سامان و نعمتیں ان کو پہنچتی ہیں، تہ دل سے اس کے شکر گذار ہوتے ہیں، ان میں سے بعض بندوں کا ذکر آگے آتا ہے۔

◆ یعنی نبوت کے ساتھ غیر معمولی سلطنت عنایت فرمائی۔

◆ **حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ** حضرت داؤد علیہ السلام کبھی کبھی جنگل میں نکلتے، خدا کو یاد کرتے، خوف الٰہی سے روتے، تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے اور اپنی ضرب المثل خوش آوازی سے زبور پڑھتے، اس کی عجیب و غریب تاثیر سے پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح پڑھنے لگتے تھے اور پرندے ان کے گرد جمع ہو کر اسی طرح آواز کرتے۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو یہ خاص بزرگی عطا فرمائی تھی۔ ورنہ پہاڑوں کی تسبیح سے مراد محض ان کی آواز بازگشت ہو، یا وہ عام تسبیح جو ہر چیز زبان حال یا قال سے کرتی رہتی ہے تو حضرت داؤد کے مخصوص فضل و شرف کے ذیل میں اس چیز کا ذکر کرنا محض بے معنی ہوگا۔ (العیاذ باللہ) "یا جبال اوبی معہ" کا حکم تکوینی ہے۔

◆ **حضرت داؤد کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا تھا** یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہم نے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا۔ بدون آگ اور آلات صناعیہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے اور اس کی زرہیں تیار کر کے فروخت کرتے تا قوت بازو سے کما کر کھائیں۔ بیت المال پر اپنا بار نہ ڈالیں۔ کہتے ہیں کہ کڑیوں کی زرہ پہلے ان ہی سے نکلی کہ کشادہ ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ فراخ و کشادہ زرہیں تیار کرو اور اس کے حلقے اور کڑیاں ٹھیک اندازہ سے جوڑو جو بڑی چھوٹی اور پتلی موٹی ہونے کے اعتبار سے متناسب ہوں۔

صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ

کام بھلا ۔ میں جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہوں ◆ اور سلیمان کے آگے ہوا کو

غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ

صبح کی منزل اس کی ایک مہینہ کی ۔ اور شام کی منزل ایک مہینہ کی ۔ اور بہا دیا ہم نے اس کے واسطے چشمہ

الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ

پگھلے ہوئے تانبے کا ◆ اور جنوں میں کتنے لوگ تھے جو محنت کرتے اس کے سامنے ۔ اس کے رب کے حکم سے

وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝

اور جو کوئی پھرے ان میں سے ۔ ہمارے حکم سے ۔ چکھائیں ہم اس کو ۔ آگ کا عذاب ◆

يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ

بناتے اس کے واسطے ۔ جو کچھ چاہتا ۔ قلعے ۔ اور تصویریں ۔ اور لگن

كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ

جیسے تالاب ۔ اور دیگیں چولھوں پر جمی ہوئی ◆ کام کرو اے داؤد کے گھر والو احسان مان کر

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۝ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ

اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں احسان ماننے والے ◆ پھر جب مقرر کیا ہم نے ۔ اس پر

الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰي مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَاۗبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

موت کو ۔ نہ جتلایا ان کو ۔ اس کا مرنا ۔ مگر کیڑے نے زمین کے ۔ کہ کھاتا رہا

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ

اس کا عصا ۔ پھر جب وہ گر پڑا ۔ معلوم کیا جنوں نے ۔ کہ اگر خبر رکھتے ہوتے

◆ یعنی ان صنائع میں پڑ کر منعم حقیقی کی طرف سے غفلت نہ ہونے پائے۔ ہمیشہ عمل صالح کرتے رہو اور یاد رکھو کہ اللہ سب کام دیکھتا ہے۔

◆ **حضرت سلیمانؑ کا تخت اور تانبے کا چشمہ** | حضرت سلیمانؑ کا تخت تھا جو فضا میں اڑتا۔ ہوا اس کو شام سے یمن اور یمن سے شام لے چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ ایک مہینہ کی مسافت ہوا کے ذریعہ سے آدھے دن میں طے ہوتی تھی۔ سورۂ "انبیاء" اور سورۂ "نمل" میں اس کا کچھ بیان گزر چکا ہے اور آگے سورۂ "ص" میں آئے گا۔ اور پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے یمن کی طرف نکال دیا تھا۔ اس کو سانچوں میں ڈال کر جنات بڑے بڑے برتن (دیگیں اور لگن وغیرہ) تیار کرتے تھے جن میں ایک لشکر کا کھانا پکتا اور کھلایا جاتا۔

◆ **جنات کا تابع ہونا** | یعنی بہت سے جن جنہیں دوسری جگہ شیاطین سے تعبیر فرمایا ہے معمولی قلیوں اور خدمتگاروں کی طرح ان کے کام میں لگے رہتے تھے۔ اللہ کا حکم تھا کہ سلیمان کی اطاعت کریں ذرا سرکشی کی تو آگ میں پھونک دیا جائے گا۔

◆ **جنات کے کام** | یعنی بڑے بڑے محل، مسجدیں اور قلعے جنات تعمیر کرتے اور مجسم تصویریں بناتے (جو ان کی شریعت میں ممنوع نہیں ہوں گی، شریعت محمدیہ نے منع کر دیں) اور تانبے کے بڑے بڑے لگن بناتے جیسے حوض یا تالاب۔ اور دیگیں تیار کرتے جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکتی تھیں۔ ایک ہی جگہ رکھی رہتیں۔

◆ **آلِ داؤد کو شکر کا حکم** | یعنی ان عظیم الشان انعامات و احسانات کا شکر ادا کرتے رہو محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے وہ کام کرو جس سے حق تعالیٰ کی شکرگزاری ٹپکتی ہو۔ بات یہ ہے کہ احسان تو خدا کم و بیش سب پر کرتا ہے لیکن پورے شکرگزار بندے بہت تھوڑے ہیں، اور جب تھوڑے ہیں تو قدر زیادہ ہو گی۔ لہٰذا کامل شکرگزار بن کر اپنی قدر و منزلت بڑھاؤ۔ یہ خطاب داؤد کے گھرانے کو ہے کیونکہ علاوہ مستقل احسانات کے داؤد پر احسان کی وجہ سب پر احسان ہے۔ کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے تمام گھر والوں پر اوقات تقسیم کر دیئے تھے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی وقت ایسا نہ تھا جب ان کے گھر میں کوئی نہ کوئی شخص عبادت الٰہی میں مشغول نہ رہتا ہو۔

الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿١٤﴾ لَقَدْ كَانَ

غیب کی — نہ رہتے — ذلت کی تکلیف میں ◆ — تحقیق

لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ۚ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۖ

قوم سبا کو تھی — ان کی بستی میں نشانی — دو باغ — داہنے اور بائیں ◆

كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَ

کھاؤ روزی اپنے رب کی — اور اس کا شکر کرو ◆ — شہر ہے پاکیزہ — اور

رَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾ فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ

رب ہے گناہ بخشنے والا ◆ — سو دھیان میں نہ لائے — پھر چھوڑ دیا ہم نے ان پر — ایک نالا زور کا

وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَ

اور دیے ہم نے ان کو — بدلے میں ان دو باغوں کے — دو اور باغ — جن میں کچھ میوہ کسیلا تھا — اور

أَثْلٍ وَشَيْءٍ مِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ﴿١٦﴾ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۖ

جھاؤ — اور کچھ بیر تھوڑے سے ◆ — یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو — اس پر کہ ناشکری کی

وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ

اور ہم یہ بدلہ اسی کو دیتے ہیں جو ناشکر ہو ◆ — اور رکھی تھیں ہم نے ان میں — اور ان

الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا

بستیوں میں جہاں ہم نے برکت رکھی ہے — اکی بستیاں جو راہ پر نظر آتی تھیں — اور منزلیں مقرر کر دیں ہم نے ان میں

السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوا

آنے جانے کی — پھرو ان میں راتوں کو — اور دنوں کو — امن سے ◆ — پھر کہنے لگے

◆ **حضرت سلیمانؑ کی وفات کا عجیب واقعہ** | حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کے ہاتھوں مسجد بیت المقدس کی تجدید کرا رہے تھے جب معلوم کیا کہ میری موت آ پہنچی جنوں کو نقشہ بتلا کر آپ ایک شیشہ کے مکان میں دربند کر کے عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے جیسا کہ آپ کی عادت تھی کہ مہینوں خلوت میں رہ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اسی حالت میں فرشتہ نے روح قبض کر لی اور آپ کی نعش مبارک لکڑی کے سہارے کھڑی رہی۔ کسی کو آپ کی وفات کا احساس نہ ہو سکا۔ وفات کے بعد مدت تک جن بدستور تعمیر کرتے رہے۔ جب تعمیر پوری ہو گئی جس عصا پر ٹیک لگا رہے تھے گھن کے کھانے سے گرا تب سب کو وفات کا حال معلوم ہوا۔ اس سے جنات کو خود اپنی غیب دانی کی حقیقت کھل گئی اور ان کے معتقد انسانوں کو بھی پتہ لگ گیا کہ اگر انہیں غیب کی خبر ہوتی تو کیوں اس ذلت آمیز تکلیف میں پڑے رہتے۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کو محسوس کرتے ہی کام چھوڑ دیتے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ شیاطین وغیرہ کی تسخیر کچھ حضرت سلیمانؑ کا کسبی کمال نہ تھا محض فضل ایزدی تھا۔ جو اللہ چاہے تو موت کے بعد ایک لاش کے حق میں بھی قائم رکھ سکتا ہے۔ نیز سلیمان علیہ السلام پر زندگی میں جو انعامات ہوئے تھے یہ ان کی تکمیل ہوئی کہ موت کے بعد بھی ایک ضروری مدت تک انہیں جاری رکھا گیا۔ اور بتلا دیا کہ نعمتوں کے اتمام ہونے کا اصول کو اللہ تعالیٰ کس کس ڈھب سے پورا کراتا ہے۔ (ربط) یہاں تک بعض منیب اور شکر گذار بندوں کا ذکر تھا۔ آگے ایک معرض و ناسپاس قوم (سبا) کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو بڑے عیش و راحت اور خوشحالی و فارغ البالی کے بعد کفران و ناسپاسی کی سزا میں تباہ ہو گئی۔ یہ قوم یمن کی بڑی دولتمند اور ذی اقتدار قوم تھی جو صدیوں تک بڑے جاہ و جلال سے ملک پر حکومت کرتی رہی۔ ان ہی میں ایک وہ ملکہ تھی (بلقیس) جس کا حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں حاضر ہونا سورۂ "نمل" میں گذر چکا ہے۔ شاید یہاں سلیمانؑ کے بعد "سبا" کا ذکر اسی مناسبت سے کیا ہو۔

◆ **قوم سبا کے دو باغ** | یعنی باغوں کے دو طویل سلسلے دونوں جانب دائیں بائیں میلوں تک چلے گئے تھے کہ گویا خدا کی رحمت و قدرت کی یہی نشانی ایمان لانے اور شکر گذار بننے کے لئے کافی تھی۔

◆ گویا وہ نشانی زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو اور اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ کفر و عصیان اختیار کر کے ناشکری مت کرو۔ یا جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے انبیاء کی زبانی اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی ہوگی۔ کہتے ہیں تیرہ نبی اس قوم کی طرف بھیجے گئے۔ اگر یہ صحیح ہے تو حضرت مسیحؑ سے پہلے آتے رہے ہوں گے اور ان کے وارث بعد کو بھی اس قوم کی بربادی کے وقت تک سمجھاتے رہے ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

◆ **قوم سبا کی عمارتیں اور پانی کے بند** | مصنف "ارض القرآن" "سبا" کی عمارتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "اسی سلسلہ عمارات میں ایک چیز سد آب ہے جس کو عرب "سد" اور عرب یمن "عرم" کہتے ہیں۔ عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں۔ پانی پہاڑوں سے بہہ کر ریگستانوں میں خشک اور ضائع ہو جاتا ہے۔ زراعت کے مصرف میں نہیں آتا۔ "سبا" نے مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے

پھلوں کی جگہ کیلے درخت اور جھاڑ جھنکار رہ گئے جہاں انگور، چھوارے اور قسم قسم کی نعمتیں پیدا ہوتی تھیں اب وہاں پیلو، جھاؤ، کیکر اور بدمزہ پھل والے درختوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ان میں اگر تھیں تو تھوڑی سی جھڑ بیریاں یوں ہی کچھ تو یہ واقعہ حضرت مسیح اور نبی کریم ﷺ کے درمیانی عہد کا ہے۔ محققین آثار قدیمہ کو ابرہہ الاشرم کے زمانہ کا ایک بہت بڑا کتبہ سد عرم کی جگہ پر ملا ہے اس میں بھی اس بند کے ٹوٹنے کا ذکر ہے۔ مگر پتہ نہیں اس واقعہ کے بعد ہوا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جب اللہ نے چاہا عذاب بھیجے، گھونس پیدا ہوئی اس پانی کے بند میں اس کی جڑ کرید ڈالی۔ ایک بار پانی نے زور کیا، بند توڑ ڈالا، وہ پانی عذاب کا تھا، سب زمین پر پھر گیا، کام سے جاتی رہی۔ کہتے ہیں کہ بند ٹوٹنے کی پیشگوئی ایک کاہن نے کی تھی اس پر بہت لوگ وطن چھوڑ کر ادھر ادھر چلے گئے۔ جو باقی رہے انہیں ان باغوں کے بدلے بیری اور دوسری کڑوی چیزیں ملیں۔ واللہ اعلم۔

ان کی سخت سزا ہے، ناشکروں کو ایسی ہی ملا کرتی ہے۔ شرک سے بڑھ کر کیا ناشکری ہوگی۔ سورۂ نمل میں گذر چکا "وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (النمل رکوع ۲) غالباً یہ شرک اس قوم میں بلقیس کے بعد بھی باقی رہا ہوگا۔

برکت والی بستیاں | برکت والی بستیاں ملک شام کی ہیں یعنی ان کے ملک سے شام تک راستہ میں آبادیاں تھیں۔ سڑک کے کنارے کنارے دیہات کا سلسلہ ایسے اندازے سے رکھا گیا تھا کہ ہر ایک منزل پر کھانا پانی اور آرام کرنے کا موقع ملتا تھا۔ آبادیوں کے قریب ہونے اور بعید نہ ہونے سے مسافر کو کوئی کھٹکا نہ تھا۔ چوروں ڈاکوؤں کا خوف نہ، سفر گویا ایک طرح کی سیر تھی۔ مصنف ارض القرآن لکھتے ہیں۔

قوم سبا کی دولت و ثروت | "سبا" کی دولت و ثروت کی اساس بحری تجارت تھی۔ یمن ایک طرف سواحل ہندوستان کے مقابل واقع ہے۔ اور دوسری طرف سواحل افریقہ کے۔ سونا، بیش قیمت پتھر، مسالے، خوشبوئیں، ہاتھی دانت، یہ چیزیں حبش اور ہندوستان سے خلیج میں آکر اترتی تھیں۔ وہاں سے سبا اونٹوں پر لاد کر بحر احمر کے کنارے کنارے خشکی کی تجارت سے گزر کر شام و مصر جاتے تھے۔ قرآن مجید نے اس راستہ کو "امام مبین" (کھلا راستہ) اور اس سفر کا نام "رحلة الشتاء والصيف" رکھا ہے جس کو قریش نے جاری رکھا تھا۔ ان تجارتی کاروانوں کی آمد و رفت کے سبب یمن سے شام تک آبادیوں کی ایک قطار قائم تھی۔ جہاں بے خوف و خطر سفر ہوسکتا تھا۔" یونانی مورخ اراتستھنس ۱۹۳ ق م بیان کرتا ہے کہ "حضرموت" سے سبا کے ملک تک چالیس روز کا راستہ ہے اور معین سے ہو کر سرحدان میں ایلہ (عقبہ) پہنچتے ہیں۔

رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ

اے ہمارے رب دوری کر دے (فاصلہ کر دے) ہمارے سفروں میں ◆ اور انہوں نے اپنا برا کیا ◆ پھر کر ڈالا ہم نے ان کو

اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

کہانیاں ◆ اور کر ڈالا چیر کر ٹکڑے ٹکڑے ◆ اس میں پتے کی باتیں ہیں

لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ

ہر صبر کرنے والے شکر گزار کو ◆ اور سچ کر دکھلائی ان پر ◆ ابلیس نے

ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ

اپنی اٹکل ◆ پھر اسی کی راہ چلے ◆ مگر تھوڑے سے ایمان دار ◆ اور اس کا

لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ

ان پر کچھ زور نہ تھا ◆ مگر اتنے واسطے کہ معلوم کر لیں ہم اس کو جو یقین لاتا ہے آخرت پر

مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ؕ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع

جدا کر کے اس سے جو رہتا ہے آخرت کی طرف سے دھوکے میں ◆ اور تیرا رب ہر چیز پر ◆ نگہبان ہے

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ

تو کہہ ◆ پکارو ◆ ان کو جن کو گمان کرتے ہو ◆ سوائے اللہ کے ◆ وہ مالک نہیں

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ

ایک ذرہ بھر کے ◆ آسمانوں میں ◆ اور نہ زمین میں ◆ اور نہ ان کا

فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ

ان دونوں میں کچھ ساجھا ◆ اور نہ اس کا ان میں ◆ کوئی مددگار ◆ اور کام نہیں آتی

◆ **اہل سبا کی احمقانہ درخواست** | زبان حال سے کہا ہوگا اور ممکن ہے زبان قال سے کہنے لگے ہوں کہ اے اللہ! اس طرح سفر کا لطف نہیں آتا۔ منزلیں دور دور ہوں، آس پاس آبادیاں نہ ملیں، بھوک پیاس ستائے، تب سفر کا مزا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "آرام میں مستی آئی لگے تکلیف مانگنے کہ بیچے اور ملکوں کی خبر سنتے ہیں منزلوں میں پانی نہیں ملتا، آبادی نہیں ملتی۔ ویسا ہم کو بھی ہو۔ یہ بڑی ناشکری ہوئی۔ جیسے بنی اسرائیل نے من و سلویٰ سے اکتا کر لہسن و پیاز طلب کی تھی۔

◆ **سبائی تمدن کا زوال اور عذاب** | یعنی ہم نے شیرازہ بکھیر دیا اور ان کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ کنبے خاندان ادھر ادھر منتشر ہو گئے کوئی ایک طرف کوئی دوسری طرف نکل گیا۔ آبادیوں کے نام و نشان حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ اب ان کی صرف کہانیاں باقی رہ گئیں کہ لوگ سنیں اور عبرت پکڑیں۔ انکا وہ عظیم الشان تمدن اور شان و شکوہ سب خاک میں مل گیا۔ صاحب "ارض القرآن" ان کے زوال و تفرق کی توجیہ اس طرح کرتا ہے کہ یونانیوں اور رومیوں نے مصر و شام پر قبضہ پا کر ہندوستان و افریقہ کی تجارت کو بری راستے سے بحری راستہ کی طرف منتقل کر دیا اور تمام مال کشتیوں کے ذریعہ سے بحر احمر کی راہ مصر و شام کے سواحل پر اترنے لگا۔ اس طریق سفر نے یمن سے شام تک خاک اڑا دی اور سبا کی نو آبادیاں تباہ ہو کر رہ گئیں۔" مصنف موصوف نے یہ توجیہ معارف کی تحریر سے اخذ کی ہے ممکن ہے تفریق اور انتشار کا ایک ظاہری سبب یہ بھی ہو۔ مگر اسی پر حصر کر دینا صحیح نہیں۔

◆ **قوم سبا کا حال عبرتناک ہے** | یعنی ان حالات کو سن کر چاہیے عقلمند عبرت حاصل کریں جب اللہ فراخی اور عیش دے خوب شکر ادا کرتے رہیں اور تکلیف و مصیبت آئے تو صبر و تحمل اختیار کر کے اللہ سے مدد مانگیں۔

◆ **زوال کا سبب شیطان کا اتباع تھا** | پہلے روز ابلیس نے تخمینہ کر کے کہا تھا "لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا" (اسراء رکوع ۷) اور "ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۔" (اعراف۔ رکوع ۲) ویسے ہی نکلے۔

◆ **شیطان کو بہکانے کے علاوہ کوئی قدرت نہیں** | یعنی شیطان کو یہ قدرت نہ تھی کہ لاٹھی لے کر انکو زبردستی راہ حق سے روک دیتا۔ وہی بہکانا پھسلانا ہے اور اتنی قدرت بھی اس لئے دی گئی کہ بندوں کا امتحان و ابتلاء منظور تھا۔ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا اور بیوقوفی سے شک یا انکار کرنے میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضا یہی تھا کہ دنیا میں انسان کے لئے دونوں طرف جانے کے راستے کشادہ رکھیں۔ جیسا کہ پہلے کئی جگہ اسکی تقریر ہو چکی ہے ایسا نہیں کہ (معاذ اللہ) خدا کو خبر نہ ہو۔ بے خبری میں شیطان کسی بندے کو اچک لیجائے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر چیز اللہ کی نگاہ میں ہے اور تمام احوال و شئون کی دیکھ بھال وہی ہر وقت کرتا ہے جس کو جتنی آزادی دے رکھی ہے وہ بے وجہ سے نہیں، حکمت و مصلحت کی بناء پر ہے۔

◆ **مشرکین مکہ کو تنبیہ** | یہاں سے مشرکین مکہ کو خطاب ہے جن کی تنبیہ کے لئے "سبا" کا قصہ سنایا تھا۔ یعنی اللہ کے سوا جن چیزوں پر تم کو خدائی کا گمان ہے ذرا کسی آڑے وقت میں ان کو پکار دیکھو تو سہی، دیکھیں وہ کیا کام آتے ہیں۔

الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ

سفارش اس کے پاس مگر اس کو کہ جس کے واسطے حکم کر دے ◆ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جائے

قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ

ان کے دل سے کہیں کیا فرمایا تمہارے رب نے وہ کہیں فرمایا جو واجبی ہے اور وہی ہے سب سے اوپر

الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ

بڑا ◆ تو کہہ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے بتا دے

اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾

کہ اللہ ◆ اور یا ہم یا تم بے شک ہدایت پر ہیں یا پڑے ہیں گمراہی میں صریح ◆

قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾

تو کہہ تم سے پوچھ نہ ہوگی اس کی جو ہم نے گناہ کیا اور ہم سے پوچھ نہ ہوگی اس کی جو تم کرتے ہو

قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ

تو کہہ جمع کرے گا ہم سب کو رب ہمارا پھر فیصلہ کرے گا ہم میں انصاف کا اور وہی ہے قصہ چکانے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ

سب کچھ جاننے والا ◆ تو کہہ ◆ مجھ کو دکھلاؤ تو سہی جن کو اس سے ملاتے ہو ساجھی قرار دے کر ◆ کوئی نہیں

بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً

وہی اللہ ہے زبردست حکمتوں والا ◆ اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو سارے

لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

لوگوں کے واسطے خوشی اور ڈر سنانے کو لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ◆

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾

اور کہتے ہیں — کب ہے یہ وعدہ — اگر تم سچے ہو ◆

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا

تو کہہ — تمہارے لیے وعدہ ہے ایک دن کا — نہ دیر کرو گے اس سے — ایک گھڑی — نہ

تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا

جلدی ◆ — اور کہنے لگے منکر — ہم ہرگز نہ مانیں گے اس

الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

قرآن کو — اور نہ اس سے اگلے کو ◆ — اور کبھی تو دیکھے — جب گنہگار

مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ښ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ

کھڑے کیے جائیں — اپنے رب کے پاس — ایک دوسرے پر ڈالتا ہے

الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

بات کو ◆ — کہتے ہیں وہ لوگ جو کمزور گنے جاتے تھے — بڑائی کرنے والوں کو

لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

اگر تم نہ ہوتے — تو ہم ایمان دار ہوتے ◆ — کہنے لگے — بڑائی کرنے والے

لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى

ان سے جو کمزور گنے گئے تھے — کیا ہم نے روکا تم کو — حق بات سے

بَعْدَ اِذْ جَاۗءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

تمہارے پاس آ چکے کے بعد — کوئی نہیں پر تم ہی تھے گنہگار ◆ — اور کہنے لگے وہ لوگ جو

◆ یعنی جس گھڑی سے ڈراتے ہو وہ کب آئے گی؟ اگر سچے ہو تو جلدی بلا کر دکھلا دو۔

◆ **قیامت اپنے وقت پر آئے گی** | یعنی گھبراؤ نہیں۔ جس دن کا وعدہ ہے ضرور آ کر رہے گا۔ جب آئے گا تو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی۔ جلدی مچانے کے بجائے اس کی ضرورت ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے کچھ تیاری کر رکھو۔

◆ **کفار کا انکار** | یعنی ہم نہ قرآن کو مانیں نہ اگلی کتابوں کو جن میں تم آسمانی کتابیں بتلاتے ہو۔ مثلاً تورات و انجیل وغیرہ یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں جہاں دیکھو وہی حساب کتاب اور قیامت کا مضمون۔ سو ان چیزوں کو ہم ہرگز تسلیم کرنے والے نہیں۔

◆ یعنی جیسے ناکامی کے وقت ہوتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کو ناکامی کا سبب گردانتا ہے۔ محشر میں بھی کفار ایک دوسرے کو مورد الزام بنائیں گے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

◆ **کفار کا اپنے بڑوں سے مکالمہ** | دنیا میں جو لوگ نیچے کے طبقہ میں شمار ہوتے تھے اور دوسروں کے پیچھے چلتے تھے، وہ اپنے بڑے سرداروں کو الزام دیں گے کہ تم نے ہمیں اس مصیبت میں پھنسوایا۔ تمہاری روک نہ ہوتی تو ہم ضرور پیغمبروں کی بات مان لیتے اور یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔

◆ یعنی جب تمہارے پاس حق بات پہنچ گئی اور سمجھ میں آ گئی تھی کیوں قبول نہ کی کیا ہم نے زبردستی تمہارے دلوں کو ایمان و یقین سے روک دیا تھا؟ چاہیے تھا کہ کسی کی پروا نہ کر کے حق کو قبول کر لیتے۔ اب اپنا جرم دوسروں کے سر کیوں رکھتے ہو؟

اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

کمزور کیے گئے تھے — بڑائی کرنے والوں کو — کوئی نہیں بلکہ (یہ) فریب سے رات دن کے

إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا ۚ وَ

جب تم ہم کو حکم کیا کرتے — کہ ہم نہ مانیں اللہ کو — اور ٹھہرائیں اس کے ساتھ برابر کے ساتھی ◆ اور

أَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ

چھپے چھپے پچھتانے لگے — جب دیکھ لیا عذاب ◆ — اور ہم نے ڈالے ہیں طوق

فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا

گردنوں میں — منکروں کے ◆ — وہی بدلہ پاتے ہیں جو

يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ

عمل کرتے تھے ◆ — اور نہیں بھیجا ہم نے — کسی بستی میں — کوئی ڈرانے والا — مگر کہنے لگے ہیں

مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿٣٤﴾ وَقَالُوا نَحْنُ

وہاں کے آسودہ (خوشحال) لوگ — جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا ہم اس کو نہیں مانتے ◆ — اور کہنے لگے ہم

أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٣٥﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي

زیادہ ہیں مال اور اولاد میں — اور ہم پر آفت نہیں آنے والی ◆ — تو کہہ میرا رب ہے

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

جو کشادہ کر دیتا ہے روزی — جس کو چاہے — اور ماپ کر دیتا ہے — لیکن بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٦﴾ ع وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي

سمجھ نہیں رکھتے ◆ — اور تمہارے مال — اور تمہاری اولاد — وہ نہیں کہ

ع ۱۰

◆ یعنی بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا۔ مگر رات دن مکر و فریب اور طرح طرح کی تدبیر سے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب سے یہ ہی تلقین کی کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ بلکہ بعض مخلوقات کو بھی اس کا مماثل اور برابر کا شریک سمجھیں۔ آخر تمہاری شب و روز کی ترغیب و ترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔

◆ **آخرت میں کفار کا پچھتاوا** | یعنی جس وقت ہولناک عذاب سامنے آئے گا تابعین اور متبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں پچھتائیں گے۔ ہر ایک محسوس کرے گا کہ واقعی میں مجرم اور قصوروار ہوں۔ لیکن شرم کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے اور شدید اضطراب و خوف سے شاید بولنے کی قدرت بھی نہ ہو۔

◆ گردنوں میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پڑی ہوں گی۔

◆ یعنی جو عمل کیے تھے آج وہ اس سزا کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں جیسا کرو ویسا بھرو۔

◆ **کفار کا نشہ دولت** | یہ حضور کو تسلی دی گئی کہ آپ رؤسائے مکہ کے انحراف و سرکشی سے مغموم نہ ہوں۔ ہر زمانہ میں پیغمبروں کا مقابلہ ایسے ہی بدبخت رئیسوں نے کیا ہے۔ دولت و ثروت کا نشہ اور اقتدار طلبی کا جذبہ آدمی کو اندھا کر دیتا ہے۔ وہ کسی کے سامنے گردن جھکانا اور چھوٹے آدمیوں کے برابر بیٹھنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی لئے انبیاء کے اول متبعین عموماً ضعیف و مسکین لوگ ہوتے ہیں کما ورد فی حدیث ہرقل۔

◆ **رضائے الٰہی کا غلط معیار** | یعنی معلوم ہوا خدا ہم سے خوش اور راضی ہے ورنہ اتنا مال و اولاد کیوں دیتا۔ جب وہ خوش ہے تو ہم کو کسی آفت کا اندیشہ نہیں۔ تم فضول عذاب کی دھمکیاں دیتے ہو۔

◆ **دولت فراخی رضا کا معیار نہیں** | یعنی روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھتے نہیں۔ دنیا میں کتنے بدمعاش، شریر، بے ایمان، ملحد (دہریے) مزے اڑاتے ہیں حالانکہ ان کو کوئی مذہب بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ اور بہت سے خدا پرست پرہیزگار اور نیک بندے فاقے کھینچتے ہیں تو معلوم ہوا کہ دولت و افلاس یا تنگی و فراخی کسی کے محبوب و مقبول عند اللہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ معاملات تو دوسری مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہیں جن کو اللہ ہی جانتا ہے مگر بہت لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے۔

ومن الدليل على القضاء وحكمه

بؤس اللبيب وطيب عيش الاحمق

تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰٓ إِلَّا مَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَأُو۟لَٰٓئِكَ

نزدیک کر دیں ہمارے پاس تمہارا درجہ پر جو کوئی یقین لایا اور بھلا کام کیا ◆ سو

لَهُمْ جَزَآءُ ٱلضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا۟ وَهُمْ فِى ٱلْغُرُفَٰتِ ءَامِنُونَ ﴿٣٧﴾

ان کے لیے ہے بدلہ دونا (دوچند) ان کے کیے کاموں کا ◆ اور وہ جھروکوں میں بیٹھے ہیں دل جمعی سے

وَٱلَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِىٓ ءَايَٰتِنَا مُعَٰجِزِينَ أُو۟لَٰٓئِكَ فِى ٱلْعَذَابِ

اور جو لوگ دوڑتے ہیں ہماری آیتوں کے ہرانے کو وہ عذاب میں

مُحْضَرُونَ ﴿٣٨﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّى يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ

پکڑے ہوئے آتے ہیں ◆ تو کہہ میرا رب ہے جو کشادہ کر دیتا ہے روزی جس کو چاہے

مِنْ عِبَادِهِۦ وَيَقْدِرُ لَهُۥ ۚ وَمَآ أَنفَقْتُم مِّن شَىْءٍ فَهُوَ

اپنے بندوں میں اور ماپ کر دیتا ہے (جس کو چاہے) اور جو خرچ کرتے ہو کچھ چیز وہ

يُخْلِفُهُۥ ۖ وَهُوَ خَيْرُ ٱلرَّٰزِقِينَ ﴿٣٩﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا

اس کا عوض دیتا ہے اور وہ بہتر ہے روزی دینے والا ◆ اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو

ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ أَهَٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوا۟ يَعْبُدُونَ ﴿٤٠﴾

پھر کہے گا فرشتوں کو کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے ◆

قَالُوا۟ سُبْحَٰنَكَ أَنتَ وَلِيُّنَا مِن دُونِهِم ۖ بَلْ كَانُوا۟

وہ کہیں گے پاک ذات ہے تیری ہم تیری طرف میں ہیں نہ ان کی طرف میں نہیں پر

يَعْبُدُونَ ٱلْجِنَّ ۖ أَكْثَرُهُم بِهِم مُّؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ فَٱلْيَوْمَ لَا

پوجتے تھے (پوجتے رہے) جنوں کو یہ اکثر انہی پر اعتقاد رکھتے تھے ◆ سو آج

◆ یعنی مال و اولاد کی کثرت نہ قرب الٰہی کی علامت ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں مذکور ہوا اور نہ قرب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس کافر کے حق میں زیادت بعد کا سبب بن جاتا ہے۔ ہاں مومن اگر مال و دولت کو وجوہ خیر میں صرف کرے اور اولاد کو بہترین تعلیم و تربیت دلا کر نیک اور شائستہ بنائے تو ایسا مال و اولاد ایک درجہ میں قرب الٰہی کا سبب بنتا ہے۔ بہرحال وہاں مال و اولاد کی پوچھ نہیں۔ محض ایمان و عمل صالح کی پرسش ہے۔

◆ **مومنوں کو طاعات پر اجر عظیم** | یعنی کام پر جتنے اجر کا استحقاق ہے اس سے زائد ملے گا۔ کم از کم دس گنا اور زیادہ ہو تو سات سو گنا بلکہ اللہ چاہے تو اس سے بھی زیادہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ (بقرہ۔ رکوع ۳۶) یہاں ضعف سے مطلق زیادت مراد ہے۔

◆ یعنی جو بدبخت اللہ کی آیات کو رد کرنے اور ان پر طعن کرکے لوگوں کو ادھر سے روکتے ہیں گویا سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ و رسول کو ہرا دیں گے۔ وہ سب عذاب میں گرفتار ہو کر حاضر کئے جائیں گے ایک بھی چھوٹ کر نہ بھاگ سکے گا۔

◆ **رزق کی تنگی و فراخی اللہ کے ہاتھ میں ہے** | یہ مسلمانوں کو سنایا کہ تم وجوہ خیر میں خرچ کرتے وقت تنگی اور افلاس سے نہ ڈرنا۔ خرچ کرنے سے رزق کم نہیں ہو جاتا جو مقدر ہے پہنچ کر رہے گا۔ اللہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا چاہے دے۔ اس میں تمہارے خرچ کرنے نہ کرنے سے فرق نہیں پڑتا بلکہ وجوہ خیر میں خرچ کرنے سے برکت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس کا عوض دیتا ہے خواہ مال کی صورت میں یا قناعت و غنائے قلبی کی شکل میں اور آخرت میں بدلہ ملنا تو یقینی ہے۔ غرض اس کے ہاں کمی نہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھے اور اس کی مرضی کے سامنے فقر و فاقہ کا اندیشہ دل میں نہ لائے۔ "وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا" **تنبیہ** | آیت میں گویا اس طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ جس طرح دنیا میں تنگی اور فراخی کے اعتبار سے لوگوں کا حال متفاوت ہے آخرت میں بھی باعتبار مراتب ثواب و عذاب کے ایسا ہی تفاوت ہوگا۔

◆ **ملائکہ پرستی پر ملائکہ سے سوال** | بہت مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ بہت ان کے ہیاکل بنا کر پرستش کرتے تھے بلکہ بعض نے لکھا ہے کہ اصنام پرستی کی ابتداء ملائکہ پرستی ہی سے ہوئی۔ عمرو بن لحی یہ رسم شام سے حجاز میں لایا۔ بہرحال قیامت کے دن کفار کو سنا کر فرشتوں سے سوال کریں گے کہ کیا یہ لوگ تم کو پوجتے تھے؟ شاید مطلب یہ ہو کہ تم نے تو ان سے ایسا نہیں کہا۔ یا تم ان کے اس فعل سے خوش تو نہیں ہوئے۔ جیسے حضرت مسیح علیہ السلام سے سوال ہوگا "ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (مائدہ۔ رکوع ۱۶) اور سورۂ فرقان میں ہے "ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ" (فرقان۔ رکوع ۲)

◆ **ملائکہ کا جواب** | یعنی آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی کسی درجہ میں اس کا شریک ہو۔ (العیاذ باللہ) ہم کیوں ان کو ایسی بات سکھانے لگے تھے یا ایسی واہیات حرکت سے خوش ہوتے۔ ہماری رضا تو آپ کی رضا کے تابع ہے۔ ہم کو ان مجرموں سے کیا واسطہ ہم تو آپ کے فرمانبردار غلام ہیں۔ پھر یہ بدبخت تو حقیقت میں ہماری پرستش بھی نہیں کرتے تھے۔ نام ہمارا تھا شیطانوں کی پرستش تھی۔ فی الحقیقت ان کی عقیدت مندی ان ہی کے ساتھ ہے شیاطین ان کو جس طرف ہانکتے ہیں ادھر ہی جاتے ہیں خواہ فرشتوں کا نام لے کر یا کسی نبی اور ولی کا۔ بلکہ بعض تو علانیہ شیطان ہی کو پوجتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کسی جگہ غالباً سورۂ "انعام" میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۗ وَنَقُولُ لِلَّذِينَ

تم مالک نہیں ۔ ایک دوسرے کے بھلے نہ برے کے ◆ اور کہیں گے ہم

ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿٤٢﴾

ان ظالموں کو ۔ چکھو ۔ تکلیف اس آگ کی ۔ جس کو تم جھوٹ سمجھتے تھے

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ

اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے پاس ہماری آیتیں کھلی کھلی ۔ کہتے ۔ اور یہ تو نہیں مگر ایک مرد ہے

يُرِيدُ أَن يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ ۚ وَقَالُوا

چاہتا ہے ۔ کہ روک دے تم کو ان سے ۔ جن کو پوجتے رہے تمہارے باپ دادے ◆ اور کہتے

مَا هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُّفْتَرًى ۚ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ

اور یہ تو نہیں ہے (مگر) جھوٹ ہے باندھا ہوا ◆ اور کہتے ہیں منکر ۔ حق بات کو

لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٣﴾ وَمَا آتَيْنَاهُم

جب پہنچی (پہنچی) ان تک ۔ اور یہ تو نہیں (مگر) ایک جادو ہے صریح ◆ اور ہم نے دی نہیں ان کو

مِّن كُتُبٍ يَدْرُسُونَهَا ۖ وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِن

کچھ کتابیں ۔ کہ جن کو وہ پڑھتے ہوں ۔ اور بھیجا نہیں ان کے پاس ۔ تجھ سے پہلے ۔ کوئی

نَّذِيرٍ ﴿٤٤﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَغُوا مِعْشَارَ

ڈرانے والا ◆ اور جھٹلایا ہے ان سے اگلوں نے ۔ اور یہ نہیں پہنچے ۔ دسویں حصے

مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٤٥﴾ قُلْ إِنَّمَا

اس کے جو ہم نے ان کو دیا تھا پھر جھٹلایا انہوں نے میرے بھیجے ہوؤں کو ۔ تو کیسا ہوا انکار میرا ◆ تو کہہ

ع ۱۱

أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ ۖ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ

میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تم کو کہ اٹھ کھڑے ہو اللہ کے نام پر دو دو اور ایک ایک پھر

تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم

دھیان کرو کہ اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں یہ تو ایک ڈرانے والا ہے تم کو (پہلے)

بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿٤٦﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ

ایک بڑی آفت کے آنے سے ◆ تو کہہ جو میں نے تم سے مانگا ہو کچھ بدلہ

فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ

سو وہ تمہیں رکھو میرا بدلہ ہے اسی اللہ پر ◆ اور اس کے سامنے ہے

شَهِيدٌ ﴿٤٧﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٤٨﴾

ہر چیز ◆ تو کہہ میرا رب پھینک (پھینکتا) رہا ہے سچا دین اور وہ جانتا ہے سب چھپی چیزیں ◆

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ إِن

تو کہہ آیا دین سچا اور جھوٹ تو کسی چیز کو نہ پیدا کرے نہ دوبارہ پھیر کر لائے ◆ تو کہہ اگر

ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا

میں بہکا ہوا ہوں تو بہکوں گا اپنے ہی نقصان کو اور جو میں راہ پر ہوں سو اس سے جو وحی

يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا

بھیجتا ہے مجھ کو میرا رب بے شک وہ سب کچھ سنتا ہے نزدیک ◆ اور کبھی تو دیکھے جب یہ گھبرائیں

فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا

پھر نہ بچیں بھاگ کر اور پکڑے ہوئے آئیں نزدیک جگہ سے ◆ اور کہنے لگیں ہم نے اس کو

◆ **کفار مکہ کو آنحضرت کا وعظ** یعنی تعصب و عناد چھوڑ کر انصاف و اخلاص کے ساتھ اللہ کے نام پر اٹھ کھڑے ہو۔ اور کئی کئی مل کر بحث و مشورہ کرلو اور الگ الگ تنہائی میں غور کر کے سوچو کہ یہ تمہارا رفیق (محمد رسول اللہ ﷺ) جو چالیس برس سے زیادہ تمہاری آنکھوں کے سامنے رہا جس کے بچپن سے لے کر کہولت تک کے احوال و حالات تم نے دیکھے جس کی امانت و دیانت، صدق و عفاف اور فہم و دانش کے تم برابر قائل رہے۔ کبھی کسی معاملہ میں نفسانیت یا غرض پرستی کا الزام تم نے اس پر نہیں رکھا۔ کیا تم واقعی گمان کر سکتے ہو کہ العیاذ باللہ اسے بیٹھے بٹھائے جنون ہو گیا ہے جو خواہ مخواہ اس نے ایک طرف سے سب کو دشمن بنا لیا۔ کیا نہیں دیکھتے وہ کیسی حکمت کی باتیں کیا کرتے ہیں یا کوئی مجنون اپنی قوم کی اس قدر خیر خواہی اور ان کی اخروی فلاح اور دنیوی ترقی کا ایسا زبردست لائحہ عمل پیش کر سکتا ہے۔ وہ تم کو سخت مہلک خطرات اور تباہی انگیز مستقبل سے آگاہ کر رہا ہے۔ قوموں کی تاریخیں سناتا ہے۔ دلائل و شواہد سے تمہارا بھلا برا سمجھاتا ہے۔ یہ کام دیوانوں کے نہیں۔ ان اولوالعزم پیغمبروں کے ہوتے ہیں جنہیں احمقوں اور شریروں نے ہمیشہ دیوانہ کہا ہے۔

◆ یعنی میں تم سے اپنی محنت کا کچھ صلہ نہیں چاہتا۔ اگر تمہارے خیال میں کچھ معاوضہ طلب کیا ہو وہ سب تم اپنے پاس رکھو مجھے ضرورت نہیں۔ میرا صلہ تو خدا کے یہاں ہے۔ تم سے جو چیز طلب کرتا ہوں یعنی ایمان و اسلام وہ صرف تمہارے نفع کی خاطر۔ اس سے زائد میری کوئی غرض نہیں۔

◆ یعنی میری سچائی اور نیت اللہ کے سامنے ہے۔

◆ **حق غالب ہو کر رہے گا** یعنی اوپر سے وحی اتر رہی اور دین کی بارش ہو رہی ہے۔ موقع ہاتھ سے نہ جانے دو اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ جس زور سے اللہ تعالیٰ حق کو باطل کے سر پر پھینک کر مار رہا ہے اس سے ظاہر ہے کہ باطل کہاں ٹھہر سکے گا ضرور ہے ملیامیٹ ہو کر رہے اور آفاق میں دین حق کا ڈنکا بجے۔ اس کلام الہیہ کو اس نے خوب دیکھ بھال کر عین موقع پر حق و باطل کا سر کچلنے کے لئے بھیجا ہے۔ "بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو زاھق۔"

◆ یعنی دین حق آ پہنچا اب اس کا زور گھٹنے والا نہیں۔ سب پر غالب ہو کر رہے گا اور باطل کو زور نہ کرنے دے گا جھوٹ کے پاؤں کہاں جو حق کے سامنے چل سکے۔ وہ تو اب مرنے کا دھڑکا لگا ہوا ہے۔ فتح مکہ کے دن یہ آیت آپ کی زبان پر تھی۔

◆ یعنی اگر میں نے یہ ڈھونگ خود کھڑا کیا ہے تو کے دن چلے گا اس میں تو میرا ہی نقصان ہے۔ دنیا کی عداوت مول لینا، ذلت اٹھانا اور آخرت کی رسوائی قبول کرنا۔ (العیاذ باللہ) لیکن اگر میں سیدھے راستہ پر ہوں جیسا کہ واقعی ہوں تو سمجھ لو کہ یہ سب اللہ کی تائید و امداد اور وحی الٰہی کی برکت و ہدایت سے ہے جو کسی وقت میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی۔ میرا خدا سب کچھ سنتا ہے اور بالکل نزدیک ہے۔ وہ ہمیشہ میری مدد فرمائے گا۔ اور اپنے پیغام کو دنیا میں روشن کرے گا تم مانو یا نہ مانو۔

◆ **کفار کی حالت** یعنی یہ کفار یہاں باتیں بناتے ہیں مگر اس وقت عجیب حالت ہوگی جب یہ لوگ محشر کا ہولناک منظر دیکھ کر گھبرا جائیں گے اور کہیں بھاگ نہ سکیں گے۔ اس وقت گرفتاری کے لئے کہیں دور سے ان کو تلاش کرنا نہ پڑے گا۔ بلکہ نہایت آسانی سے فوراً جہاں کے تہاں گرفتار کر لئے جائیں گے۔

بِهٖ ۚ وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝ ۵۲ وَّقَدْ

یقین لائے اس پر، اور اب کہاں ان کا ہاتھ پہنچ سکتا ہے، دور جگہ سے (آخرت دور ہے)، اور اس سے

كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ

منکر رہے، پہلے سے، اور پھینکتے رہے بن دیکھے نشانے پر، دور کی

بَعِيْدٍ ۝ ۵۳ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ

جگہ سے، اور رکاوٹ پڑ گئی ان میں، اور ان کی آرزو میں، جیسا کیا گیا ہے

بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝ ۵۴

ان کے ہم طریقوں کے ساتھ اس سے پہلے، وہ لوگ تھے ایسے تردد میں جو چین نہ لینے دے

آیاتہا ۴۵ (۳۵) سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ (۴۳) رکوعاتہا ۵

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ

سب خوبی اللہ کو ہے، جس نے بنا نکالے آسمان اور زمین، جس نے ٹھہرایا فرشتوں کو

رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ

پیغام لانے والے، جن کے پر ہیں دو دو اور تین تین اور چار چار، بڑھا دیتا ہے پیدائش میں جو

مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ

چاہے، بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے، جو کچھ کہ کھول دے اللہ

لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ

لوگوں پر — رحمت میں سے — تو کوئی نہیں اس کو روکنے والا — اور جو کچھ روک لے (تو اس کو)

فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۲

تو کوئی نہیں اس کو بھیجنے والا (چھوڑنے والا) اس کے سوا — اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ

اے لوگو — یاد کرو احسان اللہ کا — اپنے اوپر — کیا کوئی ہے

خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ

بنانے والا — اللہ کے سوا — روزی دیتا ہے جو تم کو آسمان سے اور زمین سے — کوئی حاکم نہیں

اِلَّا هُوَ ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ

مگر وہ — پھر کہاں الٹے جاتے ہو (بہکے پھرتے ہو) — اور اگر تجھ کو جھٹلائیں — تو

كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۴

جھٹلائے گئے کتنے رسول — تجھ سے پہلے — اور اللہ تک — پہنچتے ہیں سب کام

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

اے لوگو — بے شک اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے — سو نہ بہکائے تم کو زندگی

الدُّنْيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

دنیا کی — اور نہ دغا دے تم کو اللہ کے نام سے — وہ دغاباز — تحقیق شیطان

لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا

تمہارا دشمن ہے — سو تم بھی سمجھو اس کو دشمن — وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو — اسی واسطے کہ ہوں

رحمت جسمانی ہو مثلاً بارش، روزی وغیرہ یا روحانی جیسے انزال کتب و ارسال رسل۔ غرض اللہ جب لوگوں پر اپنی رحمت کا دروازہ کھولے، کون ہے جو بند کر سکے۔

یعنی اپنی حکمت بالغہ کے موافق جو کچھ کرنا چاہے فوراً کر گذرے، ایسا زبردست ہے جسے کوئی نہیں روک سکتا۔

خالق ہی معبود ہو سکتا ہے | یعنی مانتے ہو کہ پیدا کرنا اور روزی کے سامان بہم پہنچا کر زندہ رکھنا سب اللہ کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ پھر معبودیت کا استحقاق کسی دوسرے کو کدھر سے ہو گیا، جو خالق و رازق حقیقی ہے وہی معبود ہونا چاہیئے۔

یعنی اس قدر سمجھانے اور حجت تمام کرنے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو غم نہ کیجئے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوا ہے۔ کوئی انوکھی بات نہیں۔ متعصب اور ضدی لوگ کبھی اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے۔ ایسوں کا معاملہ خدا کے حوالہ کیجئے۔ وہیں پہنچ کر سب باتوں کا فیصلہ ہو جائے گا۔

مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝٦ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ

دوزخ والوں میں ◆ جو منکر ہوئے ان کو سخت

شَدِيْدٌ ۥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ

عذاب ہے اور جو یقین لائے اور کیے بھلے کام ان کے لیے ہے معافی اور

اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝٧ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ۥ

بڑا ثواب بھلا ایک شخص کہ بھلی دکھائی گئی اس کو اس کے کام کی برائی پھر دیکھا اس نے اس کو بھلا

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ

کیونکہ اللہ بھٹکاتا ہے جس کو چاہے اور سمجھاتا ہے جس کو چاہے

فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ

سو تیرا جی (تیری جان) نہ جاتا رہے ان پر پچھتا پچھتا کر اللہ کو معلوم ہے

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝٨ وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

جو کچھ کرتے ہیں ◆ اور اللہ ہے جس نے چلائی ہیں ہوائیں پھر وہ اٹھاتی (ابھارتی) ہیں

سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ

بادل کو پھر ہانک لے گئے ہم اس کو ایک مردہ دیس کی طرف پھر زندہ کر دیا ہم نے اس سے زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝٩ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ

اس کے مر جانے کے بعد اسی طرح ہو گا جی اٹھنا ◆ جس کو چاہیے

الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ

عزت تو اللہ کے لیے ہے ساری عزت ◆ اسی کی طرف چڑھتا ہے کلام

◆ <u>شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے</u>: یعنی قیامت آنی ہے اور یقیناً سب کو اللہ تعالیٰ کی بڑی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ اس دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور وقتی عیش و بہار پر نہ پھولو اور اس مشہور دغاباز شیطان کے دھوکہ میں مت آؤ، وہ تمہارا ازلی دشمن ہے۔ کبھی اچھا مشورہ نہ دے گا۔ یہی کوشش کرے گا کہ اپنے ساتھ تم کو بھی دوزخ میں پہنچا کر چھوڑے۔ طرح طرح کی باتیں بنا کر خدا اور آخرت کی طرف سے غافل کرتا رہے گا۔ چاہئے کہ تم بھی دشمن کو دشمن سمجھو اس کی بات نہ مانو۔ اس پر ثابت کر دو کہ ہم تیری مکاریوں کے جال میں پھنسنے والے نہیں۔ خوب سمجھتے ہیں کہ تو دوستی کے لباس میں بھی دشمنی کرتا ہے۔

◆ <u>نیک اور بد برابر نہیں</u>: یعنی شیطان نے جس کی نگاہ میں برے کام کو بھلا کر دکھایا، کیا وہ شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے فضل سے بھلے برے کی تمیز رکھتا ہے۔ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ جب دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ کوئی آدمی دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کیونکر سمجھ لے گا۔ اللہ جس کو بوجہ سوء استعداد اور سوء اختیار کی بنا پر بھٹکانا چاہے اس کی عقل اسی طرح اوندھی ہو جاتی ہے اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تب کسی شیطان کی طاقت نہیں جو اسے غلط راستے پر ڈال سکے یا الٹی بات سمجھا دے۔ بہرحال جو شخص شیطانی اغواء سے برائی کو بھلائی، بدی کو نیکی اور زہر کو تریاق سمجھ لے کیا اس کے سیدھے راستہ پر آنے کی کچھ توقع ہو سکتی ہے؟ جب نہیں ہو سکتی اور سلسلہ ہدایت و ضلالت کا سب اللہ کی مشیت و حکمت کے تابع ہے۔ تو آپ ان معاندین کے غم میں اپنے کو کیوں گھلاتے ہیں اور اس حسرت میں کہ یہ بدبخت اپنے فائدہ کی بات کو کیوں قبول نہیں کرتے، کیا آپ اپنی جان دے دیں گے۔ آپ ان کا قصہ ایک طرف کیجئے۔ اللہ ان کی سب کرتوت جانتا ہے۔ وہ خود ان کا بھگتان کر دے گا۔ آپ بالکل غمگین نہ ہوں۔

◆ <u>بارش اور بادل سے حشر پر استدلال</u>: خدا کے حکم سے ہوائیں بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں اور جس ملک کا رقبہ مردہ پڑا تھا یعنی خشک و بنجر ہو رہا تھا، چاروں طرف خاک اڑ رہی تھی، بارش کے پانی سے اس میں جان پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی مرے پیچھے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ روایات میں ہے کہ جب اللہ مردوں کو زندہ کرنا چاہے گا، عرش کے نیچے سے ایک (خاص قسم کی) بارش ہو گی جس کا پانی پڑتے ہی مردے اس طرح جی اٹھیں گے جیسے ظاہری بارش ہونے پر دانہ زمین سے اگ آتا ہے۔ مزید تفصیل روایات میں دیکھنی چاہئے۔

◆ <u>عزت اللہ کی اطاعت میں ہے</u>: کفار نے دوسرے معبود اس لئے ٹھہرائے تھے کہ اللہ کے ہاں ان کی عزت ہو گی۔ "وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اٰلِھَۃً لِّیَکُوْنُوْا لَھُمْ عِزًّا" (مریم۔ رکوع ۵) اور بہت لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستانہ کرتے تھے کہ اس سے ان کی عزت بڑھے گی۔ "اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَھُمُ الْعِزَّۃَ فَاِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا" (نساء۔ رکوع ۲۰) اس قسم کے لوگوں کو بتلایا کہ جو شخص دنیا و آخرت کی عزت چاہے اسے چاہئے کہ اللہ سے طلب کرے۔ عزت مطلق تو وہ ہے اسی کی فرمانبرداری اور یادگاری سے اصلی عزت میسر آتی ہے۔ تمام عزتوں کا مالک وہی اکیلا ہے جس کسی کو عزت ملی یا ملے گی وہیں کے خزانہ سے ملی ہے یا ملے گی۔

الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ

ستھرا ◆ اور کام نیک اس کو اٹھا لیتا ہے ◆ اور جو لوگ داؤ میں ہیں

السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ

برائیوں کے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا داؤ ہے

يَبُورُ ۝١٠ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ

ٹوٹنے کا ◆ اور اللہ نے تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے پھر

جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا ۚ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا

بنایا تم کو جوڑے جوڑے اور نہ پیٹ رہتا ہے کسی مادہ کو اور نہ وہ جنتی ہے

بِعِلْمِهِ ۚ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُعَمَّرٍ وَلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهِ

بن خبر اس کے ◆ اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر

إِلَّا فِي كِتَابٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝١١ وَمَا

مگر لکھا ہے کتاب میں بےشک یہ اللہ پر آسان ہے ◆ اور

يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ۖ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ

برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے خوشگوار

وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَ

اور یہ کھارا کڑوا اور دونوں میں سے کھاتے ہو گوشت تازہ اور

تَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۖ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ

نکالتے ہو گہنا جس کو پہنتے ہو ◆ اور تو دیکھے جہازوں کو اس میں

◆ **کلام طیب کی فضیلت** | ستھرا کلام جیسے ذکر اللہ، دعاء، تلاوۃ القرآن، علم و نصیحت کی باتیں، یہ سب چیزیں اس بارگاہ رب العزت کی طرف چڑھتی ہیں اور قبول و ارتضاء کی عزت حاصل کرتی ہیں۔

◆ **عمل صالح کی رفعت و بلندی** | ستھرے کلام (ذکر اللہ وغیرہ) کا ذاتی اقتضاء ہے اوپر چڑھنا۔ اس کے ساتھ دوسرے اعمال صالحہ ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ ابھارتے اور بلند کرتے رہتے ہیں۔ اچھے کلام کو بدون اچھے کاموں کے پوری رفعت شان حاصل نہیں ہوتی۔ بعض مفسرین نے وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ کی ضمیروں کا مرجع بدل کر یہ معنی لیے ہیں کہ ستھرا کلام اچھے کام کو اونچا اور بلند کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے اور بعض نے یرفعہ کی ضمیر اللہ کی طرف لوٹائی ہے یعنی اللہ عمل صالح کو بلند کرتا اور معراج قبول پر پہنچاتا ہے۔ بہرحال غرض یہ ہے کہ بھلے کام اور اچھے کلام دونوں عزت و رفعت کو چاہتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ سے عزت کا طالب ہو وہ ان چیزوں کے ذریعہ سے حاصل کرے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی عزت اللہ کے ہاتھ ہے۔ تمہارے ذکر اور بھلے کام چڑھتے جاتے ہیں۔ جب اپنی حد کو پہنچیں گے تب بدی پر (پورا) غلبہ (حاصل) کریں گے۔ کفر دفع ہوگا اسلام کو عزت ہوگی۔" مکاروں کے سب داؤ گھات باطل اور بیکار ہو کر رہ جائیں گے۔

◆ **مکاروں کیلئے عذاب** | یعنی جو لوگ بری تدبیریں سوچتے اور حق کے خلاف داؤ گھات میں رہتے ہیں آخر ناکام ہو کر خسارہ اٹھائیں گے۔ دیکھو قریش نے "دار الندوہ" میں بیٹھ کر حضورؐ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا وطن سے نکالنے کے مشورے کیے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ "جنگ بدر" کے موقع پر وہی لوگ وطن سے نکلے، مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوئے اور قلیب بدر میں ہمیشہ کے لئے قید کر دیئے گئے۔

◆ **انسان کی تخلیق** | یعنی آدم کو مٹی سے پھر اس کی اولاد کو پانی کی بوند سے پیدا کیا۔ پھر مرد و عورت کے جوڑے بنا دیئے جس سے نسل چلی۔ اس درمیان میں استقرار حمل سے لے کر بچہ کی پیدائش تک جو ادوار و اطوار گذرے سب کی خبر خدا ہی کو ہے۔ ماں باپ بھی نہیں جانتے کہ اندر کیا کیا صورتیں پیش آئیں۔

◆ **ہر شئے کی عمر پہلے سے لکھی ہوئی ہے** | یعنی جس کی جتنی عمر ہے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور جو اسباب عمر کے گھٹنے بڑھنے کے ہیں یا یہ کہ کون عمر طبعی کو پہنچے گا کون نہیں، سب اللہ کے علم میں ہے اور اللہ کو ان جزئیات پر احاطہ رکھنا بندوں کی طرح کچھ مشکل نہیں۔ اس کو تو تمام ما کان و ما یکون، جزئی، کلی، غیب، شہادت کا علم ازل سے حاصل ہے۔ اس کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر کام کی حد ہوتی ہے جیسے آدمی کا بڑھنا گھٹنا اپنی عمر مقدر کو پہنچا اسی طرح سمجھو اسلام بتدریج بڑھے گا جب پورا ہوگا تو کفر کو مغلوب و مقہور کر کے چھوڑے گا۔

◆ **کفر اور اسلام کی مثال مظاہر فطرت سے** | اوپر سے دلائل توحید اور شواہد قدرت بیان ہوتے آ رہے ہیں۔ اسی کے ضمن میں لطیف اشارے اسلام کے غلبہ کی طرف بھی ہوتے جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی کفر اور اسلام برابر نہیں خدا کفر کو مغلوب ہی کرے گا اگرچہ تم کو دونوں سے فائدہ ملے گا۔ مسلمانوں سے قوت دین اور کافروں سے جزیہ خراج اور گوشت میٹھے کھاری دونوں دریاؤں سے نکلتا ہے یعنی مچھلی۔ اور گہنا (زیور) یعنی موتی، مونگا اور جواہرات اکثر کھاری سے نکلتے ہیں۔"

مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

کہ چلتے ہیں پانی کو پھاڑتے تاکہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ تم حق مانو ◆

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ

رات گھساتا ہے دن میں اور دن گھساتا ہے رات میں اور

سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

کام میں لگا دیا سورج اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے ایک مقرر وعدہ تک ◆

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

یہ اللہ ہے تمہارا رب اسی کے لیے بادشاہی ہے اور جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ

اس کے سوا وہ مالک نہیں کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے ◆ اگر تم ان کو پکارو

لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ

سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں پہنچیں نہیں (پہنچ نہ سکیں) تمہارے کام پر

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ

اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شریک ٹھہرانے سے ◆ اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو

مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى

ع ۲ ۱۴

جیسا بتلائے خبر رکھنے والا ◆ اے لوگو تم محتاج

اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ

اللہ کی طرف اور اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا ◆ اگر چاہے تم کو لے جائے اور

بحری جہاز | اکثر بڑی بڑی تجارتیں جہازوں کے ذریعہ سے ہوتی ہیں۔ ان سے جو منافع حاصل ہوں یہ بھی اللہ کا فضل ہے۔ ان تمام انعامات پر انسان کو چاہیے مالک کا شکر ادا کرے۔

لیل و نہار کے تغیرات | یہ مضمون پہلے کئی جگہ گزر چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی رات دن کی طرح کبھی کفر غالب ہے کبھی اسلام اور سورج چاند کی طرح ہر چیز کی مدت بندھی ہے۔ دیر سویر نہیں ہوتی۔" حق کا نمایاں غلبہ اپنے وقت پر ہوگا۔

باطل معبودوں کی حقیقت | یعنی جس کی صفات و شئون اوپر بیان ہوئیں حقیقت میں یہ ہے تمہارا سچا پروردگار اور کل زمین و آسمان کا بادشاہ۔ باقی جنہیں تم خدا قرار دے کر پکارتے ہو۔ وہ مسکین بادشاہ تو کیا ہوتے کھجور کی گٹھلی پر جو باریک جھلی سی ہوتی ہے اس کے بھی مالک نہیں۔

یعنی جن معبودوں کا سہارا ڈھونڈتے ہو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور توجہ کرتے بھی تو کچھ کام نہ آ سکتے۔ بلکہ قیامت کے دن تمہاری مشرکانہ حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کریں گے اور بجائے مددگار بننے کے دشمن ثابت ہوں گے۔

اللہ ہی سچی خبر دینے والا ہے | یعنی اللہ سے زیادہ احوال کون جانے وہی فرماتا ہے کہ یہ شریک غلط ہیں جو کچھ کام نہیں آ سکتے ایسی ٹھیک اور پکی خبریں اور کون بتلائے گا۔

تمام انسان اللہ کے محتاج ہیں | یعنی سب لوگ اسی اللہ کے محتاج ہیں جسے کسی کی احتیاج نہیں کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ پھر وہی مستحق عبادت و استعانت کا ہوا۔

بِاَتٍ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿١٧﴾

لے آئے ایک نئی خلقت — اور یہ بات اللہ پر — مشکل نہیں

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ

اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا — بوجھ دوسرے کا — اور اگر پکارے — کوئی بوجھل

اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ

اپنا بوجھ اٹھانے کو — کوئی نہ اٹھائے اس میں سے ذرا بھی — اگرچہ ہو قرابتی

اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا

تو تو ڈر سنا دیتا ہے ان کو (انہی کو) — جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے — بن دیکھے — اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى

نماز — اور جو کوئی سنورے گا — تو یہی ہے کہ سنورے گا اپنے فائدہ کو — اور

اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿١٩﴾

اللہ کی طرف سب کو پھر جانا — اور برابر نہیں — اندھا — اور دیکھتا

وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾

اور نہ اندھیرا — اور نہ اجالا — اور نہ سایہ — اور نہ لو

وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ

اور برابر نہیں — جیتے (زندے) — اور نہ مردے — اللہ سناتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ اِنْ اَنْتَ

جس کو چاہے — اور تو نہیں سنانے والا — قبر میں پڑے ہوؤں کو — تو تو

◆ یعنی تم نہ مانو تو وہ قادر ہے کہ تم کو ہٹا کر دوسری مخلوق آباد کر دے جو ہمہ وجوہ اس کی فرمانبردار اور اطاعت گذار ہو، جیسے آسمانوں پر فرشتے اور ایسا کرنا اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔ لیکن اس کی حکمت کا اقتضاء یہ ہے کہ زمین پر یہ سب سلسلے چلتے رہیں۔ اور آخر میں ہر ایک اپنے نیک و بد عمل کا بدلہ پائے تا اس طرح اس کی تمام صفات کا ظہور ہو۔

◆ **قیامت میں ہر شخص اپنا بوجھ اٹھائے گا** | یعنی نہ کوئی از خود دوسرے کا بوجھ اپنے سر رکھے گا کہ اس کے گناہ اپنے اوپر لے لے اور نہ دوسرے کے پکارنے پر اس کا کچھ بوجھ ہٹا سکے گا خواہ قریبی رشتہ داری کیوں نہ ہو۔ سب کو نفسی نفسی پڑی ہو گی۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت ہی سے بیڑا پار ہو گا۔

◆ یعنی آپ کے ڈرانے سے وہی اپنا رویہ درست کر کے نفع اٹھائے گا جو خدا سے بن دیکھے ڈرتا ہے اور ڈر کر اس کی بندگی میں لگا رہتا ہے جس کے دل میں خدا کا خوف ہی نہ ہو وہ ان دھمکیوں سے کیا متاثر ہو گا۔

◆ یعنی آپ کی نصیحت سن کر جو شخص مان لے اور اپنا چال چلن درست کر لے تو کچھ آپ پر یا خدا پر احسان نہیں بلکہ اسی کا فائدہ ہے اور یہ فائدہ پوری طرح اس وقت ظاہر ہو گا جب سب اللہ کے ہاں لوٹ کر جائیں گے۔

◆ **مومن اور کافر برابر نہیں** | یعنی مومن جس کو اللہ نے دل کی آنکھیں دی ہیں، حق کے اجالے اور وحی الٰہی کی روشنی میں بے کھٹکے راستہ قطع کرتا ہوا جنت کے باغوں اور رحمت الٰہی کے سایہ میں جا پہنچتا ہے۔ کیا اس کی برابری وہ کافر کر سکے گا جو دل کا اندھا اور اوہام و اہواء کی اندھیریوں میں بھٹکتا ہوا جہنم کی آگ اور اس کی جھلس دینے والی لوؤں کی طرف بے تحاشا چلا جا رہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ مردہ اور زندہ برابر ہو گیا۔ فی الحقیقت مومن و کافر میں اس سے بھی زیادہ تفاوت ہے جو ایک زندہ تندرست آدمی اور مردہ لاش میں ہوتا ہے۔ اصلی اور دائمی زندگی صرف روح ایمان سے ملتی ہے۔ بدون اس کے انسان کو ہزار مردوں سے بدتر مردہ سمجھنا چاہئے۔

إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۚ وَإِن

بس آپ کی خبر پہنچانے والا ہے ◆ ہم نے بھیجا ہے تجھ کو سچا دین دے کر خوشی اور ڈر سنانے والا اور کوئی

مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِن يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ

فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈر سنانے والا ◆ اور اگر وہ تجھ کو جھٹلائیں تو

كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ

آگے جھٹلا چکے ہیں جو لوگ کہ ان سے پہلے تھے پہنچے ان کے پاس رسول ان کے لے کر کھلی باتیں

وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ

اور صحیفے اور روشن کتاب ◆ پھر پکڑا میں نے

كَفَرُوا ۖ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٢٦﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ

منکروں کو سو (دیکھ) کیسا ہوا انکار میرا ◆ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے اتارا

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُّخْتَلِفًا

آسمان سے پانی پھر ہم نے نکالے اس سے میوے طرح طرح کے

أَلْوَانُهَا ۚ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ

ان کے رنگ ◆ اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ طرح طرح کے

أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ ﴿٢٧﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ

ان کے رنگ اور بھجنگ کالے ◆ اور آدمیوں میں اور کیڑوں (جانوروں) میں

وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ ۗ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ

اور چوپاؤں میں کتنے رنگ ہیں اسی طرح ◆ اللہ سے ڈرتے وہی

مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ﴿٢٨﴾ اِنَّ

اُسی کے بندوں میں عالم ہیں تحقیق اللہ زبردست ہے بخشنے والا

الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا

لوگ پڑھتے ہیں کتاب اللہ اور سیدھی (قائم رکھتے ہیں) کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے ہیں

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ

ہمارا دیا چھپے (پوشیدہ) اور کھلے (ظاہر) امیدوار ہیں ایسی بیوپار کے نہ

تَبُوْرَ ﴿٢٩﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۗ

ٹوٹے تاکہ پورا دے ان کو ثواب ان کا اور زیادہ دے اپنے فضل سے

اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٣٠﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ

تحقیق وہ بخشنے والا قدردان اور جو ہم نے تجھ پر اتاری

الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ

کتاب وہی ٹھیک ہے تصدیق کرنے والی جو اس سے آگے ہیں تحقیق اللہ

بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌ ۢ بَصِيْرٌ ﴿٣١﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ

اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا پھر ہم نے وارث کیے کتاب کے جن لوگوں

اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ

کو چن لیا ہم نے اپنے بندوں سے پھر کوئی ان میں برا کرتا ہے اپنی جان کا اور کوئی ان میں سے

مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ ۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ

بیچ کی چال پر اور کوئی ان میں آگے بڑھ گیا لے کر خوبیاں اللہ کے حکم سے یہی ہے

◆ **اللہ سے ڈرنے والے علماء ہی ہیں** | یعنی بندوں میں علم رکھنے والے ہی ہیں اور اللہ سے ڈرنے والے بھی فی الحقیقت وہی ہیں جو اللہ کی عظمت وجلال، آخرت کے بقا ودوام، اور دنیا کی بے ثباتی کو سمجھتے ہیں اور اپنے پروردگار کے احکام وہدایات کا علم حاصل کر کے مستقبل کی فکر رکھتے ہیں۔ جس میں یہ سمجھ اور علم جس درجہ کا ہوگا اسی درجہ میں وہ خدا سے ڈرے گا۔ جس میں خوف خدا نہیں وہ فی الحقیقت عالم کہلانے کا مستحق نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی سب آدمی ڈرنے والے نہیں۔ اللہ سے ڈرنا سمجھ والوں کی صفت ہے اور اللہ کا معاملہ بھی دو طرح ہے، وہ زبردست بھی ہے کہ بے تقصیر پکڑے، اور غفور بھی کہ گنہگار کو بخشے۔" یعنی دونوں حیثیت سے بندے کو ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ نفع وضرر دونوں اسی کے قبضہ میں ہوئے تو جب چاہے نفع کو روک لے اور ضرر لاحق کر دے۔

◆ **نفع بخش تجارت کے امیدوار** | یعنی جو اللہ سے ڈر کر اس کی باتوں کو مانتے اور اس کی کتاب کو عقیدت کے ساتھ پڑھتے ہیں نیز بدنی ومالی عبادات میں کوتاہی نہیں کرتے وہ حقیقت میں ایسے زبردست بیوپار کے امیدوار ہیں جس میں خسارے اور ٹوٹے کا کوئی احتمال نہیں۔ بلاشبہ جب خود خدا ان کے اعمال کا خریدار ہو تو اس امید میں چوں وچرا کی گنجائش ہے۔ نقصان کا اندیشہ کسی طرف سے نہیں ہو سکتا۔ الٹا ہر پائی کی توقع ہے۔

◆ یعنی بہت سے گناہ معاف فرماتا ہے اور تھوڑی سی طاعت کی قدر کرتا ہے اور ضابطہ سے جو ثواب ملنا چاہئے۔ بطور بخشش اس سے زیادہ دیتا ہے۔

◆ یعنی بندوں کے احوال کو خوب جانتا ہے۔ ٹھیک موقع پر کتاب اتاری۔

هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿٣٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

بڑی بزرگی ◆ باغ ہیں بسنے کے جن میں وہ جائیں گے

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ

وہاں ان کو پہنایا جائے گا کنگن سونے کے اور موتی کے اور ان کی پوشاک

فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا

وہاں ریشمی ہے ◆ اور کہیں گے شکر اللہ کا جس نے دور کیا ہم سے

الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا

غم بے شک ہمارا رب بخشنے والا قدردان ہے ◆ جس نے اتارا ہم کو

دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا

آباد رہنے کے گھر میں اپنے فضل سے نہ پہنچے ہم کو اس میں مشقت اور نہ

يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ

پہنچے ہم کو اس میں تھکنا ◆ اور جو لوگ منکر ہیں ان کے لیے ہے آگ دوزخ کی

لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ

نہ ان پر حکم پہنچے کہ مر جاویں اور نہ ان پر ہلکی ہو وہاں کی

عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿٣٦﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ

کچھ تکلیف یہ سزا دیتے ہیں ہم ہر ناشکر کو ◆ اور وہ چلائیں گے

فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا

اس میں اے رب ہم کو نکال کہ ہم کچھ بھلا کام کر لیں وہ نہیں جو کرتے تھے

قرآن کے وارث یعنی پیغمبر کے بعد اس کتاب کا وارث اس امت کو بنایا جو بحیثیت مجموعی تمام امتوں سے بہتر و برتر ہے۔ ہاں امت کے سب افراد یکساں نہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو باوجود ایمان صحیح کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں (یہ "ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ" ہوئے) اور وہ بھی ہیں جو میانہ روی سے رہتے ہیں۔ نہ گناہوں میں منہمک ہیں نہ بڑے بزرگ اور ولی۔ (ان کو "مُّقْتَصِدٌ" فرمایا) اور ایک وہ کامل بندے جو اللہ کے فضل و توفیق سے آگے بڑھ بڑھ کر نیکیاں سمیٹتے اور تحصیل کمال میں مقتصدین سے آگے نکل جاتے ہیں۔ وہ مستحب چیزوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اور گناہ کے خوف سے مکروہ تنزیہی بلکہ بعض مباحات تک سے پرہیز کرتے ہیں۔ اصل رتبہ کی بزرگی اور فضیلت تو ان کو ہے۔ ویسے چنے ہوئے بندوں میں ایک حیثیت سے سب کو شمار کیا۔ کیونکہ درجہ بدرجہ جنتی سب ہیں۔ گنہگار بھی اگر مومن ہے تو بہرحال کبھی نہ کبھی وقت ضرور جنت میں جائے گا۔ حدیث میں فرمایا کہ ہمارا گنہگار معاف ہے یعنی آخرکار معافی ملے گی۔ اور میانہ سلامت ہے اور آگے بڑھنے والا سب سے آگے ہے۔ اللہ کریم ہے اس کے یہاں بخل نہیں۔

اہل جنت کیلئے سونے کے کنگن اور ریشمی لباس سونا اور ریشم مسلمان مردوں کے لئے وہاں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جو کوئی (مرد) ریشمین (کپڑا) پہنے دنیا میں نہ پہنے گا آخرت میں۔

یعنی دنیا کا اور محشر کا غم دور کیا۔ گناہ بخشے اور ازراہ قدردانی طاعت قبول فرمائی۔

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "رہنے کا گھر اس سے پہلے کوئی نہ تھا ہر جگہ چلا چلی اور روزی کا غم۔ دشمنوں کا ڈر اور رنج و مشقت۔ وہاں پہنچ کر سب کافور ہو گئے۔"

اہل دوزخ کا حال نہ کافر کو جہنم میں موت آئے گی کہ اسی سے تکالیف کا خاتمہ ہو جائے اور نہ عذاب کی تکلیف کسی وقت ہلکی ہوگی۔ ایسے ناشکروں کی ہمارے یہاں یہی سزا ہے۔

نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ

کرتے رہے ◆ کیا ہم نے عمر نہ دی تھی تم کو اتنی کہ جس میں سوچ لے جس کو سوچنا ہو اور

جَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٣٧﴾

پہنچا تمہارے پاس ڈرانے والا (ڈر سنانے) اب چکھو کہ کوئی نہیں گنہگاروں کا مددگار ◆

ع ١٦

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

اللہ بھید جاننے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اس کو خوب معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٣٨﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي

جو بات ہے دلوں میں ◆ وہی ہے جس نے کیا تم کو قائم مقام

الْاَرْضِ ۭ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۭ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

زمین میں ◆ پھر جو کوئی ناشکری کرے تو اس پر پڑے اس کی ناشکری اور منکروں کو نہ بڑھے گی

كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ

ان کے انکار (کفر) سے ان کے رب کے سامنے مگر بیزاری اور منکروں کو نہ بڑھے گا

كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿٣٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ

ان کے انکار (کفر) سے مگر نقصان ◆ تو کہہ بھلا دیکھو تو اپنے شریکوں کو جن کو

تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ

پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھلاؤ تو مجھ کو کیا بنایا انہوں نے

الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا

زمین میں یا کچھ ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں ◆ یا ہم نے دی ہے ان کو کوئی کتاب

اہل دوزخ کی فریاد یعنی اس وقت تو اسی کو بھلا سمجھتے تھے پر اب وہ کام نہ کریں گے۔ ذرا دوزخ سے نکال دیجئے تو ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں اور فرمانبردار بن کر حاضر ہوں۔

حق تعالیٰ کا جواب یہ جواب دوزخیوں کو دیا جائے گا۔ یعنی ہم نے تم کو عقل دی تھی۔ جس سے سمجھتے اور کافی عمر دی جس میں سوچنا چاہتے تو سب نیک و بد سوچ کر سیدھا راستہ اختیار کر سکتے تھے۔ حتی کہ تم میں کے بہت سے تو ساٹھ ستر برس دنیا میں زندہ رہ کر مرے۔ پھر اوپر سے ایسے اشخاص اور حالات بھیجے جو برے انجام سے ڈراتے اور خواب غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی عذر باقی رہا۔ اب پڑے عذاب کا مزہ چکھتے رہو اور کسی طرف سے مدد کی توقع نہ رکھو۔

اللہ دلوں کی بات جانتا ہے یعنی اسے بندوں کے سب کھلے چھپے احوال و افعال اور دلوں کے بھید معلوم ہیں۔ کسی کی نیت اور استعداد اس سے پوشیدہ نہیں اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو لوگ اب چلا رہے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو پھر ایسی خطا نہ کریں گے وہ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ اگر حسب درخواست لوٹائے جائیں تب بھی شرارت سے باز نہیں آ سکتے۔ ان کے مزاجوں کی افتاد ایسی ہے "وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" (انعام۔ رکوع ۳)

یعنی اگلی امتوں کی جگہ تم کو زمین پر آباد کیا اور ان کے بعد ریاست دی۔ چاہئے اب اس کا حق ادا کرو۔

یعنی کفر و ناشکری اور اللہ کی آیات کے انکار سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔ وہ ساری حمد و شکر سے مستغنی ہے۔ البتہ ناشکری کرنے والے پر اس کے فعل کا وبال پڑتا ہے۔ کفر کا انجام بجز اس کے کچھ نہیں کہ اللہ کی طرف سے برابر ناراضی اور بیزاری بڑھتی جائے اور کافر کے نقصان و خسران میں روز بروز اضافہ ہوتا رہے۔

ان معبودوں نے کیا پیدا کیا؟ یعنی اپنے معبودوں کے احوال میں غور کر کے مجھے بتلاؤ کہ زمین کا کونسا حصہ انہوں نے بنایا یا آسمانوں کے بنانے اور تھامنے میں ان کی کس قدر شرکت ہے۔ اگر کچھ نہیں تو آخر خدا کس طرح بن بیٹھے۔ کچھ تو عقل سے کام لو۔

فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ

بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ

اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ

بَعْدِهٖ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى

الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝

اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ

السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

یعنی عقلی نہیں تو کوئی معتبر نقلی دلیل پیش کرو۔ جس کی سند پر یہ مشرکانہ دعوے کرتے ہو۔

یعنی عقلی یا نقلی دلیل کوئی نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ان میں سے بڑے چھوٹوں کو اور اگلے پچھلوں کو شیطان کے اغواء سے یہ وعدے دلاتے چلے آئے کہ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یہ بت وغیرہ خدا کے ہاں ہمارے شفیع بنیں گے اور اس کا قرب عطا کریں گے۔ حالانکہ یہ خالص دھوکا اور فریب ہے۔ یہ کیا شفیع بنتے، بڑے سے بڑا مقرب بھی وہاں بلا اذن کسی کی سفارش میں زبان نہیں ہلا سکتا۔

زمین و آسمان کا تھامنا | یعنی اسی کی قدرت کا ہاتھ ہے جو اتنے بڑے بڑے کرات عظام کو اپنے مرکز سے ہٹنے اور اپنے مقام و نظام سے ادھر ادھر سرکنے نہیں دیتا اور اگر بالفرض یہ چیزیں اپنی جگہ سے ٹل جائیں تو پھر بجز خدا کے کس کی طاقت ہے کہ ان کو قابو میں رکھ سکے۔ چنانچہ قیامت میں جب یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ درہم برہم کرے گا کوئی قوت اسے روک نہ سکے گی۔

اللہ کا علم و بردباری | یعنی لوگوں کے کفر و عصیان کا اقتضاء تو یہ ہے کہ یہ سارا نظام ایک دم میں تہ و بالا کر دیا جائے لیکن اس کے حلم و بردباری نے تھام رکھا ہے۔ اس کی بخشش نہ ہو تو سب ویران ہو جائے۔

یہود کی جھوٹی قسمیں اور نبوت کی تکذیب | عرب کے لوگ جب سنتے کہ یہود وغیرہ دوسری قوموں نے اپنے نبیوں کی بڑی نافرمانی کی تو کہتے کہ اگر ہم میں ایک نبی آئے تو ہم ان قوموں سے بہتر نبی کی اطاعت اور رفاقت کر کے دکھائیں۔ جب اللہ نے نبی بھیجا جو سب نبیوں سے عظمت شان میں بڑھ کر ہے تو حق سے اور زیادہ بدکنے لگے۔ ان کا غرور و تکبر کہاں اجازت دیتا کہ نبی کے سامنے گردن جھکائیں۔ رفاقت و اطاعت اختیار کرنے کے بجائے عداوت پر کمربستہ ہو گئے اور طرح طرح کی مکروہ تدبیریں اور داؤ گھات شروع کر دیئے مگر یاد رہے کہ برا داؤ خود داؤ کرنے والوں پر الٹے گا۔ گو چند روز عارضی طور پر اپنے دل میں خوش ہو لیں کہ ہم نے تدبیریں کر کے یوں نقصان پہنچا دیا۔ لیکن انجام کار دیکھ لیں گے کہ واقع میں نقصان عظیم کس کو اٹھانا پڑا۔ فرض کرو دنیا میں نہ بھی ہوا تو آخرت میں تو یقیناً یہ مشاہدہ ہو کر رہے گا۔

تَحْوِيلًا ﴿۴۳﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ

بدلتا ◆ کیا وہ نہیں چلے پھرے (ملک) میں پس دیکھتے کیسا ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَكَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ

انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے اور تھے ان سے بہت سخت

قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِن شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا

زور میں اور اللہ وہ نہیں جس کو تھکا دے (تھکا سکے) کوئی چیز آسمانوں میں اور نہ

فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ

زمین میں وہی ہے سب کچھ جانتا قدرت والا ◆ اور اگر پکڑ کرے

اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِن

لوگوں کی ان کی کمائی پر نہ چھوڑے زمین کی پیٹھ پر ایک بھی

دَابَّةٍ وَلَٰكِن يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا

چلنے والا ◆ پر ان کو ڈھیل دیتا ہے ایک ٹھہرے وعدے تک پھر جب

جَاءَ أَجَلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ﴿۴۵﴾

آئے ان کا وعدہ تو اللہ کی نگاہ میں ہیں اس کے سب بندے ◆

آیاتہا ۸۳ (۳۶) سُورَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ (۴۱) رکوعاتہا ۵

سورۂ یٰس مکہ میں نازل ہوئی اس میں تراسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰسٓ ۝۱ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝۲ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۳ عَلٰى

یٰسٓ قسم ہے اس پکے قرآن کی تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں میں سے اوپر

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۴ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝۵ لِتُنْذِرَ قَوْمًا

سیدھی راہ کے ۝ اتارا زبردست رحم والے نے ۝ تاکہ تو ڈرائے ایک قوم کو

مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى

کہ ڈر نہیں سنا ان کے باپ دادوں نے سو ان کو خبر نہیں ثابت ہو چکی ہے بات ان میں

اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۷ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا

بہتوں پر سو وہ نہ مانیں گے ۝ ہم نے ڈالے ہیں ان کی گردنوں میں طوق

فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝۸ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ

سو وہ ہیں ٹھوڑیوں تک پھر ان کے سر الل (اونچا اوپر کو) رہے ہیں ۝ اور بنائی ہم نے ان کے

اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ

آگے دیوار اور پیچھے دیوار پھر اوپر سے ڈھانک دیا سو ان کو

لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۹ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ

کچھ نہیں سوجھتا ۝ اور برابر ہے ان کو تو ڈرائے یا نہ ڈرائے

لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ

یقین نہیں کریں گے ۝ تو تو ڈر سنائے اس کو جو چلے سمجھائے پر اور ڈرے رحمٰن سے

بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝۱۱ اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ

بن دیکھے سو اس کو خوشخبری دے معافی کی اور عزت کے ثواب کی ۝ ہم ہیں جو زندہ کرتے ہیں

شیطان کن لوگوں پر مسلط ہوتا ہے: معلوم ہوا کہ شیطان ابتداءً کسی پر مسلط نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اندھا بن کر نصیحت سے اعراض کرتے رہنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آخرکار شیطان مسلط ہو جاتا ہے جیسے ہاتھ پاؤں سے مدت تک کام نہ لے تو وہ بےکار کر دیا جاتا ہے۔ قال تعالیٰ "فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ" (الصف رکوع ۱) "وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ" (انعام۔ رکوع ۱۴)(پ) "وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُم مَّا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ" (حٰم السجدہ۔ رکوع ۳) تسلط کے بعد شیطان یہ کام کرتا ہے جس کا نتیجہ "حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ" ہے (پ) "وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِي وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ" (الاحقاف۔ رکوع ۲) ان آیات سے معلوم ہوا کہ لفظ "حَقَّ الْقَوْلُ" ان لوگوں پر صادق آتا ہے جو موت کے بعد کی دوسری زندگی کا یقین ہی نہیں رکھتے اور برائی کو برائی سمجھتے ہیں، بلکہ اغوائے شیطانی سے اپنی بدیوں کو نیکی اور گمراہی کو ہدایت تصور کر لیتے ہیں۔ کیسی ہی معقول دلائل سنائیے اور کھلے کھلے نشان دکھلائیے سب کو جھٹلاتے رہیں اور فضول حجتیں نکالتے رہیں، بظاہر ہادیوں اور خیر خواہوں کی بات کی طرف کان جھکائیں مگر ایک حرف سمجھنے کی کوشش نہ کریں۔ محض ہوا و ہوس کو اپنا معبود ٹھہرا لیں نہ عقل سے کام لیں نہ آنکھوں سے۔

کن لوگوں کے دلوں پر مہر لگتی ہے؟ یہی لوگ ہیں جنکے اعراض و عناد کے نتیجے میں آخرکار اللہ تعالیٰ دلوں پر مہر کر دیتا ہے کہ ان میں خیر کے گھسنے کی ذرہ برابر گنجائش نہیں رہتی۔ جیسے کوئی شخص اپنے اوپر روشنی کے سب دروازے بند کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو اندھیرے میں چھوڑ دیتا ہے یا ایک بیمار دوا پینے کی قسم کھا لے، طبیب سے دشمنی کرے اور ہر قسم کی بدپرہیزی پر تیار ہو جائے تو خدا اسکے مرض کو مہلک بنا دیتا ہے۔ ایسوں ہی کے نتیجے کا بیان ہے۔ فرماتے ہیں "تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ" (اعراف۔ رکوع ۱۳) "ثُمَّ بَعَثْنَا مِن بَعْدِهِ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِن قَبْلُ كَذَٰلِكَ نَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْمُعْتَدِينَ" (یونس۔ رکوع ۸) "وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ" (روم۔ رکوع ۶) "كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ وَعِندَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ" (مومن۔ رکوع ۴) "وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِندِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ" (محمد۔ رکوع ۲) "بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا" (نساء۔ رکوع ۲۲) "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ" (مطففین۔ رکوع ۱) "أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ

"وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ" (الجاثیہ۔ رکوع ۳) "وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ" (اعراف۔ رکوع ۲۲) "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ" (المائدہ۔ رکوع ۶)

◆ یہ ان ہی لوگوں کے حق میں ہے جن کا ذکر گذشتہ فائدہ میں ہوا۔ یہ طوق عادات و رسوم حب جاہ و مال اور تقلید آباء واجداد کے تھے جنہوں نے ان کے گلے تک جکڑ رکھے تھے اور نخوت و تکبر کی وجہ سے ان کے سر نیچے نہیں جھکتے تھے۔

◆ **کفار اور ہدایت کے درمیان دیواریں** | نبی کی عداوت نے ان کے اور قبول ہدایت کے درمیان دیواریں کھڑی کر دی تھیں۔ جاہلانہ رسوم و اطوار اور اہواء و آراء کے فاسدہ کی اندھیریوں میں اس طرح بند تھے کہ آگا پیچھا اور نشیب و فراز کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نہ ماضی پر نظر تھی نہ مستقبل پر۔ باقی ان افعال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف اس لئے کی گئی کہ خالق خیر و شر کا وہی ہے اور اسباب پر مسببات کا ترتب اسی کی مشیت سے ہوتا ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے دلائل آفاقیہ میں غور کرنے کی نفی ہوئی جیسا کہ "فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ" میں دلائل انفس کی طرف التفات نہ ہونے کا اشارہ تھا۔ کیونکہ سر اوپر کو اٹھا رہا ہو جھک نہ سکے تو اپنے بدن پر نظر نہیں پڑ سکتی۔

◆ انکو برابر ہے لیکن آپ کے حق میں برابر نہیں۔ بلکہ ایسی سخت معاند اور سرکش قوم کو نصیحت کرنا اور اصلاح کے درپے ہونا عظیم درجات کے حصول کا سبب ہے اور کبھی یہ اخلاق دوسروں کی ہدایت کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی طرح کی آیات سورۂ "بقرہ" کے اوائل میں گذر چکی ہیں۔

◆ **ڈرنے والے ہی ہدایت پاتے ہیں** | یعنی ڈرانے کا فائدہ اسی کے حق میں ظاہر ہوتا ہے جو نصیحت کو مان کر اس پر چلے اور اللہ کا ڈر دل میں رکھتا ہو۔ جس کو خدا کا ڈر ہی نہیں نہ نصیحت کی کچھ پرواہ وہ نبی کی تنبیہ و تذکیر سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ ایسے لوگ بجائے مغفرت و عزت کے سزا اور ذلت کے مستحق ہو گئے۔ آگے اشارہ کرتے ہیں کہ فریقین کو اس عزت و ذلت کا پورا اظہار زندگی کے دوسرے دور میں ہوگا جس کے مبادی موت کے بعد سے شروع ہو جاتے ہیں۔

الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۚؕ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

مردوں کو ◆ اور لکھتے ہیں جو آگے بھیج چکے اور جو نشان ان کے پیچھے رہے ◆ اور ہر چیز گن لی ہے ہم نے

فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۲﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ

ایک کھلی اصل میں ◆ اور بیان کر ان کے واسطے ایک مثل اس گاؤں کے لوگوں کی ◆

اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ۚ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ

جب کہ آئے اس میں بھیجے ہوئے ◆ جب بھیجے ہم نے ان کی طرف دو

فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

تو ان کو جھٹلایا پھر ہم نے قوت دی تیسرے سے تب کہا انہوں نے ہم تمہاری طرف آئے ہیں بھیجے ہوئے ◆

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ

وہ بولے تم تو یہی انسان ہو جیسے ہم اور رحمن نے کچھ نہیں

شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ

اتارا تم سارے جھوٹ کہتے ہو ◆ کہا ہمارا رب جانتا ہے

اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾

ہم بے شک تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں ◆ اور ہمارا ذمہ یہی ہے پیغام پہنچا دینا کھول کر ◆

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ

بولے ہم نے نامبارک دیکھا (پایا) تم کو اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تم کو سنگسار کریں گے اور

لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ

تم کو پہنچے گی ہمارے ہاتھ سے عذاب درد ناک ◆ کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے

أَئِن ذُكِّرْتُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿١٩﴾ وَجَاءَ مِنْ

کیا اتنی (اس) بات پر کہ تم کو سمجھایا — کوئی نہیں پر تم لوگ ہو کہ حد پر نہیں رہتے ۱۹ — اور آیا

أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٠﴾

شہر کے پرلے سرے سے — ایک مرد دوڑتا ہوا ۲۰ — بولا — اے قوم — چلو راہ پر بھیجے ہوؤں کی

اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٢١﴾

چلو راہ پر ایسے شخص کی — جو تم سے بدلا نہیں مانگتے — اور وہ ٹھیک راہ پر ہیں ۲۱

یعنی تمہارے کفر و تکذیب کی شامت سے عذاب آیا۔ اگر حق و صداقت کو سب مل کر قبول کر لیتے تو یہ اختلاف نہ ہوتا، نہ یہ شوم پیدا ہوتا، نہ اس طرح مبتلائے آفات ہوتے۔ پس نامبارکی اور نحوست کے اسباب خود تمہارے اندر موجود ہیں۔ پھر کیا اتنی بات پر کہ تمہیں اچھی نصیحت و فہمائش کی اور بھلا برا سمجھا دیا، اپنی نحوست ہمارے سر ڈالنے لگے۔ اور قتل کی دھمکیاں دینے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم عقل و آدمیت کی حدود سے خارج ہو جاتے ہو۔ نہ عقل سے لگتے ہو نہ آدمیت کی بات کرتے ہو۔

ایک مرد صالح کی حمایت اور فہمائش | کہتے ہیں کہ اس مرد صالح کا نام حبیب تھا۔ شہر کے پرلے کنارے عبادت میں مشغول رہتا اور کسب حلال سے کھاتا تھا۔ فطری صلاحیت نے چپ نہ بیٹھنے دیا۔ قصہ سنتے ہی مرسلین کی تائید و حمایت اور مکذبین کی نصیحت و فہمائش کے لیے دوڑتا ہوا آیا۔ مبادا اشقیاء اپنی دھمکیوں کو پورا کرنے لگیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرسلین کی آواز کا اثر شہر کے دور دراز حصوں تک پہنچ گیا تھا۔

یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اسی کا پیغام لے کر آئے ہیں جو نصیحت کرتے ہیں اس پر خود کاربند ہیں اخلاق و اعمال اور عادات و اطوار سب نیک ہیں۔ بے غرض خیر خواہی کرتے ہیں۔ کوئی معاوضہ تم سے نہیں چاہتے۔ پھر ایسے بے لوث بزرگوں کا اتباع کیوں نہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے جو پیغام بھیجے کیوں قبول نہ کیا جائے۔

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں اس کی ◆ جس نے مجھ کو بنایا ◆ اور اسی کی طرف سب پھر جاؤ گے ◆

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا

بھلا میں پکڑوں اس کے سوا اوروں کو پوجنا کہ اگر مجھ پر چاہے رحمٰن تکلیف تو

تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّیْٓ اِذًا

کچھ کام نہ آئے مجھ کو ان کی سفارش اور نہ وہ مجھ کو چھڑائیں تو تو (جب تو) میں

لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ ط

بہکتا پھروں صریح ◆ میں یقین لایا تمہارے رب پر مجھ سے سن لو ◆

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا

حکم ہوا چلا جا بہشت میں ◆ بولا کسی طرح میری قوم معلوم کریں کہ بخشا (بخش دیا) مجھ کو

غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا

میرے رب نے اور کیا مجھ کو عزت والوں میں ◆ اور اتاری نہیں

عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا

ہم نے اس کی قوم پر اس کے پیچھے کوئی فوج آسمان سے اور ہم

مُنْزِلِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ

فوج نہیں اتارا کرتے اس بس تھی ایک چنگھاڑ پھر اسی دم

خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ۚ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ

سب بجھ گئے (بجھ کر رہ گئے) ◆ کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا

یا اپنے اوپر رکھ کر دوسروں کو سنایا۔ یعنی تم کو کیا ہوا کہ جس نے پیدا کیا اس کی بندگی نہ کرو۔

یعنی یہ مت سمجھنا کہ پیدا کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب کچھ مطلب اس سے نہیں رہا۔ نہیں سب کو مرے پیچھے اسی کے پاس واپس جانا ہے۔ اس وقت کی فکر کرو۔

یعنی کس قدر صریح گمراہی ہے کہ اس مہربان اور قادر مطلق پروردگار کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کی جائے جو خدا کی بھیجی ہوئی کسی تکلیف، نہ بذات خود ہٹا سکیں نہ سفارش کر کے بچا سکیں۔

اپنے ایمان کا اعلان | یعنی مجمع میں بے کھٹکے اعلان کرتا ہوں کہ میں خدائے واحد پر ایمان لا چکا۔ اے سب سن رکھیں۔ شاید مرسلین کو اس لئے سنایا ہو کہ وہ اللہ کے ہاں گواہ رہیں اور قوم کو اس لئے کہ سن کر کچھ متاثر ہوں یا کم از کم دنیا ایک مومن کی قوت ایمانی کا مشاہدہ کرنے کی طرف متوجہ ہو۔

جنت میں داخلہ | یعنی فوراً بہشت کا پروانہ مل گیا۔ آگے نقل کرتے ہیں کہ قوم نے اس کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ ادھر شہادت واقع ہوئی ادھر سے حکم ملا کہ فوراً بہشت میں داخل ہو جا۔ جیسا کہ ارواح شہداء کی نسبت احادیث سے ثابت ہے کہ وہ قبل از حشر جنت میں داخل ہوتی ہیں۔

جنت میں اپنی قوم کا خیال | قوم نے اس کی دشمنی کی کہ مار ڈالا۔ اس کو بہشت میں پہنچ کر بھی قوم کی خیر خواہی کا خیال رہا کہ اگر میرے احوال اور جو انعام و اکرام حق تعالیٰ نے مجھ پر کیا ہے معلوم کر لیں تو سب ایمان لے آئیں۔

قوم پر چنگھاڑ کا عذاب | یعنی اس کے بعد اس کی قوم کفر و ظلم اور تکذیب مرسلین کی پاداش میں ہلاک کی گئی اور اس ہلاک کے لئے کوئی مزید اہتمام کرنا نہیں پڑا کہ آسمان سے فرشتوں کی فوج بھیجی جاتی نہ حق تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ قوموں کی ہلاکت کے لئے بڑی بڑی فوجیں اتارا کرے (ہاں کسی خاص موقع پر کسی خاص مصلحت کی وجہ سے فرشتوں کا لشکر بھیج دیں وہ دوسری بات ہے) وہاں تو بڑے بڑے مدعیوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے ایک ڈانٹ کافی ہے۔ چنانچہ اس قوم کا حال بھی یہی ہوا کہ فرشتوں نے ایک چیخ ماری اور سب کے سب اسی دم بجھ کر رہ گئے۔

رَّسُوۡلٍ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمۡ يَرَوۡا كَمۡ اَهۡلَكۡنَا

ان کے پاس ۔ جس سے ٹھٹھا نہیں کرتے ۔ کیا نہیں دیکھتے ۔ کتنی غارت کر دیں ہم نے

قَبۡلَهُمۡ مِّنَ الۡقُرُوۡنِ اَنَّهُمۡ اِلَيۡهِمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنۡ

ان سے پہلے جماعتیں ۔ کہ وہ ان کے پاس پھر کر نہیں آتے تھے ۔ اور نہیں

كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ

سب میں کوئی نہیں جو اکٹھے ہو کر ہمارے پاس پکڑے ہوئے آئیں ۔ اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے ۔ زمین

الۡمَيۡتَةُ ۖۚ اَحۡيَيۡنٰهَا وَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهَا حَبًّا فَمِنۡهُ

مردہ ۔ اس کو ہم نے زندہ کر دیا ۔ اور نکالا اس میں سے اناج ۔ سو اس میں سے

يَاۡكُلُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلۡنَا فِيۡهَا جَنّٰتٍ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ

کھاتے ہیں ۔ اور بنائے ہم نے اس میں باغ ۔ کھجور کے ۔ اور انگور کے

وَّفَجَّرۡنَا فِيۡهَا مِنَ الۡعُيُوۡنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاۡكُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِهٖ ۙ

اور بہائے اس میں ۔ چشمے ۔ کہ کھائیں ۔ اس کے میووں سے

وَمَا عَمِلَتۡهُ اَيۡدِيۡهِمۡ ؕ اَفَلَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۳۵﴾ سُبۡحٰنَ الَّذِىۡ

اور ان کو بنایا نہیں ۔ ان کے ہاتھوں نے ۔ پھر کیوں شکر نہیں کرتے ۔ پاک ذات ہے جس نے

خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَمِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ

بنائے جوڑے سب چیز کے ۔ اس قسم سے جو اگاتی ہے زمین ۔ اور خود ان میں سے

وَمِمَّا لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيۡلُ ۖۚ نَسۡلَخُ مِنۡهُ النَّهَارَ

اور ان چیزوں میں سے کہ جن کی ان کو خبر نہیں ۔ اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے رات کھینچ (اتار) لیتے ہیں ہم اس پر سے دن کو

◆ **پچھلی قوموں کے حال سے عبرت** یعنی دیکھتے اور سنتے ہیں کہ کتنی قومیں پہلے پیغمبروں سے ٹھٹھا کر کے غارت ہو چکی ہیں جن کا نام و نشان مٹ چکا۔ کوئی ان میں سے لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں آیا۔ عذاب کی چکی میں سب پس کر برابر ہو گئیں ان پر کچھ عبرت نہیں ہوئی جب ان کا یہ حال ہے تو یہی تمسخر و استہزاء شروع کر دیتے ہیں۔ جو پہلے کذابوں کی عادت تھی۔ چنانچہ نبی خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھ ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔

◆ یعنی وہ تو دنیا کا عذاب تھا اور آخرت کی سزا الگ رہی۔ یہ نہ سمجھو کہ ہلاک ہو کر وہ واپس نہیں آئے تو بس قصہ ختم ہوا۔ نہیں سب کو پھر ایک دن خدا کے یہاں حاضر ہونا ہے۔ جہاں پورا حساب چکایا جانے والا ہے۔

◆ **مظاہر قدرت سے استدلال** یعنی شاید شبہ ہو کہ مرے پیچھے پھر کس طرح زندہ ہو کر حاضر کیے جائیں گے؟ اس کو یوں سمجھو کہ زمین خشک اور مردہ پڑی ہوتی ہے۔ پھر خدا اس کو زندہ کرتا ہے کہ ایک دم لہلہانے لگتی ہے۔ کیسے کیسے باغ اور بہار ملے اور میوے اس سے پیدا ہوتے ہیں جن کو تم شوق سے کھاتے ہو۔ اسی طرح خیال کر لو کہ مردہ ابدان میں روح حیات پھونک دی جائے گی۔ بہرحال مردہ زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے جس میں غور کرنے سے بعث بعد الموت اور حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت اور اس کے انعام و احسان کے مسائل کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ تنبیہ: اوپر کی آیات میں ترہیب کا پہلو نمایاں تھا کہ عذاب الٰہی سے ڈر کر راہ ہدایت اختیار کریں۔ آیات حاضرہ میں ترغیب کی صورت اختیار فرمائی ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر گزاری کی طرف متوجہ ہوں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ جو مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے اس کو اعادہ کی حیثیت سے ایک مردہ جسم کو زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔

◆ یعنی یہ پھل اور میوے قدرت الٰہی سے پیدا ہوتے ہیں ان کے ہاتھوں میں یہ طاقت نہیں کہ ایک گٹھلی یا بیج یا دانہ پیدا کر لیں۔ جو محنت مزدوری باغ لگانے اور اس کی پرورش کرنے میں کی جاتی ہے اس کو بار آور کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے اور غور سے دیکھا جائے تو جو کام بظاہر ان کے ہاتھوں سے ہوتا ہے وہ بھی فی الحقیقت حق تعالیٰ کی عطا کی ہوئی قدرت و طاقت اور اسی کی مشیت و ارادہ سے ہوتا ہے بہرحال ہر حیثیت سے اس کی شکر گزاری اور احسان شناسی واجب ہوئی۔ تنبیہ: مترجم محقق رحمہ اللہ نے "وما عملته ایدیهم" میں "ما" کو نافیہ لیا ہے۔ کما ھو دأب اکثر المتاخرین۔ لیکن سلف سے عموماً "ما" کا موصولہ ہونا منقول ہے اور اسی کی تائید ابن مسعودؓ کی قرأت "ومما عملته ایدیهم" سے ہوتی ہے۔

◆ **جوڑوں کی تخلیق** یعنی نباتات میں، انسانوں میں اور دوسری مخلوقات میں جن کی انہیں پوری خبر بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جوڑے بنائے ہیں خواہ تقابل کی حیثیت سے جیسے عورت مرد، نر مادہ، کھٹا میٹھا، سیاہ سفید، دن رات، اندھیرا اجالا یا تماثل کی حیثیت سے جیسے یکساں رنگ اور مزے کے پھل اور ایک شکل و صورت کے آدمی۔ بہرحال مخلوقات میں کوئی مخلوق نہیں جس کا مماثل یا مقابل نہ ہو۔ یہ صرف خدا ہی کی ذات پاک ہے جس کا نہ کوئی مقابل ہے نہ مماثل۔ کیونکہ مقابلہ یا مماثلت ان چیزوں میں ہو سکتی ہے جو کسی درجہ میں فی الجملہ اشتراک رکھتی ہوں۔ خالق و مخلوق کا کسی حقیقت میں اشتراک ہی نہیں۔

فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ۝۳۷ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ

پھر تبھی وہ رہ جاتے ہیں اندھیرے میں ۔ اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے رستہ پر (ٹھکانے) ◆

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۳۸ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ

یہ سادھا ہے اس زبردست باخبر کا ◆ اور چاند کو ہم نے بانٹ دی ہیں منزلیں

حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝۳۹ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ

یہاں تک کہ پھر آ رہا (ہو جائے) جیسے ٹہنی پرانی ◆ نہ سورج سے ہو

اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ

کہ پکڑ لے چاند کو اور نہ رات آگے بڑھے دن سے اور ہر کوئی

فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۴۰ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ

ایک چکر میں پھرتے ہیں ◆ اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے کہ ہم نے اٹھا لیا ان کی نسل کو

فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۴۱ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا

اس بھری ہوئی کشتی میں اور بنا دیا ہم نے ان کے واسطے کشتی جیسی چیزیں جس پر

يَرْكَبُوْنَ ۝۴۲ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا

سوار ہوتے ہیں ◆ اور اگر ہم چاہیں ڈبو دیں ان کو پھر کوئی نہ پہنچے ان کی فریاد کو اور نہ

◆ **دن اور رات کی تبدیلیوں میں اللہ کی نشانی** "سلخ" کہتے ہیں جانور کی کھال اتارنے کو جس سے نیچے کا گوشت ظاہر ہو جائے۔ اسی طرح سمجھو رات کی تاریکی پر دن کی چادر پڑی ہوئی ہے۔ جس وقت یہ نور کی چادر اوپر سے اتار لی جاتی ہے لوگ اندھیرے میں پڑے رہ جاتے ہیں اس کے بعد پھر سورج اپنی مقرر رفتار سے معین وقت پر آ کر سب جگہ اجالا کرتا ہے۔ لیکن دن اور رات کے ان تغیرات پر قیاس کر کے سمجھو کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ عالم کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور یقیناً وہی ایک خدا لائق پرستش ہے جس کے ہاتھ میں ان عظیم الشان انقلابات کی باگ ہے۔ ان سے ہم کو مختلف قسم کے فوائد پہنچتے ہیں۔ نیز جو قادر مطلق رات کو دن سے تبدیل کرتا ہے کیا بعید ہے کہ وہ دنیا آفتاب رسالت کے ذریعہ سے جہالت کی تاریکیوں کو دور کر دے معنوی رات دن اور چاند سورج کے طلوع و غروب کی طرح ہر ایک اپنے وقت پر ہوتا ہے۔

هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

وہ چھڑائے جائیں　مگر ہماری مہربانی سے　اور ان کا کام چلانے کو ایک وقت تک

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ

اور جب کہیے ان کو　بچو اس سے جو تمہارے سامنے آتا ہے　اور جو پیچھے چھوڑتے ہو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ

شاید تم پر رحم ہو　اور کوئی حکم نہیں پہنچتا ان کو　اپنے رب سے

رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

حکموں سے　جس کو وہ ٹلا دیتے نہ ہوں (ٹال نہ جاتے)　اور جب کہیے ان کو

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

خرچ کرو　کچھ اللہ کا دیا　کہتے ہیں منکر　ایمان والوں کو

اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ

ہم کیوں کھلائیں ایسے کو　کہ اللہ چاہتا تو اس کو کھلا دیتا　تم لوگ تو پڑے ہو

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ

صریح بہک رہے ہو　اور کہتے ہیں　کب ہوگا یہ وعدہ　اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

تم سچے ہو　یہ تو راہ دیکھتے ہیں　ایک چنگھاڑ کی

تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً

جو ان کو آپکڑے گی　جب آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے　پھر نہ کر سکیں گے (کچھ کہنا)　کہ کچھ کہہ مریں

انسان کا بحری سفر | یعنی یہ ضعیف البنیان انسان دیکھو کیسے خوفناک سمندروں کو کشتی کے ذریعہ عبور کرتا ہے۔ جہاں بڑے بڑے جہاز ان کی حقیقت ایک تنکے کے برابر نہیں۔ اگر اللہ اس وقت غرق کرنا چاہے تو کون بچا سکتا ہے اور کون ہے جو فریاد کو پہنچے۔ مگر یہ اس کی مہربانی اور شفقت ہے کہ اس طرح سب بحری سواریوں کو غرق نہیں کر دیتا۔ کیونکہ اس کی رحمت و حکمت مقتضی ہے کہ ایک معین وقت تک دنیا کا کام چلتا رہے۔ افسوس ہے کہ بہت لوگ ان نشانوں کو نہیں سمجھتے نہ اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں۔

کفار کی روگردانی | سامنے آتا ہے بڑا ہولناک دن اور پیچھے چھوڑے اپنے اعمال یعنی جب کہا جاتا ہے کہ قیامت کی سزا اور بداعمالیوں کی شامت سے بچنے کی فکر کرو تا خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ ہو تو نصیحت پر ذرا کان نہیں دھرتے۔ ہمیشہ خدائی احکام سے روگردانی کرتے رہتے ہیں۔

کفار کا استہزاء | یعنی اور وعظ و نصیحت تو کیا مانتے، فقیروں مسکینوں پر خرچ کرنا تو ان کے نزدیک بھی کار ثواب ہے لیکن یہ مسلّم بات جب پیغمبر اور مومنین کی طرف سے کہی جاتی ہے تو نہایت بھونڈے طریقہ سے تمسخر کے ساتھ یہ کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں کہ جنہیں خود اللہ میاں نے کھانے کو نہیں دیا ہم انہیں کیوں کھلائیں۔ ہم تو اللہ کی مشیت کے خلاف کرنا نہیں چاہتے اگر اس کی مشیت ہوتی تو ان کو فقیر و محتاج اور ہمیں غنی و تونگر نہ بناتا۔

فقر و غنا کی حکمت | خیال کرو اس حماقت اور بے حیائی کا کیا ٹھکانا ہے۔ کیا خدا کسی کو دینا چاہے تو اس کی یہی ایک صورت ہے کہ خود بلاواسطہ رزق اس کے ہاتھ پر رکھ دے۔ دوسروں کے واسطہ سے دلانا بھی اسی کی مشیت سے ہے تو تم نے یہ فیصلہ کیسے کر لیا کہ اللہ ان کو روزی دینا نہیں چاہتا۔ یہ تو اس کا امتحان ہے کہ اغنیاء کو فقراء کی اعانت پر مامور فرمایا اور ان کے توسط سے رزق پہنچانے کا سامان کیا۔ تو اس امتحان میں ناکامیاب ہو کر اپنی بدبختی اور شقاوت پر مہر لگا رہا ہے۔ **تنبیہ** | بعض سلف کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات بعض زنادقہ کے حق میں ہیں۔ اس صورت میں ان کے اس قول کو تمسخر پر حمل نہ کیا جائے گا بلکہ حقیقت پر رکھیں گے۔

اگر یہ جملہ کفار کے قول کا تتمہ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ اے گروہ مومنین! تم صریح گمراہی میں پڑے ہو۔ ایسے لوگوں کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو جن کا خدا پیٹ بھرنا نہیں چاہتا۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو خطاب ہے کہ کس قدر بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ گمراہی ہے نیک کام میں تقدیر کے حوالے کرنا اور اپنے مزے میں تقدیر کی پروا نہ کرنا۔"

یعنی یہ قیامت اور عذاب کی دھمکیاں کب پوری ہوں گی۔ اگر سچے ہو تو جلد پوری کر کے دکھلا دو۔

وَلَآ إِلَىٰٓ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ۝٥٠ وَنُفِخَ فِى ٱلصُّورِ فَإِذَا

اور نہ اپنے گھر کو پھر کر جا سکیں گے ◆ اور پھونکی جائے صور پھر جبھی

هُم مِّنَ ٱلْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ۝٥١ قَالُوا۟

وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف نکل پڑیں گے ◆ کہیں گے

يَٰوَيْلَنَا مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا وَعَدَ

اے خرابی ہماری کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے ◆ یہ وہ ہے جو وعدہ کیا تھا

ٱلرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ ٱلْمُرْسَلُونَ ۝٥٢ إِن كَانَتْ إِلَّا

رحمٰن نے اور سچ کہا تھا پیغمبروں نے ◆ بس ایک

صَيْحَةً وَٰحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝٥٣

چنگھاڑ ہوگی پھر اسی دم وہ سارے ہمارے پاس پکڑے چلے آئیں ◆

فَٱلْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا

پھر آج کے دن ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ذرا اور وہی بدلہ پاؤ گے جو

كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝٥٤ إِنَّ أَصْحَٰبَ ٱلْجَنَّةِ ٱلْيَوْمَ فِى

کرتے تھے ◆ تحقیق بہشت کے لوگ آج ایک

شُغُلٍ فَٰكِهُونَ ۝٥٥ هُمْ وَأَزْوَٰجُهُمْ فِى ظِلَٰلٍ عَلَى

مشغلہ (دھندے) میں ہیں باتیں کرتے وہ اور ان کی عورتیں سایوں میں

ٱلْأَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔونَ ۝٥٦ لَهُمْ فِيهَا فَٰكِهَةٌ وَلَهُم

تختوں پر بیٹھے ہیں تکیہ لگائے ان کے لیے وہاں ہے میوہ اور ان کے لیے ہے

قیامت کا اچانک آنا یعنی قیامت ناگہاں آ پکڑے گی اور وہ اپنے معاملات میں غرق ہوں گے۔ جس وقت پہلا صور پھونکا جائے گا سب ہوش و حواس جاتے رہیں گے اور آخر مر کر ڈھیر ہو جائیں گے۔ اتنی فرصت بھی نہ ملے گی کہ فرض کرو مرنے سے پہلے کسی کو کچھ کہنا چاہیں تو کہہ گذریں یا جو گھر سے باہر تھے وہ واپس جاسکیں۔

یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور فرشتے ان کو جلد جلد دھکیل کر میدان حشر میں لے جائیں گے۔

شاید نفخۂ اولیٰ اور نفخۂ ثانیہ کے درمیان ان پر غنودگی کی حالت طاری کر دی جائے۔ یا قیامت کا ہولناک منظر دیکھ کر عذاب قبر کو آسان سمجھیں گے اور نیند سے تشبیہ دیں گے۔ یا "مرقد" بمعنی "مضجع" کے ہو۔ نیند کی کیفیت سے تعبیر کر لی جائے۔ واللہ اعلم۔

حق تعالیٰ کا کفار کو جواب یہ جواب اللہ کی طرف سے اس وقت ملے گا یا مستقبل کو حاضر قرار دے کر اب جواب دے رہے ہیں۔ یعنی کیا پوچھتے ہو کس نے اٹھا دیا۔ ذرا آنکھیں کھولو۔ یہ وہی اٹھانا ہے جس کا وعدہ خدائے رحمٰن کی طرف سے کیا گیا تھا اور پیغمبر جس کی خبر دیتے رہے تھے۔

یعنی کوئی شخص نہ بھاگ سکے گا نہ روپوش ہو سکے گا۔

آخرت میں انصاف یعنی نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی نہ جرم کی حیثیت سے زیادہ سزا ملے گی۔ ٹھیک ٹھیک انصاف ہوگا اور جو نیک و بد کرتے تھے فی الحقیقت عذاب و ثواب کی صورت میں وہی سامنے آجائے گا۔

مَا يَدَّعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ ۟ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا

جو کچھ وہ مانگیں ◆ سلام بولنا ہے رب مہربان سے ◆ اور تم الگ ہو جاؤ

الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ

آج اے گنہگارو ◆ میں نے نہ کہہ رکھا تھا تم کو

يٰبَنِيٓ اٰدَمَ أَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

اے آدم کی اولاد کہ نہ پوجیو شیطان کو وہ کھلا دشمن ہے

مُّبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَّأَنِ اعْبُدُونِي ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾

تمہارا اور یہ کہ پوجو مجھ کو یہ راہ ہے سیدھی ◆

وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا

اور وہ بہکا لے گیا تم میں سے بہت خلقت کو پھر کیا تم کو سمجھ

تَعْقِلُونَ ﴿٦٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٦٣﴾

نہ تھی یہ دوزخ ہے جس کا تم کو وعدہ تھا

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٦٤﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ

جا پڑو اس میں آج کے دن بدلہ اپنے کفر کا ◆ آج ہم مہر لگا دیں گے

عَلٰٓى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ

ان کے منہ پر اور بولیں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور بتلائیں گے ان کے پاؤں

بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى

جو کچھ وہ کماتے تھے ◆ اور اگر ہم چاہیں مٹا دیں ان کی

اہل جنت کا حال | بہشت میں ہر قسم کے عیش و نشاط کا سامان ہو گا۔ دنیا کی مکروہات سے چھوٹ کر آج یہی ان کا مشغلہ ہو گا۔ وہ اور ان کی عورتیں آپس میں گھل مل کر اعلیٰ درجہ کے خوشگوار سایوں میں مسہریوں پر آرام کر رہے ہوں گے۔ ہر قسم کے میوے اور پھل وغیرہ ان کے لئے حاضر ہوں گے۔ یعنی خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی جنتیوں کے دل میں طلب اور تمنا ہوگی وہ دی جائے گی اور منہ مانگی مرادیں ملیں گی۔ یہ تو جسمانی لذائذ کا حال ہوا۔ آگے روحانی نعمتوں کی طرف "سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ" سے ایک ذرا سا اشارہ فرماتے ہیں۔

اہل جنت کو حق تعالیٰ کا سلام | یعنی اس مہربان پروردگار کی طرف سے جنتیوں کو سلام بولا جائے گا خواہ فرشتوں کے ذریعہ سے یا جیسا کہ ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے بلا واسطہ خود رب کریم سلام ارشاد فرمائیں گے۔ اس وقت کی عزت و لذت کا کیا کہنا۔ **اللّٰھم ارزقنا ھذہ النعمۃ العظمی بحرمۃ نبیک محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔**

مجرموں کی علیحدگی | یعنی جنتیوں کے عیش و آرام میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ تمہارا ٹھکانا دوسرا ہے جہاں رہنا ہو گا۔

یعنی اس دن کے لئے تم کو انبیاء علیہم السلام کی زبانی بار بار سمجھایا گیا تھا کہ شیطان لعین کی پیروی مت کرنا جو تمہارا صریح دشمن ہے۔ وہ جہنم میں پہنچائے بغیر نہ چھوڑے گا۔ اگر ابدی نجات چاہتے ہو تو یہ سیدھی راہ پڑی ہوئی ہے اس پر چلے جاؤ اور اکیلے ایک خدا کی پرستش کرو۔

کفار کو ملامت | یعنی افسوس اتنی نصیحت و فہمائش پر بھی تم کو عقل نہ آئی اور اس ملعون نے ایک خلقت کو گمراہ کر چھوڑا۔ کیا تم میں اتنی سمجھ بھی نہ تھی کہ دوست دشمن میں تمیز کر سکتے۔ اور اپنے نفع نقصان کو پہچان سکتے۔ دنیا کے کاموں میں تو اس قدر ہوشیاری اور ذہانت دکھلاتے تھے مگر آخرت کے معاملہ میں ایسے غبی بن گئے کہ موٹی موٹی باتوں کے سمجھنے کی لیاقت نہ رہی۔ اب اپنی حماقتوں کا تماشہ دیکھو۔ یہ دوزخ تیار ہے جس کا بصورت کفر اختیار کرنے کے تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کفر کا ٹھکانا یہی ہے۔ چاہئے کہ اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤ۔

ہاتھوں اور پاؤں کی گواہی | یعنی آج اگر یہ لوگ اپنے جرموں کا زبان سے اعتراف نہ کریں تو کیا ہوتا ہے۔ ہم منہ پر مہر لگا دیں گے اور ہاتھ پاؤں کان آنکھ حتیٰ کہ بدن کی کھال کو حکم دیا جائے گا کہ ان کے ذریعہ سے جن جرائم کا ارتکاب کیا تھا بیان کریں۔ چنانچہ ہر ایک عضو اللہ کی قدرت سے گویا ہو گا اور ان جرموں کی شہادت دے گا۔ کما قال تعالیٰ "حَتّٰٓی اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" (حم السجدہ۔ رکوع ۳) وقال تعالیٰ فی موضع آخر "قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ" (حم السجدہ۔ رکوع ۳)

أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَأَنَّىٰ يُبْصِرُونَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ

آنکھیں | پھر دوڑیں رستہ پانے کو | پھر کہاں سے سوجھے | اور اگر

نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا

ہم چاہیں | صورت مسخ کر دیں ان کی | جہاں کی تہاں | پھر نہ سکیں

مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي

چل سکیں | اور نہ وہ الٹے پھر سکیں | اور جس کو ہم بوڑھا کریں | اوندھا کریں

الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿٦٨﴾ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي

اس کی پیدائش میں | پھر کیا ان کو سمجھ نہیں | اور ہم نے نہیں سکھایا اس کو شعر کہنا | اور نہ یہ اس کے لائق ہے

لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنْذِرَ

یہ تو خالص نصیحت ہے | اور قرآن ہے صاف | تاکہ ڈر سنا دے

مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾ أَوَلَمْ

اس کو جس میں جان ہو | اور ثابت ہو الزام | منکروں پر | کیا

يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا

وہ نہیں دیکھتے | کہ ہم نے بنا دیے ان کے واسطے | اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں سے | چوپائے

فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ

پھر وہ ان کے مالک ہیں | اور عاجز کر دیا ان (چوپایوں) کو ان کے آگے | پھر ان میں کوئی ہے ان کی سواری

وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ

اور کسی کو کھاتے ہیں | اور ان کے واسطے چارپایوں میں فائدے ہیں | اور پینے کے گھاٹ

◆ **کفار کو حق تعالیٰ کی تنبیہ** | یعنی جیسے انہوں نے ہماری آیتوں سے آنکھیں بند کر لی ہیں اگر ہم چاہیں تو دنیا ہی میں بطور سزا کے ان کی ظاہری بینائی بھی سلب کر کے بالکل اندھا کر دیں کہ ادھر ادھر جانے کا راستہ بھی نہ سوجھے اور جس طرح یہ لوگ شیطانی راستوں سے ہٹ کر اللہ کی راہ پر چلنا نہیں چاہتے ہم کو قدرت ہے کہ ان کی صورتیں بگاڑ کر بالکل اپاہج بنا دیں کہ پھر یہ کسی ضرورت کے لئے اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں۔ پر ہم نے ایسا نہ چاہا اور ان ظاہری قوتوں سے ان کو محروم نہیں کیا۔ یہ ہماری طرف سے مہلت اور ڈھیل تھی آج وہ ہی آنکھیں اور ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ ان بیہودوں نے ہم کو کن نالائق کاموں میں لگایا تھا۔

◆ یعنی آنکھیں بھی لے لیتا اور صورت بگاڑ کر اپاہج بنا دیتا۔ یہ سب قدرت کے کرشمے دیکھتے نہیں؟ ایک تندرست اور مضبوط آدمی زیادہ بوڑھا ہو کر کس طرح دیکھنے سننے اور چلنے پھرنے سے معذور کر دیا جاتا ہے۔ گویا بچپن میں جیسا کمزور ناتواں اور دوسروں کے سہارے کا محتاج تھا بڑھاپے میں پھر اسی حالت کی طرف پلٹایا جاتا ہے تو کیا جو خدا پیرانہ سالی کی حالت میں ان کی قوتیں سلب کر لیتا ہے، جوانی میں نہیں کر سکتا؟

◆ **آنحضرتؐ اور شاعری** | یعنی اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ حقائق واقعیہ ہیں۔ کوئی شاعرانہ تخیلات نہیں۔ اس پیغمبر کو ہم نے قرآن دیا ہے جو نصیحتوں اور روشن تعلیمات سے معمور ہے۔ کوئی شعر و شاعری کا دیوان نہیں دیا جس میں نری طبع آزمائی اور خیالی تک بندیاں ہوں، بلکہ آپ کی طبع مبارک کو فطری طور پر اس فن شاعری سے اتنا بعید رکھا گیا کہ باوجود قریش کے اس اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کے جس کی معمولی لونڈیاں بھی اس وقت شعر کہنے کا خاص سلیقہ رکھتی تھیں۔ آپ نے مدت العمر کوئی شعر نہیں بنایا۔ یوں رجز وغیرہ کے موقع پر کبھی ایک آدھ مرتبہ زبان مبارک سے مقفیٰ عبارت نکل کر بے ساختہ شعر کے سانچے میں ڈھل گئی ہو وہ الگ بات ہے۔ اسے شاعری یا شعر بنانا نہیں کہتے۔ آپ خود تو شعر کیا کہتے کسی دوسرے شاعر کا شعر یا مصرع بھی زندگی بھر میں دو چار مرتبہ سے زائد نہیں پڑھا اور پڑھتے وقت اکثر اس میں ایسا تغیر کر دیا کہ شعر شعر نہ رہے۔ محض مطلب شاعر ادا ہو جائے۔ غرض آپ کی طبع شریف کو شاعری سے مناسبت نہیں دی گئی تھی کیونکہ یہ چیز آپ کے منصب جلیل کے لائق نہ تھی۔ آپ حقیقت کے ترجمان تھے اور آپ کی بعثت کا مقصد تھا کہ اعلیٰ حقائق سے بدون ادنیٰ ترین کذب و خلط کے روشناس کراتا۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ایک شاعر کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شاعری کا حسن و کمال کذب و مبالغہ، خیالی بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی کے سوا کچھ نہیں۔ شعر میں اگر کوئی جز محمود ہے تو اس کی تاثیر اور لطافت ہو سکتی ہے۔ سو یہ چیز قرآن کی نثر میں اس درجہ پر پائی جاتی ہے کہ ساری دنیا کے شاعر مل کر بھی اپنے کلاموں کے مجموعہ میں پیدا نہیں کر سکتے۔ قرآن کریم کے اسلوب بدیع کو دیکھتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا نظم کی اعلیٰ روح نکال کر نثر میں ڈال دی گئی ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے فصیح و عاقل دنگ ہو کر قرآن کو شعر یا سحر کہنے لگے تھے۔ حالانکہ شعر و سحر کو قرآن سے کیا نسبت؟ کیا شاعری اور جادوگری کی بنیاد پر دنیا میں کبھی آدمیت و روحانیت کی ایسی عظیم الشان اور لازوال عمارتیں کھڑی ہوئی ہیں جو قرآنی تعلیم کی اساس پر آج تک قائم شدہ دیکھتے ہو۔ یہ کام شاعروں کا نہیں پیغمبروں کا ہے کہ خدا کے حکم سے مردہ قلوب کو ابدی زندگی عطا کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے عرب کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا کہ آپ پہلے سے شاعر تھے شاعری سے ترقی کر کے نبی بن بیٹھے۔

◆ یعنی زندہ دل آدمی قرآن سن کر اللہ سے ڈرے اور منکروں پر حجت تمام ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "جس میں جان ہو یعنی نیک اثر پکڑتا ہو اس کے کام کو اور منکروں پر الزام اتارنے کو۔"

◆ **اللہ کی دوسری نشانیاں** | آیات تنزیلیہ کے بعد پھر آیات تکوینیہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ یعنی ایک طرف قرآن کی پند و نصیحت سنو اور دوسری طرف غور سے دیکھو کہ اللہ کے کیسے انعام و احسان تم پر ہو رہے ہیں اونٹ گائے بکری گھوڑے خچر وغیرہ جانوروں کو تم نے نہیں بنایا خدا نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے۔ پھر تم کو محض اپنے فضل سے ان کا مالک بنا دیا کہ جہاں چاہو بیچو اور جو چاہو کام لو۔

أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً

پھر کیا یہ شکر نہیں کرتے ♦ اور پکڑتے ہیں اللہ کے سوا اور حاکم

لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ

کہ شاید ان کی مدد کریں ♦ نہ کر سکیں گے ان کی مدد اور وہ

لَهُمْ جُندٌ مُّحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾ فَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا

ان کی فوج ہو کر پکڑے آئیں گے ♦ اب تو غمگین مت ہو ان کی بات سے ہم

نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَمْ يَرَ

جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں ♦ کیا دیکھ نہیں

الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ

انسان کہ ہم نے اس کو بنایا ایک قطرہ سے پھر تبھی وہ ہو گیا جھگڑنے

مُّبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَن يُحْيِي

بولنے والا ♦ اور بٹھاتا ہے ہم پر ایک مثل اور بھول گیا اپنی پیدائش کہنے لگا کون زندہ کرے گا

الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا

ہڈیوں کو جب کھوکھری ہو گئیں ♦ تو کہہ ان کو زندہ کرے گا جس نے بنایا ان کو

أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُم

پہلی بار اور وہ سب (طرح کا) بنانا جانتا ہے ♦ جس نے بنا دی تم کو

مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾

سبز درخت سے آگ پھر اب تم اس سے سلگاتے ہو ♦

◆ **چارپایوں میں انسان کے فائدے** | دیکھو کتنے بڑے بڑے عظیم الجثہ قوی ہیکل جانور انسان ضعیف البنیان کے سامنے عاجز و مسخر کر دیئے۔ ہزاروں اونٹوں کی قطار کو ایک خوردسال بچہ نکیل پکڑ کر جدھر چاہے لے جائے ذرا کان نہیں ہلاتے۔ کیسے شہ زور جانوروں پر آدمی سواری کرتا ہے اور بعض کو کاٹ کر اپنی غذا بناتا ہے۔ علاوہ گوشت کھانے کے ان کی کھال، ہڈی، اون وغیرہ سے کس قدر فوائد حاصل کئے جاتے ہیں جن کے تھن کیا ہیں گویا دودھ کے چشمے ہیں ان ہی چشموں کے گھاٹ سے کتنے آدمی سیراب ہوتے ہیں۔ لیکن شکر گذار بندے بہت تھوڑے ہیں۔

◆ یعنی جس خدا نے یہ نعمتیں مرحمت فرمائیں اس کا یہ شکر ادا کیا کہ اس کے مقابل دوسرے حاکم اور معبود ٹھہرا لئے جنہیں سمجھتے ہیں کہ آڑے وقت میں کام آئیں گے اور مدد کریں گے۔ سو یاد رکھو وہ تمہاری تو کیا اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی اس وقت گرفتار ضرور کرا دیں گے۔ تب پتہ لگے گا کہ جن کی حمایت میں عمر بھر لڑتے رہے تھے وہ آج کس طرح آنکھیں دکھانے لگے۔

◆ یعنی جب خود ہمارے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے تو آپ ان کی بات سے غمگین و دلگیر نہ ہوں، اپنا فرض ادا کر کے ہمارے حوالہ کریں۔ ہم ان کے ظاہری و باطنی احوال سے خوب واقف ہیں ٹھیک ٹھیک بھگتان کر دیں گے۔

◆ **انسان کی اصل** | یعنی انسان اپنی اصل کو یاد نہیں رکھتا کہ وہ ایک ناچیز قطرہ تھا، خدا نے کیا سے کیا بنا دیا۔ اس پانی کی بوند کو وہ زور اور قوت گویائی عطا کی کہ بات بات پر جھگڑنے اور باتیں بنانے لگا۔ حتیٰ کہ آج اپنی حد سے بڑھ کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔

◆ **حقیر انسان کی جرأت** | یعنی دیکھئے ہماری نسبت کیسے فقرے چسپاں کرتا ہے۔ گویا اس قادر مطلق کو عاجز مخلوق کی طرح فرض کر لیا ہے جو کہتا ہے کہ آخر جب بدن گل سڑ کر صرف ہڈیاں رہ گئیں وہ بھی بوسیدہ پرانی اور کھوکھلی تو انہیں دوبارہ کون زندہ کرے گا۔ ایسا سوال کرتے وقت اسے اپنی پیدائش یاد نہیں رہی ورنہ اس قطرہ ناچیز کو ایسے الفاظ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اپنی اصل پر غور کر کے کچھ شرماتا اور کچھ عقل سے کام لے کر اپنے سوال کا جواب بھی حاصل کر لیتا جو اگلی آیت میں مذکور ہے۔

◆ **اللہ کی قدرت** | یعنی جس نے پہلی مرتبہ ان ہڈیوں میں جان ڈالی اسے دوسری بار جان ڈالنا کیا مشکل ہے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ آسان ہونا چاہئے۔ (وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ) اور اس قادر مطلق کے لئے تو سب ہی چیز آسان ہے پہلی مرتبہ ہو یا دوسری مرتبہ، وہ ہر طرح بنانا جانتا ہے اور بدن کے اجزاء اور ہڈیوں کے ریزے جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہوں ان کا ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے۔

◆ **درخت اور ایندھن** | یعنی اول پانی سے سبز و شاداب درخت تیار کیا پھر اس تر و تازہ درخت کو سکھا کر ایندھن بنا دیا جس سے اب تم آگ نکال رہے ہو۔ پس جو خدا ایسی متضاد صفات کو ادل بدل کر سکتا ہے کیا وہ ایک چیز کی موت و حیات کے الٹ پھیر پر قادر نہیں؟ **تنبیہ** | بعض سلف نے "شجر اخضر" (سبز درخت) سے خاص وہ درخت مراد لئے ہیں جن کی شاخوں کو آپس میں رگڑنے سے آگ نکلتی ہے۔ جیسے بانس کا درخت ہے یا عرب میں مرخ اور عفار تھے۔ واللہ اعلم۔

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى

کیا جس نے بنائے آسمان اور زمین نہیں

أَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۚ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿٨١﴾ إِنَّمَآ أَمْرُهٗٓ

بنا سکتا ان جیسے کیوں نہیں اور وہی ہے اصل بنانے والا سب کچھ جاننے والا ◆ اس کا حکم

إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٨٢﴾ فَسُبْحٰنَ

یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو ہو وہ اسی وقت ہو جائے ◆ سو پاک ہے

الَّذِي بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٨٣﴾

وہ ذات جس کے ہاتھ ہے حکومت ہر چیز کی اور اسی کی طرف پھر کر چلے جاؤ گے ◆

آیاتہا ۱۸۲ (۳۷) سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (۵۶) رکوعاتہا ۵

سورۂ صافات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو بیاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿١﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿٢﴾ فَالتّٰلِيٰتِ

قسم ہے صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر ◆ پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر ◆ پھر پڑھنے والوں کی

ذِكْرًا ﴿٣﴾ إِنَّ إِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ

یاد کر کر ◆ بے شک حاکم تم سب کا ایک ہے ◆ رب آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿٥﴾ إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا

اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور رب مشرقوں کا ◆ ہم نے رونق دی (سب سے) ورلے آسمان کو

یعنی جس نے آسمان و زمین جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کیں اس کو تم جیسی چھوٹی چیزوں کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

قدرت کاملہ کا بیان | یعنی کسی چھوٹی بڑی چیز کے ایک مرتبہ یا دوبارہ بنانے میں اسے دقت ہی کیا ہو سکتی ہے اس کے ہاں تو بس ارادہ کی دیر ہے جہاں کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا اور کہا ہو جا، فوراً ہو گئی رکھی ہے۔ ایک سیکنڈ کی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ **تنبیہ** | میرے خیال میں اس آیت کو پچھلی آیت کے ساتھ ملا کر یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ پہلے خلق بدن کا ذکر تھا یہاں نفخ روح کا مطلب سمجھا دیا۔ واللہ اعلم۔ راجع فوائد سورۃ الاسراء تحت بحث الروح۔

اللہ ہی حاکم مطلق ہے | یعنی وہ اعلیٰ ترین ہستی جس کے ہاتھ میں فی الحال بھی اوپر سے نیچے تک تمام مخلوقات کی زمام حکومت ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ پاک ہے عجز و سفاہت اور ہر قسم کے عیب و نقص سے۔ تم سورۃ یٰس وللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الصّٰفّٰت

یعنی جو صف باندھ کر قطار در قطار کھڑے ہوتے ہیں۔ خواہ فرشتے ہوں جو حکم الٰہی سننے کو اپنے اپنے مقام پر درجہ بدرجہ کھڑے ہوتے ہیں یا عبادت گذار انسان جو نماز اور جہاد وغیرہ میں صف بندی کرتے ہیں۔ **تنبیہ** | **قرآن کی قسموں کی توضیح** | قسم محاورات میں تاکید کے لئے ہے جو اکثر منکر کے مقابلہ میں استعمال کی جاتی ہے لیکن بسا اوقات محض ایک مضمون کو مہتم بالشان ظاہر کرنے کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی قسموں کا تتبع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ عموماً مقسم بہ مقسم علیہ کے لئے بطور ایک شاہد یا دلیل کے ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ڈانٹنے والے فرشتے | یعنی جو فرشتے شیطانوں کو ڈانٹ کر بھگاتے ہیں تا استراق سمع کے ارادہ میں کامیاب نہ ہوں یا بندوں کو نیکی کی بات سمجھا کر معاصی سے روکتے ہیں یا وہ نیک آدمی جو خود اپنے نفس کو بدی سے روکتے اور دوسروں کو بھی شرارت پر ڈانٹتے جھڑکتے رہتے ہیں۔ خصوصاً میدان جہاد میں کفار کے مقابلہ پر ان کی ڈانٹ ایک بہت سخت ہوتی ہے۔

یعنی وہ فرشتے یا آدمی جو اللہ کا کلام سننے کے بعد پڑھتے اور یاد کرتے ہیں، ایک دوسرے کے بتانے کو۔

یعنی آسمان پر فرشتے اور زمین پر خدا کے نیک بندے ہر زمانہ میں قولاً و فعلاً شہادت دیتے رہے ہیں کہ سب کا مالک و معبود ایک ہے اور ہم اسی کی رعیت ہیں۔

مشارق و مغارب | شمال سے جنوب تک ایک طرف مشرقیں ہیں۔ سورج کی ہر روز کی جدا اور ہر ستارے کی جدا۔ یعنی وہ نقطے جن سے ان کا طلوع ہوتا ہے اور دوسری طرف اتنی ہی مغربیں ہیں۔ شاید مغارب کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا کہ مشارق سے بطور مقابلہ کے خود ہی سمجھ میں آ جائیں گی۔ اور ایک حیثیت سے طلوع شمس و کواکب کو حق تعالیٰ کی شان حکومت و عظمت کے ثابت کرنے میں بہ نسبت غروب کے زیادہ دخل ہے۔ واللہ اعلم۔

بِزِيْنَةِ ِالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾

ایک رونق جو تاروں سے ہیں ◆ اور بچا رکھا ہر شیطان سرکش سے ◆

لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ

سن نہیں سکتے (شیطان) اوپر کی مجلس تک اور پھینکے جاتے ہیں (مار پڑتی ہے) ان پر ہر

جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ

طرف سے بھگانے کو ◆ اور ان پر (ان کے لیے) مار (عذاب) ہے ہمیشہ کو ◆ مگر جو کوئی

خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

اچک لایا (بھاگا) اچھپ سے (جھپٹ جھپٹ کر) پھر پیچھے لگا اس کے انگارا چمکتا ◆ اب پوچھ ان سے

اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ

کیا یہ بنانے مشکل ہیں (ان کا بنانا مشکل ہے) یا جتنی خلقت ہم نے بنائی ◆ ہم نے ہی ان کو بنایا ہے ایک چپکتے

لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا

گارے سے (ایک گارے چپکنے والے سے) ◆ بلکہ تو کرتا ہے تعجب اور وہ کرتے ہیں ٹھٹھے ◆ اور جب ان کو سمجھائیے نہیں

يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ

سوچتے ◆ اور جب دیکھیں کچھ نشانی ہنسی میں ڈال دیتے ہیں ◆ اور کہتے ہیں اور

هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

کچھ نہیں یہ تو کھلا جادو ہے ◆ کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ

تو کیا ہم کو پھر اٹھنا ہے ◆ کیا اور ہمارے اگلے باپ دادوں کو بھی ◆ تو کہہ کہ ہاں اور تم

◆ **ستاروں کی رونق** | یعنی اندھیری رات میں آسمان چمکدار ستاروں کی جگمگاہٹ سے دیکھنے والوں کو کیسا خوبصورت مزین اور پررونق معلوم ہوتا ہے۔

◆ یعنی تاروں سے آسمان کی زینت و آرائش ہے۔ اور بعض تاروں کے ذریعہ سے جو ٹوٹتے ہیں شیطانوں کو روکنے اور دفع کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ ٹوٹنے والے ستارے یا تو کواکب نوریہ کے علاوہ کوئی مستقل نوع کواکب کی ہے یا کواکب نوریہ کی شعاعوں ہی سے ہوا لطیف ہو کر ایک طرح کی آتش سوزاں پیدا ہو جاتی ہے یا خود کواکب کے اجزاء ٹوٹ کر گرتے ہیں؟ اس میں علماء و حکماء کے مختلف اقوال ہیں بہرحال ان کی حقیقت کچھ ہی کیوں نہ ہو رجم شیاطین کا کام بھی ان سے لیا جاتا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل سورۂ "حجر" کے فوائد میں گذر چکی ملاحظہ کر لی جائے۔

◆ **ملاء اعلیٰ اور شیاطین** | اونچی مجلس سے مراد فرشتوں کی مجلس ہے۔ یعنی شیاطین کو یہ قدرت نہیں دی گئی کہ فرشتوں کی مجلس میں پہنچ کر کوئی بات وہاں کی سن آئیں۔ جب ایسا ارادہ کر کے اوپر آسمانوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں تو جس طرف سے جاتے ہیں ادھر ہی سے فرشتے دھکے دے کر اور مار کر بھگا دیتے ہیں۔

◆ یعنی دنیا میں ہمیشہ یوں ہی مار پڑتی رہے گی اور آخرت کا دائمی عذاب الگ رہا۔

◆ **شہاب ثاقب کی مار** | یعنی اسی بھاگ دوڑ میں جلدی سے کوئی ایک آدھ بات اچک لایا اس پر بھی فرشتے شہاب ثاقب سے اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل سورۂ "حجر" کے شروع میں گذر چکی۔

◆ **منکرین بعث کا رد** | یعنی منکرین بعث سے دریافت کیجئے کہ آسمان، زمین، ستارے، فرشتے، شیاطین وغیرہ مخلوقات کا پیدا کرنا ان کے خیال میں زیادہ مشکل کام ہے یا خود ان کا پیدا کرنا اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد ظاہر ہے جو خدا ایسی عظیم الشان مخلوقات کا بنانے والا ہے انسان کا دوبارہ بنا دینا کیا مشکل ہوگا۔

◆ **انسان کی اصلیت** | یعنی ان کی اصل حقیقت ہمیں سب معلوم ہے۔ ایک طرح کے چپکتے گارے سے جس کا پتلا ہم نے تیار کیا۔ آج اس کے یہ حوصلے ہیں کہ آسمان و زمین کو بنانے والا اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں۔ جس طرح پہلے مٹی سے بنایا دوبارہ بھی مٹی سے نکال کر کھڑا کر دیں گے۔

◆ یعنی تجھ کو ان پر تعجب آتا ہے کہ ایسی صاف باتیں کیوں نہیں سمجھتے اور وہ ٹھٹھا کرتے ہیں کہ یہ (نبی) کس قسم کی بے سروپا باتیں کر رہا ہے۔ (العیاذ باللہ)

◆ یعنی نصیحت سن کر غور و فکر نہیں کرتے اور جو معجزات و نشانات دیکھتے ہیں انہیں جادو کہہ کر ہنسی میں اڑا دیتے ہیں۔

◆ **کفار کی ضد اور ہٹ** | وہی مرغے کی ایک ٹانگ گائے جاتے ہیں کہ صاحب جب ہم مر کر خاک میں مل کر مٹی ہو گئے صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے باپ دادا جن کو مرے ہوئے قرن گذر گئے۔ شاید ہڈیاں بھی باقی نہ رہی ہوں، ہم کس طرح مان لیں کہ یہ سب پھر از سر نو زندہ کر کے کھڑے کر دیے جائیں گے۔

دَاخِرُونَ ۝١٨ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنظُرُونَ ۝١٩

ذلیل ہو کے | سو وہ (قیامت) تو بس ہے ایک جھڑکی | پھر اسی وقت یہ لگیں گے دیکھنے

وَقَالُوا يَا وَيْلَنَا هَٰذَا يَوْمُ الدِّينِ ۝٢٠ هَٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ

اور کہیں گے | اے خرابی ہماری | یہ آگیا دن جزا کا | یہ ہے دن فیصلے کا

الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝٢١ احْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا

جس کو تم جھٹلاتے تھے | جمع کرو | گنہگاروں کو

وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝٢٢ مِن دُونِ اللَّهِ

اور ان کے جوڑوں (ساتھیوں) کو | اور جو کچھ پوجتے تھے | اللہ کے سوائے

فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۝٢٣ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُم

پھر چلاؤ ان کو | دوزخ کی راہ پر | اور کھڑا رکھو ان کو | ان سے

مَّسْئُولُونَ ۝٢٤ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ۝٢٥ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ

پوچھنا ہے | کیا ہوا تم کو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے | کوئی نہیں وہ آج

مُسْتَسْلِمُونَ ۝٢٦ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝٢٧

اپنے کو پکڑوا دیتے ہیں | اور منہ کیا بعضوں نے بعضوں کی طرف | لگے پوچھنے

قَالُوا إِنَّكُمْ كُنتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۝٢٨ قَالُوا بَل

بولے | تم ہی تھے کہ آتے تھے ہم پر | داہنی طرف سے | وہ بولے کوئی نہیں پر

لَّمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝٢٩ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُم مِّن

تم ہی نہ تھے | یقین لانے والے | اور ہمارا تم پر کچھ

◆ یعنی ہاں ضرور اٹھائے جاؤ گے اور اس وقت ذلیل و رسوا ہو کر اس انکار کی سزا بھگتو گے۔

◆ یعنی ایک ڈانٹ میں سب اٹھ کھڑے ہوں گے اور حیرت و دہشت سے ادھر ادھر دیکھنے لگیں گے (یہ ڈانٹ یا جھڑکی نفخ صور کی ہوگی)

◆ یعنی یہ تو سچ مچ وہی دن آ پہنچا جس کی انبیاء خبر دیتے اور ہم ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

◆ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا۔

◆ **کفار کا حشر** | یہ حکم ہوگا فرشتوں کو کہ ان سب کو اکٹھا کر کے دوزخ کا راستہ بتاؤ سمجھے "ازواج" (جوڑوں) سے مراد ہیں ایک قسم کے گنہگار یا ان کی کافر بیبیاں۔ اور "وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" سے اصنام و شیاطین وغیرہ مراد ہیں۔

◆ **کفار کو سوال کیلئے ٹھہرنے کا حکم** | حکم کے بعد کچھ دیر ٹھہرائیں گے تاکہ ان سے ایک سوال کیا جائے جو آگے "مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ" میں مذکور ہے۔

◆ **حق تعالیٰ کا سوال** | یعنی دنیا میں تو "نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ" کہا کرتے تھے (کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں) آج کیا ہوا کہ کوئی اپنے ساتھی کی مدد نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ایک بے دم کان دبائے ذلیل ہو کر پکڑا ہوا چلا آ رہا ہے۔

◆ **کفار کا ایک دوسرے کو الزام** | "یمین" (داہنے ہاتھ) میں عموماً زور و قوت زائد ہوتی ہے یعنی تم ہی تھے جو ہم پر چڑھے آتے تھے بہکانے کو زور دکھلا کر اور مرعوب کر کے۔ یا یمین سے مراد خیر و برکت کی جانب لی جائے یعنی تم ہی تھے کہ ہم پر چڑھائی کرتے تھے بھلائی اور نیکی سے روکنے کے لئے۔ یہ گفتگو اتباع اور متبوعین (زیردستوں اور زبردستوں) کے درمیان ہوگی۔

سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ

زور نہ تھا بلکہ تم ہی تھے لوگ حد سے نکل چلنے والے سو ثابت ہو گئی ہم پر بات ہمارے

رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾

رب کی بے شک ہم کو مزہ چکھنا ہے ہم نے تم کو گمراہ کیا جیسے ہم خود تھے گمراہ ◆

فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

سو وہ سب اس دن تکلیف میں شریک ہیں ◆ ہم ایسا ہی

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ

کرتے ہیں گنہگاروں کے حق میں وہ تھے کہ ان سے جب کوئی کہتا کسی کی بندگی

اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا

نہیں سوائے اللہ کے تو غرور کرتے ◆ اور کہتے کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے معبودوں کو

لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾

کہنے سے ایک شاعر دیوانے کے کوئی نہیں وہ لیکر آیا ہے سچا دین اور سچا مانتا ہے سب رسولوں کو ◆

اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ

بے شک تم کو چکھنا ہے عذاب دردناک اور وہی بدلا پاؤ گے

اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾

جو کچھ تم کرتے تھے ◆ مگر جو بندے اللہ کے ہیں چنے ہوئے ◆

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

وہ لوگ جو ہیں ان کے واسطے روزی ہے مقرر ◆ میوے ◆ اور ان کی عزت ہے

متبوعین کا جواب | یعنی خود تم ایمان نہ لاتے ہم پر الزام رکھتے ہو۔ ہمارا تم پر کیا زور تھا جو دل میں ایمان نہ گھسنے دیتے تم لوگ خود ہی عقل و انصاف کی حد سے نکل گئے کہ بے دلائل متبوعین کا کہنا مانا اور ہمارے بہکانے میں آگئے اگر عقل و فہم اور عاقبت اندیشی سے کام لیتے تو ہماری باتوں پر کبھی کان نہ دھرتے۔ رہے ہم سو ظاہر ہے خود گمراہ تھے ایک گمراہ سے بجز گمراہی کی طرف بلانے کے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔ ہم نے وہی کیا جو ہمارے حال کے مناسب تھا لیکن تم کو کیا مصیبت نے گھیرا تھا کہ ہمارے چکموں میں آگئے۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا۔ خدا کی حجت ہم پر قائم ہوئی اور اس کی وہی بات "لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ الخ" ثابت ہو کر رہی۔ آج ہم سب کو اپنی اپنی غلط کاریوں اور بدمعاشیوں کا مزہ چکھنا ہے۔

یعنی سب مجرم درجہ بدرجہ عذاب میں شریک ہوں گے۔ جیسے جرم میں شریک تھے۔

یعنی ان کا کبر و غرور مانع ہے کہ نبی کے ارشاد سے یہ کلمہ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) زبان پر لائیں جس سے ان کے جھوٹے معبودوں کی نفی ہوتی ہے خواہ دل میں اسے سچ ہی سمجھتے ہوں۔

آنحضرت کو شاعر کہنے پر ملامت | یعنی شاعروں کا جھوٹ تو مشہور ہے۔ پھر اس راستباز ہستی کو شاعر کیسے کہتے ہو جو دنیا میں خالص سچائی لے کر آیا ہے اور سارے جہان کے سچوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیا مجنون اور دیوانے ایسے سچے پکے اور پختہ اصول پیش کیا کرتے ہیں؟

یعنی انکارِ توحید اور ان گستاخیوں کا مزہ چکھو گے جو بارگاہ رسالت میں کر رہے ہو۔ جو کچھ کرتے تھے ایک دن سب سامنے آجائے گا۔

یعنی ان کا کیا ذکر۔ وہ تو ایک قسم ہی دوسری ہے جس پر حق تعالیٰ نوازش و کرم فرمائے گا۔

جنت کے میوے | یعنی عجیب و غریب میوے کھانے کو ملیں گے۔ جن کی پوری صفت تو اللہ ہی کو معلوم ہے ہاں کچھ مختصر سی بندوں کو بھی بتلا دی ہے جیسے فرمایا "لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ" (الواقعہ۔ رکوع ۱)

خدا ہی جانے کیا کیا عزت و اکرام ہوں گے۔

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٤٣﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ

نعمت کے باغوں میں | تختوں پر | ایک دوسرے کے سامنے | لوگ لیے پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍۭ ﴿٤٥﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٤٦﴾

ان کے پاس پیالے | شراب صاف کا | سفید رنگ | مزہ دینے والی پینے والوں کو

لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَعِنْدَهُمْ

نہ اس میں سر پھرتا ہے | اور نہ وہ اس کو پی کر بہکیں | اور ان کے پاس ہیں

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿٤٨﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٤٩﴾

عورتیں نیچی نگاہ رکھنے والیاں بڑی آنکھوں والیاں | گویا وہ انڈے ہیں | چھپے دھرے

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾ قَالَ

پھر منہ کیا ایک نے دوسرے کی طرف | لگے پوچھنے | بولا

قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ

ایک بولنے والا ان میں | میرا تھا ایک ساتھی | کہا کرتا کیا تو

لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

یقین کرتا ہے | کیا جب ہم مر گئے | اور ہو گئے مٹی | اور ہڈیاں

ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿٥٤﴾

کیا ہم کو جزا ملے گی | کہنے لگا | بھلا تم جھانک کر دیکھو گے

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ

پھر جھانکا | تو اس کو دیکھا | بیچوں بیچ دوزخ کے | بولا | قسم اللہ کی تو تو

جنت کی شراب | یعنی مزہ اور نشاط پورا ہوگا۔ اور دنیا کی شراب میں جو خرابیاں ہوتی ہیں ان کا نام و نشان نہ ہوگا۔ نہ سر گرانی ہوگی نہ نشہ چڑھے گا۔ نہ قے آئے گی۔ نہ پھیپھڑے وغیرہ خراب ہوں گے۔ نہ اس کی نہریں خشک ہو کر ختم ہو سکیں گی۔

جنت کی حوریں | یعنی شرم و ناز سے نگاہ نیچی رکھنے والی عورتیں جو اپنے ازواج کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں۔

جنت کی عورتوں کا رنگ | یعنی صاف و شفاف رنگ ہوگا جیسے انڈا جس کو پرندہ اپنے پروں کے نیچے چھپا کر رکھے کہ نہ داغ لگے نہ گرد و غبار پہنچے۔ یا انڈے کے اندر کی سفیدی جو سخت چھلکے کے نیچے پوشیدہ رہتی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ شترمرغ کے انڈے مراد ہیں جو بہت خوش رنگ ہوتے ہیں۔ بہرحال تشبیہ صفائی یا خوش رنگ ہونے میں ہے سفیدی میں نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا۔ "کَاَنَّھُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ" (رحمٰن۔ رکوع ۳)

جنت کی مجلسیں | یعنی یاران جلسہ جمع ہوں گے اور شراب طہور کا جام چل رہا ہوگا۔ اس عیش و خرم کے وقت اپنے بعض گذشتہ واقعات کا تذکرہ کریں گے۔ ایک جنتی کہے گا کہ وہاں دنیا میں میرا ایک ملنے والا تھا۔ جو مجھے آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے ملامت کیا کرتا اور احمق بنایا کرتا تھا۔ اس کے نزدیک یہ بالکل مہمل بات تھی کہ ایک شخص مٹی میں مل جائے اور گوشت پوست کچھ باقی نہ رہے محض بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں، پھر اسے اعمال کا بدلہ دینے کے لئے از سرنو زندہ کریں؟ بھلا ایسی بے تکی بات پر کون یقین کر سکتا ہے؟

کافر دوست کے حال کی جستجو | یعنی وہ ساتھی یقیناً دوزخ میں پڑا ہوگا۔ آؤ ذرا جھانک کر دیکھیں کس حال میں ہے۔ (یہ اس جنتی کا مقولہ ہوا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقولہ اللہ کا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو)

كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ

مجھ کو تو ڈالنے لگا تھا گڑھے میں — اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل — تو میں بھی ہوتا انہی میں

الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا

جو پکڑے ہوئے آئے ◆ کیا اب ہم کو مرنا نہیں — مگر جو پہلی بار

الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ

مر چکے — اور ہم کو تکلیف نہیں پہنچنے کی — بے شک یہی ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ

مراد ملنی — ایسی چیزوں کے واسطے — چاہیے محنت کریں محنت کرنے والے ◆ بھلا یہ

خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً

بہتر ہے مہمانی — یا درخت سینڈھ کا — ہم نے اس کو رکھا ہے ایک بلا

لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾

ظالموں کے واسطے — وہ ایک درخت ہے — کہ نکلتا ہے — دوزخ کی جڑ میں ◆

طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ

اس کا خوشہ — جیسے سر شیطان کے ◆ سو وہ

لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِــُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ

کھائیں گے اس میں سے — پھر بھریں گے — اس سے پیٹ — پھر ان کے واسطے

عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى

اس کے اوپر — ملونی ہے — جلتے پانی کی ◆ پھر ان کو لے جانا

◆ ۱ **دوزخ میں اس کا حال** | یعنی اس جنتی کو اپنے ساتھی کا حال دکھلا دیا جائے گا کہ ٹھیک دوزخ کی آگ میں پڑا ہوا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اسے عبرت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان یاد آئے گا۔ کہے گا کم بخت! تو نے تو مجھے بھی اپنے ساتھ برباد کرنا چاہا تھا۔ محض اللہ کے احسان نے دستگیری فرمائی جو اس مصیبت سے بچ گیا اور میرا قدم راہ ایمان و عرفان سے ڈگمگانے نہ دیا ورنہ آج میں بھی تیری طرح پکڑا ہوا آتا اور اسی دردناک عذاب میں گرفتار ہوتا۔

◆ ۲ **دائمی زندگی پر خوشی کا اظہار** | اس وقت فرط مسرت سے کہے گا کہ کیا یہ واقعہ نہیں کہ اس پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آچکی اب ہم کو کبھی مرنا نہیں اور نہ کبھی اس عیش و بہار سے نکل کر تکلیف و عذاب کی طرف جانا ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل و رحمت سے اسی عیش و رفاہیت میں ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک بڑی بھاری کامیابی اسی کو کہتے ہیں اور یہی وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کی تحصیل کے لیے چاہیے کہ ہر طرح کی محنتیں اور قربانیاں گوارا کی جائیں۔

◆ ۳ **اہل دوزخ کیلئے زقوم کا درخت** | اوپر بہشتیوں کی مہمانی کا ذکر تھا۔ یہاں سے دوزخیوں کی مہمانی کا حال سناتے ہیں۔ "زقوم" کسی درخت کا نام ہے جو سخت کڑوا بدمزہ ہوتا ہے۔ جیسے ہمارے یہاں تھوہر یا سینڈھ۔ دوزخ کے اندر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایک درخت اگایا ہے اس کو یہاں "شجرۃ الزقوم" سے موسوم کیا۔ وہ ایک بلا ہے ظالموں کے واسطے آخرت میں۔ کیونکہ جب دوزخی بھوک سے مضطرب ہوں گے یہی کھانے کو دیا جائے گا اور اس کا حلق سے اتارنا اور اترنے کے بعد ایک خاص اثر پیدا کرنا سخت تکلیف دہ اور مستقل عذاب ہوگا اور دنیا میں بھی ایک طرح کی بلا اور آزمائش ہے کہ قرآن میں اس کا ذکر سن کر گمراہ ہوتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ سبز درخت دوزخ کی آگ میں کیونکر اگا۔ (حالانکہ ممکن ہے اس کا مزاج ہی ناری ہو جیسے آگ کا کیڑا "سمندر" آگ میں زندہ رہتا ہے اور سہارنپور کے جنگلی بانس میں بعض درختوں کی تربیت آگ کے ذریعہ سے ہوتی ہے) کسی نے کہا "زقوم" فلاں لغت میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں انہیں سامنے رکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ زقوم کھائیں گے۔

◆ ۴ یعنی سخت بدنما شیطان کی صورت یا شیاطین کہا سانپوں کو۔ یعنی اس کا خوشہ سانپ کے سر کی طرح ہوگا جیسے ہمارے ہاں ایک درخت کو اسی تشبیہ سے "ناگ پھن" کہتے ہیں۔

◆ ۵ **اہل دوزخ کے پینے کا پانی** | "زقوم" کھا کر پیاس لگے گی تو سخت جلتا پانی پلایا جائے گا جس سے آنتیں کٹ کر باہر آ پڑیں گی "فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ" (محمد۔ رکوع ۲) اعاذنا اللہ منہا۔

الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ

آگ کے ڈھیر میں ◆ انہوں نے پایا اپنے باپ دادوں کو بہکے ہوئے

عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ

انہی کے قدموں پر دوڑتے ہیں ◆ اور بہک چکے ہیں ان سے پہلے بہت لوگ

الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ

اگلے اور ہم نے بھیجے ہیں ان میں ڈر سنانے والے اب دیکھ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ

کیسا ہوا انجام ڈرائے ہوؤں کا مگر جو بندے ہیں اللہ کے

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ ع

چنے ہوئے ◆ اور ہم کو پکارا تھا نوح نے سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں ہم پکار پر

وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا

اور بچا دیا اس کو اور اس کے گھر کو اس بڑی گھبراہٹ سے اور رکھا

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾

اس کی اولاد کو وہی باقی رہنے والے اور باقی رکھا اس پر پچھلے لوگوں میں

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾

کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں ہم یوں بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

وہ ہے ہمارے ایماندار بندوں میں پھر ڈبا دیا ہم نے

◆ یعنی بہت بھوکے ہوں گے تو آگ سے جدا کر کے کھانا پانی کھلا پلا کر پھر آگ میں ڈال دیں گے۔

◆ **اندھی تقلید** یعنی پچھلے کافر اگلوں کی اندھی تقلید میں گمراہ ہوئے۔ جس راہ پر انکو چلتے دیکھا اسی پر دوڑ پڑے۔ کنواں کھائی کچھ نہ دیکھا۔

◆ یعنی ہر زمانہ میں انجام سے آگاہ کرنے والے اور آخرت کا ڈر سنانے والے آتے رہے۔ آخر جنہوں نے نہ سنا اور نہ مانا دیکھ لو ان کا انجام کیسا ہوا۔ بس اللہ کے وہی چنے ہوئے بندے محفوظ رہے جن کو خدا کا ڈر اور عاقبت کی فکر تھی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "ڈر سب ہی کو سناتے ہیں ان میں نیک بچتے ہیں اور بد کھپتے ہیں۔" آگے بعض منذرین (بالکسر) اور منذرین (بالفتح) کے قصے سنائے جاتے ہیں۔ مکذبین کی عبرت اور مومنین کی تسلی کے لئے۔

الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ

دوسروں کو ◆ اور اسی کی راہ والوں میں ہے ابراہیم ◆ جب آیا

رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا

اپنے رب کے پاس لے کر دل چنگا ◆ جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو تم کیا

تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾

پوجتے ہو ◆ کیا جھوٹ بنائے ہوئے حاکموں کو اللہ کے سوائے چاہتے ہو ◆

فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾

پھر کیا خیال کیا ہے تم نے پروردگار عالم کو ◆ پھر نگاہ کی ایک بار تاروں میں ◆

فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى

پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں (ہوں) ◆ پھر پھر گئے وہ اس سے پیٹھ دے کر ◆ پھر جا گھسا

اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿۹۲﴾

ان کے بتوں میں ◆ پھر بولا تم کیوں نہیں کھاتے ◆ تم کو کیا ہے کہ نہیں بولتے ◆

فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ﴿۹۴﴾

پھر گھسا ان پر ◆ مارتا ہوا دہنے ہاتھ سے ◆ پھر لوگ آئے اس پر دوڑ کر گھبراتے ہوئے ◆

◆ **حضرت نوح کے واقعہ سے عبرت** تقریباً ہزار برس تک حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے اور نصیحت کرتے رہے۔ مگر اس کی شرارت اور ایذا رسانی روز بروز بڑھتی رہی۔ آخر حضرت نوح نے مجبور ہو کر اپنے بھیجنے والے کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا۔ "فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" (القمر، رکوع ۱) اے پروردگار! میں مغلوب ہوں آپ میری مدد کیجئے۔ دیکھ لو اللہ نے ان کی پکار کیسی سنی اور مدد کس طرح پہنچی۔

حضرت نوح پر انعامات نوح علیہ السلام کو اور ان کے گھرانے کے آدمیوں کو ایذائے اعداء سے بچایا۔ پھر ہولناک طوفان کے وقت ان کی حفاظت کی۔ بعد ازاں انہی کی اولاد سے زمین کو آباد کیا۔ ان کے بعد آنے والی دنیا میں ان کا ذکر خیر لوگوں میں باقی چھوڑا۔ چنانچہ آج تک خلقت ان پر سلام بھیجتی ہے اور سارے جہان میں "نوح علیہ السلام" کہہ کر یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ تو نیک بندوں کا انجام ہوا۔ دوسری طرف ان کے دشمنوں کا حال دیکھو کہ سب کے سب زبردست طوفان کی نذر کر دیے گئے۔ آج ان کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ اپنی حماقتوں اور شرارتوں کی

بدولت دنیا کا بیڑا غرق کرا کر رہے۔ **تنبیہ:** اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ آج تمام دنیا کے آدمی حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں (سام، حام، یافث) کی اولاد سے ہیں۔ جامع ترمذی کی بعض احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ والتفصیل یطلب من مظانہ۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ** | انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں اور ہر پچھلا پہلے کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ اسی لئے ابراہیم کو نوح (علیہما السلام) کے گروہ سے فرمایا۔ "وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ" (مومنون۔ رکوع ۴)

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا قلب سلیم** | یعنی ہر قسم کے اعتقادی و اخلاقی روگ سے دل کو پاک کر کے اور دنیوی غرضوں سے آزاد ہو کر انکسار و تواضع کے ساتھ اپنے رب کی طرف جھک پڑا اور اپنی قوم کو بھی بت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی۔

◆ یعنی یہ سنگ تراشی کی مورتیاں جو گھڑ لی ہیں جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ کیا سچ مچ ان کے ہاتھ میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نقصان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک کو چھوڑ کر ان جھوٹے حاکموں کی اتنی خوشامد اور حمایت کیوں ہے؟

◆ یعنی کیا اس کے وجود میں شبہ ہے؟ یا اس کی شان و رتبہ کو نہیں سمجھتے جو (معاذ اللہ) پتھروں کو اس کا شریک ٹھہرا رہے ہو۔ یا اس کے غضب و انتقام کی خبر نہیں؟ جو ایسی گستاخی پر جری ہو گئے ہو۔ آخر بتلاؤ تو سہی تم نے پروردگار عالم کو کیا خیال کر رکھا ہے۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا توریہ** | ان کی قوم میں نجوم کا زور تھا حضرت ابراہیم نے ان کے دکھانے کو ستاروں کی طرف نظر ڈال کر کہا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں (اور ایسی دنیا میں کون ہے جس کی طبیعت ہر طرح ٹھیک رہے کچھ نہ کچھ عوارض معمولی یا غیر معمولی لگے ہی رہتے ہیں۔ یہی تکلیف اور بدمزگی کیا کم تھی کہ ہر وقت قوم کی ردی حالت دیکھ کر کڑھتے تھے) یا یہ مطلب تھا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں (بیماری نام ہے مزاج کے اعتدال سے ہٹ جانے کا۔ تو موت سے پہلے ہر شخص کو یہ صورت پیش آنے والی ہے) بہرحال حضرت ابراہیم کی مراد صحیح تھی۔ لیکن ستاروں کی طرف دیکھ کر "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہنے سے لوگ یہ مطلب سمجھے کہ بذریعہ نجوم کے انہوں نے معلوم کر لیا ہے کہ عنقریب بیمار پڑنے والے ہیں۔ وہ لوگ اپنے ایک تہوار میں شرکت کرنے کے لئے شہر سے باہر جا رہے تھے۔ یہ کلام سن کر حضرت ابراہیم کو ساتھ جانے سے معذور سمجھا اور تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی غرض یہی تھی کہ کوئی موقع فرصت اور تنہائی کا ملے تو ان جھوٹے خداؤں کی خبر لوں۔ چنانچہ بت خانہ میں جا گھسے اور بتوں کو خطاب کر کے کہا "یہ کھانے اور چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہوئے ہیں کیوں نہیں کھاتے"۔ باوجودیکہ تمہاری صورت کھانے والوں کی سی ہے۔ **تنبیہ:** تقریر بالا سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابراہیم کا "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہنا مطلب واقعی کے لحاظ سے جھوٹ نہ تھا۔ ہاں مخاطبین نے جو مطلب سمجھا اس کے اعتبار سے خلاف واقع تھا۔ اسی لئے بعض احادیث صحیحہ میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق کیا گیا ہے۔ معاذ اللہ فی الحقیقت یہ کذب نہیں۔ بلکہ "توریہ" ہے اور اس طرح کا "توریہ" مصلحت شرعی کے وقت مباح ہے۔ جیسے حدیث ہجرت میں "مِمَّنْ اَنْتُمْ" کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا "مِنَ الْمَآءِ" اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک سوال کے جواب میں کہا "رَجُلٌ يَّهْدِيْنِي السَّبِيْلَ"۔ ہاں چونکہ یہ توریہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منصب بلند کے لحاظ سے خلاف اولیٰ تھا۔ اس لئے بمصداق "حسنات الابرار سیئات المقربین" حدیث میں اس کو "ذنب" قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

◆ **بتوں سے خطاب** | جب بتوں کی طرف سے کھانے کے متعلق کچھ جواب نہ ملا تو کہنے لگا کہ تم بولتے کیوں نہیں۔ یعنی اعضاء اور صورت تو تمہاری انسانوں کی سی بنا دی گئی لیکن انسانوں کی روح تم میں نہ ڈال سکے۔ پھر تعجب ہے کہ کھانے پینے اور بولنے والے انسان اس بے حس و حرکت انسان کے سامنے سر نگوں ہوں اور اپنی حاجات میں ان سے مدد طلب کریں؟

◆ **بت شکنی** | یعنی زور سے مار مار کر توڑ ڈالا۔ پہلے غالباً سورہ انبیاء میں یہ قصہ مفصل گذر چکا ہے۔

◆ لوگ جب اپنے میلے ٹھیلے سے واپس آئے دیکھا بت ٹوٹے پڑے ہیں۔ قرائن سے سمجھا کہ ابراہیم کے سوا یہ کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ سب ان کی طرف جھپٹ پڑے۔

قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا

بولا کیوں پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ﴿۹۷﴾

تم بناتے ہو ◆ بولے بناؤ (چنو) اس کے واسطے ایک عمارت (چتائی) پھر ڈالو اس کو آگ کے ڈھیر میں

فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَقَالَ اِنِّيْ

پھر چاہنے لگے اس پر برا داؤ کرنا پھر ہم نے ڈالا انہی کو نیچے ◆ اور بولا میں

ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۹۹﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ

جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دے گا ◆ اے رب بخش مجھ کو کوئی

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَمَّا بَلَغَ

نیک بیٹا ◆ پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا ◆ پھر جب پہنچا

◆ **قوم کو توحید کی دعوت** | یعنی کس کسی نے بھی ذرا غور تو کرو تم یہ احمقانہ حرکت کرتے کیسی ہو؟ کیا پتھر کی بےجان صورت جو خود تم نے اپنے ہاتھوں سے تراش کر تیار کی پرستش کے لائق ہو گئی؟ حالانکہ تمہارا اور تمہارے ہر ایک عمل و معمول کا بلکہ ان پتھروں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے، اس سے کوئی سروکار نہ رہا؟ پیدا تو ہر چیز کو وہ کرے اور بندگی دوسروں کی ہونے لگے جو ہم سے بھی نیچے جو مخلوق در مخلوق ہیں۔ آخر یہ کیا اندھیر ہے؟

◆ **آگ میں جلانے کی تجویز** | جب ابراہیم علیہ السلام کی معقول باتوں کا کچھ جواب نہ بن پڑا تو یہ تجویز کی کہ ایک بڑا آتش خانہ بنا کر ابراہیم کو اس میں ڈال دو۔ اس تدبیر سے لوگوں کے دلوں میں بتوں کی عقیدت راسخ ہو جائے گی اور ہیبت بیٹھ جائے گی کہ ان کے مخالف کا انجام ایسا ہوتا ہے۔ آئندہ کوئی ایسی جرأت نہ کرے گا۔ مگر اللہ نے ان ہی کو نیچا دکھلایا۔ ابراہیم پر آگ گلزار کر دی گئی۔ جس سے علیٰ رؤس الاشہاد ثابت ہو گیا کہ تم اور تمہارے جھوٹے معبود سب مل کر خدائے واحد کے ایک مخلص بندے کا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ آگ کی مجال نہیں کہ رب ابراہیم کی اجازت کے بدون ایک ناخن بھی جلا سکے۔

◆ **ارادۂ ہجرت** | جب قوم کی طرف سے مایوسی ہوئی اور باپ نے بھی سختی شروع کی تو حضرت ابراہیم نے ہجرت کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو "شام" کا راستہ دکھلایا۔

◆ یعنی جب وطن چھوٹا تو مجھ کو اولاد عطا فرما جو دینی کام میں میری مدد کرے اور اس سلسلہ کو باقی رکھے۔

◆ **حضرت ابراہیم کی دعا کا مصداق حضرت اسمٰعیل ہیں** | یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے اولاد کی دعا مانگی اور خدا نے قبول کی اور یہی لڑکا قربانی کے لئے پیش کیا گیا۔ موجودہ تورات سے ثابت ہے کہ جو لڑکا حضرت ابراہیم کی دعا سے پیدا ہوا وہ حضرت اسمٰعیل ہیں اور اسی لئے ان کا نام "اسمٰعیل" رکھا گیا۔ کیونکہ "اسمٰعیل" دو لفظوں سے مرکب ہے "سمع" اور "ایل" سمع کے معنی سننے کے اور "ایل" کے

مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ

سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّآ

اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ

صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ

عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى

اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ عَلٰۤى اِسْحٰقَ ؕ وَ مِنْ

نیک بختوں میں ◆ اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحٰق پر اور

ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿۱۱۳﴾ وَ لَقَدْ مَنَنَّا

دونوں کی اولاد میں نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح ◆ اور ہم نے احسان کیا

عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ نَجَّيْنٰهُمَا وَ قَوْمَهُمَا مِنَ

موسیٰ اور ہارون پر اور بچا دیا ہم نے ان کو اور ان کی قوم کو اس

الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَ نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ

بڑی گھبراہٹ سے ◆ اور ان کی ہم نے مدد کی تو رہے وہی غالب ◆ اور

اٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَ هَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

ہم نے دی ان کو کتاب واضح ◆ اور سجھائی ان کو سیدھی

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى

راہ ◆ اور باقی رکھا ان پر پچھلے لوگوں میں کہ سلام ہے

مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

موسیٰ اور ہارون پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو

اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ اِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ

تحقیق وہ دونوں ہیں ہمارے ایمان دار بندوں میں ◆ اور تحقیق الیاس ہے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ

رسولوں میں جب اس نے کہا اپنی قوم کو کیا تم ڈرتے نہیں کیا تم پکارتے ہو

◆ معلوم ہوا وہ پہلی خوشخبری اسمٰعیل کی تھی۔ اور سارا قصہ ذبح کا ان ہی پر تھا۔

◆ **دونوں بیٹوں کی اولاد** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ دونوں کہا دونوں بیٹوں کو۔ دونوں سے بہت اولاد پھیلی۔ اسحٰق کی اولاد میں انبیاء بنی اسرائیل ہوئے۔ اور اسمٰعیل کی اولاد میں عرب ہیں جن میں ہمارے پیغمبر مبعوث ہوئے۔ یعنی اولاد میں سب یکساں نہیں، اچھے بھی ہیں جو بڑوں کا نام روشن کریں اور برے بھی جو اپنی بدکاریوں کی وجہ سے ننگ خاندان کہلانے کے مستحق ہیں۔ **تنبیہ:** بعض مفسرین نے "ومن ذریتہما" کی ضمیر "ابراہیم و اسحٰق" کی طرف راجع کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب نے "اسمٰعیل و اسحٰق" کی طرف راجع کر کے مضمون میں زیادہ وسعت پیدا کر دی۔

◆ **حضرت موسیٰ و ہارون پر اللہ کا احسان** | یعنی فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم سے نجات دی۔ اور "بحر قلزم" سے نہایت آسانی کے ساتھ پار کر دیا۔

◆ یعنی فرعونیوں کو دریا میں غرق کر کے بنی اسرائیل کو غالب و منصور کیا۔ اور انہی کے مال و املاک کا وارث بنایا۔

◆ یعنی تورات شریف جس میں احکام الٰہی بہت تفصیل و وضاحت سے بیان ہوئے ہیں۔

◆ یعنی اقوال و افعال میں استقامت بخشی۔ اور ہر معاملہ میں سیدھی راہ پر چلایا جو عصمت انبیاء کے لوازم میں سے ہے۔

◆ یعنی ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے ہیں۔

بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَ

رَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾

اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا

فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ

عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ وَاِنَّ

يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١٤٠﴾

◆ **حضرت الیاس علیہ السلام** | حضرت الیاس علیہ السلام بعض کے نزدیک حضرت ہارون کی نسل سے ہیں۔ اللہ نے ان کو ملک شام کے ایک شہر "بعلبک" کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ "بعل" نامی ایک بت کو پوجتے تھے۔ حضرت الیاس نے ان کو خدا کے غضب اور بت پرستی کے انجام سے ڈرایا۔

◆ **خالق حقیقی صرف اللہ ہے** | یعنی یوں تو دنیا میں آدمی بھی تحلیل و ترکیب کے طور پر بہت کی چیزیں بنا لیتے ہیں۔ مگر بہترین بنانے والا وہ ہے جو تمام اصول و فروع، جواہر و اعراض اور صفات و موصوفات کا حقیقی خالق ہے۔ جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ پھر یہ کیسے جائز ہوگا کہ ایسے احسن الخالقین کو چھوڑ کر "بعل" بت کی پرستش کی جائے اور اس سے مدد مانگی جائے۔ جو ایک ذرہ کو ظاہری طور پر بھی پیدا نہیں کر سکتا بلکہ اس کا وجود خود اپنے پرستاروں کا رہین منت ہے۔ انہوں نے جیسا چاہا بنا کر کھڑا کر دیا۔

◆ یعنی جھٹلانے کی سزا میں دھرے گئے۔

◆ یعنی سب نے جھٹلایا۔ مگر اللہ کے چنے ہوئے بندوں نے تکذیب نہیں کی۔ لہٰذا وہ اس سزا سے بچے رہیں گے۔

◆ **الیاسین کی تفسیر** | "الیاس" کو "الیاسین" بھی کہتے ہیں۔ جیسے "طور سینا" کو "طور سینین" کہہ دیا جاتا ہے۔ یا "یاسین" سے حضرت الیاس کے متبعین مراد ہوں۔ اور بعض نے "آل یاسین" بھی پڑھا ہے۔ تو "یاسین" ان کے باپ کا نام ہوگا۔ یا ان ہی کا نام "یاسین" اور لفظ "آل" مقحم ہو جیسے "کما صلیت علی آل ابراہیم" میں۔ یا "اللھم صل علی آل ابی اوفیٰ" میں ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی ان کی بیوی جو منکرین کے ساتھ ساز باز رکھتی تھی۔

◆ یعنی لوط اور ان کے گھر والوں کے سوا دوسرے سب باشندوں پر بستی الٹ دی گئی۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گزر چکا ہے۔

◆ **قوم لوط کی بستیاں** | یعنی مکہ والوں کو فرمایا کہ تم "مکہ" سے "شام" کو جو قافلے آتے جاتے تھے تو قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیاں ان کے راستے سے نظر آتی تھیں۔ یعنی دن رات ادھر گزرتے ہوئے یہ نشان دیکھتے ہیں پھر بھی عبرت نہیں ہوتی۔ کیا نہیں سمجھتے کہ جو حال ایک نافرمان قوم کا ہوا وہ دوسری نافرمان اقوام کا بھی ہو سکتا ہے۔

فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿١٤١﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ

پھر قرعہ ڈلوایا ◆ تو نکلا خطاوار ◆ پھر لقمہ کیا اس کو مچھلی نے

وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿١٤٢﴾ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿١٤٣﴾ لَلَبِثَ

اور وہ الزام کھایا ہوا تھا ◆ پھر اگر نہ ہوتی یہ بات کہ وہ تھا یاد کرتا پاک ذات کو تو رہتا

فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٤٤﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ

اسی کے پیٹ میں جس دن تک کہ مردے زندہ ہوں ◆ پھر ڈال دیا ہم نے اس کو چٹیل میدان میں اور وہ

سَقِيمٌ ﴿١٤٥﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ ﴿١٤٦﴾ وَ

بیمار تھا اور اگایا ہم نے اس پر ایک درخت بیل والا ◆ اور

أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿١٤٧﴾ فَآمَنُوا

بھیجا اس کو لاکھ آدمیوں پر یا اس سے زیادہ ◆ پھر وہ یقین لائے

فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿١٤٨﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ

پھر ہم نے فائدہ دیا ان کو ایک وقت تک ◆ اب ان سے پوچھ کیا تیرے رب کے یہاں بیٹیاں ہیں

وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿١٤٩﴾ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ

اور ان کے یہاں بیٹے یا ہم نے بنایا فرشتوں کو عورت اور وہ

شَاهِدُونَ ﴿١٥٠﴾ أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ﴿١٥١﴾

دیکھتے تھے ◆ سنتا ہے وہ اپنا جھوٹ بنایا (طوفان باندھ کر) کہتے ہیں

وَلَدَ اللَّهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٥٢﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ

کہ اللہ کی اولاد ہوئی اور وہ بے شک جھوٹے ہیں ◆ کیا اس نے پسند کیں بیٹیاں

عَلَى الْبَنِينَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿١٥٤﴾ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٥﴾

بیٹوں سے ۔ کیا ہو گیا ہے تم کو ۔ کیسا انصاف کرتے ہو ۔ کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو ◆

أَمْ لَكُمْ سُلْطَانٌ مُبِينٌ ﴿١٥٦﴾ فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٥٧﴾

یا تمہارے پاس کوئی سند ہے کھلی ۔ تو لاؤ اپنی کتاب ۔ اگر ہو تم سچے ◆

وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ

اور ٹھہرایا ہے انہوں نے خدا میں اور جنوں میں ناتا (قرابت) ۔ اور جنوں کو تو معلوم ہے

إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿١٥٩﴾ إِلَّا عِبَادَ

کہ تحقیق وہ پکڑے ہوئے آئیں گے ۔ اللہ پاک ہے ۔ ان باتوں سے جو بتاتے ہیں ◆ مگر جو

اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٠﴾ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿١٦١﴾ مَا أَنْتُمْ

بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے ◆ سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو ۔ کسی کو

عَلَيْهِ بِفَاتِنِينَ ﴿١٦٢﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّا

اس کے ہاتھ سے بہکا کر نہیں لے سکتے ۔ مگر اسی کو جو پہنچنے والا ہے دوزخ میں ◆ اور ہم میں

إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَعْلُومٌ ﴿١٦٤﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ﴿١٦٥﴾ وَإِنَّا

جو ہے اس کا ایک ٹھکانا ہے مقرر ◆ اور ہم تو ہیں صف باندھنے والے ◆ اور ہم

لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ﴿١٦٦﴾ وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا

ہی ہیں پاکی بیان کرنے والے ◆ اور یہ تو کہا کرتے تھے ۔ اگر ہمارے پاس

ذِكْرًا مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾

کچھ حال ہوتا ۔ پہلے لوگوں کا ۔ تو ہم ہوتے ۔ بندے اللہ کے ۔ چنے ہوئے

فكفروا به فسوف يعلمون ۝١٧٠ ولقد سبقت كلمتنا

سو اس سے منکر ہو گئے ◆ سو آگے جان لیں گے ◆ اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم

لعبادنا المرسلين ۝١٧١ انهم لهم المنصورون ۝١٧٢ وان

اپنے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں بیشک انہی کو مدد دی جاتی ہے اور

جندنا لهم الغالبون ۝١٧٣ فتول عنهم حتى حين ۝١٧٤ و

ہمارا لشکر جو ہے بیشک وہی غالب ہے ◆ سو تو ان سے پھر ایک وقت تک اور

ابصرهم فسوف يبصرون ۝١٧٥ افبعذابنا يستعجلون ۝١٧٦

ان کو دیکھتا رہ کہ وہ آگے دیکھ لیں گے ◆ کیا ہماری آفت کو جلد مانگتے ہیں

فاذا نزل بساحتهم فساء صباح المنذرين ۝١٧٧ وتول

پھر جب اتر پڑے گی ان کے میدان میں تو بری صبح ہوگی ڈرائے ہوؤں کی ◆ اور پھر

عنهم حتى حين ۝١٧٨ وابصر فسوف يبصرون ۝١٧٩

ان سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ اب آگے دیکھ لیں گے ◆

سبحن ربك رب العزة عما يصفون ۝١٨٠ وسلم

پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ پروردگار عزت والا پاک ہے ان باتوں سے جو بیان کرتے ہیں اور سلام ہے

على المرسلين ۝١٨١ والحمد لله رب العلمين ۝١٨٢

رسولوں پر اور سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ◆

آیاتہا ۸۸ (۳۸) سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ (۳۸) رکوعاتہا ۵

سورۂ ص مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھاسی آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

◆ ۱ **اہل مکہ کا اپنے قول سے انحراف** | عرب لوگ انبیاء کے نام سنتے تھے ان کے علم سے بے بہرہ ور تھے تو یہ کہتے تھے یعنی اگر ہم کو پہلے لوگوں کے نمونے حاصل ہوتے یا ہمارے ہاں کوئی کتاب اور نصیحت کی بات اترتی تو ہم خوب عمل کر کے دکھلاتے اور معرفت و عبادت میں ترقی کر کے اللہ کے مخصوص و منتخب بندوں میں شامل ہو جاتے۔ اب جو ان کے اندر نبی آیا تو پھر گئے وہ قول و قرار کچھ یاد نہ رہا۔ سو اس انکار و انحراف کا جو انجام ہونے والا ہے عنقریب دیکھ لیں گے۔

◆ ۲ یعنی یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخرکار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں۔ مگر آخری فتح اور کامیابی مخلص بندوں ہی کے لئے ہے۔ باعتبار حجت و برہان کے بھی اور باعتبار ظاہری تسلط و غلبہ کے بھی۔ ہاں شرط یہ ہے کہ "جند" "فی الواقع" "جند اللہ" ہو۔

◆ ۳ یعنی ابھی چند روز تک انہیں مہلت دیجیے۔ صبر کے ساتھ آپ ان کا حال دیکھتے رہیے اور یہ اپنا انجام دیکھ لیں گے چنانچہ دیکھ لیا۔

◆ ۴ **عذاب میں عجلت کا مطالبہ** | شاید "فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ" سن کر کہا ہوگا کہ پھر دیر کیا ہے ہم کو ہمارا انجام جلدی دکھلا دو۔ اس کا جواب دیا کہ اپنے اوپر جو آفت لانے کی جلدی مچا رہے ہو جب وہ آئے گی تو بہت برا وقت ہوگا۔ عذاب الٰہی اس طرح آئے گا جیسے کوئی دشمن گھات میں لگا ہوا ہو اور صبح کے وقت یکایک میدان میں اتر کر چھاپہ مار دے۔ عذاب آنے کے وقت بری صبح ان لوگوں کی ہوگی جنہیں پہلے سے ڈرا کر ہشیار کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ فتح مکہ وغیرہ میں ایسا ہی ہوا۔

◆ ۵ شاید پہلا وعدہ دنیا کے عذاب کا تھا اور یہ آخرت کے عذاب کا ہو۔ یعنی آپ دیکھتے جائیے اب آگے چل کر آخرت میں یہ کیا کچھ دیکھتے ہیں۔

◆ ۶ خاتمہ سورت پر تمام اصولی مضامین کا خلاصہ کر دیا۔ یعنی اللہ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے۔ سب خوبیاں اسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔ اور انبیاء و رسل پر اس کی طرف سے سلام آتا ہے۔ جو ان کی عظمت و عصمت اور سالم و منصور ہونے کی دلیل ہے۔ **تنبیہ** احادیث سے بعد نماز اور ختم مجلس پر ان آیات کے پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے سورۂ ہٰذا کے فوائد کو انہی آیات متبرکہ پر ختم کرتا ہوں۔ اے اللہ! ہمارا خاتمہ بھی اسی عقیدۂ محکم پر کیجیو۔ "سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ. وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. تمت فوائد الصّٰفّٰت.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

صٓ وَ الۡقُرۡاٰنِ ذِی الذِّکۡرِ ۞ بَلِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فِیۡ

صٓ قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی بلکہ جو لوگ منکر ہیں

عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ۞ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّنۡ قَرۡنٍ

غرور میں ہیں اور مقابلہ میں ◆ بہت غارت کر دیں ہم نے ان سے پہلے جماعتیں

فَنَادَوۡا وَّ لَاتَ حِیۡنَ مَنَاصٍ ۞ وَ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ

پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خلاصی کا ◆ اور تعجب کرنے لگے اس بات پر کہ آیا ان کے پاس

مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ ۫ وَ قَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۞

ایک ڈرانے والا انہی میں سے اور کہنے لگے منکر یہ جادوگر ہے جھوٹا ◆

اَجَعَلَ الۡاٰلِہَۃَ اِلٰـہًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ ۞

کیا اس نے کر دی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات

وَ انۡطَلَقَ الۡمَلَاُ مِنۡہُمۡ اَنِ امۡشُوۡا وَ اصۡبِرُوۡا عَلٰۤی اٰلِہَتِکُمۡ ۚۖ

اور چل کھڑے ہوئے کئی پنچ ان میں سے کہ چلو اور جمے (قائم) رہو اپنے معبودوں پر ◆

اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ یُّرَادُ ۞ۚۖ مَا سَمِعۡنَا بِہٰذَا فِی الۡمِلَّۃِ

بے شک اس بات میں کوئی (کچھ) غرض ہے ◆ یہ نہیں سنا ہم نے اس پچھلے

سورۂ صٓ

◆ قرآن کریم نصیحت کو سمجھانے والا ہے یعنی یہ عظیم الشان عالی مرتبہ قرآن (جو علوم و نصیحتوں سے پر اور نہایت موثر طرز میں لوگوں کو ہدایت و معرفت کی باتیں سمجھانے والا ہے) باآواز بلند شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ قرآنی صداقت اور حضرت محمد

رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے منکر ہیں اس کا سبب یہ نہیں کہ قرآن کی تفہیم و تفہیم میں کچھ قصور ہے یا حضور پرنور اس کی تبلیغ و تفہیم میں معاذ اللہ مقصر ہیں۔ بلکہ انکار و انحراف کا اصلی سبب یہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹی شیخی، جاہلانہ غرور و نخوت اور معاندانہ مخالفت کے جذبات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ذرا اس دلدل سے نکلیں تو حق و صداقت کی صاف سڑک نظر آئے۔

◆ **پچھلی قوموں کی ہلاکت کی وجہ** | یعنی ان کو معلوم رہنا چاہیے کہ اسی غرور و تکبر کی بدولت انبیاء اللہ سے مقابلہ ٹھان کر بہت سی جماعتیں پہلے تباہ و برباد ہو چکی ہیں وہ لوگ بھی مدتوں خدا کے پیغمبروں سے لڑتے رہے۔ پھر جب برا وقت آ کر پڑا اور عذاب الٰہی نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو گھبرا کر شور مچانے اور خدا کو پکارنے لگے۔ مگر اس وقت فریاد کرنے سے کیا بنتا۔ رہائی اور خلاصی کا موقع گذر چکا تھا اور وقت نہیں رہا تھا کہ ان کے شور و بکا کی طرف توجہ کی جائے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کی نبوت پر کفار کا اعتراض** | یعنی آسمان سے کوئی فرشتہ آتا تو خیر ایک بات تھی۔ ہم ہی میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر ہم کو ڈرانے دھمکانے لگا اور کہنے لگا میں آسمان والے خدا کی طرف سے بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ عجیب بات ہے۔ جواب بجز اس کے کیا کہا جائے کہ ایک جادوگر نے جھوٹا ڈھونگ بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ جادو کے زور سے کچھ کرشمے بتلا کر انہیں معجزے کہنے لگے اور چند قصے کہانیاں جمع کر کے جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ یہ اللہ کے اتارے ہوئے علوم ہیں۔ لامحالہ یہ اس کا حیلہ ہوں۔

◆ **توحید کے دعوے پر کفار کا تعجب اور اعتراض** | یعنی اور سنیے! اتنے بیشمار دیوتاؤں کا دربار ختم کر کے صرف ایک خدا رہنے دیا۔ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات کیا ہو گی کہ اتنے بڑے جہان کا انتظام اکیلے ایک خدا کے سپرد کر دیا جائے۔ اور مختلف شعبوں اور محکموں کے جن خداؤں کی بندگی قرنوں سے ہوتی چلی آتی تھی وہ سب یک قلم موقوف کر دی جائے۔ گویا ہمارے باپ دادے نرے جاہل اور بے وقوف ہی تھے جو اتنے دیوتاؤں کے سامنے مراسم عبودیت ختم کرتے رہے۔ روایات میں ہے کہ ابو طالب کی بیماری میں ابوجہل وغیرہ چند سرداران قریش نے ابوطالب سے آن کر حضرت ﷺ کی شکایت کی کہ یہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اور ہمیں طرح طرح سے احمق بناتے ہیں۔ آپ ان کو سمجھا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے چچا! میں ان سے صرف ایک کلمہ چاہتا ہوں جس کے بعد تمام عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم ان کی خدمت میں جزیہ پیش کرنے لگے۔ وہ خوش ہو کر بولے کہ بتلائیے وہ کلمہ کیا ہے؟ آپ ایک کلمہ کہتے ہیں ہم آپ کے دس کلمے ماننے کے لیے تیار ہیں۔ فرمایا زیادہ نہیں بس ایک اور صرف ایک ہی کلمہ ہے۔ "لا الٰہ الا اللہ" یہ سنتے ہی مجلس میں آ کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کیا اتنے خداؤں کو ہٹا کر اکیلا ایک خدا۔ چلو جی! آپ اپنے منصوبہ سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ یہ تو ابھی ہمارے معبودوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ تم بھی مضبوطی سے اپنے معبودوں کی عبادات و حمایت پر ڈٹے رہو۔ مبادا ان کا یہ چکمہ کسی ضعیف الاعتقاد کا قدم پرانے آبائی طریقہ سے ہٹانے میں کامیاب ہو جائے۔ اس نئی اٹھان اور تحریک و کوشش کے مقابلہ میں ہم کو بہت زیادہ صبر و استقلال دکھلانے کی ضرورت ہے۔

◆ **کفار کا اپنے شرک پر اصرار** | یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو اس قدر زور و شور اور عزم و استقلال سے ہمارے معبودوں کے خلاف جہاد کرنے پر تلے ہوئے ہیں ضرور اس میں ان کی کوئی غرض ہے۔ وہ یہی کہ ایک خدا کا نام لے کر ہم سب کو اپنا محکوم اور مطیع بنا لیں اور دنیا کی حکومت و ریاست حاصل کریں۔ سو لازم ہے کہ اس مقصد میں ہم ان کو کامیاب نہ ہونے دیں۔ بعض مفسرین نے "اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ" کا مطلب یہ لیا ہے کہ بیشک یہ وہ چیز ہے جس کا محمد (ﷺ) ارادہ کر چکے ہیں۔ کسی طرح اس سے ہٹنے والے نہیں۔ یا یوں کہا جائے کہ یہ بات (معلوم ہوتا ہے) ہونے والی ہے اللہ کو یہی منظور ہے کہ دنیا میں انقلاب ہو۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے صبر و ثبات سے اپنے قدیم دین کی حفاظت کرتے رہو۔ یا ممکن ہے "یراد" کی تعبیر یہ ہو کہ بیشک محمد (ﷺ) کے ارادے سب کچھ ہیں۔ لیکن ضروری نہیں کہ آدمی جو ارادہ اور تمنا کرے وہ پوری ہو۔ چاہیے کہ تم ان کے مقابلہ میں قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔

الْاٰخِرَةِ ۖۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ

دین میں ◆ اور یہ کچھ نہیں یہ بنائی ہوئی بات ہے ◆ کیا اسی پر اتری نصیحت

مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا

ہم سب میں سے ◆ کوئی نہیں ان کو دھوکا ہے میری (اتاری) نصیحت میں کوئی نہیں ابھی

يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

انہوں نے چکھی نہیں میری مار ◆ کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہربانی کے

الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا

جو کہ زبردست ہے بخشنے والا ◆ یا ان کی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ

بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ

ان کے بیچ میں ہے ◆ تو ان کو چاہیے کہ چڑھ جائیں رسیاں تان کر ◆ ایک لشکر یہ بھی

مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ

وہاں (جہاں) تباہ ہوا ان سب لشکروں میں ◆ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد

وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ

اور فرعون میخوں والا ◆ اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن کے

لْـَٔــيْكَةِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الْاَحْزَابُ ۝ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ

لوگ ◆ وہ بڑی بڑی فوجیں یہ جتنے تھے سب نے یہی کیا کہ جھٹلایا

الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَاۗءِ اِلَّا صَيْحَةً

رسولوں کو پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا ◆ اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ مگر ایک

ع ۱۰

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "پچھلا دین کہتے تھے باپ دادوں کو۔ یعنی آگے سنتے ہیں کہ اگلے لوگ ایسی باتیں کہتے تھے۔ پر ہمارے بزرگ تو یوں نہیں کہہ گئے۔" اور ممکن ہے پچھلے دین سے عیسائی مذہب مراد ہو۔ جیسا کہ اکثر سلف کا قول ہے۔ یعنی نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں ان کو بھی ہم نے نہیں سنا کہ سب خداؤں کو ہٹا کر ایک ہی خدا رہنے دیا ہو۔ آخر وہ بھی تین خدا مانتے ہیں اور آنحضرت (ﷺ) کو رسول نہیں مانتے۔ اگر پچھلی کتابوں میں کچھ اصل ہوتی تو وہ ضرور قبول کرتے۔ معلوم ہوا کہ محض گھڑی ہوئی بات ہے۔ العیاذ باللہ۔

◆ **رسالت کیلئے آنحضرت کے انتخاب پر اعتراض** | یعنی اچھا قرآن کو اللہ کا کلام ہی مان لو اور یہ بھی نہ سہی کہ آسمان سے کوئی فرشتہ نبی بنا کر بھیجا جاتا مگر یہ کیا غضب ہے کہ ہم سب میں سے محمد (ﷺ) ہی کا انتخاب ہوا۔ کیا ہمارے ملک میں ایک یہی اس منصب کے لئے رہ گئے تھے؟ اور کوئی بڑا رئیس مالدار خدا کو نہ ملتا تھا جس پر اپنا کلام نازل کرتا۔

◆ **کفار کو حق تعالیٰ کی تنبیہ** | یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کی نامعقول یاوہ گوئی کا جواب ہوا۔ یعنی ان کی یہ خرافات کچھ نہیں۔ بات صرف اتنی ہے کہ ابھی ہماری نصیحت کے متعلق ان کو دھوکا لگا ہوا ہے۔ وہ یقین نہیں رکھتے کہ جس خوفناک مستقبل سے آگاہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور پیش آ کر رہے گا۔ کیونکہ ابھی تک انہوں نے خدائی مار کا مزہ نہیں چکھا۔ جس وقت خدائی مار پڑے گی۔ تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں گے۔

◆ **حکومت و خزائن سب اللہ کے ہاتھ میں ہیں** | یعنی رحمت کے خزانے اور آسمان و زمین کی حکومت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ زبردست ہے اور بڑی بخشش والا ہے۔ جس پر جو انعام چاہے کرے کون روک سکتا ہے یا نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ اگر وہ اپنی حکمت و دانائی سے کسی بشر کو منصب نبوت و رسالت پر سرفراز فرماتا ہے تو تم دخل دینے والے کون ہو کہ صاحب اس پر یہ مہربانی فرمائی ہم پر نہ فرمائی۔ کیا رحمت کے خزانوں اور زمین و آسمان کی حکومت کے تم مالک و مختار ہو جو اس قسم کے لغو اعتراضات کرتے ہو۔ اگر ہو تو اپنے تمام اسباب و وسائل کو کام میں لے آؤ۔ اور رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جاؤ۔ تاکہ وہاں سے محمد (ﷺ) پر وحی کا آنا بند کر سکو اور علویات پر قابض ہو کر اپنی مرضی و منشاء کے موافق آسمان و زمین کے انتظام و تدبیر کا کام انجام دے سکو۔ اگر اتنا نہیں کر سکتے تو آسمان و زمین کی حکومت اور خزائن رحمت کی مالکیت کا دعویٰ عبث ہے۔ پھر خدائی انتظامات میں دخل دینا بجز بے حیائی یا جنون کے اور کیا ہوگا۔ پا از قدر خود شناس

◆ **کفار شکست خوردہ گروہ ہے** | یعنی کچھ بھی نہیں۔ زمین و آسمان کی حکومت اور خزانوں کے مالک تو یہ بیچارے کیا ہوتے۔ چند ہزیمت خوردہ آدمیوں کی ایک بھیڑ ہے جو یہیں تباہ شدہ قوموں کی طرح تباہ و برباد ہوتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہ منظر "بدر" سے لے کر "فتح مکہ" تک لوگوں نے دیکھ لیا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی اگلی قومیں برباد ہوئیں۔ اگر چڑھ جائیں تو ان میں ایک یہ بھی برباد ہوں۔" گویا اس آیت کا ربط ماقبل سے بتلا دیا۔ واللہ اعلم۔

◆ **میخوں والا فرعون** | یعنی بہت زور و قوت اور لاؤ لشکر والا۔ جس نے دنیا میں اپنی سلطنت کے کھونٹے گاڑ دیئے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ آدمی کو چومیخا کر کے مارتا تھا اس سے اس کا نام "ذوالاوتاد" (میخوں والا) پڑ گیا۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام جن کی طرف مبعوث ہوئے۔

◆ یعنی یہ بڑی بڑی طاقتور قومیں بھی رسولوں کو جھٹلا کر سزا سے نہ بچ سکیں۔ تمہاری تو حقیقت کیا ہے۔

وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا

جو ایک چنگھاڑ کی · جو بیچ میں دم نہ لے گی ◆ اور کہتے ہیں · اے رب جلد دے ہم کو

قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ

جتنی ہماری · پہلے حساب کے دن سے ◆ تو تحمل کر اور (سنا دو) اس پر جو وہ کہتے ہیں

وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا

اور یاد کر ہمارے بندے داؤد · قوت والے کو · وہ تھا رجوع رہنے والا ◆ ہم نے تابع کیے

الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيْرَ

پہاڑ اس کے ساتھ · پاکی بولتے تھے · شام کو · اور صبح کو ◆ اور اڑتے جانور

مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ

جمع ہو کر سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے ◆ اور قوت دی ہم نے اس کی سلطنت کو ◆ اور دی اس کو

الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ

تدبیر · اور فیصلہ کرنا بات کا ◆ اور پہنچی ہے تجھ کو خبر دعوے والوں کی · جب

تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا

دیوار کود کر آئے عبادت خانہ میں · جب گھس آئے داؤد کے پاس · تو ان سے گھبرایا ◆ وہ بولے

لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا

مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں (جھگڑنے والے) · زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر · سو فیصلہ کر دے ہم میں

بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَاۗءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ هٰذَآ

انصاف کا · اور دور نہ ڈال بات کو · اور بتلا دے ہم کو سیدھی راہ ◆ یہ جو ہے

وقف لازم

◆ یعنی صور کی آواز کے منتظر ہیں۔ پوری سزا اس وقت ملے گی۔ اور ممکن ہے "صیحۃ" سے سختی کی ایک ڈانٹ مراد ہو۔

◆ **وعدۂ قیامت پر استہزاء** | یعنی جب وعدہ قیامت سنتے تو ازراہ تمسخر کہتے کہ ہم کو تو اس وقت کا حصہ ابھی دے دیجئے ابھی ہم دیکھ لیں اور ہاتھوں ہاتھ سزا جزا سے فارغ ہو جائیں۔

◆ **حضرت داؤدؑ کے فضائل** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اس جگہ ان کو (داؤد کا قصہ) یاد دلایا کہ انہوں نے بھی "طالوت" کے (عہد) حکومت میں بہت صبر کیا آخر حکومت ان کو ملی اور (جالوت) وغیرہ طاقتوں کو جہاد سے زیر کیا۔ یہی نقشہ ہوا ہمارے پیغمبر کا۔" **تنبیہ** | "ذاالاید" کا ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ نے "ہاتھ کے بل والا" کیا ہے۔ یعنی قوت سلطنت یا اعجازاً زور ہو کہ ان کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا۔ یا "ہاتھ کا بل" یہ کہ سلطنت کا مال نہ کھاتے اپنے دست و بازو سے کسب کر کے کھاتے۔ اور "اواب" یعنی ہر معاملہ میں اللہ کی طرف رجوع رہتے تھے۔

◆ یعنی صبح و شام جب حضرت داؤد تسبیح پڑھتے، پہاڑ بھی ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ اس کے متعلق کچھ مضمون سورۃ "سبا" میں گذر چکا ہے وہیں دیکھ لیا جائے۔

◆ یا سب اس کے ساتھ مل کر اللہ کی طرف رجوع رہتے۔ کما قال بعض المفسرین۔

◆ یعنی دنیا میں اس کی سلطنت کی دھاک بٹھلا دی تھی اور اپنی اعانت و نصرت سے مختلف قسم کی کثیر افواج و خزائن دے کر خوب اقتدار دیا تھا۔

◆ **حضرت داؤدؑ کا کمال خطابت** | یعنی بڑے مدبر و دانا تھے۔ ہر بات کا فیصلہ بڑی خوبی سے کرتے اور بولتے تو نہایت فیصلہ کن تقریر ہوتی تھی۔ بہرحال حق تعالیٰ نے ان کو نبوت، حسن تدبیر، قوت فیصلہ اور طرح طرح کے علمی و عملی کمالات عطا فرمائے تھے۔ لیکن امتحان و ابتلاء سے وہ بھی نہیں بچے۔ جس کا قصہ آگے بیان کرتے ہیں۔

◆ **حضرت داؤد علیہ السلام کی تقسیم اوقات** | حضرت داؤد نے تین دن کی باری رکھی تھی۔ ایک دن امور سلطنت اور فصل خصومات کا، ایک دن اپنے اہل و عیال کے پاس رہنے کا، ایک دن خالص اللہ کی عبادت کا۔ اس دن خلوت میں رہتے تھے دربان کسی کو آنے نہ دیتے۔ ایک دن عبادت میں مشغول تھے کہ ناگاہ کئی شخص دیوار پھاند کر ان کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ داؤد علیہ السلام باوجود اپنی قوت و شوکت کے یہ ناگہانی ماجرا دیکھ کر گھبرا گئے کہ یہ آدمی ہیں یا کوئی اور مخلوق ہے۔ آدمی ہیں تو ناوقت آنے کی ہمت کیسے ہوئی اور دربانوں نے کیوں نہیں روکا؟ اگر دروازے سے نہیں آئے تو اتنی اونچی دیواروں کو پھاندنے کی کیا شکل ہوئی خدا جانے ایسے غیر معمولی طور پر کس نیت اور کس غرض سے آئے ہیں۔ غرض یکایک یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھ کر خیال دوسری طرف بٹ گیا اور عبادت میں جس یکسوئی کے ساتھ مشغول تھے قائم نہ رہ سکی۔

◆ **ایک عجیب مقدمہ** | آنے والوں نے کہا کہ آپ گھبرائیے نہیں اور ہم سے خوف نہ کھائیے۔ ہم دو فریق اپنے ایک جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ہم میں منصفانہ فیصلہ کر دیجئے۔ کوئی بے راہی اور ہٹنے کی بات نہ ہو۔ ہم عدل و انصاف کی سیدھی راہ معلوم کرنے کے لئے آئے ہیں (شاید گفتگو کا یہ عنوان دیکھ کر حضرت داؤد اور زیادہ متعجب ہوئے ہوں)

أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ ۚ

بھائی ہے میرا اس کے یہاں ہیں ننانوے دنبیاں اور میرے یہاں ایک دنبی

فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ

پھر کہتا ہے حوالہ کر دے میرے وہ بھی اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں ◆ بولا وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر

بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ

کہ مانگتا ہے تیری دنبی ملانے کو اپنی دنبیوں میں ◆ اور اکثر شریک

لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر مگر جو یقین لائے ہیں اور کام کئے نیک

وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ

اور تھوڑے لوگ ہیں ایسے ◆ اور خیال میں آیا داؤد کے کہ ہم نے اس کو جانچا پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے

وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۩ ﴿٢٤﴾ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ

اور گر پڑا جھک کر اور رجوع ہوا پھر ہم نے معاف کر دیا اس کو وہ کام ◆ اور اس کے لئے

◆ یعنی جھگڑا یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کر لے۔ اور شکل و بیان ایسی چڑی ہے کہ جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اسی کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لئے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔

◆ حضرت داؤد نے باقاعدہ شرعیت ثبوت وغیرہ طلب کیا ہوگا۔ آخر میں یہ فرمایا کہ بیشک (اگر یہ تیرا بھائی ایسا کرتا ہے تو) اس کی زیادتی اور بے انصافی ہے۔ چاہتا ہے کہ اس طرح اپنے غریب بھائی کا مال ہڑپ کر جائے (مطلب یہ کہ ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے)

◆ یعنی شرکاء کی عادت ہے ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی، قوی حصہ دار چاہتا ہے کہ ضعیف کو کھا جائے۔ صرف اللہ کے ایماندار اور نیک بندے اس سے مستثنیٰ ہیں۔ مگر وہ دنیا میں بہت ہی تھوڑے ہیں۔

◆ **حضرت داؤد کا امتحان** یعنی اس قصہ کے بعد داؤد کو متنبہ ہوا کہ میرے حق میں یہ ایک فتنہ اور امتحان تھا۔ اس خیال کے آتے ہی اپنی خطا معاف کرانے کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ خدا کے سامنے جھک پڑے۔ آخر خدا نے ان کی وہ خطا معاف کر دی۔

داؤد علیہ السلام کی وہ خطا کیا تھی؟ جس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے اس کے متعلق مفسرین نے بہت سے لمبے چوڑے قصے بیان کیے ہیں۔ مگر حافظ عماد الدین ابن کثیر ان کی نسبت لکھتے ہیں۔ "قد ذكر المفسرون ههنا قصة اكثرها ماخوذ من الاسرائيليات ولم يثبت فيها عن المعصوم حديث يجب اتباعه" اور حافظ ابو محمد ابن حزم نے کتاب الفصل میں بہت شدت سے ان قصوں کی تردید کی ہے۔ باقی ابو حیان وغیرہ نے ان قصوں سے علیحدہ ہو کر آیات کا جو محمل بیان کیا ہے وہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ہمارے نزدیک اصل بات وہ ہے جو ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ یعنی داؤد علیہ السلام کو یہ ابتلاء ایک طرح کے اعجاب کی بناء پر پیش آیا۔ صورت یہ ہوئی کہ داؤد علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ اے پروردگار! رات اور دن میں کوئی ساعت ایسی نہیں جس میں داؤد کے گھرانے کا کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت (یعنی نماز یا تسبیح و تکبیر) میں مشغول نہ رہتا ہو۔ (یہ اس لیے کہا کہ انہوں نے روز و شب کے چوبیس ۲۴ گھنٹے اپنے گھر والوں پر نوبت بنوبت تقسیم کر رکھے تھے تاکہ ان کا عبادت خانہ کسی وقت عبادت سے خالی نہ رہنے پائے) اور بھی کچھ اس قسم کی چیزیں عرض کیں (شاید اپنے حسن انتظام وغیرہ کے متعلق ہوں گی) اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ داؤد! یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے۔ اگر میری مدد نہ ہو تو اس چیز پر قدرت نہیں پا سکتا۔ (ہزار کوشش کرے نہیں نباہ سکے گا) قسم ہے اپنے جلال کی میں تجھ کو ایک روز تیرے نفس کے سپرد کر دوں گا۔ (یعنی اپنی مدد ہٹا لوں گا۔ دیکھیں اس وقت تو کہاں تک اپنی عبادت میں مشغول رہ سکتا اور اپنا نظام قائم رکھ سکتا ہے) داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے پروردگار! مجھے اس دن کی خبر کر دیجئے۔ پس اسی دن فتنہ میں مبتلا ہو گئے (اخرج هذا الاثر الحاكم في المستدرك وقال صحيح الاسناد واقره الذهبي في التلخيص) یہ روایت بتلاتی ہے کہ فتنہ کی نوعیت صرف اسی قدر ہونی چاہئے کہ جس وقت داؤد عبادت میں مشغول ہوں باوجود پوری کوشش کے مشغول نہ رہ سکیں اور اپنا انتظام قائم نہ رکھ سکیں۔ چنانچہ آپ پڑھ چکے کہ کس بے قاعدہ اور غیر معمولی طریقہ سے چند شخص یکایک عبادت خانہ میں داخل ہو کر حضرت داؤد کو گھبرا دیا اور ان کے شغل خاص سے ہٹا کر اپنے جھگڑے کی طرف متوجہ کر لیا۔ بڑے بڑے پہرے اور انتظامات ان کو داؤد کے پاس پہنچنے سے نہ روک سکے۔ تب داؤد کو خیال ہوا کہ اللہ نے میرے اس دعوے کی وجہ سے اس فتنہ میں مبتلا کیا۔ لفظ "فتنہ" کا اطلاق اس جگہ تقریباً ایسا سمجھیے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بچپن میں لڑکھڑاتے ہوئے آرہے تھے حضورؐ نے منبر پر سے دیکھا اور خطبہ قطع کر کے ان کو اٹھا لیا اور فرمایا صدق الله "انما اموالكم واولادكم فتنة" بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کر کے کہتا ہے کہ "اے پروردگار! میں نے یہ کام کیا۔ میں نے صدقہ کیا۔ میں نے نماز پڑھی۔ میں نے کھانا کھلایا۔" تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور میں نے تیری مدد کی اور میں نے تجھ کو توفیق دی۔" اور جب بندہ کہتا ہے کہ اے پروردگار تو نے مدد کی اور تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا۔ "تو اللہ کہتا ہے "اور تو نے عمل کیا اور تو نے ارادہ کیا اور تو نے یہ نیکی کمائی۔" (مدارج السالکین ج ۱ ص ۹۹) اس سے سمجھ لو کہ حضرت داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا اپنے حسن انتظام کو جتلاتے ہوئے یہ فرمانا کہ اے پروردگار! رات دن میں کوئی گھڑی ایسی نہیں جس میں میں یا میرے متعلقین تیری عبادت میں مشغول نہ رہتے ہوں کیسے پسند آ سکتا تھا۔ بڑوں کی چھوٹی چھوٹی بات پر گرفت ہوتی ہے۔ اسی لیے ایک آزمائش میں مبتلا کر دیئے گئے تا متنبہ ہو کر اپنی غلطی کا تدارک کریں۔ چنانچہ تدارک کیا اور خوب کیا۔ میرے نزدیک آیت کی بے تکلف تقریر یہی ہے۔ باقی حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی مشہور قصہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے وہ موضح القرآن میں دیکھ لیا جائے۔

عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ

ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ◆ اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو

خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

نائب ملک میں سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل

الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ

جی کی خواہش پر پھر وہ تجھ کو بچلا دے اللہ کی راہ سے مقرر جو لوگ بچلتے ہیں

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ

اللہ کی راہ سے ان کے لیے سخت عذاب ہے ◆ اس بات پر کہ بھلا دیا انہوں نے دن

الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا

حساب کا ◆ اور ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین کو اور جو ان کے بیچ میں ہے

بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

نکما یہ خیال ہے ان کا جو منکر ہیں سو خرابی ہے منکروں کے لیے

مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

آگ سے ◆ کیا ہم کر دیں گے ایمان والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں

كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾

برابر ان کے جو خرابی ڈالیں ملک میں کیا ہم کر دیں گے ڈرنے والوں کو برابر ڈھیٹھ (بیباک) لوگوں کے ◆

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا

ایک کتاب ہے جو اتاری ہم نے تیری طرف برکت کی تاکہ دھیان کریں لوگ اس کی باتوں میں اور تا سمجھیں

ع ۲ / ۱۱

ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٢٩﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوُۥدَ سُلَيْمَٰنَ ۚ نِعْمَ ٱلْعَبْدُ ۖ إِنَّهُۥٓ

عقل والے ♦ اور ہم نے داؤد کو سلیمان ♦ بہت خوب بندہ (تھا) (بیشک) وہ ہے

أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِٱلْعَشِىِّ ٱلصَّٰفِنَٰتُ ٱلْجِيَادُ ﴿٣١﴾

رجوع رہنے والا جب دکھانے کو لائے اس کے سامنے شام کو گھوڑے بہت خاصے

فَقَالَ إِنِّىٓ أَحْبَبْتُ حُبَّ ٱلْخَيْرِ عَن ذِكْرِ رَبِّى حَتَّىٰ

تو بولا میں نے دوست رکھا مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد سے یہاں تک

تَوَارَتْ بِٱلْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوهَا عَلَىَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِٱلسُّوقِ

کہ سورج چھپ گیا اوٹ میں پھیر لاؤ ان کو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے ان کی پنڈلیاں

وَٱلْأَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَٰنَ وَأَلْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِۦ

اور گردنیں ♦ اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا اس کے تخت پر

جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ ٱغْفِرْ لِى وَهَبْ لِى مُلْكًا لَّا

ایک دھڑ پھر وہ رجوع ہوا ♦ بولا اے رب میرے معاف کر مجھ کو اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ

♦ **مبارک کتاب** یعنی جب نیک و بد کا انجام ایک نہیں ہو سکتا تو ضرور تھا کہ کوئی کتاب ہدایت مآب حق تعالیٰ کی طرف سے آئے جو لوگوں کو خوب معقول طریقہ سے ان کے انجام پر آگاہ کر دے۔ چنانچہ اس وقت یہ کتاب آئی جس کو قرآن مجید کہتے ہیں۔ جس کے الفاظ و حروف، نقوش اور معانی و مطالب ہر چیز میں برکت ہے۔ اور جو اسی غرض سے اتاری گئی ہے کہ لوگ اس کی آیات میں غور کریں اور عقل رکھنے والے اس کی نصیحتوں سے منتفع ہوں چنانچہ اس آیت سے پہلی ہی آیت میں دیکھ لو کس قدر صاف، فطری اور معقول طریقہ سے مسئلہ معاد کو حل کیا ہے کہ تھوڑی عقل والا بھی غور کرے تو صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔ **تنبیہ** شاید "تدبر" سے قوت علمیہ کی اور "تذکر" سے قوت عملیہ کی تکمیل کی طرف اشارہ ہو۔ یہ سب باتیں حضرت داؤدؑ کے تذکرہ کے ذیل میں آگئی تھیں۔ آگے بعض ان کے قصص کی تکمیل فرماتے ہیں۔

♦ یعنی سلیمانؑ بیٹا پایا جو باپ کی طرح نبی اور بادشاہ ہوا۔

♦ **حضرت سلیمانؑ اور جہاد کے گھوڑے** یعنی نہایت اصیل، شائستہ اور تیز و سبک رفتار گھوڑے جو جہاد کے لئے پرورش کئے گئے تھے ان کے سامنے پیش ہوئے۔ ان کا معائنہ کرتے ہوئے دیر لگ گئی۔ حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ شاید اسی شغل میں عصر کے

وقت کا وظیفہ بھی نہ پڑھ سکے ہوں۔ اس پر کہنے لگے کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر ایک طرف ذکر اللہ (یادِ خدا) سے بظاہر علیحدگی رہی تو دوسری جانب جہاد کے گھوڑوں کی محبت اور دیکھ بھال بھی اسی کی یاد سے وابستہ ہے۔ جب جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ ہے تو اس کے معدات و مبادی کا تفقد کیسے ذکر اللہ کے تحت میں داخل نہ ہوگا آخر اللہ تعالیٰ جہاد و نصرت اور آلاتِ جہاد کے مہیا کرنے کی ترغیب نہ دیتا تو اس مال غنیمت سے ہم اس قدر محبت کیوں کرتے۔ اسی جذبہ جہاد کے جوش و افراط میں حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو پھر واپس لاؤ۔ چنانچہ واپس لائے گئے اور حضرت سلیمان غایت محبت و اکرام سے ان کی گردنیں اور پنڈلیاں پونچھنے اور صاف کرنے لگے۔ آیت کی یہ تقریر بعض مفسرین نے کی ہے۔ اور لفظ "حب الخیر" سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ گویا خیر کا لفظ اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو نبی کریم ﷺ نے حدیث میں فرمایا "الخیل معقود فی نواصیها الخیر الی یوم القیامة"

اس آیت کی دوسری تفسیر | لیکن دوسرے علماء نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ حضرت سلیمان گھوڑوں کے معائنہ میں مشغول ہو کر اس وقت کی نماز یا وظیفہ سے ذہول ہو گیا (اور ذہول و نسیان انبیاء کے حق میں محال نہیں) (فرمایا کہ دیکھو!) مال کی محبت نے مجھ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا حتیٰ کہ غروب آفتاب تک میں اپنا وظیفہ ادا نہ کر سکا۔ یہ مانا کہ اس مال کی محبت میں بھی ایک پہلو عبادت کا اور خدا کی یاد کا تھا۔ مگر خواص مقربین کو یہ فکر بھی رہتی ہے کہ جس عبادت کا جو وقت مقرر ہے اس میں تخلف نہ ہو۔ اور ہو جائے تو صدمہ اور قلق سے بے چین ہو جاتے ہیں (گو عذر سے ہو) گر در یابی در دلِ غلطانِ کم بود بر دلِ سالک ہزاراں غم بود "غزوۂ خندق" میں دیکھو نبی کریم ﷺ کی کئی نمازیں قضا ہو گئیں۔ باوجودیکہ آپ عین جہاد میں مشغول تھے اور کسی قسم کا ذنب آپ پر نہ تھا لیکن جن کفار کے سبب سے یہ نوبت پہنچی آپ ان کے حق میں "ملأ الله بیوتهم وقبورهم نارا" وغیرہ الفاظ سے بددعا فرما رہے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی ایک معتاد عبادت کے فوت ہو جانے سے بے تاب ہو گئے۔ حکم دیا کہ ان گھوڑوں کو واپس لاؤ (جو بظاہر اس کے فوت ہونے کا سبب بنے ہیں) جب لائے گئے تو شدتِ غیرت اور غلبہ حبِ الٰہی میں تلوار لے کر ان کی گردنیں اور پنڈلیاں کاٹنا شروع کر دیں۔ تاسبب غفلت کو اپنے سے اس طرح علیحدہ کریں کہ وہ فی الجملہ کفارہ اس غفلت کا ہو جائے۔ شاید ان کی شریعت میں قربانی گھوڑے کی جائز ہوگی اور ان کے پاس گھوڑے وغیرہ اس کثرت سے ہوں گے ان چند گھوڑوں کے قربان کرنے سے مقصد جہاد میں کوئی خلل نہ پڑتا ہوگا۔ اور لفظ "فطفق مسحا" سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ سب گھوڑوں کو قتل ہی کر گذرے ہوں۔ محض اتنا ہے کہ یہ کام شروع کر دیا۔ واللہ اعلم۔ اس تقریر کی تائید ایک حدیث مرفوع سے ہوتی ہے جو طبرانی نے باسناد حسن ابی بن کعب سے روایت کی ہے (راجع روح المعانی وغیرہ)۔

◆ **حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتحان** | حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت سلیمان نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات میں اپنی تمام عورتوں کے پاس جاؤں گا (جو تعداد میں ستر یا نوے یا سو کے قریب تھیں) اور ہر ایک عورت ایک بچہ جنے گی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ فرشتہ نے القاء کیا کہ "ان شاء اللہ" کہہ لیجئے۔ مگر (باوجود دل میں موجود ہونے کے) زبان سے نہ کہا۔ خدا کا کرنا کہ اس مباشرت کے نتیجہ میں ایک عورت نے بھی بچہ نہ جنا۔ صرف ایک عورت سے آدھا بچہ ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دایہ نے اسی ادھورے بچہ کو ان کے تخت پر لا کر ڈال دیا۔ گویا یہ تنبیہ تھی اس قسم کا نتیجہ ہے (اسی کو یہاں "جسد" (دھڑ) سے تعبیر کیا ہے) اسے دیکھ کر حضرت سلیمان ندامت کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہوئے اور "ان شاء اللہ" نہ کہنے پر استغفار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر "ان شاء اللہ" کہہ لیتے تو بیشک اللہ یہی کرتا جو ان کی تمنا تھی۔ سمجھا اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر دوسری طرح کی ہے اس موقع پر بہت سے بے سروپا قصے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری اور جنوں کے نقل کیے ہیں جن کو محققین اہل حدیث کی تفاسیر میں دیکھے ہیں ان کو بے اصل کہتے ہیں۔ "ولقد رویت هذه القصة مطولة عن جماعة من السلف رضی الله عنهم وکلها متلقاة من قصص اهل الكتاب والله سبحانه وتعالى اعلم بالصواب"

يَنْۢبَغِىْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِىْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا

مناسب نہ ہو تو بیشک بڑا عطا فرمانے والا ہے ◆ پھر ہم نے تابع کر دیا

لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِىْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ

اس کے ہوا کو جو چلتی تھی اس کے حکم سے نرمی سے جہاں پہنچنا چاہتا اور تابع کر دیے شیطان

كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۳۸﴾

سارے عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے ◆ بہت سے اور بھی جو جکڑے ہوئے تھے زنجیروں میں ◆

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۹﴾ وَاِنَّ

یہ ہے بخشش ہماری اب تو احسان کر یا روکے رکھ (اپنے پاس) کچھ حساب نہ ہوگا ◆ اور

لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ

اس کو (ان کے لیے) ہمارے یہاں مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا ◆ اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو

اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾

جب اس نے پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا (بیماری) اور تکلیف ◆

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَ

لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا (نکل آیا) نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو اور

وَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى

بخشے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور ان کے برابر ان کے ساتھ اپنی طرف کی مہربانی سے اور یاد رکھنے کو عقل

لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ

والوں کے (عقلمندوں کے) ◆ اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مار لے

◆ **حضرت سلیمانؑ کی دعا** | یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت عنایت فرما جو میرے سوا کسی کو نہ ملے اور کوئی دوسرا اس کا اہل ثابت ہو یا یہ مطلب ہے کہ کسی کو حوصلہ نہ ہو کہ مجھ سے چھین سکے۔ **تنبیہ** | احادیث میں ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اجابت کا وعدہ فرما لیا ہے یعنی وہ دعا ضرور ہی قبول کریں گے۔ شاید حضرت سلیمانؑ کی یہ وہی دعا ہو۔ آپ نبی زادے اور بادشاہ زادے تھے۔ دل میں بھی یہ رنگ ہو کہ بادشاہت ملے اور اعجازی رنگ کی ملے۔ وہ زمانہ ملوک اور جبابرہ کا تھا اس حیثیت سے بھی یہ مذاق زمانہ کے موافق تھی اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا مقصود ملک حاصل کرنے سے اپنی شوکت و حشمت کا مظاہرہ کرنا نہیں۔ بلکہ اس دین کو ظاہر و غالب کرنا اور قانون الٰہی کا پھیلانا ہوتا ہے جس کے وہ حامل بنا کر بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس کو دنیاداروں کی دعا پر قیاس نہ کیا جائے۔

◆ **جنات اور ہواؤں کی تسخیر** | یعنی جن ان کے حکم سے بڑی بڑی عمارتیں بنانے اور موتی وغیرہ نکالنے کے لئے دریاؤں میں غوطے لگاتے تھے۔ ہوا اور جنات کے تابع کرنے کے متعلق پہلے سورۂ "سبا" وغیرہ میں کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔

◆ یعنی بہت سے جنات وہ تھے جن کو سرکشی اور شرارت وغیرہ کی وجہ سے قید کر کے ڈال دیا تھا۔

◆ یعنی کسی کو بخشش دو یا نہ دو تم مختار ہو۔ اس قدر بے حساب دیا اور حساب و کتاب کا مواخذہ بھی نہیں رکھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی اور مختار کر دیا۔ حساب معاف کر دیے لیکن وہ کھاتے تھے اپنے ہاتھ کی محنت سے ٹوکرے بنا کر۔"

◆ **حضرت سلیمانؑ کا تقرب** | یعنی بادشاہت کے باوجود جو روحانی تقرب اور مرتبہ ہمارے ہاں حاصل ہے اور فردوس بریں میں جو اعلیٰ ٹھکانا تیار ہے وہ اس کے علاوہ رہا۔

◆ **حضرت ایوبؑ کا واقعہ** | قرآن کریم کے تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن امور میں کوئی پہلو شر یا ایذا کا یا کسی مقصد حق کے فوت ہونے کا ہو ان کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آیا۔ "وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ" (کہف۔ رکوع ۹) کیونکہ اکثر اس قسم کی چیزوں کا سبب قریب یا بعید کسی وجہ سے شیطان ہوتا ہے۔ اسی قاعدہ سے حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری یا تکلیف و آزار کی نسبت شیطان کی طرف کی گویا تواضعاً و تادباً یہ ظاہر کیا کہ ضرور مجھ سے کچھ تساہل یا کوئی غلطی اپنے درجہ کے موافق صادر ہوئی ہے جس کے نتیجہ میں یہ آزار پہنچا۔ یا حالت مرض و شدت میں شیطان القائے وساوس کی کوشش کرتا ہوگا اور یہ اس کی مدافعت میں تعب و تکلیف اٹھاتے ہوں گے۔ اس کو نصب و عذاب سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم۔ **تنبیہ** | حضرت ایوبؑ کا قصہ "سورۂ انبیاء" میں گزر چکا۔ وہاں ملاحظہ کر لیا جائے مگر واضح رہے کہ قصہ گویوں نے حضرت ایوبؑ کی بیماری کے متعلق جو افسانے بیان کئے ہیں ان میں مبالغہ بہت ہے۔ ایسا مرض جو عام طور پر لوگوں کے حق میں تنفر اور استقذار کا موجب ہو انبیاء علیہم السلام کی وجاہت کے منافی ہے۔ قال تعالیٰ "وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِیْهًا" (احزاب۔ رکوع ۹) لہٰذا اسی قدر بیان قبول کرنا چاہئے جو منصب نبوت کے منافی نہ ہو۔

◆ **حضرت ایوبؑ کیلئے پانی کا چشمہ** | جب اللہ نے چاہا کہ ان کو چنگا کرے، حکم ہوا کہ زمین پر پاؤں مارو۔ پاؤں مارنا تھا کہ قدرت نے وہاں سے ٹھنڈے پانی کا چشمہ نکال دیا۔ اسی سے نہایا کرتے اور پانی پیتے۔ وہی ان کی شفا کا سبب ہوا۔ اور ان کے گھرانے کے لوگ جو چھٹ کر ادھر ادھر ہو گئے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے ان سے دو گنے عطا کئے تا عقلمند لوگ ان واقعات کو دیکھ کر سمجھیں کہ جو بندہ مصائب میں مبتلا ہو کر صبر کرتا اور خدائے واحد کی طرف رجوع ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کی کس طرح کفالت و اعانت فرماتے ہیں۔

وَلَا تَحْنَثْ ۗ إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ إِنَّهٗ

اور قسم میں جھوٹا نہ ہو ◆ ہم نے اس کو پایا جھیلنے والا (سہارنے والا) بہت خوب بندہ تحقیق

أَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَا إِبْرٰهِيمَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي

وہ ہے رجوع رہنے والا اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب

الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ﴿٤٥﴾ إِنَّآ أَخْلَصْنٰهُم بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى

ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ◆ ہم نے امتیاز دیا ان کو ایک چنی ہوئی بات کا وہ یاد

الدَّارِ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّهُمْ عِندَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٧﴾

اس گھر کی ◆ اور وہ سب ہمارے نزدیک ہیں چنے ہوئے نیک لوگوں میں

وَاذْكُرْ إِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ ﴿٤٨﴾

اور یاد کر اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک تھا خوبی والا ◆

هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنّٰتِ

یہ ایک مذکور ہو چکا ◆ اور تحقیق ڈر رکھنے والوں کے لیے ہے اچھا ٹھکانا باغ ہیں

عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِـِٔينَ فِيهَا يَدْعُونَ

سدا بسنے کے کھول رکھے ہیں ان کے واسطے دروازے ◆ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ان میں منگوائیں گے

فِيهَا بِفٰكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِندَهُمْ قٰصِرٰتُ

ان میں میوے بہت اور شراب ◆ اور ان کے پاس عورتیں ہیں

الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ

نیچی نگاہ والیاں ایک عمر کی ◆ یہ وہ ہے جو تم سے وعدہ کیا گیا حساب کے دن پر یہ

حضرت ایوبؑ کی قسم | حضرت ایوبؑ نے حالت مرض میں کسی بات پر خفا ہو کر قسم کھائی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو سو لکڑیاں ماریں گے۔ وہ بی بی اس حالت کی رفیق تھی اور چنداں قصوروار بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے قسم سچی کرنے کا ایک حیلہ ان کو بتلا دیا جو ان ہی کے لئے مخصوص تھا۔ آج اگر کوئی اس طرح کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے پورا کرنے کے لئے اتنی بات کافی نہ ہوگی۔ **حیلہ** | جس حیلہ سے کسی حکم شرعی یا مقصد دینی کا ابطال ہوتا ہو وہ جائز نہیں۔ جیسے اسقاط زکوٰۃ وغیرہ کے حیلے لوگوں نے نکالے ہیں۔ ہاں جو حیلہ حکم شرعی کو باطل نہ کرے بلکہ کسی معروف کا ذریعہ بنتا ہو اس کی اجازت ہے۔ والتفصیل یطلب من مظانہ۔

یعنی عمل اور معرفت والے جو ہاتھ پاؤں سے بندگی کرتے اور آنکھوں سے خدا کی قدرتیں دیکھ کر یقین و بصیرت زیادہ کرتے ہیں۔

حضرات انبیاءؑ کا امتیاز | انبیاء کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔

حضرت اسمٰعیل اور ذوالکفل کا ذکر پہلے گزر چکا اور "الیسع" کہتے ہیں کہ حضرت الیاسؑ کے خلیفہ تھے ان کو بھی اللہ نے نبوت عطا فرمائی۔

یعنی یہ مذکور تو انبیاء کا تھا آگے عام متقین کا انجام سن لو۔

جنت کے کھلے دروازے | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب بہشت میں داخل ہوں گے ہر کوئی بدون بتائے اپنے گھر میں چلا جائے گا۔" آواز دے کر دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

یعنی قسم قسم کے میوے پھل اور پینے کی چیزیں حسب خواہش غلمان حاضر کریں گے۔

جنت کی عورتیں ہم عمر | یعنی سب عورتیں نوجوان ایک عمر ہوں گی یا شکل و شمائل خوبی میں اپنے ازواج کی ہم عمر معلوم ہوں گی۔

هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ

یہ ہے روزی ہماری دی ہوئی اس کو نہیں نپٹ جانا ◆ یہ تو سن چکے ◆ اور تحقیق شریروں کے واسطے ہے

لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ

برا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ان کو ڈالیں گے سو کیا بری آرام کرنے کی جگہ ہے یہ ہے

فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ ؕ

اب اس کو چکھیں ◆ گرم پانی اور پیپ ◆ اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا

یہ ایک فوج ہے گھستی آ رہی ہے تمہارے ساتھ ● جگہ نہ ملیو ان کو یہ ہیں گھسنے والے

النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ

آگ میں وہ بولے بلکہ تم ہی ہو کہ جگہ نہ ملیو تم کو تم ہی پیش لائے

لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا

ہمارے آگے سو کیا برا ٹھکانا ہے ◆ وہ بولے اے رب ہمارے جو کوئی لایا ہمارے آگے یہ

فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى

سو بڑھا دے اس کو دونا عذاب آگ میں ◆ اور کہنے لگے کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے

رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ ؕ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا

ان مردوں کو کہ ہم ان کو شمار کرتے تھے برے لوگوں میں کیا ہم نے ان کو ٹھٹھے میں پکڑا تھا

اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ

یا چوک گئیں ان سے ہماری آنکھیں ◆ یہ بات ٹھیک ہونی ہے (ضرور ہے یہی) جھگڑا آپس میں

یعنی غیر منقطع اور لازوال نعمتیں ہیں جن کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ "رَزَقَنَا اللّٰہُ مِنْهَا بِفَضْلِہٖ وَکَرَمِہٖ اِنَّہٗ اَکْرَمُ الْاَکْرَمِیْنَ وَاَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ"

یعنی پرہیزگاروں کا انجام سن چکے۔ آگے شریروں کا انجام سن لو۔

یعنی لو! یہ حاضر ہے۔ اب اس کا مزہ چکھیں۔

اہل دوزخ کیلئے گرم پانی اور پیپ "غساق" سے بعض نے کہا دوزخیوں کے زخموں کی پیپ اور ان کی کثافتیں مراد ہیں۔ جس میں سانپوں بچھوؤں کا زہر ملا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک "غساق" حد سے زیادہ ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جس کے پینے سے سخت اذیت ہو۔ گویا "حمیم" کی پوری ضد۔ واللہ اعلم۔

اہل دوزخ کی گفتگو یہ گفتگو دوزخیوں کی آپس میں ہوگی۔ جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کریں گے۔ پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا بعدہٗ ان کے مقلدین واتباع کی جماعت آئیگی ان کو دور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلے لوگ کہیں گے کہ لو یہ ایک اور فوج دھنستی اور گھستی ہوئی تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لئے چلی آرہی ہے۔ خدا کی مار ان پر۔ یہ بھی یہیں آکر مرنے کو تھے۔ خدا کرے ان کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کم بختو! تمہی پر خدا کی مار ہو خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے۔ تم ہی تھے جن کے اغواء و اضلال کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں۔ جو کچھ ہے یہی جگہ ٹھہرنے کی ہے جس طرح بنے یہاں ہی سب مرو کھپو۔

یعنی آپس میں لعن طعن کر کے پھر حق تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار! جو اپنی شقاوت سے یہ بلا اور مصیبت ہمارے سر پر لایا اس کو دوزخ میں دوگنا عذاب دیجئے۔ شاید سمجھیں گے کہ ان کا دوگنا عذاب دیکھ کر ذرا دل ٹھنڈا ہو جائیگا۔ حالانکہ وہاں تسلی کا سامان کہاں؟! ایک دوسرے کو کوسنا اور پھٹکارنا یہ بھی ایک مستقل عذاب ہوگا۔

وہاں دیکھیں گے کہ سب جان پہچان والے لوگ ادنیٰ و اعلیٰ دوزخ میں جانے کے واسطے جمع ہوئے ہیں۔ مگر جن مسلمانوں کو ہم برا سمجھتے تھے اور سب سے زیادہ برا جان کر مذاق اڑایا کرتے تھے وہ اس جگہ نظر نہیں آتے تو حیران ہو کر کہیں گے کہ کیا ہم نے غلطی سے ان کے ساتھ ٹھٹھا کیا تھا وہ اس قابل نہ تھے کہ آج دوزخ کے نزدیک رہیں۔ یا اسی جگہ کہیں ہیں پر ہماری آنکھیں چوک گئیں۔ ہمارے دیکھنے میں نہیں آتے۔

أَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا

دوزخیوں کا ◆ تو کہہ میں تو بس ڈرسنا دینے والا ہوں اور حاکم کوئی نہیں مگر

اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٦٥﴾ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

اللہ اکیلا دبا(و) والا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو

بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ﴿٦٦﴾ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ﴿٦٧﴾ أَنتُمْ

ان کے بیچ میں ہے زبردست گناہ بخشنے والا ◆ تو کہہ یہ ایک بڑی خبر ہے کہ تم

عَنْهُ مُعْرِضُونَ ﴿٦٨﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ

اس کو دھیان میں نہیں لاتے ◆ مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی

إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ

جب وہ آپس میں تکرار کرتے ہیں مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ اور کچھ نہیں میں تو ڈرسنا دینے والا ہوں

مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن

کھول کر ◆ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان

طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا

مٹی کا ◆ پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی ایک جان ◆ تو تم گر پڑو

لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا

اس کے آگے سجدہ میں پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سب نے اکٹھے ہو کر مگر

◆ اہل دوزخ کا آپس میں جھگڑا: یعنی پیغمبر یہ بات خلاف قیاس ہے کہ ان اہل النار کی ایک دوسرے سے جھگڑیں گے۔ عذاب کا ہولناک منظر کہاں دوسری طرف متوجہ ہونے دیتا لیکن یاد رکھو! ایسا ہو کر رہے گا۔ یہ بالکل یقینی چیز ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں، اور حقیقت میں ان کے عذاب کی تکمیل ہے۔

◆ **کفار کو آنحضرت ﷺ کی تنبیہ** | میرا کام تو اتنا ہی ہے کہ تم کو اس آنے والی خوفناک گھڑی سے ہشیار کر دوں اور جو عنقریب ایک مستقبل آنے والا ہے اس سے بے خبر نہ بنے رہو۔ باقی صاف بات جس حاکم سے پڑنے والا ہے وہ تو وہی اکیلا خدا ہے جس کے سامنے کوئی چوں و دم نہیں مار سکتا۔ ہر چیز اس کے آگے دبی ہوئی ہے۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کوئی چیز نہیں جو اس کے زیر تصرف نہ ہو۔ جب تک چاہے جہان کو تھامے رکھے جب چاہے توڑ پھوڑ کر برابر کر دے۔ اس زبردست و غالب کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔ اس کے زبردست قبضہ سے کون نکل کر بھاگ سکتا ہے اور ساتھ ہی اس کی لا محدود رحمت و بخشش کو کسی کی کیا پروا ہے جو چاہے کرے۔

◆ یعنی قیامت اور اس کے احوال کوئی معمولی چیز نہیں۔ بڑی بھاری اور عظیم خبر ہے جو میں تم کو سنا رہا ہوں "عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ" (عم۔ رکوع ۱) مگر افسوس ہے کہ تم اس کی طرف سے بالکل بے فکر ہو۔ جو کچھ تمہاری خیر خواہی کو کہا جاتا ہے درمیان میں نہیں لاتے۔ بلکہ الٹا مذاق اڑاتے ہو کہ کب آئے گی۔ کیونکر آئے گی اور اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے اسے جلد کیوں نہیں بلا لیتے۔ (تفسیر زادک)

◆ **ملاء اعلیٰ کی تشریح** | ملا اعلیٰ (اوپر کی مجلس یعنی ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الٰہیہ اور تصریحات کونیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ یعنی ملا اعلیٰ میں نظام عالم کے فنا و بقاء کے متعلق جو تدبیریں یا بحثیں اور قیل و قال ہوتی ہے۔ مجھے اس کی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جن اجزاء پر مطلع فرما دیا وہ بیان کر دیئے۔ جو کچھ کہتا ہوں اسی کی وحی و اعلام سے کہتا ہوں۔ مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوفناک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔ رہا یہ کہ وہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی؟ تو انذار کے لیے اس کی ضرورت ہے نہ اس کی اطلاع کسی کو دی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ چند انبیاء علیہم السلام کے ایک اجتماع میں قیامت کا ذکر چلا کہ کب آئے گی سب نے حضرت ابراہیمؑ پر حوالہ کیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔ پھر سب نے حضرت موسیٰؑ پر حوالہ کیا ان کی طرف سے بھی وہی جواب ملا آخر سب نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف رجوع کیا۔ فرمایا "وجبتها فلا" (یعنی قیامت کے وقوع کی گھڑی تو مجھے بھی معلوم نہیں البتہ حق تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے الخ) اور ایک حدیث میں ہے کہ حضرت مسیحؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا۔ فرمایا "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" یعنی میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ معلوم ہوا کہ ملا اعلیٰ میں قیامت کے متعلق اس قسم کی کچھ بحث و تکرار ہوتی ہے اور اس کے علاوہ اور بہت مسائل ہیں جن میں ایک طرح کی تکرار اور قیل و قال ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کا آپ سے کئی مرتبہ سوال کرنا۔ "فِيمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْأَعْلَى" اور آپ کا جواب دینا مذکور ہے۔ مگر وہاں کے مباحثات کا علم بجز وحی الٰہی کے اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہی ذریعہ ہے جس سے اہل نار کے تخاصم پر آپ کو اطلاع ہوئی۔ اسی سے ملا اعلیٰ کے اختصام کی خبر ملی اور جو تخاصم ابلیس کا آدم کے معاملہ میں ہوا جس کا ذکر آگے آتا ہے وہ بھی اسی ذریعہ سے معلوم ہوا۔

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ایک یہ بھی تکرار تھی فرشتوں کی جو بیان فرمایا۔"

◆ **حضرت آدمؑ کی تخلیق** | یعنی ڈھانچہ ٹھیک تیار کر کے اپنی طرف سے ایک روح پھونکوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "کہ "روحی" (اپنی جان) اس واسطے فرمایا کہ آپ بنا کسے نہیں بنی۔ عالم غیب سے آئی۔" کچھ مضمون روح کے متعلق سورۂ "بنی اسرائیل" میں گذر چکا ہے وہاں روح کی اس اضافت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ملاحظہ کر لیا جائے۔

إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يٰٓإِبْلِيسُ

ابلیس نے ◆ غرور کیا ◆ اور تھا وہ منکروں میں (سے) ◆ فرمایا ◆ اے ابلیس

مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۖ أَسْتَكْبَرْتَ

کس چیز نے روک دیا تجھ کو سجدہ کرنے سے اس کو ◆ جس کو میں نے بنایا اپنے دونوں ہاتھوں سے ◆ یہ تو نے غرور کیا

أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِنْ

یا تو بڑا تھا درجہ میں ◆ بولا ◆ میں بہتر ہوں اس سے ◆ مجھ کو بنایا تو نے

نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ

آگ سے ◆ اور اس کو بنایا مٹی سے ◆ فرمایا ◆ تو نکل یہاں سے ◆ کہ تو

رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾

مردود ہوا ◆ اور تجھ پر میری پھٹکار ہے ◆ اس جزا کے دن تک ◆

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ

بولا ◆ اے رب ◆ مجھ کو ڈھیل دے ◆ جس دن تک کہ مردے جی اٹھیں ◆ فرمایا تو تجھ کو

مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٨٠﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ

ڈھیل ہے ◆ اسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے ◆ بولا

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ

تو قسم ہے تیری عزت کی ◆ میں گمراہ کروں گا ان سب کو ◆ مگر جو بندے ہیں تیرے ان میں

الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَأَنَّ

چنے ہوئے ◆ فرمایا تو ٹھیک بات یہ ہے ◆ اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں ◆ مجھ کو

۱ یہ قصہ سورۂ "بقرہ" "اعراف" وغیرہ کئی سورتوں میں گذر چکا اعراف کے فوائد میں ہم نے مفصل بحث کی ہے ایک مرتبہ دیکھ لیا جائے۔

۲ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ (ابلیس اصل سے) جن تھا جو اکثر خدا کے حکم سے منکر ہیں۔ یعنی اب (اپنی کثرت عبادت وغیرہ کے سبب سے) رہتا تھا فرشتوں میں۔"

۳ **ابلیس کے انکار پر حق تعالیٰ کا سوال** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے اور روح کو غیب (باطن) کے ہاتھ سے۔ اللہ غیب کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں دوسری طرح کی قدرت سے بناتا ہے اس انسان میں دونوں طرح کی قدرت خرچ کی۔" (سورۂ "مائدہ" میں پارۂ ششم کے ختم کے قریب "بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے) ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نعوت و صفات میں سلف کا مسلک ہی اقویٰ و احوط ہے۔

۴ یا جان بوجھ کر اپنے کو بڑا بنانا چاہا، یا واقع میں تو اپنا مرتبہ ہی اونچا سمجھتا ہے۔

۵ سورۂ اعراف میں اس کا بیان گذر چکا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "آگ ہے گرم پر جوش اور مٹی سرد ہے خاموش۔ ابلیس نے آگ کو اچھا سمجھا اللہ نے اس مٹی کو پسند رکھا۔"

۶ یعنی بہشت میں فرشتوں کی صحبت میں جاتا تھا۔ اب نکالا گیا۔

۷ **ابلیس پر لعنت** یعنی اس وقت تک تیرے اعمال کی بدولت پھٹکار بڑھتی جائے گی۔ بعد کو کیا ہوگا؟ اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ آگے آتا ہے "لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ" وہاں جو لعنت ہوگی یہاں کی لعنتیں اس کے سامنے گرد ہو جائیں گی۔

۸ یعنی صور کے دوسرے نفخہ تک۔

۹ یعنی پہلے نفخہ کے قریب تک۔ اس کے بعد نہیں۔

۱۰ یعنی میری سب باتیں سچی اور ٹھیک ہی ہوتی ہیں۔

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿٨٥﴾ قُلْ مَآ

بھر دوں گا دوزخ تجھ سے ۔ اور جو ان میں تیری راہ چلے ۔ ان سب سے ۔ تو کہہ میں

أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿٨٦﴾ إِنْ

مانگتا نہیں تم سے اس پر ۔ کچھ بدلہ ۔ اور میں نہیں اپنے آپ کو (بے تکلف) بنانے والا ۔ یہ تو

هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٧﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿٨٨﴾

ایک نصیحت ہے ۔ سارے جہان والوں کو ۔ اور معلوم کر لو گے اس کا احوال ۔ تھوڑی دیر کے پیچھے ◆

آیاتہا ۷۵ ۔ (۳۹) سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۹) ۔ رکوعاتہا ۸

سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچھتر آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ إِنَّآ أَنْزَلْنَآ

اتارنا ہے کتاب کا ۔ اللہ سے ۔ جو زبردست ہے حکمتوں والا ◆ ہم نے (ہم نے) اتاری ہے

إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ

تیری طرف کتاب ۔ ٹھیک ٹھیک ۔ سو بندگی کر اللہ کی ۔ خالص کر کر اس کے واسطے

الدِّيْنَ ﴿٢﴾ أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

بندگی ◆ سنتا ہے اللہ ہی کے لیے ہے بندگی خالص ◆ اور جنہوں نے پکڑ (بنا) رکھے ہیں

مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ إِلَى اللّٰهِ

اس کے سوا حمایتی ۔ کہ ہم تو ان کو پوجتے ہیں اسی واسطے ۔ کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف

یعنی نصیحت سے غرض یہ ہے کہ اپنے دشمن اور دوست میں تمیز کرو۔ شیطان لعین جو ازلی دشمن ہے اس کی راہ مت چلو۔ نبیوں کا کہنا مانو جو تمہاری بہی خواہی کے لئے آئے ہیں۔ میں تم سے اس نصیحت کا کوئی صلہ یا معاوضہ نہیں مانگتا۔ نہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے بنا کر کوئی بات کہتا ہوں۔ اللہ نے جو نصیحتیں کی وہ تمہارے تک پہنچا دی۔ تھوڑی مدت کے بعد تم خود معلوم کر لو گے کہ جو خبریں دی گئیں کہاں تک درست تھیں اور جو نصیحت کی گئی کیسی سچی اور مفید تھی۔ تم سورۃ ص بعون اللہ و حسن توفیقہ وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ الزمر

۱ چونکہ زبردست ہے اس لئے اس کتاب کے احکام کو نافذ کر کے اور حفاظت کر کے رہیں گے۔ کوئی مقابل مزاحم اس کے شیوع و نفاذ کو روک نہیں سکتا۔ اور حکیم ہے اس لئے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

۲ **خالص اللہ کی عبادت کرو** | یعنی حسب معمول اللہ کی بندگی کرتے رہیے جو شائبہ شرک و ریاء وغیرہ سے پاک ہو اسی کی طرف قولاً و فعلاً لوگوں کو دعوت دیجئے اور اعلان کر دیجئے کہ اللہ اسی بندگی کو قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لئے ہو۔ عمل خالی از اخلاص کی اللہ کے ہاں کچھ پوچھ نہیں۔

زُلْفٰىؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۬ؕ

قریب (پاس) کے درجہ میں — بے شک اللہ فیصلہ کر دے گا ان میں — جس چیز میں وہ جھگڑ رہے ہیں ◆

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝۳ لَوْ اَرَادَ

البتہ اللہ راہ (راست) نہیں دیتا — اس کو جو جھوٹا حق نہ ماننے والا (ناشکرا) ہو ◆ — اگر ارادہ

اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُۙ

چاہتا ہے — کہ اولاد کرے — تو چن لیتا — اپنی خلق میں سے — جو کچھ چاہتا

سُبْحٰنَهٗؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۴ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وہ پاک ہے ◆ — وہی ہے اللہ اکیلا دباؤ والا (زبردست) ◆ — بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ

اور زمین ٹھیک — لپیٹتا ہے رات کو — دن پر — اور لپیٹتا ہے

النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَؕ كُلٌّ

دن کو — رات پر ◆ — اور کام میں لگا دیا — سورج اور چاند کو — ہر ایک

يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّىؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝۵ خَلَقَكُمْ

چلتا ہے ایک ٹھہری ہوئی مدت پر — سنتا ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا ◆ — بنایا تم کو

مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ

ایک جی (شخص) سے — پھر بنایا اس سے — اس کا جوڑا ◆ — اور اتارا واسطے

لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ

تمہارے واسطے چوپاؤں سے — آٹھ نر مادہ ◆ — بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں

مشرکین کے حیلے اور اس کا جواب | عموماً مشرک لوگ یہی کہا کرتے ہیں کہ ان چھوٹے خداؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کر کے ہم بڑے خدا کے نزدیک ہو جائیں گے اور وہ ہم پر مہربانی کرے گا جس سے ہمارے کام بن جائیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ ان جھوٹے حیلوں سے توحید کے معاملہ میں جو جھگڑے ڈال رہے ہو اور باطل حق سے اختلاف کر رہا ہے اس کا عملی فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگے چل کر ہو جائے گا۔

یعنی جس نے دل میں یہی ٹھان لی کہ کبھی سچی بات کو نہ مانوں گا۔ جھوٹ اور ناحق ہی پر ہمیشہ اڑا رہوں گا۔ منعم حقیقی کو چھوڑ کر جھوٹے محسنوں ہی کی بندگی کروں گا۔ اللہ کی عادت ہے کہ ایسے بدباطن کو زبردستی کامیابی کی راہ نہیں دیتا۔

اللہ کی اولاد کے عقیدے کا عقلی رد | یہاں سے ان کا رد ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تجویز کرتے ہیں جیسے کہ نصاریٰ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور ساتھ ہی تین خداؤں میں کا ایک خدا مانتے ہیں۔ یا عرب کے بعض قبائل فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض حق تعالیٰ یہ ارادہ کرتا کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے وہ اپنی مخلوق ہی میں سے کسی کو اس کام کے لئے چنتا۔ کیونکہ دلائل سے ثابت ہو چکا کہ ایک خدا کے سوا جو کوئی چیز ہے سب اسی کی مخلوق ہے۔ اب ظاہر ہے کہ مخلوق اور خالق میں کسی درجہ میں بھی نوعی یا جنسی اشتراک نہیں۔ پھر ایک دوسرے کا باپ یا بیٹا کیسے بن سکتا ہے۔ اور جب مخلوق و خالق میں یہ رشتہ محال ہے تو اللہ کی طرف سے ایسا ارادہ کرنا بھی کب ہوگا۔ اور دوسری فرض کیجئے یہ چیز محال نہ ہوتی تب بھی فرشتوں کو بیٹیاں بنانا تو کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ جب مخلوق میں سے انتخاب کی ٹھہری تو اس کا کیا مطلب کہ خدا اپنے لئے گھٹیا چیز انتخاب کرتا اور بڑھیا اور اچھی چیز تم کو دے دیتا۔

یعنی یہ چیز اس کے منافی ہوتی ہے اس پر کسی کا دباؤ نہیں۔ نہ کسی چیز کی اسے حاجت۔ پھر اولاد آخر کس غرض سے ہوگی۔

دن رات کی تبدیلیاں | مغرب کے وقت مشرق کی طرف دیکھو معلوم ہوگا کہ افق سے ایک چادر تاریکی کی اٹھتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور اپنے آگے سے دن کی روشنی کو مغرب کی طرف صف کی طرح لپیٹتی جاتی ہے۔ اسی طرح صبح صادق کے وقت نظر آتا ہے کہ دن کا اجالا رات کی ظلمت کو مشرق سے دھکیلتا ہوا آ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک پر دوسرا اجالا آتا ہے۔ تو ڈھیلی پڑتی ہے۔"

اللہ کی قدرت کے مظاہر | یعنی اسی زبردست قدرت سے یہ انتظام قائم کیا اور قائم رکھا ہے لوگوں کی گستاخیاں اور شرارتیں تو ایسی ہیں کہ سب نظام درہم برہم کر دیا جائے لیکن وہ بڑا بخشنے والا اور درگذر کرنے والا ہے اپنی شان عفو و مغفرت سے ایک دم ایسا نہیں کرتا۔

یعنی آدم علیہ السلام اور ان کا جوڑا حضرت حوا۔

یعنی تمہارے نفع اٹھانے کے لئے چوپایوں میں آٹھ نر و مادہ پیدا کئے۔ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری جن کا ذکر سورۃ "انعام" میں گذر چکا۔

اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۭ

ایک طرح پر دوسری طرح کے پیچھے ◆ تین اندھیروں کے بیچ ◆

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى

وہ اللہ ہے رب تمہارا اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا پھر کہاں سے

تُصْرَفُوْنَ ۝ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۣ

پھرے جاتے ہو ◆ اگر تم منکر ہوگے تو اللہ پروا نہیں رکھتا تمہاری

وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ۭ

اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کا منکر ہونا ◆ اور اگر اس کا حق مانوگے تو اس کو (اسے) تمہارے لیے پسند کرتا ◆

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا ◆ پھر اپنے رب کی طرف تم کو

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

پھر جانا ہے تو وہ جتلائے گا تم کو جو تم کرتے تھے مقرر اس کو خبر ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ

دلوں کی بات کی ◆ اور جب لگے انسان کو سختی

دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ

پکارے اپنے رب کو رجوع ہو کر اس کی طرف پھر جب بخشے اس کو نعمت اپنی طرف سے

نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ

بھول جائے اس کو کہ جس کے لیے پکار رہا تھا پہلے سے اور ٹھہرائے اللہ کے برابر

انسان کی تخلیق | یعنی بتدریج پیدا کیا۔ مثلاً نطفہ سے علقہ بنایا، علقہ سے مضغہ بنایا، پھر ہڈیاں بنائیں اور ان پر گوشت منڈھا، پھر روح پھونکی۔

تین اندھیریاں | ایک پیٹ، دوسرا رحم، تیسری جھلی جس کے اندر بچہ ہوتا ہے۔ وہ جھلی بچے کے ساتھ نکلتی ہے۔

توحید کی دلیل | یعنی جب خالق، سب کا مالک اور بادشاہ وہی ہے تو معبود اس کے سوا کون ہو سکتا ہے۔ خدا کے واحد ہونے کے لئے ان صفات کا اقرار کرنے کے بعد دوسرے کی بندگی کیسی۔ مطلب کے کتنا قریب پہنچ کر کدھر پھرے جاتے ہو۔

یعنی کافر بن کر اس کے انعامات و حقوق کا انکار کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہے، اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کفر سے راضی نہیں۔ اپنے بندوں کے کافر و منکر بننے سے ناخوش ہوتا ہے اور اس چیز کو ان کے لئے ناپسند کرتا ہے۔

اللہ شکر گزاری پسند کرتا ہے | یعنی بندے اس کا حق مان کر مطیع و شکر گزار بنیں۔ یہ بات اس کو پسند ہے جس کا نفع ان ہی کو پہنچتا ہے۔

یعنی ناشکری کوئی کرے اور پکڑا کوئی جائے، ایسا اندھیر اس کے یہاں نہیں۔ جو کرے گا سو بھرے گا۔

یعنی وہاں جا کر سب کے اگلے پچھلے عمل سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ کوئی چھوٹا بڑا کام گم نہ ہو گا۔ کیونکہ خدا کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ دلوں کی تہ میں جو بات چھپی ہوئی ہو اسے بھی جانتا ہے۔

اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ

اوروں کو — تاکہ بہکائے اس کی راہ سے ◆ تو کہہ — برت لے ساتھ اپنے کفر کے

قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝۸ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ

تھوڑے دنوں (یاد جو اپنے منکر ہونے کے) تو ہے دوزخ والوں میں ◆ بھلا ایک جو بندگی میں

اٰنَاۗءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَاۗىِٕمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا

لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں — سجدے کرتا ہوا — اور کھڑا ہوا — خطرہ رکھتا ہے آخرت کا — اور امید رکھتا ہے

رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ

اپنے رب کی مہربانی کی — تو کہہ — کوئی برابر ہوتے ہیں — سمجھ والے

وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۹

اور بے سمجھ — سوچتے وہی ہیں — جن کو عقل ہے ◆

ع ۱۵

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ

تو کہہ — اے بندو میرے ◆ جو یقین لائے ہو — ڈرو اپنے رب سے — جنہوں نے

اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَاَرْضُ اللّٰهِ

نیکی کی — اس دنیا میں ان کے لیے بھلائی ◆ اور زمین اللہ کی

وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۱۰

کشادہ ہے — صبر (سہنے والوں) کرنے والوں ہی کو ملتا ہے — ان کا ثواب — بے شمار ◆

قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ

تو کہہ — مجھ کو حکم ہے — کہ بندگی کروں اللہ کی — خالص کر کر اس کے لیے

◆ **انسان کی ناشکری کا حال** | یعنی انسان کی حالت عجیب ہے۔ مصیبت پڑنے پر تو ہمیں یاد کرتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے ذرا آرام و اطمینان نصیب ہوا اور وہ پچھلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لئے ابھی ابھی ہم کو پکار رہا تھا۔ عیش و تنعم کے نشہ میں ایسا مست و غافل ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور کی کفرت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

◆ یعنی اچھا کافر رہ کر چند روز یہاں اور عیش اڑا لے۔ اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے تمتع کر تا رہ۔ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

◆ **فرماں بردار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے** | یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا۔ کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا۔ ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بےقرار کیے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے۔ کیا یہ سعید بندہ اور وہ بدبخت انسان جس کا ذکر اوپر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھدار اور بیوقوف میں کچھ فرق نہ رہا۔ مگر اس بات کو بھی وہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔

◆ یعنی اللہ کی طرف سے یہ پیام پہنچا دو۔

◆ **نیکی میں دنیا کی بھلائی بھی مضمر ہے** | یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی آخرت میں اس کے لئے بھلائی ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جس نے نیکی کی اس کو آخرت سے پہلے اسی دنیا میں بھلائی ملے گی ظاہری یا باطنی۔

◆ **ہجرت کے فضائل** | یعنی اگر ایک ملک میں لوگ نیک راہ چلنے سے مانع ہوں تو خدا کی زمین کشادہ ہے، دوسرے ملک میں چلے جاؤ جہاں آزادی سے اس کے احکام بجا لا سکو۔ بلاشبہ اس طرح ترک وطن کرنے میں بہت مصائب برداشت کرنا پڑیں گی۔ اور طرح طرح کے خلاف عادت و طبیعت امور پر صبر کرنا پڑے گا۔ لیکن یاد رہے کہ بے شمار ثواب بھی ملے گا تو صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔ اس کے مقابلہ میں دنیا کی سب سختیاں اور تکلیفیں ہیچ ہیں۔

الدِّينَ ﴿١١﴾ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٢﴾

بندگی — اور حکم ہے — کہ میں ہوں — سب سے پہلے حکم بردار

قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ

تو کہہ — میں ڈرتا ہوں — اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا — ایک بڑے دن کے

عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴿١٤﴾

عذاب سے — تو کہہ میں تو اللہ کو پوجتا ہوں — خالص کر کر اپنی بندگی اسی کے واسطے

فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ

اب تم پوجو جس کو چاہو — اس کے سوا — تو کہہ — بڑے ہارنے والے وہ

الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ

جو ہار بیٹھے اپنی جان کو — اور اپنے گھر والوں کو — قیامت کے دن

أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ﴿١٥﴾ لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ

سنتا ہے یہی ہے صریح ٹوٹا — ان کے واسطے — اوپر سے

ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ

بادل ہیں — آگ کے — اور نیچے سے بادل — اس چیز سے ڈراتا ہے

اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۚ يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ ﴿١٦﴾ وَالَّذِينَ

اللہ اپنے بندوں کو — اے بندو میرے سو مجھ سے ڈرو — اور جو لوگ

اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى

بچے شیطانوں سے — کہ اس کو پوجیں — اور رجوع ہوئے

◆ **آنحضرتؐ سب سے پہلے فرمانبردار بندے ہیں** | چنانچہ آپ عالم شہادت میں اس امت کے لحاظ سے اور عالم غیب میں تمام اولین و آخرین کے اعتبار سے اللہ کے سب سے پہلے حکمبردار بندے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆ یعنی مجھ جیسا معصوم و مقرب بھی اگر بفرض محال نافرمانی کرے تو اس دن کے عذاب سے مامون نہیں تا بدیگراں چہ رسد۔

◆ یعنی میں تو خدا کے حکم کے موافق نہایت اخلاص سے اسی اکیلے کی بندگی کرتا ہوں۔ تم کو اختیار ہے جس کی چاہو پوجا کرتے پھرو۔ ہاں اتنا سوچ لینا کہ انجام کیا ہوگا آگے سے کھلے ہیں۔

◆ **مشرکین ہی خاسرین ہیں** | یعنی مشرکین نہ اپنی جان کو عذاب الٰہی سے بچا سکے نہ اپنے گھر والوں کو۔ سب کو جہنم کے شعلوں کی نذر کر دیا۔ اس سے زیادہ خسارہ کیا ہوگا۔

◆ یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی۔ جیسے گھٹا چھا جاتی ہے۔

◆ یعنی سمجھ لو۔ یہ چیز ڈرنے کے قابل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اللہ کے غضب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔

اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿١٧﴾ الَّذِيْنَ

اللہ کی طرف ان کے لیے ہے خوشخبری ۞ سو تو خوشی سنا دے میرے بندوں کو جو

يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۗ اُولٰٓئِكَ

سنتے ہیں بات پھر چلتے ہیں اس پر جو اس میں نیک ہے ۞ وہی ہیں

الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٨﴾

جن کو رستہ دیا اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے ۞

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۗ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ

بھلا جس پر ٹھیک ہو چکا عذاب کا حکم بھلا تو خلاص کرے گا

مَنْ فِي النَّارِ ﴿١٩﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ

اس کو جو آگ میں پڑ چکا (اس آگ میں پڑے کو) ۞ لیکن جو ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے واسطے ہیں جھروکے

مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۗ

ان کے اوپر اور جھروکے بنے ہوئے ۞ ان کے نیچے بہتی (چلتی) ہیں ندیاں

وَعْدَ اللّٰهِ ۗ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿٢٠﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

وعدہ ہو چکا اللہ کا اللہ نہیں خلاف کرتا اپنا وعدہ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ

اتارا آسمان سے پانی پھر چلایا وہ پانی چشموں میں زمین کے ۞ پھر

يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا

نکالتا ہے اس سے کھیتی کئی کئی رنگ بدلتے (بدلنے والی) اس پر ۞ پھر آئے تیاری پر تو تو دیکھے اس کا رنگ زرد

◆ یعنی جنہوں نے شیطانوں کا کہنا نہ مانا اور سب شرکاء سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف رجوع ہوئے۔ ان کے لئے ہے بڑی بھاری خوشخبری۔

◆ **اہل انابت کو خوشخبری** | یعنی سب طرح کی باتیں سنتے ہیں۔ پھر ان میں جو بات اچھی ہو اس پر چلتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ قرآنی بات سنتے ہیں اور اس میں جو ہدایات اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں ان پر عمل کرتے ہیں۔ مثلاً ایک چیز رخصت و اباحت کی ہے دوسری عزیمت کی تو عزیمت کی طرف جھپٹتے ہیں۔ رخصتوں کا تتبع نہیں کرتے۔ یا یوں کہو کہ سارا خدا کا کلام بہترین ہے تو اس کی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں۔ کیونکہ اس کی ساری باتیں بہتر ہی ہیں۔ کذا قال المفسرون۔ حضرت شاہ صاحب نے ایک اور طرح اس کا مطلب بیان کیا ہے۔ "چلتے ہیں اس کے نیک پر یعنی حکم پر چلنا کہ اس کو کرتے ہیں۔ اور منع پر چلنا کہ اس کو نہیں کرتے۔ اس کا کرنا نیک ہے اس کا نہ کرنا نیک ہے۔"

◆ یعنی کامیابی کا راستہ انہی کو ملا ہے کیونکہ انہوں نے عقل سے کام لے کر توحید خالص اور انابت الی اللہ کا راستہ اختیار کیا۔

◆ یعنی جن پر ان کی ضد و عناد اور بداعمالیوں کی بدولت عذاب کا حکم ثابت ہو چکا، کیا تم کامیابی کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ بھلا ایسے بدبختوں کو جو شقاوت ازلی کے سبب آگ میں گر چکے ہوں، کون آزادی دلا سکتا ہے اور کون آگ سے نکال سکتا ہے۔

◆ **جنت کے درجات** | یہ جنت کے درجات کی طرف اشارہ ہوا۔ اور یہ کہ وہ سب تیار ہیں۔ منتظر نہ رہو کہ قیامت کے روز تیار کئے جائیں گے۔

◆ **بارش اور پانی کے چشمے** | یعنی بارش کا پانی پہاڑوں اور جنگلوں کے مسامات میں جذب ہو کر چشموں کی صورت میں پھوٹ نکلتا ہے۔ باقی اکثر چشموں کے حدوث کا کوئی اور سبب بھی ہو تو اس کی آیت سے نفی نہیں ہوتی۔

◆ یا مختلف قسم کی کھیتیاں مثلاً گیہوں، چاول وغیرہ۔

ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِأُولِي

پھر کر ڈالتا ہے اس کو چورا چورا بیشک اس میں نصیحت ہے

الْأَلْبَابِ ﴿٢١﴾ أَفَمَن شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ

عقل مندوں کے واسطے ◆ بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے دین اسلام کے واسطے

فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم

سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے سو خرابی ہے ان کو جن کے دل سخت ہیں

مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢٢﴾ اللَّهُ

اللہ کی یاد سے وہ پڑے پھرتے ہیں بھٹکتے (بہکتے) صریح ◆ اللہ نے

نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ

اتاری بہتر بات کتاب ◆ آپس میں ملتی دہرائی ہوئی ◆ بال کھڑے ہوتے ہیں

مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ

اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں

وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ

اور ان کے دل اللہ کی یاد پر ◆ یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے

مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾

جس کو چاہے اور جس کو راہ بھلائے اللہ اس کو کوئی نہیں سجھانے والا ◆

أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ

بھلا ایک وہ جو روکتا ہے اپنے منہ پر برا عذاب دن قیامت کے

◆ **اہل عقل کیلئے سامان ہدایت** یعنی عقلمند آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح اس کی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی پھر چورا چورا کیا گیا۔ یہی حال دنیا کی چہل پہل کا ہوگا۔ چاہئے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مفتون ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے۔ جیسے کھیتی مختلف اجزاء سے مرکب ہے۔ مثلاً اس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کا چارہ ہوتا ہے۔ اور ہر ایک جزء سے منتفع ہونا بدون اس کے ممکن نہیں کہ دوسرے اجزاء سے اس کو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانہ پر پہنچائیں۔ اسی طرح دنیا کو سمجھو کہ اس میں نیکی بدی، راحت تکلیف وغیرہ سب ملی جلی ہیں۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ کھیتی کٹے اور خوب چورا چورا کی جائے۔ پھر اس میں سے ہر ایک جزء کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے۔ نیکی اور راحت اپنے مرکز و مستقر پر پہنچ جائے اور بدی یا تکلیف اپنے خزانہ میں جا ملے۔ غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقلمند لوگ بہت مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ نیز مضمون آیت میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جس خدا نے آسمانی بارش سے زمین میں چشمے جاری کر دیئے وہی جنت کے محلات میں نہایت قرینے کے ساتھ نہروں کا سلسلہ جاری کر دے گا۔

◆ **مسلمان کیلئے اللہ کا نور** یعنی دونوں برابر کہاں ہو سکتے ہیں؟ ایک وہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا۔ نہ اسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک و شبہ ہے نہ احکام اسلام کی تسلیم سے انقباض۔ حق تعالیٰ نے اس کو توفیق و بصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی۔ جس کے اجالے میں نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ اللہ کے راستہ پر اڑا چلا جا رہا ہے۔ دوسرا وہ بدبخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو، نہ کوئی نصیحت اس پر اثر کرے، نہ خیر کا کوئی قطرہ اس کے اندر گھسے، کبھی خدا کی یاد کی توفیق نہ ہو۔ یوں ہی اوہام و اہواء اور رسوم و تقلید آباء کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے۔

◆ یعنی دنیا میں کوئی بات اس کتاب کی باتوں سے بہتر نہیں۔

◆ **متشابہ مثانی آیات** یعنی سچ، صادق، مضبوط، نافع، معقول، اور فصیح و بلیغ ہونے میں کوئی آیت کم نہیں۔ ایک دوسری سے ملتی جلتی ہے۔ مضامین میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں۔ بلکہ بہت سی آیات کے مضامین ایسے متشابہ واقع ہوئے ہیں کہ ایک آیت کو دوسری کی طرف لوٹانے سے صحیح تفسیر معلوم ہو جاتی ہے۔ "القرآن یفسر بعضہ بعضا" اور "مثانی" یعنی دہرائی ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ بہت سے احکام اور مواعظ و قصص کو مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے تاکہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں۔ نیز تلاوت میں بار بار آیتیں دہرائی جاتی ہیں۔ اور بعض علماء نے "متشابہ" و "مثانی" کا مطلب یہ لیا ہے کہ بعض آیات میں ایک ہی طرح کے مضمون کا سلسلہ دور تک چلا جاتا ہے وہ متشابہ ہوئیں اور بعض جگہ ایک نوعیت کے مضمون کے ساتھ دوسرے جملہ میں اس کے مقابل کی نوعیت کا مضمون بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً "ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم" یا "نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی ہو العذاب الالیم" یا "ویحذرکم اللہ نفسہ واللہ رءوف بالعباد" ایسی آیات کو مثانی کہیں گے کہ ان میں دو مختلف قسم کے مضمون بیان ہوئے۔

◆ **قرآنی آیات کی تاثیر** یعنی کتاب اللہ سن کر اللہ کے خوف اور اس کے کلام کی عظمت سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ خوف و رعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن اور روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے۔ یہ حال اقویائے کاملین کا ہوا۔ اگر کبھی ضعفاء و ناقصین پر دوسری قسم کی کیفیات و احوال طاری ہو جائیں مثلاً غشی یا صعقہ وغیرہ تو اس کی نفی آیت سے نہیں ہوتی۔ اور نہ ان کی تفضیل ان پر لازم آتی ہے۔ بلکہ اس طرح از خود رفتہ اور بے قابو ہو جانا عموماً وارد کی قوت اور مورد کے ضعف کی دلیل ہے۔ جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کرتے وقت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس قسم کے بعض احوال کا طاری ہونا مصرح ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی جس کے لئے حکمت الٰہی مقتضی ہو اس طرح کامیابی کے راستے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس شان سے منزل مقصود کی طرف لے چلتے ہیں۔ اور جس کو سوء استعداد کی وجہ سے خدا تعالیٰ ہدایت کی توفیق نہ دے، آگے کون ہے جو اس کی دستگیری کر سکے۔

وَقِيلَ لِلظّٰلِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ

اور کہیے گا بے انصافوں کو | چکھو | جو تم کماتے تھے ◆ | جھٹلا چکے ہیں

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

ان سے اگلے | پھر پہنچا ان پر عذاب | ایسی جگہ سے | کہ ان کو

يَشْعُرُونَ ﴿۲۵﴾ فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

خیال بھی نہ تھا (خبر بھی نہ تھی) | پھر چکھائی ان کو اللہ نے رسوائی | دنیا کی زندگی میں

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ

اور عذاب آخرت کا تو بہت ہی بڑا ہے | اگر ان کو سمجھ ہوتی ◆ | اور

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ

ہم نے بیان کی لوگوں کے واسطے | اس قرآن میں | سب چیز کی مثل

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي

تاکہ وہ دھیان کریں | قرآن ہے عربی زبان کا | جس میں

عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَجُلًا

کجی نہیں | تاکہ وہ بچ کر چلیں ◆ | اللہ نے بتائی ایک مثل | ایک مرد ہے

فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشٰكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ ۖ

کہ اس میں شریک ہیں | کئی ضدی | اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۚ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

کیا برابر ہوتی ہیں دونوں مثل ◆ | سب خوبی اللہ کے لیے ہے | پر وہ بہت لوگ

وقف لازم

آخرت میں ظالموں پر عذاب آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے سے کوئی حملہ ہو تو ہاتھوں پر روکتا ہے۔ لیکن محشر میں ظالموں کے ہاتھ بندھے ہوں گے اس لئے عذاب کی تھپیڑیں سیدھی منہ پر پڑیں گی۔ تو ایسا شخص جو بدترین عذاب کو اپنے منہ پر روکے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اب اس کام کا مزہ چکھو جو دنیا میں کیے تھے۔ کیا اس مومن کی طرح ہو سکتا ہے جسے آخرت میں کوئی تکلیف اور گزند پہنچنے کا اندیشہ نہیں۔ اللہ کے فضل سے مطمئن اور بے فکر ہے۔ ہرگز نہیں۔

پچھلی قوموں کی تکذیب اور ہلاکت یعنی بہت قومیں تکذیب انبیاء کی بدولت دنیا میں ہلاک اور رسوا کی جا چکی ہیں۔ اور آخرت کا اشد عذاب جوں کا توں رہا۔ تو کیا موجودہ مکذبین مطمئن ہیں کہ ان کے ساتھ یہ معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں سمجھ ہوتی تو کچھ فکر کرتے۔

قرآن میں کوئی کجی نہیں یعنی ان کو نہ سمجھنا اپنی غفلت اور بدبختی سے ہے۔ قرآن کے سمجھانے میں کوئی کمی نہیں قرآن تو بات بات کو مثالوں اور دلیلوں سے سمجھاتا ہے تا لوگ ان میں دھیان کر کے اپنی عاقبت درست کریں۔ قرآن ایک صاف عربی زبان کی کتاب ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی۔ اس میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ سیدھی اور صاف باتیں ہیں جن کو عقل سلیم قبول کرتی ہے۔ کسی طرح کا اختلال اور کجی اس کے مضامین یا عبارت میں نہیں۔ جن باتوں کو منوانا چاہتا ہے نہ ان کا ماننا مشکل اور جن چیزوں پر عمل کرانا چاہتا ہے نہ ان پر عمل کرنا محال۔ غرض یہ ہے کہ لوگ بسہولت اس سے مستفید ہوں۔ اعتقادی و عملی غلطیوں سے بچ کر چلیں۔ اور صاف صاف نصیحتیں سن کر اللہ سے ڈرتے رہیں۔

شرک اور توحید کی ایک بلیغ مثال یعنی کئی حصہ دار ایک غلام یا نوکر میں شریک ہیں۔ اور ہر حصہ دار اتفاق سے کج خلق، بے مروت اور سخت ضدی واقع ہوا ہے۔ چاہتا ہے کہ غلام تنہا اس کے کام میں لگا رہے اور دوسرے شرکاء سے سروکار نہ رکھے۔ اس کھینچ تان میں ظاہر ہے غلام سخت پریشان اور پراگندہ دل ہوگا۔ برخلاف اس کے جو غلام پورا ایک کا ہو اسے ایک طرح کی یکسوئی اور طمانیت حاصل ہوگی اور کئی آقاؤں کو خوش رکھنے کی کشمکش میں گرفتار نہ ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مشرک اور موحد کو سمجھو۔ مشرک کا دل کئی طرف بٹا ہوا ہے۔ اور کتنے ہی جھوٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اس کے برخلاف موحد کی کل توجہات و خیالات اور دوڑ دھوپ کا ایک مرکز ہے۔ وہ پوری دلجمعی کے ساتھ اس کے خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اس کی خوشنودی کے بعد کسی کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔ اکثر مفسرین نے اس مثال کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ایک غلام جو کئی کا ہو، کوئی اس کو اپنا نہ سمجھے تو اس کی پوری خبر نہ لے۔ اور ایک غلام جو سارا ایک کا ہو وہ اس کو اپنا سمجھے اور پوری خبر لے۔ یہ مثال ہے ان کی جو ایک رب کے بندے ہیں اور جو کئی رب کے بندے ہیں۔"

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ

کچھ نہیں رکھتے ◆ بے شک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں پھر

إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٣١﴾ ع

مقرر تم قیامت کے دن اپنے رب کے آگے جھگڑو گے ◆

◆ یعنی سب خوبی اللہ کے لیے ہے کہ کیسے اعلیٰ مطالب و حقائق کو کیسی صاف اور دلنشین مثال و شواہد سے سمجھا دیتے ہیں۔ مگر اس پر بھی بہت بدنصیب ایسے ہیں جو ان واضح مثالوں کے سمجھنے کی توفیق نہیں پاتے۔

◆ **قیامت میں لوگوں کا جھگڑا** | یعنی جیسے مشرک اور موحد میں جو اختلاف ہے اس کا اثر قیامت کے دن علیٰ رؤس الاشہاد ظاہر ہوگا جس وقت پیغمبر اور امتی سب اکٹھے کیے جائیں گے اور کفار انبیاء اور مومنین کے مقابلہ میں جھگڑے اور حجتیں لائیں گے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "کافر مکر ہوں گے کہ ہم کو کسی نے حکم نہیں پہنچایا، پھر فرشتوں کی گواہی اور زمین و آسمان کی اور ہاتھ پاؤں کی گواہی سے ثابت ہوگا۔" کہ اس ادعاء میں جھوٹے ہیں۔ اسی طرح دوسرے تمام جھگڑوں کا فیصلہ بھی اس دن پروردگار کے سامنے ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ لفظ "اختصام" کو عام رکھا جائے تاکہ احادیث و آثار کے خلاف نہ ہو۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ

پھر اس سے زیادہ ظالم کون جس نے جھوٹ بولا | اللہ پر | اور جھٹلایا سچی بات کو | جب

جَآءَهٗ ۚ أَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ

پہنچی اس کے پاس | کیا نہیں دوزخ میں بستی | ٹھکانا منکروں کا ◆ | اور وہ جو لے کر

جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

آیا سچی بات | اور سچ مانا جس نے اس کو | وہی لوگ ہیں ڈر والے ◆

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾

ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں | اپنے رب کے پاس | یہ ہے بدلہ نیکی والوں کا

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ

تاکہ اتار دے اللہ ان سے برے سے برے کام | جو انہوں نے کیے تھے | اور بدلے میں دے ان کو ثواب

بِأَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۖ

بہتر کاموں کا جو وہ کرتے تھے ◆ | کیا اللہ کافی نہیں اپنے بندہ کو

وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

اور تجھ کو ڈراتے ہیں ان سے جو اس کے سوا ہیں | اور جس کو راہ بھلائے اللہ | تو کوئی نہیں

مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۗ أَلَيْسَ

اس کو سمجھانے والا | اور جس کو راہ دیوے اللہ | تو کوئی نہیں اس کو بھٹکانے والا | کیا نہیں ہے

اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ

اللہ زبردست بدلہ لینے والا ◆ | اور جو تو ان سے پوچھے | کس نے بنائے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

آسمان اور زمین | تو کہیں اللہ نے | تو کہہ | بھلا دیکھو تو جن کو پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ

اللہ کے سوا | اگر چاہے اللہ مجھ پر کچھ تکلیف | تو وہ ایسے ہیں کہ کھول دیں

ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ

تکلیف اس کی ڈالی ہوئی | یا وہ چاہے مجھ پر مہربانی | تو وہ ایسے ہیں کہ روک دیں اس کی مہربانی کو

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۞ قُلْ يٰقَوْمِ

تو کہہ مجھ کو بس ہے اللہ | اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے ◆ | تو کہہ اے قوم

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞ مَنْ

کام کیے جاؤ اپنی | جگہ پر | میں بھی کام کرتا ہوں | اب آگے جان لوگے | کس پر

يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۞ اِنَّاۤ

آتی ہے آفت | کہ اس کو رسوا کرے | اور اترتا ہے اس پر | عذاب سدا رہنے والا ◆ | ہم نے

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى

اتاری ہے تجھ پر | کتاب | لوگوں کے واسطے سچے دین کے ساتھ | پھر جو کوئی راہ پر آیا

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ

سو اپنے بھلے کو | اور جو کوئی بہکا | سو وہی بات ہے کہ بہکا اپنے برے کو | اور تو

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۞ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ

ان کا ذمہ دار نہیں (تجھ پر ان کا ذمہ نہیں) ◆ | اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا | اور

ع ۴

اللہ کے نفع و ضرر کو کوئی ٹال نہیں سکتا یعنی ایک طرف تو خداوند قدوس ہے جو خود تمہارے اقرار کے موافق تمام زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور دوسری طرف پتھر کی بے جان مورتیں یا عاجز مخلوق جو سب مل کر بھی خدا کی بھیجی ہوئی ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف و راحت کو اس کی جگہ سے نہ ہٹا سکے۔ تم ہی بتاؤ، دونوں میں سے کس پر بھروسہ کیا جائے اور کس کو اپنی مدد کے لئے کافی سمجھا جائے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا تھا "اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ" جس کا جواب حضرت ہود نے یہ دیا۔ "اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" (ہود۔ رکوع ۵) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا "وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔" (انعام۔ رکوع ۹)

غالب کون۔ مومن یا مشرک؟ یعنی عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ خدائے واحد کا بندہ غالب آتا ہے یا صدہا دروازوں کے بھکاری کامیاب ہوتے ہیں۔ واقعات جلد بتا دیں گے کہ جو بندہ اللہ کی حمایت اور پناہ میں آیا اس کا مقابلہ کرنے والے آخر کار سب ذلیل و خوار ہوئے۔

تنبیہ "عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ" سے دنیا کا اور "عَذَابٌ مُّقِیْمٌ" سے آخرت کا عذاب مراد ہے۔ واللہ اعلم۔

انسان کا نفع اور نقصان واضح ہے یعنی تیری زبان پر اس کتاب کے ذریعہ سے سچی بات نصیحت کی کہہ دی گئی اور دین کا راستہ ٹھیک ٹھیک بتلا دیا گیا۔ آگے ہر ایک آدمی اپنا نفع نقصان سوچ لے۔ نصیحت پر چلے گا تو اس کا بھلا ہے ورنہ اپنا ہی انجام خراب کرے گا۔ تجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ زبردستی ان کو راہ پر لے آئے۔ صرف پیغام حق پہنچا دینا آپ کا فرض تھا وہ آپ نے ادا کر دیا۔ آگے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے جس کے ہاتھ میں مارنا جلانا اور سلانا جگانا سب کچھ ہے۔

الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا

جو نہیں مریں ان کو بھی لیتا ہے ان کی نیند میں — پھر روک رکھتا ہے — جس پر مرنا

الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ٹھہرا دیا ہے — اور بھیج دیتا ہے اوروں کو — ایک وعدہ مقرر تک — اس بات میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بے شک نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں ◆ کیا انہوں نے پکڑے ہیں — اللہ کے سوائے

شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

کوئی سفارش والے ◆ تو کہہ اگرچہ (اور جو) ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا — اور نہ سمجھ (تو بھی) ◆

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

تو کہہ اللہ کے اختیار میں ہے ساری سفارش — اسی کا راج ہے — آسمان — اور زمین میں

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ

پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے ◆ اور جب نام لیجئے خالص (اکیلے) اللہ کا — رک جاتے ہیں

قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ

دل ان کے — جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا — اور جب نام لیجئے ان

مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

کے سوا اوروں کا — تب وہ لگیں خوشیاں کرنے ◆ تو کہہ — اے اللہ پیدا کرنے والے آسمانوں کے

وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ

اور زمین کے — جاننے والے چھپے — اور کھلے کے — تو ہی فیصلہ کرے گا بیچ

موت اور نیند کی حقیقت حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی نیند میں ہر روز جان کھینچتا ہے پھر (واپس) بھیجتا ہے۔ یہی نشان ہے آخرت کا۔ معلوم ہوا نیند میں بھی جان کھنچتی ہے۔ جیسے موت میں اگر نیند میں کھینچ کر رہ گئی وہی موت ہے۔ مگر یہ جان وہ ہے جس کو (ظاہری) ہوش کہتے ہیں۔ اور ایک جان جس سے سانس چلتی ہے اور نبضیں اچھلتی ہیں۔ اور کھانا ہضم ہوتا ہے وہ دوسری ہے وہ موت سے پہلے نہیں کھنچتی" (موضح القرآن) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بغوی نے نقل کیا ہے کہ "نیند میں روح نکل جاتی ہے مگر اس کا مخصوص تعلق بدن سے بذریعہ شعاع کے رہتا ہے جس سے حیات باطل ہونے نہیں پاتی" (جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نیند میں بھی وہی چیز نکلتی ہے جو موت کے وقت نکلتی ہے۔ لیکن تعلق کا انقطاع ویسا نہیں ہوتا جو موت میں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

بتوں کی سفارش ایک وہم ہے یعنی بتوں کی نسبت مشرکین دعویٰ رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں ان کے سفارشی ہیں۔ ان ہی کی سفارش سے کام بنتے ہیں۔ اسی لئے ان کی عبادت کی جاتی ہے۔ سو اول تو شفیع ہونے سے معبود ہونا لازم نہیں آتا۔ دوسرے شفیع بھی وہ بن سکتا ہے جسے اللہ کی طرف سے شفاعت کی اجازت ہو اور صرف اس کے حق میں شفاعت کر سکتا ہے۔ جس کو خدا پسند کرے۔ خلاصہ یہ کہ شفیع کا ماذون ہونا اور مشفوع کا مرتضیٰ ہونا ضروری ہے۔ یہاں دونوں باتیں نہیں۔ نہ اصنام (بتوں) کا ماذون ہونا ثابت ہے نہ کفار کا مرتضیٰ ہونا۔ لہٰذا ان کا دعویٰ غلط ہوا۔

یعنی بتوں کو نہ اختیار ہے نہ سمجھ پھر ان کو شفیع ماننا عجیب ہے۔

ساری سفارش اللہ کے اختیار میں ہے یعنی فی الحال بھی زمین و آسمان میں اسی کی سلطنت ہے اور آئندہ بھی اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے تو اس کی اجازت و خوشنودی کے بغیر کس کی مجال ہے جو زبان ہلا سکے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی اللہ کے روبرو سفارش ہے پر اللہ کے حکم سے، نہ تمہارے کہے سے۔ جب موت آئے کسی کے کہے سے عزرائیل نہیں چھوڑتا۔"

توحید کے ذکر پر مشرک کا انقباض مشرک کا خاصہ ہے کہ گو بعض وقت زبان سے اللہ کی عظمت و محبت کا اعتراف کرتا ہے لیکن اس کا دل اکیلے خدا کے ذکر اور حمد و ثناء سے خوش نہیں ہوتا۔ ہاں دوسرے دیوتاؤں یا جھوٹے معبودوں کی تعریف کی جائے تو مارے خوشی کے اچھلنے لگتا ہے جھلک آثار اس کے چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ افسوس یہی حال آج بہت سے نام نہاد مسلمانوں کا دیکھا جاتا ہے کہ خدائے واحد کی قدرت و عظمت اور اس کے علم کی لامحدود وسعت کا بیان ہو تو چہروں پر انقباض کے آثار ظاہر ہوتے ہیں مگر کسی پیر فقیر کا ذکر آ جائے اور جھوٹی سچی کرامات اناپ شناپ بیان کر دی جائیں تو چہرے کھل پڑتے اور دلوں میں جذبات مسرت و انبساط جوش مارنے لگتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات توحید خالص کا بیان کرنے والا ان کے نزدیک منکر اولیاء سمجھا جاتا ہے۔ فالی اللہ المشتکی وھو المستعان۔

عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ

بندوں میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے تھے ۞ اور اگر ظالموں کے

ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا

پاس ہو جتنا کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ تو سب دے دیں

بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ

اس کے بدلے میں بری طرح کے عذاب سے دن قیامت کے اور نظر آئے ان کو اللہ کی

اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

طرف سے جو خیال بھی نہ رکھتے تھے اور نظر آگئیں ان کو برے کام اپنے جو

كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَاِذَا مَسَّ

کماتے تھے اور الٹ پڑے ان پر وہ چیز جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ۞ سو جب آ لگتی ہے

الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ

آدمی کو کچھ تکلیف ہم کو پکارنے لگتا ہے ۞ پھر جب ہم بخشیں اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت کہتا ہے

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

یہ تو مجھ کو ملی کہ پہلے سے معلوم تھی (معلوم ہو گئی) ۞ کوئی نہیں یہ جانچ ہے پر وہ بہت سے لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى

نہیں سمجھتے ۞ کہہ چکے ہیں یہ بات ان سے اگلے پھر کچھ کام نہ آیا

عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ

ان کو جو کماتے تھے پھر پڑ گئیں (پڑیں) ان پر برائیاں جو کمائی تھیں ۞

◆ یعنی جب ایسی موٹی باتوں میں بھی جھگڑتے ہوتے گئے اور اللہ کا اکیلا نام بھی دلوں میں باقی نہ رکھا تو اب تیرے ہی سے فریاد ہے۔ تو ہی ان جھگڑوں کا عملی فیصلہ فرمائے گا۔

◆ **آخرت میں مال کام نہیں آئے گا** | یعنی جب قیامت کے دن ان اختلافات کا فیصلہ سنایا جائے گا اس وقت جو ظالم شرک کر کے خدا تعالیٰ کی شان گھٹاتے تھے ان کا سخت برا حال ہوگا۔ اگر اس روز فرض کیجئے کل روئے زمین کے خزانے بلکہ اس سے بھی زائد ان کے پاس موجود ہوں تو چاہیں گے کہ سب دے دلا کر کسی طرح اپنا پیچھا چھڑا لیں۔ جو بدمعاشیاں دنیا میں کی تھیں سب ایک ایک کر کے ان کے سامنے ہوں گی۔ اور ایسے قسم قسم کے ہولناک عذابوں کا مزہ چکھیں گے جو کبھی ان کے خیال و گمان میں بھی نہ گذرے تھے۔ غرض توحید خالص اور دین حق سے جو ٹھٹھا کرتے تھے اس کا وبال پڑ کر رہے گا اور جس عذاب کا مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان پر الٹ پڑے گا۔

◆ **خوشی و تکلیف میں مشرکین کی دو عملی** | یعنی جس کے ذکر سے چڑ تھا مصیبت کے وقت اسی کو پکارتا ہے اور جن کے ذکر سے خوش ہوتا تھا انہیں بھول جاتا ہے۔

◆ یعنی یوں ہی چاہتا تھا کہ یہ نعمت مجھ کو ملے۔ کیونکہ مجھ میں اس کی لیاقت تھی اور اگلی کمائی کے ذرائع کا علم رکھتا تھا اور خدا کو میری استعداد و اہلیت معلوم تھی، پھر مجھے کیوں نہ ملتی۔ غرض اپنی لیاقت اور عقل پر نظر کی اللہ کے فضل و قدرت پر خیال نہ کیا۔

◆ **نعمت امتحان ہے** | یعنی ایسا نہیں بلکہ یہ نعمت خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے کہ بندہ اسے پا کر کہاں تک منعم حقیقی کو پہچانتا اور اس کا شکر ادا کرتا ہے۔ اگر ناشکری کی گئی تو یہی نعمت نقمت بن کر وبال جان ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یہ جانچ ہے کہ عقل اس کی دوڑتی ہے تو اپنی عقل پر بہکے۔ وہی عقل الٹی ہے اور آفت آپہنچتی ہے۔" پھر کسی کے کمائے نہیں ٹلتی۔

◆ یعنی قارون نے یہی کہا تھا۔ اس کا جو حشر ہوا وہ پہلے گذر چکا۔

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ

اور جو گنہگار ہیں ان میں سے ان پر بھی اب پڑتی ہیں برائیاں جو کمائی ہیں

وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۱﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

اور وہ نہیں تھکانے والے ﴿۱﴾ اور کیا نہیں جان چکے کہ اللہ پھیلا دیتا ہے روزی

لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ع ۵ / ۲

جس کے واسطے چاہے اور ماپ کر دیتا ہے البتہ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کے واسطے جو مانتے ہیں ﴿۲﴾

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ

کہہ دے اے بندو میرے جنہوں نے کہ زیادتی کی ہے اپنی جان پر آس مت توڑو اللہ کی

رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ

مہربانی سے بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ

گناہ معاف کرنے والا مہربان ﴿۳﴾ اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو پہلے

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْۤا

اس سے کہ آئے تم پر عذاب پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آئے گا ﴿۴﴾ اور چلو

اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

بہتر بات پر جو اتری تمہاری طرف تمہارے رب سے پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ

عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو ﴿۵﴾ کہیں (کبھی) کہنے لگے کوئی جی (شخص)

◆ یعنی جیسے پہلے مجرموں پر ان کی شرارتوں کا وبال پڑا اسی طرح موجودہ وقت کے منکرین پر بھی پڑنے والا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ ان کو سزا دینا چاہے گا یہ روپوش ہو کر یا اور کسی تدبیر سے اس کو تھکا نہیں سکتے۔

◆ **فراخی و تنگی مقبولیت کا معیار نہیں** | یعنی دنیا میں محض روزی کا کشادہ یا تنگ ہونا کسی شخص کے مقبول یا مردود ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ نہ روزی کا ملنا کچھ عقل و ذہانت اور علم و لیاقت پر منحصر ہے۔ دیکھو کتنے بیوقوف بدمعاش مزے اڑا رہے ہیں اور کتنے عقلمند اور نیک آدمی فاقے کھینچتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی عقل و دانش اور تدبیر کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتا پھر ایک کو روزی کشادہ ہے ایک کو تنگ۔ جان لو کہ (صرف) عقل کا کام نہیں" (کہ اپنے اوپر روزی کشادہ کر لے) بلکہ یہ تقسیم رزاق حقیقی کی حکمت و مصلحت کے تابع اور اسی کے ہاتھ میں ہے۔

◆ **اللہ کی بے پایاں رحمت کا اعلان** | یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو آیت ہذا کو سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بالکلیہ مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اللہ جس کے جو گناہ چاہے معاف کر سکتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ پھر بندہ ناامید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی کہ کفر و شرک کا جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ لہٰذا "ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا" کو "لمن یشاء" کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے۔ کما قال تعالیٰ "ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک لمن یشاء" (نساء، رکوع ۱۸) اس تقیید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹا بڑا قصور معاف ہی نہ کر سکے اور نہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت ہی نہیں۔ بدون توبہ کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیات میں بتلا دیا گیا کہ وہ کفر و شرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہو گی۔ چنانچہ آیت ہذا کی شان نزول بھی اس پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اگلی آیت کے فقرہ سے معلوم ہو گا۔

◆ **توبہ و انابت کا حکم** | مغفرت کی امید دلا کر یہاں سے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔ یعنی گذشتہ غلطیوں پر نادم ہو کر اور اللہ کے بے پایاں جود و کرم سے شرما کر کفر و عصیان کی راہ چھوڑو اور اس رب کریم کی طرف رجوع ہو کر اپنے کو بالکلیہ اسی کے سپرد کر دو۔ اس کے احکام کے سامنے نہایت عجز و اخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ حقیقت میں نجات محض اس کے فضل سے ممکن ہے۔ ہزار رجوع و انابت بھی بدوں اس کے فضل کے میسر نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا۔ جو کفار دشمنی میں لگے رہتے تھے سمجھے کہ اب ہماری طرف اللہ ہے۔ یہ ان کو اپنی غلطیوں پر پچھتانے لگے۔ لیکن شرمندگی سے مسلمان نہ ہوتے کہ اب ہماری مسلمانی کیا قبول ہو گی۔ دشمنی کی لڑائیاں لڑے اور کتنے خدا پرستوں کے خون کئے۔ تب اللہ نے یہ فرمایا کہ ایسا گناہ کوئی نہیں جس کی توبہ اللہ قبول نہ کرے۔ ناامید مت ہو توبہ کرو اور رجوع ہو بخشے جاؤ گے۔ مگر جب سر پر عذاب آیا یا موت نظر آنے لگی اس وقت کی توبہ قبول نہیں۔ نہ اس وقت کوئی مدد پہنچ سکتا ہے۔"

◆ **عذاب سے پہلے قرآن کی اطاعت کرو** | بہتر بات سے مراد قرآن کریم ہے۔ یعنی قرآنی ہدایات پر چل کر عذاب آنے سے پہلے اپنے مستقبل کی روک تھام کر لو۔ ورنہ معاینہ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہو سکے گا نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی۔ عذاب الٰہی اس طرح ایک دم آ جائے گا کہ خبر بھی نہ ہو گی کہاں سے آ گیا۔

يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ

السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِىْ

كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِىْ

فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ

الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ

اَلَيْسَ فِىْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ

اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ

خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ

آسمانوں کی اور زمین کی | اور جو منکر ہوئے ہیں | اللہ کی باتوں سے | وہ لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا

جو ہیں وہی ٹوٹے میں پڑے ◆ تو کہہ | اب اللہ کے سوا کسی کو بتلاتے ہو | کہ پوجوں اے

الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

نادانو ◆ | اور حکم ہو چکا ہے تجھ کو | اور تجھ سے اگلوں کو

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾

کہ اگر تو نے شریک مان لیا | تو اکارت جائیں گے تیرے عمل | اور تو ہوگا ٹوٹے میں پڑا

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ

نہیں بلکہ اللہ ہی کو پوج | اور رہ حق ماننے والوں میں ◆ | اور نہیں سمجھے اللہ کو

حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ

جتنا وہ ہے ◆ | اور زمین ساری | ایک مٹھی ہے اس کی | دن قیامت کے

السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾

اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں اس کے داہنے ہاتھ میں | وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ (اس کا) شریک بتلاتے ہیں ◆

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي

اور پھونکا جائے صور میں | پھر بے ہوش ہو جائے | جو کوئی ہے آسمانوں میں | اور

الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ

زمین میں | مگر جس کو اللہ چاہے | پھر پھونکی جائے دوسری بار | تو فوراً وہ

کفر کرنے والے ہی گھاٹے میں ہیں یعنی ہر چیز کو اس نے پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد اس کی بقاء و حفاظت کا ذمہ دار بھی وہی ہوا اور زمین و آسمان کی تمام چیزوں میں تصرف و اقتدار بھی اسی کو حاصل ہے کیونکہ سب خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ پھر ایسے خدا کو چھوڑ کر آدمی کہاں جائے۔ چاہیے کہ اسی کے غضب سے ڈرے اور اسی کی رحمت کا امیدوار رہے۔ کفر و ایمان اور جنت و دوزخ سب اسی کے زیر تصرف ہیں۔ اس کی باتوں سے منکر ہو کر آدمی کا کہیں ٹھکانا نہیں۔ کیا اس سے منحرف ہو کر آدمی کسی فلاح کی امید رکھ سکتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کو شرک کی دعوت اور اس کا جواب یعنی انتہائی نادانی اور حماقت و جہالت یہ ہے کہ آدمی خدا کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرے اور پیغمبر خدا سے (معاذ اللہ) یہ توقع رکھے کہ وہ اس کے راستہ پر آجائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ مشرکین نے حضور ﷺ کو اپنے دیوتاؤں کی پرستش کی طرف بلایا تھا۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

آنحضرت ﷺ کو نصیحت یعنی عقلی حیثیت سے دیکھا جائے کہ تمام چیزوں کا پیدا کرنا باقی رکھنا اور ان میں ہر قسم کے تصرفات کرتے رہنا صرف اللہ کا کام ہے تو عبادت کا مستحق بجز اس کے کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور نقلی حیثیت سے لحاظ کرو تو تمام انبیاء اللہ اور ادیان سماویہ توحید کی صحت اور شرک کے بطلان پر متفق ہیں بلکہ ہر نبی کو بذریعہ وحی بتلا دیا گیا ہے کہ (آخرت میں) مشرک کے تمام اعمال اکارت ہیں اور شرک کا انجام خالص حرمان و خسران کے سوا کچھ نہیں۔ لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ وہ ہر طرف سے ہٹ کر ایک خدائے قدوس کو پوجے اور اس کا شکر گذار و وفادار بندہ بنے۔ اس کی عظمت و جلال کو سمجھے۔ عاجز و حقیر مخلوق کو اس کا شریک نہ ٹھہرائے۔ اس کو اسی طرح بزرگ و برتر مانے جیسا وہ واقع میں ہے۔

مشرکین اللہ کو نہیں سمجھے یعنی مشرکین نے اس کی عظمت و جلال اور بزرگی و برتری کو وہاں تک نہ سمجھا اور ملحوظ نہ رکھا جہاں تک ایک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ اس کی شان رفیع اور مرتبہ بلند کا ادنیٰ تصور رکھنے والا کیا عاجز محتاج مخلوق حتیٰ کہ پتھر کی بے جان مورتیوں کو اس کا شریک تجویز کر سکتا ہے۔ حاشا وکلا۔ آگے اس کی بعض شئون عظمت و جلال کا بیان ہے۔

زمین و آسمان ایک مٹھی میں یعنی جس کی عظمت شان کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن کل زمین اس کی ایک مٹھی میں اور سارے آسمان کاغذ کی طرح لپٹے ہوئے ایک ہاتھ میں ہوں گے۔ اس کی عبادت میں بے جان یا عاجز محتاج مخلوق کو شریک کرنا کہاں تک روا ہو گا۔ وہ شرکاء تو اس کی مٹھی میں پڑے ہیں۔ جس طرح چاہے ان پر تصرف کرے۔ ذرا کان یا زبان نہیں ہلا سکتے۔ تنبیہ "مطویٰت بیمینہ" کے متعلق سورۂ "انبیاء" کی آیت "یوم نطوی السماء" الخ کا حاشیہ دیکھنا چاہیے۔ اور "یمین" وغیرہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں جن پر بلا کیف ایمان رکھنا واجب ہے۔ بعض احادیث میں ہے وکلتا یدیہ یمین (اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں) اس سے تجسم تجزیہ اور جہت وغیرہ کی نفی ہوتی ہے۔

قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ

کھڑے ہو جائیں گے ہر طرف دیکھتے ◆ اور چمک اٹھے گی زمین اپنے رب کے نور سے اور لا رکھیں

الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

دفتر اور حاضر آئیں پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ ہوا ان میں

بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ

انصاف سے اور ان پر ظلم نہ ہوگا ◆ اور پورا ملے ہر جی (شخص) کو جو اس نے کیا

وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى

اور اس کو خوب خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں ◆ اور ہانکے جائیں جو منکر تھے

جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ

دوزخ کی طرف گروہ گروہ ◆ یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں اس پر کھولے جائیں اس کے دروازے ◆ اور کہنے لگیں

لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ

ان کو اس کے داروغہ ◆ کیا نہ پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تم میں کے ◆ پڑھتے تھے (سناتے تھے) تم کو

اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا

باتیں تمہارے رب کی اور ڈراتے تم کو تمہاری ملاقات سے اس دن کی بولے

بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾

کیوں نہیں پر ثابت ہوا حکم عذاب کا منکروں پر ◆

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ

حکم ہوا کہ داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے سدا رہنے کو اس میں سو کیا بری جگہ ہے

◆ **تیسرا نفخ صور** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ایک بار نفخ صور ہے عالم کے فنا کا، دوسرا ہے زندہ ہونے کا، بیچ تیسرا بعد حشر کے بے ہوشی کا، چوتھا خبردار ہونے کا۔ اس کے بعد اللہ کے سامنے سب کی پیشی ہو گی۔" تمت تقریرہ۔ لیکن اکثر علماء محققین کے نزدیک کل دو مرتبہ نفخ صور ہو گا۔ پہلی مرتبہ میں سب کے ہوش اڑ جائیں گے۔ پھر زندے تو مردہ ہو جائیں گے اور جو مر چکے تھے ان کی ارواح پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ بعدہ دوسرا نفخہ ہو گا جس سے مردوں کی ارواح ابدان کی طرف واپس آ جائیں گی اور بیہوشوں کو افاقہ ہو گا۔ اس وقت محشر کے عجیب و غریب منظر کو حیرت زدہ ہو کر تکتے رہیں گے۔ پھر خداوند قدوس کی پیشی میں تیزی کے ساتھ حاضر کئے جائیں گے۔ تنبیہ: اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ سے بعض نے جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت مراد لئے ہیں۔ بعض نے ان کے ساتھ حملۃ العرش کو بھی شامل کیا ہے۔ بعض کے نزدیک انبیاء و شہداء مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔ بہرحال یہ استثناء اس نفخہ کے وقت ہو گا۔ اس کے بعد ممکن ہے ان پر بھی فنا طاری کر دی جائے۔ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (المؤمن رکوع ۲)

◆ **حساب کیلئے حق تعالیٰ کا نزول** | یعنی اس کے بعد حق تعالیٰ حساب کے لئے اپنی شان کے مناسب نزول اجلال فرمائیں گے (کما ورد فی بعض روایات الدر المنثور) اس وقت حق تعالیٰ کی تجلی اور نور بے کیف سے محشر کی زمین چمک اٹھے گی۔ حساب کا دفتر کھلے گا۔ سب کے اعمالنامے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے گواہ دربار میں حاضر ہوں گے اور ہر شخص کے اعمال کا نہایت انصاف سے ٹھیک ٹھیک فیصلہ سنایا جائے گا۔ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہو گی۔ تنبیہ: "شہداء" سے مراد شاید انبیاء علیہم السلام کے فرشتے، امت محمدیہ کے لوگ اور انسان کے ہاتھ پاؤں وغیرہ سب ہو سکتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے ہر امت کے نیک آدمی مراد لئے ہیں۔

◆ یعنی نیکی کے بدلے میں کمی اور بدی کے بدلے میں زیادتی نہ ہو گی۔ جس کا جیسا اچھا برا عمل ہے سب خدا کے علم میں ہے اسی کے موافق بدلہ ملے گا۔ جس کی کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔

◆ یعنی گواہ آئے ہیں ان کے الزام کو۔ ورنہ اللہ سے کیا چیز پوشیدہ ہے۔ (کذا فی الموضح)

◆ **کفار کو دوزخ کی طرف ذلت سے ہانکا جائے گا** | یعنی تمام کافروں کو دھکے دے کر نہایت ذلت و خواری کے ساتھ دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ اور چونکہ کفر کے اقسام و مراتب بہت ہیں، ہر قسم اور ہر درجہ کے کافروں کا گروہ الگ الگ کر دیا جائے گا۔

◆ جس طرح دنیا میں جیلخانہ کا پھاٹک کھلا نہیں رہتا جب کسی قیدی کو داخل کرنا ہوتا ہے کھول کر داخل کرتے اور پھر بند کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی وہاں جس وقت دوزخی دوزخ کے قریب پہنچیں گے دروازے کھول کر اس میں دھکیل دیا جائے گا۔ اس کے بعد دروازے بند کر دیئے جائیں گے۔ کما قال تعالیٰ "عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ" (ہمزہ)

◆ **دوزخ کے فرشتوں کی ملامت** | یعنی جو فرشتے دوزخ کے محافظ ہیں وہ کفار سے بطور ملامت پوچھیں گے۔

◆ یعنی جن سے ہم کو بسبب ہم جنس ہونے کے فیض لینا بہت آسان تھا۔

◆ یعنی پیغمبر کیوں نہیں آئے۔ ضرور آئے، ہم کو اللہ کی باتیں سنائیں اور آج کے دن سے بہت کچھ ڈرایا لیکن ہماری بدبختی اور شامت کہ ہم نے ان کا کہنا نہ مانا۔ آخر خدا کی ازلی تقدیر سامنے آئی اور عذاب کا حکم ہم کافروں پر ثابت ہو کر رہا۔ "فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ"

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى

رہنے کی غرور والوں کو ◆ اور ہانکے جائیں وہ لوگ جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے

الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ

جنت کو گروہ گروہ ◆ یہاں تک کہ جب پہنچ جائیں اس پر اور کھولے جائیں اس کے دروازے اور کہنے لگیں

لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴿٧٣﴾

ان کو داروغہ اس کے سلام پہنچے تم پر تم لوگ پاکیزہ ہو سو داخل ہو جاؤ اس میں سدا رہنے کو ◆

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا

اور وہ بولیں شکر اللہ کا جس نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ ◆ اور وارث کیا ہم کو

الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ

اس زمین کا ◆ گھر لے لیں بہشت میں سے جہاں چاہیں ◆ سو کیا خوب بدلا ہے

الْعَامِلِينَ ﴿٧٤﴾ وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ

محنت کرنے والوں کا اور تو دیکھے فرشتوں کو گھر رہے ہیں عرش کے

الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ

گرد پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور فیصلہ ہوتا ہے ان میں انصاف کا

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٥﴾

اور یہی بات کہتے ہیں کہ سب خوبی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ◆

آیاتہا ۸۵ (۴۰) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (۶۰) رکوعاتہا ۹

سورۂ مومن مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پچاسی آیتیں ہیں اور نو رکوع

◆ یعنی تم نے شیخی اور غرور میں آکر اللہ کی بات نہ مانی اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے اس کا مزہ چکھتے رہو۔

◆ یعنی ایمان و تقویٰ کے مدارج چونکہ متفاوت ہیں ہر درجہ کے مومنین متقین کی جماعت الگ ہوگی اور ان سب جماعتوں کو نہایت شوق دلا کر جلدی جلدی جنت کی طرف روانہ کیا جائے گا۔

◆ **اہل جنت کا استقبال و اکرام** | یعنی جس طرح مہمانوں کے لئے ان کی آمد سے پہلے مہمان خانہ کا دروازہ کھلا رکھا جاتا ہے، جنتی وہاں پہنچ کر جنت کے دروازے کھلے پائیں گے۔ کما قال فی موضع آخر "مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ" (ص۔ رکوع۴) اور خدا کے فرشتے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ کلمات سلام و ثناء وغیرہ سے ان کا استقبال کریں گے اور جنت میں رہنے کی بشارت سنائیں گے۔

◆ **اہل جنت کا شکر** | یعنی خدا کا شکر جو وعدے انبیاء کی زبانی دنیا میں کئے گئے تھے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔

◆ یعنی جنت کی زمین کا۔

◆ **جنت میں جہاں چاہو رہو** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ان کو حکم ہے جہاں چاہیں رہیں۔ لیکن ہر کوئی وہی جگہ چاہے گا جو اس کے واسطے پہلے سے رکھی ہے۔" اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہے کہ جنت میں سیر و ملاقات کے لئے کہیں آنے جانے کی روک ٹوک نہ ہوگی۔

◆ **عرش کے گرد ملائکہ کا ہجوم** | یعنی حق تعالیٰ جب حساب کتاب کے لئے نزول اجلال فرمائیں گے، اس وقت فرشتے عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک انصاف کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جس پر ہر طرف سے جوش و خروش کے ساتھ "الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" کا نعرہ بلند ہوگا۔ یعنی ساری خوبیاں اس خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے (جس نے سارے جہان کا ایسا عمدہ فیصلہ کیا) اسی نعرہ تحسین پر دربار برخاست ہو جائے گا۔ عموماً مفسرین نے آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے لیکن حضرت شاہ صاحب نے آیت کو حالت راہنہ پر حمل کیا اور قُضِیَ بَيْنَهُمْ کی ضمیر ملائکہ کی طرف راجع کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "فرشتوں میں فیصلہ یہ کہ ہر ایک فرشتہ (ملاء اعلیٰ میں) اپنے قاعدہ سے ایک تدبیر بولتا ہے (کما یشیر الیہ اختصامہم الملأ الاعلیٰ وتفصیلہ فی حجۃ اللّٰہ البالغۃ) پھر اللہ تعالیٰ ایک ہی بات جاری کرتا ہے۔ وہی ہوتی ہے حکمت کے موافق۔ یہ ابھی بھی ہے اور قیامت میں بھی۔" واللّٰہ تعالیٰ اعلم بالصواب. تم سورۃ الزمر بعون اللّٰہ وتوفیقہ وللّٰہ الحمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

حٰمٓ ｜ اتارنا کتاب کا ｜ اللہ سے ｜ جو زبردست ہے خبردار

غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِی

گناہ بخشنے والا ｜ اور توبہ قبول کرنے والا ◆ ｜ سخت عذاب دینے والا

الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ مَا يُجَادِلُ

مقدور والا ◆ ｜ کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے ｜ اسی کی طرف پھر جانا ہے ◆ ｜ وہی جھگڑتے ہیں

فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ

اللہ کی باتوں میں ｜ جو منکر ہیں ◆ ｜ سو تجھ کو دھوکا نہ دے (دھوکے میں نہ ڈالے) ان کا چلنا پھرنا

فِی الْبِلَادِ ۝ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ

شہروں میں (ان کا چلنا پھرنا شہروں میں) ◆ ｜ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم نوح کی ｜ اور کتنے فرقے ان سے

بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ

پیچھے ｜ اور ارادہ کیا ہر امت نے ｜ اپنے رسول پر ｜ کہ اس کو پکڑ لیں ｜ اور

جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ

لانے لگے جھوٹے جھگڑے ｜ کہ اس سے ڈگا دیں سچے دین کو ｜ پھر میں نے ان کو پکڑ لیا ｜ پھر کیسا ہوا

كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى

میرا عذاب ◆ ｜ اور اسی طرح ٹھیک ہو گئی ｜ بات تیرے رب کی

سورۃ المؤمن

◆ **توبہ کی فضیلت** | یعنی توبہ قبول کر کے گناہوں سے ایسا پاک صاف کر دیتا ہے گویا کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ اور مزید برآں توبہ کو مستقل طاعت قرار دے کر اس پر ثواب عطا فرماتا ہے۔

◆ یعنی بے حد قدرت و وسعت اور مقدور والا جو بندوں پر انعام و احسان کی بارشیں کرتا رہتا ہے۔

◆ جہاں پہنچ کر ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ ملے گا۔

◆ یعنی اللہ کی باتیں اور اس کی عظمت و قدرت کے نشان ایسے نہیں جن میں کوئی جھگڑا کیا جائے۔ مگر جن لوگوں نے یہی ٹھان لی ہے کہ روشن سے روشن دلائل و براہین اور کھلی باتوں کا بھی انکار کیا جائے وہی کھلی باتوں میں ناحق جھگڑے ڈالتے ہیں۔

◆ **منکرین کی دنیوی حالت سے دھوکا نہ کھاؤ** | یعنی ایسے منکرین کا انجام تباہی اور ہلاکت ہے۔ فی الحال جو شہروں میں چلتے پھرتے اور مزے اڑاتے نظر آتے ہیں اس سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت و استدراج ہے۔ چند روز گل چھرے اڑا لیں، یا تجارتیں اور سیاحتیں کر لیں۔ پھر ایک دم غفلت کے نشہ میں پوری طرح مخمور ہو کر پکڑے جائیں گے۔ اگلی قوموں کا حال بھی یہی ہوا۔

◆ **پچھلی قوموں کے حال سے عبرت** | یعنی ہر ایک امت کے شریروں نے اپنے پیغمبر کو پکڑ کر قتل کرنے یا ستانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ جھوٹے ڈھکوسلے کھڑے کر کے سچے دین کو شکست دیں اور حق کی آواز کو ابھرنے نہ دیں۔ لیکن ہم نے ان کا داؤ پیچ چلنے نہ دیا اور اس کے بجائے کہ وہ پیغمبروں کو پکڑتے ہم نے ان کو پکڑ کر سخت سزائیں دیں۔ پھر دیکھ لو ہماری سزا کیسی ہوئی کہ ان کی بیخ و بنیاد ہلا کر چھوڑ دی۔ آج بھی ان تباہ شدہ قوموں کے کھنڈر اور آثار کہیں کہیں موجود ہیں۔ ان ہی کو دیکھ کر انسان ان کی تباہی کا تصور کر سکتا ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝٦ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ

منکروں پر　کہ بے شک وہ دوزخ والے ◆　جو لوگ اٹھا رہے ہیں

الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ

عرش کو　اور جو اس کے گرد ہیں　پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں　اور اس پر یقین رکھتے ہیں

بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ

اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے ◆　اے پروردگار ہمارے ہر چیز سمائی ہوئی ہے

رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ

تیری بخشش　اور خبر (آگاہی) میں　سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں　اور چلیں تیری راہ پر

وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝٧ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ

اور بچا ان کو آگ کے عذاب سے ◆　اے رب ہمارے اور داخل کر ان کو سدا بسنے (ہمیشہ رہنے) کے باغوں میں

الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ

جن کا وعدہ کیا تو نے ان سے　اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں　اور عورتوں میں　اور

ذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٨ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ

اولاد میں　بے شک تو ہی ہے زبردست حکمت والا ◆　اور بچا ان کو برائیوں سے

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ

اور جس کو تو بچائے برائیوں سے　اس دن　اس پر مہربانی کی تو نے　اور یہ جو ہے یہی ہے

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٩ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ

بڑی مراد پانی ◆　جو لوگ منکر ہیں　ان کو پکار کر کہیں گے　اللہ بیزار ہوتا تھا

◆ **موجودہ منکرین بھی اہل دوزخ ہیں** | یعنی جس طرح اگلی قوموں پر عذاب آنے کی بات پوری اتر چکی، موجودہ وقت کے منکروں پر بھی اتری ہوئی سمجھو۔ اور جس طرح تکذیبوں کے اعلان کے موافق کافروں پر دنیاوی عذاب آ کر رہا، تیرے رب کی یہ بات بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ آخرت میں ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ تنبیہ: بعض نے "انہم اصحب النار" کو "لانہم" کے معنی میں لے کر یہ مطلب بیان کیا ہے کہ گذشتہ منکروں کی طرح موجودہ منکروں پر بھی اللہ کی بات لگ چکی ہے کیونکہ یہ بھی اصحاب النار میں سے ہیں۔

◆ **مومنین کیلئے فرشتوں کا استغفار** | پچھلی آیات میں مجرمین و منکرین کا حال زیادہ بیان ہوا تھا۔ یہاں ان کے مقابل مومنین و تائبین کا فضل و شرف بیان کرتے ہیں۔ یعنی عرش عظیم کو اٹھانے والے اور اس کے گرد طواف کرنے والے بیشمار فرشتے جن کی غذا معرفت حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید ہے اور جو مقربین بارگاہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کا ایمان و یقین رکھتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے آگے مومنین کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ سبحان اللہ! اس عزت افزائی اور شرف و احترام کا کیا ٹھکانا ہے کہ خاک پر بسنے والے مومنین سے جو خطائیں اور لغزشیں ہوتی ہیں ملائکہ مقربین بارگاہ احدیت میں ان کے لئے معافی چاہتے ہیں۔ اور جب ان کی شان میں "ویفعلون ما یؤمرون" آیا ہے تو وہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور ہوں گے۔

◆ **فرشتوں کے استغفار کا مضمون** | یہ فرشتوں کے استغفار کی صورت بتلائی۔ یعنی بارگاہ احدیت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! آپ کا علم اور رحمت ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے۔ جو کوئی تیرے علم محیط میں ایمان و یقین رکھ کر برائی سے تیری طرف رجوع ہوا اور تیرے راستہ پر چلنے کی کوشش کرتا ہو اگر اس سے بتقاضائے بشریت کچھ کوتاہیاں اور خطائیں سرزد ہو جائیں آپ اپنے فضل و رحمت سے ان کو معاف فرما دیں۔ دنیا میں ان پر پردہ ڈالیے اور دوزخ کا منہ بھی نہ دکھلایے۔ باقی جو مسلمان توبہ و انابت کی راہ اختیار نہ کرے ان کا یہاں ذکر نہیں۔ آیت ہذا ان کی طرف سے ساکت ہے۔ یعنی حاملین عرش جن کے حق میں دعا نہیں کرتے بالآخر ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ یہ دوسری نصوص سے طے کرنا چاہئے۔

◆ **اہل جنت کے اقربا کیلئے فرشتوں کی دعا** | یعنی اگرچہ جنت ہر ایک کو اپنے عمل سے ملتی ہے جیسا کہ یہاں بھی "ومن صلح" کی قید سے ظاہر ہے (ادنیٰ درجہ یہ کہ ایمان رکھتا ہو) لیکن تیری مہربانی سے یہ بعید نہیں کہ ایک کے سبب سے متعلقین کو ان کے عمل سے زیادہ اونچے درجہ پر پہنچا دے۔ کما قال تعالیٰ "والذین اٰمنوا واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم وما التنٰہم من عملہم من شیء" (طور رکوع ۱) اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو حقیقت میں وہ بھی ان ہی کے کسی عمل کا پھل ہے۔ مثلاً ہو سکتا ہے وہ دل سے چاہتے ہوں کہ ہم بھی اپنے بزرگوں کی چال چلیں۔ یہ نیت اور نیکی کی حرص اللہ کے ہاں مقبول ہو جائے یا ان بزرگوں کے مصالح کے اکرام و مدارات کی ایک صورت یہ ہو کہ ان کے ماں باپ اور بیوی بچے بھی ان کے درجہ میں رکھے جائیں۔

◆ یعنی محشر میں ان کو ہر ایک برائی (مثلاً محاسبہ اور پریشانی وغیرہ) سے بچا اور یہ عظیم الشان کامیابی صرف تیری خاص مہربانی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ بعض مفسرین نے سیئات سے اعمال سیئہ مراد لئے ہیں یعنی آگے کو انہیں برے کاموں سے محفوظ فرما دے اور ان کی خواہش کر دے کہ برائی کی طرف نہ جائیں۔ ظاہر ہے جو آج یہاں برائی سے بچ گیا اس پر تیرا فضل ہو گیا۔ وہی آخرت میں اصلی کامیابی حاصل کرے گا۔ اس تفسیر پر "یومئذ" کا ترجمہ بجائے "اس دن" کے "اس وقت" ہونا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی تیری مہر ہو کہ برائیوں سے بچے۔ اپنے عمل سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ تھوڑی بہت برائی سے کون خالی ہے۔" یہ الفاظ دونوں تفسیروں پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔

أَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ

زیادہ ہوا ہے | تم پر اللہ نے جو اپنے جی سے | جس وقت تم بلائے جاتے تھے | یقین لانے کو

فَتَكْفُرُونَ ۝۱۰ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا

پھر تم منکر ہوتے تھے ◆ بولیں گے کہ اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دوبار | اور زندگی دے چکا

اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِّنْ

دوبار ◆ اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے ◆ پھر اب بھی ہے | نکلنے کو بھی

سَبِيلٍ ۝ ذَٰلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ

راہ ◆ یہ تم پر اس واسطے ہے | کہ جب کسی نے پکارا (کوئی پکارتا) اللہ کو اکیلا | تو تم منکر ہوتے | اور جب

يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۝ هُوَ

اس کے ساتھ پکارتے شریک تو تم یقین لانے لگتے | اب حکم وہی جو کرے اللہ سب سے اوپر (اونچا) بڑا ◆ وہی ہے

الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا

تم کو دکھلاتا اپنی نشانیاں | اور اتارتا ہے تمہارے واسطے | آسمان سے | روزی

وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۝۱۳ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

اور سوچ وہی کرے | جو رجوع رہتا ہو ◆ سو پکارو اللہ کو | خالص کر کر

لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝۱۴ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ

اس کے واسطے بندگی | اور پڑے برا مانیں منکر ◆ وہی ہے بلند درجوں والا

ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ

مالک عرش کا | اتارتا ہے بھید کی بات | اپنے حکم سے | جس پر چاہے | اپنے

◆ **منکرین سے اللہ کی بیزاری کا اعلان** یہ قیامت کے دن کہیں گے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی آج تم اپنے (نفس سے بیزار ہو رہے) اپنے جی کو پھٹکارتے ہو۔ دنیا میں جب کفر کرتے تھے (اس وقت اللہ اس سے زیادہ تم کو پھٹکارتا تھا اور تمہاری حرکات سے بیزار تھا اسی کو دوزخ میں پاؤ گے" اور بعض مفسرین نے "مقتکم" کا ظرف ایک محذوف لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ تم کو دنیا میں بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم بار بار کفر کرتے تھے۔ آج اس کی سزا بھگتنے کے وقت جس قدر تم اپنی جانوں سے بیزار ہو رہے ہو اللہ اس سے زیادہ تم سے بیزار ہے۔

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "پہلے مٹی تھے یا نطفہ تو مردے ہی تھے۔ پھر جان پڑی تو زندہ ہوئے۔ پھر مرے۔ پھر زندہ کر کے اٹھائے گئے۔ یہ ہیں دو موتیں اور دو حیاتیں۔" قال تعالیٰ "کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ کُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡیَاکُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُکُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡکُمۡ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ" (بقرہ۔ رکوع ۳) وقیل غیر ذلک والاظھر ھو ھذا۔

◆ **منکرین کا دوسری موت اور حیات کا اقرار** یعنی انکار کیا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر جینا نہیں۔ نہ حساب کتاب ہے نہ کوئی اور قصہ۔ اسی لئے گناہوں اور شرارتوں پر جری ہوتے تھے۔ اب دیکھ لیا کہ جس طرح پہلی موت کے بعد آپ نے ہم کو زندہ کیا اور عدم سے نکال کر وجود عطا فرمایا، دوسری موت کے بعد بھی پیغمبروں کے ارشاد کے موافق دوبارہ زندگی بخشی۔ آج بعث بعد الموت کے وہ سب مناظر جن کا ہم انکار کیا کرتے تھے سامنے ہیں اور بجز اس کے چارہ نہیں کہ اپنی غلطیوں اور خطاؤں کا اعتراف کریں۔

◆ **تیسری حیات کی درخواست** یعنی افسوس اب تو بظاہر یہاں سے چھوٹ کر نکل بھاگنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ ہاں آپ قادر ہیں کہ جہاں دو مرتبہ موت و حیات دے چکے ہیں، تیسری مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس بھیج دیں۔ تا اس مرتبہ وہاں سے ہم خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں۔

◆ **کفار کیلئے ہلاکت ابدی کا فیصلہ** یعنی بیشک اب دنیا کی طرف واپس جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اب تو تم کو اپنے اعمال سابقہ کا خمیازہ بھگتنا ہے۔ تمہارے متعلق جو ہلاکت ابدی کا یہ فیصلہ اس لئے ہوا ہے کہ تم نے اکیلے سچے خدا کی پکار پر کبھی کان نہ دھرا۔ ہمیشہ اس کا یا اس کی وحدانیت کا انکار ہی کرتے رہے۔ ہاں جب جھوٹے خداؤں کی طرف بلائے گئے تو فوراً آمنا وصدقنا کہہ کر ان کے پیچھے ہو لئے۔ اس سے تمہاری خو اور طبیعت کی افتاد کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر ہزار مرتبہ بھی واپس کیا جائے، پھر وہی کفر و شرک کما کر لاؤ گے۔ آج تم پر جو حکم لگ چکا ہے وہ دائم ہے جو اس خدائے برتر و بزرگ کی عدالت عالیہ سے جاری کیا گیا۔ جس کا کبھی آگے مرافعہ (اپیل) نہیں۔ اس سے بچنے کی تمنا عبث ہے۔

◆ **روزی رسانی میں اللہ کی نشانیاں** یعنی اس کی حکمت و وحدانیت کی نشانیاں ہر چیز میں ظاہر ہیں۔ ایک روزی ہی کے مسئلہ کو لے کر دیکھ لو جس کا سامان آسمان سے ہوتا رہتا ہے تو سب کچھ سمجھ میں آ جائے۔ لیکن جب ادھر رجوع ہی نہ ہو اور غور و فکر سے کام ہی نہ لے تو کیا خاک کچھ حاصل ہو سکتی ہے۔

◆ یعنی بندوں کو چاہئے سب سے کٹ کر اور ایک خدا کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکاریں۔ اس کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کریں بیشک مخلص بندوں کے اس موحدانہ طرز عمل سے کافر و مشرک کتنے ہی جلیں اور جل جل کر مرا کریں۔ یوں اگر صرف ایک ہی خدا کو بندے نے مانا تو کیا۔ مگر پکا موحد وہی ہے جو مشرکین کے مجمع میں توحید کا نعرہ بلند کرے۔ اور ان کے برا ماننے کی ذرا پروا نہ کرے۔

عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿١٥﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ

بندوں میں ◆ تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے ◆ جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے ◆

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ

نہیں چھپی رہے گی اللہ سے ان کی کوئی چیز ◆ کس کا راج ہے آج کے دن

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿١٦﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا

اللہ کا جو اکیلا ہے دباؤ والا ◆ آج بدلہ ملے گا ہر جی کو جیسا

كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿١٧﴾

اس نے کمایا ظلم نہیں آج ◆ بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ

اور خبر سنا دے ان کو اس نزدیک آنے والے دن کی جس وقت دل پہنچیں گے گلوں کو

كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ

تو وہ دبا رہے ہوں گے ◆ کوئی نہیں گنہگاروں کا دوست اور نہ سفارشی

يُّطَاعُ ﴿١٨﴾ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿١٩﴾

کہ جس کی بات مانی جائے ◆ وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو کچھ چھپا ہوا ہے سینوں میں

وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

اور اللہ فیصلہ کرتا ہے انصاف سے ◆ اور جن کو یہ پکارتے ہیں اس کے سوائے

لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿٢٠﴾ ع

نہیں فیصلہ کرتے کچھ بھی ◆ بے شک اللہ جو ہے وہی ہے سننے والا دیکھنے والا ◆

القائے روح | "بھید کی بات" سے وحی مراد ہے جو انبیاء علیہم السلام پر اترتی ہے اور ان کے ذریعہ سے دوسرے بندوں کو پہنچائی جاتی ہے۔ چنانچہ قیامت تک اسی طرح پہنچتی رہے گی۔

یعنی جس دن تمام اولین و آخرین مل کر اللہ تعالیٰ کی پیشی میں حاضر ہوں گے اور ہر ایک شخص اپنے اچھے یا برے عمل سے ملاقات کرے گا۔

میدان حشر | یعنی قبروں سے نکل کر ایک کھلے لق و دق میدان میں حاضر ہوں گے۔ جہاں کوئی آڑ پہاڑ حائل نہ ہوگا۔

یعنی خوب سمجھ لو اس حاکم اعلیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے جس پر تمہاری کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ سب ظاہر و باطن احوال کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔

یعنی اس دن تمام وسائط و حجب اٹھ جائیں گے۔ ظاہری اور مجازی رنگ میں بھی کسی کی بادشاہت نہ رہے گی۔ اسی اکیلے شہنشاہ مطلق کا راج ہوگا جس کے آگے ہر ایک طاقت دبی ہوئی ہے۔

حشر میں دلوں کی گھبراہٹ | یعنی خوف اور گھبراہٹ سے دل اچھل کر گلوں تک پہنچ رہے ہوں گے اور لوگ دونوں ہاتھوں سے ان کو پکڑ رہے ہیں کہ کہیں سانس کے ساتھ باہر نکل پڑیں۔

یعنی ایسا کوئی سفارشی نہیں ہوگا جس کی بات ضرور ہی مانی جائے۔ سفارش وہی کر سکے گا جس کو اجازت ہو۔ اور اسی کے حق میں کرے گا جس کے لئے پسند ہو۔

اللہ دلوں کے راز اور آنکھوں کی خیانت جانتا ہے | یعنی مخلوق سے نظر بچا کر چوری چھپے سے کسی پر نگاہ ڈالی یا کن انکھیوں سے دیکھا یا دل میں کسی بات کا ارادہ یا خیال آیا ان میں سے ہر چیز کو اللہ جانتا ہے۔ اور فیصلہ انصاف سے کرتا ہے۔

بت فیصلہ نہیں کر سکتے | یعنی فیصلہ کرنا اس کا کام ہو سکتا ہے جو سننے اور جاننے والا ہو۔ بھلا یہ پتھر کی بے جان مورتیں جنہیں تم خدا کہہ کر پکارتے ہو کیا خاک فیصلہ کریں گی۔ پھر جو فیصلہ بھی نہ کر سکے وہ خدا کس طرح ہوا۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا وہ پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھتے انجام کیسا ہوا ان کا

الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ

جو تھے ان سے پہلے وہ تھے ان سے زیادہ سخت زور میں اور

اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ

نشانیوں میں جو چھوڑ گئے زمین میں ◆ پھر ان کو پکڑا اللہ نے ان کے گناہوں پر اور نہ ہوا

لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۲۱ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ

ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا ◆ یہ اس لیے کہ ان کے پاس آتے تھے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ

ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر پھر منکر ہوئے تو ان کو پکڑا اللہ نے بے شک وہ زور آور ہے

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۲ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ

سخت عذاب دینے والا ◆ اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر اور

سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۲۳ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا

کھلی سند ◆ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس ◆ تو کہنے لگے

سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۲۴ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا

یہ جادوگر ہے جھوٹا ◆ پھر جب پہنچا ان کے پاس ٹھیک بات ہماری طرف سے کہنے لگے

اقْتُلُوْٓا اَبْنَاۗءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَاسْتَحْيُوْا نِسَاۗءَهُمْ ۭ

مار ڈالو بیٹے ان کے جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ اور جیتی رکھو ان کی عورتیں ◆

- یعنی بڑے مضبوط قلعے، عالی شان عمارتیں اور مختلف قسم کی یادگاریں۔

- یعنی جب دنیا کے عذاب سے کوئی نہ بچا سکا، آخرت میں کون بچائے گا۔

- **انبیاء کی تکذیب رسوائی اور ہلاکت ہے** | یعنی تم بھی ان کی طرح رسولوں کی تکذیب کر کے فلاح نہیں پا سکتے آخر رسوا اور ہلاک ہو گے اور خداوند قدوس اپنے زور و قوت سے پیغمبر کو غالب و منصور فرمائے گا۔ اسی مناسبت سے آگے موسیٰ اور فرعون کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

- **سلطان مبین** | "نشانیوں" سے معجزات اور "کھلی سند" سے شاید ان میں کے مخصوص و ممتاز معجزات مراد ہوں یا "کھلی سند" معجزات کے سوا دوسری قسم کے دلائل و براہین کو فرمایا۔ یا "آیات" سے تعلیمات و احکام اور "سلطان مبین" سے معجزات مراد لئے جائیں۔ یا "سلطان مبین" اس قوت قدسیہ اور مخصوص تائید ربانی کا نام ہو جس کے آثار پیغمبروں میں ہر دیکھنے والے کو نمایاں طور پر نظر آیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

- ہامان وزیر تھا فرعون کا اور قارون بنی اسرائیل میں سب سے بڑا مالدار اور تاجر تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعون کی مرضی پر چلتا تھا۔ پیچھے اس کا قصہ گذر چکا۔

- **حضرت موسیٰ پر جادوگری کا الزام** | یعنی جادوگر ہے معجزات دکھانے میں اور جھوٹا ہے دعویٰ رسالت میں۔ یہ بعض نے کہا ہوگا اور دوسروں نے اس کی تصدیق کی ہوگی۔

- **بیٹے قتل کرنے کا حکم** | یہ حکم اب دوسری مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد دیا تھا کہ بنی اسرائیل کی تذلیل و توہین کریں، ان کی تعداد گھٹائیں اور ان کے دلوں میں یہ خیال جما دیں کہ یہ سب مصیبت ان پر موسیٰ کی بدولت آئی ہے۔ یہ خیال کر کے لوگ ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور دہشت انگیزی کی پالیسی کامیاب ہو جائے گی۔ آگے پتہ نہیں اس حکم پر عمل ہوا یا نہیں۔

وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

اور نہیں داؤ منکروں کا ◆ مگر غلطی میں ◆ اور بولا فرعون

ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ

مجھ کو چھوڑو ◆ کہ مار ڈالوں موسیٰ کو ◆ اور پکارے اپنے رب کو ◆ میں ڈرتا ہوں ◆ کہ

يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾

بگاڑ دے تمہارا دین (تمہاری راہ) ◆ یا پھیلا دے ◆ ملک میں ◆ خرابی ◆

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ

اور کہا موسیٰ نے ◆ میں پناہ لے چکا ہوں ◆ اپنے اور تمہارے رب کی ◆ ہر غرور والے سے ◆

لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ

جو یقین نہ کرے ◆ حساب کے دن کا ◆ اور بولا ◆ ایک مرد ایمان دار

مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ

فرعون کے لوگوں میں ◆ جو چھپاتا تھا اپنا ایمان ◆ کیا مار ڈالتے ہو ایک مرد کو ◆ اس بات پر کہ

يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ

کہتا ہے میرا رب اللہ ہے ◆ اور لایا تمہارے پاس کھلی نشانیاں ◆ تمہارے رب کی

وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا

اور اگر وہ جھوٹا ہوگا ◆ تو اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ ◆ اور اگر وہ سچا ہوگا

يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ

تو تم پر پڑے گا ◆ کوئی نہ کوئی وعدہ جو تم سے کرتا ہے ◆ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا ◆ اس کو

① یعنی ایسے داؤ پیچ اور تدبیروں سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی مدد فرما کر منکرین کے سب منصوبے غلط کر دیتا ہے۔

② **فرعون کی شقاوت اور بدبختی** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "فرعون نے کہا مجھ کو چھوڑو۔ شاید اس کے ارکانِ سلطنت مار ڈالنے کا مشورہ نہ دیتے ہوں گے۔ کیونکہ معجزہ دیکھ کر ڈر گئے تھے کہیں اس کا رب بدلہ نہ لے۔" فرعون خود بھی دل میں ڈرا ہوا اور سہما ہوا تھا۔ لیکن لوگوں پر اپنی قوت و شجاعت کا اظہار کرنے کے لئے انتہا درجہ کی شقاوت اور بے حیائی سے ایسا کہہ رہا تھا تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس کو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں۔ اور اس کے ارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔

③ یعنی اسے زندہ چھوڑ دیا گیا تو دینی اور دنیوی دونوں طرح کے نقصان کا اندیشہ ہے۔ ممکن ہے یہ اپنے معتقدین و متبعین سے تمہارے مذہبی طور و طریق کو جو پہلے سے چلا آتا ہے بگاڑ ڈالے یا سازش وغیرہ کر کے وہ جال پھیلا کر ملک میں بدامنی پھیلا دے جس کا انجام یہ ہو کہ تمہاری (یعنی قبطیوں کی) حکومت کا خاتمہ ہو کر ملک بنی اسرائیل کے ہاتھ میں چلا جائے۔

④ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغمبرانہ جواب** حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب ان کے مشوروں کی خبر پہنچی تو اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے ان دھمکیوں کی مطلق پروا نہیں۔ فرعون اکیلا تو کیا، ساری دنیا کے متکبرین و جبارین جمع ہو جائیں تب بھی میرا اور تمہارا پروردگار ان کے شر سے بچانے کے لئے کافی ہے۔ میں اپنے کو تنہا اسی کی پناہ میں دے چکا ہوں۔ وہی میرا حامی و مددگار ہے۔ کما قال تعالیٰ "لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی" (طٰہٰ، رکوع ۲) بھلا اس کی حمایت و مدد کے بعد کسی مغرور انسان کا کیا ڈر۔

⑤ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جس کو حساب کا یقین ہو وہ ظلم کاہے کو کرے گا۔"

⑥ **آلِ فرعون میں سے ایک مردِ مومن کی حمایت** یعنی ایک مردِ مومن جس نے فرعون اور اس کی قوم سے اپنا ایمان ابھی تک مخفی رکھا تھا ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی کے جواب میں بول اٹھا کیا تم ایک شخص کو اتنی بات پر قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ صرف ایک اللہ کو اپنا رب کیوں کہتا ہے۔ حالانکہ وہ اپنے دعوے کی صداقت کے کھلے کھلے نشان تم کو دکھلا چکا۔ اور اس کے قتل کی تم کو کچھ ضرورت بھی نہیں۔ بلکہ ممکن ہے تمہارے لئے مضر ہو۔ فرض کرو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ثابت ہوا تو اتنے بڑے جھوٹ پر ضرور اللہ اس کو ہلاک یا رسوا کر کے چھوڑے گا۔ خدا کی عادت نہیں کہ وہ ایسے کاذب کو برابر پھلنے پھولنے دے۔ دنیا کو التباس سے بچانے کے لئے یقیناً ایک روز اس کی قلعی کھول دی جائے گی۔ ایسے حالات بروئے کار آئیں گے کہ دنیا علانیہ اس کی رسوائی و ناکامی اور کذب و دروغ کا تماشا دیکھ لے گی۔ اور تم کو خواہی نخواہی اس کے خون میں ہاتھ رنگنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔ اور اگر واقع میں وہ سچائی پر ہے تو دنیا و آخرت کے جس عذاب سے وہ اپنے منکرین کو ڈراتا ہے یقیناً اس کا کچھ نہ کچھ حصہ تم کو ضرور پہنچ کر رہے گا۔ لہٰذا پہلی شق پر اس کے قتل میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں اور دوسری شق پر اس کو قتل کرنا سراسر موجب نقصان و خسران ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی اگر جھوٹا ہے تو جس پر جھوٹ بولتا ہے وہی سزا دے رہے گا۔ اور شاید سچا ہو تو اپنی فکر کرو۔" تنبیہ: یہ تقریر اس صورت میں ہے جب کسی مفتری کا کذب صریحاً ظاہر نہ ہوا ہو۔ اور اگر مدعی نبوت کا کذب و افتراء دلائل و براہین سے روشن ہو جائے تو بلاشبہ واجب القتل ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ پیغمبر عربی ﷺ کا خاتم النبیین ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا، اگر کوئی شخص مدعی نبوت بن کر کھڑا ہوگا تو چونکہ اس کا یہ دعویٰ ایک قطعی الثبوت عقیدہ کی تکذیب کرتا ہے، لہٰذا اس کے متعلق کسی قسم کے تامل و تردد اور امہال و انتظار کی گنجائش نہ ہوگی۔

هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

جو ہو بے لحاظ جھوٹا ◆ اے میری قوم آج تمہارا راج ہے

ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ

چڑھ رہے ہو ملک میں پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے

اِنْ جَآءَنَا ۭ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ

اگر آگئی ہم پر ◆ بولا فرعون میں تو وہی بات سمجھاتا ہوں تم کو جو سوجھی مجھ کو اور وہی

اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ

راہ بتلاتا ہوں جس میں بھلائی ہے ◆ اور کہا اس (اس) ایماندار نے اے قوم میری

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ مِثْلَ دَاْبِ

میں ڈرتا ہوں کہ آئے تم پر دن (وقت) اگلے فرقوں کا سا جیسے حال ہوا

قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا

قوم نوح کا اور عاد اور ثمود کا اور جو لوگ ان کے پیچھے ہوئے اور

اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اللہ بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر ◆ اور اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ تم پر آئے

يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

دن ہانک پکار کا (چیخ پکار کا) ◆ جس دن بھاگو گے پیٹھ پھیر کر ◆ کوئی نہیں تم کو اللہ سے

مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾

بچانے والا اور جس کو غلطی میں ڈالے اللہ تو کوئی نہیں اس کو سمجھانے والا ◆

یعنی موسیٰ اگر بالفرض جھوٹا ہوتا تو ہرگز اس کا اللہ مدد نہ دیتا کہ وہ برابر ایسے معجزات دکھاتا رہے اور کامیابی میں ترقی کرتا چلا جائے۔ اور اگر تم جھوٹے ہو کہ ایک سچے کو جھوٹا بتلا رہے ہو تو انجام کار اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل و ناکام کرے گا۔

آلِ فرعون کو نصیحت | یعنی اپنے سامانوں اور لشکروں پر مغرور مت ہو۔ آج تمہاری یہ شان و شکوہ ہے لیکن کل اگر خدا کے عذاب نے آگھیرا تو کوئی بچانے والا نہ ملے گا۔ یہ سب ساز و سامان یوں ہی رکھے رہ جائیں گے۔

فرعون کا جواب | یعنی تمہاری تقریر سے میرے خیالات تبدیل نہیں ہوئے۔ جو کچھ میرے نزدیک مصلحت ہے وہی تم کو سمجھا رہا ہوں۔ میرے خیال میں بہتری کا راستہ یہی ہے کہ اس شخص کا قصہ پہلے ہی قدم پر ختم کر دیا جائے۔

مردِ مومن کی فہمائش | یعنی اگر تم اسی طرح تکذیب و عداوت پر تلے رہے تو سخت اندیشہ ہے کہ تم کو بھی کہیں وہی دن دیکھنا نہ پڑے جو پچھلی قومیں اپنے انبیاء کا مقابلہ کر کے دیکھ چکی ہیں۔ یاد رکھو اللہ کے ہاں بے انصافی نہیں۔ اگر ایسے سخت جرائم پر تم کو یا دوسری قوموں کو اس نے تباہ کیا تو وہ عین عدل و انصاف کے تقاضا سے ہوگا۔ کوئی حکمت ہے جو اپنے سفراء کو قتل اور رسوا ہوتے دیکھتی رہے۔ اور گستاخین و معاندین سے انتقام نہ لے۔

یوم التناد سے ڈرو | اکثر مفسرین "یوم التناد" (ہانک پکار کے دن) سے قیامت کا دن مراد لیتے ہیں جبکہ محشر میں جمع ہونے اور حساب دینے کے لئے سب کی پکار ہوگی۔ اور اہل جنت، اہل نار اور اہل اعراف ایک دوسرے کو پکاریں گے اور آخر میں ندا آئے گی "یا اھل الجنۃ خلود لا موت ویا اھل النار خلود لا موت" کما ورد فی الحدیث۔ لیکن حضرت شاہ صاحب نے "یوم التناد" سے وہ دن مراد لیا ہے جس میں فرعونیوں پر عذاب آیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔ "ہانک پکار کا دن ان پر آیا جس دن بحر قلزم میں غرق ہوئے۔ اس وقت ڈوبتے ہوئے ایک دوسرے کو پکارنے لگا۔ (شاید) یہ اس مرد مومن کو کشف سے معلوم ہوا ہوگا یا قیاس سے کہ ہر قوم پر عذاب اسی طرح آتا ہے۔"

یعنی محشر سے پیٹھ پھیر کر دوزخ کی طرف بھاگو گے یا نزول عذاب کے وقت اس سے بھاگنے کی ناکام کوشش کرو گے۔

یعنی میں تم کو سب نشیب و فراز پوری طرح سمجھا چکا۔ اس پر بھی تم نہ مانو تو سمجھو کہ تمہارے عناد و کجروی کی شامت سے اللہ تعالیٰ نے ارادہ ہی کر لیا ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ غلطی اور گمراہی میں پڑا رہنے دے۔ پھر ایسے شخص کے سجھانے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

وَلَقَدْ جَاۤءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ

اور تمہارے پاس آ چکا ہے یوسف | اس سے پہلے | کھلی باتیں لے کر | پھر تم رہے

فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاۤءَكُمْ بِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ

دھوکے ہی میں | ان چیزوں سے جو وہ تمہارے پاس لیکر آیا | یہاں تک کہ جب مر گیا | لگے کہنے ہرگز

يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ

نہ بھیجے گا اللہ | اس کے بعد | کوئی رسول ◆ | اسی طرح بھٹکاتا ہے اللہ

مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ

اس کو | جو ہو بیباک | شک کرنے والا | وہ جو کہ جھگڑتے ہیں

اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ

اللہ کی باتوں میں | بغیر کسی سند کے جو پہنچی ہو ان کو | بڑی بیزاری ہے (اس جھگڑنے سے) اللہ کے یہاں اور

عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ

ایمانداروں کے یہاں ◆ | اسی طرح مہر کرتا ہے (لگا دیتا ہے) اللہ | ہر دل پر

مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ

غرور والے سرکش کے ◆ | اور بولا فرعون | کہ اے ہامان بنا میرے واسطے

صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

ایک اونچا محل | شاید میں جا پہنچوں رستوں میں | رستوں میں آسمانوں کے

فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّىْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ

پھر جھانک کر دیکھوں | موسیٰ کے معبود کو ◆ | اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے ◆ | اور اسی طرح

◆ **حضرت یوسفؑ کے حال سے مرد مومن کا استدلال** | یعنی چلو قصہ ختم ہوا۔ نہ یہ رسول تھا نہ اب اس کے بعد کوئی رسول آنے والا ہے۔ گویا سرے سے سلسلہ رسالت ہی کا انکار رہا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "حضرت یوسف کی زندگی میں (مصر والے ان کی نبوت کے) قائل نہ ہوئے۔ ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے یوسف کا قدم اس شہر پر کیا مبارک تھا۔ ایسا نبی (آئندہ) کوئی نہ آئے گا۔ یاد دلانا رہا ہے قرآن۔ یہی اسراف اور زیادہ گوئی ہے۔" مرد مومن کی غرض یہ تھی کہ نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے۔ فی الحال تم موسیٰ کی قدر نہیں۔

◆ **اللہ کی آیات میں جھگڑے** | یعنی جو بدون حجت عقلیہ و نقلیہ کے اللہ کی باتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر زیادتی اور بیباکی کیا ہوگی۔ اسی لئے اللہ اور اس کے ایماندار بندے ان لوگوں سے سخت بیزار ہیں جو سبب ہے ان کے انتہائی ملعون ہونے کا۔

◆ **مغرور لوگوں کے دلوں پر مہر** | جو حق کے سامنے غرور سے گردن نہ جھکائیں اور پیغمبروں کے ارشادات سن کر سر ہلاتے رہیں آخرکار ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ اسی طرح مہر کر دیتا ہے کہ پھر قبول حق اور نفوذ خیر کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

◆ **فرعون کا انتہائی تمسخر** | یہ اس ملعون کی انتہائی بے شرمی اور بیباکی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شاید اللہ تعالیٰ کی صفت علو وغیرہ کو سن کر یہ قرار دیا ہوگا کہ موسیٰ کا خدا آسمان پر رہتا ہے۔ اسی پر یہ استہزاء و تمسخر شروع کر دیا۔ سچ ہے چیونٹی کی موت آتی ہے تو پر لگ جاتے ہیں۔ سورۂ "قصص" میں اس مقام کی تقریر گذر چکی۔

◆ یعنی دعوائے رسالت میں بھی اور اس دعوے میں بھی کہ سارے جہان کا کوئی اور معبود ہے۔ مجھے تو اپنے سوا دوسرا نظر نہیں آتا۔ کما قال مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِي (قصص۔ رکوع ۴)

زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا

بھلے دکھائے گئے فرعون کو اس کے برے کام اور روک دیا گیا سیدھی راہ سے ◆ اور

كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ

جو داؤ تھا فرعون کا سو تباہ ہونے کے واسطے (ہوتے گئے) ◆ اور کہا اس (اس) ایماندار نے

يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ۝ يٰقَوْمِ اِنَّمَا

اے قوم راہ چلو میری پہنچادوں تم کو نیکی کی راہ پر ◆ اے میری قوم

هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ

یہ جو زندگی ہے دنیا کی سو کچھ برت لینا ہے (فائدہ اٹھانا ہے) اور وہ گھر جو پچھلا ہے وہی ہے جم کر

الْقَرَارِ ۝ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ

رہنے کا گھر ◆ جس نے کی ہے برائی تو وہی بدلہ پائے گا اسی کے برابر

وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

اور جس نے کی ہے بھلائی مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو

فَاُولٰۤئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ

سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں روزی پائیں گے وہاں

حِسَابٍ ۝ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ

بے شمار ◆ اور اے قوم مجھ کو کیا ہوا ہے بلاتا ہوں تم کو نجات کی طرف اور

تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ

بلاتے ہو مجھ کو تم آگ کی طرف ◆ تم بلاتے ہو مجھ کو کہ منکر ہو جاؤں اللہ سے اور

◆ برے کام کرتے کرتے آدمی کی یونہی عقل ماری جاتی ہے اور ویسی ہی مہمل تجویزیں کرنے لگتا ہے جس کے بعد راہ پر آنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔ یہی حال فرعون کا ہوا۔

◆ **فرعون کی ناکامی** | یعنی فرعون کے جس قدر داؤ پیچ اور منصوبے یا مشورے تھے سب بے حقیقت تھے۔ خود اپنی ہی تباہی کے لئے۔ موسیٰ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا۔

◆ **آل فرعون کو مرد مومن کی دعوت** | چونکہ فرعون نے کہا تھا "وما اھدیکم الا سبیل الرشاد" اس کے جواب میں مرد مومن نے کہا کہ "سبیل الرشاد" (بھلائی اور بہتری کا راستہ) وہ نہیں جو فرعون تجویز کرتا ہے، بلکہ تم میرے پیچھے چلے آؤ تا بہتری کے راستے پر چلنا نصیب ہو۔

◆ **دنیا و آخرت کی حقیقت** | یعنی فانی یہاں کی زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہرحال کتنی ہی لمبی ہو ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اس کی درستی کی فکر کرے ورنہ ہمیشہ کی تکلیف میں گرفتار رہنا پڑے گا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

◆ **نجات کا مدار اعمال صالحہ پر ہے** | یہ آخرت کی زندگی کی تھوڑی سی تفصیل بتلا دی کہ وہاں کس طرح درستی ہو سکتی ہے۔ معلوم ہوا کہ وہاں ایمان اور عمل صالح درکار ہیں۔ مالی وجاہت کو کوئی نہیں پوچھتا اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ کی رحمت غضب پر غالب ہے۔ تھوڑی چیز کے بدلے بہت کچھ ملتا ہے۔

◆ **مرد مومن کا اثر انگیز وعظ** | یعنی میرا اور تمہارا معاملہ بھی عجیب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کو ایمان کے راستہ پر لگا کر خدا کے عذاب سے نجات دلاؤں۔ اور تمہاری کوشش یہ ہے کہ اپنے ساتھ مجھے بھی دوزخ کی آگ میں دھکیل دو۔ ایک طرف سے اتنی دشمنی اور دوسری جانب سے یہ خیر خواہی۔

أُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى

شریک ٹھہراؤں اس کا اس کو جس کی مجھ کو خبر نہیں اور میں بلاتا ہوں تم کو اس

الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ

زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف آپ ہی ظاہر ہے کہ جس کی طرف تم مجھ کو بلاتے ہو

لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ

اس کا بلاوا کہیں نہیں دنیا میں اور نہ آخرت میں اور یہ کہ

مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾

ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس اور یہ کہ زیادتی والے وہی ہیں دوزخ کے لوگ

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ

سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو اور میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو

اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا

بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے پھر بچا لیا موسیٰ کو اللہ نے برے داؤں سے جو

مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ۚ

کرتے تھے اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ

وہ آگ ہے کہ دکھلا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام اور جس دن قائم ہوگی

السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ

قیامت حکم ہوگا داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں اور

◆ یعنی تمہاری کوشش کا حاصل تو یہ ہے کہ میں (معاذ اللہ) خدائے واحد کا انکار کر دوں۔ اس کے پیغمبروں کو اور ان کی باتوں کو نہ مانوں اور نادان جاہلوں کی طرح ان چیزوں کو خدا ماننے لگوں جن کی الوہیت کسی دلیل اور علمی اصول سے ثابت نہیں۔ نہ مجھے خبر ہے کہ کیونکر ان چیزوں کو خدا بنایا گیا۔ بلکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے خلاف پر دلائل قطعیہ قائم ہیں۔

◆ یعنی میرا منشاء یہ ہے کہ کسی طرح تمہارا سر اس خدائے واحد کی چوکھٹ پر جھکا دوں جو نہایت زبردست بھی ہے اور بہت زیادہ خطائیں معاف کرنے والا بھی (مجرم کو پکڑے تو کوئی چھڑا نہ سکے اور معاف کرے تو کوئی روک نہ سکے) بس وہی اس کا مستحق ہے کہ آدمی اس کے آگے ڈر کر اور امید باندھ کر سر عبودیت جھکائے۔ یاد رکھو میں اسی خدا کی پناہ میں آچکا ہوں جس کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔

◆ **تمہاری دعوت کی کوئی سند نہیں آئی** | یعنی ما سوا خدا کے کوئی چیز دنیا میں موجود نہیں جو دنیا یا آخرت میں ادنیٰ ترین نفع و ضرر کی مالک ہو۔ پھر اس کی بندگی اور غلامی کا بلاوا دینا بجز جہل و حماقت کے اور کیا ہے۔ "وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ" (احقاف۔ رکوع ۱) آخر ایسی عاجز اور بے بس چیزوں کی طرف آدمی کیا بلا کر دعوت دے۔ اور تماشہ یہ ہے کہ ان میں بہت چیزیں ایسی ہیں جو خود بھی اپنی طرف دعوت نہیں دیتیں۔ بلکہ دعوت دینے کی قدرت بھی نہیں رکھتیں۔

◆ یعنی انجام کار ہر پھر کر اسی خدائے واحد کی طرف جانا ہے۔ وہاں پہنچ کر سب کو اپنی زیادتیوں کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ بھلا اس سے بڑھ کر زیادتی کیا ہوگی کہ عاجز مخلوق کو خالق کا درجہ دیا جائے۔

◆ **بعد میں میری نصیحت یاد آئے گی** | یعنی آگے چل کر جب اپنی زیادتیوں کا مزہ چکھو گے اس وقت میری نصیحت کو یاد کرو گے کہ ہاں ایک مرد خدا ہم کو سمجھایا کرتا تھا وہ ٹھیک کہتا تھا۔ لیکن اس وقت یاد کر کے پشیمان ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

◆ **مرد مومن کا خاتمہ وعظ** | یعنی میں خدا کی حجت تمام کر چکا اور نصیحت کی بات سمجھا چکا۔ تم نہیں مانتے تو پھر تم سے کچھ مطلب نہیں۔ اب میں اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ تم اگر مجھے ستانا چاہو گے تو وہی خدا میرا حامی و ناصر ہے۔ سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں۔ وہ میرا اور تمہارا دونوں کا معاملہ دیکھ رہا ہے۔ کسی کی کوئی حرکت اس پر پوشیدہ نہیں۔ ایک مومن قانت کا کام یہی ہے کہ اپنی امکانی سعی کر چکنے کے بعد نتیجہ کو خدا کے سپرد کرے۔

◆ **حضرت موسیٰؑ کی نجات اور آل فرعون کی ہلاکت** | یعنی حق و باطل کی اس کشمکش کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ (اور ان کے ہمراہیوں کو جن میں یہ مومن آل فرعون بھی تھا) فرعونیوں کے منصوبوں سے محفوظ رکھا کوئی داؤ ان کا چلنے نہ دیا۔ بلکہ ان کے داؤ پیچ خود ان ہی پر الٹ پڑے۔ جس سے حق پرستوں کا تعاقب کیا تھا اور قوم کی قوم مع فرعون بحر قلزم میں غرق ہوا۔

◆ **ان کو صبح و شام دوزخ کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے** | یعنی دوزخ کا ٹھکانا جس میں وہ قیامت کے دن داخل کیے جائیں گے۔ ہر صبح و شام ان کو دکھلا دیا جاتا ہے تاکہ موت کے بعد یہاں آنے والے عذاب کا پیشگی تصور کرتے رہیں۔ یہ عالم برزخ کا حال تھا اور احادیث سے ثابت ہے کہ اسی طرح ہر کافر کے سامنے دوزخ کا اور ہر مومن کے سامنے جنت کا ٹھکانا روزانہ صبح و شام پیش کیا جاتا ہے۔ **تنبیہ:** آیہ ہذا سے صرف فرعونیوں کا عالم برزخ میں معذب ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد حضورؐ کو معلوم کرایا گیا کہ عام کفار بلکہ بعض عاصی مومنین بھی برزخ میں معذب ہوتے ہیں (اعاذنا اللہ منہ) کما ورد فی الاحادیث الصحیحۃ۔ اور بعض آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح جنتیوں میں سے شہداء کی روحیں "طیور خضر" کے "حواصل" میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں، اسی طرح دوزخیوں میں سے فرعونیوں کی ارواح کو "طیور سود" کے "حواصل" میں داخل کر کے ہر صبح و شام دوزخ کی طرف بھیجا جاتا ہے (البتہ ارواح کا مع ان کے اجساد کے جنت یا دوزخ میں اقامت پذیر ہونا آخرت میں ہوگا) اگر یہ ٹھیک ہو تو فرعونیوں کے متعلق "النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا" اور عام دوزخیوں کے متعلق حدیث "عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهُ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ" کے الفاظ کا تفاوت شاید اسی بناء پر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

إِذْ يَتَحَاۤجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰۤؤُا لِلَّذِيْنَ

جب آپس میں جھگڑیں گے آگ کے اندر پھر کہیں گے کمزور غرور

اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

کرنے والوں کو ہم تھے تمہارے تابع پھر کیا تم ہم پر سے اٹھا لو گے

عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا

حصہ آگ کا ◆ کہیں گے جو غرور کرتے تھے ہم

كُلٌّ فِيْهَاۤ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ

سب پڑے ہوئے ہیں اس میں بے شک اللہ فیصلہ کر چکا بندوں میں ◆ اور کہیں گے

الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ

جو لوگ پڑے ہیں آگ میں دوزخ کے داروغوں کو مانگو (عرض کرو) اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کر دے

عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْۤا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ

ایک دن تھوڑا عذاب ◆ وہ بولے کیا نہ آتے تھے تمہارے پاس

رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا

تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر کہیں گے کیوں نہیں بولے پھر پکارو (کہیں گے پھر پکارے جاؤ) اور کچھ نہیں

دُعٰۤؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ

کافروں کا پکارنا مگر بھٹکنا ◆ ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾

اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگانی میں ◆ اور جب کھڑے ہوں گے گواہ ◆

دوزخ میں فرعونیوں کا حال یعنی دنیا میں ہم سے اپنی اطاعت اور اتباع کراتے رہے جس کی بدولت آج ہم پکڑے گئے۔ اب یہاں ہمارے کچھ تو کام آؤ۔ آخر بڑوں کو چھوٹوں کی تھوڑی بہت خبر لینی چاہیے۔ دیکھئے تم ہم آج کس قدر مصیبت میں ہیں کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس مصیبت کا کوئی جزو ہم سے ہلکا کر دو۔

یعنی جو دنیا میں بڑے بنتے تھے جواب دیں گے کہ آج ہم اور تم سب اسی مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ہر ایک کے جرم کے موافق سزا کا فیصلہ سنا دیا ہے جو بالکل قطعی اور اٹل ہے۔ اب موقع نہیں رہا کہ کوئی کسی کے کام آئے۔ ہم اپنی ہی مصیبت کو ہلکا نہیں کر سکتے پھر تمہارے کیا کام آ سکتے ہیں۔

تخفیف عذاب کی درخواست یعنی اپنے سرداروں کی طرف سے مایوس ہو کر ان فرشتوں سے درخواست کریں گے جو دوزخ کے انتظام پر مسلط ہیں کہ تم ہی اپنے رب سے کہہ کر کوئی دن تخفیف کا کرا دو جس میں ہم پر سے عذاب کچھ ہلکا ہو جایا کرے۔

فرشتوں کا جواب یعنی اس وقت ان کی بات نہ مانی اور انجام کی فکر نہ کی جو کچھ کام چلتا۔ اب موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ کوئی سعی سفارش یا خوشامد درآمد کام نہیں دے سکتی۔ پڑے چیختے چلاتے رہو۔ نہ ہم ایسے معاملات میں سفارش کر سکتے ہیں، نہ تمہاری چیخ و پکار سے کوئی فائدہ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "دوزخ کے فرشتے کہیں گے سفارش کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہم تو عذاب دینے پر مقرر ہیں۔ سفارش کام ہے رسولوں کا سو رسولوں سے تم برخلاف ہی تھے۔" **تنبیہ** آیۂ ہذا سے معلوم ہوا کہ آخرت میں کافروں کی دعا کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ باقی دنیا میں کافر کے مانگنے پر اللہ تعالیٰ کوئی چیز دے دے یہ دوسری بات ہے جیسے ابلیس کو قیامت تک کی مہلت دے دی۔

دنیا میں انبیاء و مؤمنین کی نصرت یعنی دنیا میں ان کا بول بالا کرتا ہے۔ جس مقصد کے لئے وہ کھڑے ہوتے ہیں اللہ کی مدد سے اس میں کامیابی ہوتی ہے۔ حق پرستوں کی قربانیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ درمیان میں کتنے ہی اتار چڑھاؤ ہوں اور کیسے ہی امتحانات پیش آئیں مگر آخر ان کا مشن کامیاب ہو کر رہتا ہے۔ علمی حیثیت سے حجت و برہان میں تو وہ ہمیشہ ہی منصور رہتے ہیں۔ لیکن مادی فتح اور ظاہری عزت و رفعت بھی آخر کار ان ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ سچائی کے دشمن کبھی معزز نہیں رہ سکتے۔ ان کا علو اور عروج محض چند روزہ کا جھاگ اور سوڈے کا ابال ہوتا ہے۔ انجام کار مؤمنین قانتین کے مقابلہ میں ان کو پست اور ذلیل ہونا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے اپنے اولیاء کا انتقام لئے بدون نہیں چھوڑتا۔ لیکن واضح رہے کہ آیت میں جن مؤمنین کے لئے وعدہ کیا گیا ہے شرط یہ ہے کہ فی الحقیقت مؤمن اور رسولوں کے سچے متبع ہوں۔ کما قال تعالیٰ "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" (آل عمران۔ رکوع ۱۴) مؤمنین کی صفات قرآن میں جا بجا مذکور ہیں چاہیے کہ مسلمان اس کسوٹی پر اپنے کو پرکھ کر دیکھیں۔

یعنی میدان حشر میں جب اولین و آخرین جمع ہوں گے حق تعالیٰ اپنے فضل سے حق پرستوں کی سربلندی اور عزت و رفعت کو ظاہر فرمائے گا۔ دنیا میں تو کچھ شبہ بھی رہ سکتا ہے اور التباس ہو جاتا ہے وہاں ذرا بھی ابہام و التباس باقی نہ رہے گا۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ

جس دن کام نہ آئیں گی ظالموں کو ان کے بہانے اور ان کو پھٹکار ہے

وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى

اور ان کے واسطے برا گھر ◆ اور ہم نے دی موسیٰ کو راہ کی سوجھ

وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّ

اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا سجھانے اور

ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

سمجھانے والی عقل مندوں کو ◆ سو تو ٹھہرا رہ (مستقل رہ) بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے

وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَ

اور بخشوا اپنا گناہ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور

الْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ

صبح کو ◆ جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر

سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ

کسی سند کے جو پہنچی ہو ان کو اور کوئی (کچھ) بات نہیں ان کے دلوں میں غرور ہے کہ کبھی نہ پہنچیں گے

بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

اس تک ◆ سو تو پناہ مانگ اللہ کی بے شک وہی ہے سنتا دیکھتا ◆

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ

البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے

◆ **ظالموں کی معذرت کام نہیں آئے گی** | یعنی وہاں کوئی مدد اور دستگیری نہ ہوگی۔ یہ مقبولین کے بالمقابل ملعونین کا انجام بیان فرما دیا۔

◆ **حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے واقعہ سے عبرت لو** | یعنی دنیا ہی میں دیکھ لو کہ فرعون اور اس کی قوم کو باوجود اس قدر طاقت و جبروت کے حق کی دشمنی نے کس طرح ہلاک و برباد کر کے چھوڑا اور موسیٰ علیہ السلام کی برکت و رہنمائی سے بنی اسرائیل کی مظلوم اور کمزور قوم کو کس طرح ابھارا اور اس عظیم الشان کتاب (تورات) کا وارث بنایا۔ جو دنیا کے عقلمندوں کے لئے شمع ہدایت کا کام دیتی تھی۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو تسلی اور استغفار کا حکم** | یعنی آپ بھی تحمل رکھیے جو وعدہ آپ کے ساتھ ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ خداوند قدوس دارین میں آپ کو اور آپ کے طفیل میں آپ کے متبعین کو سر بلند رکھے گا۔ ضرورت اس کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے شدائد و نوائب پر صبر کریں۔ اور جن سے جس درجہ کی تقصیر کا امکان ہو اس کی معافی خدا سے چاہتے رہیں اور ہمیشہ رات دن صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کا قولاً و فعلاً ورد رکھیں۔ ظاہر و باطن میں اس کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ پھر اللہ کی مدد پہنچتی ہے۔ یہ حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر ساری امت کو سنایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت رسول اللہ ﷺ دن میں سو سو بار استغفار کرتے۔ ہر بندے کی تقصیر اس کے درجے کے موافق ہے اس لئے ہر کسی کو استغفار ضروری ہے۔"

◆ **اللہ کی آیتوں میں جھگڑنے والے** | یعنی جو لوگ اللہ کی دلائل توحید اور کتب سماویہ اور اس کے پیغمبروں کے معجزات و ہدایات میں خواہ مخواہ جھگڑتے اور بے سند باتیں نکال کر حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہیں ان کے ہاتھ میں کچھ حجت و دلیل نہیں۔ نہ فی الواقع ان کھلی ہوئی چیزوں میں شک و شبہ کا موقع ہے۔ صرف شیخی اور غرور مانع ہے کہ حق کے سامنے گردن جھکائیں اور پیغمبر کا اتباع کریں۔ وہ اپنے کو بہت اونچا سمجھتے ہیں۔ چاہتے یہ ہیں کہ پیغمبر سے اوپر ہو کر رہیں۔ یا کم از کم اس کے سامنے جھکنا نہ پڑے لیکن یاد رکھیں کہ وہ اس مقصد کو کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ پیغمبر کے سامنے سر اطاعت جھکانا پڑے گا۔ ورنہ سخت ذلیل و رسوا ہوں گے۔

◆ یعنی اللہ کی پناہ مانگ کہ وہ ان جاہلین کے خیالات سے بچائے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔ آگے بعض مسائل کی تحقیق ہے جن میں وہ لوگ جھگڑتے تھے۔ مثلاً بعث بعد الموت (موت کے بعد دوبارہ اٹھایا جانا) کہ اس کو محال سمجھتے تھے یا توحید باری جس کا انکار کرتے تھے۔

لَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ

لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے ﴿۵۷﴾ اور برابر نہیں اندھا

وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا

اور آنکھوں والا اور نہ ایمان دار اور جو بھلے کام کرتے ہیں اور نہ

الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ

بدکار تم بہت کم سوچ کرتے ہو ﴿۵۸﴾ تحقیق قیامت (وہ گھڑی) آنی ہے

لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾

اس میں دھوکا نہیں ولیکن بہت لوگ نہیں مانتے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ

اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو ﴿۵۹﴾ بے شک جو لوگ

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ ع

تکبر کرتے ہیں میری بندگی سے اب داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر ﴿۶۰﴾

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ

اللہ ہے جس نے بنایا تمہارے واسطے رات کو کہ اس میں چین پکڑو اور دن بنایا

مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ

دیکھنے کا ﴿۶۰﴾ اللہ تو فضل والا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت

النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ

لوگ حق نہیں مانتے ﴿۶۱﴾ وہ اللہ ہے رب تمہارا ہر چیز

خالق کائنات یعنی بظاہر مادی حیثیت سے آسمان و زمین کی عظمت و جسامت کے سامنے انسان کی کیا حقیقت ہے۔ یعنی مشرکین بھی تسلیم کرتے ہیں کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا وہی خدا اور قادر ہی ہے۔ پھر جس نے اتنی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا اسے آدمیوں کا پہلی بار یا دوسری بار پیدا کر دینا کیا مشکل ہوگا۔ تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات کو بہت لوگ نہیں سمجھتے۔

نیکوکار اور بدکار برابر نہیں یعنی ایک اندھا جسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا اور ایک آنکھوں والا جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراط مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یا ایک نیکوکار مومن اور کافر بدکار کا انجام یکساں ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ضرور ایک دن چاہیے جب ان کا باہمی فرق کھلے۔ اور دونوں کے علم و عمل کے ثمرات اپنی اکمل ترین صورت میں ظاہر ہوں۔ مگر افسوس کہ تم اتنا بھی نہیں سوچتے۔

یعنی میری ہی بندگی کرو کہ اس کی جزاء دوں گا اور مجھ ہی سے مانگو کہ تمہارا مانگنا خالی نہ جائے گا۔

دعا بندگی کی شرط ہے بندگی کی شرط ہے اپنے رب سے مانگنا۔ نہ مانگنا غرور ہے۔ اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ بندوں کی پکار کو پہنچتا ہے۔ یہ بات تو بیشک برحق ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بندے کی ہر دعا قبول کیا کرے۔

دعا کی فضیلت یعنی جو مانگے وہی چیز دے دے۔ قبولیت اس کی اجابت کے بہت سے رنگ ہیں جو احادیث میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ کوئی چیز دینا اس کی مشیت پر موقوف اور حکمت کے تابع ہے۔ کما قال فی موضع آخر "فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ" (انعام۔ رکوع ۴) بہر حال بندہ کا کام ہے مانگنا اور یہ مانگنا خود ایک عبادت بلکہ مغز عبادت ہے۔

دن اور رات کی نعمت رات کی ٹھنڈک اور تاریکی میں عموماً لوگ سوتے اور آرام کرتے ہیں۔ جب دن ہوتا ہے تو تازہ دم ہو کر اس کے اجالے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اس وقت دیکھنے بھالنے اور چلنے پھرنے کے لیے مصنوعی روشنیوں کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی۔

یعنی منعم حقیقی کی حق شناسی یہ تھی کہ قول و عمل اور جان و دل سے اس کا شکر ادا کرتے۔ بہت سے لوگ شکر کے بجائے شرک کرتے ہیں۔

شَيْءٍ ۘ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ

بنانے والا ۔ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ۔ پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو ◆ اسی طرح

يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ

پھرے جاتے ہیں (بہکے پھرتے ہیں) ۔ جو لوگ کہ اللہ کی باتوں سے منکر ہوتے رہتے ہیں ۔ اللہ ہے

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ

جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو ۔ ٹھہرنے کی جگہ ۔ اور آسمان کو عمارت ◆ اور

صَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ

صورت بنائی تمہاری ۔ تو اچھی بنائیں صورتیں تمہاری ۔ اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿۶۴﴾ هُوَ

وہ اللہ ہے رب تمہارا ۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا ◆ وہ ہے

الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ

زندہ رہنے والا ◆ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ۔ سو اس کو پکارو ۔ خالص کر کر اس کی بندگی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۶۵﴾ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ

سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ◆ تو کہہ ۔ مجھ کو منع کر دیا ۔ کہ پوجوں

الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ

ان کو جن کو تم پکارتے ہو ۔ سوا اللہ کے ۔ جب پہنچ چکیں میرے پاس کھلی نشانیاں

مِنْ رَّبِّي ۫ وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۶۶﴾ هُوَ

میرے رب سے ۔ اور مجھ کو حکم ہوا کہ تابع رہوں ۔ جہان کے پروردگار کا ◆ وہی ہے

◆ یعنی رات دن کی سب نعمتیں اسی کی طرف سے مانتے ہو تو بندگی بھی صرف اسی کی ہونی چاہیے۔ اس مقام پر پہنچ کر تم کہاں بھٹک جاتے ہو کہ مالک حقیقی کوئی ہو اور بندگی کسی کی کی جائے۔

◆ یعنی قبہ کی طرح بنایا۔

◆ **انسان کی صورت سب سے بہتر ہے** | سب جانوروں سے انسان کی صورت بہتر اور سب کی روزی سے اس کی روزی ستھری ہے۔

◆ جس پر کسی حیثیت سے کبھی فنا اور موت طاری نہیں ہوئی نہ ہو سکتی ہے۔ اور ظاہر ہے جب اس کی حیات ذاتی ہوئی تو تمام لوازم حیات بھی ذاتی ہوں گے۔

◆ **کلمۂ توحید الحمد للہ** | کمالات اور خوبیاں سب وجود و حیات کے تابع ہیں۔ جو حی علی الاطلاق ہے وہی عبادت کا مستحق اور تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہوگا۔ اسی لیے "ھُوَ الْحَیُّ" کے بعد "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" فرمایا جیسا کہ پچھلی آیت میں نعمتوں کا ذکر کر کے "فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" فرمایا تھا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہنا چاہیے اس کا ماخذ یہی آیت ہے۔

◆ یعنی کھلے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد کیا حق ہے کہ کوئی آدمی خدائے واحد کے سامنے سر عبودیت نہ جھکائے اور خالص اسی کا تابع فرمان نہ ہو۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ

جس نے بنایا تم کو خاک سے ◆ پھر پانی کی بوند سے پھر

عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ

خون بستہ سے ◆ پھر تم کو نکالتا ہے بچہ پھر جب تک کہ پہنچو اپنے پورے زور کو

ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا ۚ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ مِن قَبْلُ

پھر جب تک کہ ہو جاؤ بوڑھے اور کوئی تم میں ایسا ہے کہ مر جاتا ہے پہلے اس سے

وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ هُوَ

اور (یہ) مہلت دیتا ہے اور جب تک کہ پہنچو لکھے وعدے کو ◆ اور تاکہ تم سوچو ◆ وہی ہے

الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ

جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب فیصلہ کرے کسی کام کا تو یہی کہے

لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٦٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ

اس کو کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے ◆ تو نے نہ دیکھا ان کو جو جھگڑتے ہیں

فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا

اللہ کی باتوں میں کہاں سے پھیرے جاتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا

بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾

اس کتاب کو اور اس کو کہ بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ سو آخر جان لیں گے ◆

إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾

جب طوق پڑیں ان کی گردنوں میں اور زنجیریں کہ گھسیٹے جاتے ہیں ◆

فِي الْحَمِيمِ ۙ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيلَ

جلتے پانی میں — پھر آگ میں — ان کو جھونک دیں ◆ — پھر ان کو کہیں

لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿۷۳﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ

کہاں گئے — جن کو تم شریک ٹھہرایا کرتے تھے — اللہ کے سوا ◆

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُو مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ۚ

بولیں وہ ہم سے چوک گئے ◆ — کوئی نہیں — ہم تو پکارتے نہ تھے — پہلے کسی چیز کو ◆

كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿۷۴﴾ ذَٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اسی طرح — بھٹکاتا ہے اللہ — منکروں کو ◆ — یہ بدلا اس کا جو تم

تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

اتراتے پھرتے تھے — زمین میں — ناحق — اور بدلا اس کا جو تم

تَمْرَحُونَ ﴿۷۵﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

اکڑا کرتے تھے (گھمنڈ کرتے تھے) ◆ — داخل ہو جاؤ دروازوں میں دوزخ کے ◆ — سدا رہنے کو

فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ

اس میں — سو کیا برا ٹھکانا ہے — غرور والوں کا — سو تو ٹھہرا رہ

إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے — پھر اگر ہم دکھلا دیں تجھ کو — کوئی وعدہ جو

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۷۷﴾ وَ

ہم ان سے کرتے ہیں — یا قبض کر لیں تجھ کو — ہر حالت میں ہماری ہی طرف پھر آئیں گے ◆ — اور

◆ یعنی دوزخ میں کبھی جلتے پانی کا اور کبھی آگ کا عذاب دیا جائے گا (اعاذنا اللہ منہما)

◆ یعنی اس وقت ان میں سے کوئی کام نہیں آتا۔ ہو سکے تو ان کو مدد کے لئے بلاؤ۔

◆ **دوزخ میں مجرموں سے سوال** | یعنی ہم سے کھوئے گئے ہوئے۔ شاید اس وقت عابدین اور معبودین الگ الگ کر دیئے جائیں گے یا ضَلُّوا عَنَّا کا مطلب یہ ہو کہ گو موجود ہیں مگر جب ان سے کوئی فائدہ نہیں تو ہوئے نہ ہوئے برابر ہیں۔

◆ **کفار کا اقرار اور انکار** | اکثر مفسرین نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم جن کو دنیا میں پکارتے تھے اب کھلا کہ وہ واقع میں کچھ چیز نہ تھے۔ گویا یہ بطور حسرت و افسوس کے اپنی غلطی کا اعتراف ہوگا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین اول مُکر ہو چکے تھے کہ ہم نے شریک ٹھہرائے ہی نہیں۔ اب گھبرا کر منہ سے نکل جائے گا ضَلُّوا عَنَّا جس میں شریک ٹھہرانے کا اعتراف ہوگا۔ پھر کچھ سنبھل کر انکار کر دیں گے کہ ہم نے خدا کے سوا کسی کو پکارا ہی نہیں۔

◆ یعنی جس طرح یہاں انکار کرتے کرتے پھل گئے اور ٹھہر کر اقرار کر لیا۔ یہی حال ان کافروں کا دنیا میں تھا۔

◆ یعنی دیکھ لیا ناحق کی شیخی اور غرور و تکبر کا انجام یہ ہوتا ہے اب وہ اکڑ فوں کدھر گئی۔

◆ یعنی ہر قسم کے مجرم جس دروازہ سے جو ان کے لئے تجویز شدہ ہے۔

◆ **اللہ کا وعدہ سچا ہے** | یعنی اللہ نے ان کو عذاب دینے کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ ممکن ہے کوئی وعدہ آپ کی موجودگی میں پورا ہو (جیسا کہ "بدر" اور "فتح مکہ" وغیرہ میں ہوا) یا آپ کی وفات کے بعد۔ بہرحال یہ ہم سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ سب کا انجام ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس زندگی کے بعد عذاب کی تکمیل اس زندگی میں ہوگی۔ چھٹکارا کسی صورت سے نہیں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا

ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول تجھ سے پہلے بعضے ان میں وہ ہیں کہ سنایا ہم نے

عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ

تجھ کو ان کا احوال اور بعضے ہیں کہ نہیں سنایا ۞ اور کسی

لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ

رسول کو مقدور نہ تھا کہ لے آتا کوئی نشانی مگر اللہ کے حکم سے ۞ پھر جب آیا

اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع

حکم اللہ کا فیصلہ ہو گیا انصاف سے اور ٹوٹے میں پڑے اس جگہ جھوٹے ۞

ع ۱۲

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ

اللہ ہے جس نے بنا دیئے تمہارے واسطے چوپائے تاکہ سواری کرو بعضوں پر اور

مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا

بعضوں کو کھاتے ہو اور ان میں تم کو بہت فائدے ہیں ۞ اور تاکہ پہنچو

عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ

ان پر چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو ۞ اور ان پر اور کشتیوں پر

تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ؕ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖۗ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ

لدے پھرتے ہو ۞ اور دکھلاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں پھر کون کون سی نشانیوں کو

تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

اپنے رب کی نہ مانو گے ۞ کیا پھرے نہیں ہو ملک میں کہ دیکھ لیتے

قرآن میں مذکور اور غیر مذکور انبیاء | یعنی بعض کا تفصیلی حال تجھ سے بیان کیا بعض کا نہیں کیا۔ (اور ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ان کا بھی مفصل حال بیان کر دیا ہو) بہر حال جن کے نام معلوم ہیں ان پر تفصیلاً اور جن کے نام وغیرہ معلوم نہیں ان پر اجمالاً ایمان لانا ضروری ہے۔ "لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ"

یعنی اللہ کے سامنے سب عاجز ہیں۔ رسولوں کو یہ بھی اختیار نہیں کہ جو معجزہ چاہیں دکھلا دیا کریں۔ صرف وہی نشانات دکھلا سکتے ہیں جس کی اجازت حق تعالیٰ کی طرف سے ہو۔

اللہ کا فیصلہ | یعنی جس وقت اللہ کا حکم پہنچتا ہے رسولوں اور ان کی قوموں کے درمیان منصفانہ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اس وقت رسول سرخرو اور کامیاب ہوتے ہیں۔ اور باطل پرستوں کے حصہ میں ذلت و خسران کے سوا کچھ نہیں آتا۔

چوپایوں کے منافع | مثلاً ان کے چمڑے، بال اور اون وغیرہ سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو۔

سواری کرنا بجائے خود ایک مقصد ہے اور سواری کے ذریعہ سے انسان بہت مقاصد دینی و دنیوی حاصل کرتا ہے۔

یعنی خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتیوں پر لدے پھرتے ہو۔

اللہ کی کس کس نشانی کو جھٹلاؤ گے؟ | یعنی اس قدر کھلے نشان دیکھنے پر بھی آدمی کہاں تک انکار ہی کرتا چلا جائے گا (اور ابھی کیا معلوم اللہ اور کتنے نشان دکھلائے گا)

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا أَكْثَرَ

کیسا انجام ہوا — ان سے پہلوں کا — وہ تھے ان سے

مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ

زیادہ — اور زیادہ سخت قوت — اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر — پھر کام نہ آیا

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ

ان کے — جو وہ کماتے تھے ◆ — پھر جب پہنچے ان کے پاس

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَ

رسول ان کے — کھلی نشانیاں لے کر — اترانے لگے — اس پر جو ان کے پاس تھی خبر — اور

حَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْا

الٹ پڑی ان پر — وہ چیز جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ◆ — پھر جب انہوں نے دیکھ لیا

بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ

ہماری آفت کو — بولے — ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر — اور ہم نے چھوڑ دیں وہ چیزیں جن کو

مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا

شریک ٹھہراتے تھے ◆ — پھر نہ ہوا کہ کام آئے ان کو — یقین لانا ان کا — جس وقت دیکھ چکے

بَأْسَنَا ۖ سُنَّتَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۖ

ہمارا عذاب ◆ — رسم پڑی ہوئی اللہ کی — جو چلی آئی ہے اس کے بندوں میں

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

اور خراب ہوئے — اس جگہ — منکر ◆

◆ یعنی پہلے بہت قومیں گذر چکیں جو گنتی میں اور زور و قوت میں ان سے بہت زیادہ تھیں جنہوں نے ان سے کہیں بڑھ کر زمین پر اپنی یادگاریں اور نشانیاں چھوڑیں۔ لیکن جب خدا کا عذاب آیا تو وہ زور و طاقت اور ساز و سامان کچھ بھی کام نہ آسکا۔ یوں ہی تباہ و برباد ہو کر رہ گئے۔

◆ **پچھلی قوموں کی ہلاکت سے سبق لو** | یعنی وجوہ معاش اور مادی ترقیات کا جو علم ان کے پاس تھا اور جن غلط عقیدوں پر دل جمائے ہوئے تھے اسی پر اتراتے رہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے علوم و ہدایات کو حقیر سمجھ کر مذاق اڑاتے رہے۔ آخر ایک وقت آیا جب ان کو اپنی ہنسی مذاق کی حقیقت کھلی اور ان کا استہزاء و تمسخر خود ان ہی پر الٹ پڑا۔

◆ **قیامت میں کفار کی توبہ** | یعنی جس وقت آفت آنکھوں کے سامنے آگئی اور عذاب الٰہی کا معائنہ ہونے لگا تب ہوش آیا اور ایمان و توبہ کی سوجھی۔ اب پتہ چلا کہ اکیلے خدائے بزرگ ہی سے کام چلتا ہے۔ جن ہستیوں کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا سب عاجز اور بیکار ہیں۔ ہماری سخت حماقت اور گستاخی تھی کہ ان چیزوں کو تخت خدائی پر بٹھا دیا تھا۔

◆ **حشر میں توبہ و ندامت بے سود ہے** | یعنی اب پچھتانے اور تقصیر کا اعتراف کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ایمان و توبہ کا وقت گذر چکا۔ عذاب دیکھ لینے پر تو ہر کسی کو بے اختیار یقین آجاتا ہے مگر یہ یقین موجب نجات نہیں۔ نہ اس یقین کی بدولت آیا ہوا عذاب ٹل سکتا ہے۔ قال تعالیٰ "وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ۔" (نساء رکوع ۳) وقال فی قصۃ فرعون "آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔" وفی الحدیث "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغَرْغِرْ۔"

◆ **توبہ کے معاملے میں اللہ کی عادت** | یعنی ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا رہا ہے کہ لوگ اول انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں پھر جب عذاب میں پکڑے جاتے ہیں اس وقت شور مچاتے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ اللہ کی عادت یہ ہے کہ اس بے وقت کی توبہ کو قبول نہیں فرماتا آخر منکرین اپنے جرائم کی پاداش میں خراب و برباد ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اَعِذْنَا مِنَ الْخُسْرَانِ، وَاحْفَظْنَا مِنْ غَضَبِكَ وَسَخَطِكَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (تم سورۃ المؤمن وللّٰہ الحمد والمنۃ)۔

اٰيَاتُهَا ۵۴ (۴۱) سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۱) رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۂ حٰم سجدہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں چون آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ

حٰم ۔ اتارا ہوا ہے ۔ بڑے مہربان رحم والے کی طرف سے ۞ ایک کتاب ہے

فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳

کہ جدی جدی کی ہیں اس کی آیتیں ۞ قرآن عربی زبان کا ۔ ایک سمجھ والے لوگوں کو ۞

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴

سنانے والا خوشخبری اور ڈر ۞ پھر دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ ۔ سو وہ نہیں سنتے ۞

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَ

اور کہتے ہیں ۔ ہمارے دل غلاف میں ہیں ۔ اس بات سے جس کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے ۔ اور

فِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

ہمارے کانوں میں بوجھ ہے ۔ اور ہمارے اور تیرے بیچ میں پردہ ہے

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

سو تو اپنا کام کر ۔ ہم اپنا کام کرتے ہیں ۞ تو کہہ ۔ میں بھی آدمی ہوں ۔ جیسے تم

يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا

حکم آتا ہے مجھ کو ۔ کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے ۔ سو سیدھے رہو

سورۃ حٰمٓ السجدۃ

◆ **نزول قرآن اللہ کی بڑی نعمت ہے** | یعنی اللہ تعالیٰ کی بہت ہی بڑی مہربانی اور رحمت بندوں پر ہے جو ان کی ہدایت کے لئے ایسی عظیم الشان اور بے مثال کتاب نازل فرمائی۔

◆ لفظی طور پر آیات کا جدا جدا ہونا تو ظاہر ہے مگر معنوی حیثیت سے بھی سینکڑوں قسم کے علوم اور مضامین کی تفصیل الگ الگ آیات میں کی گئی ہے۔

◆ **قرآن عربی میں نازل ہوا** | یعنی قرآن کریم اعلیٰ درجہ کی صاف و شستہ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جو اس کے مخاطبین اولین کی مادری زبان تھی۔ تا ان لوگوں کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ خود سمجھ کر دوسروں کو پوری طرح سمجھا سکیں۔ مگر اس کے باوجود بھی ظاہر ہے وہی لوگ اس سے مستفیع ہو سکتے ہیں جو سمجھ رکھتے ہوں، نا سمجھ جاہل کو اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر ہو سکتی ہے۔

◆ یعنی قرآن اچھا ماننے والوں کو نجات وفلاح کی خوشخبری سناتا اور منکروں کو برے انجام سے ڈراتا ہے۔

◆ **ان سے لوگوں کا اعراض تعجب خیز ہے** | یعنی ان سب باتوں کے باوجود بھی تعجب ہے ان میں کے بہت لوگ اس کتاب کی بیش قیمت نصائح کی طرف دھیان نہیں کرتے۔ اور جب ادھر دھیان ہی نہیں تو سنا کیوں چاہیں گے۔ اور فرض کیجئے کانوں سے سن بھی لیا لیکن گوش دل سے سننا اور قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی تو سنا ان سنا برابر ہے۔

◆ **کفار مکہ کی ہٹ دھرمی** | یعنی صرف اسی قدر نہیں کہ نصیحت کی طرف دھیان نہیں کرتے یا کان نہیں دھرتے، بلکہ ایسی باتیں کرتے ہیں جن کو سن کر ناصح بالکل مایوس ہو جائے۔ اور آئندہ نصیحت سنانے کا ارادہ بھی ترک کر دے۔ مثلاً کہتے ہیں ہمارے دلوں پر تو تمہاری باتوں کی طرف سے غلاف چڑھے ہوئے ہیں اس لئے کوئی بات وہاں تک پہنچتی نہیں۔ اور جب تم بات کرتے ہو ہمارے کان اونچا سننے لگتے ہیں۔ ثقل سماع کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دیتا۔ اور ہمارے تمہارے درمیان ایسا پردہ ہے جو ایک کو دوسرے سے ملنے نہیں دیتا۔ دشمنی اور عداوت کی جو دیواریں کھڑی ہیں وہ درمیان سے اٹھ جائیں اور جو خلیج حائل ہے وہ پر ہو جب ہم تم سے ایک دوسرے تک پہنچ سکتے۔ لیکن ایسا ہونا ناممکن ہے۔ پھر تم کیوں اپنا سر کھپاتے ہو۔ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو تم اپنا کام کیے جاؤ، ہم اپنا کام کریں گے۔ اس کی توقع مت رکھو کہ ہم کبھی تمہاری نصیحتوں سے متاثر ہونے والے ہیں۔

إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ﴿٦﴾

اس کی طرف | اور اس سے گناہ بخشواؤ | اور خرابی ہے | شرک کرنے والوں کو

الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ هُمْ

جو نہیں دیتے زکوٰۃ | اور وہ آخرت سے

كَافِرُونَ ﴿٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

منکر ہیں | البتہ جو لوگ یقین لائے | اور کیے بھلے کام

لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٨﴾ قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ

ان کو ثواب ملتا ہے | جو موقوف نہ ہو | تو کہہ | کیا تم منکر ہو

بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ

اس سے جس نے بنائی زمین | دو دن میں | اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ

أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٩﴾ وَجَعَلَ فِيهَا

اوروں کو | وہ ہے رب جہان کا | اور رکھے اس میں

رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا

بھاری پہاڑ اوپر سے | اور برکت رکھی اس کے اندر | اور ٹھہرائیں اس میں

أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ ﴿١٠﴾

خوراکیں اس کی | چار دن میں | پورا ہوا پوچھنے والوں کو

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ

پھر چڑھا | آسمان کو | اور وہ دھواں ہو رہا تھا | پھر کہا

◆ **آنحضرت ﷺ کی بشریت** | یعنی نہ میں خدا ہوں کہ زبردستی تمہارے دلوں کو پھیر سکوں، نہ فرشتہ ہوں جس کے پیچھے جانے کی تم فرمائش کیا کرتے ہو نہ کوئی اور مخلوق ہوں، بلکہ تمہاری جنس و نوع کا ایک آدمی ہوں جس کی بات کا سمجھنا تم کو ہم جنس ہونے کی بنا پر آسان ہونا چاہئے۔ اور وہ آدمی ہوں جسے حق تعالیٰ نے اپنی آخری اور کامل ترین وحی کے لئے چن لیا ہے۔ بنا علیہ خواہ تم کتنی ہی اعراض کرو اور کتنی ہی یاس انگیز باتیں کرو میں خدائی پیغام تم کو ضرور پہنچاؤں گا۔ مجھے بذریعہ وحی بتلایا گیا ہے کہ تم سب کا معبود اور حاکم علی الاطلاق ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ لہٰذا سب کو لازم ہے کہ تمام شئون و احوال میں سیدھے اسی خدائے واحد کی طرف رخ کر کے چلیں اس کے راستہ سے ذرا ادھر ادھر قدم نہ ہٹائیں اور پہلے اگر ٹیڑھے ترچھے چلے ہیں تو اپنے پروردگار سے اس کی معافی چاہیں۔ اور اگلی پچھلی خطائیں بخشوائیں۔

◆ یعنی لوگوں کا معاملہ اللہ کے ساتھ یہ ہے کہ عاجز مخلوق کو اس کی بندگی میں شریک کرتے ہیں اور بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ صدقہ اور زکوٰۃ کا پیسہ کسی محتاج مستحق پر خرچ کرنے کے روادار نہیں ساتھ ہی انجام کی طرف سے بالکل غافل اور بے فکر ہیں، کیونکہ انہیں تسلیم ہی نہیں کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی اور اچھے برے کا حساب کتاب بھی ہوگا۔ ایسوں کا مستقبل بجز ہلاکت اور خرابی و بربادی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ **تنبیہ** | بعض سلف نے یہاں "الزکوٰۃ" سے مراد کلمہ طیبہ لیا ہے۔ اور بعض نے "زکوٰۃ" کے معنی پاکیزگی اور ستھرائی کے لئے ہیں۔ مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنے نفس کو عقائد فاسدہ اور اخلاق ذمیمہ سے پاک و صاف نہیں کرتے۔ اس میں کلمہ طیبہ کا ترک اور زکوٰۃ وغیرہ کا ادا نہ کرنا بھی آ گیا۔ وھذا کما قال "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى"۔ وقال "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا"۔ وقال "وَحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً" وغیرہ ذلک۔ شاید یہ معنی اس لئے یہاں لئے گئے ہوں کہ کفار مخاطب بالفروع نہیں، نیز اس لئے کہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ وغیرہ کی تفصیل مدینہ میں ہوئی۔ واللہ اعلم۔

◆ **مومنین کیلئے دائمی اجر** | یعنی کبھی منقطع نہ ہوگا ابد الآباد تک جاری رہے گا۔ جنت میں پہنچ کر دنیا کی طاعتوں کے ثواب لو۔

◆ **زمین کی تخلیق دو دن میں** | یعنی کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ رب العالمین کی وحدانیت اور صفات کمالیہ کا انکار کرتے اور دوسری چیزوں کو اس کے برابر سمجھتے ہو جو ایک ذرہ کا اختیار نہیں رکھتیں۔

◆ **زمین کی برکتیں** | "اور برکت رکھی اس کے اندر" یعنی قسم قسم کی کانیں، درخت، میوے، پھل، غلے اور حیوانات زمین سے نکلتے ہیں اور "ٹھہرائیں اس میں خوراکیں اس کی" یعنی زمین پر بسنے والوں کی خوراکیں ایک خاص اندازہ اور حکمت سے زمین کے اندر رکھ دیں۔ چنانچہ ہر اقلیم اور ہر ملک میں وہاں کے باشندوں کی طبائع اور ضروریات کے موافق خوراکیں مہیا کر دی گئی ہیں۔

◆ **تخلیق کے چار دن** | یعنی یہ سب کام چار دن میں ہوا۔ دو روز میں زمین پیدا کی اور دو روز میں اس کے متعلقات کا بندوبست ہوا۔ جو پوچھے یا پوچھنے کا ارادہ رکھتا ہے اسے بتلا دو کہ یہ سب مل کر پورے چار دن ہوئے بدون کمی اور بیشی کے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی (پوچھنے والوں کا) جواب پورا ہوا۔" **تنبیہ** | "یہاں دنوں" سے مراد ظاہر ہے معروف دن نہیں ہو سکتے کیونکہ زمین اور سورج وغیرہ کی پیدائش سے قبل ان کا وجود متصور نہیں۔ لامحالہ ان دنوں کی مقدار مراد ہوگی یا وہ دن مراد ہوں جس کی نسبت فرمایا ہے "وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ" (حج۔ رکوع ۹) واللہ اعلم۔

◆ **تخلیق آسمان** | یعنی پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت مادہ ایک تھا دھوئیں کی طرح اس کو بانٹ کر سات آسمان کئے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ **تنبیہ** | ممکن ہے "دخان" سے آسمانوں کے مادہ کی طرف اشارہ ہو۔

لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ

اس کو | اور زمین کو | تم دونوں آؤ | خوشی سے یا زور سے | دونوں نے

اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝۱۱ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ

ہم آئے خوشی سے ◆ | پھر کر دیے وہ | سات آسمان

فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَ

دو دن میں ◆ | اور اتارا ہر آسمان میں | حکم اس کا ◆ | اور

زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ

رونق دی ہم نے | سب سے ورلے آسمان کو | چراغوں سے | اور محفوظ کر دیا

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۱۲ فَاِنْ اَعْرَضُوْا

یہ سادھا ہے | زبردست خبردار کا ◆ | پھر اگر وہ ٹلا دیں

فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ

تو تو کہہ میں نے خبر سنا دی تم کو | ایک سخت عذاب کی | جیسے عذاب آیا عاد | اور

ثَمُوْدَ ۝۱۳ اِذْ جَاۗءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ

ثمود پر ◆ | جب آئے ان کے پاس | رسول | آگے سے

وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ قَالُوْا لَوْ شَاۗءَ

اور پیچھے سے ◆ | کہ نہ پوجو کسی کو | سوائے اللہ کے | کہنے لگے اگر ہمارا رب

رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

چاہتا | تو بھیجتا (اتارتا) فرشتے | سو ہم | تمہارا لایا ہوا (تمہارے ہاتھ بھیجا ہوا)

◆۱ **زمین و آسمان کو اللہ کا حکم** | یعنی ارادہ کیا کہ ان دونوں (آسمان و زمین) کے ملاپ سے دنیا بسائے۔ خواہ اپنی طبیعت سے ملیں یا زور سے ملیں۔ (بہرحال دونوں کو ملا کر ایک نظام بنانا تھا) وہ دونوں آ ملے اپنی طبیعت سے۔ آسمان سے سورج کی شعاع آئی، گرمی پڑی، ہوائیں اٹھیں، اس سے گرد اور بھاپ اوپر چڑھی پھر پانی ہو کر مینہ برسا جس کی بدولت زمین سے طرح طرح کی چیزیں پیدا ہوئیں۔ اور جیسے فرمایا تھا کہ "زمین میں اس کی خوراکیں رکھیں۔" یعنی اس میں قابلیت ان چیزوں کے نکلنے کی رکھ دی تھی۔ واللہ اعلم۔

◆۲ **سات آسمان کی تخلیق دو دن میں** | یعنی چار دن وہ تھے اور دو دن میں آسمان بنائے کل چھ دن ہو گئے جیسا کہ دوسری جگہ "ستۃ ایام" کی تصریح ہے۔ **تنبیہ** | بعض احادیث مرفوعہ میں تخلیق کائنات کے متعلق دنوں کی تعیین و ترتیب آئی ہے کہ فلاں فلاں چیز اللہ نے ہفتہ کے فلاں فلاں دن میں پیدا کی۔ ان میں کوئی حدیث صحیح اب تک نظر سے نہیں گذری۔ یعنی کہ ابوہریرہ کی حدیث کے متعلق جو صحیح مسلم میں ہے ابن کثیر لکھتے ہیں۔ "وھو من غرائب الصحیح وقد علله البخاری فی التاریخ فقال رواه بعضهم عن ابی هریرة عن کعب الاحبار وهو الاصح" اور روح المعانی میں قفال شاشی سے نقل کیا ہے "تفرد به مسلم وقد تکلم علیه الحفاظ علی ابن المدینی والبخاری وغیرهما وجعلوه من کلام کعب وان ابا هریرة انما سمعه منه ولکن اشتبه علی بعض الرواة فجعله مرفوعا۔"

آسمان پہلے پیدا ہوا یا زمین | باقی قرآن کریم کی اس آیت اور سورۂ "بقرہ" کی آیت "ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ" سے جو ظاہر ہوتا ہے کہ سات آسمان زمین کی پیدائش کے بعد بنائے گئے۔ اور سورۂ "نازعات" میں "وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِکَ دَحٰھَا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے بعد پھیلائی گئی۔ اس کے جواب کئی طرح دیئے گئے ہیں۔ احقر کو ابو حیان کی تقریر پسند ہے یعنی ضروری نہیں کہ پہلی آیت میں "ثم" اور دوسری میں "بعد ذلک" تراخی زمانی کے لئے ہو۔ ممکن ہے ان الفاظ سے تراخی فی الاخبار یا تراخی رتبی مراد ہو۔ جیسے "ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ" میں۔ یا دوسری جگہ "عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ" میں یہی معنی مراد لئے گئے ہیں۔ بہرحال قرآن کریم میں ترتیب زمانی کی تصریح نہیں۔ ہاں نعمت کے تذکرہ میں زمین کا اور عظمت و قدرت کے تذکرہ میں آسمان کا ذکر مقدم رکھا ہے جس کا نکتہ ادنیٰ تامل و تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔ یہ چند الفاظ اہل علم کی تنبیہ کے لئے لکھ دیئے ہیں۔

◆۳ **ہر آسمان والے کے حکم کی وحی** | یعنی جو حکم جس آسمان کے مناسب تھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ رب کو معلوم ہے کہ وہاں کون مخلوق بستی ہے اور ان کا کیا اسلوب (اور رنگ ڈھنگ) ہے۔ آج زمین میں ہزار ہا ہزار کو بسائے ہیں تو اتنے بڑے آسمان سب خالی پڑے ہوں گے۔"

◆۴ یعنی دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ گویا سب ستارے اسی آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ رات کو ان قندیلوں چراغوں سے آسمان کیسا پر رونق معلوم ہوتا ہے۔ پھر محفوظ بنا کر دیا ہے کہ کسی کی وہاں تک دسترس نہیں۔ فرشتوں کے زبردست پہرے لگے ہوئے ہیں۔ کوئی طاقت اس نظام محکم میں رخنہ اندازی نہیں کر سکتی کیونکہ وہ سب سے بڑی زبردست اور باخبر ہستی کا قائم کیا ہوا ہے۔

◆۵ یعنی اتنی دلائل اور ایسی عظیم الشان آیات سننے کے بعد بھی نصیحت قبول کرنے اور توحید و اسلام کی راہ اختیار کرنے سے اعراض کرتے رہیں تو فرما دیجئے کہ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ تمہارا انجام بھی "عاد و ثمود" وغیرہ اقوام معذبین کی طرح ہو سکتا ہے۔

◆۶ یعنی ہر طرف سے۔ شاید بہت رسول آئے ہوں گے مگر مشہور یہی دو رسول ہیں۔ حضرت ہود اور حضرت صالح علٰی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام۔ اور یا "مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ" سے مراد یہ ہو کہ ان کو ماضی اور مستقبل کی باتیں سمجھاتے ہوئے آئے۔ کوئی جہت اور کوئی پہلو نصیحت و فہمائش کا نہیں چھوڑا۔

كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ

منکر تھے ◆ سو جو عاد تھے | وہ تو غرور کرنے لگے | ملک میں

الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ

ناحق | اور کہنے لگے | کون ہے ہم سے زیادہ زور میں ◆ | کیا دیکھتے نہیں | کہ

اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا

اللہ جس نے ان کو بنایا | وہ زیادہ ہے ان سے زور میں | اور تھے

بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا

ہماری نشانیوں سے منکر ◆ | پھر بھیجی ہم نے ان پر ہوا | بڑے زور کی

فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

کئی دن | جو مصیبت کے تھے | تاکہ چکھائیں ان کو | رسوائی کا عذاب

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى

دنیا کی زندگانی میں ◆ | اور آخرت کے عذاب میں | تو پوری رسوائی ہے

وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا

اور ان کو کہیں مدد نہیں ◆ | اور وہ جو ثمود تھے | سو ہم نے ان کو راہ بتلائی | پھر ان کو خوش لگا

الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

اندھا رہنا | راہ سوجھنے سے ◆ | پھر پکڑا ان کو | کڑک نے ذلت کے

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ

عذاب کی | بدلہ اس کا جو کماتے تھے ◆ | اور بچا دیا ہم نے ان لوگوں کو

◆ **رسول اللہ ﷺ کے بشر ہونے پر اعتراض** | یعنی خدا کا رسول بشر کیسے ہو سکتا ہے اگر اللہ کو واقعی رسول بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتا۔ بہرحال تم اپنے زعم کے موافق جو باتیں خدا کی طرف سے لائے ہو ہم ان کے ماننے کے لئے تیار نہیں۔

◆ **قوم عاد کا غرور و تکبر** | شاید رسولوں نے جو عذاب کی دھمکی دی ہوگی اس کے جواب میں یہ کہا ہو کہ ہم سے زیادہ زور آور کون ہے جس سے ہم خوف کھائیں۔ کیا ہم جیسے طاقتور انسانوں پر تم اپنا رعب جما سکتے ہو؟ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ان کے جسم بہت بڑے بڑے ہوتے تھے۔ بدن کی قوت پر غرور آیا۔ غرور کا کام ہمیشہ اللہ کے ہاں وبال لاتا ہے۔"

◆ یعنی دل میں ان کا حق ہونا سمجھتے تھے مگر ضد اور عناد سے انکار کرتے چلے جاتے تھے۔

◆ **آندھی کا طوفان** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ان کا غرور توڑنے کو ایک کمزور مخلوق سے ان کو چت کرا دیا۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا طوفان چلتا رہا۔ درخت، آدمی، مکان، مواشی کوئی چیز نہ چھوڑی۔"

◆ یعنی آخرت کی رسوائی تو بہت ہی بڑی ہے جو کسی کے ٹالے نہیں ٹلے گی۔ نہ وہاں کوئی مدد کر سکے گا۔ ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی۔ محبت و ہمدردی کے بڑے بڑے مدعی آنکھیں چرائیں گے۔

◆ **قوم ثمود کا اندھا پن** | یعنی نجات کا راستہ جو ہمارے پیغمبر نے بتلایا تھا اس سے آنکھیں بند کر لیں اور اندھا رہنے کو پسند کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی پسند کی ہوئی حالت میں بھٹکتا پڑا چھوڑ دیا۔

◆ یعنی زلزلہ آیا جس کے ساتھ سخت ہولناک آواز تھی اسی آواز سے جگر پھٹ گئے۔

آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ

جو یقین لائے تھے | اور بچ کر چلتے تھے ◆ | اور جس دن جمع ہوں گے | دشمن

اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا

اللہ کے | دوزخ پر | تو ان کی جماعتیں بنائی جائیں گے ◆ | یہاں تک کہ جب

جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم

پہنچیں پاس اس کے | بتائیں گے ان کو | ان کے کان | اور ان کی آنکھیں | اور ان کے چمڑے

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ

جو کچھ وہ کرتے تھے ◆ | اور وہ کہیں گے | اپنے چمڑوں کو | تم نے کیوں بتایا

عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

ہم کو ◆ | وہ بولیں گے | ہم کو بلوایا اللہ نے | جس نے بلوایا ہے ہر چیز کو ◆

وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَا

اور اسی نے بنایا تم کو | پہلی بار | اور اسی کی طرف پھیرے جاتے ہو ◆ | اور

كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا

تم پردہ نہ کرتے تھے | اس بات سے کہ تم کو بتائیں گے | تمہارے کان | اور نہ

أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا

تمہاری آنکھیں | اور نہ تمہارے چمڑے ◆ | پر تم کو یہ خیال تھا | کہ اللہ نہیں

يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢٢﴾ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي

جانتا بہت چیزیں | جو تم کرتے ہو ◆ | اور یہی تمہارا خیال ہے جو

◆ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور بدی کے راستہ سے بچ کر چلتے تھے ان کو اللہ نے صاف بچا لیا۔ نزول عذاب کے وقت ان پر ذرا آنچ بھی نہیں آئی۔

◆ **جہنم کے قریب کفار کی جماعتیں** یعنی ہر ایک قسم کے مجرموں کی الگ جماعت ہوگی اور یہ سب جماعتیں ایک دوسرے کے انتظار میں جہنم کے قریب روکی جائیں گی۔

◆ **کفار کے خلاف انکے اعضاء کی گواہی** دنیا میں کانوں سے آیات تنزیلیہ سنیں اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ دیکھیں، مگر کسی کو نہ مانا۔ ہر عضو سے خدا کی نافرمانی کرتے رہے یہ خبر نہ تھی کہ گناہوں کا یہ سارا ریکارڈ خود انہی کی ذات میں محفوظ ہے جو وقت پر کھول دیا جائیگا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں کفار اپنے جرائم کا زبان سے انکار کریں گے۔ اس وقت حکم ہوگا کہ انکے اعضاء کی شہادت پیش کی جائے جن کے ذریعے گناہ کیے تھے چنانچہ ہر ایک عضو شہادت دے گا اور اس طرح زبان کی تکذیب ہو جائے گی۔ تب مبہوت و حیران ہو کر اپنے اعضاء کو کہے گا (کم بختو! دور ہو جاؤ! تمہاری ہی طرف سے تو میں جھگڑتا اور مدافعت کر رہا تھا (تم خود ہی اپنے جرموں کا اعتراف کرنے لگے)

◆ **کفار کا اپنے جسم سے خطاب** یعنی جب میں زبان سے انکار کر رہا تھا تو تم پر ایسی کیا مصیبت پڑی تھی کہ خواہ مخواہ بولنا شروع کر دیا اور آخر یہ بولنا تم کو سکھلایا کس نے۔

◆ **کفار کو اعضاء کا جواب** یعنی جس کی قدرت نے ہر ناطق چیز کو بولنے کی قوت دی آج اسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا۔ نہ بولتے اور بتلاتے تو کیا کرتے۔ جب وہ قادر مطلق بلانا چاہے تو کس چیز کی مجال ہے کہ نہ بولے۔ جس نے زبان میں قوت گویائی رکھی کیا ہاتھ پاؤں میں نہیں رکھ سکتا۔

◆ یہ قول یا حق تعالیٰ کا ہے، یا جلود کا ہے۔ دونوں احتمال ہیں۔

◆ یعنی غیروں سے چھپ کر گناہ کرتے تھے۔ یہ خبر نہ تھی کہ ہاتھ پاؤں بتلا دیں گے ان سے بھی پردہ کریں۔ اور کرنا بھی چاہتے تو اس کی قدرت کہاں تھی۔

◆ **کفار کو ملامت!** یعنی اصل میں تمہارے طرز عمل سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا تم کو خدا تعالیٰ کے علم محیط کا یقین ہی نہ تھا سمجھتے تھے کہ جو چاہو کرتے رہو کون دیکھ بھال کرتا ہوگا۔ اگر پوری طرح یقین ہوتا کہ خدا ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے اور اس کے ہاں ہماری پوری مسل محفوظ ہے تو ہرگز ایسی شرارتیں نہ کرتے۔

ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

تم رکھتے تھے اپنے رب کے حق میں اس نے تم کو غارت کیا پھر آج رہ گئے ٹوٹے میں

فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا

پھر اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کا گھر ہے اور اگر وہ منایا چاہیں

فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ

تو ان کو کوئی نہیں مناتا ◆ اور لگا دیئے ہم نے ان کے پیچھے ساتھ رہنے والے

فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ

پھر انہوں نے خوب صورت بنا دیا ان کی آنکھوں میں اس کو جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے ◆ اور

حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

ٹھیک پڑ چکی ان پر عذاب کی بات ان فرقوں کے ساتھ جو گذر چکے ان سے پہلے

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾

جنوں کے اور آدمیوں کے ◆ بے شک وہ تھے ٹوٹے والے ◆

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ

اور کہنے لگے منکر مت کان دھرو اس قرآن کے سننے کو

وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ

اور بک بک کرو اس کے بیچ میں شاید تم غالب ہو ◆ سو ہم کو ضرور چکھانا ہے

كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا

منکروں کو سخت عذاب اور ان کو بدلہ دینا ہے برے سے برے کاموں کا جو

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی دنیا میں بعض بلا صبر سے آسان ہوتی ہے، وہاں صبر کریں یا نہ کریں، دوزخ گھر ہو چکا (جہاں سے کبھی نکلنا نہیں) اور بعض بلا منت خوشامد کرنے سے ٹلتی ہے وہاں کتنا ہی چاہیں کہ منت کریں کوئی قبول نہیں کرتا۔"

کفار پر شیاطین کا تسلط یعنی ان پر شیطان تعینات تھے کہ ان کو برے کام جو پہلے کئے یا آگے کرتے، بھلے کر کے دکھلائیں سو رچا کر ماضی و مستقبل کو خوبصورت بنا کر ان کے سامنے پیش کریں۔ اور یہ شیطانوں کا تعینات کیا جانا بھی ان کے اعراض عن الذکر کا نتیجہ تھا کما قال تعالیٰ "وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَہٗ شَیْطٰنًا فَھُوَ لَہٗ قَرِیْنٌ" (زخرف۔ رکوع ۴)

یعنی وہی بات جو شروع میں کہی گئی تھی۔ "لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (ہود۔ رکوع ۱۰)

جب آدمی کو خسارہ آتا ہے تو اسی طرح آتا ہے اور ایسے ہی سامان ہو جاتے ہیں۔

قرآن کی قرأت کے وقت کفار کی بک بک قرآن کریم کی آواز بجلی کی طرح سننے والوں کے دلوں میں اثر کرتی تھی۔ جو سنتا فریفتہ ہو جاتا۔ اس سے روکنے کی تدبیر کفار نے یہ نکالی کہ جب قرآن پڑھا جائے، ادھر کان مت دھرو اور اس قدر شور و غل مچاؤ کہ دوسرے بھی نہ سن سکیں۔ اس طرح ہماری بک بک سے قرآن کی آواز دب جائے گی۔ آج بھی جاہلوں کو ایسی ہی تدبیریں سوجھا کرتی ہیں کہ کام کی بات کو شور مچا کر سننے نہ دیا جائے۔ لیکن صداقت کی کڑک مچھروں اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے کہاں مغلوب ہو سکتی ہے۔ ان سب تدبیروں کے باوجود حق کی آواز قلوب کی گہرائیوں تک پہنچ کر رہتی ہے۔

يَعْمَلُوْنَ ۝۲۷ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ

کرتے تھے ◆ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی آگ

لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

ان کا اس میں گھر ہے سدا کا بدلہ اس کا جو ہماری باتوں سے

يَجْحَدُوْنَ ۝۲۸ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا

انکار کرتے تھے ◆ اور کہیں گے وہ لوگ جو منکر ہیں اے رب ہمارے ہم کو دکھا

الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ

وہ دونوں جنہوں نے ہم کو بہکایا جو جن اور آدمی کہ ڈالیں ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے

اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۲۹ اِنَّ الَّذِيْنَ

نیچے کہ وہ رہیں سب سے نیچے ◆ تحقیق جنہوں نے

قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ

کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان پر اترتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ

فرشتے کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی

الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۰ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ

جس کا تم سے وعدہ تھا ◆ ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ

میں اور آخرت میں ◆ اور تمہارے لیے وہاں ہے جو چاہے

◆ اس سے زیادہ ناکام کون سا ہوگا کہ خود نصیحت کی بات نہ سنے اور دوسروں کو بھی سننے نہ دے۔

◆ **انکار آیات کی سزا** یعنی دل میں سمجھتے تھے لیکن ضد و تعصب و عناد سے انکاری کرتے رہتے تھے۔

◆ **اپنے معبودوں پر کفار کا غصہ** یعنی خیر ہم تو آفت میں پھنسے ہیں، لیکن آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں گرفتار کرایا ہے ذرا انہیں ہمارے سامنے کر دیجئے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اور نہایت ذلت و خواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں تا انتقام لے کر ہمارا دل کچھ تو ٹھنڈا ہو۔

◆ **مومنین کیلئے فرشتوں کا نزول** یعنی دل سے اقرار کیا اور اس پر قائم رہے اس کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ نہ اس یقین و اقرار سے مرتے دم تک ہٹے۔ نہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔ جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضاء پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے۔ اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا۔ جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گذاری کے لئے کیا۔ اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ہر طرف سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے۔ ایسے مستقیم الاحوال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارتیں سناتے ہیں کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا۔ دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السلام کی زبانی کئے گئے تھے وہ اب تم سے ایفا کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ **تنبیہ** بہت ممکن ہے کہ متقین و ابرار پر اس دنیوی زندگی میں بھی ایک قسم کا نزول فرشتوں کا ہوتا ہو جو اللہ کے حکم سے ان کے دینی و دنیوی امور میں بہتری کی باتیں الہام کرتے ہوں۔ جو ان کے شرح صدر اور تسکین و اطمینان کا موجب ہو جاتا ہو۔ جیسے ان کے بالمقابل ایک دوسری آیت پہلے گذر چکا ہے کہ کفار پر شیطان مسلط ہیں جو تزئین قبائح سے ان کے اغواء کا سامان کرتے ہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ شیاطین کے حق میں بھی لفظ "تنزل" استعمال ہوا ہے۔ قال تعالیٰ "تَنَزَّلُ عَلٰی كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ یُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ" (شعراء، رکوع ۱۱) بہر حال بعض مفسرین کے نزدیک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور اس تقریر پر اگلی آیت "نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا" زیادہ چسپاں ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **مومنین کیلئے فرشتوں کی تسلی** بعض نے اس کو اللہ کا کلام بتایا ہے۔ یعنی فرشتوں کا کلام اس سے پہلے ختم ہو چکا۔ اور اکثر کے نزدیک یہ بھی فرشتوں کا مقولہ ہے۔ گویا فرشتے یہ قول ان کے دلوں میں الہام کرتے ہیں اور ان کی ہمت بندھاتے ہیں۔ ممکن ہے اس زندگی میں بعض بندوں سے مشافہۃً بھی ایسے الفاظ کہتے ہوں اور ممکن ہے موت کے قریب یا اس کے بعد کہا جاتا ہو۔ اس وقت "نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ" کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دنیا میں بھی تمہارے رفیق رہے ہیں کہ اللہ کے حکم سے باطنی طور پر تمہاری اعانت کرتے تھے، اور آخرت میں بھی رفیق رہیں گے کہ وہاں تمہاری شفاعت یا اعزاز و اکرام کا انتظام کریں گے۔

اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ

جی تمہارا — اور تمہارے لیے وہاں ہے جو کچھ مانگو (منگواؤ) ◆ — مہمانی ہے اس بخشنے

رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ

والے مہربان کی طرف سے ◆ — اور اس سے بہتر کس کی بات — جس نے بلایا — اللہ کی طرف — اور

عَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسْتَوِي

کیا نیک کام — اور کہا — میں حکم بردار ہوں ◆ — اور برابر نہیں

الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

نیکی — اور نہ بدی — جواب میں وہ کہہ — جو اس سے بہتر ہو

فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ

پھر تو دیکھ لے — کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی — گویا دوست دار ہے

حَمِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا

قرابت والا ◆ — اور یہ بات ملتی ہے انہی کو — جو سہار (تحمل) رکھتے ہیں — اور یہ

يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ

بات ملتی ہے اسی کو — جس کی بڑی قسمت ہے ◆ — اور جو کبھی چوک لگے تجھ کو

الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

شیطان کے چوک لگانے سے — تو پناہ پکڑ اللہ کی — بے شک وہی ہے سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ

جاننے والا ◆ — اور اس کی قدرت کے نمونے ہیں رات — اور دن — اور سورج

◆ **جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی** یعنی جس چیز کی خواہش و رغبت دل میں ہوگی یا جو زبان سے طلب کرو گے سب کچھ ملے گا۔ اللہ کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔

◆ یعنی بخشنے والا مہربان رحیم اپنے مہمان کے ساتھ جیسا برتاؤ کریگا اور یہ کتنی بڑی عزت و توقیر ہے کہ ایک بندہ ضعیف رب العزت کا مہمان ہو۔

◆ **دعوت الی اللہ کی فضیلت** پہلے "اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا" الخ میں ان مخصوص مقبول بندوں کا ذکر تھا جنہوں نے صرف ایک اللہ کی ربوبیت پر اعتقاد جما کر اپنی استقامت کا ثبوت دیا۔ یہاں ان کے ایک اعلیٰ مقام کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی بہترین شخص وہ ہے جو خود اللہ کا ہو رہے اسی کی حکم برداری کا اعلان کرے اسی کی پسندیدہ روش پر چلے۔ اور دنیا کو اسی کی طرف آنے کی دعوت دے۔ اس کا قول و فعل بندوں کو خدا کی طرف کھینچنے میں مؤثر ہو جس نیکی کی طرف لوگوں کو بلائے بذات خود اس پر عامل ہو۔ خدا کی نسبت اپنی بندگی اور فرمانبرداری کا اعلان کرنے سے کسی موقع پر اور کسی وقت نہ جھجکے۔ اس کا طغرائے قومیت صرف مذہب اسلام ہو اور ہر قسم کی تنگ نظری اور فرقہ وارانہ نسبتوں سے یکسو ہو کر اپنے مسلم خالص ہونے کی منادی کرے اور اسی اعلیٰ مقام کی طرف لوگوں کو بلائے جس کی دعوت دینے کے لئے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی عمریں صرف کی تھیں۔

◆ **تبلیغ کے آداب کی تعلیم** ان آیات میں ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ یعنی خوب سمجھ لو نیکی بدی کے اور بدی نیکی کے برابر نہیں ہو سکتی۔ دونوں کی تاثیر جداگانہ ہے۔ بلکہ ایک نیکی دوسری نیکی سے اور ایک بدی دوسری بدی سے تاثیر میں بڑھ کر ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک مومن قانت اور خصوصاً ایک داعی الی اللہ کا مسلک یہ ہونا چاہئے کہ برائی کا جواب برائی سے نہ دے بلکہ جہاں تک گنجائش ہو برائی کے مقابلہ میں بھلائی سے پیش آئے۔ اگر کوئی اسے سخت بات کہے یا برا معاملہ کرے تو اس کے مقابلہ وہ طرز اختیار کرنا چاہئے جو اس سے بہتر ہو۔ مثلاً غصہ کے جواب میں بردباری، گالی کے جواب میں تہذیب و شائستگی اور سختی کے جواب میں نرمی اور مہربانی سے پیش آئے۔ اس طرز عمل کے نتیجہ میں تم دیکھو گے کہ سخت سے سخت دشمن بھی ڈھیلا پڑ جائے گا۔ اور گو دل سے دوست نہ بنے تاہم ایک وقت آئے گا جب وہ ظاہر میں ایک گہرے اور گرمجوش دوست کی طرح تم سے برتاؤ کرنے لگے گا۔ بلکہ ممکن ہے کچھ دنوں بعد سچے دل سے دوست بن جائے اور دشمنی و عداوت کے خیالات یکسر قلب سے نکل جائیں۔ کما قال "عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً" (سورہ ممتحنہ۔ رکوع ۲) ہاں کسی شخص کی طبیعت کی افتاد ہی سانپ بچھو کی طرح ہو کہ کوئی نرم خوئی اور خوش اخلاقی اس پر اثر نہ کرے وہ دوسری بات ہے مگر ایسے افراد بہت کم ہوتے ہیں۔ بہرحال دعوت الی اللہ کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت زیادہ صبر و استقلال اور حسن خلق کی ضرورت ہے۔

◆ یعنی بہت بڑا حوصلہ چاہئے کہ بری بات سہار کر بھلائی سے جواب دے۔ یہ اخلاق اور اعلیٰ خصلت اللہ کے ہاں سے بڑے قسمت والے خوش نصیب اقبال مندوں کو ملتی ہے۔ (ربط) یہاں تک اس حریف اور دشمن کے ساتھ معاملہ کرنا سکھلایا تھا جو حسن معاملہ اور خوش اخلاقی سے متاثر ہو سکتا ہو۔ لیکن ایک دشمن وہ ہے جو کسی حال اور کسی نہج سے دشمنی نہیں چھوڑ سکتا۔ تم کتنی ہی خوشامد یا نرمی برتو، اس کا نصب العین یہی ہے کہ تم کو ہر طرح نقصان پہنچائے۔ ایسے پکے شیطان سے محفوظ رہنے کی تدبیر آگے تلقین فرمائی ہے۔

◆ **شیطان سے حفاظت کا طریقہ** یعنی ایسے شیطان کے مقابلہ میں نرمی اور عفو و درگذر سے کام نہیں چلتا۔ بس اس سے بچنے کی ایک ہی تدبیر ہے کہ خداوند قدوس کی پناہ میں آ جاؤ۔ یہ وہ مضبوط قلعہ ہے جہاں شیطان کی رسائی نہیں۔ اگر تم واقعی اخلاص و تضرع سے حق کو پکارو گے وہ ضرور تم کو پناہ دے گا۔ کیونکہ وہ ہر ایک کی پکار سنتا ہے اور خوب جانتا ہے کہ کس نے کتنے اخلاص و تضرع سے اس کو پکارا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ اس آیت کو پچھلی آیت سے ربط ظاہر کرنے کی غرض سے لکھتے ہیں۔ "یعنی کبھی بے اختیار غصہ چڑھ آئے تو یہ شیطان کا دخل ہے۔" وہ نہیں چاہتا کہ تم حسن اخلاق پر قائم رہ کر دعوت الی اللہ کے مقصد میں کامیابی حاصل کرو۔

وَالْقَمَرُ ۚ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا

اور چاند ◆ سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو

لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿٣٧﴾

اللہ کو جس نے ان کو بنایا اگر تم اسی کو پوجتے ہو ◆

فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ

پھر اگر غرور کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بولتے رہتے ہیں

لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿٣٨﴾ السجدۃ وَمِنْ آيَاتِهِ

اس کی رات اور دن اور وہ نہیں تھکتے ◆ اور ایک اس کی نشانی

أَنَّكَ تَرَى الْأَرْضَ خَاشِعَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دبی پڑی پھر جب اتارا ہم نے اس پر

الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۚ إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِ

پانی تازی ہوئی اور ابھری بے شک جس نے اس کو زندہ کیا وہ زندہ کرے گا

الْمَوْتَىٰ ۚ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ

مُردوں کو وہ سب کچھ کر سکتا ہے ◆ جو لوگ

يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَنْ

ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں بھلا ایک جو

يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَنْ يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ

پڑتا ہے آگ میں وہ بہتر یا ایک جو آئے گا امن سے دن قیامت کے

زمین و آسمان میں دلائل توحید! دعوت الی اللہ کے ساتھ چند دلائل سماویہ و ارضیہ بیان فرمائے ہیں جن سے داعی الی اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت، وحدانیت اور بعث بعد الموت وغیرہ اہم مسائل کے سمجھانے میں مدد ملے۔ اس ضمن میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ ایک طرف خدا کے مخصوص بندے اپنے قول و عمل سے خدا کی طرف بلا رہے ہیں اور دوسری طرف چاند، سورج اور آسمان و زمین کا عظیم الشان نظم و نسق سوچنے والوں کو اسی خدائے واحد کی طرف آنے کی دعوت دے رہا ہے۔

ے وَفِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَهٗ اٰیَةٌ ۔ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ وَاحِدٌ انسان کو چاہئے کہ ان تکوینی نشانوں میں الجھ کر رہ جائے جیسے بہت سی قومیں رہ گئی ہیں، بلکہ لازم ہے کہ اس لامحدود قدرت والے مالک کے سامنے سر جھکائے جس کی یہ نشانیاں ہیں۔ اور جس کے حکم سے ان کی ساری نمود ہے اور ممکن ہے اس پر بھی تنبیہ ہو کہ جس طرح رات اور دن اور ان دونوں کی نشانیاں چاند اور سورج ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور اللہ تعالیٰ ان میں ردوبدل کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح اس کو قدرت ہے کہ دعوت الی اللہ کی روشنی اور داعی کی علامت اور خوش اخلاقی کی بدولت مخاطبین کی کایا پلٹ کر دے اور تاریک فضا کو ایک روشن ماحول سے بدل دے۔

سورج اور چاند وغیرہ کو پوجنے والے بھی زبان سے یہی کہتے تھے کہ ہماری غرض ان چیزوں کی پرستش سے اللہ کی پرستش ہے۔ مگر اللہ نے بتلا دیا کہ یہ چیزیں پرستش کے لائق نہیں۔ عبادت کا مستحق صرف ایک خدا ہے۔ کسی غیر اللہ کی عبادت کرنا خدائے واحد سے بغاوت کرنے کا مرادف ہے۔

یعنی اگر غرور و تکبر حق کے قبول کرنے سے مانع ہے اور باوجود وضوح دلائل توحید کے خدائے واحد کی عبادت کی طرف نہیں جھکتے تو نہ آئیں اپنا ہی نقصان کریں گے۔ اللہ کو ان کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ بھلا جس کی عظمت و جبروت کا یہ عالم ہو کہ بے شمار ملائکہ مقربین شب و روز اس کی عبادت اور تسبیح و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں، وہ کبھی تھکتے نہیں نہ اکتاتے ہیں، اس کے سامنے یہ بیچارے کیا چیز ہیں اور ان کا غرور کیا چیز ہے۔ خواہ مخواہ اپنی جھوٹی شیخی کر کے اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

زمین میں آخرت کی زندگی کے دلائل! یعنی زمین کو دیکھو بیچاری چپ چاپ ذلیل و خوار بوجھ میں دبی ہوئی پڑی رہتی ہے۔ خشکی کے وقت ہر طرف خاک اڑتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن جہاں بارش کا ایک چھینٹا پڑا۔ پھر اس کی تروتازگی رونق اور ابھار قابل دید ہو جاتا ہے۔ آخر یہ انقلاب کس کے دست قدرت کے تصرف کا نتیجہ ہے۔ جس خدا نے اس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیا کیا وہ مرے ہوئے انسانوں کے بدن میں دوبارہ جان نہیں ڈال سکتا؟ اور کیا وہ تمہارے مطلق مرے ہوئے دلوں کو دعوت الی اللہ کے ذریعے از سر نو حیات تازہ عطا نہیں کر سکتا؟ بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کوئی مانع و مزاحم نہیں۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اِنَّ

کیے جاؤ جو چاہو بیشک جو تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے ◆ جو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ

لوگ منکر ہوئے نصیحت سے جب آئی ان کے پاس ◆ اور وہ کتاب ہے

عَزِيْزٌ ۝ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

نادر اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ

مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝ مَا

پیچھے سے اتاری ہوئی ہے حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی ◆ تجھے

يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ

وہی کہتے ہیں جو کہہ چکے ہیں سب رسولوں سے تجھ سے پہلے تیرے

رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ

رب کے یہاں معافی بھی ہے اور سزا بھی ہے دردناک ◆ اور اگر ہم اس کو کرتے

قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ

قرآن اوپری زبان کا تو کہتے اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں کیا اوپری زبان کی کتاب

وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ

اور عربی لوگ ◆ تو کہہ یہ ایمان والوں کے لیے سوجھ ہے اور روگ کا دور کرنے والا ◆

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ

اور جو یقین نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ قرآن ان کے حق میں

۱ **کفار کی کوئی چال پوشیدہ نہیں** یعنی اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی زبان سے آیات تنزیلیہ سن کر اور قدرت کی آیات تکوینیہ دیکھ کر بھی جو لوگ کجروی سے باز نہیں آتے اور سیدھی سیدھی باتوں کو واہی تباہی شبہات پیدا کر کے ٹیڑھی بناتے ہیں، یا خواہ مخواہ توڑ مروڑ کر ان کا مطلب غلط لیتے ہیں، یا یوں ہی جھوٹ موٹ کے عذر اور بہانے تراش کر ان آیات کے ماننے میں ہیر پھیر کرتے ہیں، ایسے ٹیڑھی چال چلنے والوں کو اللہ خوب جانتا ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ اپنی مکاریوں اور چالاکیوں پر مغرور ہوں مگر خدا سے ان کی کوئی چال پوشیدہ نہیں ہے۔ جس وقت سامنے جائیں گے کچھ نہ بن سکے گی۔ ڈھیل اس نے ذرا سی دے رکھی ہے۔ مجرم کو ایک دم نہیں پکڑتا اسی لئے آگے فرما دیا "اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ" یعنی اچھا جو تمہاری سمجھ میں آئے کیے جاؤ۔ مگر یاد رہے کہ تمہاری سب حرکات اس کی نظر میں ہیں ایک دن ان کا کچا چٹھا کھلنا پڑے گا۔ اب خود سوچ لو کہ ایک شخص جو اپنی شرارتوں کی بدولت جلتی آگ میں گرے، اور ایک جو اپنی شرافت و سلامت روی کی بدولت ہمیشہ امن چین سے رہے۔ دونوں میں کون بہتر ہے؟

۲ یعنی وہ خواہ مخواہ اپنی کجروی سے نصیحت کی بات میں شبہات پیدا کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں جھوٹ کی گنجائش کسی طرف سے نہیں۔ وہ نصیحت کیا ہے؟ ایک صاف واضح اور مضبوط محکم کتاب جس کا انکار ایک احمق یا شریر آدمی کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

۳ یعنی اس کی اتاری ہوئی کتاب میں جھوٹ آئے تو کدھر سے آئے۔ اور جس کتاب کی حفاظت کا وہ ذمہ دار ہو، باطل کی کیا مجال ہے کہ اس کے پاس پھٹک سکے۔

۴ **ہر زمانے کے منکرین کا یہی طریقہ رہا ہے** یعنی منکرین کا جو معاملہ آپ کے ساتھ ہے یہی ہر زمانہ کے منکرین کا پیغمبروں کے ساتھ رہا ہے پیغمبروں نے ہمیشہ خیر خواہی کی ہے انہوں نے اس کے جواب میں ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ پھر جس طرح پیغمبروں نے سختیوں پر صبر کیا آپ بھی صبر کرتے رہیے نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ توبہ کر کے راہ راست پر آ جائیں گے جن کے لئے خدا کے ہاں معافی ہے اور کچھ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے جو آخر دردناک سزا کے مستوجب ہوں گے۔

۵ **قرآن کے عربی میں ہونے پر کفار کا اعتراض اور جواب** یعنی ایک بات کو نہ ماننا ہو تو آدمی ہزار حیلے بہانے نکال سکتا ہے۔ کفار مکہ نے اور کچھ نہیں تو یہی کہنا شروع کر دیا کہ صاحب! عربی پیغمبر کا معجزہ تو ہم اس وقت سمجھتے جب قرآن عربی کے سوا کسی اور زبان میں آتا۔ لیکن فرض کیجئے اگر ایسا ہوتا تو جھٹلانے کے لئے یوں کہنے لگتے کہ بھلا صاحب! کہیں ایسی بے جوڑ بات بھی دیکھی ہے کہ رسول عربی اور اس کی قوم بھی جو اولین مخاطب ہے عرب، مگر کتاب بھیجی جائے ایسی زبان میں جس کا ایک حرف بھی عرب لوگ نہ سمجھ سکیں۔

۶ **قرآن ہدایت اور شفا ہے** یعنی لغو اور بیہودہ شبہات تو کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ ہاں اس قدر تجربہ ہر ایک آدمی کر سکتا ہے کہ یہ کتاب مقدس اپنے اوپر ایمان لانے اور عمل کرنے والوں کو کیسی عجیب ہدایت و بصیرت اور سوجھ بوجھ عطا کرتی اور ان کے قرنوں اور صدیوں کے روگ مٹا کر کس طرح بھلا چنگا کر دیتی ہے۔

عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ ع

اندھا ہے ◆ ان کو پکارتے ہیں دور کی جگہ سے ◆

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا

اور ہم نے دی تھی موسیٰ کو کتاب پھر اس میں اختلاف پڑا ◆ اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ

ایک بات جو پہلے نکل چکی تیرے رب کی طرف سے تو ان میں فیصلہ ہو جاتا ◆ اور وہ

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ

ایسے دھوکے میں ہیں اس قرآن سے جو چین نہیں لینے دیتا ◆ جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے

وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

اور جس نے کی برائی سو وہ بھی اس پر اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر ◆

◆ یعنی جس طرح خفاش (چمگادڑ) کی آنکھیں سورج کی روشنی میں چندھیا جاتی ہیں، ان منکروں کو بھی قرآن کی روشنی میں کچھ نظر نہیں آتا۔ اس میں قرآن کا کیا قصور ہے۔ منکروں کو چاہئے کہ اپنی نگاہ کا ضعف و قصور محسوس کر کے علاج کی طرف متوجہ ہوں۔

◆ یعنی کسی کو دور سے آواز دو تو نہیں سنتا اور سنے تو اچھی طرح سمجھتا نہیں۔ اسی طرح منکرین قرآن بھی صداقت و رشح صداقت سے اس قدر دور پڑے ہوئے ہیں کہ حق کی آواز ان کے دل کے کانوں تک نہیں پہنچتی اور کبھی پہنچتی ہے تو اس کا ٹھیک مطلب نہیں سمجھتے۔

◆ یعنی جیسے آج قرآن کے ماننے اور نہ ماننے والوں میں اختلاف پڑ رہا ہے۔ پہلے تورات کے متعلق بھی ایسا ہی اختلاف پڑ چکا ہے۔ پھر دیکھ لو وہاں کیا انجام ہوا تھا۔

◆ بات وہی ٹل چکی کہ فیصلہ آخرت میں ہے۔

◆ **نیکی اور برائی اپنے نفس کیلئے ہے** | یعنی محل شکوک و شبہات ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے۔ ہر وقت دل میں کھٹکتے رہتے ہیں۔

◆ یعنی خدا کے ہاں ظلم نہیں۔ ہر آدمی اپنے عمل کو دیکھ لے۔ جیسا کرے گا وہی سامنے آئے گا۔ نہ کسی کی نیکی اس کے ہاں ضائع ہوگی نہ ایک کی بدی دوسرے پر ڈالی جائے گی۔ (ربط) چونکہ نیکی بدی کا پورا بدلہ قیامت کے دن ملے گا اور کفار ازراہ انکار سوال کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی، اس لئے آگے اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔ "إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ" الخ۔

إِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ

اسی کی طرف حوالہ ہے قیامت کی خبر کا ◆ اور نہیں نکلتے کوئی میوے

مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا

اپنے غلاف سے اور نہیں رہتا حمل کسی مادہ کو اور نہ وہ جنے مگر

بِعِلْمِهِ ۚ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ أَيْنَ شُرَكَائِي قَالُوا

جس کی اس کو خبر نہیں ◆ اور جس دن ان کو پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک ◆ بولیں گے

آذَنَّاكَ مَا مِنَّا مِن شَهِيدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا

ہم نے تجھ کو کہہ سنایا ہم میں کوئی اس کا اقرار نہیں کرتا ◆ اور چوک گیا ان سے

كَانُوا يَدْعُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَظَنُّوا مَا لَهُم مِّن

جو پکارتے تھے پہلے اور سمجھ گئے کہ ان کو کہیں نہیں

مَّحِيصٍ ﴿٤٨﴾ لَّا يَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ

خلاصی ◆ نہیں تھکتا آدمی مانگنے سے بھلائی

وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوسٌ قَنُوطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ

اور اگر لگ جائے (لگتی ہے) اس کو برائی تو آس توڑ بیٹھے ناامید ہو کر اور اگر ہم چکھائیں اس کو کچھ

رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا

اپنی مہربانی پیچھے ایک تکلیف کے جو اس کو پہنچی تھی تو کہنے لگے یہ ہے

لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ

میرے لائق اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے اور اگر میں پھر بھی گیا اپنے

◆ یعنی اسی کو خبر ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ بڑے سے بڑا نبی اور فرشتہ بھی اس کے وقت کی تعیین نہیں کر سکتا۔ جس سے دریافت کرو گے یہی کہے گا "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ"

◆ **حق تعالیٰ کا علم ہر شے کو محیط ہے** | یعنی علم الٰہی ہر چیز کو محیط ہے۔ کوئی کھجور اپنے گابھے سے اور کوئی دانہ اپنے خوشہ اور کوئی میوہ یا پھل اپنے غلاف سے باہر نہیں آتا جس کی خبر خدا کو نہ ہو۔ نیز کسی عورت یا کسی مادہ (جانور) کے پیٹ میں جو بچہ موجود ہے اور جو چیز وہ جن رہی ہے سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ موجودہ دنیا کے نتیجے کے طور پر جو آخرت کا ظہور اور قیامت کا وقوع ہونے والا ہے اس کا وقت بھی خدا ہی کو معلوم ہے کہ کب آئے گا۔ کوئی انسان یا فرشتہ اس کی خبر نہیں رکھتا۔ اور نہ اس کو خبر رکھنے کی ضرورت۔ ضرورت اس کی ہے کہ آدمی قیامت کی خبر پر اللہ کے فرمانے کے موافق یقین رکھے اور اس دن کی فکر کرے جب کوئی شریک کام نہ آئے گا اور کہیں خلاصی نہ ملے گا۔

◆ یعنی جن کو میری خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے اب بتلاؤ تا وہ کہاں ہیں؟

◆ **کفار کا شرک سے انکار** | یعنی ہم تو آپ سے صاف عرض کر چکے ہیں کہ ہم کوئی اتنا بڑا مجرم نہیں جو اس جرم (شرک) کا اعتراف کرنے کو تیار ہوں (گویا اس وقت نہایت دیدہ دلیری سے جھوٹ بول کر واقعہ کا انکار کرنے لگیں گے)۔ اور بعض نے شہید کو بمعنی شاہد لے کر یہ مطلب لیا ہے کہ اس وقت ہم میں سے کوئی ان شرکاء کو یہاں نہیں دیکھتا۔

◆ یعنی دنیا میں جنہیں خدا کا شریک بنا کر پکارتے تھے آج ان کا کہیں پتہ نہیں۔ وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آتے۔ اور پرستاروں کے دلوں سے بھی وہ پکارنے کے خیالات سب غائب ہو گئے انہوں نے بھی سمجھ لیا کہ خدائی سزا سے بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں۔ اور گلوخلاصی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ آخر آس توڑ کر بیٹھ رہے۔ اور جن کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑتے تھے آج ان سے قطعاً بے تعلقی اور بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔

رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

رب کی طرف بے شک میرے لیے ہے اس کے پاس خوبی ◆ سو ہم جتلا دیں گے منکروں کو

بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾

جو انہوں نے کیا ہے اور چکھائیں گے ان کو ایک گاڑھا عذاب ◆

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ

اور جب ہم نعمت بھیجیں انسان پر تو ٹلا جائے اور موڑ لے اپنی کروٹ

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ

اور جب لگے اس کو برائی تو دعائیں کرے چوڑی ◆ تو کہہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ

بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو اللہ کے پاس سے پھر تم نے اس کو نہ مانا

بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾

پھر اس سے گمراہ زیادہ کون جو دور چلا جائے مخالف ہو کر ◆

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى

اب ہم دکھلائیں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں اور خود ان کی جانوں میں یہاں تک کہ

يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ

کھل جائے ان پر کہ یہ ٹھیک ہے ◆ کیا تیرا رب تھوڑا ہے

فائدہ

◆ **انسان کی حرص اور ناامیدی** یعنی انسان کی طبیعت عجیب طرح کی ہے۔ جب دنیا کی ذرا سی بھلائی پہنچے اور کچھ عیش و آرام و تندرستی نصیب ہو تو مارے حرص کے چاہتا ہے کہ اور زیادہ مزے اڑائے۔ کسی حد پر پہنچ کر اس کی حرص کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے۔ لیکن جہاں ذرا کوئی افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے

خلاف دیکھے تو پھر مایوس اور ناامید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی۔ اس وقت اس کا دل فوراً آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی نظر صرف پیش آمدہ اسباب پر محدود ہوتی ہے۔ اس قادر مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا جو چاہے تو ایک آن میں سلسلہ اسباب کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دے۔ اس مایوسی کے بعد اگر فرض کیجئے اللہ نے تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دیا تو کہنے لگتا ہے "هٰذَا لِیْ" یعنی میں نے فلاں تدبیر کی تھی، میری تدبیر اور لیاقت و فضیلت سے یوں ہی ہونا چاہئے تھا۔ اب نہ خدا کی مہربانی یاد رہی نہ اپنی وہ مایوسی کی کیفیت جو چند منٹ پہلے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہو جاتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا۔ اور اگر کبھی ان نازک حالات کے دوران میں قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو خیال نہیں کرتا کہ یہ چیز کبھی ہونے والی ہے۔ اور فرض کرو ایسی نوبت آہی گئی اور مجھ کو لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا تب بھی مجھے یقین ہے کہ وہاں میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر میں خدا کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو دنیا میں مجھ کو یہ عیش و بہار کے مزے کیونکر ملتے، لہٰذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا

◆ **منکرین کیلئے عذاب شدید** | یعنی خوش ہولو اس کفر و غرور کے باوجود؟ وہاں بھی مزے اڑاؤ گے؟ وہاں پہنچ کر پتہ لگ جائے گا کہ منکروں کو کیسی سخت سزا بھگتنا پڑتی ہے۔ اور کس طرح عمر بھر کی کرتوت سامنے آتی ہے۔

◆ **انسان کی ناشکری اور بے صبری** | یعنی اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے کے وقت تو منعم حقیقی سے کتراتا اور شکر گزاری سے اعراض کرتا اور بالکل بے پرواہ ہو کر ادھر سے کروٹ بدل لیتا ہے۔ پھر جب کوئی تکلیف اور مصیبت پیش آتی ہے تو اسی خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا کر لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ شرم نہیں آتی کہ ابھی اسے کس منہ سے پکارتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ بعض اوقات اسباب پر نظر کر کے دل اندر سے مایوس ہو۔ جیسا اس حالت میں بھی بدحواس اور پریشان ہو کر دعا کے ہاتھ بے اختیار خدا کی طرف اٹھ جاتے ہیں۔ قلب میں ناامیدی بھی ہے اور زبان پر یا اللہ بھی (حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ سب بیان ہے انسان کے نقصان (قصور) کا، خوشی میں مغرور ہے سختی میں ناشکر"

◆ **قرآن سے انکار بڑی گمراہی ہے** | اوپر انسان کی طبیعت کا عجیب و غریب نقشہ کھینچ کر اس کی کمزوریوں اور بے تدبیریوں پر نہایت مؤثر انداز میں توجہ دلائی تھی۔ اب تنبیہ کرتے ہیں کہ یہ کتاب جو تمہاری کمزوریوں پر آگاہ کر کے بھلائی اور انجام کی طرف توجہ دلانے والی ہے۔ اگر خدا کے پاس سے آئی ہو (جیسا کہ واقع ہے) پھر تم نے اس کو نہ مانا اور اس کی ہمدردانہ اور بیش قیمت نصائح سے منکر ہو کر اپنی عاقبت کی فکر نہ کی، بلکہ حق کی مخالفت میں دور ہوتے چلے گئے تو بتلاؤ اس سے بڑھ کر محرومی اور نقصان و خسارہ کچھ اور ہو سکتا ہے۔

◆ **آیات آفاقیہ و انفسیہ** | یعنی قرآن کی حقانیت کے دوسرے دلائل و براہین تو بجائے خود رہے۔ اب ہم ان منکروں کو خود ان کی جانوں میں اور ان کے چاروں طرف سارے عرب بلکہ ساری دنیا میں اپنی قدرت کے وہ نمونے دکھلائیں گے جن سے قرآن اور حامل قرآن کی صداقت بالکل روز روشن کی طرح آنکھوں سے نظر آنے لگے۔ وہ نمونے کیا ہیں؟ وہی اسلام کی عظیم الشان اور محیر العقول فتوحات جو سلسلہ اسباب ظاہری کے بالکل برخلاف قرآنی پیشین گوئیوں کے عین مطابق وقوع پذیر ہوئیں۔ چنانچہ معرکہ "بدر" میں کفار مکہ نے خود اپنی جانوں کے اندر اور "فتح مکہ" میں مرکز عرب کے اندر اور خلفائے راشدین کے عہد میں تمام جہان کے اندر یہ نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ "آیات" سے عام نشانہائے قدرت مراد ہوں جو خود دیکھنے والوں کو اپنے وجود میں اور اپنے وجود سے باہر تمام دنیا کی چیزوں میں نظر آتے ہیں جن سے حق تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت کا ثبوت ملتا ہے اور قرآن کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ نیز وہ سنن الٰہیہ اور نوامیس فطریہ کے موافق ثابت ہوتے ہیں جو اس عالم تکوین میں کارفرما ہیں۔ اس قسم کے تمام حقائق کو نیز آیات آفاقیہ و انفسیہ کا انکشاف چونکہ لوگوں کو دفعۃً نہیں ہوتا بلکہ رفتہ رفتہ بتدریج ان کے چہرے سے پردہ اٹھتا رہتا ہے اس لئے "سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا" سے تعبیر فرمایا۔

عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ

ہر چیز پر گواہ ہونے کے لیے ◆ سنتا ہے وہ شک میں ہیں

مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾ ع

اپنے رب کی ملاقات سے سنتا ہے وہ گھیر رہا ہے (اس نے گھیر رکھا ہے) ہر چیز کو ◆

آیاتہا ۵۳ (۴۲) سُوْرَةُ الشُّوْرٰی مَكِّيَّةٌ (۶۲) رکوعاتہا ۵

سورۃ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ترپن آیتیں ہیں اور پانچ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ كَذٰلِكَ یُوْحِیْۤ اِلَیْكَ وَاِلَى

حٰمٓ عٓسٓقٓ اسی طرح وحی بھیجتا ہے تیری طرف اور

الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳﴾ لَهٗ

تجھ سے پہلوں کی طرف اللہ زبردست حکمتوں والا اسی کا ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِیُّ

جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے سب سے برتر

الْعَظِیْمُ ﴿۴﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ

بڑا ◆ قریب ہے کہ پھٹ پڑیں آسمان

فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

اوپر سے ◆ اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی

◆ **کیا اللہ کی گواہی ناکافی ہے** یعنی قرآن کی حقانیت کو فرض کرو کوئی نہ مانے تو اکیلے خدا کی گواہی کیا تھوڑی ہے جو ہر چیز پر گواہ ہے اور ہر چیز میں غور کرنے سے اس کی گواہی کا ثبوت ملتا ہے۔

◆ **لقائے رب سے انکار** یعنی یہ اس دھوکے میں ہیں کہ کبھی خدا سے ملنا اور اس کے سامنے جانا نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کسی وقت بھی اس کے قبضہ اور احاطہ سے نکل کر نہیں جا سکتے۔ اگر مرنے کے بعد ان کے بدن کے ذرات مٹی میں مل جائیں یا پانی میں بہہ جائیں یا ہوا میں منتشر ہو جائیں تب بھی ایک ایک ذرہ پر اللہ کا علم اور قدرت محیط ہے۔ ان کو جمع کر کے از سر نو زندہ کر دینا کچھ مشکل نہیں۔ تمت سورۃ حٰمٓ السجدۃ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الشوریٰ

◆ **انبیاء پر وحی کی سنت اللہ** یعنی جس طرح یہ سورت (جو نہایت اعلیٰ و اکمل مضامین پر مشتمل ہے) آپ کی طرف وحی کی جا رہی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی عادت آپ کی طرف اور دوسرے انبیاء کی طرف وحی بھیجنے کی رہی ہے۔ جس سے اس کی شان حکمت و حکومت کا اظہار ہوتا ہے۔

◆ **قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے** یعنی آسمان پھٹ پڑیں اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے زور سے، یا بیشمار فرشتوں کے بوجھ سے، یا ان کے ذکر کی کثرت سے خاص تاثیر ہو اور پھٹ پڑے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آسمانوں میں چار انگشت جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ سر بسجود نہ ہو۔ اور بعض نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب مشرکین خدا تعالیٰ کے لئے شریک اور بیٹے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں تو خداوند قدوس کی جناب میں یہ ایسی سخت گستاخی ہے جس سے کچھ بعید نہیں کہ آسمان کی اوپر والی سطح تک پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ کما قال تعالیٰ فی سورۃ مریم "تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا" مگر اللہ کی شان مغفرت و رحمت اور ملائکہ کی تسبیح و استغفار کی برکت سے یہ نظام تھما ہوا ہے۔

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ

اور گناہ بخشواتے ہیں — زمین والوں کے ◆ — سنتا ہے وہی اللہ

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ

معاف کرنے والا مہربان ◆ — اور جنھوں نے پکڑے ہیں — اس کے

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ

سوائے رفیق — اللہ کو وہ سب یاد ہیں — اور تجھ پر نہیں

عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

ان کا ذمہ ◆ — اور اسی طرح اتارا ہم نے — تجھ پر

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا

قرآن عربی زبان کا — کہ تو ڈر سنادے بڑے گاؤں کو — اور اس کے آس پاس والوں کو ◆

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ

اور ڈر سنادے جمع ہونے کے دن کی — اس میں دھوکا نہیں — ایک فرقہ بہشت میں

وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً

اور ایک فرقہ آگ میں ◆ — اور اگر چاہتا اللہ — تو سب لوگوں کو کرتا ایک ہی

وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ

فرقہ — لیکن وہ داخل کرتا ہے — جس کو چاہے — اپنی رحمت میں

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ

اور گنہگار جو ہیں — ان کا کوئی نہیں رفیق — اور نہ مددگار ◆ — کیا

◆ یعنی اللہ تعالیٰ مومنین کی خطاؤں اور لغزشوں کو معاف فرمائے اور کفار کو دنیا میں ایک دم پکڑ کر بالکلیہ تباہ و برباد نہ کر دے۔

◆ یعنی اپنی مہربانی سے فرشتوں کی دعا قبول کر کے مومنین کی خطاؤں کو معاف کرتا اور کافروں کو ایک مدت کے لئے مہلت دیتا ہے ورنہ دنیا کا سارا کارخانہ چشم زدن میں درہم برہم ہو جائے۔

◆ **مشرکین کا انکار اللہ کے علم میں محفوظ ہے** | یعنی دنیا میں مشرکین کو مہلت تو دیتا ہے لیکن یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمیشہ کے لئے بچ گئے۔ ان کے سب اعمال و احوال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیئے جائیں گے۔ آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ مانتے کیوں نہیں۔ اور نہ ماننے کی صورت میں فوراً تباہ کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ آپ ان باتوں کے ذمہ دار نہیں صرف پیغام حق پہنچا دینے کے ذمہ دار ہیں۔ آگے ہمارا کام ہے وقت آنے پر ہم ان کا سب حساب چکا دیں گے۔

◆ **اُم القریٰ مکہ مکرمہ** | "اُم القریٰ" (بڑا گاؤں) فرمایا مکہ معظمہ کو کہ سارے عرب کا مجمع وہاں ہوتا ہے اور ساری دنیا میں اللہ کا گھر وہیں ہے۔ اور وہی گھر روئے زمین پر سب سے پہلی عبادت گاہ قرار پائی۔ بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے زمین کو اسی جگہ سے پھیلانا شروع کیا جہاں خانہ کعبہ واقع ہے۔ اور مکہ کے آس پاس سے اول ملک عرب اس کے بعد ساری دنیا مراد ہے۔

◆ **حشر کا دن یقینی ہے** | یعنی آگاہ کر دیں کہ ایک دن آنے والا ہے جب تمام اگلے پچھلے خدا کی پیشی میں حساب کے لئے جمع ہوں گے۔ یہ ایک یقینی اور اٹل شدنی بات ہے۔ جس میں کوئی دھوکا فریب اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں چاہئے کہ اس دن کے لئے آدمی تیار ہو جائے۔ اس وقت کل آدمی دو فرقوں میں تقسیم ہوں گے ایک فرقہ جنتی اور ایک دوزخی۔ سوچ لو کہ تم کو کس فرقہ میں شامل ہونا چاہئے اور اس میں شامل ہونے کے لئے کیا سامان کرنا چاہئے۔

◆ **مذہب و ملت کا اختلاف اللہ کی حکمت ہے** | یعنی بیشک اس کو قدرت تھی اگر چاہتا تو سب کو ایک طرح کا بنا دیتا اور ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ لیکن اس کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ اپنی رحمت و غضب دونوں قسم کی صفات کا اظہار فرمائے۔ اس لئے بندوں کے احوال میں اختلاف و تفاوت رکھا کسی کو اس کی فرمانبرداری کی وجہ سے اپنی رحمت کا مورد بنایا اور کسی کو اس کے ظلم و عصیان کی بنا پر رحمت سے دور پھینک دیا۔ جو لوگ رحمت سے دور ہو کر غضب کے مستحق ہوئے اور حکمت الہیہ ان پر سزا جاری کرنے کو مقتضی ہوئی ان کا ٹھکانا کہیں نہیں۔ نہ کوئی رفیق اور مددگار ان کو مل سکتا ہے جو اللہ کی سزا سے بچا دے۔

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ

انہوں نے پکڑے ہیں — اس سے ورے کام بنانے والے — سو اللہ جو ہے وہی ہے کام بنانے والا

وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹

اور وہی جلاتا ہے مُردوں کو — اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے ◆

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ

اور جس بات میں جھگڑا کرتے ہو تم لوگ — کوئی چیز ہو — اس کا فیصلہ ہے اللہ کے حوالے ◆

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝۱۰

وہ اللہ ہے رب میرا — اسی پر ہے مجھ کو بھروسہ — اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے ◆

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

بنا نکالنے والا آسمانوں کا — اور زمین کا — بنا دیے تمہارے واسطے

اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ

تمہی میں سے جوڑے — اور چوپایوں میں سے جوڑے ◆

يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ۭ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ

بکھیرتا ہے تم کو اسی طرح ◆ — نہیں ہے اس کی طرح کا سا کوئی ◆ — اور وہی ہے سننے والا

الْبَصِيْرُ ۝۱۱ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ

دیکھنے والا ◆ — اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی — اور زمین کی — پھیلا دیتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ

روزی — جس کے واسطے چاہے — اور ماپ کر دیتا ہے — وہ ہر چیز کی

◆ یعنی رفیق و مددگار بنانا ہے تو اللہ کو بناؤ جو سارے کام بنا سکتا ہے حتیٰ کہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ بیچارے عاجز مجبور رفیق تمہارا کیا کام بنائیں گے۔

◆ **اللہ کا فیصلہ قطعی ہے** | یعنی سب جھگڑوں کے فیصلے اسی کے سپرد ہونے چاہئیں۔ عقائد ہوں یا احکام، عبادات ہوں یا معاملات، جس چیز میں بھی اختلاف پڑ جائے اس کا بہترین فیصلہ اللہ کے حوالے ہے۔ وہ دلائل کونیہ کے ذریعہ سے یا اپنی کتاب میں یا اپنے رسولوں کی زبان پر صراحۃً یا اشارۃً جس مسئلہ کا جو فیصلہ فرما دے بندہ کو حق نہیں کہ اس میں چون و چرا کرے۔ توحید جو اصل اصول ہے۔ حق تعالیٰ جب قولاً و فعلاً برابر اس کا حکم دیتا رہا ہے پھر کیونکر جائز ہوگا کہ بندہ ایسے قطعی اور محکم فیصلہ میں جھگڑے ڈالے اور بیہودہ شبہات نکال کر اس کے فیصلہ سے سرتابی کرے۔

◆ یعنی میں اسی پر ہمیشہ سے بھروسہ رکھتا ہوں اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع ہوتا رہتا ہوں۔

◆ یعنی چوپایوں میں سے ان کے جوڑے نر و مادہ بنا دیئے کہ وہ بھی تمہارے کام آتے ہیں۔

◆ **انسانوں اور چوپایوں کے جوڑے** | یعنی آدمیوں کے الگ اور جانوروں کے الگ جوڑے بنا کر ان کی نسلیں پھیلا دیں جو تمام روئے زمین پر اپنی روزی اور معیشت کی فکر میں جدوجہد کرتی ہیں۔

◆ **کوئی اللہ کے مثل نہیں** | یعنی نہ ذات میں اس کا کوئی مماثل ہے نہ صفات میں، نہ اس کے احکام اور فیصلوں کی طرح کسی کا حکم اور فیصلہ ہے نہ اس کے دین کی طرح کوئی دین ہے، نہ اس کا کوئی جوڑا ہے نہ ہمسر نہ ہم جنس۔

◆ یعنی بیشک ہر چیز کو دیکھتا سنتا ہے مگر اس کا دیکھنا بھی مخلوق کی طرح نہیں۔ کمالات اس کی ذات میں سب ہیں، پر کوئی کمال ایسا نہیں جس کی کیفیت بیان کی جاسکے۔ کیونکہ اس کی نظیر کہیں موجود نہیں۔ وہ مخلوق کی مشابہت و مماثلت سے بالکلیہ پاک اور مقدس و منزہ ہے۔ پھر اس کی صفات کی کیفیت کس طرح سمجھ میں آسکے۔

عَلِيْمٌ ۝ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ

خبر رکھتا ہے ◆ راہ ڈال دی تمہارے لیے دین میں وہی جس کا حکم کیا تھا

نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ

نوح کو اور جس کا حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور جس کا حکم کیا ہم نے

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو ◆ یہ کہ قائم رکھو دین کو

وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا

اور اختلاف نہ ڈالو اس میں ◆ بھاری ہے شرک کرنے والوں کو وہ چیز

تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ

جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف سے جس کو چاہے

وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا

اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لائے ◆ اور جنہوں نے اختلاف ڈالا

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا

سو سمجھ چکنے کے بعد آپس کی ضد سے اور اگر نہ ہوتی

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ

ایک بات جو نکل چکی ہے تیرے رب سے ایک مقرر وعدہ تک تو فیصلہ ہو جاتا

بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

ان میں اور جن کو ملی ہے (انکی) کتاب ان کے پیچھے

اللہ تمام خزانوں کا مالک ہے تمام خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی کو قبضہ اور اختیار حاصل ہے کہ جس خزانہ میں سے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے۔ تمام جانداروں کو وہ ہی روزی دیتا ہے۔ لیکن کم و بیش کی تعیین اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ اسی کو معلوم ہے کہ کون چیز کتنی عطا کی مستحق ہے اور اس کے حق میں کس قدر دینا مصلحت ہوگا۔ جو حال روزی کا ہے وہ ہی دوسری عطایا میں سمجھو۔

سب سے پہلے شارع حضرت نوحؑ آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ فی الحقیقت تشریع احکام کا سلسلہ ان ہی سے شروع ہوا۔ اور آخری نبی حضورؐ ہیں جن پر سلسلہ رسالت و نبوت ختم کیا ہوا۔ درمیان میں جو انبیاء و رسل آئے ان میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام یہ تین زیادہ مشہور ہوئے جن کے نام لیوا ہر زمانہ میں بکثرت موجود رہا کیے۔ ان پانچوں کو اولوالعزم پیغمبر کہتے ہیں۔ بہرحال اس جگہ حق تعالیٰ نے صاف طور پر بتلا دیا کہ اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔ کیونکہ عقائد، اخلاق اور اصول دیانات میں تمام متفق رہے ہیں۔ البتہ بعض فروع میں حسب مصلحت زمانہ کچھ تفاوت ہوا اور دین کے قائم کرنے کے طور و طریق ہر وقت میں اللہ نے جدا ٹھہرائے ہیں۔ جس کو دوسری جگہ فرما دیا۔ "لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا"

یعنی سب انبیاء اور ان کی امتوں کو حکم ہوا کہ دین الٰہی کو اپنے قول و عمل سے قائم رکھیں اور اصل دین میں کسی طرح کی تفریق و اختلاف کو روا نہ رکھیں۔

مشرکین پر توحید بہت بھاری ہے یعنی آپ جس دین توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں مشرکین پر وہ بہت بھاری ہے گویا آپ کوئی نئی اور انوکھی چیز پیش کر رہے ہیں جو کسی نے پہلے پیش نہیں کی تھی، بھلا توحید جیسی صاف، معقول اور متفق علیہ چیز بھی جب بھاری معلوم ہونے لگی اور اس میں بھی لوگ اختلاف ڈالنے بدون نہ رہے، تو جہالت اور بدبختی کی حد ہو گئی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہدایت وغیرہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جسے وہ چاہے بندوں میں سے چن کر اپنی طرف کھینچ لے اور اپنی رحمت و موہبت سے مقام قرب و اصطفاء پر فائز فرما دے۔ اور جو لوگ اپنی حسن استعداد سے اس کی طرف رجوع ہوتے اور کوششیں کرتے ہیں ان کی محنت کو ٹھکانے لگانا اور دستگیری کر کے کامیاب فرمانا بھی اسی کا کام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ" (القصص۔ رکوع ۷) وقال "اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ" (حج۔ رکوع ۱۰) وقال۔ "وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (عنکبوت۔ رکوع ۷) بہرحال حکمت الٰہی جس کی ہدایت کو مقتضی ہو وہ ہی ہدایت پا سکتا اور فائز المرام ہو سکتا ہے

لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ مُرِیۡبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِکَ فَادۡعُ ۚ

البتہ اس کے دھوکے میں ہیں جو شک میں آنے دیتا ◆ سو تو اسی طرف بلا

وَ اسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعۡ اَہۡوَآءَہُمۡ ۚ وَ قُلۡ

اور قائم رہ جیسا کہ فرما دیا ہے تجھ کو اور مت چل ان کی خواہشوں پر اور کہہ

اٰمَنۡتُ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنۡ کِتٰبٍ ۚ وَ اُمِرۡتُ

میں یقین لایا ہر کتاب پر جو اتاری اللہ نے اور مجھ کو حکم ہے کہ

لِاَعۡدِلَ بَیۡنَکُمۡ ؕ اَللّٰہُ رَبُّنَا وَ رَبُّکُمۡ ؕ لَنَاۤ اَعۡمَالُنَا

انصاف کروں تمہارے بیچ میں اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا ہم کو ملیں گے ہمارے کام

وَ لَکُمۡ اَعۡمَالُکُمۡ ؕ لَا حُجَّۃَ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ ؕ اَللّٰہُ

اور تم کو تمہارے کام کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں اللہ

یَجۡمَعُ بَیۡنَنَا ۚ وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۵﴾ وَ الَّذِیۡنَ یُحَآجُّوۡنَ

اکٹھا کرے گا ہم سب کو اور اسی کی طرف پھر جانا ہے ◆ اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں

فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا اسۡتُجِیۡبَ لَہٗ حُجَّتُہُمۡ

اللہ کی بات میں جب لوگ اس کو مان چکے ان کا جھگڑا

دَاحِضَۃٌ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ وَ عَلَیۡہِمۡ غَضَبٌ وَّ لَہُمۡ عَذَابٌ

باطل ہے ان کے رب کے یہاں اور ان پر غصہ ہے اور ان کو سخت

شَدِیۡدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰہُ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ

عذاب ہے ◆ اللہ وہی ہے جس نے اتاری کتاب سچے دین پر

◆ **اختلاف عقائد کی تکوینی مصلحت** | یعنی توحید اور اصول دین میں جنہوں نے اختلاف ڈالا اور کتب سماویہ میں تحریف کی وہ کچھ غلط فہمی یا اشتباہ کی وجہ سے نہ تھی۔ ایسی صاف و صریح اور محکم علمی تعلیمات میں اشتباہ و التباس کیا ہو سکتا تھا۔ محض نفسانیت، ضد، عداوت اور طلب مال و جاہ وغیرہ اسباب ہیں جو فی الحقیقت اس تفریق و اختلاف مذموم کا باعث ہوئے ہیں۔ بعدہٗ جب اختلاف قائم ہو گئے اور مختلف مذاہب نے الگ الگ صورت پکڑ لی تو پیچھے آنے والی نسلیں عجیب خبط اور دھوکہ میں پڑ گئیں اور ایسے شکوک و شبہات پیدا کر لیے گئے جو کسی حال ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتے۔ مگر یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے بندوں کو ڈھیل دی۔ اگر وہ چاہتا تو سارے اختلافات کو ایک دم میں ختم کر دیتا۔ لیکن ایسا کرنا تکوین کی غرض اصلی کے منافی تھا۔ اس کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی تھی کہ ان اختلافات کا کلی اور دو ٹوک فیصلہ ایک وقت معین پر زندگی کے دوسرے دور میں کیا جائے۔ اگر یہ بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی تو سب جھگڑے قضیے ذرا ہاتھوں ہاتھ ختم کر دیے جاتے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو دعوت حق کا حکم** | یعنی جب دین حق کے متعلق تفریق و اختلاف کے طوفان چاروں طرف سے اٹھ رہے ہیں تو آپ کا فرض یہ ہے کہ پیغمبرانہ اولوالعزمی کے ساتھ اسی دین و آئین کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں جس کی دعوت آدم و نوح اور ان کے بعد تمام انبیاء دیتے چلے آئے ہیں۔ آپ اپنے پروردگار کے حکم سے ذرا ادھر ادھر نہ ہوں۔ قولاً و فعلاً اور عملاً و حالاً برابر اسی راستہ پر گامزن رہیں جس پر اب تک رہے ہیں۔ مکذبین اور معاندین کی خواہشات کی ذرا پرواہ نہ کریں اور صاف اعلان کر دیں کہ میں اللہ کی نازل کی ہوئی ہر کتاب پر خواہ وہ تورات ہو یا انجیل یا قرآن یا کوئی صحیفہ جو کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوا ہو سچے دل سے یقین رکھتا ہوں۔ میرا کام کل صداقتوں کو جھٹلانا نہیں بلکہ سب کو تسلیم کرنا اور باقی رکھنا ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ جو اختلافات تم نے ڈالے ہیں ان کا منصفانہ فیصلہ دوں اور تبلیغ احکام و شرائع یا فصل خصومات میں عدل و مساوات کا اصول قائم رکھوں۔ ہر وہ سچائی جو کسی جگہ یا کسی مذہب میں ملے اسے بے تکلف تسلیم کروں۔ جس طرح تم کو خدا کی بندگی اور فرمانبرداری کی طرف بلاؤں، تم سے پہلے میں خود احکام الٰہی کی پوری تعمیل کر کے اس کا کامل فرمانبردار بندہ ہونا ثابت کروں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا اور ہمارا رب ایک ہی ہے۔ اس لیے ہم سب کو اسی کی خوشنودی کے لیے کام کرنا چاہیے۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو ہمارا تم سے کچھ تعلق نہیں۔ ہم دعوت و تبلیغ کا فرض ادا کر کے سبکدوش ہو چکے۔ ہم میں سے کوئی دوسرے کے عمل کا ذمہ دار نہیں۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے جو وہی اس کے آگے آئے گا۔ چاہیے کہ اس کے نتائج برداشت کرنے کے لیے تیار رہے۔ آگے ہم کو تم سے جھگڑنے اور بحث و تکرار کی ضرورت نہیں۔ سب کو خدا کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ وہیں جا کر ہر ایک کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کر لایا ہے۔

تنبیہ: یہ آیت مکی ہیں۔ مقاتل کی آیتیں مدینہ میں نازل ہوئیں۔

◆ یعنی اللہ کے دین، اس کی کتاب اور اس کی باتوں کی سچائی جب علانیہ ظاہر ہو چکی حتیٰ کہ بہت سے سمجھدار لوگ اس کو قبول کر چکے اور بہتیرے قبول نہ کرنے کے باوجود اس کی سچائی کا اقرار کرنے لگے۔ اس قدر ظہور و وضوح حق کے بعد جو لوگ خواہ مخواہ جھگڑے ڈالتے یا ماننے والوں سے الجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور سخت عذاب کے مستوجب ہیں اور ان کے سب جھگڑے جھوٹے اور سب حجتیں پادر ہوا اور باطل ہیں۔

وَالْمِيزَانَ ۗ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ

اور ترازو بھی ◆ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی

قَرِيبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ

پاس ہو ◆ جلدی کرتے ہیں اس گھڑی کی وہ لوگ کہ یقین نہیں رکھتے اس پر

وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا

اور جو یقین رکھتے ہیں ان کو اس کا ڈر ہے اور جانتے ہیں کہ وہ

الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ

ٹھیک ہے سنتا ہے جو لوگ جھگڑتے ہیں اس گھڑی کے بارے میں

لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ

وہ بہک کر دور جا پڑے ◆ اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر ◆ روزی دیتا ہے

مَنْ يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾ مَنْ كَانَ

جس کو چاہے اور وہی ہے زور آور زبردست ◆ جو کوئی

يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ

چاہتا ہو آخرت کی کھیتی زیادہ کریں (بڑھا دیں) اس کے واسطے اس کی کھیتی ◆ اور جو کوئی

كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي

چاہتا ہو دنیا کی کھیتی اس کو دیویں ہم کچھ اس میں سے اور اس کے لیے نہیں

الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿٢٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا

آخرت میں کچھ حصہ ◆ کیا ان کے لیے اور شریک ہیں کہ راہ ڈالی ہے انہوں نے

◆ **نزول میزان** | اللہ نے مادی ترازو بھی اتاری جس میں اجسام تلتے ہیں اور علمی ترازو بھی جسے عقل سلیم کہتے ہیں اور اخلاقی ترازو بھی جسے صفت عدل وانصاف کہا جاتا ہے اور سب بڑی ترازو دین حق ہے جو خالق ومخلوق کے حقوق کا ٹھیک ٹھیک تصفیہ کرتا ہے اور جس میں بات پوری تلی ہے نہ کم نہ زیادہ۔

◆ یعنی اپنے اعمال واحوال کو کتاب اللہ کی کسوٹی پر کس کر اور دین حق کے ترازو میں تول کر دیکھ لو کہاں تک کھرے اور پورے اترتے ہیں۔ کیا معلوم ہے کہ قیامت کی گھڑی بالکل قریب ہی آ گئی ہو، پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ جو فکر کرنا ہے اس کے آنے سے پہلے کر لو۔

◆ **قیامت کے بارے میں منکرین کا استہزاء** | یعنی جن کو قیامت پر یقین نہیں وہ ہنسی مذاق کے طور پر نہایت بے فکری سے کہتے ہیں کہ ہاں صاحب وہ قیامت کب آئے گی؟ آخر دیر کیا ہے؟ جلدی کیوں نہیں آ جاتی؟ لیکن جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان ویقین سے بہرہ ور کیا ہے، وہ اس ہولناک گھڑی کے تصور سے لرزتے اور کانپتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ چیز ہونے والی ہے کسی کے ٹلائے ٹل نہیں سکتی۔ اسی لئے اس کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ ان جھگڑنے والے منکرین کا حشر کیا ہونا ہے۔ جب ایک شخص کو قیامت کے آنے کا یقین ہی نہیں وہ تیاری کیا خاک کرے گا۔ پس جتنا اس حقیقت کا مذاق اڑائے گا گمراہی میں اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔

◆ یعنی باوجود تکذیب وانکار کے روزی کسی کی بند نہیں کرتا۔ بلکہ بندوں کے باریک سے باریک احوال کی رعایت کرتا اور نہایت نرمی اور تدبیر لطیف سے ان کی تربیت فرماتا ہے۔

◆ جس کو چاہے جتنی چاہے دے۔

◆ **نیکی کا دس سے سات سو گنا ثواب** | ایک نیکی کا دس گنا ثواب دیں، بلکہ سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ۔ اور دنیا میں ایمان وعمل صالح کی برکت سے جو فراخی وبرکت ملے وہ الگ رہی۔

◆ **دنیا کا اجر محنت کے مطابق ملتا ہے** | دنیا کے واسطے جو محنت کرے موافق قسمت کے ملے، پھر اس محنت کا فائدہ آخرت میں کچھ نہیں۔ کما قال تعالیٰ "عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ" (بنی اسرائیل۔ رکوع ۲)

لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

ان کے واسطے دین کی ‌‌‌‌ کہ جس کا حکم نہیں دیا اللہ نے ◆ اور اگر نہ مقرر ہو چکی ہوتی

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ

ایک بات فیصلہ کی ‌‌ تو فیصلہ ہو جاتا ان میں ‌‌ اور بے شک جو گنہگار ہیں ‌‌ ان کو

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا

عذاب ہے دردناک ◆ تو دیکھے گا گنہگاروں کو ‌‌ کہ ڈر رہے ہوں گے ‌‌ اپنی

كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کمائی سے ‌‌ اور وہ پڑ کر رہے گا (رہے گی) ان پر ◆ اور جو لوگ یقین لائے ‌‌ اور کیے

الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ

کام بھلے ‌‌ باغوں میں ہیں جنت کے ‌‌ ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ

اپنے رب کے پاس ‌‌ یہی ہے بڑی بزرگی ◆ یہ ہے جو

يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

خوشخبری دیتا ہے اللہ ‌‌ اپنے ان بندوں کو ‌‌ جو یقین لائے اور کیے بھلے کام ◆

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ

تو کہہ ‌‌ میں مانگتا نہیں تم سے ‌‌ اس پر کچھ بدلہ ‌‌ مگر دوستی چاہیے ‌‌ قرابت میں ◆

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور جو کوئی کمائے گا نیکی ‌‌ ہم اس کو بڑھا دیں گے اس کی (اس میں) خوبی ‌‌ بے شک اللہ

◆۱ **مشرکین کا باطل راستہ** | یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی زبانی آخرت کا اور دین حق کا راستہ بتلا دیا۔ کیا اس کے سوا کوئی ایسی ہستی ایسی ہے جسے کوئی دوسرا راستہ مقرر کرنے کا حق اور اختیار حاصل ہو کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا دے۔ پھر آخر ان مشرکین نے اللہ کی وہ راہ چھوڑ کر جو انبیاء علیہم السلام نے بتلائی تھی دوسری راہیں کہاں سے نکال لیں۔

◆۲ یعنی فیصلہ کا وعدہ ہے اپنے وقت پر۔

◆۳ یعنی اپنی کرتوت کے نتائج سے خواہ آج نہ ڈریں مگر اس دن ڈرتے ہوں گے اور یہ ڈر ان پر ضرور پڑ کر رہے گا۔ کوئی شکل بچاؤ اور فرار کی نہ ہوگی۔

◆۴ **جنت کی نعمتیں** | یعنی جنت میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی راحتیں اور اپنے رب کا قرب یہ ہی بڑا فضل ہے۔ دنیا کے عیش اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

◆۵ یعنی اللہ جو خوشخبری دے وہ لا محالہ واقع ہو کر رہے گی۔

◆۶ **میں اس دعوت پر کوئی اجر نہیں مانگتا** | یعنی قرآن جیسی دولت تم کو دے رہا ہوں اور ابدی نجات و فلاح کا راستہ بتلاتا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہوں۔ یہ سب محض لوجہ اللہ ہے۔ اس خیر خواہی اور احسان کا تم سے کچھ بدلہ نہیں مانگتا۔ صرف ایک بات چاہتا ہوں کہ تم سے جو میرے نسبی و خاندانی تعلقات ہیں کم از کم ان کو نظر انداز نہ کرو۔ آخر تمہارا معاملہ اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ بسا اوقات ان کی بے موقع بھی حمایت کرتے ہو۔ میرا کہنا یہ ہے کہ تم اگر میری بات نہیں مانتے۔ نہ مانو، میرا دین قبول نہیں کرتے، یا میری تائید و حمایت میں کھڑے نہیں ہوتے، نہ سہی لیکن کم از کم قرابت و رحم کا خیال کر کے ظلم و ایذا رسانی سے باز رہو اور مجھ کو اتنی آزادی دو کہ میں اپنے پروردگار کا پیغام دنیا کو پہنچاتا رہوں۔ کیا اتنی دوستی اور فطری محبت کا بھی میں مستحق نہیں ہوں۔ | **تنبیہ** | آیت کے یہ معنی حضرت ابن عباسؓ سے صحیحین میں منقول ہیں۔ بعض سلف نے "اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" کا مطلب یہ لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرو اور حق قرابت کو پہچانو۔ اور بعض نے "قُرْبٰی" سے اللہ کا قرب اور نزدیکی مراد لی ہے یعنی ان کاموں کی محبت جو خدا سے قریب کرنے والے ہوں مگر صحیح اور راجح تفسیر وہی ہے جو ہم نے اول نقل کی ہے۔ بعض علماء نے "مَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" سے اہل بیت نبوی کی محبت مراد لے کر یوں معنی کئے ہیں کہ میں تم سے تبلیغ پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا بجز اس کے کہ میرے اقارب کے ساتھ محبت کرو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اہل بیت اور اقارب نبی کریم ﷺ کی محبت و تعظیم اور حقوق شناسی امت پر لازم و واجب اور جزو ایمان ہے اور ان سے جس قدر محبت ہو وہ حقیقت میں حضور ﷺ کی محبت پر متفرع ہے۔ لیکن آیت ہٰذا کی تفسیر اس طرح کرنا شان نزول اور روایات صحیحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ حضور ﷺ کی شان رفیع کے مناسب نہیں معلوم ہوتا واللہ اعلم۔

غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿٢٣﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ

معاف کرنے والا قدر ماننے والا ہے ۞ کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے باندھا اللہ پر جھوٹ

فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ

سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر اور مٹاتا ہے اللہ

الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

جھوٹ کو اور ثابت کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے اس کو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٤﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ

جو دلوں میں ہے ۞ اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ

عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا

اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے برائیاں اور جانتا ہے جو کچھ

تَفْعَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ لا وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

تم کرتے ہو اور دعا سنتا ہے ایمان والوں کی جو کئے

الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ

کام کرتے ہیں اور زیادہ دیتا ہے ان کو اپنے فضل سے ۞ اور جو منکر ہیں ان کے لیے

عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ

سخت عذاب ہے اور اگر پھیلا دے (فراخ کر دے) اللہ روزی اپنے بندوں کو

لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ

تو دھوم (فساد) مچا دیں ملک میں ولیکن اتارتا ہے ناپ کر جتنی چاہتا ہے

نیکی کو بڑھایا جاتا ہے | یعنی انسان بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی کو بڑھاتا ہے، آخرت میں تو اجر و ثواب کے اعتبار سے اور دنیا میں نیک خوئی عطا فرما کر اور ایسے آدمی کی لغزشوں کو بھی معاف فرماتا ہے۔ شاید یہاں اس مضمون کا ذکر اس لئے فرمایا کہ کم از کم قرابت کی محبت مطلوب ہے، جس کا حاصل ایذا اور ظلم سے روکنا تھا۔ لیکن جو اس سے زائد نیکی دکھلائے وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے ہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی، بلکہ بڑھتی رہتی ہے۔

حق کو ثابت اور جھوٹ کو محو کیا جاتا ہے | یعنی بفرض محال اگر کوئی بات بھی خدا کی نسبت جھوٹ بنا کر کہہ دے تو اللہ کو قدرت ہے کہ تیرے دل پر مہر کر دے، پھر فرشتہ یہ کلام معجز لے کر تیرے قلب پر نہ اتر سکے اور سلسلہ وحی کا بند ہو جائے۔ بلکہ پہلا دیا ہوا بھی سلب کر لیا جائے کما قال "وَلَئِنۡ شِئۡنَا لَنَذۡهَبَنَّ بِالَّذِیۡۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیۡنَا وَکِیۡلًا اِلَّا رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّکَ اِنَّ فَضۡلَهٗ کَانَ عَلَیۡکَ کَبِیۡرًا" (بنی اسرائیل، رکوع ۱۰) مگر چونکہ واقع میں قطعاً کذب و افتراء کا شائبہ نہیں۔ اس لئے محض بدبختوں کی قدر ناشناسی اور طعن و تشنیع کی وجہ سے یہ فیض منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ یقیناً اللہ اس کو جاری رکھے گا اور اپنی باتوں سے عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر کے رہے گا۔ اس وقت سب کو صاف کھل جائے گا کہ فریقین میں جھوٹا اور مفتری کون ہے اور کس کے دل پر اللہ نے فی الواقع مہر لگا دی ہے کہ خیر کے اترنے اور حق کے قبول کرنے کی اس میں مطلقاً گنجائش نہیں رہی۔ رہا یہ سوال کہ اللہ کی وہ باتیں کیا ہیں جن سے جھوٹ ملیامیٹ ہو اور حق ثابت ہو جائے تو میرے نزدیک وہ ہی دلائل و براہین ہیں جو قرآن اور پیغمبر کی صداقت پر اس نے قائم کی ہیں بالخصوص وہ آیات انفسیہ و آفاقیہ جن کا ذکر سورہ "حٰمٓ السجدہ" کے آخر پر "سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا فِی الۡاٰفَاقِ وَفِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَقُّ" کے حاشیہ میں کیا گیا ہے۔ ان آیات کے ظاہر ہونے پر سب کھرے اور کھوٹے دلوں کا حال علانیہ واضح ہو جائے گا۔ **تنبیہ** آیت ہذا کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں۔ بندہ کے نزدیک بے تکلف یہی مطلب ہے جو اوپر عرض کیا۔ اس تقریر پر "وَیَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ" جملہ مستانفہ ہوا، جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور اکثر محققین نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ البتہ مضارع کے معنی مترجم رحمہ اللہ نے حال کے لئے ہیں جو بالکل صحیح ہیں۔ مگر بندہ کے خیال میں یہاں استقبال لینا زیادہ چسپاں ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ "وَیَمۡحُ اللّٰهُ الۡبَاطِلَ" کا عطف "یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِکَ" پر کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ "یعنی اللہ چاہے اور یہ کیوں جھوٹ بولنے دے۔ دل کو بند کر دے کہ مضمون ہی نہ آئے جس کو باندھ سکے اور چاہے تو کفر کو مٹا دے بے پیغام بھیجے۔ مگر وہ اپنی باتوں سے دین کو ثابت کرتا ہے اس واسطے نبی پر اپنا کلام بھیجتا ہے۔"

مومنین پر اللہ کے انعامات | یعنی نبی خدا کا پیغام پہنچاتا ہے، تم جھوٹ سمجھو یا سچ۔ اس کے بعد بندوں کا سارا معاملہ خدا سے ہے ہر ایک بندہ سے دنیا اور آخرت میں اس کے حال و استعداد کے موافق معاملہ ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور باوجود سب کچھ جاننے کے کتنی برائیوں سے درگذر کرتا ہے جو ایماندار اور نیک بندے اس کی بات سنتے ہیں وہ ان کی دعائیں سنتا اور ان کی طاعات کو شرف قبولیت بخشتا ہے اور جس قدر اجر و ثواب کے وہ عام ضابطہ سے مستحق ہوں اپنے فضل سے اس سے کہیں زائد مرحمت فرماتا ہے۔ رہ گئے منکر اور پکے کافر جن کو مرتے دم تک رجوع و توبہ کی توفیق میسر نہیں ہوئی ان کا انجام اگلے جملہ میں مذکور ہے۔

إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿٢٧﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ

بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے دیکھتا ہے ◆ اور وہی ہے جو اتارتا ہے

الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ

مینہ بعد اس کے کہ لوگ ٹوٹ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی ہے

الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٨﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَ

کام بنانے والا سب تعریفوں کے لائق ◆ اور ایک اس کی نشانی ہے بنانا آسمانوں کا اور

الْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ

زمین کا ◆ اور جس قدر بکھیر رکھے ہیں ان میں جانور ◆ اور وہ

جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿٢٩﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ

جب چاہے ان سب کو اکٹھا کر سکتا ہے ◆ اور جو پڑے تم پر کوئی

مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ﴿٣٠﴾

سختی سو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہے بہت سے گناہ ◆

وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِنْ

اور تم تھکا دینے والے نہیں بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں تمہارا

دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿٣١﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ

اللہ کے سوا کام بنانے والا اور نہ مددگار ◆ اور ایک اس کی نشانی ہے کہ جہاز چلتے ہیں

◆ **غنا کو عام نہ کرنے کی حکمت** خدا کے خزانوں میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اگر چاہے تو اپنے تمام بندوں کو غنی اور تونگر بنا دے لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں کہ سب کو بے اندازہ روزی دے کر خوش عیش رکھا جائے۔ ایسا کیا جاتا تو عموماً لوگ طغیان و تمرد اختیار کر کے دنیا میں اودھم مچا دیتے۔ نہ خدا کے سامنے جھکتے نہ اس کی مخلوق کو خاطر میں لاتے۔ جو سامان دیا جاتا کوئی اس پر قناعت نہ کرتا جس

اور زیادہ بڑھ جاتی جیسا کہ ہم بحالت موجودہ بھی عموماً مرفہ الحال لوگوں میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ جتنا آجائے اس سے زیادہ کے طالب رہتے ہیں اور کوشش اور تمنا یہ ہوتی ہے کہ سب کے گھر خالی کر کے اپنا گھر بھر لیں۔ ظاہر ہے کہ ان جذبات کے ماتحت عام فارغ البالی اور خوشحالی کی صورت میں کیسا عام اور زبردست تصادم ہوتا اور کسی کو کسی سے دبنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ اس دنیا کے عام مذاق و رجحان کے خلاف فرض کیجئے کسی وقت غیر معمولی طور پر کسی مصلح اعظم اور مامور من اللہ کی نگرانی میں عام خوشحالی اور فارغ البالی کے باوجود باہمی آویزش اور طغیان و سرکشی کی نوبت نہ آئے اور زمانہ کے انقلاب عظیم سے دنیا کی طبائع میں انقلاب پیدا کر دیا جائے وہ اس عادی اور اکثری قاعدہ سے مستثنیٰ ہوگا۔ بہرحال دنیا کو بحالت موجودہ جس نظام پر چلانا ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ غناء عام نہ کیا جائے بلکہ ہر ایک کو اس کی استعداد اور احوال کی رعایت سے جتنا مناسب ہو جانچ تول کر دیا جائے۔ اور یہ خدا ہی کو خبر ہے کہ کس کے حق میں کیا صورت مصلح ہے۔ کیونکہ سب کے اگلے اور پچھلے حالات اسی کے سامنے ہیں۔

◆ **اللہ کی طرف سے باران رحمت** | یعنی بہت مرتبہ ظاہری اسباب و علامات پر نظر کر کے سب لوگ بارش سے مایوس ہو جاتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ باران رحمت نازل فرماتا اور اپنی مہربانی کے آثار و برکات چاروں طرف پھیلا دیتا ہے۔ تا بندوں پر ثابت ہو جائے کہ رزق کی طرح اسباب رزق بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جیسے وہ روزی ایک خاص انداز سے عطا کرتا ہے بارش بھی خاص اوقات اور خاص مقدار میں مرحمت فرماتا ہے۔ بات یہ ہے کہ سب کام اسی کے اختیار میں ہیں اور جو کچھ وہ کرے عین حکمت و صواب ہے کیونکہ تمام خوبیاں اور کمالات اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ اور ہر قسم کی کارسازی اور امداد و اعانت بندوں کی اسی سے ہو سکتی ہے۔ **تنبیہ** | اللہ کی رحمت و قدرت کی طرف سے مایوس ہو جانا کافروں کا شیوہ ہے لیکن ایک مومن کی نظر میں اسباب کا سلسلہ یاس انگیز ہو سکتا ہے جیسے فرمایا "فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا" (یوسف۔ رکوع ۱۰) اور "حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ" (یوسف۔ رکوع ۱۲)

◆ **ہر مخلوق اللہ کے قبضہ میں ہے** | یعنی جس طرح رزق پہنچانا اور اس کے اسباب (بارش وغیرہ کا) مہیا کرنا اس کے قبضہ میں ہیں سارے اسباب کے اسباب جو پیدا کیے اور ان کے آثار و نتائج بھی اسی کی مخلوق ہیں۔

◆ **آسمان کی جاندار مخلوق** | آیت سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی طرح آسمانوں پر بھی جانداروں کی قسم سے کوئی مخلوق پائی جاتی ہے۔

◆ یعنی جس نے بکھیرا وہی سب کو اکٹھا کر سکتا ہے۔ اور یہ قیامت کے دن ہوگا۔

◆ **ہر مصیبت اعمال بد کا نتیجہ ہے** | یعنی جیسی نعمتیں ایک خاص انداز اور خاص اوقات و احوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں، مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے۔ مثلاً بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا بعض اوقات والدین کی بدپرہیزی بچہ کے لئے مصیبت کر دیتی ہے یا کبھی ایک محلہ والے یا شہر والے کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ اور شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہی حال روحانی اور باطنی بدپرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھو۔ گویا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ناشائستہ کا نتیجہ ہے۔ اور مستقبل میں ان کے لئے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچاتی ہے اور یہ اسی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت گناہوں سے درگذر کرتی ہے۔ اگر ہر ایک جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی متنفس بھی باقی نہ رہتا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ خطاب عاقل، بالغ لوگوں کو ہے گنہگار ہوں یا نیک۔ مگر نبی اس میں داخل نہیں (اور چھوٹے بچے بھی شامل نہیں) ان کے واسطے اور کچھ ہوگا۔ اور سختی دنیا کی بھی آ گئی۔ اور قبر کی اور آخرت کی۔"

◆ یعنی بہتیری اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے ورنہ جس جرم پر سزا دینا چاہے مجرم بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے سوا کوئی دوسرا حمایت و امداد کے لئے کھڑا ہو سکتا ہے۔

فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ

دریا میں جیسے پہاڑ ◆ اگر چاہے تھام دے ہوا کو پھر رہیں

رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ

سارے دن ٹھیرے ہوئے اس کی پیٹھ پر ◆ مقرر اس بات میں پتے ہیں ہر قائم رہنے والے کو

شَكُورٍ ﴿٣٣﴾ أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ

جو احسان مانے ◆ یا تباہ کردے ان کو بسبب ان کی کمائی کے اور معاف بھی کرے

كَثِيرٍ ﴿٣٤﴾ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا

بہتوں کو ◆ اور تا کہ جان لیں وہ لوگ جو جھگڑتے ہیں ہماری قدرتوں میں کہ نہیں

لَهُمْ مِنْ مَحِيصٍ ﴿٣٥﴾ فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ

ان کے لیے بھاگنے کی جگہ ◆ سو جو کچھ ملا ہے تم کو کوئی چیز ہو سو وہ برتنا ہے

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ

دنیا کی زندگانی میں اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے

آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ

ایمان والوں کے جو اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں ◆ اور جو لوگ کہ بچتے ہیں

كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾

بڑے گناہوں سے اور بے حیائی سے اور جب غصہ آوے تو وہ معاف کر دیتے ہیں ◆

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ

اور جنھوں نے کہ حکم مانا اپنے رب کا اور قائم کیا نماز کو اور کام کرتے ہیں

◆ یعنی جیسے زمین کی سطح پر پہاڑ ابھرے ہوئے ہیں سمندر کی سطح پر بڑے بڑے جہاز ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

◆ **ہواؤں پر حکومت** یعنی ہوا بھی اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اگر ہوا کو ٹھہرا رکھے چلنے نہ دے تو تمام بادبانی جہاز دریا کی پیٹھ پر جہاں کے تہاں کھڑے رہ جائیں۔ غرض پانی اور ہوا سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔

◆ دریائی سفر میں موافق اور ناموافق دونوں قسم کے حالات سے سابقہ پڑتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ انسان موافق حالات پر شکر اور ناموافق حالات پر صبر کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت کو پہچانے۔

◆ **مصائب اعمال کا نتیجہ** یعنی چاہے تو مسافروں کے بعض اعمال کی پاداش میں جہازوں کو تباہ کر ڈالے اور اس تباہی کے وقت بھی بعض کو معاف فرما دے۔

◆ یعنی تباہ اس لئے کئے جائیں کہ ان کے بعض اعمال کا بدلہ ہو اور بڑے بڑے جھگڑالو بھی دیکھ لیں کہ یہاں خدائی گرفت سے نکل کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "جو لوگ ہر چیز اپنی تدبیر سے سمجھتے ہیں اس وقت عاجز رہ جائیں گے۔" کوئی تدبیر بن نہ پڑے گی۔

◆ **آخرت کی نعمتیں بہتر اور پائیدار ہیں** یعنی یہ تمام باتیں سننے کے بعد انسان کو چاہئے کہ اللہ کو راضی رکھنے کی فکر کرے، اس چند روزہ زندگانی اور عیش فانی پر مغرور نہ ہو۔ اور خوب سمجھ لے کہ ایمانداروں کو جو عیش و آرام اللہ کے ہاں ملے گا وہ اس دنیا کے عیش و آرام سے بہتر بھی ہے اور پائدار بھی، نہ اس میں کسی طرح کی کدورت ہوگی نہ فنا و زوال کا کھٹکا ہوگا۔

◆ **مومنین کی بعض صفات** اس کا بیان سورۂ "نساء" کی آیت "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ" کے فوائد میں گذر چکا، وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔ شاید یہاں "كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ" سے وہ بڑے گناہ مراد ہوں جو قوت نظریہ کی اغلاط اور کجی سے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً غلط عقیدے اور "فواحش" وہ گناہ جن میں قوت شہوانیہ کی بے اعتدالی کو دخل ہو۔ آگے "وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ" سے ظاہر ہے کہ قوت غضبیہ کی روک تھام کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ

مشورہ سے آپس کے ◆ اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ

إِذَآ أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ

کہ جب ان پر ہووے چڑھائی تو وہ بدلا لیتے ہیں ◆ اور برائی کا بدلہ ہے برائی

سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهٗ عَلَى

ویسی ہی ◆ پھر جو کوئی معاف کرے اور صلح کرے سو اس کا ثواب ہے

اللّٰهِ ۭ إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ

اللہ کے ذمہ بے شک اس کو پسند نہیں آتے گنہگار ◆ اور جو کوئی بدلہ لے اپنے

ظُلْمِهٖ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ إِنَّمَا السَّبِيْلُ

مظلوم ہونے کے بعد سو ان پر بھی نہیں کچھ الزام ◆ الزام تو

عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْأَرْضِ

ان پر ہے جو ظلم کرتے ہیں لوگوں پر ◆ اور دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ

ناحق ان لوگوں کے لئے ہے عذاب دردناک اور البتہ جس نے سہا

وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ

اور معاف کیا بے شک یہ کام ہمت کے ہیں ◆ اور جس کو راہ نہ سجھائے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ

اللہ تو کوئی نہیں اس کا کام بنانے والا اس کے سوا ◆ اور تو دیکھے گنہگاروں کو

مشورہ کی اہمیت | مشورہ سے کام کرنا اللہ کو پسند ہے دین کا کام ہو یا دنیا کا۔ نبی کریم ﷺ مہمات امور میں برابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے اور صحابہ آپس میں مشورہ کرتے تھے حروب وغیرہ کے متعلق بھی اور بعض مسائل و احکام کی نسبت بھی۔ بلکہ خلافت راشدہ کی بنیاد ہی شوریٰ پر قائم تھی۔ یہ ظاہر ہے کہ مشورہ کی ضرورت ان کاموں میں ہے جو مہتم بالشان ہوں اور جو قرآن و سنت میں منصوص نہ ہوں۔ جو چیز منصوص ہو اس میں رائے و مشورہ کے کوئی معنی نہیں۔ اور ہر چھوٹے بڑے کام میں اگر مشورہ ہوا کرے تو کوئی کام ہو نہ سکے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ ایسے شخص سے لیا جائے جو عاقل و عابد ہو۔ ورنہ اس کی بے عقلی یا بے دینی سے کام خراب ہو جانے کا اندیشہ رہے گا۔

مومنین کا عفو و بدلہ | یعنی جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز و قصور کا اعتراف کر لیا۔ انہوں نے معاف کر دیا۔ یہ محمود ہے اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھا ہی چلا آئے اور ظلم و زور سے دبانے کی کوشش کرے یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا انفرادی شخصی حیثیت سے قطع نظر کر کے دین کی اہانت یا جماعت مسلمین کی تذلیل ہوتی ہے ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں سو وہ بھی بقدر اس کی زیادتی کے۔ جرم سے زائد سزا نہیں دیتے۔

بدلہ کے طور پر جو برائی کی جائے وہ حقیقت میں برائی نہیں محض صورۃً برائی ہوتی ہے۔ "سَیِّئَۃ" کا اطلاق اس پر مشاکلۃً کیا گیا۔

عدل کے ساتھ انتقام کی اجازت | یعنی ظلم اور زیادتی تو اللہ کے ہاں کسی حالت میں پسند نہیں۔ بہترین خصلت یہ ہے کہ آدمی جتنا بدلہ لے سکتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔ بشرطیکہ درگزر کرنے میں بات سنورتی ہو۔

یعنی مظلوم ظالم سے بدلہ لینا چاہے تو اس میں الزام اور گناہ کچھ نہیں۔ ہاں معاف کر دے یہ افضل و احسن ہے۔

یعنی ابتداءً ظلم کرتے ہیں یا انتقام لینے میں حد استحقاق سے بڑھ جاتے ہیں۔

معاف کر دینا ہمت کا کام ہے | یعنی غصہ کو پی جانا اور ایذائیں برداشت کر کے ظالم کو معاف کر دینا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس بندہ پر ظلم ہو اور وہ محض اللہ کے واسطے اس سے درگزر کرے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کی عزت بڑھائے گا اور مدد کرے گا۔

یعنی اللہ کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی کو عدل و انصاف اور صبر و عفو کی اعلیٰ خصلتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ ان بہترین اخلاق کی طرف راہ نہ دے تو کون ہے جو ہاتھ پکڑ کر اخلاق کی پستی اور رسوائی کے گڑھے سے ہم کو نکال سکے۔

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ

جس وقت دیکھیں گے عذاب کہیں گے کسی طرح پھر جانے کی بھی ہوگی کوئی

سَبِيْلٍ ۞ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ

راہ ◆ اور تو دیکھے ان کو کہ سامنے لائے جائیں آگ کے آنکھیں جھکائے (دبکے) ہوئے

الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ

ذلت سے دیکھتے ہوں گے چھپی نگاہ سے ◆ اور کہیں وہ لوگ

اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ

جو ایمان دار تھے مقرر ٹوٹے والے وہی ہیں جنہوں نے کھویا اپنی جان کو اور

اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ

اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن ◆ سنتا ہے گنہگار

عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۞ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ

پڑے ہیں سدا کے عذاب میں اور کوئی نہ ہوئے ان کے ساتھی

يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

جو مدد کرتے ان کی اللہ کے سوا اور جس کو بھٹکائے اللہ

فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۞ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ

اس کے لیے کہیں نہیں راہ ◆ مانو اپنے رب کا حکم اس سے

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ

پہلے کہ آئے وہ دن جس کو پھرنا نہیں اللہ کے یہاں سے ◆ نہیں

◆ **ظالموں کا حال آخرت میں** | یعنی کوئی ایسی شکل بھی ہے کہ ہم دنیا کی طرف پھر واپس کر دیے جائیں اور اس مرتبہ وہاں سے خوب نیک عمل کر کے حاضر ہوں۔

◆ یعنی ایک سہمے ہوئے مجرم کی طرح خوف اور ذلت و ندامت کے مارے نیچی نظر سے دیکھتے ہوں گے۔ کسی سے پوری طرح آنکھیں نہ ملا سکیں گے۔

◆ **کفار نے اپنے گھر والوں کو بھی تباہ کیا** | یعنی بدبخت اپنے ساتھ اپنے متعلقین اور گھر والوں کو بھی لے ڈوبے۔ سب کو تباہ و برباد کر کے چھوڑا۔

◆ یعنی نہ دنیا میں ہدایت کی نہ آخرت میں نجات کی۔

◆ یعنی جیسے دنیا میں عذاب مؤخر ہوتا اور ٹلتا چلا جاتا ہے اس دن نہیں ٹلے گا۔

مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ

کوئی جائے پناہ اس دن اور نہ تمہارے لئے (کوئی) انکار (کرنا) ہوگا ◆ پھر اگر

اَعْرَضُوْا فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ

وہ منہ پھیریں (تو اے نبی) تو نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو ان پر نگہبان تیرا ذمہ

اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

تو بس پہنچا دینا ہے ◆ اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت

فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ

اس پر پھولا نہیں سماتا (اترا جاتا ہے) اور اگر پہنچتی ہے ان کو کوئی برائی بدلے میں اپنی کمائی کے

فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

تو انسان بڑا ناشکرا ہے ◆ اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا

زمین میں پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں

وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ

اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ان کو دیتا ہے ملا کر بیٹے اور

اِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

بیٹیاں اور کر دیتا ہے جس کو چاہے بانجھ وہ ہے سب کچھ جانتا کر سکتا ◆

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ

اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارہ سے یا

یعنی مکر جانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور ابن کثیرؒ نے یوں معنی کئے ہیں کہ کوئی موقع ایسا نہ ملے گا جو تم پہچانے نہ جاؤ۔

آپ ﷺ کے ذمے صرف تبلیغ ہے | یعنی آپ ذمہ دار نہیں کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں۔ آپ کا فرض پیغام الٰہی پہنچا دینا ہے۔ وہ آپ ادا کر رہے ہیں۔ یہ نہیں مانتے تو جائیں جہنم میں۔

انسان ناشکرا ہے | یعنی ان کے اعراض سے آپ غمگین نہ ہوں۔ انسان کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے (اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ) کہ اللہ انعام و احسان فرمائے تو اکڑنے اور اترانے لگتا ہے۔ پھر جہاں اپنی کرتوت کی بدولت کوئی افتاد پڑ گئی، بس سب نعمتیں بھول جاتا ہے اور ایسا ناشکر بن جاتا ہے گویا کبھی اس پر اچھا وقت آیا ہی نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ فراخی اور عیش کی حالت ہو یا تنگی اور تکلیف کی، اپنی حد پر قائم نہیں رہتا۔ البتہ مومنین قانتین کا شیوہ یہ ہے کہ سختی پر صبر اور فراخی کی حالت میں منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں اور کسی حال اس کے انعامات و احسانات کو فراموش نہیں کرتے۔

اولاد دینے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت | یعنی سختی ہو یا نرمی سب احوال خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ آسمان و زمین میں سب جگہ اسی کی سلطنت اور اسی کا حکم چلتا ہے جو چیز چاہے پیدا کرے اور جو چیز جس کو چاہے دے، جس کو چاہے نہ دے۔ دنیا کے رنگارنگ حالات کو دیکھ لو۔ کسی کو سرے سے اولاد ہی نہیں ملتی، کسی کو ملتی ہے تو صرف بیٹیاں، کسی کو صرف بیٹے، کسی کو دونوں، جڑواں یا الگ الگ۔ ان میں کسی کا کچھ دعویٰ نہیں۔ وہ مالک حقیقی ہی جانتا ہے کہ کس شخص کو کس حالت میں رکھنا مناسب ہے اور وہی اپنے علم و حکمت کے موافق تدبیر کرتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے ارادہ کو روک دے یا اس کی تخلیق و تقسیم پر حرف گیری کر سکے۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ ہر قسم کے نرم و گرم حالات میں اسی کی طرف رجوع کرے اور ہمیشہ اپنی ناچیز حقیقت کو پیش نظر رکھ کر تکبر یا کفران نعمت سے باز رہے۔

وَرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ

پردے کے پیچھے سے — یا بھیجے — کوئی پیغام لانے والا — پھر وہ پہنچا دے اس کے حکم سے

مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ

جو وہ چاہے — تحقیق وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا — اور اسی طرح بھیجا ہم نے

اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ

تیری طرف ایک فرشتہ — اپنے حکم سے — تو نہ جانتا تھا — کہ کیا ہے کتاب

وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ

اور نہ ایمان — لیکن ہم نے رکھی ہے یہ روشنی اس سے راہ — سمجھا دیتے ہیں — جس کو

نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾

چاہیں — اپنے بندوں میں — اور بے شک تو — سمجھاتا ہے — سیدھی راہ

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

راہ اللہ کی جس کا ہے — جو کچھ ہے آسمانوں میں — اور

الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾

زمین میں — سنتا ہے اللہ ہی تک — پہنچتے ہیں سب کام

آیاتہا ۸۹ ۔ (۴۳) سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (۶۳) ۔ رکوعاتہا ۷

سورۃ زخرف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نواسی آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

◆ **کوئی بشر اللہ سے براہ راست بات نہیں کر سکتا** کوئی بشر اپنی عنصری ساخت اور موجودہ قویٰ کے اعتبار سے یہ طاقت نہیں رکھتا کہ خداوند قدوس اس دنیا میں اس کے سامنے ہو کر مشافہۃً کلام فرمائے اور وہ تحمل کر سکے۔ اسی لئے کسی بشر سے اس کے ہمکلام ہونے کی تین صورتیں ہیں

کلام الٰہی کی تین صورتیں (الف) بلا واسطہ پردہ کے پیچھے سے کلام فرمائے۔ یعنی نبی کی قوت سامعہ استماع کلام سے لذت اندوز ہو مگر اس حالت میں آنکھیں دولت دیدار سے متمتع نہ ہو سکیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ الاسراء میں پیش آیا۔ (ب) بواسطہ فرشتہ کے حق تعالیٰ کلام فرمائے مگر فرشتہ مجسد ہو کر آنکھوں کے سامنے نہ آئے۔ بلکہ براہ راست نبی کے قلب پر نزول کرے اور قلب ہی سے ادراک فرشتہ کا اور صوت کا ہوتا ہو۔ حواس ظاہرہ کو چنداں دخل نہ ہو۔ میرے خیال میں یہ صورت ہے جس کو عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں "یأتینی فی مثل صلصلۃ الجرس" سے تعبیر فرمایا ہے اور صحیح بخاری کے ابواب بدء الخلق میں وحی کی اس صورت میں بھی اتیان ملک کی تصریح موجود ہے۔ اسی کو حدیث میں "وھو اشدہ علی" فرمایا اور شاید وحی قرآنی بکثرت اسی صورت میں آتی ہو جیسا کہ "نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ" اور "فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ" میں لفظ "قلبک" سے اشارہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ یہ معاملہ بالکل پوشیدہ طور پر اندر ہی اندر ہوتا تھا پیغمبر کے وجود سے باہر کوئی چیز محسوس نہ ہوتی تھی اور نہ اس طرح کلام ہوتا تھا جیسے ایک آدمی دوسرے سے بات کرتا ہو کہ پاس بیٹھنے والے سامعین بھی سمجھ لیں اس لئے اس قسم کی خصوصیت کے ساتھ آیت ہذا میں لفظ "وحیا" سے تعبیر کیا۔ کیونکہ لغت میں "وحی" کا لفظ اخفاء اور اشارہ سریعہ پر دلالت کرتا ہے۔ (ج) تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ مجسد ہو کر نبی کے سامنے آ جائے اور اس طرح خدا کا کلام و پیام پہنچائے جیسے ایک آدمی دوسرے سے خطاب کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت جبرئیل ایک دو مرتبہ اپنی اصل صورت میں حضورؐ کے پاس آئے۔ اور اکثر مرتبہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آتے تھے۔ اور کبھی کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں بھی تشریف لائے ہیں۔ اس وقت آنکھیں فرشتہ کو دیکھتیں اور کان اس کی آواز سنتے تھے۔ اور پاس بیٹھنے والے بھی بعض اوقات گفتگو سنتے اور دیکھتے تھے۔ عائشہ صدیقہؓ کی حدیث میں جو دو قسمیں بیان ہوئی ہیں ان میں سے یہ دوسری صورت ہے۔ اور میرے خیال میں اسی کو آیۃ ہذا میں "اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ باقی حجاب والی صورت چونکہ بالکل نادر بلکہ اندر تھی اس لئے عائشہؓ کی حدیث میں اس سے تعرض نہیں کیا گیا۔

◆ یعنی اس کا علو مانع ہے کہ بے حجاب کلام کرے اور حکمت مقتضی ہے کہ بعض صورتیں ہمکلامی کی اختیار کی جائیں۔

◆ **آنحضرت ﷺ پر روح کا بھیجا جانا** حضرت مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اس جگہ روح سے مراد فرشتہ لیا ہے۔ یعنی جبرئیل امین۔ اور یہ بعض مفسرین کی رائے ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں خود قرآن کریم کو روح سے تعبیر فرمایا کیونکہ اس کی تاثیر سے مردہ قلوب زندہ ہوتے ہیں۔ اور انسان کو ابدی حیات نصیب ہوتی ہے۔ دنیا کو دیکھو قوموں میں کفر و ظلم اور بد اخلاقی کی موت مر چکی تھیں کس طرح قرآن نے ان میں جان تازہ ڈال دی۔

◆ یعنی ایمان اور اعمال ایمانیہ کی یہ تفصیل جو بذریعہ وحی اب معلوم ہوئی پہلے سے کہاں معلوم تھی۔ گو نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف تھے۔

◆ یعنی قرآن کی روشنی میں جن بندوں کو ہم چاہیں سعادت و فلاح کے راستہ پر لے چلتے ہیں۔

◆ یعنی آپ تو سب بندوں کو قرآن کریم کے ذریعہ سے اللہ تک پہنچنے کی سیدھی راہ بتلاتے رہتے ہیں کوئی اس پر چلے یا نہ چلے۔

◆ یعنی سیدھی راہ وہ جس پر چل کر آدمی خدائے واحد تک پہنچتا ہے۔ جو اس راہ سے ہٹا خدا سے الگ ہوا۔

◆ یعنی جب سب کاموں کا انجام اسی کی طرف ہے تو چاہئے کہ آدمی شروع سے اس انجام کو سوچ لے اور اپنے اختیار سے ایسے راستہ پر چلے جو سیدھا اس کی بارگاہ تک پہنچنے والا ہو۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم وثبتنا علیہ۔ تم سورۃ الشوریٰ

حٰمٓ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا

حٰمٓ — قسم ہے اس کتاب روشن کی — ہم نے رکھا اس کو قرآن

عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ

عربی زبان کا — تاکہ تم سمجھو ◆ — اور تحقیق وہ قرآن — لوح محفوظ میں

لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿٤﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا

ہمارے پاس ہے بڑا (اونچا) محکم ◆ — کیا پھیر دیں گے ہم تمہاری طرف سے یہ کتاب — منہ موڑ کر

اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿٥﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ

اس سبب سے کہ تم ہو — ایسے لوگ — کہ حد پر نہیں رہتے ◆ — اور بہت بھیجے ہیں ہم نے — نبی

فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

پہلوں میں — اور نہیں آتا لوگوں کے پاس — کوئی پیغام دینے والا — جس سے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٧﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى

ٹھٹھا نہیں کرتے ◆ — پھر برباد کر ڈالے ہم نے ان سے سخت — زور والے — اور چلی آتی ہے

مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

مثال (حقیقت) پہلوں کی ◆ — اور اگر تو ان سے پوچھے — کس نے بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٩﴾ الَّذِيْ

اور زمین — تو کہیں بنائے — اس زبردست خبردار نے — وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا

جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو — بچھونا — اور رکھ دیں تمہارے واسطے اس میں — راہیں

سورۃ الزخرف

◆ **قرآن عربی زبان میں ہے** کیونکہ عربی تمہاری مادری زبان ہے اور تمہارے ذریعہ سے دنیا کی قومیں اس کتاب کو سمجھیں گی۔

◆ یعنی وجوہ اعجاز اور اسرار عظیمہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہایت بلند مرتبہ اور تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے کی وجہ سے نہایت مستحکم ہے۔ اس کے دلائل و براہین نہایت مضبوط اور اس کے احکام غیر منسوخ ہیں۔ کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں اور تمام مضامین اصلاح معاش و معاد کی اعلیٰ ترین ہدایات پر مشتمل اور حکیمانہ خوبیوں سے مملو ہیں۔ اور قرآن کے ان تمام محاسن پر خود قرآن ہی شاہد ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

تنبیہ قرآن اور تمام کتب سماویہ نزول سے پہلے لوح محفوظ میں لکھی گئی ہیں۔

◆ **تمہاری زیادتیوں کی وجہ سے وحی نہیں روکی جا سکتی** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اس سبب سے کہ تم نہیں مانتے کیا ہم حکم کو بھیجنا موقوف کریں گے۔" یعنی ایسی تو قع مت رکھو اللہ کی حکمت و رحمت اسی کو مقتضی ہے کہ باوجود تمہاری زیادتیوں اور شرارتوں کے کتاب الٰہی کا نزول اور دعوت و نصیحت کا سلسلہ بند نہ کیا جائے۔ کیونکہ بہت سی سعید روحیں اس سے مستفید ہوتی ہیں۔ اور منکرین پر کامل طور سے اتمام حجت ہوتا ہے۔

◆ یعنی پہلے رسولوں کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا اور ان کی تعلیمات کو جھٹلایا گیا۔ مگر اس کی وجہ سے پیغامبری کا سلسلہ مسدود نہیں ہوا۔

◆ **پچھلی قوموں کے حال سے عبرت** یعنی عبرت کے لئے ان مکذبین کی تباہی کی مثالیں پیش آ چکیں اور پہلے مذکور ہو چکیں جو زور و قوت میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ جب وہ اللہ کی پکڑ سے نہ بچ سکے تو تم کاہے پر مغرور ہوتے ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور کمال تصرف کا ذکر کرتے ہیں جو ایک حد تک ان کے نزدیک بھی مسلم تھا۔

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَالَّذِىْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ

تاکہ تم راہ پاؤ ◆ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی

بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝

ماپ کر ◆ پھر ابھار کھڑا کیا (زندہ کیا) ہم نے اس سے ایک مردہ شہر (زمین) کو اسی طرح تم نکالے جاؤ گے ◆

وَالَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

اور جس نے بنائے سب چیزوں کے جوڑے ◆ اور بنا دیں تمہارے واسطے

الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ۝ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ

کشتیاں اور چوپایوں سے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ چڑھ بیٹھو تم ان کی پیٹھ پر ◆

ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ

پھر یاد کرو اپنے رب کا احسان جب بیٹھ چکو (سوار ہو) اس پر اور

تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ

کہو پاک ذات ہے وہ جس نے بس میں کر دیا ہمارے اس کو اور ہم نہ تھے اس کو

مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ وَجَعَلُوْا لَهٗ

قابو میں لاسکتے ◆ اور ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ◆ اور ٹھہرائی ہے انہوں نے حق تعالیٰ کے واسطے

مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ع

اولاد اس کے بندوں میں سے تحقیق انسان بڑا ناشکر ہے صریح

اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝

کیا اس نے رکھ لیں اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں اور تم کو دے دیے چن کر بیٹے ◆

◆ یعنی جہاں تک انسان بستے ہیں آپس میں مل سکیں ایک دوسرے تک راہ پائیں اور عقل چلا کر دنیوی و اخروی مقاصد میں کامیابی کا راستہ معلوم کر لیں۔

◆ یعنی ایک خاص مقدار میں جو اس کی حکمت کے مناسب اور اس کے علم میں مقدر تھی۔

◆ دوسری زندگی پر دلائل | یعنی جس طرح مردہ زمین بذریعہ بارش زندہ اور تر و تازہ کر دیتا ہے۔ ایسے ہی تمہارے مردہ جسموں میں جان ڈال کر قبروں سے نکال کھڑا کرے گا۔

◆ یعنی دنیا میں جتنی چیزوں کے جوڑے ہیں اور مخلوق کی جتنی قسمیں اور متقابل یا متماثل انواع ہیں سب کو خدا ہی نے پیدا کیا۔

◆ یعنی خشکی میں بعض چوپایوں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتی پر سوار ہوتے ہو۔

◆ سواری پر بیٹھنے کے آداب اور دعا | یعنی چوپایوں یا کشتی پر سوار ہوتے وقت اللہ کا احسان دل سے یاد کرو کہ ہم کو اس نے اس قدر قوی الجثہ جانوروں یا اپنی عقل و تدبیر وغیرہ سے ان چیزوں کو قابو میں لے آئے۔ یہ محض خدا کا فضل ہے ورنہ ہم میں اتنی طاقت اور قدرت کہاں تھی کہ ایسی ایسی چیزوں کو مسخر کر لیتے۔ نیز دل کی یاد کے ساتھ زبان سے سواری کے وقت یہ الفاظ کہنے چاہئیں۔ "سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ" اور بھی ادعیہ ماثورہ احادیث میں آئی ہیں جو کتب حدیث و تفسیر میں مذکور ہیں۔

◆ آخرت کے سفر کو نہ بھولو | یعنی اس سفر سے آخرت کا سفر یاد کرو۔ آنحضرت ﷺ سوار ہوتے تو یہی تسبیح پڑھتے تھے۔

◆ انسان کی ناشکری اور گستاخی | یعنی چاہیے تھا اللہ کی نعمتوں کو پہچان کر شکر ادا کرے۔ یہ صریح ناشکری پر اتر آیا۔ اور اس کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگا۔ اس سے بڑی گستاخی اور ناشکری کیا ہوگی کہ اس کے لئے اولاد تجویز کی جائے، وہ بھی بندوں میں سے، اور وہ بھی بیٹیاں۔ اول تو اولاد باپ کے وجود کا ایک جزء ہوتا ہے تو خداوند قدوس کے لئے اولاد تجویز کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ وہ اجزاء سے مرکب ہے اور مرکب کا حادث ہونا ضروری ہے۔ دوسرے ولد اور والد میں مجانست ہونی چاہئے دونوں ایک جنس نہ ہوں تو ولد یا والد کے حق میں عیب ہے۔ یہاں مخلوق و خالق میں مجانست کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ تیسرے لڑکی بہ اعتبار اپنے جسم و عقل کے عموماً لڑکے سے ناقص اور کمزور ہوتی ہے گویا معاذ اللہ خدا نے اپنے لئے اولاد بھی رکھی تو گھٹیا اور ناقص۔ کیا تم کو شرم نہیں آتی کہ اپنے حصہ میں عمدہ اور بڑھیا چیز اور خدا کے حصہ میں ناقص اور گھٹیا چیز لگاتے ہو۔

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ

اور جب ان میں سے کسی کو خوشخبری ملے اس چیز کی جس کو رحمٰن کے نام لگاتا ہے تو سارے دن رہے

وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي

منہ اس کا سیاہ اور وہ دل میں گھٹ رہا ہے ◆ کیا ایسا شخص کہ پرورش پاتا ہے

الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا

زیور میں (گہنے میں) اور وہ جھگڑے میں بات نہ کہہ سکے ◆ اور ٹھہرایا انہوں نے

الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا

فرشتوں کو جو بندے ہیں رحمٰن کے عورتیں ◆ کیا دیکھتے تھے

خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا

ان کا بننا اب لکھ رکھیں گے ان کی گواہی اور ان سے پوچھ ہوگی ◆ اور کہتے ہیں

لَوْ شَاۗءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ۭ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ

اگر چاہتا رحمٰن تو ہم نہ پوجتے ان کو ◆ کچھ خبر نہیں ان کو اس کی

اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ

یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں ◆ کیا ہم نے کوئی کتاب دی ہے ان کو اس سے پہلے

فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَاۗءَنَا

سو انہوں نے اس کو مضبوط پکڑ رکھا ہے بلکہ کہتے ہیں ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو

عَلٰٓي اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓي اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ

ایک راہ پر اور ہم انہی کے قدموں پر ہیں راہ پائے ہوئے ◆ اور اسی طرح جس

◆ **بیٹیوں کے ہونے پر کفار کا غم** | یعنی جو لوگ اولاد خدا کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ وہ ان کے زعم میں ایک عیب دار اور ذلیل وحقیر ہے کہ اگر خود انہیں اس کے ملنے کی خوشخبری سنائی جائے تو مارے رنج اور غصہ کے تیور بدل جائیں۔ اور دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتے رہیں۔ اس کی پوری تقریر سورۂ "صافات" کے اخیر رکوع میں گذر چکی ہے۔

◆ **عورتوں کی قوت فکریہ کا ضعف** | یعنی کیا خدا نے اولاد بنانے کے لئے لڑکی کو پسند کیا ہے جو عادتاً آرائش وزیبائش میں نشوونما پائے اور زیورات وغیرہ کے شوق میں مستغرق رہے جو دلیل ہے ضعف رائے وعقل کی۔ اور وہ بوجہ ضعف قوت فکریہ کے مباحثہ کے وقت قوت بیانیہ بھی نہ رکھے۔ چنانچہ عورتوں کی تقریروں میں ذرا غور کرنے سے مشاہدہ ہوتا ہے کہ نہ اپنے دعوے کو کافی بیان سے ثابت کر سکیں نہ دوسرے کے دعوے کو گرا سکیں، بعض ادھوری بات کہیں گی یا فضول باتیں اس میں ملا دیں گی جن کو مطلب میں کچھ دخل نہ ہو کہ اس سے بھی تعیین مقصود میں خلل پڑ جاتا ہے اور مباحثہ کی تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس میں بوجہ بیان کی احتیاج زیادہ ہونے کے اس کا عجز زیادہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ یعنی ہر کلام طویل اس کے حکم میں ہے اور معمولی جملوں کا ادا ہو جانا جو مشاہدہ میں آتا ہے وہ کچھ بھی قوت بیانیہ کی دلیل نہیں۔

◆ یعنی بیان کا ایک اور جھوٹ ہے کہ فرشتوں کو عورتوں کی صف میں داخل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ نہ عورت نہ مرد جنس ہی علیحدہ ہے۔

◆ **کفار کے اقوال اور انکا جواب** | یعنی کوئی دلیل عقلی ونقلی تو ان کے پاس اس دعوے پر نہیں۔ پھر کیا اللہ نے جب فرشتوں کو بنایا تو یہ کھڑے دیکھ رہے تھے کہ مونث عورت بنایا ہے۔ بہت اچھا! ان کی یہ گواہی دفتر اعمال میں لکھ لی جاتی ہے خدائی عدالت میں جس وقت پیش ہونگے تب اس کے متعلق ان سے پوچھا جائیگا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تھا۔ اور کہاں سے کہا تھا۔

◆ اور جیسے اپنی ان مشرکانہ گستاخیوں کے جواز واستحسان پر ایک دلیل عقلی بھی پیش کرتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم کو اپنے سوا دوسری چیزوں کی پرستش سے روک دیتا۔ جب ہم برابر کرتے رہے اور نہ روکا تو ثابت ہوا کہ یہ کام بجا ہیں اور اس کو پسند ہیں۔

◆ **مشیت اور رضا میں لزوم نہیں** | یعنی یہ تو سچ ہے کہ بدون خدا کے چاہے کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس چیز کا ہمارے حق میں بہتر ہونا اس سے نہیں نکلتا ایسا ہوتا تو دنیا میں کوئی کام اور کوئی چیز بری ہی نہ رہے۔ سارا عالم خیر محض ہو جائے۔ شر کا نام ہی دنیا سے مٹ جائے۔ ہر ایک چور اور ظالم خود بھی یہ کہہ سکتا کہ خدا چاہتا تو مجھے ایسا ظلم وستم نہ کرنے دیتا۔ جب کرنے دیا تو معلوم ہوا کہ وہ اس کام سے خوش اور راضی ہے۔ بہرحال مشیت اور رضا میں لزوم ثابت کرنا کوئی علمی اصول نہیں محض اٹکل کے تیر ہیں۔ جس کا بیان آٹھویں پارہ کے نصف سے پہلے آیت "سَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَاۤ اَشۡرَکۡنَا" الخ کے حواشی میں گذر چکا۔

◆ عقلی دلیل کا حال تو سن چکے اب پوچھو کہ کیا کوئی نقلی دلیل اپنے دعوے پر رکھتے ہیں؟ یعنی خدا کی اتاری ہوئی کوئی کتاب ان کے ہاتھ میں ہے؟ جس میں شرک کا پسندیدہ ہونا لکھا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسی کوئی سند ان کے پاس نہیں۔ پھر آگے باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا کیا باقی رہ گیا۔ وہی ان کی سب سے زیادہ زبردست دلیل ہے جس کو ہر زمانہ کے مشرک پیش کرتے آئے ہیں آگے اسی کا بیان ہے۔

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ

کسی ڈرانے والے کو ہم نے تجھ سے پہلے ڈرسنانے والا کسی گاؤں (بستی) میں سو کہنے لگے

مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى

وہاں کے خوشحال لوگ ہم نے تو پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم

اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا

انہی کے قدموں پر چلتے ہیں وہ بولا اور جو میں لا دوں تم کو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ جس پر

وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

تم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ◆ تو یہی کہنے لگے ہم تمہارا لایا ہوا نہیں

كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

مانیں گے (تمہارے ہاتھ بھیجا ہوا نہ مانیں گے) ◆ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا سو دیکھ لے کیسا ہوا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ

انجام جھٹلانے والوں کا اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو

وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ

اور اس کی قوم کو میں الگ ہوں ان چیزوں سے جن کو تم پوجتے ہو مگر جس نے مجھ کو بنایا

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ

سو وہ مجھ کو راہ سجھائے گا ◆ اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی

عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ

اولاد میں تاکہ وہ رجوع رہیں ◆ کوئی نہیں پر میں نے برتنے دیا ان کو اور

رکوع ۲

◆ **باپ دادا کی اندھی تقلید کی مذمت** | یعنی پیغمبر نے فرمایا کہ تمہارے باپ دادوں کی راہ سے اچھی راہ تم کو بتلا دوں تو کیا پھر بھی تم اسی پرانی لکیر کے فقیر بنے رہو گے۔

◆ **کفار کا جواب** | یعنی کچھ بھی ہو ہم تمہاری بات نہیں مان سکتے۔ اور پرانا آبائی طریقہ ترک نہیں کر سکتے۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا اعلان توحید** | یعنی صرف ایک خدا سے مجھ کو علاقہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے منزل مقصود کے راستہ پر آخر تک لے چلے گا۔ **تنبیہ** | یہاں یہ قصہ اس پر بیان کیا کہ دیکھو تمہارے مسلّم پیشوا نے باپ کی راہ غلط دیکھ کر چھوڑ دی تھی۔ تم بھی وہی کرو۔ اور اگر باپ دادا کی تقلید ہی پر مرتے ہو تو اس باپ کی راہ پر چلو جس نے دنیا میں حق و صداقت کا جھنڈا گاڑا تھا اور اپنی اولاد کو وصیت کر گیا تھا کہ میرے بعد ایک خدا کے سوا کسی کو نہ پوجنا۔ کما قال تعالیٰ۔ "وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ"۔ (بقرہ رکوع ۱۶)

◆ یعنی ایک دوسرے سے توحید کا بیان اور دلائل سن کر راہ حق کی طرف رجوع ہوتا رہے۔

اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَمَّا

ان کے باپ داداوں کو | یہاں تک کہ پہنچا ان کے پاس دین سچا | اور رسول کھول کر سنا دینے والا | اور جب

جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

پہنچا ان کے پاس سچا دین | کہنے لگے | یہ جادو ہے | اور ہم اس کو نہ مانیں گے

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ

اور کہتے ہیں | کیوں نہ اترا | یہ قرآن | کسی بڑے مرد پر

الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ

ان دونوں بستیوں میں کے | کیا وہ بانٹتے ہیں | تیرے رب کی رحمت کو

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ

ہم نے بانٹ دی ہے ان میں | روزی ان کی | دنیا کی زندگانی میں | اور

رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ

بلند کر دیے | درجے بعض کے بعض پر | کہ ٹھہراتا ہے ایک

بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَلَوْلَآ

دوسرے کو خدمت گار (تابعدار) | اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے | ان چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں (جمع کرتے ہیں) | اور اگر

اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ

یہ بات نہ ہوتی | کہ سب لوگ ہو جائیں ایک دین پر | تو ہم دیتے ان لوگوں کو | جو منکر ہیں

بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا

رحمٰن سے | ان کے گھروں کے واسطے چھت | چاندی کی | اور سیڑھیاں جن پر

۱ **رسول اللہ ﷺ کی بعثت** | یعنی قریش ابراہیم کی ارث حاصل کی اور اس کی وصیت پر نہ چلے بلکہ اللہ نے جو دنیا کا سامان دیا تھا اس کے مزوں میں پڑ کر خداوند قدوس کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے سچا پیغمبر بھیجا جس کی پیغمبری بالکل روشن اور واضح ہے۔ اس نے سچا دین پہنچایا، قرآن پڑھ کر سنایا اور اللہ کے احکام پر نہایت صفائی کے ساتھ مطلع کیا۔

۲ یعنی قرآن کو جادو بتلانے لگے۔ اور پیغمبر کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

۳ **مکہ اور طائف کے سرداروں پر قرآن کیوں نہیں اترا** | یعنی اگر قرآن کو اترنا ہی تھا تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے سردار پر اترا ہوتا۔ یہ کیسے باور کر لیا جائے کہ بڑے بڑے دولت مند سرداروں کو چھوڑ کر خدا نے منصب رسالت کے لئے ایک ایسے شخص کو چن لیا جو ریاست و دولت کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔

۴ یعنی نبوت و رسالت کے مناصب کی تقسیم کیا تمہارے ہاتھ میں دے دی گئی ہے جو انتخاب پر بحث کر رہے ہو۔

۵ **روزی کی تقسیم** | یعنی کسی کو غنی کسی کو فقیر کر دیا۔ ایک کو بیشمار دولت دے دی ایک کو اس سے کم۔ کوئی تابع ہے کوئی متبوع۔

۶ یعنی نبوت و رسالت کا شرف تو ظاہری مال و جاہ اور دنیوی ساز و سامان سے کہیں اعلیٰ ہے۔ جب اللہ نے دنیا کی روزی ان کی تجویز پر نہیں بانٹی، پیغمبری ان کی تجویز پر کیونکر دے۔ آگے دنیا کے مال و دولت اور مادی سامان کا اللہ کے ہاں بے وقعت اور حقیر ہونا بیان کرتے ہیں۔

يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا

چڑھیں — اور ان کے گھروں کے واسطے دروازے — اور تخت — جن پر

يَتَّكِئُونَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِن كُلُّ ذَٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ

تکیہ لگا کر بیٹھیں — اور سونے کے ◆ — اور یہ سب کچھ نہیں ہے — مگر برتنا

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْآخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٥﴾ وَمَن

دنیا کی زندگانی کا — اور آخرت تیرے رب کے یہاں انہی کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں ◆ — اور جو کوئی

ع ۳

يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ

آنکھیں چرائے — رحمٰن کی یاد سے — ہم اس پر مقرر کر دیں ایک شیطان — پھر وہ رہے

قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ

اس کا ساتھی ◆ — اور وہ ان کو روکتے رہتے ہیں — راہ سے — اور یہ سمجھتے ہیں

أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي

کہ ہم راہ پر ہیں ◆ — یہاں تک کہ جب آئے ہمارے پاس — کہے کسی طرح — مجھ میں

وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ ﴿٣٨﴾ وَلَن

اور تجھ میں — فرق ہو مشرق مغرب کا سا — کہ کیا برا ساتھی ہے ◆ — اور ہرگز

يَنفَعَكُمُ الْيَوْمَ إِذ ظَّلَمْتُمْ أَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ

فائدہ نہیں تم کو آج کے دن — جب کہ تم ظالم ٹھہر چکے — اس بات سے کہ تم عذاب میں

مُشْتَرِكُونَ ﴿٣٩﴾ أَفَأَنتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ

شامل ہو (باہم شریک ہو) ◆ — سو کیا تو سنائے گا — بہروں کو یا سجھائے گا — اندھوں کو

◆ **مال و دولت کی حقیقت اللہ کی نظر میں** یعنی اللہ کے ہاں اس دنیوی مال و دولت کی کوئی قدر نہیں نہ اس کا دیا جانا کچھ قرب و وجاہت عنداللہ کی دلیل ہے۔ یہ تو ایسی بے قدر اور حقیر چیز ہے کہ اگر ایک خاص مصلحت مانع نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کافروں کے مکانوں کی چھتیں، زینے، دروازے، چوکھٹ، قفل اور تخت چوکیاں سب چاندی سونے کی بنا دیتا۔ مگر اس صورت میں لوگ یہ دیکھ کر کہ کافروں ہی کو ایسا سامان ملتا ہے عموماً کفر کا راستہ اختیار کر لیتے (الا ماشاء اللہ) اور یہ چیز مصلحت خداوندی کے خلاف ہوتی۔ اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی قدر ایک مچھر کے بازو کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ بھلا جو چیز خدا کے نزدیک اس قدر حقیر ہو اسے سیادت و وجاہت عنداللہ اور نبوت و رسالت کا معیار قرار دینا کہاں تک صحیح ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی کافر کو اللہ نے پیدا کیا نہیں تو اس کو آرام سے، آخرت میں تو دائمی عذاب ہے۔ یہیں تو آرام ملتا۔ مگر ایسا ہو تو سب ہوتے کفر کا راستہ پکڑ لیں۔"

◆ یعنی دنیا کی بہار میں تو سب شریک ہیں مگر آخرت کی اعلیٰ نعمتیں اور مدارج متقین کے لئے مخصوص ہیں۔

◆ **ذکر الٰہی سے اعراض کی سزا** یعنی جو شخص اس نصیحت اور یاد الٰہی سے اعراض کرتا ہے اس پر ایک شیطان خصوصی طور سے مسلط کر دیا جاتا ہے جو ہر وقت اغوا کرتا اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے یہ شیطان دوزخ تک اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔

◆ یعنی شیاطین ان کو نیکی کی راہ سے روکتے رہتے ہیں مگر ان کی عقلیں ایسی مسخ ہو جاتی ہیں کہ اسی کو ٹھیک راستہ سمجھتے ہیں۔ بدی اور نیکی کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔

◆ **کفار کا شیطان پر غصہ** یعنی خدا کے ہاں پہنچ کر کھلے گا کہ کیسے برے ساتھی تھے۔ اس وقت حسرت اور غصہ سے کہے گا کہ کاش مجھ سے اور تیرے درمیان مشرق اور مغرب کا فاصلہ ہوتا اور ایک لمحہ تیری صحبت میں نہ گذرتا۔ تم بخت! اب تو مجھ سے دور ہو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی دنیا میں شیطان کے مشورہ پر چلتا ہے اور وہاں اس کی صحبت سے پچھتائے گا۔ اس طرح کا ساتھی شیطان کسی کو ملتا ہے کسی کو آدمی۔"

◆ دنیا کا قاعدہ ہے کہ کسی مصیبت میں عام طور پر چھوٹے بڑے سب شریک ہوں تو کچھ تسلی معلوم ہونے لگتی ہے۔ مشہور ہے "مرگ انبوہ جشنے دارد۔" مگر دوزخ میں تمام شیاطین الانس والجن اور تابعین و متبوعین کا عذاب میں شریک ہونا کسی کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ عذاب کی شدت اتنی ہوگی کہ اس طرح کی کسی بات سے تسلی اور تخفیف نصیب نہ ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی کافر کہنے لگے کہ انہوں نے ہم کو عذاب میں ڈالا یہ خوب ہوا یہ بھی تو پھنسے۔ لیکن اگر دوسرا بھی پکڑا گیا تو اس کو کیا تسکین۔"

اندھوں بہروں کو ہدایت دینا آپ کے اختیار میں نہیں یعنی اندھوں کو راہ حق دکھا دینا یا بہروں کو حق کی آواز سنا دینا اور جو صریح غلطی اور گمراہی میں پڑے بھٹک رہے ہوں ان کو زبردستی نکال کر سیدھی صاف سڑک پر چلا دینا آپ کے اختیار میں نہیں ہاں خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے آپ کی آواز میں تاثیر پیدا کر دے۔ بہرحال آپ اس غم میں نہ پڑیے کہ یہ لوگ حق کو کیوں قبول نہیں کرتے اور کیوں اپنا انجام خراب کر رہے ہیں۔ ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔ وہی ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ خواہ آپ کی وفات کے بعد دے یا آپ کو دکھلا کر دے۔ بہرصورت نہ ہمارے قابو سے نکل کر جا سکتے ہیں اور نہ ہم ان کو سزا دیے بدون چھوڑیں گے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جو وحی آئے اور جو حکم ملے اس پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں اور اپنا فرض ادا کیے جائیں۔ کیونکہ یقیناً آپ اور کسی راستہ پر نہیں۔ آپ اللہ کے فضل سے سیدھی راہ پر ہیں جس سے ایک قدم ادھر ادھر ہٹنے کی ضرورت نہیں نہ کسی ہواپرست کی خواہش و آرزو کی طرف التفات کرنے کی حاجت ہے۔

قرآن نعمت عظمیٰ ہے یعنی قرآن کریم تیرے اور تیری قوم کے لئے خاص فضل و شرف کا سبب ہے۔ اس سے بڑی عزت اور خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اللہ کا کلام اور ساری دنیا کی نجات و فلاح کا ابدی دستور العمل ان کی زبان میں اترا اور وہ اس کے اولین مخاطب قرار پائے۔ اگر عقل ہو تو یہ لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں۔ اور قرآن تو ان سب کے لئے بڑی نصیحت ہے اس کی ہدایت پر چل کر سب سے پہلے دنیوی و اخروی سعادتوں کے مستحق ہوں۔

یعنی آگے چل کر پوچھ ہوگی کہ اس نعمت عظمیٰ کی کیا قدر کی تھی؟ اور اس فضل و شرف کا کیا شکر ادا کیا تھا؟

کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہیں دی یعنی آپ کا راستہ وہی ہے جو پہلے انبیاء علیہم السلام کا تھا۔ شرک کی تعلیم کسی نبی نے کبھی نہیں دی نہ اللہ تعالیٰ نے کسی دین میں اس بات کو جائز رکھا کہ اس کے سوا دوسرے کی پرستش کی جائے اور یہ ارشاد کہ "پوچھ دیکھو" یعنی جس وقت ان سے ملاقات ہو (جیسے شب معراج میں ہوئی) یا ان کے احوال کتابوں سے تحقیق کرو۔ بہرحال جو ذرائع تحقیق و تفتیش کے ہوں ان کو استعمال میں لانے سے صاف ثابت ہو جائے گا کہ کسی دین سماوی میں کبھی شرک کی اجازت نہیں ہوئی۔

یعنی معجزات کا مذاق اڑانے لگے۔

مِنْ اٰیَةٍ اِلَّا هِیَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ؗ وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ

نشانی مگر وہ بڑی (دوسری) سے بڑی ۞ اور پکڑا ہم نے ان کو تکلیف میں

لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝۴۸ وَ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ

تاکہ وہ باز آئیں ۞ اور کہنے لگے اے جادوگر ۞ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو

بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۝۴۹ فَلَمَّا كَشَفْنَا

جیسا سکھلا رکھا ہے تجھ کو ہم ضرور راہ پر آجائیں گے ۞ پھر جب اٹھالی ہم نے

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ یَنْكُثُوْنَ ۝۵۰ وَ نَادٰی فِرْعَوْنُ

ان پر سے تکلیف تبھی وہ عہد توڑ ڈالتے ۞ اور پکارا فرعون نے

فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ

اپنی قوم میں بولا اے میری قوم بھلا میرے ہاتھ میں نہیں حکومت مصر کی اور یہ

الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۵۱ اَمْ اَنَا

نہریں چل رہی ہیں میرے محل کے نیچے کیا تم نہیں دیکھتے ۞ بھلا میں ہوں

خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ۬ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ ۝۵۲

بھی بہتر اس شخص سے جس کو کچھ عزت نہیں اور صاف نہیں بول سکتا ۞

فَلَوْ لَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ

پھر کیوں نہ آ پڑے اس پر کنگن سونے کے یا آتے اس کے ساتھ

الْمَلٰٓىِٕكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ۝۵۳ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ

فرشتے پرا باندھ کر ۞ پھر عقل کھو دی اپنی قوم کی پھر اسی کا کہا مانا

۱ یعنی ایک سے ایک بڑھ کر نشان اپنی قدرت کا اور موسیٰ کی صداقت کا دکھلایا۔

۲ یعنی آخر وہ نشان بھیجے جو ایک طرح کے عذاب کا رنگ اپنے اندر رکھتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ "اعراف" میں گذرا۔ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ" (اعراف، رکوع ۱۶) غرض یہی تھی کہ ڈر کر اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔"

۳ "ساحر" ان کے محاورات میں عالم کو کہتے تھے۔ کیونکہ یہ علم ان کے نزدیک بڑا علم تھا۔ شاید اس خوشامد اور لجاجت کے وقت حضرت موسیٰ کو بظاہر تعظیمی لقب سے پکارا ہو اور خبث باطن سے اشارہ اس طرف بھی کیا ہو کہ ہم تجھ کو نبی اب بھی نہیں سمجھتے۔ صرف ایک ماہر جادوگر سمجھتے ہیں۔

۴ **حضرت موسیٰؑ سے بنی اسرائیل کی دعا کی درخواست** | یعنی تیرے رب نے جو طریقہ دعا کا بتلایا ہے اور جو کچھ تجھ سے عہد کر رکھا ہے اس کے موافق ہمارے حق میں دعا کر کہ یہ عذاب ہم سے دفع ہو۔ اگر تیری دعا سے ایسا ہو گیا تو ہم ضرور راہ پر آجائیں گے۔ اور تیری بات مان لیں گے۔

۵ یعنی جہاں تکلیف رفع ہوئی اور مصیبت کی گھڑی ختم ہوئی ایک دم اپنے قول و قرار سے پھر گئے۔ گویا کچھ وعدہ کیا ہی نہ تھا۔

۶ **فرعون کا اپنی قوم سے خطاب** | اس کے گرد و پیش کے ملکوں میں مصر کا علاقہ بہت بڑا سمجھا جاتا تھا اور نہریں اسی نے بنائی تھیں۔ دریائے نیل کا پانی کاٹ کر اپنے باغ میں لایا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ان سامانوں کی موجودگی میں کیا ہماری حیثیت ایسی ہے کہ موسیٰ جیسے معمولی حیثیت والے آدمی کے سامنے گردن جھکا دیں۔

۷ یعنی موسیٰ کے پاس نہ روپیہ پیسہ، نہ حکومت نہ عزت، نہ کوئی ظاہری کمال رکھتا۔ بات کرتے ہوئے بھی زبان پوری طرح صاف نہیں چلتی۔

۸ **فرعون کے کنگن** | کہتے ہیں کہ وہ خود جواہرات کے کنگن پہنتا تھا اور جس امیر و وزیر پر مہربان ہوتا سونے کے کنگن پہناتا تھا اور اس کے سامنے فوج پرا باندھ کر کھڑی ہوتی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ہم کسی کو عزت دیتے ہیں تو ایسا کرتے ہیں۔ کیا خدا کسی کو اپنا نائب بنا کر بھیجے تو اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن اور جلو میں فرشتوں کی فوج بھی نہ ہو۔

إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا

مقرر وہ تھے — لوگ نافرمان ◆ — پھر جب ہم کو غصہ دلایا ◆ تو ہم نے ان سے بدلا لیا

مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا

پھر ڈبو دیا ان سب کو — پھر کر ڈالا ان کو گئے گذرے — اور نظیر

لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ

پچھلوں کے واسطے ◆ — اور جب مثال لائے مریم کے بیٹے کی — تبھی قوم تیری

مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا

اس سے چلانے لگتے ہیں — اور کہتے ہیں — ہمارے معبود بہتر ہیں — یا وہ ◆

ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿٥٨﴾

جو ڈالتے ہیں تجھ پر — سو جھگڑنے کو — بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ

وہ کیا ہے ایک بندہ ہے — کہ ہم نے اس پر فضل کیا — اور کھڑا کر دیا اس کو

اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿٥٩﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي

اسرائیل کے واسطے ◆ — اور اگر ہم چاہیں — نکالیں تم میں سے فرشتے — رہیں

الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ

زمین میں تمہاری جگہ ◆ — اور وہ نشان ہے قیامت کا ◆ — سو اس میں شک

بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ

مت کرو — اور میرا کہا مانو — یہ ایک سیدھی راہ ہے — اور نہ روکے تم کو

الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى

شیطان وہ تو تمہارا دشمن ہے صریح ◆ اور جب آئے عیسیٰ

بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ

نشانیاں لے کر بولا میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں ◆ اور بتانے کو

بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾

بعضی وہ چیز جس میں تم جھگڑتے تھے ◆ سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ

بے شک اللہ جو ہے وہی ہے رب میرا اور رب تمہارا سو اسی کی بندگی کرو یہ ایک راہ

مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ

سیدھی راہ ہے ◆ پھر پھٹ گئے کتنے فرقے ان کے بیچ سے ◆

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ

سو خرابی ہے گنہگاروں کو آفت سے دکھ والے دن کی اب یہی ہے

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا

کہ راہ دیکھتے ہیں قیامت کی کہ آ کھڑی ہو ان پر اچانک اور ان کو

يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

خبر بھی نہ ہو ◆ جتنے دوست ہیں اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے

اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ

مگر جو لوگ ہیں پرہیزگار ◆ اے بندو میرے ڈر نہیں ہے تم پر آج کے دن اور نہ تم

◆ یعنی قیامت کے آنے میں شک نہ کرو، اور جو سیدھی راہ ایمان و توحید کی بتلا رہا ہوں اس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستہ سے روک دے۔

◆ یعنی پکی باتیں دانائی اور حکمت کی۔

◆ یعنی دینی باتیں یا بعض وہ چیزیں جن کو شریعت موسویہ نے حرام ٹھہرایا تھا ان کا حلال ہونا بیان کرتا ہوں۔ کما قال وَلِاُحِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ (آل عمران۔ رکوع ۵)

◆ **حضرت عیسیٰ کی تعلیم توحید** | یہ تعلیم تھی حضرت مسیح علیہ السلام کی۔ دیکھو کیسی صفائی سے خدا کے واحد فی الربوبیت اور معبودیت کو بیان فرمایا ہے اور اسی توحید اور تقویٰ و طاعت رسول کو صراط مستقیم قرار دیا ہے۔

◆ یعنی اختلاف پڑ گیا۔ یہود ان کے منکر ہوئے اور نصاریٰ قائل ہوئے۔ پھر نصاریٰ آگے چل کر کئی فرقے بن گئے۔ کوئی حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا بتلاتا ہے، کوئی ان کو عین خدا، تین میں کا ایک کہتا ہے، کوئی کچھ اور کہتا ہے۔ حضرت مسیح کی اصل تعلیم پر ایک بھی نہیں۔

◆ **کیا قیامت کے منتظر ہیں** | ایسے ایسے کھلے بیانات اور واضح ہدایات کے باوجود بھی جو لوگ نہیں مانتے آخر وہ کاہے کے منتظر ہیں۔ ان کے احوال دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ بس قیامت ایک دم ان کے سر پر آ کھڑی ہو تب مانیں گے۔ حالانکہ اس وقت کا ماننا کچھ مفید نہ ہو سکے گا۔

◆ **قیامت کا حال** | اس دن دوست سے دوست بھاگے گا کہ اس کے سبب سے کہیں میں نہ پکڑا جاؤں۔ دنیا کی سب دوستیاں اور محبتیں منقطع ہو جائیں گی۔ آدمی پچھتائے گا کہ فلاں شریر آدمی سے دوستی کیوں کی تھی جو اس کے اغوا سے آج گرفتار مصیبت ہونا پڑا۔ اس وقت ہر گنہگار محب محبوب کی صورت دیکھنے سے بیزار ہوگا۔ البتہ جن کی محبت اور دوستی اللہ کے واسطے تھی اور اللہ کے خوف پر مبنی تھی وہ کام آئے گی۔

تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾

غمگین ہو گے ◆ جو یقین لائے ہماری باتوں پر اور رہے حکم بردار ◆

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ

چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں کہ تمہاری عزت کریں (کی جائے) لیے پھریں گے

عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا

ان کے پاس رکابیاں سونے کی اور آبخورے ◆ اور وہاں ہے

مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا

جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پائیں ◆ اور تم ان میں

خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ

ہمیشہ رہو گے اور یہ وہی بہشت ہے جو میراث پائی تم نے بدلے میں ان کاموں کے

تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾

جو کرتے تھے ◆ تمہارے واسطے اس میں بہت میوے ہیں ان میں سے کھاتے رہو ◆

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا

البتہ جو لوگ گنہگار ہیں وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں نہ

يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

ہلکا ہوتا ہے ان پر سے اور وہ اسی میں پڑے ہیں آس (ناامید) ٹوٹے ◆ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا

وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ

لیکن تھے وہی بے انصاف ◆ اور پکاریں گے اے مالک کہیں ہم پر فیصل (موت طاری) کر چکے

◆ یعنی نہ آگے کا ڈر، نہ پیچھے کا غم۔

◆ **ایمان اور اسلام کا فرق** | یعنی دل سے یقین کیا اور جوارح سے اس کے مطیع و منقاد رہے۔ یہاں سے ایمان اور اسلام کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث جبرئیل میں اس کا مفصل بیان ہوا ہے۔

◆ **جنت کی نعمتیں** | یعنی غلمان لئے پھریں گے۔

◆ سب سے اعلیٰ چیز جس سے آنکھیں آرام پائیں گی وہ دیدار ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کا (رزقنا اللہ بفضلہ ورحمتہ)

◆ **اعمال کا بدلہ جنت** | یعنی تمہارے باپ آدم کی میراث دوبارہ مل گئی تمہارے اعمال کے سبب سے اور اللہ کے فضل سے۔

◆ یعنی چن چن کر۔

◆ **اہل جہنم کا دائمی عذاب** | یعنی عذاب نہ کسی وقت ملتوی ہوگا نہ ہلکا کیا جائے گا۔ وہ وہیں ناامید ہو پڑے رہیں گے کہ اب یہاں سے نکلنے کی کوئی شکل نہیں۔

◆ **جہنم کا یہ عذاب ظلم نہیں ہے** | یعنی ہم نے دنیا میں بھلائی برائی کے سب پہلو سمجھا دیئے تھے اور پیغمبروں کو بھیج کر حجت تمام کر دی تھی۔ کوئی معقول عذر ان کے لئے باقی نہیں چھوڑا تھا۔ اس پر بھی نہ مانے اور اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے ایسوں کو سزا دی جائے تو ظلم کون کہہ سکتا ہے۔

عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ جِئْنَاكُم

تیرا رب ◆ وہ کہے گا تم کو ہمیشہ رہنا ہے ◆ ہم لائے ہیں تمہارے پاس

بِالْحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُونَ ﴿٧٨﴾ أَمْ أَبْرَمُوا

سچا دین پر تم بہت لوگ سچی بات سے برا مانتے ہو ◆ کیا انہوں نے ٹھہرائی ہے

أَمْرًا فَإِنَّا مُبْرِمُونَ ﴿٧٩﴾ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ

ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرائیں گے ◆ کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم نہیں سنتے ان کے بھید

وَنَجْوَاهُم ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِن

اور ان کا مشورہ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں ◆ تو کہہ اگر ہو

كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ﴿٨١﴾ سُبْحَانَ

رحمٰن کے واسطے اولاد تو میں سب سے پہلے پوجوں ◆ پاک ذات ہے

رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾

وہ رب آسمانوں کا اور زمین کا صاحب عرش کا ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں ◆

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ

اب چھوڑ دے ان کو بک بک کریں اور کھیلیں یہاں تک کہ ملیں اپنے اس دن سے

الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ

جس کا ان کو وعدہ دیا ہے ◆ اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں

وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَتَبَارَكَ

اور اس کی بندگی ہے زمین میں اور وہی ہے حکمت والا سب سے خبردار ◆ اور بڑی برکت ہے

◆ **داروغۂ جہنم مالک** | "مالک" نام ہے فرشتہ کا جو دوزخ کا داروغہ ہے۔ دوزخی اس کو پکاریں گے کہ ہم مرتے ہیں نہ جیتے ہیں، اپنے رب سے کہہ کہ ایک دفعہ عذاب دے کر ہمارا کام ہی تمام کر دے۔ گویا نجات سے مایوس ہو کر موت کی تمنا کریں گے۔

◆ **مالک کا جواب** | یعنی چلانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تم کو اسی حالت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کہتے ہیں دوزخی ہزار برس چلائیں گے تب وہ یہ جواب دے گا۔

◆ یعنی یہ سزا اس جرم پر ملی کہ تم میں کے اکثر سچائی سے چڑتے تھے (اور بہت سے اندھوں کی طرح باپ دادا کے پیچھے ہو لئے۔)

◆ **کفار کے منصوبے** | کفار عرب پیغمبر کے مقابلہ میں طرح طرح کے منصوبے گانٹھتے اور تدبیریں کرتے تھے۔ مگر اللہ کی تدبیر ان کے سب منصوبوں پر پانی پھیر دیتی تھی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "کافروں نے مل کر مشورہ کیا کہ تمہارے تغافل سے اس نبی کی بات بڑھی۔ آئندہ جو کوئی دین میں آئے اس کو ستاؤ اور مار ڈالو اور جو اجنبی شخص شہر میں آئے اس کو بہکا دو کہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے۔" یہ بات انہوں نے ٹھہرائی اور اللہ نے ٹھہرایا اپنے نور کو پورا کرنا اور اپنے دین اور پیغمبر کو ان پر جتانا۔ آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا۔

◆ یعنی ان کے دلوں کے بھید ہم جانتے اور ان کے خفیہ مشورے ہم سنتے ہیں اور حکومت کے انتظامی ضابطہ کے موافق ہمارے فرشتے (کراماً کاتبین) ان کے سب اقوال و افعال لکھتے جاتے ہیں۔ یہ ساری مسل قیامت میں پیش ہو گی۔

◆ **اگر اللہ کے اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عابد ہوتا** | یعنی ان ظالموں نے خدا کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کر لی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر بفرض محال خدا کے اولاد ہوتی تو پہلا شخص میں ہوتا جو اس کی اولاد کی پرستش کرتا۔ کیونکہ میں دنیا میں سب سے زیادہ خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔ اور جس کو جس قدر زیادہ خدا کے ساتھ تعلق ہو گا اسی نسبت سے اس کی اولاد سے تعلق ہونا چاہئے۔ پھر جب میں باوجود اول العابدین ہونے کے کسی کو اس کی اولاد نہیں مانتا تو تم کون ہو جو خدا کی اولاد ماننے والے ہو جو اس کی توحید اور تقدس کے حقوق کو پہچانو گے۔ **تنبیہ** | بعض مفسرین نے آیت کا یہ مطلب لیا ہے کہ اگر تمہارے اعتقاد میں خدا کی کوئی اولاد ہے تو یاد رکھو کہ میں تمہارے عقیدہ کا انکار کرنے والا اور تم سے پہلے خدا کی عبادت کرنے والا ہوں جو اولاد وغیرہ سے منزہ و مقدس ہے۔ بعض سلف سے "عابدین" کے معنی لغۃ جاحد (منکر) کے نقل کئے ہیں یعنی اس عقیدہ کا تو سب سے پہلا انکار کرنے والا اور نفرت کرنے والا میں ہوں۔ بعض نے "اِن" کو نافیہ لیا ہے۔ یعنی رحمٰن کے کوئی اولاد نہیں۔ کچھ اور بھی توجیہات اور بھی احتمالات ہیں جن کے استیعاب کو یہاں گنجائش نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ یعنی جن باتوں کی نسبت یہ لوگ اس کی طرف کرتے ہیں۔ مثلاً اولاد وغیرہ ان سب سے خدا تعالیٰ کی ذات برتر اور منزہ ہے۔ اس کی ذات میں یہ امکان ہی نہیں کہ معاذ اللہ کسی کا باپ بیٹا بنے۔

◆ یعنی غفلت و حماقت کے نشہ میں جو کچھ بکتے ہیں بکنے دیجئے۔ یہ لوگ چند روز اور دنیا کے کھیل تماشے میں گزار لیں۔ آخر وہ موعود دن آنے والا ہے جس میں ایک ایک کر کے ان کی گستاخیوں اور شرارتوں کا مزہ چکھایا جائے گا۔

◆ **زمین اور آسمان میں اللہ ہی معبود ہے** | آسمان میں فرشتے اور شمس و قمر معبود بن رہے ہیں، زمین میں اصنام و اوثان وغیرہ۔ سب زمین و آسمان والوں کا معبود اکیلا وہی خدا ہے جو فرش سے عرش تک کا مالک اور تمام عالموں میں اپنے علم و اختیار سے متصرف ہے۔

الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ

اس کی جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا

اور اسی کے پاس ہے خبر قیامت کی ◆ اور اسی تک پھر کر پہنچ جاؤ گے ◆ اور

يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا

اختیار نہیں رکھتے وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا مگر

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

جس نے گواہی دی سچی اور ان کو خبر تھی ◆ اور اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو

مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ

کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں ◆ قسم ہے

يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ

رسول کے اس کہنے کی کہ اے رب یہ لوگ ہیں کہ یقین نہیں لاتے ◆ سو تو منہ پھیر لے ان کی طرف سے

وقف لازم

وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ ع

اور کہہ سلام ہے ◆ اب آخر کو معلوم کر لیں گے ◆

ع ۷ ۱۴

آیاتها ۵۹ (۴۴) سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۶۴) رکوعاتها ۳

سورۂ دخان مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں انسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

◆ یعنی قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اسی مالک کو ہے۔

◆ یعنی وہاں پہنچ کر سب کی نیکی بدی کا حساب ہو جائے گا۔

◆ **اللہ کے آگے سفارش کا حق** | یعنی اتنی سفارش کر سکتے ہیں کہ جس نے ان کے علم کے موافق کلمہ اسلام کہا اس کی گواہی دیں۔ بغیر کلمہ اسلام کسی کے حق میں ایک حرف سفارش کا نہیں کہہ سکتے۔ اور اتنی سفارش بھی صالحین کریں گے جو سچائی کو جانتے اور اس کو زبان و دل سے مانتے ہیں۔ دوسروں کو اجازت نہیں۔

◆ **انکا خالق کون ہے** | یعنی جب بنانے والا ایک اللہ ہے تو بندگی کا مستحق کوئی دوسرا کیوں کر ہو گیا۔ عبادت نام ہے انتہائی تذلل کا۔ وہ اسی کا حق ہونا چاہیے جو انتہائی عظمت رکھتا ہے۔ عجیب بات ہے مقدمات کو تسلیم کرتے ہیں اور نتیجہ سے انکار۔

◆ **رسول اللہ ﷺ کے قول کی قسم** | یعنی نبی کا یہ کہنا بھی اللہ کو معلوم ہے اور اس کی اس مخلصانہ التجا اور درد بھری آواز کی اللہ قسم کھاتا ہے کہ وہ اس کی ضرور مدد کرے گا۔ اور اپنی رحمت سے اس کو غالب و منصور کرے گا۔

◆ یعنی غم نہ کھا اور زیادہ ان کے پیچھے نہ پڑ۔ فرض تبلیغ ادا کر کے ادھر سے منہ پھیر لے اور کہہ دے کہ اچھا نہیں مانتے تو ہمارا سلام لو۔

◆ یعنی آخر کار ان کو پتہ لگ جائے گا کہ کس غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں لگ گیا۔ اور پوری تکمیل آخرت میں ہونے والی ہے۔ تم سورۃ الزخرف بعون اللہ وتوفیقہ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

حٰمٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ

حٰمٓ — قسم ہے اس کتاب واضح کی — ہم نے اس کو اتارا — ایک برکت کی

مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ

رات میں ◆ ہم ہیں کہ سنانے والے ◆ اسی میں جدا ہوتا ہے

كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا

ہر کام جانچا ہوا — حکم ہو کر — ہمارے پاس سے ◆ ہم ہیں

مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

بھیجنے والے ◆ رحمت سے تیرے رب کی — وہی ہے سننے

الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ

جاننے والا ◆ رب آسمانوں کا اور زمین کا — اور جو کچھ ان کے بیچ ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ

اگر تم کو یقین ہے ◆ کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے — جلاتا ہے اور مارتا ہے

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ

رب تمہارا — اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا ◆ کوئی نہیں وہ

فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ

دھوکے میں ہیں — کھیلتے ◆ سو تو انتظار کر — اس دن کا — کہ لائے آسمان

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۰﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ

دھواں صریح — جو گھیر لیوے لوگوں کو — یہ ہے عذاب

سورۃ الدخان

◆ **شب قدر میں قرآن کا نزول** "برکت کی رات" شب قدر ہے کما قال تعالیٰ۔ "إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ" (قدر، رکوع ۱) جو رمضان میں واقع ہے لقولہ تعالیٰ۔ "شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ" (بقرہ، رکوع ۲۳) اس رات میں قرآن کریم لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر اتارا گیا۔ پھر بتدریج تئیس ۲۳ سال میں پیغمبر پر اترا۔ نیز اسی شب میں پیغمبر پر اس کے نزول کی ابتداء ہوئی۔

◆ یعنی ہم کو منظور تھا کہ لوگوں کو ان کے بھلے برے سے آگاہ کر دیں۔ اس لئے یہ قرآن اتارا۔

◆ **قضاء و قدر کے فیصلوں کی رات** یعنی سال بھر کے متعلق قضاء و قدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں "لوح محفوظ" سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالہ کیے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے جسے شب براءت کہتے ہیں۔ ممکن ہے وہاں سے اس کام کی ابتداء اور شب قدر پر انتہاء ہوتی ہو۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی فرشتوں کو ہر کام پر جو ان کے مناسب ہو۔ چنانچہ جبرئیل کو قرآن دے کر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔

◆ یعنی تمام عالم کے حالات سے باخبر ہے اور ان کی پکار سنتا ہے۔ اسی لئے عین ضرورت کے وقت خاتم النبیین ﷺ کو قرآن دے کر اور عالم کے لئے رحمت کبریٰ بنا کر بھیج دیا۔

◆ **اللہ کی ربوبیت** یعنی اگر تم میں کسی چیز پر یقین رکھنے کی صلاحیت ہے تو سب سے پہلی چیز یقین رکھنے کے قابل اللہ کی ربوبیت عامہ ہے جس کے آثار روز روشن سے زیادہ ہویدا ہیں۔

◆ یعنی جس کے قبضہ میں مارنا جلانا اور وجود و عدم کی باگ ہو۔ اور سب اولین و آخرین جس کے زیر تربیت ہوں۔ کیا اس کے سوا دوسرے کی بندگی جائز ہو سکتی ہے؟ یہ ایک ایسی صاف حقیقت ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔

◆ **کفار دھوکے میں ہیں** یعنی ان واضح نشانات اور دلائل کا اقتضاء تو یہ تھا کہ یہ لوگ مان لیتے، مگر پھر بھی نہیں مانتے، بلکہ وہ توحید وغیرہ عقائد حقہ کی طرف سے شک میں پڑے ہیں اور دنیا کے کھیل کود میں مصروف ہیں۔ آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اور اس میں غور و فکر سے کام لیں۔ یہ اس دھوکے میں ہیں کہ ہمیشہ یونہی رہنا ہے۔ خدا کے سامنے کبھی پیشی نہیں ہوگی۔ اسی لئے نصیحت کی باتوں کو ہنسی کھیل میں اڑا دیتے ہیں۔

اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

دردناک ◆ اے رب کھول دے ہم پر سے یہ آفت ہم یقین لاتے ہیں ◆

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾

کہاں ملے (نصیب ہو) ان کو سمجھنا اور آچکا ان کے پاس رسول کھول کر سنانے والا

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا

پھر اس سے پیٹھ پھیری اور کہنے لگے سکھایا ہوا ہے باولا ◆ ہم

كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآىِٕدُوْنَ ﴿۱۵﴾

کھولے دیتے ہیں یہ عذاب تھوڑی مدت تک تم پھر وہی کرو گے ◆

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾

جس دن پکڑیں گے ہم بڑی پکڑ تحقیق ہم بدلہ لینے والے ہیں ◆

وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ

اور جانچ چکے ہیں ہم ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا ان کے پاس رسول

كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ اِنِّيْ لَكُمْ

عزت والا ◆ کہ حوالے کرو میرے بندے خدا کے ◆ میں تمہارے پاس

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنِّيْٓ

آیا ہوں بھیجا ہوا معتبر اور یہ کہ چڑھے نہ جاؤ اللہ کے مقابل میں

◆ دخانِ مبین کیا ہے؟ "دھویں" سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں سلف کے دو قول ہیں۔ ابن عباسؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ قیامت کے قریب ایک دھواں اٹھے گا جو تمام لوگوں کو گھیر لے گا۔ نیک آدمی کو اس کا اثر خفیف پہنچے گا، جس سے زکام سا ہو جائے گا۔ اور کافر و منافق کے دماغ میں گھس کر بے ہوش کر دے گا۔ وہی یہاں مراد ہے۔ شاید یہ دھواں وہی ہو جس کا ذکر "ثم استوی

اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ

لاتا ہوں تمہارے پاس سند کھلی ہوئی ◆ اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے رب

وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم مجھ کو سنگسار کرو ◆ اور اگر تم نہیں یقین کرتے مجھ پر

فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿٢١﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ

تو مجھ سے پرے ہو جاؤ ◆ پھر دعا کی (پکارا) اپنے رب سے کہ یہ لوگ

مُّجْرِمُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٢٣﴾

گنہگار ہیں پھر لے نکل راتوں رات میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے ◆

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾

اور چھوڑ جا دریا کو تھما ہوا البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں ◆

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّ

بہت سے چھوڑ گئے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور

مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾

گھر خاصے (عمدہ) اور آرام کا سامان جس میں باتیں بنایا کرتے تھے

كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا

یونہی ہوا اور وہ سب ہاتھ لگا دیا ہم نے ایک دوسری قوم کے ◆ پھر

بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا

نہ رویا ان پر آسمان اور زمین ◆ اور نہ تھی

مُنظَرِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ

الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ

عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَٰهُمْ عَلَىٰ

عِلْمٍ عَلَى الْعَٰلَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَءَاتَيْنَٰهُم مِّنَ الْءَايَٰتِ مَا

فِيهِ بَلَٰٓؤٌا مُّبِينٌ ﴿٣٣﴾ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿٣٤﴾

إِنْ هِىَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُنشَرِينَ ﴿٣٥﴾

فَأْتُوا بِـَٔابَآئِنَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٣٦﴾

أَهُمْ خَيْرٌ أَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

أَهْلَكْنَٰهُمْ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٣٧﴾ وَمَا

۱ بلکہ فرعون کا وجود ایک مجسم معصیت تھا۔

۲ یعنی بڑا متکبر اور سرکش تھا۔

۳ **بنی اسرائیل کی فضیلت** یعنی اگرچہ بنی اسرائیل کی کمزوریاں بھی ہم کو معلوم تھیں۔ تاہم ان کو ہم نے اس زمانہ کے تمام لوگوں سے فضیلت دی۔ اور بعض فضائل جزئیہ تو وہ ہیں جو آج تک کسی قوم کو میسر نہیں ہوئے مثلاً اتنے بیشمار انبیاء کا ان میں اٹھایا جانا۔

۴ یعنی حضرت موسیٰ کے ذریعہ سے مثلاً "من و سلویٰ" کا اتارنا، بادل کا سایہ کرنا وغیرہ ذلک۔

۵ **مشرکین مکہ کی دہریت** درمیان میں حضرت موسیٰ کی قوم کا ذکر استطراداً آ گیا تھا۔ یہاں سے پھر حضورؐ کی قوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ ہماری آخری حالت بس یہی ہے کہ موت آ جائے۔ موت کے بعد سب قصہ ختم۔ موجودہ زندگی کے سوا دوسری زندگی کوئی نہیں۔ کہاں کا حشر، اور کیسا حساب کتاب۔

۶ یعنی پیغمبر اور مومنین سے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقیدہ میں سچے ہو کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے تو پہلا ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو دوبارہ زندہ کر کے دکھلا دو۔ تب ہم جانیں۔

۷ **قوم تبع کی ہلاکت** "تبع" لقب تھا یمن کے بادشاہ کا جس کی حکومت سبا اور حضرموت وغیرہ سب پر تھی۔ "تبع" بہت گذرے ہیں۔ اللہ جانے یہاں کونسا مراد ہے۔ بہرحال اتنا ظاہر ہوا کہ اس کی قوم بہت قوت و جبروت والی تھی جو اپنی سرکشی کی بدولت تباہ کی گئی۔ ابن کثیرؒ نے اس سے قوم سبا مراد لی ہے جس کا ذکر سورہ سبا میں گذر چکا۔ واللہ اعلم۔

۸ **عاد و ثمود کی ہلاکت** مثلاً عاد و ثمود وغیرہ۔ ان سب کو اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر کے چھوڑا۔ کیا تم ان سے بہتر یعنی ان سے زیادہ طاقتور ہو کہ تم کو ہلاک نہ کر سکے گا یا نہ کر سکے گا؟

خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾

ہم نے جو بنایا آسمان اور زمین — اور جو ان کے بیچ ہے — کھیل نہیں بنایا

مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

ان کو بنایا ہم نے — ٹھیک کام پر — پر بہت لوگ نہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾

سمجھتے ◆ تحقیق فیصلہ کا دن — وعدہ ہے — ان سب کا ◆

يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ

جس دن کام نہ آئے کوئی رفیق — کسی رفیق کے — کچھ بھی — اور نہ ان کو

يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ

مدد پہنچے ◆ مگر جس پر رحم کرے اللہ — وہی ہے

الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ

زبردست رحم والا ◆ مقرر درخت سینڈھ کا — کھانا ہے

الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ

گنہگار کا ◆ جیسے پگھلا ہوا — تانبا — کھولتا ہے پیٹوں میں — جیسے کھولنا

الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَاۗءِ الْجَحِيْمِ ﴿۴۷﴾

پانی ◆ پکڑو اس کو — اور دھکیل کر لیجاؤ — بیچوں بیچ دوزخ کے ◆

ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۸﴾

پھر ڈالو — اس کے سر پر — جلتے پانی کا عذاب ◆

◆ یعنی اتنا بڑا کارخانہ کوئی کھیل تماشا نہیں۔ بلکہ بڑی حکمت سے بنایا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ ایک دن نکل کر رہے گا۔ وہی نتیجہ آخرت ہے۔

◆ یعنی اس دن سب کا حساب بیک وقت ہو جائے گا۔

◆ یعنی نہ کسی اور طرف سے مدد پہنچ سکے گی۔

◆ یعنی بس جس پر اللہ کی رحمت ہو جائے وہی بچے گا۔ کما ورد فی الحدیث۔ ''اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ۔''

◆ **جہنم میں کفار کی عبرتناک سزائیں** | کسی ادنیٰ مشابہت کی وجہ سے اس کو زقوم (سینڈھ) کہا گیا ہے ورنہ دوزخ کے سینڈھ کی کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہے جیسے بعض نعمائے جنت اور نعمائے دنیوی میں اشتراک اسمی ہے۔ اسی طرح جہنم کے متعلق سمجھ لو۔

◆ یہ حکم فرشتوں کو ہوگا جو تعذیب مجرمین پر مامور ہیں۔

◆ وہ پانی دماغ سے اتر کر آنتوں کو کاٹتا ہوا باہر نکل آئے گا۔ (اعاذنا اللہ منہ)

ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ

چکھ (اس کو) تو ہی ہے بڑا عزت والا سردار ◆ بیشک

هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ

یہی ہے جس میں تم دھوکے میں پڑے تھے ◆ بے شک ڈرنے والے

فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ﴿۵۱﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۵۲﴾

گھر میں ہیں چین کے ◆ باغوں میں اور چشموں میں

يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۵۳﴾

پہنتے ہیں پوشاک ریشمی پتلی اور گاڑھی ایک دوسرے کے سامنے ◆

كَذٰلِكَ ۟ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۵۴﴾ يَدْعُوْنَ

اسی طرح ہوگا اور بیاہ دیں ہم ان کو حوریں بڑی آنکھوں والیاں ◆ منگوائیں گے

فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ

وہاں ہر میوہ دلجمعی سے ◆ نہ چکھیں گے

فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ

وہاں موت مگر جو پہلے آ چکی ◆ اور بچایا ان کو

عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ

دوزخ کے عذاب سے فضل سے تیرے رب کے یہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ

بڑی مراد ملنی ◆ سو یہ قرآن آسان کیا ہم نے اس کو تیری بولی (زبان) میں

◆ یعنی تو وہی ہے جو دنیا میں بڑا معزز و محترم سمجھا جاتا تھا اور اپنے زور اور وجاہت پر اکڑا کرتا تھا۔ اب وہ عزت اور سرداری کہاں گئی۔

◆ یعنی تم کو کہاں یقین تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا۔ اسی شک میں تھے کہ یہ زندگی پوری ہوتے ہی قصہ ختم کر دیا جائے گا۔ آخر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے، آگے کچھ بھی نہیں۔ اب دیکھ لیا کہ وہ باتیں سچی تھیں جو پیغمبروں سے بیان فرمائی تھیں۔

◆ **متقین کی حالت** | یعنی جو یہاں اللہ سے ڈرتے تھے وہاں امن چین سے ہوں گے۔ کسی طرح کا خوف اور غم پاس نہ آئے گا۔

◆ **ان کے لباس** | یعنی ان کی پوشاک باریک اور دبیز ریشم کی ہوگی۔ اور ایک جنتی دوسرے سے اعراض نہ کرے گا بلکہ بے تکلف دوستوں کی طرح آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

◆ یعنی ان سے جوڑے ملا دیں گے۔

◆ **پھل اور میوے** | یعنی جس میوے کو جی چاہے گا فوراً حاضر کر دیا جائے گا۔ کوئی قلت نہ ہوگی۔ پوری دل جمعی سے کھائیں پئیں گے۔

◆ **حیات ابدی** | یعنی جو موت پہلے آچکی وہ آچکی۔ اب آگے کبھی موت نہیں۔ ہمیشہ اسی عیش و نشاط میں رہنا ہے نہ کوئی خدشہ نقصان کے ساتھ لگا ہو۔

◆ اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے کہ عذاب الٰہی سے محفوظ و مامون رہے اور ابد الآباد کے لئے موردِ الطاف و افضال بنے۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿٥٩﴾

سورۃ الجاثیۃ مکیۃ (۴۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾

إِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾

وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ

لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٤﴾ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ

وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَأَحْيَا

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ

◆ **قرآن آسان ہے** یعنی اپنی مادری زبان میں آسانی سے سمجھ لیں اور یاد رکھیں۔

◆ یعنی اگر نہ سمجھیں تو آپ چند روز انتظار کیجئے ان کا انجام سامنے آ جائے گا۔ یہ منتظر ہیں کہ آپ پر کوئی افتاد پڑے۔ لیکن آپ دیکھتے جایئے کہ ان کا کیا حال بنتا ہے۔ تم سورۃ الدخان بفضل اللہ ورحمتہ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الجاثیۃ

◆ **زمین و آسمان میں مومنین کیلئے نشانیاں** یعنی آدمی ماننا چاہے تو اسی آسمان و زمین کی پیدائش اور ان کے محکم نظام میں غور کر کے مان سکتا ہے کہ ضرور کوئی ان کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا ہے۔ جس نے کمال حکمت و خوبی سے ان کو بنایا اور لا محدود قدرت سے ان کی حفاظت کی۔ "البعرۃ تدل علی البعیر و الاقدام تدل علی المسیر فکیف لا یدل ھذا النظام العجیب الغریب علی الصانع اللطیف الخبیر۔"

◆ یعنی انسان خود اپنی بناوٹ اور دوسرے حیوانات کی ساخت میں غور کرے۔ تو درجہ عرفان و ایمان تک پہنچانے والی ہزاروں نشانیاں اس کو ملیں گی۔

◆ یعنی پانی آسمان کی طرف سے اتارا جو مادہ ہے روزی کا۔

اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۵ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا

نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو سمجھ سے کام لیتے ہیں ◆ یہ باتیں ہیں اللہ کی ہم سناتے ہیں

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَ

تجھ کو ٹھیک ٹھیک پھر کونسی بات کو اللہ اور

اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝۷

اس کی باتوں کو چھوڑ کر مانیں گے ◆ خرابی ہے ہر جھوٹے گنہگار کے لیے

يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا

کہ سنتا ہے باتیں اللہ کی کہ اس کے پاس پڑھی جاتی ہیں پھر ضد کرتا ہے غرور سے

كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۸

گویا سنا ہی نہیں ◆ سو خوشخبری سنا دے اس کو ایک عذاب دردناک کی

وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ

اور جب خبر پائے ہماری باتوں میں سے کسی کی اس کو ٹھہرائے ٹھٹھا

اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۹ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ

ایسوں کو ذلت کا عذاب ہے ◆ پرے ان کے

جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا

دوزخ ہے اور کام نہ آئے گا ان کے جو کمایا تھا ذرا بھی اور نہ وہ

مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاۗءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کہ جن کو پکڑا تھا اللہ کے سوا رفیق ◆ اور ان کے واسطے بڑا

عَظِيْمٌ ۝١٠ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ

عذاب ہے | یہ سجھا دیا (سیدھی راہ ہے) | اور جو منکر ہیں | اپنے رب کی

رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝١١ اَللّٰهُ

باتوں سے | ان سب کے لیے عذاب ہے | ایک بلا کا دردناک ◆ | اللہ

الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ

وہ ہے | جس نے بس میں کر دیا تمہارے دریا کو | کہ چلیں اس میں جہاز

فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

اس کے حکم سے ◆ | اور تا کہ تلاش کرو | اس کے فضل سے | اور تا کہ تم

تَشْكُرُوْنَ ۝١٢ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

حق مانو ◆ | اور کام میں لگا دیا تمہارے | جو کچھ ہے آسمانوں | اور

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

زمین میں | سب کو اپنی طرف سے ◆ | اس میں نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝١٣ قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا

ان لوگوں کے واسطے جو دھیان کرتے ہیں ◆ | کہہ دے | ایمان والوں کو | درگزر کریں

لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا

ان سے جو امید نہیں رکھتے | اللہ کے دنوں کی ◆ | تا کہ وہ سزا دے ایک قوم کو

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝١٤ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا

بدلا اس کا جو کماتے تھے ◆ | جس نے بھلا کام کیا

۱ **قرآن ہدایت ہے** | یعنی یہ قرآن عظیم الشان ہدایت ہے جو سب طرح کی بھلائی انسان کو سمجھانے کے لئے آئی ہے۔ جو اس کو نہ مانیں وہ سخت غلیظ اور دردناک عذاب چکھنے کے لئے تیار رہیں۔

۲ **تسخیر بحر** | یعنی سمندر جیسی مخلوق کو ایسا مسخر کر دیا کہ تم بے تکلف اپنی کشتیاں اور جہاز اس میں لئے پھرتے ہو۔ گویا اس کی گہرائیوں کو پایاب کر رکھا ہے۔

۳ یعنی بحری تجارت کرو یا شکار کھیلو یا اس کی تہ میں سے موتی نکالو۔ اور یہ سب منافع و فوائد حاصل کرتے وقت منعم حقیقی کو نہ بھولو۔ اس کا حق پہچانو، زبان و دل اور قلب و قالب سے شکر ادا کرو۔

۴ **تسخیر ارض وسماء** | یعنی اپنے حکم اور قدرت سے سب کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ یہ اس کی مہربانی ہے کہ ایسی ایسی عظیم الشان مخلوقات انسان کی خدمت گذاری میں لگی ہوئی ہیں۔

۵ **سوچنے والوں کیلئے نشانیاں** | آدمی دھیان کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ یہ چیزیں اس کے بس کی نہ تھیں محض اللہ کے فضل اور اس کی قدرت کاملہ سے یہ اشیاء ہمارے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ تو لازم ہے کہ ہم کو بھی کسی کے کام لگنا چاہئے۔ وہ کام یہی ہے کہ اس منعم حقیقی اور محسن علی الاطلاق کی فرمانبرداری اور اطاعت گذاری میں اپنی حیات مستعار کے لمحات صرف کر دیں تا کہ آئندہ بھی ہمارا انجام درست ہو۔

۶ **ایام اللہ** | "ایام اللہ" (اللہ کے دنوں) سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ اپنے دشمنوں کو کوئی خاص سزا دے، یا اپنے فرمانبرداروں کو کسی خصوصی انعام و اکرام سے سرفراز فرمائے۔ لہٰذا "لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰہِ" سے وہ کفار مراد ہونے چاہئیں جو اس کی رحمت سے ناامید، اس کے عذاب سے بے فکر رہیں۔

۷ **کفار** | یعنی آپ ان سے بدلہ لینے کی فکر نہ کریں۔ اللہ پر چھوڑ دیں۔ وہ ان کی شرارتوں پر کافی سزا اور مومنین کے صبر و تحمل اور عفو و درگذر کا مناسب صلہ دے گا۔

فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ

تو اپنے واسطے | اور جس نے برا کیا سو اپنے حق میں ◆ | پھر اپنے رب کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ۝١٥ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

پھیرے جاؤ گے ◆ | اور ہم نے دی | بنی اسرائیل کو

الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ

کتاب | اور حکومت | اور پیغمبری | اور کھانے کو دیں

الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦ وَاٰتَيْنٰهُمْ

ستھری چیزیں ◆ | اور بڑائی دی ان کو | جہان پر ◆ | اور دیں ان کو

بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

کھلی باتیں | دین کی ◆ | پھر انہوں نے پھوٹ جو ڈالی | تو بعد

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ

آچکنے کے بعد | آپس کی ضد سے | بے شک تیرا رب

يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

فیصلہ کرے گا ان میں | قیامت کے دن | جس بات میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ۝١٧ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ

جھگڑتے تھے ◆ | پھر تجھ کو رکھا ہم نے | ایک رستہ پر | دین کے کام کے

فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٨

سو تو اسی پر چل | اور مت چل | خواہشوں پر | نادانوں کی ◆

۱ یعنی بھلے کام کا فائدہ کام کرنے والے کو پہنچتا ہے۔ اللہ کو اس کی کیا ضرورت؟ اور بدی کرنے والا خود اپنے حق میں برا بیج بو رہا ہے۔ بدی کی برائی اسی کے سر پڑنی پڑتی۔ غرض ہر شخص اپنے نفع نقصان کی فکر کر لے۔ اور جو عمل کرے یہ سمجھ کر کرے کہ اس کا سود و زیاں اسی کی ذات کو پہنچے گا۔

۲ یعنی وہاں پہنچ کر سب برائی بھلائی سامنے آ جائے گی۔ اور ہر ایک اپنی کرتوت کا پھل چکھے گا۔

۳ **بنی اسرائیل کی نعمتیں** | یعنی تورات دی اور سلطنت یا قوت فیصلہ یا دانائی کی باتیں یا دین کی سمجھ عطا کی۔ اور کس قدر کثرت سے پیغمبر ان میں سے اٹھائے۔ یہ تو روحانی غذا ہوئی، جسمانی غذا اور میوے وہ بھی بہت افراط سے دیے حتیٰ کہ من و سلویٰ اتارا گیا۔

۴ یعنی اس زمانہ میں سارے جہان پر ان کو فضیلت کلی حاصل تھی اور بعض فضائل جزئیہ کے اعتبار سے تو "اس زمانہ" کی قید لگانے کی بھی ضرورت نہیں۔

۵ یعنی نہایت واضح اور مفصل احکام، کھلے کھلے معجزات جو دین کے باب میں بطور حجت و برہان کے پیش کیے جاتے ہیں۔

۶ **بنی اسرائیل میں فرقہ بندیاں** | یعنی آپس کی ضد اور نفسانیت سے اصل کتاب کو چھوڑ کر بیشمار فرقے بن گئے۔ ان کا عملی فیصلہ قیامت کے دن کیا جائے گا۔ اس وقت پتہ لگے گا کہ ان کا منشا نفس پروری اور ہوا پرستی کے سوا کچھ نہ تھا۔

۷ **آنحضرت ﷺ کو تسلی و نصیحت** | یعنی ان اختلافات اور فرقہ وارانہ کشمکش کی موجودگی میں ہم نے آپ کو دین کے ایک صاف راستہ پر قائم کر دیا تو آپ کو اور آپ کی امت کو چاہیے کہ اسی راستہ پر برابر مستقیم رہے۔ کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کی خواہشات پر نہ چلے۔ مثلاً ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ ان کے طعن و تشنیع اور ظلم و تعدی سے تنگ آ کر دعوت و تبلیغ ترک کر دیں، یا مسلمانوں میں بھی ویسا ہی اختلاف و تفریق پڑ جائے جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں۔ اندریں صورت واجب ہے کہ ان کی خواہشات کو بالکل پامال کر دیا جائے۔

إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ

وہ ہرگز کام نہ آئیں گے تیرے | اللہ کے سامنے ذرا بھی ◆ | اور

الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ

بے انصاف | ایک دوسرے کے رفیق ہیں | اور اللہ رفیق ہے

الْمُتَّقِينَ ﴿١٩﴾ هَٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى

ڈرنے والوں کا ◆ | یہ سوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے | اور راہ کی

وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ

اور رحمت ہے | ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں ◆ | کیا خیال رکھتے ہیں جنہوں نے

اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَن نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ

کمائی ہیں برائیاں | کہ ہم کر دیں گے ان کو | برابر ان لوگوں کے

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَّحْيَاهُمْ

جو کہ یقین لائے | اور کیے بھلے کام | ایک سا ہے ان کا جینا

وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ ع وَخَلَقَ اللَّهُ

اور مرنا | برے دعوے ہیں جو کرتے ہیں ◆ | اور بنائے اللہ نے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ

آسمان اور زمین | جیسے چاہییں | اور تاکہ بدلہ پائے ہر

نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَأَيْتَ

کوئی اپنی کمائی کا | اور ان پر ظلم نہ ہوگا ◆ | بھلا دیکھ تو

ع ۲ ۱۸

یعنی ان کی طرف جھکنا تم کو خدا کے ہاں بچا نہ سکے گا۔

متقین کا ولی اللہ ہے | یعنی منصف اور راستی پسند مسلمان، ظالم اور بے راہ رو کافروں کے رفیق نہیں ہو سکتے۔ وہ اللہ کے مطیع بندے ہیں اور اللہ ہی ان کا رفیق و مددگار ہے۔ لازم ہے کہ اسی کی دوستی اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔

قرآن میں بصیرت و ہدایت | یعنی یہ قرآن بڑی بڑی بصیرت افروز حقائق پر مشتمل ہے۔ لوگوں کو کام کی باتیں اور کامیابی کی راہ سمجھاتا ہے۔ اور جو خوش قسمت اس کی ہدایات و نصائح پر یقین کر کے عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے حق میں خصوصی طور پر قرآن رحمت اور برکت ہے۔

کافر اور مومن برابر نہیں ہو سکتے | یعنی اللہ تعالیٰ کی شان حکمت پر نظر کرتے ہوئے کیا کوئی عقلمند یہ گمان کر سکتا ہے کہ ایک بدمعاش آدمی اور ایک مرد صالح کے ساتھ خدا اپنی یکساں معاملہ کرے گا۔ اور دونوں کا انجام برابر ہو گا؟ ہرگز نہیں۔ نہ اس زندگی میں دونوں برابر ہو سکتے ہیں نہ مرنے کے بعد۔ جو حیات طیبہ مومن صالح کو یہاں نصیب ہوتی ہے اور جس مسرت اور سرور و نعمت کے وعدے دنیا میں اس سے کئے گئے ہیں وہ ایک کافر بدکار کو کہاں میسر ہیں۔ اس کے لئے دنیا میں معیشت تنگ اور آخرت میں لعنت و حسرت کے سوا کچھ نہیں۔ الغرض یہ دعویٰ بالکل غلط اور یہ خیال بالکل مہمل ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکوں اور بدوں کا مرنا اور جینا برابر کر دے گا۔ اس کی حکمت اس کی مقتضی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے کہ دونوں کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک نتیجہ ظاہر ہو کر رہے۔ اور ہر ایک کی نیکی یا بدی کے آثار فی الجملہ یہاں بھی مشاہد ہوں اور ان کا پورا اور مکمل معائنہ موت کے بعد ہو۔

تخلیق ارض و سما کی حکمت | یعنی زمین آسمان کو یوں ہی بیکار پیدا نہیں کیا۔ بلکہ نہایت حکمت سے کسی خاص مقصد کے لئے بنایا ہے۔ ان کے احوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز بنائی گئی ٹھیک موقع سے بنی اور تدریجاً اندازہ کیا جاتا ہے کہ ضرور ایک دن اس کارخانہ ہستی کا کوئی عظیم الشان نتیجہ نکلنے والا ہے۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں۔ جہاں ہر ایک کو اس کی کمائی کا پھل ملے گا اور ذرہ برابر ظلم کسی پر نہ ہو سکے گا۔

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ

جس نے ٹھہرا لیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو اور راہ سے بچلا دیا اس کو اللہ نے (باوجود یکہ تھا) جانتا بوجھتا ◆

وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ

اور مہر لگا دی اس کے کان پر اور دل پر اور ڈال دی اس کی آنکھ پر

غِشٰوَةً ۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا

اندھیری پھر کون راہ پر لائے اس کو اللہ کے سوا سو کیا

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا

تم غور نہیں کرتے ◆ اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں یہی ہے ہمارا جینا

الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ

دنیا کا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو جو مارتا ہے سو زمانہ ◆

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا

اور ان کو کچھ خبر نہیں اس کی محض اٹکلیں

يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

دوڑاتے ہیں ◆ اور جب سنائی جائیں ان کو ہماری آیتیں کھلی کھلی

مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا

اور کچھ دلیل نہیں ان کی مگر یہی کہ کہتے ہیں لے آؤ

بِاٰبَاۗىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ

ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو ◆ تو کہہ اللہ ہی

خواہش پرست کا عبرتناک انجام یعنی اللہ جانتا تھا کہ اس کی استعداد خراب ہے اور اسی قابل ہے کہ سیدھی راہ سے ادھر ادھر بھٹکتا پھرے۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ بدبخت علم رکھنے کے باوجود اور سمجھنے بوجھنے کے بعد گمراہ ہوا۔

جو شخص محض خواہش نفس کو اپنا حاکم اور معبود ٹھہرا لے، جدھر اس کی خواہش لے چلے ادھر ہی چل پڑے اور حق و ناحق کے جانچنے کا معیار اس کے پاس یہی خواہش نفس رہ جائے اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی اختیار کردہ گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ نہ کان نصیحت کی بات سنتے ہیں، نہ دل سچی بات کو سمجھتا ہے، نہ آنکھ سے بصیرت کی روشنی نظر آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ جس کو اس کی کرتوت کی بدولت ایسی حالت پر پہنچا دے کونسی طاقت ہے جو اس کے بعد سے راہ پر لے آئے۔

دہریت کا باطل عقیدہ یعنی اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی دوسری زندگی نہیں۔ بس یہی ایک جہان ہے جس میں آدمی مرتا اور جیتا ہے۔ جیسے بارش ہونے پر سبزہ زمین سے اگا، خشکی ہوئی تو سوکھ کر ختم ہو گیا۔ یہی حال آدمی کا سمجھو، ایک وقت آتا ہے پیدا ہوتا ہے۔ پھر معین وقت تک زندہ رہتا ہے۔ آخر زمانہ کا چکر اسے ختم کر دیتا ہے۔ یہی سلسلہ موت و حیات کا دنیا میں چلتا رہتا ہے۔ آگے کچھ نہیں۔

ان عقیدوں کی بنیاد محض اٹکل ہے یعنی زمانہ تو ہم ہے دہر کا۔ وہ کچھ کام کرنے والا نہیں۔ کیونکہ اس میں نہ شعور ہے نہ ارادہ۔ لامحالہ وہ کسی اور چیز کو کہتے ہوں گے جو معلوم نہیں ہوتی لیکن دنیا میں اس کا تصرف چلتا ہے۔ پھر اللہ ہی کو کیوں نہ کہیں جس کا وجود اور متصرف علی الاطلاق ہونا دلائل فطریہ اور براہین عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور زمانہ کا الٹ پھیر اور رات دن کا ادل بدل کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔

زمانے کو برا نہ کہو اسی معنی سے حدیث میں بتلایا گیا کہ دہر اللہ ہے اس کو برا نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ جب آدمی دہر کو برا کہتا ہے اسی حیثیت سے کہتا ہے کہ حوادث دہر اس کی طرف منسوب ہیں حالانکہ تمام حوادث دہر اللہ کے ارادے اور مشیت سے ہیں تو دہر کی برائی کرنے سے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہوتی ہے۔ معاذ اللہ منہ

یعنی جب قرآن کی آیات بعث بعد الموت کی دلائل اس کو سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ میں کسی دلیل کو نہیں سنوں گا۔ بس اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھلاؤ۔ تب ہم تسلیم کر لیں گے کہ بیشک موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے۔

يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ

جلاتا ہے تم کو | پھر مارے گا تم کو | پھر اکٹھا کرے گا تم کو | قیامت کے

الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

دن تک | اس میں کچھ شک نہیں | پر بہت لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

ع ۳ / ۱۹

نہیں سمجھتے ◆ | اور اللہ ہی کا راج ہے | آسمانوں میں | اور زمین میں

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿٢٧﴾

اور جس دن قائم ہوگی قیامت | اس دن | خراب ہوں گے جھوٹے ◆

وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ

اور تو دیکھے | ہر فرقہ کو | کہ بیٹھے ہیں گھٹنوں کے بل ◆ | ہر فرقہ بلایا جائے

إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾

اپنے اپنے دفتر کے پاس | آج بدلہ پاؤ گے | جیسا کام کرتے تھے ◆

هَٰذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا

یہ ہمارا دفتر ہے | بولتا ہے (بتلاتا ہے) تمہارے کام | ٹھیک ◆ | ہم

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَمَّا

لکھواتے جاتے تھے | جو کچھ تم کرتے تھے ◆ | سو جو

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُدْخِلُهُمْ

لوگ یقین لائے ہیں | اور کئے کام بھلے | سو ان کو داخل کرے گا

یعنی جس نے ایک مرتبہ زندہ کیا پھر مار ڈالا اسے کیا مشکل ہے کہ دوبارہ زندہ کر کے سب کو ایک جگہ اکٹھا کر دے۔

اس دن ذلیل و خوار ہو کر پچھتائیں گے کہ کس دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے۔

آخرت کے احوال یعنی خوف و دہشت سے۔

اعمال نامے یعنی اعمالنامہ کی طرف بلایا جائے گا کہ آؤ اس کے موافق حساب دو۔ آج ہر ایک کو اسی کا بدلہ ملے گا۔ جو اس نے دنیا میں کمایا تھا۔

یعنی جو کام کیے تھے یہ اعمالنامہ ٹھیک ٹھیک وہی بتاتا ہے۔ ذرہ بھر کمی بیشی نہیں۔

حفظ اعمال یعنی ہمارے علم میں تو ہر چیز ازل سے ہے۔ مگر ضابطہ میں ہمارے فرشتے لکھنے پر مامور تھے ان کی لکھی ہوئی مکمل رپورٹ آج تمہارے سامنے ہے۔

رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿٣٠﴾

ان کا رب — اپنی رحمت میں — یہی ہے صریح مراد ملنی ◆

وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ

اور جو منکر ہوئے (ان سے پوچھیں) — کیا تم کو سنائی نہ جاتی تھیں باتیں

عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُجْرِمِينَ ﴿٣١﴾

میری — پھر تم نے غرور کیا — اور ہو گئے تم — لوگ گنہگار ◆

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ

اور جب کہیے (کہتے) — کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے — اور قیامت میں

لَا رَيْبَ فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ

کچھ شک نہیں — تم کہتے تھے — ہم نہیں سمجھتے — کیا ہے قیامت

إِنْ نَظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ ﴿٣٢﴾

ہم کو تو آتا ہے — ایک خیال سا — اور ہم کو یقین نہیں ہوتا ◆

وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا

اور کھل جائیں ان پر برائیاں — ان کاموں کی جو کیے تھے — اور الٹ پڑے ان پر — وہ چیز

كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٣﴾ وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسَاكُمْ

جس پر ٹھٹھا کرتے تھے ◆ — اور حکم ہوگا کہ آج ہم تم کو بھلا دیں گے

كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ

جیسے تم نے بھلا دیا تھا — اپنے اس دن کی ملاقات کو ◆ — اور گھر تمہارا دوزخ ہے

◆ یعنی جنت میں جہاں اعلیٰ درجہ کی رحمت اور قسم قسم کی مہربانیاں ہوں گی۔

◆ یعنی ہماری طرف سے نصیحت و فہمائش اور اتمام حجت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا۔ اس پر بھی تمہارے غرور اور شیخی میں فرق نہ آیا۔ اپنے تکبر پر اڑے رہے۔ یا "وکنتم قوما مجرمین" کا مطلب یہ لیا جائے کہ تم پہلے ہی سے جرائم پیشہ تھے۔

◆ **قیامت کا انکار** | یعنی ہم نہیں جانتے قیامت کیسی ہوتی ہے اور جو تم قیامت کے عجیب و غریب احوال بیان کرتے ہو ہم کو کسی طرح ان کا یقین نہیں ہوتا۔ یوں ہی سنی سنائی باتوں سے کچھ ضعیف سا امکان اور احتمال سا خیال بھی آجائے تو دوسری بات ہے۔

◆ یعنی جب قیامت آئے گی ان کی تمام بدعملیاں اور ان کے نتائج سامنے آجائیں گے اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں کا جو مذاق اڑاتے تھے وہ خود ان ہی پر الٹ پڑے گا۔

◆ **منکرین کو یاد نہیں رکھا جائے گا** | یعنی دنیا میں تم نے آج کے دن کو بالکل بھلا دیا تھا آج ہم تم کو مہربانی سے یاد نہ کریں گے۔ ہمیشہ کے لئے اسی طرح عذاب میں پڑا چھوڑ دیں گے۔ جیسے تم نے اپنے کو دنیا کے مزوں میں پھنسا کر چھوڑ دیا تھا۔

وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٣٤﴾ ذَٰلِكُم بِأَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ

اور کوئی نہیں تمہارا مددگار — یہ تم پر اس واسطے کہ تم نے پکڑا اللہ کی

آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَغَرَّتْكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ

باتوں کو ٹھٹھا — اور بہکے — دنیا کی زندگانی پر ◆

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُونَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٣٥﴾

سو آج — نہ ان کو نکالنا منظور ہے — وہاں سے — اور نہ ان سے مطلوب ہے توبہ ◆

فَلِلَّهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ

سو اللہ ہی کے واسطے ہے سب خوبی — جو رب ہے آسمانوں کا — اور رب ہے زمین کا — رب

الْعَالَمِينَ ﴿٣٦﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَاوَاتِ وَ

سارے جہان کا — اور اسی کے لئے بڑائی ہے — آسمانوں میں — اور

الْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٣٧﴾

زمین میں — اور وہی ہے زبردست حکمت والا ◆

◆ یعنی دنیا کے مزوں میں پڑ کر خیال بھی نہ کیا کہ یہاں سے کبھی جانا اور خدا کے سامنے پیش ہونا بھی ہے۔ اور اگر کبھی کچھ خیال آیا بھی تو یوں سمجھ کر دل کی تسلی کر لی کہ جس طرح دنیا میں ہم مسلمانوں سے متفاضل ہیں، وہاں بھی ہمارے لیے یہی زور رہے گا۔

◆ **دائمی عذاب** | یعنی نہ ان کو دوزخ سے نکالا جائے گا نہ یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ اب خدا کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔

◆ **کبریائی صرف اللہ کیلئے ہے** | چاہئے آدمی اسی کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے احسانات و انعامات کی قدر کرے۔ اس کی ہدایات پر چلے سب کو چھوڑ کر اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر رکھے۔ اور اسی کی بڑائی و عظمت کے سامنے ہمیشہ باختیار خود مطیع و منقاد رہے۔ کبھی سرکشی و تمرد کا خیال دل میں نہ لائے۔ حدیث قدسی میں ہے "اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَالْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا قَذَفْتُهُ فِي النَّارِ" (کبریائی میری چادر اور عظمت میرا تہبند ہے۔ لہٰذا جو کوئی ان دونوں میں سے کسی میں مجھ سے منازعت اور کشمکش کرے گا، میں اسے اٹھا کر آگ میں پھینک دوں گا) اللّٰهُمَّ اجعلنا مطیعين لامرك وجنبنا غضبك وقنا عذاب النار۔ انك سميع قريب مجيب الدعوات۔ تم سورة الجاثية بعونه وصونه فلله الحمد والمنة وبه التوفيق والعصمة۔

آیاتہا ۳۵ (۴٦) سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ مَكِّيَّةٌ (٦٦) رکوعاتہا ۴

سورۂ احقاف مکی ہے اس میں پینتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ①

حٰمٓ — اتاری کتاب کا ہے — اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا

ہم نے جو بنائے آسمان — اور زمین — اور جو ان کے بیچ میں ہے

بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ

سو ٹھیک کام پر — اور ایک ٹھہرے وعدہ پر ◆ — اور جو لوگ منکر ہیں

اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

ڈر کی سن کر منہ پھیر لیتے ہیں ◆ — تو کہہ — بھلا دیکھو تو — جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ

اللہ کے سوا — دکھلاؤ تو مجھ کو — انہوں نے کیا بنایا — زمین میں

اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ

یا ان کا کچھ ساجھا ہے — آسمانوں میں ◆ — لاؤ میرے پاس کوئی کتاب — اس سے

قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④

پہلے کی — یا کوئی علم جو چلا آتا ہو — اگر ہو تم سچے ◆

سورۃ الاحقاف

◆ **کائنات کی تخلیق کا مقصد** | یعنی آسمان و زمین اور یہ سب کارخانہ اللہ تعالیٰ نے بیکار نہیں بنایا۔ بلکہ کسی خاص غرض و مقصد کے لئے پیدا کیا ہے جو ایک معین میعاد اور ٹھہرے ہوئے وعدہ تک یوں ہی چلتا رہے گا تا آنکہ اس کا نتیجہ ظاہر ہو اسی کو آخرت کہتے ہیں۔

◆ **کفار کا اعراض** | یعنی برے انجام سے ڈرتے نہیں، اور آخرت کی تیاری نہیں کرتے۔ جب آخرت کی بات سنی ایک کان سنی دوسرے کان نکال دی۔

◆ **ان معبودوں نے کیا پیدا کیا** | یعنی خداوند قدوس نے تو آسمان و زمین اور کل مخلوقات بنائی کیا سچے دل سے کہہ سکتے ہو کہ زمین کا کوئی ٹکڑا یا آسمان کا کوئی حصہ کسی اور نے بھی بنایا ہے یا بنا سکتا ہے۔ پھر ان کو خدا کے ساتھ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیوں پکارا جاتا ہے۔

◆ **اپنے شرک کی دلیل لاؤ** | یعنی اگر اپنے دعوائے شرک میں سچے ہو تو کسی آسمانی کتاب کی سند لاؤ یا کسی ایسے علمی اصول سے ثابت کرو جو عقلاء کے نزدیک مسلم چلا آتا ہو۔ جس چیز پر کوئی نقلی یا عقلی دلیل نہ ہو تو اسے کیونکر تسلیم کیا جائے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون جو پکارے اللہ کے سوا ایسے کو

لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ

جو نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں

دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ

ان کے پکارنے کی ◆ اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے ان کے

اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۶﴾ وَاِذَا تُتْلٰى

دشمن اور ہوں گے ان کے پوجنے سے منکر ◆ اور جب سنائی جائیں

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ

ان کو ہماری باتیں کھلی کھلی کہتے ہیں منکر سچی بات کو

لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

جب ان تک پہنچی یہ جادو ہے صریح ◆ کیا کہتے ہیں

افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ

یہ بنا لایا ہے ◆ تو کہہ اگر میں بنا لایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کر سکتے

اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ

اللہ کے سامنے ذرہ بھی ◆ اس کو خوب خبر ہے جن باتوں میں تم لگ رہے ہو وہ کافی ہے

شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۸﴾

حق بتانے والا میرے اور تمہارے بیچ ◆ اور وہی ہے بخشنے والا مہربان ◆

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا

تو کہہ | میں کچھ نیا رسول نہیں آیا ◈ | اور مجھ کو معلوم نہیں | کیا

يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى

ہوتا ہے مجھ سے | اور تم سے | میں اسی پر چلتا ہوں | جو حکم آتا ہے

اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ

مجھ کو | اور میرا کام تو یہی ہے ڈر سنا دینا کھول کر ◈ | تو کہہ | بھلا دیکھو تو | اگر

كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

یہ آیا ہو اللہ کے یہاں سے | اور تم نے اس کو نہیں مانا | اور گواہی دے چکا ایک گواہ

مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ

بنی اسرائیل کا | ایک ایسی کتاب کی | پھر وہ یقین لایا | اور

اسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾ ع

تم نے غرور کیا | بے شک اللہ راہ نہیں دیتا | گنہگاروں کو ◈

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا

اور کہنے لگے منکر | ایمان والوں کو | اگر یہ دین بہتر ہوتا | تو

سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ

یہ دوڑ کر نہ جاتے اس پر ہم سے پہلے ◈ | اور جب راہ پر نہیں آئے اس کے لانے سے | تو اب کہیں گے

هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿١١﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى

یہ جھوٹ ہے بہت پرانا ◈ | اور اس سے پہلے | کتاب موسیٰ کی تھی

إِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا

راہ ڈالنے والی اور رحمت ◆ اور یہ کتاب ہے اس کی تصدیق کرتی ◆ عربی

عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲

زبان میں ◆ تا کہ ڈر سنائے گنہگاروں کو ◆ اور خوشخبری نیکی والوں کو

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ

مقرر جنہوں نے کہا ◆ رب ہمارا اللہ ہے ◆ پھر ثابت (قائم) قدم رہے ◆ تو نہ ڈر ہے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۱۳ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ

ان پر ◆ اور نہ وہ غمگین ہوں گے ◆ وہ لوگ ہیں بہشت والے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۴ وَ

سدا رہیں گے اس میں ◆ بدلہ ہے ان کاموں کا ◆ جو کرتے تھے ◆ اور

وَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ

ہم نے حکم کر دیا انسان کو ◆ اپنے ماں باپ سے بھلائی کا ◆ پیٹ میں رکھا اس کو

أُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ

اس کی ماں نے تکلیف سے ◆ اور جنا اس کو تکلیف سے ◆ اور حمل رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا

ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهٗ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ

تیس مہینے میں ہے ◆ یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو ◆ اور پہنچا چالیس

سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ

برس کو ◆ کہنے لگا ◆ اے رب میرے میری قسمت میں کر ◆ کہ شکر کروں تیرے احسان کا ◆ جو

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا

تو نے مجھ پر کیا ۔ اور میرے ماں باپ پر ۔ اور یہ کہ کروں میں نیک کام

تَرْضٰىهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ

جس سے تو راضی ہو ۔ اور مجھ کو دے نیک اولاد میری ۔ میں نے توبہ کی

إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۵﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ

تیری طرف ۔ اور میں ہوں حکم بردار ◆ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم

نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ

قبول کرتے ہیں بہتر سے بہتر کام ۔ جو کئے ہیں ۔ اور معاف کرتے ہیں ہم برائیاں ان کی

فِي أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا

رہنے والے جنت کے لوگوں میں ۔ سچا وعدہ ۔ جو ان سے

يُوعَدُونَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُمَا

کیا جاتا تھا ◆ اور جس شخص نے کہا ۔ اپنے ماں باپ کو ۔ میں بیزار ہوں تم سے ◆

أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلِي

کیا مجھ کو وعدہ دیتے ہو ۔ کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے ۔ اور گزر چکی ہیں بہت سی جماعتیں ۔ مجھ سے پہلے ◆

وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللّٰهَ وَيْلَكَ آمِنْ ۖ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے ۔ کم بختی تیری ایمان لے آ ۔ بیشک وعدہ اللہ کا

حَقٌّ ۚ فَيَقُولُ مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۷﴾

ٹھیک ہے ◆ پھر کہتا ہے ۔ یہ سب نقلیں ہیں اگلے لوگوں کی ◆

ایک دعا کی تعلیم | یعنی سعادت مند آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جو احسانات اللہ تعالیٰ کے اس پر اور اس کے ماں باپ پر ہو چکے ان کا شکر ادا کرے اور آئندہ نیک عمل کرنے کی توفیق خدا سے چاہے اور اپنی اولاد کے حق میں بھی نیکی کی دعا مانگے۔ جو کوتاہی حقوق اللہ یا حقوق العباد میں رہ گئی ہو اس سے توبہ کرے اور از راہ تواضع و بندگی اپنی خصلت عبودیت و فرمانبرداری کا اعتراف کرے۔

حضرت ابوبکرؓ کی ایک خصوصیت | تنبیہ: صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ خود ان کو، ان کے ماں باپ کو اور اولاد کو ایمان کے ساتھ صحبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف میسر ہوا۔ دیگر صحابہ میں یہ خصوصیت کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

یعنی ایسے بندوں کی نیکیاں قبول اور کوتاہیاں معاف ہوتی ہیں۔ اور ان کا مقام اللہ کے سچے وعدہ کے موافق جنت میں ہے۔

نافرمان اولاد | سعادت مند اولاد کے مقابلہ میں یہ بے ادب، نافرمان اور نالائق اولاد کا ذکر فرمایا کہ ماں باپ اس کو ایمان کی بات سمجھاتے ہیں، وہ نہیں سمجھتا بلکہ نہایت گستاخانہ خطاب کر کے ایذاء پہنچاتا ہے۔

انکار بعث بعد الموت | یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کی دھمکیوں سے میں نہیں ڈرتا۔ بھلا کتنی قومیں اور جماعتیں مجھ سے پہلے گذر چکی ہیں۔ کوئی شخص بھی ان میں سے اب تک دوبارہ زندہ ہو کر واپس آیا؟ لوگ ہمیشہ سے یونہی کہتے چلے آتے ہیں مگر آج تک تو اس خبر کا تحقق ہوا نہیں۔ پھر میں کیونکر اعتبار کر لوں۔

یعنی اس کی گستاخیوں پر ایک طرف اللہ سے فریاد کرتے اور دعا مانگتے ہیں کہ اسے قبول حق کی توفیق دے اور دوسری طرف اس کو سمجھاتے ہیں کہ کم بخت تیرا ستیاناس! اب بھی باز آجا اور یقین کر کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے بعث بعد الموت کی جو خبر اس نے دی ہے ضرور اپنے وقت پر پوری ہو کر رہے گی۔ اس وقت تیرا یہ انکار رنگ لائے گا۔

یعنی ایسی کہانیاں بہت سنی ہیں۔ پرانے وقتوں کے قصے اسی طرح مشہور ہو جاتے ہیں اور واقع میں ان کا مصداق کچھ نہیں ہوتا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

یہ وہ لوگ ہیں ۔ کہ ان پر ثابت ہوئی بات عذاب کی شامل ۔ اور فرقوں میں ۔ جو گزر چکے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

ان سے پہلے ۔ جنوں کے اور آدمیوں کے ◆ بے شک وہ تھے

خٰسِرِيْنَ ۝۱۸ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ

نقصان میں رہنے والے ◆ اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں اپنے کاموں کے موافق ◆ اور تاکہ پورے دے ان کو

اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۹ وَيَوْمَ يُعْرَضُ

کام ان کے ۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا ◆ اور جس دن لائے جائیں گے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ

منکر ۔ آگ کے روبرو ۔ ضائع کر چکے تم اپنے مزے

حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ

دنیا کی زندگانی میں ۔ اور ان کو برت چکے ◆ اب آج سزا پاؤ گے

عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي

ذلت کا عذاب ۔ بدلہ اس کا جو تم غرور کرتے تھے

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝۲۰ وَاذْكُرْ

ملک میں ۔ ناحق ۔ اور اس کا جو تم نافرمانی کرتے تھے ◆ اور یاد کر

اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ

عاد کے بھائی کو ◆ جب ڈرایا اپنی قوم کو ۔ احقاف میں ◆ اور گزر چکے تھے

◆ **بدبختوں کیلئے جہنم یقینی ہے** "عذاب کی بات" وہی ہے۔ "لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (السجدہ۔ رکوع ۲) یعنی جس طرح بہت سی جماعتیں جنوں اور آدمیوں کی ان سے پہلے جہنم کی مستحق ہو چکی ہیں، یہ بدبخت بھی انہی میں شامل ہیں۔

◆ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ہر آدمی کے دل میں فطری طور پر جو تخم ایمان و سعادت کا بکھیر دیا تھا وہ بھی ان بدبختوں نے ضائع کر دیا۔ اس سے زیادہ ٹوٹا اور خسارہ کیا ہوگا کہ کوئی شخص تجارت میں بجائے منافع حاصل کرنے کے، راس المال کو بھی اپنی غفلت و حماقت سے ضائع کر بیٹھے۔

◆ **اہل جنت و دوزخ کے درجات** یعنی اعمال کے تفاوت کی وجہ سے اہل جنت کے کئی درجے ہیں اور اسی طرح اہل دوزخ کے بھی۔

◆ نہ کسی نیکی کا ثواب کم کیا جائے گا، نہ کسی جرم کی سزا حد مناسب سے زائد کی جائے گی۔

◆ **کافروں کے نیک کام** کافر کے کسی نیک کام میں ایمان کی روح نہیں ہوتی۔ محض صورت اور ڈھانچہ نیکی کا ہوتا ہے۔ ایسی خالی نیکیوں کا اجر بھی خالی ہے جو اسی زندگی میں مال، اولاد، حکومت، تندرستی، عزت و شہرت وغیرہ کی شکل میں مل جاتا ہے۔ اسی کو فرمایا کہ تم اپنی صوری نیکیوں کے مزے دنیا میں لے چکے اور وہاں کی لذتوں سے تمتع کر چکے۔ جو عیش و آرام ایمان لانے کی تقدیر پر آخرت میں ملتا، گویا اس کی جگہ بھی دنیا میں مزے اڑا لئے۔ اب یہاں کے عیش میں تمہارا کوئی حصہ نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "جن لوگوں نے آخرت نہ چاہی فقط دنیا ہی چاہی ان کی نیکیوں کا بدلہ اسی دنیا میں مل چکا۔"

◆ **غرور اور نافرمانی کی سزا** یعنی آج تمہاری جھوٹی شیخی اور نافرمانیوں کی سزا میں ذلیل و رسوا کرنے والا عذاب دیا جائیگا۔ یہ تو ایک چیز تمہارے لئے یہاں باقی ہے۔ آگے بعض زبردست اور متکبر قوموں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ان کا انجام کیا ہوا۔

◆ یعنی ہود علیہ السلام جو "عاد" کے قومی بھائی تھے۔

◆ **احقاف کی بستیاں** مؤلف "ارض القرآن" "بلاد الاحقاف" کے تحت میں لکھتا ہے "یمامہ، عمان، بحرین، حضرموت اور مغربی یمن کے بیچ میں جو صحرائے اعظم "الدہناء" یا "ربع خالی" کے نام سے واقع ہے، گو وہ آبادی کے قابل نہیں۔ لیکن اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی تھوڑی زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضرموت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے۔ گو اس وقت وہ بھی آباد نہیں، تاہم عہد قدیم میں اسی حضرموت اور نجران کے درمیانی حصہ میں "عاد ارم" کا مشہور قبیلہ آباد تھا جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابود کر دیا"

النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

ڈرانے والے اس کے آگے سے اور پیچھے سے کہ بندگی نہ کرو

اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾

کسی کی اللہ کے سوا میں ڈرتا ہوں تم پر آفت سے ایک بڑے دن کی ◆

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

بولے کیا تو آیا ہے ہم پاس کہ پھیر دے ہم کو ہمارے معبودوں سے سو لے آ ہم پر جو وعدہ کرتا ہے

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ

اگر ہے تو سچا ◆ کہا یہ خبر تو

اللّٰهِ ۡ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا

اللہ ہی کو ہے اور میں تو پہنچا دیتا ہوں جو کچھ بھیجا گیا میرے ہاتھ لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ

تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ

نادانی کرتے ہو ◆ پھر جب دیکھا اس کو ابر سامنے آیا ان کے نالوں کے

قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ

بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا ◆ کوئی نہیں یہ تو وہ چیز ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے

رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ

ہوا ہے جس میں عذاب ہے دردناک ◆ اکھاڑ پھینکے ہر چیز کو اپنے رب کے

رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي

حکم سے پھر کل کو رہ گئے کہ کوئی نظر نہیں آتا تھا سوائے ان کے گھروں کے یوں ہم سزا دیتے ہیں

◆ **حضرت ہود علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی دعوت توحید** | یعنی ہود علیہ السلام سے پہلے اور پیچھے بہت ڈرانے والے آ چکے ہیں۔ سب نے وہ ہی کہا جو حضرت ہودؑ نے کہا تھا یعنی ایک خدا کی بندگی کرو اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرو۔ ممکن ہے قوم عاد میں بھی حضرت ہودؑ کے علاوہ اور نذیر آئے ہوں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

◆ **کفار کی تکذیب** | یعنی ہم اپنے آبائی طریقہ سے ہٹنے والے نہیں۔ اگر تو اپنی دھمکیوں میں سچا ہے تو دیر کیا ہے۔ جو زبان سے کہتا ہے کر کے دکھلا دے۔

◆ **حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ** | یعنی اس قسم کا مطالبہ کرنا تمہاری نادانی اور جہالت ہے۔ میں خدا کا پیغمبر ہوں جو پیغام میرے ہاتھ بھیجا گیا وہ پہنچا رہا ہوں۔ اس سے زائد کا نہ مجھے علم نہ اختیار۔ یہ علم خدا ہی کو ہے کہ منکر قوم کس وقت دنیوی سزا کی مستوجب ہوتی ہے اور کس وقت تک اسے مہلت ملنی چاہیے۔

◆ **عذاب کا بادل** | یعنی سامنے سے بادل اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔ سمجھے کہ سب ندی نالے بھر جائیں گے۔ کہنے لگے کہ بہت برساؤ گھٹا اٹھی ہے اب کام بن جائے گا۔ اس وقت طویل خشک سالی کی وجہ سے پانی کی بہت ضرورت تھی۔

◆ **عذاب کی آندھی** | یعنی یہ برساؤ بادل نہیں بلکہ عذاب الٰہی کی آندھی ہے وہ ہی جس کے لیے تم جلدی مچا رہے تھے۔

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيمَآ إِنْ

گنہگار لوگوں کو ◆ اور ہم نے مقدور دیا تھا ان کو ان چیزوں کا

مَّكَّنّٰكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّأَبْصَارًا وَّ

جن کا تم کو مقدور نہیں دیا ◆ اور ہم نے ان کو دیئے تھے کان اور آنکھیں اور

أَفْئِدَةً ۖ فَمَآ أَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ أَبْصَارُهُمْ

دل پھر کام نہ آئے ان کے کان ان کے اور نہ آنکھیں ان کی

وَلَآ أَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ ۙ بِاٰيٰتِ

اور نہ دل ان کے کسی چیز میں ◆ اس لیے کہ منکر ہوتے تھے اللہ کی باتوں سے

اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ

اور الٹ پڑی ان پر جس بات سے کہ وہ ٹھٹھا کرتے تھے ◆ اور ہم

أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ

غارت کر چکے ہیں جتنی تمہارے آس پاس ہیں بستیاں ◆ اور طرح طرح سے پھیر کر سنائیں ان کو باتیں

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا

تا کہ وہ لوٹ آئیں ◆ پھر کیوں نہ مدد پہنچی ان کو ان لوگوں کی طرف سے جن کو پکڑا تھا

مِنْ دُونِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ

اللہ سے ورے معبود بڑے درجہ پانے کو ◆ کوئی نہیں گم ہو گئے ان سے ◆

وَذٰلِكَ إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٨﴾ وَإِذْ

اور یہ جھوٹ تھا ان کا اور جو باتیں بناتے تھے ◆ اور جس وقت

◆ **آندھی کی تباہ کاریاں** سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا وہ غضب ناک طوفان چلا جس کے سامنے درخت، آدمی اور جانوروں کی حقیقت تنکوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہر چیز ہوا نے اکھاڑ پھینکی اور چاروں طرف تباہی نازل ہو گئی۔ آخر مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیکھ لیا! اللہ کے مجرموں کا حال یہ ہوتا ہے۔ چاہیے کہ ان واقعات کو سن کر ہوش میں آؤ۔ ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔

◆ یعنی مال، اولاد، جتھے، اور جسمانی طاقت جو ان کو دی گئی تھی تم کو نہیں دی گئی۔ مگر جب عذاب آیا کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھر تم کس بات پر مغرور ہو۔

◆ یعنی نصیحت سننے کے لئے کان اور قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سمجھنے بوجھنے کے لئے دل دیئے گئے تھے۔ پر وہ کسی قوت کو کام میں نہ لائے۔ اندھے بہرے اور پاگل بن کر پیغمبروں کے مقابل ہو گئے۔ آخر انجام یہ ہوا کہ یہ قوتیں سب موجود ہیں اور عذاب الٰہی نے آ گھیرا۔ کوئی اندرونی یا بیرونی قوت اس کو دفع نہ کر سکی۔

◆ **ان کا تمسخر ان پر لوٹ گیا** یعنی جس عذاب کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ ان پر واقع ہوا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ان کو دل اور کان اور آنکھ دی تھی۔ یعنی دنیا کے کام میں عقلمند تھے۔ وہ عقل نہ آئی جس سے آخرت بھی درست ہوتا۔"

◆ یعنی "عاد" کے سوا "قوم ثمود" اور "قوم لوط" وغیرہ کی بستیاں بھی اسی طرح تباہ کی جا چکی ہیں۔ جو تمہارے آس پاس واقع تھیں۔ یہ مکہ والوں کو فرمایا کیونکہ سفروں میں ان کا گذر ان مقامات کی طرف ہوتا تھا۔

◆ مگر اتنا سمجھانے پر بھی وہ باز نہ آئے۔

◆ **اب باطل معبود کہاں گئے:** یعنی جن بتوں کی نسبت کہا کرتے تھے کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے قریب کر دیں اور بڑے بڑے درجے دلائیں وہ اس آڑے وقت میں کیوں کام نہ آئے۔ اب ذرا ان کو بلایا ہوتا۔

◆ یعنی آنا تو ان کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ عذاب کے وقت بن سکا، ثابت ہو گیا کہ یہ کسی مصیبت میں بھی کام نہیں آتے۔

◆ یعنی ظاہر ہوا کہ بتوں کو خدا بنانا اور ان سے امیدیں قائم کرنا محض جھوٹی اور من گھڑت باتیں تھیں۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے پھر وہ چلے کیسے۔ (ربط) اوپر کی آیات میں انسانوں کے تمرد و سرکشی کی داستان تھی۔ آگے اس کے مقابل جنوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا حال سناتے ہیں۔ تا معلوم ہو کہ جو قوم طبعی طور پر سخت متمرد اور سرکش واقع ہوئی ہے اس کے بعض افراد کس طرح اللہ کا کلام سن کر موم ہو جاتے ہیں۔

صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ

متوجہ کر دیے ہم نے تیری طرف کتنے ایک لوگ جنوں میں سے سننے لگے قرآن

فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا

پھر جب وہاں پہنچ گئے بولے چپ رہو پھر جب ختم ہوا الٹے پھرے

اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا

اپنی قوم کو ڈر سناتے ہوئے ◆ بولے اے قوم ہماری ہم نے سنی

كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

ایک کتاب جو اتری ہے موسیٰ کے بعد ◆ سچا کرنے والی سب اگلی

يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾

کتابوں کو ◆ سمجھاتی ہے سچا دین اور ایک راہ سیدھی ◆

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ

اے قوم ہماری مانو اللہ کے بلانے والے کو اور اس پر یقین لاؤ ◆ کہ بخشے تم کو

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا

کچھ تمہارے گناہ ◆ اور بچا دے تم کو ایک عذاب دردناک سے اور جو کوئی نہ

يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ

مانے گا اللہ کے بلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور

لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۚ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ

کوئی نہیں اس کا اس کے سوائے مددگار ◆ وہ لوگ بھٹکتے ہیں

◆ **جنات کا قرآن سننا اور ایمان لانا** | بعثت محمدی سے قبل جنوں کو کچھ آسمانی خبریں معلوم ہو جاتی تھیں۔ جب حضور ﷺ پر وحی آنا شروع ہوئی وہ سلسلہ تقریباً بند ہو گیا اور بہت کثرت سے شہب کی مار پڑنے لگی۔ جنوں کو خیال ہوا کہ ضرور کوئی نیا واقعہ ہوا ہے جس کی وجہ سے آسمانی خبروں پر بہت سخت پہرے بٹھلائے گئے ہیں۔ اسی کی جستجو کے لئے جنوں کے مختلف گروہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے۔ ان میں سے ایک جماعت "بطن نخلہ" کی طرف گزری۔ وہاں اتفاق سے اس وقت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز فجر ادا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کی اس ٹکڑی کا رخ قرآن سننے کے لئے ادھر پھیر دیا۔ قرآن کی آواز انہیں بہت عجیب اور مؤثر و دلکش معلوم ہوئی اور اس کی عظمت و ہیبت دلوں پر چھا گئی۔ آپس میں کہنے لگے کہ چپ رہو اور خاموشی کے ساتھ یہ کلام پاک سنو۔ آخر قرآن کریم نے ان کے دلوں میں گھر کر لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ چیز ہے جس نے جنوں کو آسمانی خبروں سے روکا ہے۔ بہرحال جب حضور ﷺ قرآن پڑھ کر فارغ ہوئے یہ لوگ اپنے دلوں میں ایمان و ایقان لے کر واپس گئے اور اپنی قوم کو نصیحت کی۔ ان کی مفصل باتیں سورۂ "جن" میں آئیں گی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ حضور ﷺ کو ان کے آنے جانے اور سننے سنانے کا پتہ نہیں لگا۔ ایک درخت نے باذن اللہ گویا ہو کر اطلاع آپ ﷺ کو دی اور مفصل حال اس کے بعد وحی کے ذریعہ سے معلوم کرایا گیا۔ کما قال تعالیٰ "قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ" الخ (الجن، رکوع ۱) بعدہ بہت بڑی تعداد میں جن مسلمان ہوئے اور حضور ﷺ سے ملاقات کرنے اور دین سیکھنے کے لئے ان کے وفود حاضر خدمت ہوئے۔ خفاجی نے روایات کی بناء پر دعویٰ کیا ہے کہ چھ مرتبہ آپ ﷺ نے جنوں سے ملاقات کی۔ اس لئے روایات میں جو اختلاف ان کے عدد یا دوسرے امور کے متعلق معلوم ہوتا ہے اس کو تعدد وقائع پر حمل کرنا چاہئے۔

◆ **جنات کی قوم کو قرآن کے بارے میں اطلاع** | کتب سابقہ میں حضرت موسیٰ کی کتاب (تورات) کے بعد کوئی کتاب ایسی جامع اور حاوی نہیں تھی۔ اسی پر انبیائے بنی اسرائیل کا عمل رہا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہی فرمایا کہ میں تورات کو بدلنے کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کی تکمیل کے لئے آیا ہوں۔ اور حضرت سلیمان کے وقت سے جنوں میں تورات کی شہرت چلی آتی تھی۔ اس لئے اس موقع پر انہوں نے اسی کی طرف اشارہ کیا۔ خود تورات میں بھی جو پیشین گوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آئی ہے اس کے لفظ یہی ہیں کہ اے موسیٰ "تجھ سا ایک نبی اٹھاؤں گا"

◆ شاید اس وقت قرآن کا جو حصہ حضور ﷺ نے تلاوت فرمایا تھا اس میں ایسا مضمون آیا ہوگا جس سے یہ قرآن سے سمجھے ہوں۔

◆ یعنی سچے عقیدے اور عمل کا سیدھا راستہ۔

◆ **جنات و اسلام کی تبلیغ** | یعنی اس کی بات مانو جو اللہ کی طرف بلا رہا ہے اور اس کی رسالت پر یقین کرو۔

◆ یعنی جو گناہ حالت کفر میں کر چکے ہو اسلام کی برکت سے سب معاف ہو جائیں گے۔ آئندہ سے نیا حساب شروع ہوگا۔ لیکن یاد رہے کہ یہاں ذنوب کا ذکر ہے۔ حقوق العباد کا معاف ہونا اس سے نہیں نکلا۔

◆ یعنی نہ وہ بھاگ کر خدا کی زد سے نکل سکے نہ کوئی دوسرا بچا سکے۔ حضرت شاہ صاحب "فی الارض" کی قید پر لکھتے ہیں کہ "(شاید جن) اوپر سے فرشتے مارتے تب زمین کی طرف بھاگے ہیں"

مُّبِينٍ ﴿٣٢﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

صریح | کیا نہیں دیکھتے | کہ وہ اللہ | جس نے بنائے آسمان

وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَادِرٍ عَلٰٓى أَنْ

اور زمین | اور نہ تھکا ان کے بنانے میں ◆ | وہ قدرت رکھتا ہے | کہ

يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۚ بَلٰٓى إِنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٣٣﴾

زندہ کرے مردوں کو | کیوں نہیں | وہ ہر چیز کر سکتا ہے ◆

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ۖ أَلَيْسَ

اور جس دن | سامنے لائیں منکروں کو | آگ کے | کیا

هٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلٰى وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا

یہ ٹھیک نہیں | کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی ◆ | کہا تو چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا

عذاب | بدلہ اس کا جو تم منکر ہوتے تھے ◆ | سو تو ٹھہرا رہ | جیسے

صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ

ٹھہرے رہے ہیں | ہمت والے رسول | اور جلدی نہ کر ان کے

لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ ۙ لَمْ

معاملہ میں ◆ | یہ لوگ جس دن دیکھیں گے اس چیز کو | جس کا ان سے وعدہ ہے | جیسے

يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ ۚ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ

ڈھیل نہ پائی تھی | مگر ایک گھڑی دن کی ◆ | یہ پہنچا دینا ہے | اب وہی غارت ہوں گے

◆ **اللہ تھکتا نہیں ہے** | ان الفاظ میں "یہود" کے عقیدے کا رد ہے جو کہتے تھے کہ چھ دن میں حق تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے۔ "ثم استراح" (پھر ساتویں دن آرام کیا) العیاذ باللہ۔

◆ یعنی بڑا عذاب مرنے کے بعد ہوگا اور اس کا شک نہ کریں کہ مردے کہاں زندہ ہوتے ہیں۔ اللہ کو یہ کچھ مشکل نہیں۔ جو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے نہ تھکا اس کو تمہارا دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔

◆ **دوزخ دیکھ کر کفار کا اقرار** | یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ دوزخ کا وجود اور اس کا عذاب کیا واقعی چیز نہیں؟ آخر سب ذلیل ہو کر اقرار کریں گے کہ بیشک واقعی ہے۔ (ہم غلطی پر تھے جو اس کا انکار کیا کرتے تھے)۔

◆ یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ اچھا اب اس انکار و تکذیب کا مزہ چکھتے رہو۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو صبر کی تلقین** | یعنی جب معلوم ہو چکا کہ منکرین کو سزا ضرور ملنی ہے۔ آخرت میں ملے یا دنیا میں بھی، تو آپ ان کے معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ بلکہ ایک میعاد معین تک صبر کرتے رہیں جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔ تنبیہ: بعض سلف نے کہا کہ سب رسول اولوالعزم (ہمت والے) ہیں اور عرف میں پانچ پیغمبر خصوصی طور پر اولوالعزم کہلاتے ہیں۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆ **دنیا کی زندگی ایک گھڑی کے برابر ہے** | ''گویا نہ پائی تھی'' دنیا میں یعنی اب تو دیر لگتے ہیں کہ عذاب جلد کیوں نہیں آتا۔ اس دن یوں سمجھیں گے کہ بہت شتاب آ پڑا دنیا میں ہم ایک ہی گھڑی رہے۔ یا عالم قبر کا رہنا ایک گھڑی معلوم ہوگا۔ قاعدہ ہے کہ گذری ہوئی مدت تھوڑی معلوم ہوا کرتی ہے۔ خصوصاً سختی اور مصیبت کے وقت عیش و آرام کا زمانہ بہت مختصر نظر آنے لگتا ہے۔

إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُونَ ﴿۳۵﴾

جو لوگ نافرمان ہیں ◆

آیاتها ۳۸ — (۴۷) سُوْرَۃُ مُحَمَّدٍ مَدَنِیَّۃٌ (۹۵) — رکوعاتها ۴

سورۂ محمد مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں اڑتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿۱﴾

جو لوگ کہ منکر ہوئے — اور روکا اوروں کو انہوں نے — اللہ کی راہ سے ◆ — کھو دیے اللہ نے ان کے کام ◆

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى

اور جو لوگ یقین لائے — اور کیے بھلے کام — اور مانا — اس کو جو اترا

مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ

محمد پر — اور وہی ہے سچا دین — ان کے رب کی طرف سے — اتار دیں ان پر سے ان کی برائیاں

وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا

اور سنوارا ان کا حال ◆ — یہ اس لیے کہ جو منکر ہیں — وہ چلے

الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ

جھوٹی بات پر — اور جو یقین لائے — انہوں نے مانی سچی بات — اپنے رب کی طرف سے

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴿۳﴾ فَاِذَا

یوں بتلاتا ہے اللہ — لوگوں کو — ان کے احوال ◆ — سو جب

◆ یعنی ہم نے نصیحت کی بات پہنچا دی اور سب نیک و بد سمجھا دیا۔ اب جو نہ مانیں گے وہی تباہ و برباد ہوں گے۔ ہماری طرف سے حجت تمام ہو چکی اور کسی کو بے قصور ہم نہیں پکڑتے اسی کو غارت کرتے ہیں جو غارت ہونے ہی پر کمر باندھ لے۔ تم سورۃ الاحقاف بفضل اللہ وحسن توفیقہ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ محمد

◆ جیسا کہ رؤسائے کفار کی عادت تھی کہ جان، مال اور ہر طرح سے اس میں کوشش کرتے تھے۔

◆ ایمان کے بغیر اعمال مقبول نہیں | یعنی جن اعمال کو وہ نیک سمجھ رہے ہیں بوجہ عدم ایمان کے وہ مقبول نہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض کام الٹے موجب عقاب ہوتے ہیں۔ جیسے لوگوں کو اسلام سے روکنے میں روپیہ خرچ کرنا۔

◆ امت محمدیہ پر اللہ کا انعام | یعنی برائیوں کی عادت چھڑا کر اللہ تعالیٰ ان کا حال سنوار دیتا ہے کہ یہ آئندہ نیکی میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔ اور آخرت میں ان کی کوتاہیوں سے درگذر فرما کر اچھے حال میں رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "پہلے زمانہ میں ساری مخلوق ایک شریعت کی مکلف نہ تھی۔ اس وقت سب جہان کو ایک حکم ہے اب سچا دین یہی ہے اور سب پچھلے کام مسلمان بھی کرتے ہیں اور کافر بھی لیکن سچا دین ماننے کو یہ قبولیت ہے کہ نیکی ثابت اور برائی معاف، اور نہ ماننے کی یہ سزا ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم"

◆ یعنی اس طرح کھول کھول کر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے بھلے برے احوال پر متنبہ کرتا ہے۔ تاکہ اہل حق کی کوشش و شناخت اور باطل پرستی کی برائی کو لوگ پوری طرح ذہن نشین کرلیں یا ہو جائے۔

لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

تم مقابل ہو ۔ منکروں کے ۔ تو مارو گردنیں ۔ یہاں تک کہ جب

أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا

خوب قتل کر چکو ان کو ۔ تو مضبوط باندھو قید ۔ پھر یا احسان کیجیو ۔ اور یا

فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۛ وَلَوْ

معاوضہ لیجیو ◆ جب تک (یہاں تک) کہ رکھ دے لڑائی اپنے ہتھیار ◆ یہ سن چکے ۔ اور اگر

يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم

چاہے اللہ ۔ تو بدلہ لے ان سے ۔ پر جانچنا چاہتا ہے تمہارے ایک سے

بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن

دوسرے کو ◆ اور جو لوگ مارے گئے ۔ اللہ کی راہ میں ۔ تو نہ

يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَ

ضائع کرے گا وہ ان کے کیے کام ۔ ان کو راہ دے گا ۔ اور سنوارے گا ان کا حال ◆ اور

يُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

داخل کرے گا ان کو بہشت میں ۔ جو معلوم کرا دی ہے ان کو ◆ اے ایمان

آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾

والو ۔ اگر تم مدد کرو گے اللہ کی ◆ تو وہ تمہاری مدد کرے گا ۔ اور جما دے گا تمہارے پاؤں ◆

◆ **جہاد میں سختی کا حکم** یعنی حق اور باطل کا مقابلہ تو رہتا ہی ہے جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور بہادری سے کام لینا چاہیے۔ باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں اور ان کے جتھے توڑ دیے جائیں۔ اس لیے ہنگامہ کارزار میں کسل، سستی، بزدلی اور توقف وتردد کو دور کر دو۔ اور دشمنان خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ

ہلاک نہ کر دو۔ کافی خون ریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے اس وقت قید کرنا بھی کفایت کرتا ہے۔ قال تعالیٰ "ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض۔" (انفال۔ رکوع ۹)

جہاد کے قیدی اور ان کے احکام | یہ قید و بند ممکن ہے ان کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دے۔ اور مسلمانوں کے پاس رہ کر ان کو اپنی اور تمہاری حالت کے جانچنے اور اسلامی تعلیمات میں غور کرنے کا موقع بہم پہنچ جائے۔ شدہ شدہ وہ لوگ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر لیں یا مصلحت سمجھو تو بدون کسی معاوضہ کے ان پر احسان کر کے قید سے رہا کر دو۔ اس صورت میں بہت سے افراد ممکن ہے تمہارے احسان اور خوبی اخلاق سے متاثر ہو کر تمہاری طرف راغب ہوں اور تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں۔ اور یہ بھی کر سکتے ہو کہ زر فدیہ لے کر یا مسلمان قیدیوں کے مبادلہ میں ان قیدیوں کو چھوڑ دو۔ اس میں کئی طرح کے فائدے ہیں۔ بہرحال اگر ان اسیران جنگ کو ان کے وطن کی طرف واپس کرو تو دو ہی صورتیں ہیں۔ معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کرنا۔ ان میں جو صورت امام کے نزدیک اصلح ہو اختیار کر سکتا ہے۔ حنفیہ کے ہاں بھی فتح القدیر اور شامی وغیرہ میں اس طرح کی روایات موجود ہیں۔ ہاں اگر قیدیوں کو ان کے وطن کی طرف واپس کرنا مصلحت نہ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں۔ ذمی بنا کر بطور رعیت کے رکھنا۔ یا غلام بنا لینا۔ یا قتل کر دینا۔ احادیث سے قیدی کو قتل کرنے کا ثبوت صرف خاص خاص حالات میں ملتا ہے۔ جب کہ وہ کسی ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہو جس کی سزا قتل سے کم نہیں ہو سکتی تھی۔ البتہ غلام یا رعیت بنا کر رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

◆ **جہاد کی مشروعیت کی حکمت** | یعنی یہ حرب و ضرب اور قید و بند کا سلسلہ برابر جاری رہے گا۔ تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دے اور جنگ موقوف ہو جائے۔

◆ یعنی خدا کو قدرت ہے کہ ان کافروں کو کوئی آسمانی عذاب بھیج کر "عاد" و "ثمود" وغیرہ کی طرح ہلاک کر ڈالے۔ لیکن جہاد و قتال مشروع کر کے اسے بندوں کا امتحان کرنا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ کتنے مسلمان اللہ کے کام پر جان و مال نثار کرنے کے لئے تیار ہیں اور کفار میں سے کتنے لوگ ان تنبیہی کارروائیوں سے بیدار ہوتے اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو اللہ نے دے رکھی ہے کہ پچھلی قوموں کی طرح ایک دم پکڑ کر استیصال نہیں کر دیا۔

◆ **شہیدوں کی حقیقی کامیابی** | یعنی جو لوگ اللہ کے راستہ میں شہید ہوئے خواہ بظاہر یہاں کامیاب نظر آتے ہوں۔ لیکن حقیقۃً وہ کامیاب ہیں۔ اللہ ان کے کام ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ انجام کار ان کی محنت ٹھکانے لگے گا۔ ان کو جنت کی طرف راہ دے گا۔ اور آخرت کے تمام منازل و مواقف میں ان کا حال درست رکھے گا۔

◆ **جنت میں اپنے ٹھکانوں کی پہچان** | یعنی جس جنت کا حال ان کو انبیاء علیہم السلام کی زبان اور اپنے وجدان صحیح سے معلوم ہو چکا تھا اس میں داخل کئے جائیں گے اور وہاں پہنچ کر ہر جنتی اپنے ٹھکانے کو خود بخود پہچان لے گا۔ اس کے دل کی کشش ادھر ہی ہو گی جہاں اس کو رہنا ہے۔ تنبیہ: ابن عباسؓ نے "عرفھا لھم" کے معنی "طیبھا لھم" کے لئے ہیں۔ یعنی جنت ان کے لئے خوشبوؤں سے مہکا دی گئی ہے۔

◆ یعنی اللہ کے دین کی اور اس کے پیغمبر کی۔

◆ **دین کی خدمت کرنے والوں کی فضیلت** | یعنی جہاد میں اللہ کی مدد سے تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے اور اسلام و طاعت پر ثابت قدم ہو گے جس کے نتیجہ میں "صراط" پر ثابت قدمی نصیب ہو گی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اللہ چاہے تو خود ہی کافروں کو مسلمان کر ڈالے پر یہ بھی منظور نہیں کہ۔ جانچنا منظور ہے۔ سو بندوں کی طرف سے کر یا مدد اور اللہ کی طرف سے کام بنانا۔"

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾

اور جو لوگ کہ منکر ہوئے — وہ گرے منہ کے بل (کہ کھائیں ٹھوکریں) — اور کھو دیے ان کے کیے کام ◆

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾

یہ اس لیے کہ ان کو پسند نہ ہوا — جو اتارا اللہ نے — پھر اکارت کر دیے ان کے کیے کام ◆

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا وہ پھرے نہیں — ملک میں — کہ دیکھیں — کیسا ہوا انجام

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ

ان کا جو ان سے پہلے تھے — ہلاکی ڈالی (اکھاڑ پھینکا) اللہ نے ان پر (ان کو) — اور منکروں کو ملتی رہتی ہیں

اَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ

ایسی چیزیں ◆ یہ اس لیے کہ اللہ — رفیق ہے ان کا جو یقین لائے — اور یہ کہ

الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿١١﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ

جو منکر ہیں — ان کا رفیق نہیں کوئی ◆ — مقرر اللہ داخل کرے گا — ان کو جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا

یقین لائے — اور کیے بھلے کام — باغوں میں — جن کے نیچے بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا

نہریں — اور جو لوگ منکر ہیں — برت رہے ہیں — اور کھاتے ہیں — جیسے

تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿١٢﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ

کہ کھائیں چوپائے — اور آگ ہے گھر ان کا ◆ — اور کتنی تھیں

◆ **منکرین کی بدحالی** | یعنی جس طرح مومنین کے قدم جما دیے جاتے ہیں اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرا دیا جاتا ہے۔ اور جیسے خدا کی طرف سے مومنین کی مدد کی جاتی ہے اس کے خلاف کافروں کے کام برباد کر دیے جاتے ہیں۔

◆ یعنی جب انہوں نے اللہ کی باتوں کو ناپسند کیا تو اللہ ان کے کام کیوں پسند کرے گا۔ اور جو چیز خدا کو ناپسند ہو وہ محض اکارت ہے۔

◆ یعنی دنیا ہی میں دیکھ لو منکروں کی کیسی گت بنی اور کس طرح ان کے منصوبے خاک میں ملا دیے گئے۔ کیا آج کل کے منکروں کو ایسی سزائیں نہیں مل سکتیں۔

◆ **اللہ مومنوں کا رفیق ہے** | یعنی اللہ مومنین صالحین کا رفیق ہے جو وقت پر ان کی مدد کرتا ہے۔ کافروں کا ایسا رفیق کون ہے۔ جو اللہ کے مقابلہ میں کام آ سکے "غزوۂ احد" میں ابو سفیان نے پکارا تھا۔ لنا العزّٰی ولا عزّٰی لکم آپ ﷺ نے فرمایا پکارو "اللّٰہ مولانا ولا مولٰی لکم۔"

◆ **کفار چوپایوں کی طرح کھاتے ہیں** | یعنی دنیا کا سامان برت رہے ہیں اور مارے حرص کے بہائم کی طرح اناپ شناپ کھاتے چلے جاتے ہیں۔ کچھ خبر نہیں کہ کل یہ کھایا پیا کس طرح نکلے گا۔ اچھا چند روز مزے اڑا لیں آگے ان کے لئے آگ کا گھر تیار ہے۔

قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيٓ أَخْرَجَتْكَ ۚ

بستیاں | جو زیادہ تھیں زور میں | اس تیری بستی سے | جس نے تجھ کو نکالا

أَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ أَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ

ہم نے ان کو غارت کر دیا | پھر کوئی نہیں ان کا مددگار ◆ | بھلا ایک جو چلتا ہے واضح راستے پر

مِّنْ رَّبِّهِ كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوٓءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوٓا أَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾

اپنے رب کے | برابر ہے اس کے جس کو بھلا دکھلایا (نظر آیا) اس کا برا کام | اور چلتے ہیں اپنی خواہشوں پر ◆

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَآ أَنْهٰرٌ مِّنْ

احوال اس بہشت کا | جس کا وعدہ ہوا ہے ڈرنے والوں سے | اس میں نہریں ہیں

مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ ۚ

پانی کی | جو بو نہیں کر گیا ◆ | اور نہریں ہیں دودھ کی | جس کا مزہ نہیں پھرا ◆

وَأَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِينَ ۚ وَأَنْهٰرٌ مِّنْ

اور نہریں ہیں شراب کی | جس میں مزہ ہے پینے والوں کے واسطے ◆ | اور نہریں ہیں

عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

شہد کی جھاگ اتارا ہوا ◆ | اور ان کے لیے وہاں | سب طرح کے میوے ہیں ◆

وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خٰلِدٌ فِي النَّارِ وَ

اور معافی ہے | ان کے رب سے ◆ | برابر ہے اس کے جو سدا رہے | آگ میں | اور

سُقُوا مَآءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پلایا جائے ان کو کھولتا پانی | تو کاٹ نکالے ان کی آنتیں ◆ | اور بعض ان میں ایسے

يَّسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ حَتّٰىٓ إِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا

کہ کان رکھتے ہیں تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلیں تیرے پاس سے کہتے ہیں

لِلَّذِيْنَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۛ أُولٰٓئِكَ

ان کو جن کو علم ملا ہے کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی ◆ یہ وہی ہیں

الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾

جن کے دلوں پر مہر کر دی ہے اللہ نے اور چلتے ہیں اپنی خواہشوں پر ◆

وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾

اور جو لوگ راہ پر آئے ہیں ان کو اور بڑھ گئی اس سے (عطا فرمائی) سوجھ اور ان کو اس سے ملا بچ کر چلنا (یعنی پرہیزگاری) ◆

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ

اب یہی انتظار کرتے ہیں قیامت کا کہ آ کھڑی ہو ان پر اچانک

فَقَدْ جَآءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنّٰى لَهُمْ إِذَا جَآءَتْهُمْ

سو (کیونکہ) آ چکی ہیں اس کی نشانیاں پھر کہاں نصیب ہوگا ان کو جب وہ آ پہنچے ان پر

ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ أَنَّهٗ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ

سمجھنا ◆ سو تو جان لے کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے اور معافی مانگ

لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لیے ◆ اور اللہ کو معلوم ہے

مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع ۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا

بازگشت تمہاری اور گھر تمہارا ◆ اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ

◆ **منافقین کا اعتراض** اوپر مومنوں اور کافروں کا حال مذکور تھا۔ ایک قسم کافروں کی وہ ہے جسے منافق کہتے ہیں۔ یعنی ظاہر میں اسلام کا دعویٰ اور باطن میں اس سے انحراف۔ اس آیت میں ان کا ذکر ہے۔ یعنی یہ لوگ بظاہر پیغمبر کی بات سننے کے لئے کان رکھتے ہیں۔ مگر نہ دل متوجہ نہ سمجھ نہ یاد۔ جب مجلس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو اہل علم سے کہتے ہیں کہ اس شخص (یعنی پیغمبر علیہ السلام) نے ابھی ابھی کیا بیان کیا تھا۔ شاید اس دریافت کرنے سے مقصود استہزاء و تعریض کرنا ہوگا کہ ان کی بات کو لائق اعتنا نہیں سمجھتے نہ توجہ سے سنتے ہیں۔

◆ یعنی ایسی نالائق حرکتوں کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ ان کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔ پھر نیکی کی توفیق قطعاً نہیں ہوتی۔ محض خواہشات کی پیروی رہ جاتی ہے۔

◆ یعنی سچائی کے راستہ پر چلنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آدمی روز بروز ہدایت میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی سوجھ بوجھ اور پرہیزگاری بڑھتی جاتی ہے۔

◆ **قیامت کی نشانیاں آچکی ہیں** یعنی قرآن کی نصیحتیں، گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور جنت و دوزخ کے وعدہ و وعید سب کچھ سن چکے اب ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے۔ یہی کہ قیامت کی گھڑی ان کے سر پر اچانک آکھڑی ہو۔ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آچکیں، اور جب خود قیامت آکھڑی ہوگی اس وقت ان کے لیے سمجھنے اور نصیحت حاصل کرنے کا موقع کہاں باقی رہے گا۔ یعنی وہ سمجھنا اور ماننا بیکار ہے کیونکہ اس پر نجات نہیں ہو سکتی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "بڑی نشانی قیامت کی ہمارے نبی ﷺ کا پیدا ہونا ہے۔ سب نبی خاتم النبیین کی راہ دیکھتے تھے۔ جب وہ آچکے (مقصود تخلیق عالم کا حاصل ہو چکا) اب قیامت ہی باقی ہے۔" حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "انا والساعۃ کھاتین" (میں اور قیامت اس طرح ہیں) گویا میں قیامت سے اتنا آگے نکل آیا ہوں جتنا بیچ کی انگلی شہادت کی انگلی سے نکلی ہوئی ہے۔ شرح صحیح مسلم میں ہم نے اس کی مفصل تقریر کی ہے۔ یہاں گنجائش نہیں۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو استغفار کے حکم کی توضیح** ہر ایک کا ذنب (گناہ) اس کے مرتبہ کے موافق ہوتا ہے۔ کسی کام کا بہت اچھا پہلو چھوڑ کر کم اچھا پہلو اختیار کرنا گو وہ حدود جواز و استحسان میں ہو بعض اوقات مقربین کے حق میں ذنب (گناہ) سمجھا جاتا ہے۔ "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے یہی معنی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن میں سو بار استغفار فرماتے تھے۔ تنبیہ "فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ" الخ کا خطاب ہر ایک مخاطب کو ہے اور اگر خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہوں تو مطلب یہ ہے کہ اس علم پر برابر جمے رہیے اور استغفار کرتے رہیے۔ اور "فاعلم" کی تفریع ماقبل پر اس طرح ہے کہ قیامت آنے کے بعد کسی کو ایمان و توبہ وغیرہ نافع نہیں تو آدمی کو چاہئے کہ اس کے آنے سے قبل صحیح معرفت حاصل کرے۔ اور ایمان و استغفار کے طریق پر مستقیم رہے۔

◆ یعنی جتنے پھیروں میں پھرو گے پھر بہشت یا دوزخ میں پہنچو گے جو تمہارا اصلی گھر ہے۔

نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ

اتری ایک سورت ◆ پھر جب اتری ایک سورت جانچی ہوئی ◆

وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

اور ذکر ہوا اس میں لڑائی کا　تو تو دیکھتا ہے ان کو　جن کے دل میں

مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ

روگ ہے　تکتے ہیں تیری طرف　جیسے تکتا ہے کوئی بے ہوش پڑا ہوا

الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝۲۰ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫

مرنے کے وقت　سو خرابی ہے ان کی (ظاہر ان کا) ◆　حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا

پھر جب تاکید ہو کام کی　تو اگر سچے رہیں اللہ سے　تو ان کا

لَّهُمْ ۝۲۱ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي

بھلا ہے ◆　پھر تم سے یہ بھی توقع ہے　کہ اگر تم کو حکومت مل جائے　تو خرابی ڈالو

الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝۲۲ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

ملک میں　اور قطع کرو اپنی قرابتیں ◆　ایسے لوگ ہیں جن پر

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝۲۳ اَفَلَا

لعنت کی اللہ نے　پھر کر دیا ان کو بہرا　اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں ◆　کیا

يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝۲۴ اِنَّ

دھیان نہیں کرتے قرآن میں　یا دلوں پر لگ رہے ہیں ان کے قفل ◆　بے شک

◆ یعنی ایسی سورت جس میں جہاد کی اجازت ہو۔

◆ یعنی جچے تلے دو ٹوک مضامین جو غیر منسوخ ہیں اور ٹھیک اپنے وقت پر اترتے ہیں۔

◆ **جہاد کے حکم پر منافقین کی دہشت** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "مسلمان سورت مانگتے تھے یعنی کافروں کی ایذاء سے عاجز ہو کر آرزو کرتے کہ اللہ جہاد کا حکم دے تو جو ہمت ہو سکے کر گذریں۔ جب جہاد کا حکم آیا تو منافق اور کچے لوگوں پر بھاری ہوا۔ خوف زدہ ہو کر بے رونق آنکھوں سے پیغمبر کی طرف دیکھنے لگے کہ کاش ہم کو اس حکم سے معاف رکھیں۔ بے حد خوف میں بھی آنکھ کی رونق نہیں رہتی۔ جیسے مرتے وقت آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے۔"

◆ یعنی ظاہر میں یہ لوگ فرمانبرداری کا اظہار اور زبان سے اسلام و احکام اسلام کا اقرار کرتے ہیں۔ مگر کام کی بات یہ ہے کہ عملاً خدا و رسول کا حکم مانیں اور بات اچھی اور معقول کہیں۔ پھر جب جہاد وغیرہ میں کام کی تاکید اور زور آپڑے اس وقت اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوں تو یہ صورت ان کی بہتری اور بھلائی کی ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی حکم شرعی کو نہ ماننے سے کافر ہوتا ہے۔ اللہ کا حکم ہر طرح ماننا ضرور ہے۔ پھر رسول بھی جانتا ہے کہ نامردوں کو کیوں لڑوائے۔ ہاں جب بہت ہی تاکید آپڑے اس وقت لڑنا ضروری ہوگا۔ نہیں تو لڑنے والے بہت ہیں۔"

◆ **اقتدار کی حالت میں فتنہ و فساد** | یعنی حکومت و اقتدار کے نشہ میں لوگ عموماً اعتدال و انصاف پر قائم نہیں رہا کرتے۔ دنیا کی حرص اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پھر جاہ و مال کی کشمکش اور غرض پرستی میں جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ جن کا آخری نتیجہ ہوتا ہے عام فساد اور ایک دوسرے سے قطع تعلق۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی جان سے تنگ ہو کر جہاد کی آرزو کرتے ہو۔ اور اگر اللہ تم کو غالب کر دے تو فساد کرو۔" **تنبیہ** | مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ نے "تولیتم" کا ترجمہ حکومت مل جانے سے کیا ہے جیسا بعض مفسرین کی رائے ہے۔ دوسرے علماء "تولی" کو بمعنی اعراض لے کر یوں مطلب لیتے ہیں کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے اعراض کرو گے تو ظاہر ہے دنیا میں امن و انصاف قائم نہیں ہو سکتا اور جب دنیا میں امن و انصاف نہ رہے گا تو ظاہر ہے فساد، بدامنی اور حق ناشناسی کا دور دورہ ہوگا۔ اور بعض نے اس طرح تفسیر کی ہے کہ اگر تم ایمان لانے سے اعراض کرو گے تو زمانہ جاہلیت کی کیفیت عود کر آئے گی جو خرابیاں اور فساد اس وقت تھے اور ذرا ذرا سی بات پر رشتے ناتے قطع ہو جاتے تھے وہی سب نقشہ پھر قائم ہو جائے گا۔ اور آیت میں اگر منافقین سے خطاب مانا جائے تو ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر جہاد سے اعراض کرو گے تو تم سے یہی توقع کی جا سکتی ہے کہ اپنی منافقانہ شرارتوں سے ملک میں خرابی مچاؤ گے اور جن مسلمانوں سے تمہاری قرابتیں ہیں ان کی مطلق پرواہ نہ کرتے ہوئے کھلے کافروں کے مددگار رہو گے۔

◆ **ظالم حکومت پر لعنت** | یعنی حکومت کے غرور میں اندھے بہرے ہو کر ظلم کرنے لگے۔ پھر کسی کا سمجھایا نہ سمجھے۔ خدا کی پھٹکار نے بالکل ہی عقل سلب کر دیا اور یہ سب کچھ ان ہی کے سوء اختیار اور قصور استعداد سے ہوا۔

◆ **قرآن میں غور نہیں کرتے** | یعنی منافق قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کی شرارتوں کی بدولت دلوں پر قفل چڑھ گئے ہیں کہ نصیحت کے اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا۔ اگر قرآن کے سمجھنے کی توفیق ملتی تو باسانی سمجھ لیتے کہ جہاد میں کس قدر دینی و اخروی فوائد ہیں۔

الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ

جو لوگ الٹے پھر گئے اپنی پیٹھ پر بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی

لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۝۲۵

ان پر سیدھی راہ شیطان نے بات بنائی ان کے دل میں اور دیر کے وعدے کیے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ

یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہا ان لوگوں سے جو بیزار ہیں اللہ کی اتاری کتاب سے

سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝۲۶

ہم تمہاری بات بھی مانیں گے بعضے کاموں میں اور اللہ جانتا ہے ان کا مشورہ کرنا

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

پھر کیسا ہوگا حال جب کہ فرشتے جان نکالیں گے ان کی مارتے جاتے ہوں ان کے منہ پر

وَاَدْبَارَهُمْ ۝۲۷ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ

اور پیٹھ پر یہ اس لیے کہ وہ چلے اس راہ جس سے اللہ

اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝۲۸ اَمْ

بیزار ہے اور ناپسند کی اس کی خوشی پھر اس نے اکارت کر دیے ان کے کیے کام کیا

حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ

خیال رکھتے ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے کہ اللہ نہ ظاہر کرے گا

اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝۲۹ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ

ان کے کینے اور اگر ہم چاہیں تجھ کو دکھلا دیں وہ لوگ سو تو پہچان تو چکا ہے ان کو

◆ **منافقین کو شیطان کا دھوکا** | یعنی منافقین اسلام کا اقرار کرنے اور اس کی سچائی ظاہر ہو چکنے کے بعد وقت آنے پر اپنے قول و قرار سے پھرے جاتے ہیں۔ اور جہاد میں شرکت نہیں کرتے۔ شیطان نے ان کو یہ بات سجھا دی ہے کہ لڑائی میں نہ جائیں گے تو دیر تک زندہ رہیں گے۔ خواہ مخواہ جا کر مرنے سے کیا فائدہ۔ اور نہ معلوم کیا کچھ سجھاتا اور دور دراز کے لمبے چوڑے وعدے دیتا ہے۔ "وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا"۔

◆ منافقوں نے یہود وغیرہ سے کہا کہ گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ ہو کر تم سے نہ لڑیں گے بلکہ موقع ملا تو تم کو مدد دیں گے اور اس قسم کے کاموں میں تمہاری بات مانیں گے۔

◆ یعنی اس وقت موت سے کہاں بچیں گے۔ بے شک اس وقت نفاق کا مزہ چکھیں گے۔

◆ یعنی اللہ کی خوشنودی کا راستہ پسند نہ کیا۔ اسی راہ چلے جس سے وہ ناخوش ہوتا تھا۔ اس لیے موت کے وقت یہ بھیانک حال دیکھنا پڑا۔ اور اللہ نے ان کے کفر و عصیان کی بدولت سب عمل بیکار کر دیے۔ کسی عمل نے ان کو دوسری زندگی میں فائدہ نہ پہنچایا۔

◆ **منافقین کی کینہ پروری ظاہر کی جائیگی** | یعنی منافقین اپنے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جو حاسدانہ عداوتیں اور کینے رکھتے ہیں، کیا یوں خیال ہے کہ وہ دلوں میں پنہاں ہی رہیں گے؟ اللہ ان کو طشت از بام نہ کرے گا؟ اور مسلمان ان کے مکر و فریب پر مطلع نہ ہوں گے؟ ہرگز نہیں۔ ان کا خبث باطن ضرور ظاہر ہو کر رہے گا اور ایسے امتحان کی بھٹی میں ڈالے جائیں گے جہاں کھوٹا کھرا بالکل الگ ہو جائے گا۔

بِسِيْمٰهُمْ ۗ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

ان کے چہرے سے ◆ اور آگے پہچان لے گا بات کے ڈھب سے ◆ اور اللہ کو معلوم ہیں

اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ

تمہارے سب کام ◆ اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے تا معلوم کر لیں جو تم میں لڑائی

مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ

کرنے والے ہیں ◆ اور قائم رہنے والے ◆ اور تحقیق کر لیں تمہاری خبریں ◆ جو

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا

لوگ منکر ہوئے اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے اور مخالف ہو گئے

الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ

رسول سے بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکی ان پر سوجھی راہ وہ

يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يٰٓاَيُّهَا

نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ ◆ اور وہ اکارت کر دے گا ان کے سب کام ◆ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا

ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے اور

تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا

نہ ضائع کرو اپنے کیے ہوئے کام ◆ جو لوگ منکر ہوئے اور روکا لوگوں کو

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ

اللہ کی راہ سے پھر مر گئے اور وہ منکر ہی رہے تو ہرگز نہ بخشے گا

آنحضرت ﷺ کو منافقین کی پہچان: یعنی اللہ چاہے تو تمام منافقین کو بالتعیین آپ ﷺ کو دکھلا دے اور نام بنام مطلع کر دے کہ مجمع میں فلاں فلاں آدمی منافق ہیں۔ مگر اس کی حکمت بالفعل اس درجہ اظہار کو مقتضی نہیں۔ ویسے حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایسی وجدانی فراست دی ہے کہ ان کے چہرے بشرے سے آپ ﷺ پہچان لیتے ہیں۔ اور آگے چل کر ان لوگوں کے طرز گفتگو سے آپ ﷺ کو مزید شناخت ہو جائے گی۔ کیونکہ منافق اور مخلص کی بات کا ڈھنگ الگ الگ ہوتا ہے، جو زور، شوکت، پختگی اور خلوص کا رنگ مخلص کی باتوں میں جھلکتا ہے منافق کتنی ہی کوشش کرے اپنے کلام میں پیدا نہیں کر سکتا۔ تنبیہ: حضرت مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے "فلعرفتھم" کو "لو نشاء" کے نیچے نہیں رکھا۔ عام مفسرین اس کو "لو نشاء" کے تحت میں رکھ کر "لاریناکھم" پر متفرع کرتے ہیں۔ یعنی اگر ہم چاہیں تو تجھ کو دکھلا دیں وہ لوگ پھر تو ان کو پہچان جائے صورت دیکھ کر۔ احقر کے خیال میں مترجم رحمہ اللہ کی تفسیر زیادہ لطیف ہے۔ واللہ اعلم۔ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے بہت سے منافقین کو نام بنام بتلا دیا اور اپنی مجلس سے اٹھوا دیا۔ ممکن ہے وہ شناخت "لحن القول" اور "سیما" وغیرہ سے حاصل ہوئی ہو۔ یا یہ ہوا کہ بعد میں حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بعض منافقین کے اسماء پر تخصیص و تعیین کے ساتھ مطلع فرما دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

یعنی بندوں سے کوئی بات چھپی رہ سکتی ہے، لیکن اللہ کے علم میں تمہارے سب کام ہیں خواہ کھل کر کرو یا چھپ کر۔

جہاد امتحان کے لیے ہے: یعنی جہاد وغیرہ کے احکام سے آزمائش مقصود ہے۔ اسی سخت آزمائش میں کھلتا ہے کہ کون لوگ اللہ کے راستہ میں لڑنے والے اور شدید ترین سختیوں میں ثابت قدم رہنے والے ہیں اور کون ایسے نہیں۔

یعنی ہر ایک کے ایمان اور اطاعت و انقیاد کا وزن معلوم ہو جائے اور سب کے اندرونی احوال کی خبریں عملاً محقق ہو جائیں۔ تنبیہ: "حتی نعلم" سے جو شبہ حدوث علم کا ہوتا ہے اس کا مفصل جواب "پارہ سیقول" کے شروع "الا لنعلم من یتبع الرسول" کے حواشی میں ملاحظہ کیا جائے۔

یعنی اپنا ہی نقصان کرتے ہیں اللہ کا کیا نقصان ہے۔ نہ اس کے دین اور پیغمبر کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ وہ قدرت والا ان کے سارے منصوبے اور تمام کام اکارت کر دے گا اور سب کوششیں خاک میں ملا دے گا۔

اعمال کو ضائع نہ ہونے دو: یعنی جہاد یا اللہ کی راہ میں اور کوئی محنت و ریاضت کرنا اس وقت مقبول ہے جب اللہ و رسول کے حکم کے موافق ہو۔ محض اپنی طبیعت کے شوق یا نفس کی خواہش پر کام نہ کرو۔ ورنہ یہ عمل یوں ہی بیکار ضائع جائے گا۔ مسلمان کا کام یہ ہے کہ جو نیک کام کر چکا یا کر رہا ہے اس کو کسی صورت سے ضائع ہونے نہ دے۔ نیک کام کو بیچ میں چھوڑ دینے یا عجب و غرور اور اعجاب وغیرہ سے اس کو برباد کرے۔ بھلا ارتداد کا تو ذکر کیا ہے جو ایک دم تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اللّٰهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ۖ وَأَنْتُمُ

اللہ ان کو ◆ سو تم بودے ہو کر نہ جاؤ ◆ اور نہ ان کو بلاؤ صلح کی طرف ◆ اور تم ہی رہو گے

الْأَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾

غالب ◆ اور اللہ تمہارے ساتھ ہے ◆ اور نقصان نہ دے گا تم کو تمہارے کاموں میں ◆

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَ

یہ دنیا کا جینا ◆ تو کھیل ہے اور تماشا ◆ اور اگر تم یقین لاؤ گے ◆ اور

تَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾

بچتے رہو گے ◆ دے گا تم کو تمہارا بدلہ ◆ اور نہ مانگے گا تم سے مال تمہارے ◆

إِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾

اگر مانگے تم سے وہ مال ◆ پھر تم کو تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو ◆ اور نکال باہر کرے تمہارے دل کی خفگیاں ◆

هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ

سنتے ہو تم لوگ ◆ تم کو بلاتے ہیں ◆ کہ خرچ کرو ◆ میں

اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا

اللہ کی راہ ◆ پھر تم میں کوئی ایسا ہے کہ نہیں دیتا ◆ اور جو کوئی نہ دے گا ◆ سو وہ نہ دے گا

يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ

آپ کو ◆ اور اللہ بے نیاز ہے ◆ اور تم محتاج ہو ◆

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا

اور اگر تم پھر جاؤ گے ◆ تو بدلے میں لے آئے گا اور لوگ تمہارے سوا ◆ پھر

یعنی کسی کافر کی اللہ کے ہاں بخشش نہیں۔ خصوصاً ان کافروں کی جو دوسروں کو خدا کے راستے سے روکنے میں لگے ہوئے ہیں۔

جہاد کی تکلیف سے ڈر کر صلح نہ کرو | یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کے مقابلہ میں سست اور کم ہمت نہ بنیں اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر صلح کی طرف نہ دوڑیں۔ ورنہ دشمن شیر ہو کر دباتے چلے جائیں گے اور جماعت اسلام کو مغلوب و رسوا ہونا پڑے گا۔ ہاں کسی وقت اسلام کی مصلحت اور اہل اسلام کی بھلائی صلح میں نظر آئے تو اس وقت صلح کر لینے میں مضائقہ نہیں جیسا کہ آگے سورۂ "فتح" میں آتا ہے۔ بہر حال صلح کی بنا اپنی کم ہمتی اور نامردی پر نہ ہونی چاہیے۔

تم ہی غالب رہو گے | یعنی گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اگر صبر و استقلال دکھلاؤ گے اور خدا کے احکام پر ثابت قدم رہو گے تو خدا تمہارے ساتھ ہے وہ تم کو آخر کار غالب کرے گا اور کسی حالت میں بھی تم کو نقصان اور گھاٹے میں نہ رہنے دے گا۔

ایمان و تقویٰ کے دنیاوی فوائد | یعنی آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی حقیقت ایک کھیل تماشا جیسی ہے۔ اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو گے اور اس کھیل تماشے سے دور رہ کر چلو گے تو اللہ تم کو اس کا پورا بدلہ دے گا اور تمہارا مال بھی تم سے طلب نہیں کرے گا اسے کیا حاجت ہے۔ وہ تو خود دینے والا ہے کما قال "مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ" (ذاریات۔ رکوع ۳) اگر طلب بھی کرے تو مالک حقیقی وہی ہے تمام مال اسی کا ہے۔ مگر اس کے باوجود دین کے معاملہ میں جب خرچ کرنے کو کہتا ہے تو سارے مال کا مطالبہ نہیں کرتا بلکہ ایک تھوڑا سا حصہ طلب کیا جاتا ہے۔ وہ بھی اپنے لئے نہیں بلکہ تمہارے فائدہ کو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "حق تعالیٰ نے ملک فتح کرا دیے مسلمانوں کو تھوڑے ہی دن (اپنا گھر سے) اپنا خرچ کرنا پڑا۔ پھر جتنا خرچ کیا تھا اس سے سو سو گنا ہاتھ لگا۔ اس مطلب سے (قرآن کریم میں کئی جگہ) فرمایا ہے کہ اللہ کو قرض دو۔"

یعنی اگر اللہ تعالیٰ سختی کے ساتھ کل مال طلب کرنے لگے جو تم کو دے رکھا ہے تو کتنے مردانِ خدا ہیں جو کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم پر لبیک کہیں گے۔ اکثر تو وہی ہوں گے جو بخل اور تنگدلی کا ثبوت دیں گے مال خرچ کرنے کے وقت ان کے دلوں کی تنگی باہر ظاہر ہو جائے گی۔

یعنی ایک حصہ خدا کے دیے ہوئے مال کا اس کے راستہ میں اپنے نفع کی خاطر۔

مال خرچ کرنے میں تمہارا ہی فائدہ ہے | یعنی تمہارا خرچ خود اپنے فائدے کے لئے ہے۔ نہ دو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تمہارے دینے نہ دینے کی کیا پروا۔

اللہ کو مال کی ضرورت نہیں | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی مال خرچ کرنے کی جو تاکید سنتے ہو یہ نہ سمجھو کہ اللہ یا اس کا رسول مانگتا ہے۔ نہیں یہ تمہارے بھلے کو فرماتا ہے۔ پھر ایک کے ہزار ہزار پاؤ گے۔ ورنہ اللہ کو اور اس کے رسول کو کیا پروا ہے۔"

يَكُونُوٓا أَمْثَٰلَكُم ﴿٣٨﴾ ع

وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے ◆

اٰیَاتُهَا ۲۹ (۴۸) سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۱) رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۂ فتح مدینہ میں نازل ہوئی اس کی انتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ﴿١﴾ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا

◆ ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجھ کو اللہ جو

تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكَ

آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے ◆ اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان ◆

وَيَهْدِيَكَ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢﴾ وَيَنصُرَكَ اللّٰهُ

اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ ◆ اور مدد کرے تیری اللہ

نَصْرًا عَزِيزًا ﴿٣﴾ هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ

زبردست مدد ◆ وہی ہے جس نے اتارا اطمینان دلوں میں

الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا إِيمَٰنًا مَّعَ إِيمَٰنِهِمْ ۗ وَلِلّٰهِ

ایمان والوں کے تاکہ اور بڑھ جائے ان کو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ ◆ اور اللہ کے ہیں

جُنُودُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا

سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے خبردار

حَكِيمًا ④ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ

حکمت والا ◆ تاکہ پہنچا دے ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو باغوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ

بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اور اتار دے

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا

ان پر سے ان کی برائیاں ◆ اور ہے یہ اللہ کے یہاں بڑی

عَظِيمًا ⑤ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَ

مراد ملنی ◆ اور تا کہ عذاب کرے دغا باز مردوں کو اور دغا باز عورتوں کو اور

الْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّينَ بِاللّٰهِ ظَنَّ

شرک والے مردوں اور شرک والی عورتوں کو ◆ جو اٹکلیں کرتے ہیں اللہ پر بری

السَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ

اٹکلیں ◆ انہی پر پڑے پھیر مصیبت کا ◆ اور غصے ہوا اللہ

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ

ان پر اور لعنت کی ان کو اور تیار کی ان کے واسطے دوزخ اور بری

مَصِيرًا ⑥ وَلِلّٰهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ

جگہ پہنچے اور اللہ کے ہیں سب لشکر آسمانوں کے اور زمین کے

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ⑦ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ

اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ◆ ہم نے تجھ کو بھیجا

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

احوال بتانے والا | اور خوشی اور ڈر سنانے والا | تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر | اور

رَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً

اس کے رسول پر | اور اس کی مدد کرو | اور اس کی عظمت رکھو | اور اس کی پاکی بولتے رہو صبح

وَّاَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ

اور شام | تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے | وہ بیعت کرتے ہیں

اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ

اللہ سے | اللہ کا ہاتھ ہے | اوپر ان کے ہاتھ کے | پھر جو کوئی قول توڑے

فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰي نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ

سو توڑتا ہے | اپنے نقصان کو | اور جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جس پر اقرار کیا

عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ سَيَقُوْلُ

اللہ سے | تو وہ اس کو دے گا اجر بہت بڑا | اب کہیں گے

لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا

تجھ سے پیچھے رہ جانے والے | گنوار | ہم کو مشغول رکھا ہمارے مالوں نے

وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ

اور گھر والوں نے | سو ہمارا گناہ بخشوا | وہ کہتے ہیں | اپنی زبان سے

مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ

جو ان کے دل میں نہیں | تو کہہ | کس کا کچھ بس چلتا ہے

◆ یعنی آپ اللہ کے فرمانبرداروں کو خوشی اور نافرمانوں کو ڈر سناتے ہیں اور خود اپنے احوال بتلاتے ہیں جیسے "إِنَّا فَتَحْنَا" سے یہاں تک تینوں قسم کے مضامین آچکے۔ اور آخرت میں بھی اپنی امت پر نیز انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دینگے۔

◆ "تُعَزِّرُوْهُ" اور "تُوَقِّرُوْهُ" کی ضمیریں اگر اللہ کی طرف راجع ہوں تو اللہ کی مدد کرنے سے مراد اس کے دین اور پیغمبر کی مدد کرنا ہے اور اگر رسول کی طرف راجع ہوں تو پھر کوئی اشکال نہیں۔

◆ یعنی اللہ کی پاکی بیان کرتے رہو۔ خواہ نمازوں کے ضمن میں یا نمازوں سے باہر۔

◆ **آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر صحابہ کی بیعت کی فضیلت** | لوگ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتے تھے اس کو فرمایا کہ نبی کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا خدا سے بیعت کرنا ہے کیونکہ حقیقت میں نبی خدا ہی کی طرف سے بیعت لیتا ہے اور اسی کے احکام کی تعمیل وتاکید بیعت کے ذریعہ سے کراتا ہے۔ لہٰذا کما قال "مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ" (نساء۔ رکوع۱۱) و کما قال۔ "وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" (انفال۔ رکوع۲) جب بیعت نبوی کی حقیقت یہ ہوئی تو گویا خدا تعالیٰ کا دست شفقت وحمایت ان کے ہاتھوں کے اوپر ہوگا۔ **تنبیہ** | حضور ﷺ صحابہؓ سے کبھی اسلام پر کبھی جہاد پر کبھی کسی دوسرے امر خیر پر بیعت لیتے تھے۔ صحیح مسلم میں "وعلى النصح" کا لفظ آیا ہے۔ مشائخ طریقت کی بیعت اگر بطریق مشروع ہو تو اسی باب کے تحت میں مندرج ہوگی۔ "حدیبیہ" میں اس بات پر بیعت لی گئی کہ مرتے دم تک میدان جہاد سے نہیں بھاگیں گے۔

◆ **بیعت کے عہد کو پورا کرنے کی فضیلت** | یعنی بیعت کے وقت جو قول و قرار کیا ہے، اگر کوئی اس کو توڑ دیگا تو اپنا ہی نقصان کریگا۔ اللہ و رسول کو کچھ ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی کو عہد شکنی کی سزا ملے گی۔ اور جس نے استقامت دکھلائی اور اپنے عہد و پیمان کو مضبوطی کے ساتھ پورا کیا تو اس کا بدلہ بھی بہت بڑا ملے گا۔

◆ **منافقین کے حیلے بہانوں کی خبر** | مدینہ سے روانہ ہوتے وقت آپ ﷺ نے اپنی روانگی کا اعلان کر دیا اور مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لئے ابھارا تھا۔ شاید قریش سے آپ کو کوئی لڑائی کا احتمال ہو۔ اس پر دیہاتی گنوار جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہ ہوا تھا، جان چرا کر بیٹھ رہے۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسی قوم کی طرف جا بیٹھیں جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر (مدینہ) میں آ کر ان کے کتنے ساتھیوں کو قتل کر گئی۔ اب ہم ان کے گھر جا کر ان سے لڑینگے؟ تم دیکھ لینا اب یہ اور ان کے ساتھی اس سفر سے واپس آنے والے نہیں سب وہیں کھیت رہیں گے۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے ان کے نفاق کا پردہ فاش کیا ہے آپ کو مدینہ پہنچنے سے قبل راستہ میں اطلاع دیدی کہ تمہارے صحیح وسالم واپس جانے پر وہ لوگ اپنی غیر حاضری کے جھوٹے عذر اور حیلے بہانے کرتے ہوئے آئیں گے اور کہیں گے کیا کہیے ہم کو گھر بار کے دھندوں سے فرصت نہ ملی۔ کوئی ہمارے پیچھے مال اور اہل وعیال کی خبر لینے والا نہ تھا بہرحال ہم سے کوتاہی ضرور ہوئی۔ اب اللہ سے ہمارا قصور معاف کرا دیجئے۔

◆ یعنی دل میں جانتے ہیں کہ یہ عذر بالکل غلط ہے اور استغفار کی درخواست کرنا بھی محض ظاہر داری کے لئے ہے، سچے دل سے نہیں۔ وہ دل میں نہ اس کو گناہ سمجھتے ہیں نہ آپ پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ

اللہ سے تمہارے واسطے — اگر وہ چاہے تمہارا نقصان — یا چاہے

بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝

تمہارا فائدہ — بلکہ اللہ ہے — تمہارے سب کاموں سے خبردار ◆

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

کوئی نہیں تم نے تو خیال کیا تھا — کہ پھر کر نہ آئے گا رسول — اور مسلمان

اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ

اپنے گھر کبھی — اور کھپ گیا (بھالگا) — تمہارے دلوں میں یہ خیال

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا ۝

اور اٹکل کی تم نے — بری اٹکلیں — اور تم لوگ تھے تباہ ہونے والے ◆

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّاۤ اَعْتَدْنَا

اور جو کوئی یقین نہ لائے — اللہ پر — اور اس کے رسول پر — تو ہم نے تیار کر رکھی ہے

لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

منکروں کے واسطے دہکتی آگ — اور اللہ کے لیے ہے — راج آسمانوں کا اور زمین کا

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

بخشے جس کو چاہے — اور عذاب میں ڈالے جس کو چاہے — اور ہے اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ

بخشنے والا مہربان ◆ — اب کہیں گے پیچھے رہ گئے ہوئے — جب تم چلو گے

منافقین کو ان کے بہانوں کا جواب | یعنی ہر طرح کا نفع نقصان اللہ کے قبضہ میں ہے جس کی مشیت و ارادہ کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ اس کو منظور نہیں تھا کہ تم کو اس سفر مبارک کی شرکت کے فوائد نصیب ہوں۔ نہ اب یہ منظور ہے کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں۔ اس نے تمہاری حیلہ تراشی سے قبل ہی ہم کو ان جھوٹے اعذار پر مطلع کر دیا تھا۔ بہرحال اس نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے اعمال و حرکات کی بدولت "غزوۂ حدیبیہ" کی گونا گوں برکات و فوائد کی طرف سے تم کو نقصان اور گھاٹے میں رکھے اور یہاں تم کہتے ہو کہ اپنے مال اور گھر والوں کی حفاظت کی وجہ سے سفر میں نہ جا سکے تو کیا خدا اگر تمہارے مال و اولاد وغیرہ میں نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے۔ تم گھر میں رہ کر اسے روک دو گے۔ یا فرض کرو اللہ تم کو کچھ فائدہ مال و عیال میں پہنچانا چاہے اور تم سفر میں ہو تو کیا اسے کوئی روک سکتا ہے۔ جب نفع نقصان کو کوئی روک نہیں سکتا تو اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی پرواہ کرنا محض حماقت و ضلالت ہے۔ ان حیلوں بہانوں سے مت سمجھو کہ ہم اللہ کو خوش کر بیٹھے بلکہ یاد رکھو اللہ تمہارے سب کھلے چھپے اعمال و احوال کی پوری خبر رکھتا ہے۔

منافقین کے پیچھے رہ جانے کی اصل وجہ | یعنی واقع میں تمہارے نہ جانے کا سبب یہ نہیں جو بیان کر رہے ہو بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان اس سفر سے بچ کر واپس نہ آ سکیں گے۔ یہ ہی تمہاری دلی آرزو تھی اور یہ ہی ظن و تخمین تمہارے دلوں میں خوب جم گیا تھا۔ اسی لئے اپنی حفاظت اور نفع کی صورت تم نے علیحدہ رہنے میں سمجھی۔ حالانکہ یہ صورت تمہارے خسران اور تباہی کی تھی اور اللہ جانتا تھا کہ یہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

یعنی جس کو وہ بخشنا چاہے، کیسے ہی گنہگار ہوں، ابھی اس کی مہربانی ہو تو تم کو توبہ کی توفیق مل جائے اور بخشش ہو جائے کہ اس کی رحمت بہرحال غضب پر سابق ہے۔

إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ

غنیمتیں لینے کو — چھوڑو ہم کو بھی چلیں تمہارے ساتھ

يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا

چاہتے ہیں — کہ بدل دیں — کہا اللہ کا — تو کہہ دے تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ چلو گے

كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ

یونہی کہہ دیا اللہ نے — پہلے سے — پھر اب کہیں گے نہیں

تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾

تم تو جلتے ہو ہمارے فائدہ سے — کوئی نہیں پر وہ نہیں سمجھتے ہیں — مگر تھوڑا سا

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ

کہہ دے — پیچھے رہ جانے والے گنواروں سے — آگے کو تم بلائے جاؤ گے

قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ

ایک قوم پر — بڑے سخت لڑنے والے — تم ان سے لڑو گے — یا وہ مسلمان ہوں گے

فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن

پھر اگر حکم مانو گے — دے گا تم کو اللہ — بدلہ اچھا — اور اگر

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا

پلٹ جاؤ گے — جیسے پلٹ گئے تھے — پہلی بار — دے گا تم کو ایک عذاب

أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ

دردناک — اندھے پر تکلیف نہیں — اور لنگڑے پر

خیبر کے جہاد میں ان منافقین کو ساتھ لینے کی ممانعت | "حدیبیہ" سے واپس ہو کر حضور ﷺ کو "خیبر" پر چڑھائی کرنے کا حکم ہوا۔ جہاں غدار یہود آباد تھے جو بدعہدی کر کے جنگ "احزاب" میں کافر قوموں کو مدینہ پر چڑھا لائے تھے۔ حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو خبر دی کہ یہ گنوار جو "حدیبیہ" نہیں گئے تھے اب "خیبر" کے معرکہ میں تمہارے ساتھ چلنے کو کہیں گے۔ کیونکہ وہاں خطرہ کم اور غنیمت کی امید زیادہ ہے۔ آپ ان سے فرما دیں کہ تمہاری استدعا سے پیشتر اللہ ہم کو کہہ چکا ہے کہ تم (اس سفر میں) ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے۔ اندریں صورت کیا تم ہمارے ساتھ جا سکتے ہو۔ اگر جاؤ گے تو یہ معنی ہوں گے کہ گویا اللہ کا کہا بدل دیا گیا جو کسی طرح ممکن نہیں۔

یعنی اللہ نے کچھ بھی نہیں فرمایا۔ محض یہ چاہتے ہو کہ ہمارا فائدہ نہ ہو۔ سب مال غنیمت بلا شرکت غیرے تمہارے ہی ہاتھ آ جائے۔

یعنی بہت تھوڑی سمجھ ہے۔ احمق یہ نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے زہد و قناعت کا کیا حال ہے۔ کیا وہ مال کے حریص ہیں؟ جو تم پر حسد کریں گے؟ اور پیغمبر از راہ حسد خدا پر جھوٹ بول دے گا؟ العیاذ باللہ۔

آئندہ ہونے والے معرکوں کی خبر | یعنی ذرا صبر کرو۔ اس لڑائی میں تو نہیں جا سکتے لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے ہیں۔ بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے جن کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہیگا جب تک کہ وہ قومیں مسلمان ہو کر یا جزیہ وغیرہ دے کر اسلام کی مطیع ہو جائیں۔ اگر واقعی تم کو شوق جہاد ہے تو اس وقت میدان میں آ کر داد شجاعت دینا۔ اس موقع پر خدا کا حکم مانو گے تو اللہ بہترین بدلہ دیگا۔ **تنبیہ** | "ان جنگجو قوموں" سے "بنو حنیفہ" وغیرہ مراد ہیں جو "مسیلمہ کذاب" کی قوم تھی یا "ہوازن و ثقیف" وغیرہ جن سے "حنین" میں مقابلہ ہوا یا وہ مرتدین جن پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی۔ فارس و روم اور کرد وغیرہ جن سے خلفائے راشدین کے زمانہ میں لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں بہت سے بڑے بڑے مسلمان ہوئے اور مال غنیمت بھی بہت آیا۔

یعنی جیسے پہلے "حدیبیہ" جانے سے پیچھے ہٹ گئے تھے اگر آئندہ ان معرکوں سے پیچھے ہٹے تو اللہ سخت دردناک سزا دیگا۔ شاید آخرت سے پہلے دنیا ہی میں مل جائے۔

حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ

تکلیف ◆ اور نہ بیمار پر تکلیف ◆ اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کا

وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اور اس کے رسول کا اس کو داخل کرے گا باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں

الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۷ ع

نہریں اور جو کوئی پلٹ جائے اس کو عذاب دے گا دردناک ◆

ع ۲

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ

تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ

اس درخت کے نیچے ◆ پھر معلوم کیا جو ان کے جی میں تھا ◆ پھر اتارا

السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝۱۸ وَّمَغَانِمَ

ان پر اطمینان اور انعام دیا ان کو ایک فتح نزدیک اور بہت

كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۱۹

غنیمتیں جن کو وہ لیں گے ◆ اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ◆

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ

وعدہ کیا ہے تم سے اللہ نے بہت غنیمتوں کا کہ تم ان کو لو گے سو جلدی پہنچا دی

لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ

تم کو یہ غنیمت ◆ اور روک دیا لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے ◆ اور تاکہ ایک نمونہ ہو

◆ یعنی جہاد ان معذور لوگوں پر فرض نہیں۔

◆ یعنی تمام امور اور معاملات میں عام ضابطہ یہی ہے۔

◆ **بیعت رضوان** | وہ کیکر کا درخت تھا حدیبیہ میں۔ چونکہ "لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ" الخ فرمانے کی وجہ ہی سے اس بیعت کو "بیعۃ الرضوان" کہتے ہیں۔ شروع سورت میں اس کا مفصل قصہ گذر چکا۔

◆ یعنی ظاہر کا اندیشہ اور دل کا توکل، حسن نیت، صدق و اخلاص اور حب اسلام وغیرہ۔ **تنبیہ** | عموماً مفسرین نے "فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ" سے یہی مراد لیا ہے مگر ابو حیان کہتے ہیں کہ صلح اور شرائط صلح کی طرف سے دلوں میں جو رنج و غم اور اضطراب تھا وہ مراد ہے اور آگے "فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ" اس پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **نزول سکینہ اور فتح خیبر** | یعنی فتح خیبر جو حدیبیہ سے واپسی کے بعد فوراً ہی ہوئی اور مال غنیمت بہت آیا جس سے صحابہؓ آسودہ ہو گئے۔

◆ یعنی اپنے زور و حکمت سے حدیبیہ کی کسر یہاں نکال دی۔ اور اسی طرح کا قصہ فتح مکہ اور حنین میں ہوا۔

◆ یعنی آگے چل کر بے شمار غنیمتیں ملنے والی ہیں۔ ان میں کا یہ ایک حصہ فوراً خیبر میں دلوا دیا۔

◆ **خیبر میں مسلمانوں کی حفاظت** | یعنی عام لڑائی نہ ہونے دی۔ اور حدیبیہ و خیبر میں کفار کے ہاتھوں سے تم کو کچھ ضرر نہ پہنچنے دیا اور تمہاری غیبت میں تمہارے اہل و عیال وغیرہ پر کوئی دست درازی نہ کر سکا۔

آيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢٠﴾

قدرت کا نمونہ مسلمانوں کے واسطے ◆ اور چلاوے تم کو سیدھی راہ ◆

وَأُخْرَىٰ لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ بِهَا ۚ

اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی وہ اللہ کے قابو میں ہے

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢١﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ

اور اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ◆ اور اگر لڑتے تم سے

الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا

منکر تو پھیرتے پیٹھ پھر نہ پاتے کوئی حمایتی

وَلَا نَصِيرًا ﴿٢٢﴾ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن

اور نہ مددگار ◆ رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آتی ہے

قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٢٣﴾ وَهُوَ

پہلے سے اور تو ہرگز نہ دیکھے گا اللہ کی رسم کو بدلتے ◆ اور وہی ہے

الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم

جس نے روک رکھے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے

بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۚ

بیچ شہر مکہ کے بعد اس کے کہ تمہارے ہاتھ لگادیا ان کو ◆

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِينَ

اور ہے اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ◆ وہی لوگ ہیں

یعنی بہت سی فتوحات جن پر ابھی تم کو قدرت نہیں، اللہ کی قدرت میں ہیں اور ان کا احاطہ اس نے کر لیا ہے اور جس طرح یہ وعدے پورے ہوئے اسی طرح آئندہ کے وعدے بھی پورے ہو کر رہیں گے۔

یعنی اللہ کے وعدوں پر وثوق اور اس کی امداد و قدرت پر بھروسہ ہوگا تو اور زیادہ طاعت و فرمانبرداری کی ترغیب ہوگی۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

فتح مکہ کا انعام | یعنی اس بیعت کے انعام میں فتح خیبر دی۔ اور مکہ کی فتح جو اس وقت ہاتھ نہیں آئی وہ بھی ملی ہی سمجھو۔ کیونکہ اللہ نے اس کا وعدہ کر لیا اور فی الحقیقت عالم اسباب میں وہ نتیجہ اسی صلح حدیبیہ کا ہے۔

جنگ ہوتی تو تم غالب رہتے | یعنی لڑائی ہوتی تو تم ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے کوئی مددگار ان کو آفت سے نہ بچا سکتا۔ مگر اللہ کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے اور اس کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں۔

اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی | یعنی جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخرکار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب و مقہور کئے جاتے ہیں یہی عادت اللہ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے جس میں کوئی تبدیلی و تغییر نہیں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ اہل حق پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں۔ اور بعض نے "ولن تجد لسنة الله تبديلا" کے معنی یوں کیے ہیں کہ اللہ کی عادت کو کوئی دوسرا نہیں بدل سکتا۔ یعنی کسی اور کو قدرت نہیں کہ وہ کام نہ ہونے دے جو سنت اللہ کے موافق ہونا چاہیے تھا۔

مکہ میں مشرکین پر غلبہ | مشرکین کی ٹکڑیاں "حدیبیہ" میں لڑائی کے موقع پر حضور ﷺ و صحابہ پر چھاپہ مارنے کی فکر میں رہتیں، کبھی مسلمانوں پر پتھر پھینکتے۔ چنانچہ چپکے چپکے پہاڑی کی طرف سے ایک مسلمان کو قتل بھی کر ڈالا اور اشتعال انگیز حرکات کرتے پھرتے تھے۔ آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو زندہ گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کو معاف فرما دیا اور کچھ انتقام نہیں لیا۔ آیہ ہذا میں اسی قسم کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ اور "ببطن مكة" (مکہ شہر کے) یعنی شہر کے قریب، گویا شہر ہی میں سمجھو۔

یعنی ان کی شرارتیں اور تمہارا تحمل سب کچھ اللہ دیکھ رہا ہے۔

كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ

جو منکر ہوئے | اور روکا تم کو | مسجد حرام سے | اور نیاز کی قربانی کو بھی

مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ

بند پڑی ہوئی | اس بات سے کہ پہنچے اپنی جگہ تک ◆ | اور اگر نہ ہوتے کتنے ایک مرد ایمان والے

وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ

اور کتنی عورتیں ایمان والیاں | جو تم کو معلوم نہیں | یہ خطرہ کہ تم ان کو پیس ڈالتے

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ

پھر تم پر ان کی وجہ سے خرابی پڑ جاتی | بے خبری سے | کہ اللہ کو

اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

داخل کرنا ہے اپنی رحمت میں | جس کو چاہے ◆ | اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے | تو آفت ڈالتے ہم

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ

منکروں پر | عذاب دردناک کی ◆ | جب رکھی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ

منکروں نے | اپنے دلوں میں | کد نادانی کی

الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ

ضد | پھر اتارا اللہ نے | اپنی طرف کا اطمینان | اپنے رسول پر

وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا

اور مسلمانوں پر ◆ | اور قائم رکھا ان کو | ادب کی بات پر | اور وہی تھے

◆ **کفار کا قربانی کے جانوروں کو روکنا** یعنی حرم جو اس حد تک قربانی کے جانور پہنچنے نہ دیئے جہاں لے جا کر ذبح کرنا عام دستور اور معمول ہے۔ حدیبیہ کی جگہ حد کے پاس ہے۔

◆ **حدیبیہ کے وقت جنگ ملتوی رکھنے کی مصلحت** یعنی جو مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں مظلوم و مقہور تھے اور مسلمان ان کو پوری طرح جانتے نہ تھے وہ لڑائی میں بے خبری سے پیس دیئے جائیں گے۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو فی الحال لڑائی کا حکم دے دیا جاتا۔ لیکن ایسا ہوتا تو تم خود اس قومی نقصان پر متاسف ہوتے۔ اور کافروں کو یہ کہنے کا موقع ملتا کہ دیکھو! مسلمان مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ اس خرابی کے باعث لڑائی موقوف رکھی گئی تا وہ مسلمان محفوظ رہیں۔ اور تم پر اس ہمّاتی صبر و تحمل کی بدولت خدا اپنی رحمت نازل فرمائے نیز کافروں میں سے جن لوگوں کا اسلام لانا مقدر ہے ان کو بھی لڑائی کی خطرناک گڑبڑ سے بچا کر اپنی رحمت میں داخل کر لے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اس تمام قصے میں سرکشی ضد اور کعبہ کی بے ادبی ان ہی (مشرکین) سے ہوئی۔ تم باادب رہے۔ انہوں نے عمرہ والوں کو منع کیا اور قربانی اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچنے دی۔ بیشک وہ سزا اس قابل تھی کہ اسی وقت تمہارے ہاتھ سے فتح کرائی جاتی مگر بعض مسلمان مرد و زن مکہ میں چھپے ہوئے تھے اور بعض لوگ جن کا مسلمان ہونا اب مقدر تھا اس وقت کی فتح مکہ میں وہ پیسے جاتے۔ آخر دو برس کی صلح میں جتنے مسلمان ہونے کو تھے ہو چکے اور تکلنے والے نکل آئے تب اللہ نے مکہ فتح کرا دیا"۔

◆ **مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی برکت** یعنی اگر کفار مسلمانوں سے الگ ہوتے اور مسلمان ان میں رلے ملے نہ ہوتے تو تم دیکھ لیتے کہ ہم مسلمانوں کے ہاتھوں سے کافروں کو کیسی دردناک سزا دلواتے ہیں۔

◆ **اہل مکہ کی نادانی کی ضد** نادانی کی ضد یہ کی کہ امسال عمرہ نہ کرنے دیا اور یہ کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کر جائے اسے پھر واپس بھیج دو۔ اگلے سال عمرہ کو آؤ تو تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہرو۔ اور ہتھیار کھلے نہ لاؤ۔ صلح نامہ میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہ لکھو اور بجائے محمدؐ رسول اللہ کے صرف محمدؐ بن عبداللہ تحریر کرو۔ حضرت نے یہ سب باتیں قبول کیں اور مسلمانوں نے سخت انقباض واضطراب کے باوجود پیغمبر کے ارشاد کے آگے سر تسلیم جھکا دیا اور بالآخر اسی فیصلہ پر انکے قلوب مطمئن ہو گئے۔

أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٢٦﴾

اس کے لائق اور اس کام کے | اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار ◆

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ ۖ لَتَدْخُلُنَّ

اللہ نے سچ دکھلایا اپنے رسول کو | خواب تحقیقی | کہ تم داخل ہو رہو گے

الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ

مسجد حرام میں | اگر اللہ نے چاہا | آرام سے | بال مونڈتے ہوئے

رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ ۖ فَعَلِمَ مَا لَمْ

اپنے سروں کے | اور کترتے ہوئے | بے کھٹکے ◆ | پھر جانا جو تم نہیں

تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿٢٧﴾

جانتے | پھر مقرر کر دی اس سے ورے | ایک فتح نزدیک ◆

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول | سیدھی راہ پر | اور سچا دین ◆

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٢٨﴾

تاکہ اوپر رکھے اس کو | ہر دین سے ◆ | اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا ◆

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى

محمد رسول | اللہ کا | اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں | زورآور ہیں

الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ

کافروں پر ◆ | نرم دل ہیں آپس میں ◆ | تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں | ڈھونڈتے ہیں

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

اللہ کا فضل اور اس کی خوشی ◆ نشانی (پہچان شناخت) ان کی ان کے منہ پر ہے

مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَ

سجدہ کے اثر سے ◆ یہ شان ہے ان کی توریت میں اور

مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ

مثال ان کی انجیل میں ◆ جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا پھر اس کی کمر مضبوط کی

فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر ◆ خوش لگتا ہے کھیتی والوں کو ◆

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

تاکہ جلائے ان سے جی کافروں کا ◆ وعدہ کیا ہے اللہ نے ان سے جو یقین لائے ہیں اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۧ ﴿۲۹﴾

کیے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے ثواب کا ◆

اٰيَاتُهَا ۱۸ (۴۹) سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶) رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ حجرات مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے

صحابہ کرامؓ کی صفات حسنہ یعنی نمازیں کثرت سے پڑھتے ہیں۔ جب دیکھو رکوع و سجود میں پڑے ہوئے اللہ کے سامنے نہایت اخلاص کے ساتھ وظیفہ عبودیت ادا کر رہے ہیں۔ ریاء و نمود کا شائبہ نہیں۔ بس اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش ہے۔

یعنی نمازوں کی پابندی خصوصاً تہجد کی نماز سے ان کے چہروں پر خاص قسم کا نور اور رونق ہے۔ گویا خشیت و خشوع اور حسن نیت و اخلاص کی شعاعیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں۔ حضرت ﷺ کے اصحابؓ اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ چال ڈھال سے لوگوں میں الگ پہچانے جاتے تھے۔

صحابہ کرامؓ کا پچھلی کتابوں میں تذکرہ یعنی پہلی کتابوں میں خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھیوں کی ایسی ہی شان بیان کی گئی تھی۔ چنانچہ بہت سے غیر متعصب اہل کتاب ان کے چہرے اور طور طریق دیکھ کر بول اٹھتے تھے کہ واللہ یہ تو مسیح کے حواری معلوم ہوتے ہیں۔

کھیتی کی مثال اور صحابہ کرام حضرت شاہ صاحبؒ کھیتی کی مثال کی تقریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "یعنی اول اس دین پر ایک آدمی تھا پھر دو ہوئے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی گئی۔ حضرت ﷺ کے وقت میں پھر خلفاء کے عہد میں" بعض علماء کہتے ہیں کہ "اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ" میں عہد صدیقی "فَاٰزَرَهٗ" میں عہد فاروقی "فَاسْتَغْلَظَ" میں عہد عثمانی اور "فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ" میں عہد مرتضوی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بعض دوسرے بزرگوں نے "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا" کو علی الترتیب خلفائے اربعہ پر تقسیم کر دیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت تمام جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہیئت مجموعی مدح و منقبت پر مشتمل ہے خصوصاً اصحاب بیعت الرضوان کی جن کا ذکر آغاز سورت سے برابر چلا آ رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

کھیتی کرنے والے چونکہ اس کام کے بصیر ہوتے ہیں اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے کیا۔ جب ایک چیز کا بصیر اس کو پسند کرے دوسرے کیوں نہ کریں گے۔

صحابہؓ سے حسد رکھنے والے یعنی اسلامی کھیتی کی یہ تازگی اور رونق و بہار دیکھ کر کافروں کے دل غیظ و حسد سے جلتے ہیں۔ اس آیت سے بعض علماء نے یہ نکالا کہ صحابہ سے جلنے والا کافر ہے۔

مومنین سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ وعدہ دیا ان کو جو ایمان والے ہیں اور بھلے کام کرتے ہیں۔ حضرت ﷺ کے سب اصحابؓ ایسے ہی تھے۔ مگر خاتمہ کا اندیشہ رکھا حق تعالیٰ بندوں کو ایسی صاف خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جائیں۔ اس مالک سے اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے۔" تم سورۃ الفتح بفضل اللہ ورحمتہ فللّٰہ الحمد والمنۃ

وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ①

اور اس کے رسول سے ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے ◆ اللہ سنتا ہے جانتا ہے ◆

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ

اے ایمان والو بلند نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی

صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ

آواز سے اوپر اور اس سے نہ بولو تڑخ کر (چٹک چٹک تڑک کر) جیسے

بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ

ایک دوسرے پر کہیں اکارت نہ ہو جائیں تمہارے کام اور تم کو

لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ

خبر بھی نہ ہو ◆ جو لوگ دبی آواز سے بولتے ہیں

عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ

رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے دلوں کو جانچ لیا ہے

قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

اللہ نے ادب کے واسطے ◆ ان کے لیے معافی ہے اور ثواب بڑا ◆

اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ

جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے پیچھے (باہر) سے وہ اکثر

لَا يَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ

عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے جب تک (یہاں تک کہ) تو نکلے

اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵

ان کی طرف تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ

اے ایمان والو اگر آئے تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر

فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى

تو تحقیق کر لو کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے

مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝۶ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ

کئے پر لگو پچتانے ◆ اور جان لو کہ تم میں رسول ہے

اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ

اللہ کا اگر وہ تمہاری بات مان لیا کرے بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے ◆

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ

پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھبا دیا (اچھا دکھایا) اس کو

قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ

تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی

اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ

وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر اللہ کے فضل سے اور

نِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ

احسان سے ◆ اور اللہ سب کچھ جانتا ہے حکمتوں والا ◆ اور اگر دو فریق

۱ **بزرگوں سے ملاقات کے آداب** بنی تمیم کے لوگ آئے۔ حضور ﷺ حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے، وہ لوگ باہر سے آوازیں دینے لگے کہ "یا محمد اخرج الینا" (اے محمد باہر آیئے) یہ بے عقلی اور بے تہذیبی کی بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو نہیں سمجھتے تھے۔ کیا معلوم ہے اس وقت آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ یا کسی اہم کام میں مشغول ہوں۔ آپ ﷺ کی ذات منبع البرکات تو مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی امور کا مرکز و ملجا تھی۔ کسی معمولی ذمہ دار آدمی کے لئے بھی کام کرنا سخت مشکل ہو جائے اگر اس کا کوئی نظام الاوقات نہ ہو۔ اور آخر تعظیم کا ادب و احترام بھی کوئی چیز ہے چاہئے تھا کہ کسی کی زبانی اندر اطلاع کراتے اور آپ ﷺ کے باہر تشریف لانے تک صبر کرتے۔ جب آپ ﷺ باہر تشریف لا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے اس وقت خطاب کرنا چاہئے تھا۔ ایسا کیا جاتا تو ان کے حق میں بہتر اور قابل ستائش ہوتا۔ تاہم بے عقلی اور نادانی سے جو بات اتفاقاً سرزد ہو جائے اللہ اس کو اپنی مہربانی سے بخشنے والا ہے۔ چاہئے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہو کر آئندہ ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔ حضور ﷺ کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قوم مسلم کی تمام پراگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے۔

۲ **جھوٹی خبروں کی تحقیق کا حکم** اکثر نزاعات و مناقشات کی ابتداء جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔ اس لئے اول اختلاف و تفریق کے اسی سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی یعنی کسی خبر کو یوں ہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔ فرض کیجئے ایک بے راہرو اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبہ سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی۔ تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے بعد کو ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کہا تھا تو خیال کرو اس وقت کس قدر پچھتانا پڑے گا۔ اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ جماعت اسلام کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔

۳ **حق کو اپنی خواہشوں کا تابع نہ بناؤ** یعنی اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری کسی خبر یا رائے پر عمل نہ کریں تو برا نہ مانو۔ حق لوگوں کی خواہشوں یا رایوں کے تابع نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہو تو زمین و آسمان کا سارا کارخانہ ہی درہم برہم ہو جائے كما قال تعالىٰ "وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ" (المؤمنون۔ رکوع ۴) الغرض خبروں کی تحقیق کیا کرو اور حق کو اپنی خواہش اور رائے کے تابع نہ بناؤ بلکہ اپنی خواہشات کو حق کے تابع رکھو۔ اس طرح تمام جھگڑوں کی جڑ کٹ جائے گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی تمہارا مشورہ قبول نہ ہو تو برا نہ مانو۔ رسول عمل کرتا ہے اللہ کے حکم پر۔ اسی میں تمہارا بھلا ہے۔ اگر تمہاری بات مانا کرے تو ہر کوئی اپنے بھلے کی کہے، پھر کس کس کی بات پر چلے۔"

۴ **صحابہ کرام کی ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت** یعنی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری ہر بات مانا کریں تو بڑی مشکل ہوتی لیکن اللہ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل و احسان سے مومنین قانتین کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا۔ اور کفر و معصیت کی نفرت ڈال دی جس سے وہ ایسی بیہودگی کے پاس بھی نہیں جا سکتے۔ جس مجمع میں اللہ کا رسول جلوہ افروز ہو وہاں کسی کی رائے و خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے۔ آج گو حضور ﷺ ہمارے درمیان میں نہیں مگر حضور ﷺ کی تعلیم اور آپ کے وارث و نائب یقیناً موجود ہیں اور رہیں گے۔

۵ یعنی وہ سب کی استعداد کو جانتا ہے اور ہر ایک کو اپنی حکمت سے وہ احوال و مقامات مرحمت فرماتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ

مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرا دو پھر اگر

بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ

چڑھا چلا جائے ایک ان میں سے دوسرے پر تو تم سب لڑو اس

تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ

چڑھائی والے سے یہاں تک کہ پھر آئے اللہ کے حکم پر پھر اگر پھر آیا

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ

تو ملاپ کرا دو ان میں برابر اور انصاف کرو بے شک

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ

اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے ۝ مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں

فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

سو ملاپ کرا دو اپنے دو بھائیوں میں اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم پر

تُرْحَمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ

رحم ہو ۝ اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک

مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا

لوگ دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور

نِسَاۗءٌ مِّنْ نِّسَاۗءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ

نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے

مسلمانوں میں اختلاف کے وقت صحیح طرزِ عمل | یعنی ان تمام پیش بندیوں کے باوجود اگر اتفاق سے مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو پوری کوشش کرو کہ اختلاف رفع ہو جائے۔ اس میں اگر کامیابی نہ ہو اور کوئی فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے اور ظلم و زیادتی ہی پر کمر باندھ لے تو یکسو ہو کر نہ بیٹھو بلکہ جس کی زیادتی ہو سب مسلمان مل کر اس سے لڑائی کریں۔ یہاں تک کہ وہ فریق مجبور ہو کر اپنی زیادتی سے باز آئے اور خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو کر صلح کے لئے اپنے کو پیش کر دے۔ اس وقت چاہئے کہ مسلمان دونوں فریق کے درمیان مساوات و انصاف کے ساتھ صلح اور میل ملاپ کرا دیں۔ کسی ایک کی طرفداری میں جادۂ حق سے ادھر ادھر نہ جھکیں۔

تنبیہ | آیت کا نزول صحیحین کی روایت کے موافق "انصار" کے دو گروہ اوس و خزرج کے ایک واقعہ کے متعلق ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے ان کے درمیان اسی آیت کے ماتحت صلح کرا دی۔ جو لوگ خلیفہ کے مقابلہ میں بغاوت کریں وہ بھی عمومِ آیت میں داخل ہیں۔ چنانچہ قدیم سے علمائے سلف بغاوت کے مسئلہ میں اسی سے استدلال کرتے آئے ہیں۔ لیکن جیسا کہ شانِ نزول سے ظاہر ہوتا ہے یہ حکم مسلمانوں کے تمام جماعتی مناقشات و مشاجرات کو شامل ہے۔ باقی باغیوں کے متعلق احکامِ شرعیہ کی تفصیل فقہ میں دیکھنی چاہئے۔

مسلمان آپس میں بھائی ہیں | یعنی صلح اور جنگ کی ہر ایک حالت میں یہ ملحوظ رہے کہ وہ بھائیوں کی لڑائی یا دو بھائیوں کی صلح ہے۔ دشمنوں اور کافروں کی طرح برتاؤ نہ کیا جائے۔ جب دو بھائی آپس میں لڑ جائیں تو یوں ہی ان کے حال پر نہ چھوڑ دو بلکہ اصلاحِ ذات البین کی پوری کوشش کرو اور ایسی کوشش کرتے وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کسی کی بیجا طرفداری یا انتقامی جذبے سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ

اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے ◆

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ

برا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے ◆ اور جو کوئی

لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا

توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف ◆ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ

ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر

بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ

بعضی تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے

بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ

ایک دوسرے کو ◆ بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت

اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ

اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آتا ہے تم کو اس سے ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک

اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان ◆ اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا

◆ مرد و عورت ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں [illegible]

میں اختلاف رونما ہوں کہ ایک دوسرے کا تمسخر اور استہزاء کرنے لگتا ہے۔ ذرا سی بات ہاتھ لگ گئی اور ہنسی مذاق اڑانا شروع کر دیا حالانکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید جس کا مذاق اڑا رہا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہو بلکہ بسا اوقات یہ خود بھی اختلاف سے پہلے اس کو بہتر سمجھتا ہوتا ہے۔ مگر ضد و نفسانیت میں دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ اس طریقہ سے نفرت و عداوت کی خلیج روز بروز وسیع ہوتی رہتی ہے۔ اور قلوب میں اس قدر بعد ہو جاتا ہے کہ صلح و اتفاق کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ آیۂ ہذا میں خداوند قدوس نے اسی قسم کی باتوں سے منع فرمایا ہے۔ یعنی ایک جماعت دوسری جماعت کے ساتھ نہ ٹھٹھا کرے نہ ایک دوسرے پر آوازے کسے جائیں نہ کھوج لگا کر عیب نکالے جائیں اور نہ برے ناموں اور برے القاب سے فریق مقابل کو یاد کیا جائے، کیونکہ ان باتوں سے دشمنی اور نفرت میں ترقی ہوتی اور فتنہ و فساد کی آگ زیادہ تیزی سے بھڑکتی ہے۔ سبحان اللہ! کیسی بیش بہا ہدایات ہیں۔ آج اگر مسلمان سمجھیں تو ان کے سب سے بڑے مرض کا مکمل علاج اسی ایک سورۂ حجرات میں موجود ہے۔

◆ **برے القاب سے نہ پکارو** یعنی کسی کا برا نام ڈالنے سے آدمی خود گنہگار ہوتا ہے۔ اسے تو واقع میں عیب لگا یا نہ لگا لیکن اس کا نام بدتہذیب، فاسق، گنہگار اور مردم آزار پڑ گیا۔ خیال کرو "مومن" کے بہترین لقب کے بعد یہ نام کیا اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ایک شخص ایمان لا چکا اور مسلمان ہو گیا اس کو مسلمانی سے پہلے کی باتوں پر طعن دینا یا اس وقت کے بدترین القاب سے یاد کرنا مثلاً یہودی یا نصرانی وغیرہ کہہ کر پکارنا نہایت مذموم حرکت ہے۔ اسی طرح جو شخص کسی عیب میں مبتلا ہو اور وہ اس کا اختیاری نہ ہو یا ایک گناہ سے فرض کیجئے توبہ کر چکا ہے، چڑانے کے لئے اس کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں۔

◆ **توبہ کی سہولت** یعنی جو پہلے ہو چکا اب توبہ کر لو۔ اگر یہ احکام و ہدایات سننے کے بعد بھی ان جرائم سے توبہ نہ کی تو اللہ کے نزدیک اصلی ظالم یہی ہوں گے۔

◆ **بدگمانی اور غیبت کی ممانعت** اختلاف و تفرق باہمی کے بڑھانے میں ان امور کو خصوصیت سے دخل ہے۔ ایک فریق دوسرے فریق سے ایسا بدگمان ہو جاتا ہے کہ حسن ظن کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ مخالف کی کوئی بات ہو اس کا محمل اپنے خلاف نکال لیتا ہے۔ اس کی بات میں ہزار احتمال بھلائی کے ہوں اور صرف ایک پہلو برائی کا نکلتا ہو، ہمیشہ اس کی طبیعت برے پہلو کی طرف چلے گی اور اسی برے اور کمزور پہلو کو قطعی اور یقینی قرار دے کر فریق مقابل پر تہمتیں اور الزام لگانا شروع کر دے گا۔ پھر نہ صرف یہی کہ ایک بات حسب اتفاق پہنچ گئی کی بدگمانی سے اس کو غلط معنی پہنا دیئے گئے نہیں، اس جستجو میں رہتا ہے کہ دوسری طرف کے اندرونی بھید معلوم ہوں جس پر ہم خوب حاشیے چڑھائیں اور اس کی غیبت سے اپنی مجلس گرم کریں۔ ان تمام خرافات سے قرآن کریم منع کرتا ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل کریں تو جو اختلافات بدقسمتی سے پیش آ جاتے ہیں وہ اپنی حد سے آگے نہ بڑھیں اور ان کا ضرر بہت محدود ہو جائے۔ بلکہ چند روز میں نفسانی اختلافات کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "اٹکل دوڑانا اور بھید ٹٹولنا اور پیٹھ پیچھے برا کہنا کسی جگہ بہتر نہیں۔ مگر جہاں اس میں کچھ دین کا فائدہ ہو اور نفسانیت کی غرض نہ ہو" وہاں اجازت ہے جیسے رجال حدیث کی نسبت ائمہ جرح و تعدیل کا معمول رہا ہے کیونکہ اس کے بدون دین کا محفوظ رکھنا محال تھا۔

◆ **عمل غیبت کا گھناؤنا پن** یعنی مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ کیا اس کو کوئی انسان پسند کرے گا؟ بس سمجھ لو غیبت اس سے بھی زیادہ قبیح حرکت ہے۔

◆ یعنی ان نصیحتوں پر کاربند وہی ہو گا جس کے دل میں خدا کا ڈر ہو، یہ نہیں تو کچھ نہیں۔ چاہئے کہ ایمان و اسلام کا دعویٰ رکھنے والے واقعی طور پر اس خداوند قہار کے غضب سے ڈریں اور ایسی ناشائستہ حرکتوں کے قریب نہ جائیں۔ اگر پہلے کچھ غلطیاں اور کمزوریاں سرزد ہوئی ہیں اللہ کے سامنے صدق دل سے توبہ کریں وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دے گا۔

مِّنۡ ذَكَرٍ وَّاُنۡثٰى وَجَعَلۡنٰكُمۡ شُعُوۡبًا وَّقَبَآئِلَ

ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے

لِتَعَارَفُوۡا ؕ اِنَّ اَكۡرَمَكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰٮكُمۡ ؕ

تا کہ آپس کی پہچان ہو تحقیق عزت اللہ کے یہاں اسی کو بڑی جس کو ادب بڑا ۞

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الۡاَعۡرَابُ اٰمَنَّا ؕ

اللہ سب کچھ جانتا ہے خبردار ۞ کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے

قُلْ لَّمۡ تُؤۡمِنُوۡا وَلٰـكِنۡ قُوۡلُوۡۤا اَسۡلَمۡنَا وَلَمَّا

تو کہہ تم ایمان نہیں لائے پر تم کہو ہم مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں

يَدۡخُلِ الۡاِيۡمَانُ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ ؕ وَاِنۡ تُطِيۡعُوا

گھسا ایمان تمہارے دلوں میں ۞ اور اگر حکم پر چلو گے

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَا يَلِتۡكُمۡ مِّنۡ اَعۡمَالِكُمۡ شَيۡـئًا ؕ

اللہ کے اور اس کے رسول کے کاٹ (کمتی) نہ لے گا تمہارے کاموں میں سے کچھ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ

اللہ بخشتا ہے مہربان ہے ۞ ایمان والے وہ لوگ ہیں جو

اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ يَرۡتَابُوۡا وَجَاهَدُوۡا

ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑے

بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰۤـئِكَ

اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے وہ لوگ جو ہیں

(۱) **خاندانی اور نسبی اختلافات کی حقیقت** اکثر غیبت، طعن و تشنیع اور عیب جوئی کا منشا کبر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے۔ اس کو بتلاتے ہیں کہ اصل میں انسان کا بڑا چھوٹا یا معزز و حقیر ہونا ذات پات اور خاندان و نسب سے تعلق نہیں رکھتا،

اسلام کی فضیلت کا معیار بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو اسی قدر اللہ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔ نسب کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم و حوا کی اولاد ہیں شیخ، سید، مغل، پٹھان اور صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری سب کا سلسلہ آدم و حوا پر منتہی ہوتا ہے یہ ذاتیں اور خاندان اللہ تعالیٰ نے محض تعارف اور شناخت کے لئے مقرر کیے ہیں۔ بلاشبہ جس کو حق تعالیٰ کسی شریف اور بزرگ و معزز گھرانے میں پیدا کر دے وہ ایک موہوب شرف ہے، جیسے کسی کو خوبصورت بنا دیا جائے، لیکن یہ چیز ناز اور فخر کرنے کے لائق نہیں کہ اسی کو معیار کمال اور فضیلت کا ٹھہرا لیا جائے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جائے۔ ہاں شکر کرنا چاہئے کہ اس نے بلا اختیار و کسب ہم کو یہ نعمت مرحمت فرمائی۔ شکر میں یہ بھی داخل ہے کہ غرور و تفاخر سے باز رہے اور اس نعمت کو کمینہ اخلاق اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال مجد و شرف اور فضیلت و عزت کا اصلی معیار نسب نہیں، تقویٰ و طہارت ہے اور متقی آدمی دوسروں کو حقیر کب سمجھے گا؟

(۲) یعنی تقویٰ اور ادب اصل میں دل سے ہے اللہ ہی کو خبر ہے کہ جو شخص ظاہر میں متقی اور مؤدب نظر آتا ہے وہ واقع میں کیسا ہے اور آئندہ کیسا رہے گا۔ انما العبرة للخواتیم۔

(۳) **ایمان اور اسلام کا فرق** یہاں یہ بتلاتے ہیں کہ ایمان و یقین جب پوری طرح دل میں راسخ ہو جائے اور جڑ پکڑ لے اس وقت غیبت اور عیب جوئی وغیرہ کی خصلتیں آدمی سے دور ہو جاتی ہیں۔ جو شخص دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور آزار پہنچانے میں مبتلا ہو، سمجھو کہ ابھی تک ایمان اس کے دل میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا۔ ایک حدیث میں ہے۔ "یَا مَعْشَرَ مَنْ آمَنَ بِلِسَانِهٖ وَلَمْ یَفُضِ الْاِیْمَانُ اِلٰی قَلْبِهٖ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِهِمْ" الخ (ابن کثیر ۲۱۸/۴) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک کہتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں یعنی دین مسلمانی ہم نے قبول کیا۔ اس کا مضائقہ نہیں۔ اور ایک کہتا ہے کہ ہم کو پورا یقین ہے۔ جو یقین پورا ہے تو اسکے آثار کہاں؟ جس کو واقعی پورا یقین حاصل ہو وہ تو ایسے دعوے کرنے سے ڈرتا اور شرماتا ہے۔"

تنبیہ اس آیت سے ایمان و اسلام کا فرق ظاہر ہوتا ہے اور یہی بات حدیث جبریل وغیرہ سے ثابت ہوئی ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس موضوع پر کافی بحث کی ہے یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔

(۴) یعنی اب بھی اگر فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرو گے تو پچھلی کمزوریوں کی وجہ سے تمہارے کسی عمل کے ثواب میں کمی نہ کرے گا۔

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿۱۵﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ط

وہی ہیں سچے ﴿۱۵﴾ تو کہہ کیا تم جتلاتے ہو اللہ کو اپنی دینداری

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

اور اللہ کو تو خبر ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ

اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے ﴿۱۶﴾ تجھ پر احسان رکھتے ہیں

اَنْ اَسْلَمُوْا ط قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ج

کہ مسلمان ہوئے تو کہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنے اسلام لانے کا

بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ

بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو راہ دی ایمان کی

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

اگر سچ کہو (کہتے ہو) ﴿۱۷﴾ اللہ جانتا ہے

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا

چھپے بھید آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ دیکھتا ہے جو

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ع

تم کرتے ہو

آیاتہا ۴۵ (۵۰) سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ (۳۴) رکوعاتہا ۳

سورۂ ق مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں پینتالیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

یعنی سچے مومن کی شان یہ ہوتی ہے کہ اللہ و رسول پر پختہ اعتقاد رکھتا ہو۔ اور ان کی راہ میں ہر طرح جان و مال سے حاضر رہے۔

یعنی اگر واقعی سچا دین اور پورا یقین تم کو حاصل ہے تو کہنے سے کیا ہوگا جس سے معاملہ ہے وہ آپ خبردار ہے۔

اعراب کا احسان جتانا بعض گنوار آ کر کہتے تھے کہ دیکھئے ہم تو بدون لڑے بھڑے مسلمان ہو گئے۔ گویا احسان جتلاتے تھے۔ اس کا جواب آگے دیتے ہیں۔

تمہارا ایمان اللہ کا احسان یعنی اگر واقعی تم دعوائے اسلام و ایمان میں سچے ہو تو یہ تمہارا احسان نہیں۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا راستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا اگر سچی بات کہو تو واقعہ اس طرح ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "نیکی اپنے ہاتھ سے ہو اپنی تعریف نہیں۔ رب کی تعریف ہے جس نے وہ نیکی کروائی۔" گویا خاتمہ سورت پر متنبہ کر دیا کہ اگر تم کو قرآنی آیات اور اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے کی توفیق ہو تو احسان نہ جتلاؤ بلکہ اللہ کے احسان و انعام کا شکر ادا کرو جس نے ایسی توفیق ارزانی فرمائی۔

یعنی دلوں کے بھید اور ظاہر کا عمل سب کو خدا جانتا ہے۔ اس کے سامنے باتیں نہ بناؤ۔ تم سورۃ الحجرات بعون اللہ وحسن توفیقہ فللہ الحمد والمنۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝١ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

قٓ | قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی | بلکہ ان کو تعجب ہوا | کہ آیا ان کے پاس

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ

ایک ڈرانے والا | انہی میں کا | تو کہنے لگے منکر | یہ عجیب بات

عَجِيْبٌ ۝٢ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ

عجیب ہے | کیا جب ہم مر گئے | اور ہو گئے مٹی | یہ پھر آنا

بَعِيْدٌ ۝٣ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ

بہت دور ہے | ہم کو معلوم ہے | جتنا گھٹاتی ہے زمین | ان میں سے

وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝٤ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ

اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے | کوئی نہیں پر جھٹلاتے ہیں | سچے دین کو

لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝٥ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا

جب ان تک پہنچا | سو وہ پڑے ہیں الجھی ہوئی بات میں | کیا نہیں دیکھتے

اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ

آسمان کو | اپنے اوپر | کیسا ہم نے اس کو بنایا | اور رونق دی | اور اس میں نہیں کوئی

فُرُوْجٍ ۝٦ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا

سوراخ | اور زمین کو پھیلایا | اور ڈالے اس میں

سورۃ ق

◆ **قرآن مجید کی بزرگی و عظمت اور انکار کا تعجب** یعنی قرآن کی بزرگی اور عظمت شان کا کیا کہنا جس نے تمام کتب سماویہ کو منسوخ کر دیا اور اپنی اعجازی قوت اور لامحدود اسرار و معارف سے دنیا کو محو حیرت بنا دیا۔ یہی بزرگی والا قرآن یہ بات خود شاہد ہے کہ اس کے اندر کوئی نقص و عیب نہیں نہ کہیں انگلی رکھنے کی جگہ ہے۔ لیکن منکرین پھر بھی اس کو قبول نہیں کرتے اس لئے نہیں کہ ان کے پاس اس کے خلاف کوئی حجت و برہان ہے بلکہ محض اپنے جہل و حماقت سے اس پر تعجب کرتے ہیں کہ ان ہی کے خاندان و نسل کا ایک آدمی ان کی طرف رسول ہو کر آیا اور ہم ان سب کو نصیحتیں کرنے لگا۔ اور بات بھی ایسی عجیب کی جسے کوئی باور نہ کر سکے۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی ہو گئے، کیا پھر زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے؟ یہ واپسی تو عقل سے بہت دور اور امکان و عادت سے بالکل بعید ہے۔

◆ **بدن کے تمام اجزاء اللہ کے علم میں ہیں** یعنی ساری مٹی نہیں ہو جاتی، روح جان سلامت رہتی ہے اور بدن کے اجزاء تحلیل ہو کر جہاں کہیں منتشر ہو گئے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں۔ اس کو قدرت ہے کہ ہر جگہ سے اجزاء اصلیہ کو جمع کر کے ڈھانچہ کھڑا کر دے اور دوبارہ اس میں جان ڈال دے۔

◆ **لوح محفوظ** یعنی یہ نہیں کہ آج سے معلوم ہے بلکہ ہمارا علم قدیم ہے حتیٰ کہ ان میں تمام وقائع سب اشیاء کے سب حالات ایک کتاب میں جو "لوح محفوظ" کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے اور اب تک ہمارے پاس وہ کتاب موجود چلی آتی ہے۔ بس اگر علم قدیم کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو یوں ہی سمجھ لے وہ دفتر جس میں سب کچھ لکھا ہے حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے۔ یا اس کو پہلے جملہ کی تاکید سمجھو۔ کیونکہ جو چیز کسی کے علم میں ہو اور تقیید بھی کر لی جائے وہ لوگوں کے نزدیک بہت زیادہ موکد سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح یہاں مخاطبین کے محسوسات کے اعتبار سے متنبہ کر دیا کہ ہر چیز خدا کے علم میں ہے اور اس کے ہاں لکھی ہوئی ہے جس میں ذرا کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔

◆ یعنی صرف تعجب نہیں بلکہ کھلی ہوئی تکذیب ہے۔ حضرت ﷺ کی نبوت قرآن اور بعث بعد الموت ہر چیز کو جھٹلاتے ہیں۔ اور عجب الجھی ہوئی باتیں کرتے ہیں۔ بے شک جو شخص سچی باتوں کو جھٹلاتا ہے۔ اسی طرح شک و اضطراب اور تردد و تحیر کی الجھنوں میں پڑ جایا کرتا ہے۔

◆ **آسمان کی مضبوطی اور زینت** یعنی آسمان کو دیکھو نہ بظاہر کوئی کھمبا نظر آتا ہے نہ ستون، اتنا بڑا عظیم الشان جسم کیسا مضبوط و مستحکم کھڑا ہے اور رات کو جب اس پر ستاروں کی قندیلیں اور جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں تو کس قدر پر رونق اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس گذر گئے نہ اس چھت میں کہیں سوراخ ہوا، نہ کوئی کنگرہ گرا، نہ پلاستر ٹوٹا، نہ رنگ خراب ہوا۔ آخر کونسا ہاتھ ہے جس نے یہ مخلوق بنائی اور بنا کر اس کی ایسی حفاظت کی۔

رَوَاسِيَ وَأَنۢبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيجٍ ۝٧

بوجھ (پہاڑ) اور اگائی اس میں ہر ہر قسم کی رونق کی چیز

تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝٨ وَنَزَّلْنَا

سجھانے کو اور یاد دلانے کو اس بندہ کے لیے جو رجوع کرے اور اتارا ہم نے

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَأَنۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ

آسمان سے پانی برکت کا پھر اگائے ہم نے اس سے باغ اور اناج

الْحَصِيدِ ۝٩ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝١٠

جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے اور کھجوریں لمبی ان کا خوشہ ہے تہہ پر تہہ

رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَأَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ

روزی دینے کو بندوں کے اور زندہ کیا ہم نے اس سے ایک مردہ دیس کو یونہی ہوگا

الْخُرُوجُ ۝١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ

نکل کھڑے ہونا (قبر سے) جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور کنوئیں والے

وَثَمُودُ ۝١٢ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَإِخْوٰنُ لُوطٍ ۝١٣ وَأَصْحٰبُ

اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائی اور بن کے

الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝١٤

رہنے والے اور تبع کی قوم ان سب نے جھٹلایا رسولوں کو پھر ٹھیک پڑا میرا ڈرانا

أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ

اب کیا ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر کوئی نہیں ان کو دھوکا ہے ایک نئے

◆ زمین اور اسکی نعمتوں میں غور کرو | یعنی جو آدمی خدا کی طرف رجوع ہو کر محض ان ہی محسوسات کے دائرہ میں الجھ کر نہ رہ جائے اس کے لئے آسمان و زمین کی تخلیق و تنظیم میں دانائی و بینائی کے کتنے سامان ہیں جن میں ادنیٰ غور کرنے سے صحیح حقیقت تک پہنچ سکتا ہے۔ اور بھولے ہوئے سبق اس کو یاد آ سکتے ہیں۔ پھر خدا جانے ایسی روشن نشانیوں کی موجودگی میں بھی یہ لوگ کیونکر حق کو جھٹلانے کی جرأت کرتے ہیں۔

◆ اناج وہ ہے جس کے ساتھ اس کا کھیت بھی کٹ جائے اور باغ پھل توڑ کر قائم رہتا ہے۔

◆ یعنی بڑی کثرت و افراط سے جن کا خوشہ دیکھنے میں بھی بھلا معلوم ہوتا ہے۔

◆ یعنی بارش برسا کر مردہ زمین کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کر دیے جائیں گے۔

◆ ان اقوام کے قصے سورۂ حجر، فرقان، دخان وغیرہ میں گذر چکے ہیں۔

◆ یعنی تکذیب انبیاء پر جس انجام سے ڈرایا گیا تھا وہی سامنے آ کر رہا۔

جَدِيدٍ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ

بنانے میں ◆ اور البتہ ہم نے بنایا انسان کو اور ہم جانتے ہیں جو باتیں آتی رہتی ہیں

بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ﴿١٦﴾

اس کے جی میں ◆ اور ہم اس سے نزدیک ہیں دھڑ کی رگ (رگ جان) سے زیادہ ◆

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ

جب لیتے جاتے ہیں دو لینے والے داہنے بیٹھا اور بائیں

قَعِيدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ

بیٹھے ◆ نہیں بولتا کچھ بات جو نہیں ہوتا اس کے پاس ایک راہ دیکھنے والا

عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ

تیار (نگہبان) ◆ اور وہ آئی بیہوشی موت کی تحقیق ◆ =

مَا كُنتَ مِنْهُ تَحِيدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ

وہ ہے جس سے تو کترا رہا تھا ◆ اور پھونکا گیا صور یہ ہے

يَوْمُ الْوَعِيدِ ﴿٢٠﴾ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ

دن ڈرانے کا ◆ اور آیا ہر ایک جی اس کے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا

وَشَهِيدٌ ﴿٢١﴾ لَّقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا

اور ایک احوال بتلانے والا ◆ تو بے خبر رہا اس دن سے اب کھول دی ہم نے

عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ

تجھ پر سے تیری اندھیری سو تیری نگاہ آج تیز ہے ◆ اور بولا فرشتہ

قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ

اس کے ساتھ والا ◆ یہ ہے جو میرے پاس تھا حاضر ◆ ڈال دو تم دونوں دوزخ میں

كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾

ہر ناشکری خالف کو ◆ نیکی سے روکنے والا حد سے بڑھنے والا شبہ ڈالنے والا ◆

الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ

جس نے ٹھہرایا اللہ کے ساتھ ◆ اور دوجا ◆ سو ڈال دو اس کو سخت

الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ

عذاب میں ◆ بولا شیطان اس کا ساتھی ◆ اے رب ہمارے میں نے اس کو شرارت میں نہیں ڈالا

كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ

پر تھا راہ کو بھولا اور دور جا پڑا ◆ فرمایا ◆ جھگڑا نہ کرو میرے پاس

وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ

اور میں پہلے ہی ڈرا چکا تم کو ◆ عذاب سے ◆ بدلتی نہیں بات

لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ

میرے پاس ◆ اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر ◆ جس دن ہم کہیں دوزخ کو

هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾ وَاُزْلِفَتِ

تو بھر بھی چکی ◆ اور وہ بولے کچھ اور بھی ہے ◆ اور نزدیک لائی جائے

الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ

بہشت ◆ ڈرنے والوں کے واسطے دور نہیں ◆ یہ ہے جس کا وعدہ ہوا تم سے

یعنی فرشتہ اعمالنامہ حاضر کرے گا۔ اور بعض نے "قرین" سے مراد شیطان لیا ہے۔ یعنی شیطان کہے گا کہ یہ مجرم حاضر ہے جس کو میں نے اغوا کیا اور دوزخ کے لئے تیار کر کے لایا ہوں۔ مطلب یہ کہ اغوا تو میں نے کیا۔ مگر میرا ایسا زور و تسلط نہ تھا کہ زبردستی اس کو شرارت میں ڈال دیتا۔ یہ اپنے ارادہ و اختیار سے گمراہ ہوا۔

نیکی سے روکنے والے | بارگاہ ایزدی سے یہ حکم دو فرشتوں کو ہوگا کہ ایسے لوگوں کو جہنم میں جھونک دو۔ (اعاذنا اللہ منہا)

یعنی ایسے لوگ جہنم میں سخت ترین عذاب کے مستحق ہیں۔

مشرک کا انجام | یعنی میری کچھ زبردستی اس پر نہ چلتی تھی۔ ذرا اشارہ کی دیر تھی کہ یہ کم بخت خود گمراہ ہو کر نجات و فلاح کے راستے سے دور جا پڑا۔ شیطان یہ کہہ کر اپنا جرم ہلکا کرنا چاہتا ہے۔

حشر میں کفار کو جواب | یعنی بک بک مت کرو۔ دنیا میں سب کو نیک و بد سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اب ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا ملے گی۔ جو گمراہ ہوا اور جس نے اغوا کیا سب اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتیں گے۔

یعنی ہمارے یہاں ظلم نہیں۔ جو کچھ فیصلہ ہوگا عین حکمت اور انصاف سے ہوگا۔ "اور بات نہیں بدلتی۔" یعنی کافر بخشا نہیں جاتا۔ بھلا شیطان اکفر کی بخشش تو کہاں۔

جہنم کی وسعت اور پھیلاؤ | یعنی دوزخ کا پھیلاؤ اس قدر لوگوں سے نہ بھرے گا اور شدت غیظ سے اور زیادہ کافروں اور نافرمانوں کو طلب کرے گی۔

جنت متقین کے نزدیک ہے | یعنی جنت ان سے دور نہ ہوگی۔ بہت قریب سے اس کی تروتازگی اور رونق و سنگار دیکھیں گے۔

لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ

ہر ایک رجوع ہونے والے یاد رکھنے والے کے واسطے ۔ جو ڈرا رحمٰن سے ۔ بن دیکھے

وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ

اور لایا دل رجوع ہونے والا ۔ چلے جاؤ اس میں سلامت ◆ یہ دن ہے

الْخُلُودِ ﴿٣٤﴾ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ﴿٣٥﴾

ہمیشہ رہنے کا ◆ ان کے واسطے ہے وہاں جو وہ چاہیں ۔ اور ہمارے پاس ہے کچھ زیادہ بھی ◆

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ

اور کتنی تباہ کر چکے ہم ان سے پہلے ۔ جماعتیں ۔ کہ ان کی قوت زبردست تھی

بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَحِيصٍ ﴿٣٦﴾ إِنَّ

ان سے ۔ پھرنے لگے شہروں میں ۔ کہیں ہے بھاگ جانے کو ٹھکانا ◆

فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى

اس میں سوچنے کی جگہ ہے ۔ اس کو جس کے اندر دل ہے ۔ یا لگائے

السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَ

کان دل لگا کر ◆ اور ہم نے بنائے آسمان ۔ اور

الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا

زمین ۔ اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے ۔ چھ دن میں ◆ اور ہم کو نہ ہوا

مِنْ لُغُوبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

کچھ تکان ◆ سو تو سہتا رہ جو وہ کہتے ہیں ۔ اور پڑھ خوبیاں

۱ **انابت اور خشیت کے بدلے جنت** یعنی جنہوں نے دنیا میں خدا کو یاد رکھا اور گناہوں سے گھبرا کر اس کی طرف رجوع ہوئے، اور بے دیکھے اس کے قہر و جلال سے ڈرے اور ایک پاک صاف رجوع ہونے والا دل لے کر حاضر ہوئے۔ اس جنت کا وعدہ ایسے لوگوں سے کیا گیا تھا وقت آ گیا ہے کہ سلامتی و عافیت کے ساتھ اس میں داخل ہوں۔ فرشتے ان کو سلام کریں اور ان کے پروردگار کا سلام پہنچائیں۔

۲ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "اس دن جس کو جو کچھ ملا سو ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس سے پہلے ایک بات پر ٹھہراؤ نہ تھا۔"

۳ **جنت میں ہر خواہش پوری ہوگی** یعنی جو چاہیں گے وہ ملے گا اس کے علاوہ وہ نعمتیں ملیں گی جو کبھی خیال میں بھی نہیں۔ مثلاً دیدار الٰہی کی لذت بے قیاس اور بے کیف ہے "وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ" سے یہ غرض ہو کہ ہمارے پاس بہت ہے، جنتی کتنا ہی مانگیں سب دیا جائیگا۔ اللہ کے ہاں اتنا دینے پر بھی کوئی کمی نہیں آتی، نہ اس کے لئے کوئی رکاوٹ ہے۔ پس اتنی بے حساب و بے شمار عطایا کو مستبعد نہ سمجھو۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

۴ **کفار کو تنبیہ** پہلے کفار کی تعذیب اخروی کا بیان تھا۔ درمیان میں ان کے مقابلہ پر اہل جنت کے نعیم کا ذکر آ گیا۔ اب پھر کفار کی سزا دہی کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ہم کتنی شریر و سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں جو زور و قوت میں موجودہ اقوام کفار سے بڑھ چڑھ کر تھیں۔ اور جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھان مارے تھے۔ پھر جب عذاب الٰہی آیا تو بھاگ جانے کو روئے زمین پر کہیں ٹھکانا نہ ملا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عذاب کے وقت اپنی بستیوں میں کھوج لگانے لگے کہ کہیں بچ رہیں، مگر کوئی ٹھکانا نہ پایا۔ وھذا ھو الظاھر من الترجمة والاول ما اختارہ جمھور المفسرین۔ واللہ اعلم۔

۵ **سمجھنے اور سننے والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں** یعنی ان عبرتناک واقعات میں غور و فکر کر کے وہی لوگ نصیحت حاصل کر سکتے ہیں جن کے سینہ میں سمجھنے والا دل ہو کہ از خود ایک بات کو سمجھ لیں یا کم از کم کسی سمجھانے والے کے کہنے پر دل کو حاضر کر کے کان دھریں۔ کیونکہ یہ بھی ایک درجہ ہے کہ آدمی خود متنبہ نہ ہو تو دوسرے کے متنبہ کرنے پر ہشیار ہو جائے۔ جو شخص نہ خود سمجھے نہ کسی کے کہنے پر توجہ کے ساتھ کان لگائے اس کا درجہ ایک پتھر سے زیادہ نہیں۔

۶ اس کا بیان پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے۔

۷ **اللہ نہیں تھکتا** جب پہلی مرتبہ بنانے سے نہ تھکے تو دوسری مرتبہ کیوں تھکیں گے۔ اور تباہ و برباد کر دینا تو بنانے سے کہیں آسان ہے۔

رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝٣٩

اپنے رب کی ◆ پہلے سورج کے نکلنے سے ۔ اور پہلے ڈوبنے سے

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝٤٠ وَاسْتَمِعْ

اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی ◆ اور پیچھے سجدہ کے ◆ اور کان رکھ

يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝٤١ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ

جس دن پکارے پکارنے والا ۔ نزدیک کی جگہ سے ◆ جس دن سنیں گے

الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝٤٢ اِنَّا نَحْنُ

چنگھاڑ تحقیق ۔ وہ ہے دن نکل پڑنے کا ◆ ہم ہیں

نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝٤٣ يَوْمَ تَشَقَّقُ

جلاتے اور مارتے ۔ اور ہم تک ہے سب کو پہنچنا ◆ جس دن زمین پھٹ کر

الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝٤٤

نکل پڑیں وہ سب دوڑتے ہوئے ۔ یہ اکٹھا کرنا ہم کو آسان ہے ◆

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ

ہم خوب جانتے ہیں ۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں ۔ اور تو نہیں ہے ان پر زور کرنے والا

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝٤٥

سو تو سمجھا قرآن سے اس کو ۔ جو ڈرے میرے ڈرانے سے ◆

اٰیاتہا ۶۰ (۵۱) سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۶۷) رکوعاتہا ۳

سورۂ ذاریات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ساٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

آنحضرت ﷺ کو صبر و شکر کا حکم یعنی ایسی موٹی باتوں کو بھی جو نہ سمجھیں تو آپ غمگین نہ ہوں۔ بلکہ ان کی بیہودہ بکواس پر صبر کرتے رہیں۔ اور اپنے پروردگار کی یاد میں دل لگائے رکھیں جو تمام زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اور ہر چیز کے بنانے اور بگاڑنے پر قدرت رکھتا ہے۔

دعا اور نمازوں کے خاص اوقات یہ وقت اللہ کی یاد کے ہیں۔ ان میں دعا اور عبادت بہت قبول ہوتی ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں آپ ﷺ پر تین ہی نمازیں فرض تھیں۔ فجر اور عصر اور تہجد۔ بہرحال اب بھی ان تینوں وقتوں کو خصوصی فضل و شرف حاصل ہے نماز، ذکر، دعا وغیرہ سے ان اوقات کو معمور رکھنا چاہئے۔ حدیث میں ہے۔ "علیکم بالغدوۃ والروحۃ وشیء من الدلجۃ"۔ بعض نے کہا کہ "قبل الطلوع" سے نماز فجر "قبل الغروب" سے ظہر و عصر اور "من اللیل" سے مغرب و عشاء مراد ہیں۔ واللہ اعلم۔

یعنی نماز کے بعد کچھ تسبیح و تحلیل کرنا چاہئے یا نوافل مراد ہوں جو فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

صور قریب کے مقام سے پھونکا جائے گا کہتے ہیں صور پھونکا جائے گا بیت المقدس کے پتھر پر۔ اس لئے نزدیک کہا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس کی آواز ہر جگہ نزدیک لگے گی اور سب کو یکساں سنائی دے گی۔ باقی صور پھونکنے کے سوا اور بھی ندا کرنا حق تعالیٰ کی طرف سے اس روز ہوگی۔ بعض سلف نے آیت سے وہ مراد لی ہے۔ مگر ظاہر نفخ صور ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سب زمین سے نکل کھڑے ہوں گے۔

یعنی بہرحال موت و حیات سب خدا کے ہاتھ میں ہے اور پھر کر آخر کو اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔ بچ کر کوئی نہیں نکل سکتا۔

قیامت میں زمین کا پھٹنا یعنی زمین پھٹے گی اور مردے اس سے نکل کر میدان حشر کی طرف جھپٹیں گے۔ خدا تعالیٰ سب اگلوں پچھلوں کو ایک میدان میں اکٹھا کر دے گا۔ یہ کرنا اس کو کچھ مشکل نہیں۔

تبلیغ میں زبردستی نہیں یعنی جو لوگ حشر کا انکار کرتے اور طرح طرح کی واہی تباہی کلمات بکتے ہیں بکنے دو۔ اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد کرو۔ ہم کو سب معلوم ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ آپ کا یہ منصب نہیں کہ زور و زبردستی سے ہر ایک کو یہ باتیں منوا کر چھوڑیں۔ ہاں قرآن سنا سنا کر بالخصوص ان کو نصیحت اور فہمائش کرتے رہیے جو خدا کے ڈرانے سے ڈرتے ہیں۔ باقی معاندین کے پیچھے زیادہ نہ پڑیے۔ تم

سورۃ ق و الحمد للہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر ۔ پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو ۔ پھر چلنے والیاں

يُسْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ

نرمی سے ۔ پھر بانٹنے والیاں حکم سے ◆ بے شک جو وعدہ کیا جاتا ہے تم سے

لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ

سچا ہے ۔ اور بے شک انصاف ہونا ضرور ہے ◆ قسم ہے آسمان

الْحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ

جالی دار (جالیوں دار) کی ◆ تم پڑے ہو ایک جھگڑے کی بات میں ۔ اس سے باز رہے وہی

مَنْ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ

جو پھیرا گیا (باز رکھا گیا) ◆ مارے پڑے (گئے) اٹکل دوڑانے والے ◆ وہ جو

غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۲﴾

غفلت میں ہیں بھول رہے ◆ پوچھتے ہیں ۔ کب ہے ۔ دن انصاف کا ◆

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا

جس دن وہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے (جلائے جائیں گے) ۔ چکھو مزا اپنی شرارت کا ۔ یہ ہے

الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ

جس کی تم جلدی کرتے تھے ◆ بے شک پرہیزگاری والے

سورۃ الذٰریٰت

۱ **ہواؤں کی قسم** یعنی زور کی ہوائیں اور آندھیاں چلتی ہیں جن سے غبار وغیرہ اڑتا ہے اور بادل بنتے ہیں، پھر ان میں پانی بھرتا ہے۔ اس بوجھ کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ پھر برسنے کے قریب نرم ہوا چلتی ہے پھر اللہ کے حکم کے موافق بارش میں جس جگہ کا جتنا حصہ ہوتا ہے وہ تقسیم کرتی ہیں۔ ان ہواؤں کی قسم کھاتا ہے۔ بعض علماء نے "ذاریات" سے ہوائیں۔ "حاملات" سے بادل۔ "جاریات" سے ستارے اور "مقسمات" سے فرشتے مراد لئے ہیں۔ گویا قسم میں ترتیب نیچے سے اوپر کو ہوئی اور حضرت علیؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ "ذاریات" ہوائیں۔ "حاملات" بادل۔ "جاریات" کشتیاں اور "مقسمات" فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے رزق وغیرہ تقسیم کرتے ہیں۔

۲ **آخرت کا وعدہ سچا ہے** یعنی یہ ہواؤں اور بارش وغیرہ کا نظام شاہد ہے کہ آخرت کا وعدہ سچا اور انصاف ہونا ضروری ہے۔ جب اس دنیا میں ہوا تک بے نتیجہ نہیں چلتی تو کیا اتنا بڑا کارخانہ یوں ہی بے نتیجہ چل رہا ہے؟ یقیناً اس کا کوئی عظیم الشان انجام ہوگا۔ اسی کو آخرت کہتے ہیں۔

۳ **جالی دار آسمان** یعنی صاف وشفاف، خوبصورت، مضبوط اور پر رونق آسمان کی قسم جس پر ستاروں کا جال بچھا ہوا معلوم ہوتا ہے اور جس پر ستاروں کی اور فرشتوں کی راہیں پڑی ہوئی ہیں۔

۴ یعنی قیامت اور آخرت کی بات میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ اس کو وہی تسلیم کرے گا جسے بارگاہ ربوبیت سے کچھ تعلق ہو۔ جو شخص راندہ درگاہ ہے اور خیر وسعادت کے راستوں سے پھیر دیا گیا ہے وہ اس چیز کے تسلیم اور قبول کرنے سے ہمیشہ باز رہے گا۔ حالانکہ اگر صرف آسمان کے نظم ونسق میں غور کرے تو یقین ہو جائے کہ اس مسئلہ میں جھگڑنا محض حماقت ہے۔

۵ **اٹکل دوڑانے والے** یعنی دین کی باتوں میں اٹکلیں دوڑاتے ہیں اور محض اپنے ظن وتخمین سے قطعیات کو رد کرتے ہیں۔

۶ یعنی دنیا کے مزوں نے آخرت سے اور غفلت نے بالکل بھلا رکھا ہے۔

۷ **انصاف کے دن کا مسخرہ** یعنی انکار اور ہنسی کے طور پر پوچھتے ہیں کہ صاحب! وہ انصاف کا دن کب آئے گا؟ آخر اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟

۸ **حق تعالیٰ کا جواب** یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو جواب دیا گیا۔ یعنی ذرا صبر کرو۔ وہ دن آیا چاہتا ہے۔ جب تم آگ میں الٹے سیدھے سینکے جاؤ گے۔ اور خوب جلتا کر کہا جائے گا کہ لو اب اپنی شرارت اور استہزاء کا مزہ چکھو۔ جس دن کی جلدی مچا رہے تھے وہ آ گیا۔

جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٥﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ

باغوں میں ہوں گے اور چشموں میں ۔ لیتے ہیں ۔ جو دیا ان کو ان کے رب نے ◆ وہ تھے

كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿١٦﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ

اس سے پہلے نیکی والے ◆ وہ تھے رات کو

مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿١٧﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿١٨﴾ وَفِيْٓ

تھوڑا سوتے ۔ اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگتے (استغفار کرتے) ◆ اور ان کے

اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿١٩﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ

مالوں میں حصہ تھا مانگنے والوں کا اور ہارے ہوئے کا ◆ اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَفِي

یقین لانے والوں کے واسطے ۔ اور خود تمہارے اندر ۔ سو کیا تم کو سوجھتا نہیں ◆ اور

السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ

آسمان میں ہے روزی تمہاری ۔ اور جو تم سے وعدہ کیا گیا ◆ سو قسم ہے رب آسمان

وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿٢٣﴾ هَلْ

اور زمین کی ۔ کہ یہ بات تحقیق ہے ۔ جیسے کہ تم بولتے ہو ◆ کیا

اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِذْ دَخَلُوْا

پہنچی ہے تجھ کو بات ابراہیم کے مہمانوں کی ۔ جو عزت والے تھے ◆ جب اندر آئے

عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾

اس کے پاس ۔ تو بولے سلام ۔ وہ بولا سلام ہے ۔ یہ لوگ ہیں اوپرے ◆

◆ یعنی خوشی خوشی ان نعمتوں کو قبول کرتے ہیں جو انکے پروردگار نے ارزانی فرمائی ہیں۔

◆ یعنی دنیا سے نیکیاں سمیٹ کر لائے تھے آج ان کا نیک پھل مل رہا ہے۔ آگے ان نیکیوں کی قدرے تفصیل ہے۔

◆ **محسنین اور متقین کی صفات** یعنی رات کا اکثر حصہ عبادت الٰہی میں گذارتے اور سحر کے وقت جب رات ختم ہونے کو آتی اللہ سے اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے کہ الٰہی حق عبودیت ادا نہ ہو سکا۔ جو کوتاہی رہی اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ کثرت عبادت ان کو مغرور نہ کرتی تھی۔ بلکہ جس قدر بندگی میں ترقی کرتے جاتے خشیت و خوف بڑھتا جاتا تھا۔

◆ "ہارا ہوا" وہ جو محتاج ہے اور مانگتا نہیں پھرتا۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے (زکوٰۃ کے علاوہ) اپنے مال میں اپنی خوشی سے سائلوں اور محتاجوں کا حصہ مقرر کر رکھا تھا جو التزام کی وجہ سے گویا ایک حق لازم سمجھا گیا۔

◆ **آفاق اور انفس کی نشانیاں** یعنی یہ شب بیداری، استغفار اور محتاجوں پر خرچ کرنا اس یقین کی بناء پر ہونا چاہئے کہ خدا موجود ہے اور اس کے یہاں کسی کی نیکی ضائع نہیں جاتی۔ اور یہ یقین وہ ہے جو آفاقی و انفسی آیات میں غور کرنے سے بسہولت حاصل ہو سکتا ہے۔ انسان اگر خود اپنے اندر یا روئے زمین کے حالات میں غور و فکر کرے تو بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ہر نیک و بد کی جزاء کسی نہ کسی رنگ میں ضرور مل کر رہے گی۔ جلد یا بدیر۔

◆ **سب کی روزی آسمان میں ہے** یعنی سائلوں اور محتاجوں پر خرچ کرتے سے اس لئے نہیں ڈرنا چاہئے کہ خرچ کر کے ہم کہاں سے کھائیں گے اور نہ خرچ کر کے ان مساکین پر احسان جتلائے کیونکہ تمہاری سب کی روزی اور اجر و ثواب کے جو وعدے کئے گئے ہیں آسمان والے کے ہاتھ میں ہیں۔ ہر ایک کی روزی پہنچ کر رہے گی کسی کے روکے نہیں رک سکتی۔ اور خرچ کرنے والوں کو ثواب بھی مل کر رہے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "آنے والی جو بات ہے اس کا حکم آسمان ہی سے اترتا ہے۔"

◆ **یہ سب باتیں حق ہیں** یعنی جیسے اپنے بولنے میں شبہ نہیں، ویسا ہی اس کلام میں شبہ نہیں۔ یقیناً روزی پہنچ کر رہے گی، قیامت قائم ہوگی، آخرت آ کر رہے گی اور خدا کے وعدے ضرور پورے ہوں گے۔ آگے "وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ" کی مناسبت سے حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کا قصہ سناتے ہیں جو تمہید ہے لوط علیہ السلام کے قصہ کی۔ دونوں قصوں سے یہ بھی ظاہر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ دنیا میں محسنین کے ساتھ کیا ہے اور مکذبین کے ساتھ اس نے کیا برتاؤ کیا۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کے مہمان** یعنی فرشتے تھے جن کو ابراہیمؑ اول انسان سمجھے، ان کی بڑی عزت کی اور اللہ کے ہاں تو فرشتے معزز و مکرم ہیں ہی۔ کما قال "بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ"۔

◆ یعنی سلام کا جواب سلام سے دیا اور دل میں یا آپس میں کہا کہ یہ لوگ کچھ اوپرے سے معلوم ہوتے ہیں۔

فَرَاغَ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهُۥٓ إِلَيْهِمْ

پھر دوڑا اپنے گھر کو — تو لے آیا ایک بچھڑا گھی میں تلا ہوا — پھر ان کے سامنے رکھا

قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٢٧﴾ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۖ قَالُوا۟ لَا

کہا کیوں تم کھاتے نہیں ۞ — پھر جی میں گھبرایا (ڈر پایا) ان کے ڈر سے — بولے تو

تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَٰمٍ عَلِيمٍ ﴿٢٨﴾ فَأَقْبَلَتِ ٱمْرَأَتُهُۥ فِى

مت ڈر — اور خوشخبری دی اس کو ایک لڑکے ہوشیار کی ۞ — پھر سامنے سے آئی اس کی عورت

صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوا۟

بولتی ہوئی — پھر پیٹا اپنا ماتھا — اور کہنے لگی کہیں بڑھیا بانجھ ۞ — وہ بولے

كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْعَلِيمُ ﴿٣٠﴾

یونہی کہا تیرے رب نے — وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا خبردار ۞

◆ یعنی نہایت اہتمام سے مہمانی شروع کر دی اور نہایت مہذب و شائستہ پیرایہ میں کہا کہ کیوں حضرات! تم کھانا نہیں کھاتے؟ وہ فرشتے تھے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا ابراہیم سمجھے کہ یہ کوئی دشمن ہیں۔

◆ یہ قصہ سورۂ "ہود" اور "حجر" میں گزر چکا ہے۔ وہاں تفصیل ملاحظہ کر لی جائے۔

◆ **حضرت سارہؑ کا تعجب** حضرت سارہؑ حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ایک طرف گوشہ میں کھڑی سن رہی تھیں۔ لڑکے کی بشارت سن کر چلاتی ہوئی دوسری طرف متوجہ ہوئیں اور تعجب سے پیشانی پر ہاتھ مار کر کہنے لگیں کہ (کیا) اب ایک بڑھیا بانجھ جس کے جوانی میں اولاد نہ ہوئی اب بڑھاپے میں بچہ جنے گی؟

◆ یعنی ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے بلکہ تیرے رب نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ کس کو کس وقت کیا چیز دینا چاہیے۔ (پھر تو بیت نبوت سے ہو کر اس بشارت پر تعجب کیا کرتی ہو) **تنبیہ** مجموعہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا حضرت اسحٰقؑ ہیں جن کی بشارت ماں اور باپ دونوں کو دی گئی۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوا إِنَّا

بولا پھر کیا مطلب ہے تمہارا اے بھیجے ہوؤ وہ بولے ہم کو

أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً

بھیجا ہے ایک گنہگار قوم پر کہ چھوڑیں ہم ان پر پتھر

مِّن طِينٍ ﴿٣٣﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿٣٤﴾

مٹی کے نشان پڑے ہوئے تیرے رب کے پاس سے حد سے نکل چلنے والوں کے لیے

فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣٥﴾ فَمَا

پھر بچا نکالا ہم نے جو تھا وہاں ایمان والا پھر

وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكْنَا

نہ پایا ہم نے اس جگہ سوائے ایک گھر کے مسلمانوں سے اور باقی رکھا ہم نے

فِيهَا آيَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٣٧﴾

اس میں نشان ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں عذاب دردناک سے

وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ

اور نشانی ہے موسیٰ کے حال میں جب بھیجا ہم نے اس کو فرعون کے پاس دے کر کھلی

مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿٣٩﴾

سند پھر اس نے منہ موڑ لیا اپنے زور پر اور بولا یہ جادوگر ہے یا دیوانہ

فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾

پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو پھر پھینک دیا ان کو دریا میں اور اس پر لگا الزام

◆ **حضرت ابراہیم اور فرشتوں کی گفتگو** | یعنی ابراہیم نے فرشتوں سے پوچھا کہ آخر کس مہم کے لئے آئے ہو۔ اندازہ سے سمجھے ہوں گے کہ ضرور کسی اور اہم مقصد کے لئے ان کا نزول ہوا ہے۔

◆ یعنی قوم لوط کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ تاکنکر کے پتھر برسا کر ان کو ہلاک کریں۔ "مِن طِین" کی قید سے معلوم ہو گیا کہ یہ اولوں کی بارش نہ تھی جس کو کبھی پتھر کہہ دیا جاتا ہے۔

◆ **قوم لوط کے لئے نشان زدہ پتھر** | یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پتھروں پر نشان کر دیئے گئے ہیں۔ یہ عذاب کے پتھر خاص ان ہی لوگوں کے لئے ہیں جو دین اور فطرت کی حد سے نکل چکے ہیں۔

◆ یعنی اس بستی میں صرف ایک حضرت لوط کا گھرانا مسلمانوں کا گھرانا تھا اس کو ہم نے عذاب سے محفوظ رکھا اور صاف بچا نکالا۔ باقی سب تباہ کر دیئے گئے۔

◆ **آثار عذاب سے عبرت** | یعنی اب تک وہاں تباہی کے نشان موجود ہیں اور ان کی غیر معمولی ہلاکت کے قصہ میں ڈرنے والوں کے لئے عبرت کا سامان ہے۔

◆ یعنی معجزات دیکر۔

◆ یعنی زور و قوت پر مغرور ہو کر حق کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور اپنی قوم اور ارکان سلطنت کو بھی ساتھ لے لیا۔ کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو چالاک جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ دو حال سے خالی نہیں۔

◆ یعنی ہم نے زیادتی نہیں کی۔ الزام اسی پر ہے کہ اس نے کفر اور سرکشی اختیار کی۔ سمجھانے پر بھی باز نہ آیا۔ آخر جو بویا تھا وہی کاٹا۔

وَفِىْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا

اور نشانی ہے عاد میں جب بھیجی ہم نے ان پر ہوا خیر (نفع) سے خالی نہ چھوڑتی

تَذَرُ مِنْ شَىْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾

کسی چیز کو جس پر گزرے کر ڈالا اس کو جیسے چورا ◆

وَفِىْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا

اور نشانی ہے ثمود میں جب کہا ان کو برت لو (فائدہ اٹھا لو) ایک وقت تک ◆ پھر شرارت کرنے لگے

عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾

اپنے رب کے حکم سے پھر پکڑا ان کو کڑک نے اور وہ دیکھتے تھے

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

پھر نہ ہو سکا ان سے کہ اٹھیں اور نہ ہوئے کہ بدلہ لیں ◆

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور ہلاک کیا نوح کی قوم کو اس سے پہلے تحقیق وہ تھے لوگ نافرمان ◆

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ

اور بنایا ہم نے آسمان ہاتھ کے بل سے (قوت سے) اور ہم کو سب مقدور ہے ◆ اور زمین کو

فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَىْءٍ

بچھایا ہم نے سو کیا خوب بچھانا جانتے ہیں ہم ◆ اور ہر چیز کے

خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى

بنائے ہم نے جوڑے تاکہ تم دھیان کرو ◆ سو بھاگو

◆ یعنی عذاب کی آندھی آئی جو خیر و برکت سے یکسر خالی تھی۔ اس نے درختوں کی جڑ کاٹ ڈالی اور جس چیز پر گذری اس کا چورا کر کے رکھ دیا۔

◆ **قوم صالحؑ کو مہلت** | یعنی حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اچھا تین روز دنیا کے مزے اڑا لو اور یہاں کا سامان برت لو۔ آخر عذاب الٰہی میں پکڑے جاؤ گے۔

◆ یعنی ان کی شرارت روز بروز بڑھتی گئی۔ آخر عذاب الٰہی نے آلیا۔ ایک کڑک ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے سب ختم ہو گئے۔ وہ سب زور و طاقت اور گھمنڈ دھرے رہ گئے اور ٹھاٹھ خاک میں مل گئے۔ کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوا کہ پچھاڑ کھانے کے بعد ذرا اٹھ کر کھڑا ہو جاتا۔ بھلا بدلہ تو کیا لے سکتے تھے اور اپنی مدد پر کیسے پاتے۔

◆ یعنی ان اقوام سے پہلے نوحؑ کی قوم اپنی بغاوت اور سرکشی کی بدولت تباہ کی جا چکی ہے وہ لوگ بھی نافرمانی میں حد سے نکل گئے تھے۔

◆ یعنی آسمان جیسی وسیع چیز اپنی قدرت سے پیدا کی اور اس سے بھی بڑی چیزیں پیدا کرے تو کیا مشکل ہے۔

◆ یعنی زمین و آسمان سب خدا کے پیدا کیے ہوئے اور اسی کے قبضہ میں ہیں۔ پھر اس کا مجرم بھاگ کر کہاں پناہ لے سکتا ہے۔ نیز خالق کائنات کی عجیب و غریب کاریگری میں آدمی غور کرے تو اسی کا ہو رہے۔

◆ **ہر نوع میں جوڑے پیدا کیے** | یعنی نر اور مادہ جیسا کہ ابن زید نے کہا اور آج جدید علماء اس کا اعتراف کر رہے ہیں کہ ہر ایک نوع میں نر اور مادہ کی تقسیم پائی جاتی ہے اور یا "زوجین" سے متقابل و متضاد چیزیں مراد ہیں۔ (مثلاً رات دن، زمین آسمان، اندھیرا اجالا، سیاہی سفیدی، صحت و مرض، کفر و ایمان وغیرہ ذالک۔

اللّٰهِ ۚ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ

مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ

اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا

لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ

يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ

◆ **اللہ کی طرف دوڑو** یعنی جب زمین و آسمان اور تمام کائنات ایک اللہ کی پیدا کی ہوئی اور اسی کے زیر حکومت ہے تو بندہ کو چاہیے ہر جانب سے ہٹ کر اسی کی طرف بھاگے۔ اگر اس کی طرف نہ بھاگا اور رجوع نہ ہوا تو یہ بہت ڈر کی چیز ہے۔ یا کسی اور ہستی کی طرف رجوع ہو گیا تو یہ بھی ڈر کی بات ہے۔ ان دونوں صورتوں کے خوفناک انجام سے میں تم کو صاف صاف ڈراتا ہوں۔

◆ **ہر نبی کو جادوگر کہا گیا** یعنی ایسی صاف تنبیہ و انذار پر اگر یہ منکرین کان نہ دھریں تو غم نہ کیجئے۔ ان سے پہلے جن کافر قوموں کی طرف کوئی پیغمبر آیا، اسی طرح جادوگر یا دیوانہ کہہ کر اس کی نصیحتوں کو ہنسی میں اڑا دیا۔

◆ **تکذیب انبیاء پر کفار کا اتفاق** یعنی ہر زمانے کے کافر اس بات میں ایسے متفق اللفظ رہے کہ گویا ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں کہ جو رسول آئے اسے ساحر یا مجنون کہہ کر چھوڑ دینا۔ اور واقع میں وصیت تو کہاں کرتے البتہ شرارت کے عنصر میں سب شریک ہیں۔ اور یہی اشتراک پچھلے شریروں سے وہ الفاظ کہلواتا ہے جو اگلے شریروں نے کہے تھے۔

◆ یعنی آپ فرض دعوت و تبلیغ کما حقہٗ ادا کر چکے اب زیادہ پیچھے پڑنے اور غم کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ ماننے کا جو کچھ الزام ہے وہ ان ہی معاندین پر رہے گا۔ ہاں سمجھانا آپ کا کام ہے۔ سو یہ سلسلہ جاری رکھیے جس کی قسمت میں ایمان لانا ہوگا اس کو یہ سمجھانا کام دے گا، جو ایمان لا چکے ہیں ان کو مزید نفع پہنچے گا، اور منکروں پر خدا کی حجت تمام ہوگی۔

◆ **جنوں اور انسانوں کی تخلیق عبادت کیلئے ہے** یعنی ان کے پیدا کرنے سے شرعاً بندگی مطلوب ہے۔ اسی لئے ان میں طبعاً ایسی استعداد رکھی ہے کہ چاہیں تو اپنے اختیار سے بندگی کی راہ پر چل سکیں یوں ارادہ کونیہ قدریہ کے اعتبار سے تو ہر چیز اس کے حکم تکوینی کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔ لیکن ایک وقت آئے گا جب سب بندے اپنے ارادہ سے تخلیق عالم کی اس غرض شرعی کو پورا کریں گے۔ بہرحال آپ سمجھاتے رہیے کہ سمجھانے ہی سے یہ مطلوب شرعی حاصل ہو سکتا ہے۔

◆ **بندگی بندوں ہی کے فائدے کیلئے ہے** یعنی ان کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، ان ہی کا نفع ہے۔ میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے میرے لئے کما کر لاؤ یا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو۔ میری ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے۔ میں ان سے اپنے لیے روزی کیا طلب کرتا وہ تو ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں بھلا مجھ جیسے زور آور اور قوت دار و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قولاً و فعلاً اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و مراحم کے مورد و مستحق ہو۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم — بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن

اب مجھ سے جلدی نہ کریں ◆ سو خرابی ہے منکروں کو ان کے

يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿۶۰﴾

اس دن سے جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے ◆

(۵۲) سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ (۷۶)

آیاتہا ۴۹ — رکوعاتہا ۲

سورۂ طور مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انچاس آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالطُّورِ ﴿۱﴾ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ﴿۲﴾ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ ﴿۳﴾

قسم ہے طور کی ◆ اور لکھی ہوئی کتاب کی ◆ کشادہ ورق میں ◆

وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ

اور آباد گھر کی ◆ اور اونچی چھت کی ◆ اور ابلتے ہوئے

الْمَسْجُورِ ﴿۶﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ مَّا لَهُ

دریا کی ◆ بے شک عذاب تیرے رب کا ہو کر رہے گا ◆ اس کو کوئی نہیں

مِن دَافِعٍ ﴿۸﴾ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ﴿۹﴾ وَتَسِيرُ

ہٹانے والا ◆ جس دن لرزے گا آسمان کپکپا کر ◆ اور پھریں گے

الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿۱۱﴾

پہاڑ پھر کر ◆ سو خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کو

◆ یعنی اگر یہ ظالم بندگی کی طرف نہیں آتے تو سمجھ لو کہ دوسرے ظالموں کی طرح ان کا ڈول بھی بھر چکا ہے۔ بس اب ڈوبا چاہتا ہے۔ خواہ مخواہ سزا میں جلدی نہ مچائیں۔ جیسے دوسرے کافروں کو خدائی سزا کا حصہ پہنچا انکو بھی پہنچ کر رہے گا۔

◆ یعنی قیامت کا دن یا اس سے پہلے ہی کوئی دن سزا کا آجائے۔ چنانچہ مشرکین مکہ کو "بدر" میں خاصی سزا مل گئی۔ تم سورۃ الذاریات وللہ الحمد.

سورۃ الطور

◆ یعنی کوہ "طور" جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے کلام کیا۔

◆ **مخلوقات کی قسمیں** اس کتاب سے شاید لوح محفوظ مراد ہو یا لوگوں کا اعمالنامہ یا قرآن کریم یا طور کی مناسبت سے تورات یا تمام کتب سماویہ سب احتمالات ہیں۔

◆ **بیت معمور** شاید کعبہ کو کہا۔ یا ساتویں آسمان پر خانہ کعبہ کی ٹھیک محاذات میں فرشتوں کا کعبہ ہے اس کو "بیت معمور" کہتے ہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔

◆ یعنی آسمان کی قسم جو زمین کے اوپر ایک چھت کی طرح ہے اور یا "سقف مرفوع" عرش عظیم کو کہا جو تمام آسمانوں کے اوپر ہے اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت کی چھت ہے۔

◆ دنیا کے ابلتے ہوئے دریا مراد ہوں یا وہ عظیم الشان دریا مراد ہو جس کا وجود عرش عظیم کے نیچے اور آسمانوں کے اوپر روایات سے ثابت ہوا ہے۔

◆ **قدرت الٰہیہ پر مخلوقات کی شہادت** یعنی یہ تمام چیزیں جن کی قسم کھائی شہادت دیتی ہیں کہ وہ خدا بہت بڑی قدرت و عظمت والا ہے۔ پھر اس کی نافرمانی کرنے والوں پر عذاب کیوں نہیں آئے گا اور کس کی طاقت ہے جو اس کے بھیجے ہوئے عذاب کو ذرا واپس کر دے گا۔

◆ یعنی آسمان لرز کر اور کپکپا کر پھٹ پڑے گا۔

◆ یعنی پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ

جو شغل میں ہیں کھیلتے ہیں ◆ جس دن ان کو دھکیلا جائے گا

اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ

دوزخ کی طرف دھکیل کر یہ ہے وہ آگ تم جس کو

بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾

جھٹلاتے تھے ◆ اب کیا یہ جادو ہے یا تم کو نہیں سوجھتا ◆

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ

چلے جاؤ اس کے اندر پھر تم صبر کرو یا نہ صبر کرو تم کو برابر ہے

اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ

وہی بدلا پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے ◆ جو ڈر والے ہیں

فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ

وہ باغوں میں ہیں اور نعمت میں میوے کھاتے ہوئے جو ان کو دیئے ان کے رب نے اور بچایا

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا

ان کے رب نے دوزخ کے عذاب سے ◆ کھاؤ اور پیو رچتا ہوا بدلہ

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَ

ان کاموں کا جو تم کرتے تھے تکیہ لگائے بیٹھے تختوں پر برابر بچھے ہوئے قطار باندھ کر ◆ اور

زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ

بیاہ دیں ہم نے ان کو حوریں بڑی آنکھوں والیاں اور جو لوگ یقین لائے اور ان کی راہ چلی

◆ **کفار کا انجام بد** | یعنی جو دین کو کھیل کود میں مشغول ہو کر طرح طرح کی باتیں بناتے اور آخرت کی تکذیب کرتے ہیں۔ ان کے لئے اس روز سخت خرابی اور تباہی ہے۔

◆ یعنی فرشتے ان کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور وہاں پہنچا کر کہا جائے گا کہ یہ وہ آگ حاضر ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے۔

◆ یعنی تم دنیا میں انبیاء کو جادوگر اور ان کی وحی کو جادو کہا کرتے تھے۔ ذرا اب بتلاؤ کہ یہ دوزخ جس کی خبر انبیاء نے دی تھی کیا واقعی جادو یا نظر بندی ہے یا جیسے دنیا میں تم کو کچھ سوجھتا نہ تھا اب بھی نہیں سوجھتا۔

◆ یعنی دوزخ میں پڑ کر اگر گھبراؤ اور چلاؤ گے تب کوئی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ اور بفرض محال صبر کر کے چپ ہو رہو تب تم پر کوئی رحم کھانے والا نہیں۔ غرض دونوں حالتیں برابر ہیں۔ اس جیل خانہ سے نکلنے کی تمہارے لئے کوئی سبیل نہیں۔ جو کرتوت دنیا میں کئے تھے ان کی سزا یہی تھی جس میں دوام اور ابدی عذاب ہے۔

◆ **متقین کیلئے جنت کی نعمتیں** | یعنی جو دنیا میں اللہ سے ڈرتے تھے۔ وہاں باغوں میں امن اور بےفکر ہوں گے۔ ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان ان کے لئے حاضر رہیں گے اور یہی انعام کیا کم ہے کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے گا۔

◆ **اہل جنت کی مجلس** | یعنی جنتیوں کی مجلس اس طرح ہوگی کہ سب جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تخت پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے اور ان کی ترتیب نہایت قرینہ سے ہوگی۔

ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنٰهُمْ

ان کی اولاد ایمان سے (کے ساتھ) پہنچا دیا ہم نے ان تک ان کی اولاد کو اور گھٹایا نہیں ہم نے ان سے

مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ﴿٢١﴾

ان کا کیا ذرا بھی ◆ ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے ◆

وَأَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُونَ

اور بڑھا دیا ہم نے ان پر میوہ کا اور گوشت کا جس چیز کو جی چاہے ◆ جھپٹتے ہیں

فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوفُ

وہاں پیالہ نہ بکنا ہے اس شراب میں اور نہ گناہ میں ڈالنا ◆ اور پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾ وَأَقْبَلَ

ان کے پاس چھوکرے ان کے گویا وہ موتی ہیں اپنے غلاف کے اندر ◆ اور منہ کیا

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا إِنَّا كُنَّا

بعضوں نے دوسروں کی طرف آپس میں پوچھتے ہوئے بولے ہم بھی تھے

قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا

اس سے پہلے اپنے گھروں میں ڈرتے رہتے پھر احسان کیا اللہ نے ہم پر

وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ

اور بچا دیا ہم کو لو کے عذاب سے ہم پہلے سے پکارتے تھے اس کو

إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾ ع فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ

بے شک وہی ہے نیک سلوک والا مہربان ◆ اب تو سمجھا دے کہ تو اپنے رب کے فضل سے

◆ **جنت میں نیک اولاد اپنے آباء کے ساتھ ہوگی** | یعنی کاملوں کی اولاد اور متعلقین اگر ایمان پر قائم ہوں اور ان ہی کاملوں کی راہ پر چلیں۔ جو خدمت ان کے بزرگوں نے انجام دی تھی یہ بھی ان کی تکمیل میں ساعی ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو جنت میں ان ہی کے ساتھ ملحق کر دے گا گو ان کے اعمال و احوال ان کے اعمال سے کتنا ہی فروتر ہوں۔ تاہم ان بزرگوں کے اکرام اور عزت افزائی کے لئے ان تابعین کو ان متبوعین کے درجہ میں رکھا جائے گا اور ممکن ہے بعض کو بالکل ان ہی کے مقام اور درجہ پر پہنچا دیا جائے جیسا کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس صورت میں یہ گمان نہ کیا جائے کہ ان کاملین کی بعض نیکیوں کا ثواب کاٹ کر ذریت کو دے دیا جائیگا۔ نہیں یہ محض اللہ کا فضل و احسان ہوگا کہ قاصرین کو ذرا ابھار کر اوپر کاملین کے مقام تک پہنچا دیا جائے۔ تنبیہ | مترجم نے " وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ " کا جو مطلب لیا ہے صحیح بخاری کی یہ حدیث اس کے مناسب معلوم ہوتی ہے۔ " قَالَتِ الْأَنْصَارُ يَا رَسُوْلَ اللهِ لِكُلِّ قَوْمٍ اَتْبَاعٌ وَاِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاكَ فَادْعُ اللهَ اَنْ يَّجْعَلَ اَتْبَاعَنَا مِنَّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَتْبَاعَهُمْ مِنْهُمْ۔"

◆ اوپر فضل کا بیان تھا۔ یہاں عدل کا ضابطہ بتا دیا۔ یعنی عدل کا مقتضا یہ ہے کہ جس آدمی نے جو کچھ اچھا یا برا عمل کیا ہے اسی کے موافق بدلہ پائے۔ آگے اللہ کا فضل ہے کہ وہ کسی کی تقصیر معاف فرما دے یا کسی کا درجہ بلند کر دے۔

◆ **ہر قسم کا مرغوب گوشت اور میوے** | یعنی جس قسم کا گوشت مرغوب ہو اور جس جس میوے کو دل چاہے بلا توقف لگاتار حاضر کئے جائیں گے۔

◆ یعنی شراب طہور کا دور جب چلے گا تو جنتی بطور خوش طبعی کے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے۔ یعنی اس شراب میں محض نشاط اور لذت ہوگی۔ نشہ، بکواس اور فتور عقل وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی گناہ کی بات ہوگی۔

◆ **جنت کے غلمان** | یعنی جیسے موتی اپنے غلاف کے اندر بالکل صاف و شفاف رہتا ہے گرد و غبار کچھ نہیں پہنچتا۔ یہی حال ان کی صفائی اور پاکیزگی کا ہوگا۔

◆ **اہل جنت کا آپس میں اظہار اطمینان** | یعنی جنتی اس وقت ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کریں گے اور غایت مسرت و امتنان سے کہیں گے کہ بھائی ہم دنیا میں ڈرتے رہتے تھے کہ دیکھیے مرنے کے بعد کیا انجام ہو۔ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا۔ اللہ کا احسان دیکھو کہ آج اس نے کیسا مامون و مطمئن کر دیا کہ دوزخ کی بھاپ بھی ہم کو نہیں لگی۔ ہم اپنے رب کو پکارا کرتے اور امید باندھ کر پکارا کرتے تھے۔ آج دیکھ لیا کہ اس نے اپنی مہربانی سے ہماری پکار سنی اور ہمارے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔

رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ

نہ نجومی سے خبر لینے والا ہے — اور نہ دیوانہ ۞ — کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے

نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ

ہم منتظر ہیں اس پر — گردش زمانہ کے ۞ — تو کہہ — تم منتظر رہو — کہ میں بھی

مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ

تمہارے ساتھ — منتظر ہوں ۞ — کیا ان کی عقلیں یہی سکھاتی ہیں

بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ

ان کو — یا یہ لوگ شرارت پر ہیں ۞ — یا کہتے ہیں — یہ قرآن خود بنا لایا

بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا

کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے — پھر چاہیئے کہ لے آئیں کوئی بات اسی طرح کی — اگر وہ

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾

سچے ہیں ۞ — کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ — یا وہی ہیں بنانے والے

اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾

یا انہوں نے بنایا آسمانوں کو — اور زمین کو — کوئی نہیں پر وہ یقین نہیں کرتے ۞

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

کیا ان کے پاس ہیں — خزانے تیرے رب کے — یا وہی داروغہ ہیں ۞

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے — جس پر چڑھ کر سن آتے ہیں — تو چاہیئے کہ لے آئے جو سن آتا ہے ان میں کا

◆ **آپ ﷺ کاہن اور مجنون نہیں ہیں** | کفار حضور ﷺ کو کبھی کاہن کہتے، کبھی کاہن یعنی جنوں اور شیطانوں سے کچھ جھوٹی سچی خبریں لے کر بتلا دیتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ آج تک کسی کاہن اور دیوانے نے ایسی اعلیٰ درجہ کی نصیحتیں اور تعلیمات اصول اس طرح کے صاف، شستہ اور شائستہ طرز میں بیان کئے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ آپ ان کو بھلا برا سمجھاتے رہیے اور پیغمبرانہ نصیحتیں کرتے رہیے۔ ان کی بکواس سے دل گیر نہ ہوں۔ جب اللہ کے فضل و رحمت سے نہ آپ کاہن ہیں نہ مجنون، بلکہ اس کے مقدس رسول ہیں تو نصیحت کرتے رہنا آپ ﷺ کا فرض منصبی ہے۔

◆ **آپ ﷺ شاعر بھی نہیں ہیں** | یعنی پیغمبر جو اللہ کی باتیں سناتا اور نصیحت کرتا ہے۔ کیا یہ لوگ اسی لئے قبول نہیں کرتے کہ آپ کو محض ایک شاعر سمجھتے ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ جس طرح قدیم زمانہ کے بہت سے شعراء گردش زمانہ سے یونہی مر کر ختم ہو گئے ہیں، یہ بھی دفعۃً ختم ہو جائیں گے۔ کوئی کامیاب مستقبل ان کے ہاتھ میں نہیں۔ محض چند روزہ وقتی واہ واہ ہے اور بس۔

◆ یعنی اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو، میں تمہارا دیکھتا ہوں۔ عنقریب کھل جائے گا کہ کون کامیاب ہے کون خائب و خاسر۔

◆ **منکرین کی بے عقلی** | یعنی پیغمبر کو مجنون کہہ کر کیا اپنے کو بڑا عقلمند ثابت کرتے ہیں۔ کیا ان کی عقل و دانش نے یہی سکھلایا ہے کہ ایک انتہائی صادق، امین، عاقل، فرزانہ اور سچے پیغمبر کو شاعر یا کاہن یا دیوانہ قرار دے کر نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر شاعروں اور پیغمبروں کے کلام میں تمیز بھی نہیں کر سکتے تو کیسے عقلمند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دل میں سمجھتے سب کچھ ہیں مگر محض شرارت اور سرکشی سے باتیں بناتے ہیں۔

◆ **منکرین قرآن کو چیلنج** | یعنی کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر جو کچھ سنا رہا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں؟ اپنے دل سے گھڑ لایا؟ اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا؟ سو دنیا کے بازار بنا لے۔ جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھتا ہو اسے تسلیم نہ کرنا چاہے وہ اسی طرح کے بے ہودہ احتمالات نکالا کرتا ہے ورنہ آدمی ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ دنیا کی تمام طاقتوں کو جمع کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔ اور جیسے خدا کی زمین جیسی زمین اور اس کے آسمان جیسا آسمان بنانا کسی سے ممکن نہیں اسی کے قرآن جیسا قرآن بنانا بھی محال ہے۔

◆ **کیا ان کفار کا کوئی خالق نہیں؟** | یعنی پیغمبر خدا کی بات کیوں نہیں مانتے۔ کیا ان کے اوپر کوئی خدا نہیں جس کی بات ماننا ان کے ذمہ لازم ہو؟ کیا بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں؟ یا خود اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں؟ یا یہ خیال ہے کہ آسمان و زمین ان کے بنائے ہوئے ہیں لہٰذا اسی گھمنڈ میں جو چاہیں کرتے پھریں۔ کوئی ان کو روکنے ٹوکنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ سب خیالات باطل اور مہمل ہیں۔ دل میں وہ بھی جانتے ہیں کہ ضرور خدا موجود ہے جس نے ان کو اور تمام زمین و آسمان کو نیست سے ہست کیا۔ مگر اس علم سے [illegible] جو ایمان و یقین شرعاً مطلوب ہے اس سے محروم اور بے بہرہ ہیں۔

◆ **کیا اللہ کے خزانے ان کے پاس ہیں؟** | یعنی کیا یہ خیال ہے کہ زمین و آسمان گو خدا کے بنائے ہوئے ہیں مگر اس نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے؟ یا اس کے ملک اور خزانوں پر انہوں نے زبردستی تسلط اور قبضہ حاصل کر لیا ہے۔ پھر ایسے صاحب تصرف و اقتدار ہو کر وہ کسی کے مطیع و منقاد کیوں بنیں۔

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٨﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿٣٩﴾

ایک سند کھلی ہوئی ◆ کیا اس کے یہاں بیٹیاں ہیں اور تمہارے یہاں بیٹے ◆

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ اَمْ

کیا تو مانگتا ہے ان سے کچھ بدلہ سو ان پر تاوان کا بوجھ ہے ◆ کیا

عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤١﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ

ان کو خبر ہے بھید کی سو وہ لکھ رکھتے ہیں ◆ کیا چاہتے ہیں

كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَمْ لَهُمْ

کچھ داؤ کرنا سو جو منکر ہیں وہی آتے ہیں داؤ میں ◆ کیا ان کا کوئی

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٣﴾ وَاِنْ

حاکم ہے اللہ کے سوا وہ اللہ پاک ہے ان کے شریک بنانے سے ◆ اور اگر

يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ

دیکھیں ایک تختہ آسمان سے گرتا ہوا کہیں یہ بادل ہے

مَّرْكُوْمٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ

گاڑھا ◆ سو تو چھوڑ دے ان کو یہاں تک کہ دیکھ لیں اپنے اس دن کو جس میں

يُصْعَقُوْنَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا

ان پر پڑے گی بجلی کی کڑک (کڑک بجلی) جس دن کام نہ آئے گا ان کو ان کا داؤ ذرا (کچھ) بھی

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا

اور نہ ان کو مدد پہنچے گی ◆ اور ان گنہگاروں کے لیے ایک عذاب ہے

◆ یعنی کیا یہ دعویٰ ہے کہ یہ زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جاتے اور وہاں سے خدا تعالیٰ کی باتیں سن آتے ہیں۔ پھر جب ان کی رسائی براہ راست اس بارگاہ تک ہو تو کسی بشر کا اتباع کرنے کی کیا ضرورت رہی۔ جس کا یہ دعویٰ ہو تو [illegible] سند واضح پیش کرے۔

◆ **اللہ کیلئے بیٹیاں اور اپنے لئے بیٹے** | یعنی کیا (معاذ اللہ) خدا کو اپنے سے گھٹیا سمجھتے ہیں جیسا کہ بیٹے اور بیٹیوں کی اس تقسیم سے مترشح ہوتا ہے اور اس لئے اس کے احکام و ہدایات کے سامنے سر تسلیم جھکانا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں۔

◆ یعنی کیا یہ لوگ آپ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ فرض کیجئے آپ ان سے اس ارشاد و تبلیغ پر کوئی بھاری معاوضہ طلب کرتے ہیں جس کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔

◆ یعنی کیا خود ان پر اللہ کی وحی آتی ہے اور پیغمبروں کی طرح اپنے غیب پر مطلع کرتا ہے جسے یہ لوگ لکھ لیتے ہیں جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے۔ اس لئے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں۔

◆ **کفار کے داؤ خود ان پر لوٹ جائیں گے** | یعنی ان میں سے کوئی بات نہیں تو کیا پھر یہی ارادہ ہے کہ پیغمبر کے ساتھ داؤ پیچ کھیلیں اور مکر و فریب اور خفیہ تدبیریں کر کے حق کو مغلوب یا شکست دینا چاہتے ہیں۔ ایسا ہے تو یاد رکھیں کہ یہ داؤ پیچ سب ان ہی پر الٹنے والے ہیں۔ عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ کون مغلوب ہوتا ہے یا وہ ناکام ہوتے ہیں۔

◆ یعنی کیا خدا کے سوا کوئی اور حاکم اور معبود تجویز کر رکھے ہیں جو مصیبت پڑنے پر ان کی مدد کریں گے؟ اور جن کی پرستش نے خدا کی طرف سے ان کو بے نیاز کر رکھا ہے؟ سو یاد رہے کہ یہ سب اوہام و وساوس ہیں۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثیل یا مقابل و مزاحم ہو۔

◆ **کفار کی تکذیب محض ضد اور عناد سے** | یعنی حقیقت میں ان میں سے کوئی بات نہیں۔ صرف ایک چیز ہے ضد اور عناد جس کی وجہ سے یہ لوگ ہر سچی بات کے جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ان کی کیفیت تو یہ ہے کہ اگر ان کی فرمائش کے موافق فرض کیجئے آسمان سے ایک ٹکڑا ان پر گرا دیا جائے تو بچشم آنکھوں اس کی بھی کوئی تاویل کر دیں گے۔ مثلاً کہیں گے کہ آسمان سے نہیں آیا۔ بادل کا ایک حصہ کالا تھا اور جم کر گر پڑا ہے جیسے بڑے بڑے اولے کبھی کبھی گرتے ہیں بھلا ایسے متعصب معاندوں سے ماننے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔

◆ **کفار کو مہلت دیجئے** | یعنی ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ چھوڑ دیجئے کہ چند روز اور کھیل لیں اور ہنسی بنا لیں۔ آخر وہ دن آتا ہے جب قہر الٰہی کی کڑک بجلی سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے۔ اور چھوڑ لی کوئی تدبیر کام نہ دے سکے گی نہ کسی کی طرف سے مدد پہنچے گی (غالباً اس سے آخرت کا دن مراد ہے)

دُونَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَاصْبِرْ

اس سے ورے — پر بہت ان میں کے نہیں جانتے — اور تو ٹھہرا رہ

لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ

منتظر اپنے رب کے حکم کا — تو تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے — اور پاکی بیان کر اپنے رب کی خوبیاں — جس وقت

تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿٤٩﴾

تو اٹھتا ہے — اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی — اور پیٹھ پھیرتے وقت تاروں کے

آیاتہا ۶۲ — سورۃ النجم مکیۃ (۲۳) (۵۳) — رکوعاتہا ۳

سورۃ نجم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باسٹھ آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ﴿١﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴿٢﴾

قسم ہے تارے کی جب گرے — بہکا نہیں تمہارا رفیق — اور نہ بے راہ چلا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٤﴾

اور نہیں بولتا — اپنے نفس کی خواہش سے — یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ﴿٥﴾ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ﴿٦﴾ وَهُوَ

اس کو سکھلایا ہے — سخت قوتوں والے نے — زورآور نے — پھر سیدھا بیٹھا — اور وہ تھا

بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ﴿٧﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ﴿٨﴾ فَكَانَ قَابَ

اونچے کنارہ پر آسمان کے — پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا — پھر رہ گیا فرق

◆ **کفار کیلئے دنیا کا عذاب** یعنی ان میں سے اکثروں کو خبر نہیں کہ آخرت کے عذاب سے ورے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو جلد آ کر رہیگی۔ شاید یہ معرکہ "بدر" وغیرہ کی سزا ہو۔

◆ یعنی صبر و استقامت کے ساتھ اپنے رب کے حکم تکوینی و تشریعی کا انتظار کیجئے جو عنقریب آپ کے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دیگا۔ بیوقوف کوتاہ فہموں کی طرف سے کچھ بھی نقصان نہ پہنچیگا۔ کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے عزیز حفاظت میں ہیں۔

◆ **تسبیح و تحمید کی تاکید** یعنی صبر و توکل اور سکون و اطمینان کے ساتھ ہر وقت اللہ کی تسبیح و تحمید اور عبادت گذاری میں لگے رہئے۔ خصوصاً جس وقت آپ سو کر اٹھیں یا نماز کے لئے کھڑے ہوں یا مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جائیں۔ ان حالات میں تسبیح وغیرہ کی مزید ترغیب و تاکید آئی ہے۔

◆ **تہجد کے وقت تسبیح** "رات کے حصہ" سے مراد شاید تہجد کا وقت ہو اور تاروں کے پیٹھ پھیرنے کا وقت صبح کا وقت ہے۔ کیونکہ صبح کا اجالا ہوتے ہی ستارے غائب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ تم سورۃ الطور وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ النجم

◆ یعنی غروب ہو۔

◆ **آنحضرت ﷺ کی راست روی** "رفیق" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یعنی نہ آپ غلط فہمی کی بناء پر راستہ سے بہکے نہ اپنے قصد و اختیار سے جان بوجھ کر بے راہ چلے۔ بلکہ جس طرح آسمان کے ستارے طلوع سے لے کر غروب تک ایک مقرر رفتار سے معین راستہ پر چلے جاتے ہیں کبھی ادھر ادھر ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ آفتاب نبوت بھی اللہ کے مقرر کیے ہوئے راستہ پر برابر چلا جاتا ہے۔ ممکن نہیں کہ ایک قدم ادھر یا ادھر پڑ جائے۔ انبیاء اور ان کی بعثت سے جو غرض متعلق ہے وہ حاصل نہ ہو۔ انبیاء علیہم السلام آسمان نبوت کے ستارے ہیں جن کی روشنی اور رفتار سے دنیا کی رہنمائی ہوتی ہے اور جس طرح تمام ستاروں کے غائب ہونے کے بعد آفتاب درخشاں طلوع ہوتا ہے۔ ایسے ہی تمام انبیاء کی تشریف بری کے بعد آفتاب محمدی مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ پس اگر قدرت نے ان ظاہری ستاروں کا نظام اس قدر محکم بنایا ہے کہ اس میں کسی طرح کے تزلزل اور اختلال کی گنجائش نہیں تو ظاہر ہے کہ ان باطنی ستاروں اور روحانی آفتاب و ماہتاب کا انتظام کس قدر مضبوط و محکم ہونا چاہئے۔ جن سے ایک عالم کی ہدایت و سعادت وابستہ ہے۔

◆ **آپ ﷺ کے ارشادات وحی ہیں** یعنی کوئی کام تو کیا۔ ایک حرف بھی آپ کے دہن مبارک سے ایسا نہیں نکلتا جو خواہش نفس پر مبنی ہو۔ بلکہ آپ جو کچھ دین کے باب میں ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں وحی متلو کو "قرآن" اور غیر متلو کو "حدیث" کہا جاتا ہے۔

◆ **حضرت جبرئیل کی قوت** یعنی وحی بھیجنے والا تو اصل میں اللہ تعالیٰ ہے۔ لیکن جس کے ذریعہ سے وحی آپ تک پہنچتی ہے اور جو بظاہر آپ کو سکھلاتا ہے وہ بہت سخت قوتوں والا، بڑا زور آور اور حسین و وجیہ فرشتہ ہے جسے "جبرئیل امین" کہتے ہیں۔ چنانچہ "سورۃ التکویر" میں جبرئیل کی نسبت فرمایا۔ "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِيْ قُوَّةٍ الخ"

◆ **حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت میں** "اونچے کنارے" سے اکثروں نے افق شرقی مراد لیا ہے جدھر سے صبح صادق نمودار ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے نبوت میں ایک مرتبہ حضرت جبرئیل اپنی اصلی صورت میں ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اس وقت آسمان کا ایک کنارہ سے دوسرے کنارے تک ان کے وجود سے بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ یہ غیر معمولی اور مہیب منظر پہلی مرتبہ آپ نے دیکھا تھا۔ دیکھ کر گھبرائے تو سورۃ "مدثر" اتری۔

قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۞ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۞ مَا

دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھیجا

كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۞ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۞

جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا اب کیا تم اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۞ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۞

اور اس کو اس نے دیکھا ہے اترتے ہوئے ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۞ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۞

اس کے پاس ہے بہشت آرام سے رہنے کی جب چھا رہا تھا اس بیری پر جو کچھ چھا رہا تھا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۞ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ

بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی بے شک دیکھے اس نے اپنے رب کے

الْكُبْرٰى ۞ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۞ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ

بڑے نمونے بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ کو اور مناۃ تیسرے

الْاُخْرٰى ۞ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۞ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ

پچھلے کو کیا تم کو تو بیٹے اور اس کو بیٹیاں یہ بانٹا تو

ضِيْزٰى ۞ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ

بہت بھونڈا یہ سب نام ہیں جو رکھ لئے ہیں تم نے اور

اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ

تمہارے باپ دادوں نے اللہ نے نہیں اتاری ان کی کوئی سند محض اٹکل پر چلتے ہیں

"فَرَاشٌ" سنہری پروانے تھے۔ یعنی نہایت خوش رنگ جن کے دیکھنے سے دل کھنچا جائے۔ اس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے۔

معراج میں رؤیت باری تعالیٰ کا مسئلہ شاید ابن عباسؓ وغیرہ کے قول کے موافق معراج میں جو اللہ کا دیدار حضور کو ہوا اس کا بیان اسی آیت کے ابہام میں مخفی و مندرج ہو۔ کیونکہ پچھلی آیتوں کے متعلق تو عائشہ صدیقہؓ کی احادیث میں تصریح ہے کہ ان سے رؤیت رب مراد نہیں۔ محض رؤیت جبرئیل مراد ہے۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ سے جو ابن عباسؓ کے اخص اصحاب میں سے ہیں اسی آیت کے تحت میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ "کَانَ اَغْصَانُ السِّدْرَةِ لُؤْلُؤًا وَّيَاقُوْتًا وَّزَبَرْجَدًا فَرَاٰهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَاٰى رَبَّهٗ بِقَلْبِهٖ" یہ رؤیت چونکہ صرف قلب سے نہ تھی بلکہ قلب اور بصر دونوں کو دیدار سے حصہ ملا تھا جیسا کہ "مَا زَاغَ الْبَصَرُ" سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے ابن عباسؓ نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا "رَاٰهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِقَلْبِهٖ وَمَرَّةً بِبَصَرِهٖ" یہاں دو مرتبہ دیکھنے کا مطلب یہ ہو کہ ایک ہی وقت میں دو طرح دیکھا۔ کَمَا قَالُوْا فِیْ حَدِیْثِ انْشَقَّ الْقَمَرُ بِمَکَّۃَ مَرَّتَیْنِ (ظاہری آنکھ سے بھی اور دل کی آنکھوں سے بھی لیکن یاد رہے کہ یہ رؤیت وہ نہیں جس کی نفی "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" میں کی گئی ہے کیونکہ اس سے غرض احاطہ کی نفی کرنا ہے۔ یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔

رؤیت باری تعالیٰ پر ایک اشکال کا جواب علاوہ بریں ابن عباسؓ سے جب سوال کیا گیا کہ بعض روایت آیت "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" کے خلاف ہے تو فرمایا "وَيْحَكَ ذَاكَ اِذَا تَجَلّٰى بِنُوْرِهِ الَّذِيْ هُوَ نُوْرُهٗ" (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات و انوار متفاوت ہیں۔ بعض انوار کا ادراک بصر ہے بعض نہیں۔ اور رؤیت رب فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے۔ اور اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ جس درجہ کی رؤیت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جبکہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں۔ وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رؤیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے موافق میسر ہوئی۔ اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ کا شریک و سہیم نہیں۔ نیز ان ہی انوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ عائشہؓ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔ شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہوں۔ اور اسی طرح ابوذرؓ کی روایات "رَاَيْتُ نُوْرًا" اور "نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ" میں تطبیق ممکن ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ۔

◆ یعنی آنکھ نے جو کچھ دیکھا پورے سکون و اطمینان سے دیکھا۔ نگاہ نہ ٹیڑھی ترچھی ہو کر دائیں بائیں ہٹی نہ حد سے تجاوز کر کے آگے بڑھی۔ بس اسی چیز پر جمی رہی جس کا دکھلانا منظور تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں جو چیز دکھلائی جائے اس کو نہ دیکھنا اور جو نہ دکھلائی جائے اس کو تکنا دونوں عیب ہیں۔ آپ ان دونوں سے پاک تھے۔

◆ ''اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ'' کے فائدہ میں جو بیان ہو چکا ہے اس کے علاوہ جو اور نمونے دیکھے ہوں گے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغباں ۔۔۔ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

◆ **لات، عزّیٰ اور منات** | یعنی اس لامحدود عظمت و جلال والے خدا کے مقابلہ میں ان حقیر و ذلیل چیزوں کا نام لینے سے شرم آنی چاہئے۔ **تنبیہ** | ''لات'' ''عزّیٰ'' ''منات'' ان کے بتوں اور دیویوں کے نام ہیں۔ ان میں ''لات'' طائف والوں کے ہاں بہت معظم تھا۔ ''منات'' اوس و خزرج اور خزاعہ کے ہاں۔ اور ''عزّیٰ'' کو قریش اور بنی کنانہ وغیرہ ان دونوں سے بڑا سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک اول ''عزّیٰ'' جو مکہ کے قریب نخلہ میں تھا۔ پھر ''لات'' جو طائف میں تھا۔ پھر سب سے پیچھے تیسرے درجہ میں ''منات'' جو مکہ سے بہت دور مدینہ کے نزدیک واقع تھا۔ علامہ یاقوت نے معجم البلدان میں یہ ترتیب نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے یہ الفاظ کہتے تھے ''وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةِ الْاُخْرٰى۔ هٰؤُلَاءِ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى''۔

غرانیق العلیٰ کے واقعہ کی توجیہ | کتب تفسیر میں اس موقع پر ایک قصہ نقل کیا گیا ہے جو جمہور محدثین کے اصول پر درجہ صحت کو نہیں پہنچتا۔ اگر فی الواقع اس کی کوئی اصل ہے تو شاید یہی ہوگی کہ آپ نے مسلمانوں اور کافروں کے مخلوط مجمع میں یہ سورت پڑھی۔ کفار کی عادت تھی کہ لوگوں کو قرآن سننے نہ دیں اور بیچ میں گڑبڑ مچا دیں کما قال تعالیٰ ''وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ'' (حم السجدہ۔ رکوع ۴) جب یہ آیت پڑھی تو کسی کافر شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر آپ ہی کے لب و لہجہ سے وہ الفاظ کہہ دیئے ہوں گے جو ان کی زبانوں پر چڑھے ہوئے تھے ''تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى'' آگے تحسین و ادا میں تصرف ہوتے ہوتے کچھ کا کچھ بن گیا۔ ورنہ ظاہر ہے نبی کی زبان پر شیطان کو ایسا تسلط کب حاصل ہو سکتا ہے اور جس چیز کا ابطال آگے کیا جا رہا ہے اس کی مدح سرائی کے کیا معنی۔

◆ یاقوت نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ کفار ان بتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ حالانکہ خدا ''لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ'' ہے اور بالفرض اولاد کا نظریہ تسلیم کیا جائے تب بھی تقسیم کس قدر بھونڈی اور مہمل ہے کہ تم خود تو بیٹے لے جاؤ اور خدا کے حصہ میں بیٹیاں لگاؤ۔ العیاذ باللہ۔

◆ **ان بتوں کی کوئی سند نہیں** | یعنی پتھروں اور درختوں کے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کی خدائی کی کوئی سند نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف پر دلائل قائم ہیں۔ ان کو اپنے خیال میں خواہ بیٹیاں کہہ لو یا بیٹے یا اور کچھ، محض کہنے کی بات ہے جس کے پیچھے حقیقت کچھ بھی نہیں۔

إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَاءَهُم مِّن

اور جو جیوں کی امنگ ہے — اور پہنچی ہے ان کو

رَّبِّهِمُ الْهُدَىٰ ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾ فَلِلَّهِ

ان کے رب سے راہ کی سوجھ ◆ کہیں آدمی کو ملتا ہے — جو کچھ چاہے — سو اللہ کے

الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ﴿٢٥﴾ ۞ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا

ہاتھ ہے سب بھلائی پچھلی اور پہلی ◆ اور بہت فرشتے ہیں آسمانوں میں — کچھ

ع

تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ

کام نہیں آتی — ان کی سفارش — مگر جب حکم دے اللہ

لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ﴿٢٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

جس کے واسطے چاہے — اور پسند کرے ◆ اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے — آخرت کا

لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُم بِهِ

وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کے — زنانے نام — اور ان کو

مِنْ عِلْمٍ ۖ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۖ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا

اس کی کچھ خبر نہیں — محض اٹکل پر چلتے ہیں — اور اٹکل کچھ کام

يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾ فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ

نہ آئے ٹھیک بات میں ◆ سو تو دھیان نہ کر — اس پر جو منہ موڑے

عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ

ہماری یاد سے — اور کچھ نہ چاہے — مگر دنیا کا جینا — یہیں تک

یعنی باوجودیکہ اللہ کے پاس سے ہدایت کی روشنی آ چکی اور وہ سیدھی راہ دکھا چکا۔ مگر یہ احمق ان ہی اوہام واہوا کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ جو کچھ اٹکل پچو ذہن میں آ گیا اور دل میں امنگ پیدا ہوئی کر گذرے۔ تحقیق و بصیرت کی راہ سے کچھ سروکار نہیں۔

بتوں کی سفارش محض وہم ہے | یعنی سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہمارے سفارشی بنیں گے۔ یہ خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ کیا انسان جو تمنا کرے وہ مل جائے گا۔ یاد رہے دنیا اور آخرت کی سب بھلائی اللہ کے ہاتھ ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بت پوجنے سے کیا ملتا ہے، ملے وہی جو اللہ دے۔"

فرشتے بھی سفارش نہیں کر سکتے | یعنی ان بتوں کی تو حقیقت کیا ہے آسمان کے رہنے والے مقرب فرشتوں کی سفارش بھی کچھ کام نہیں دے سکتی۔ ہاں اللہ ہی جس کے حق میں سفارش کرنے کا حکم دے اور اس سے راضی ہو تو وہاں سفارش بیشک کام دے گی۔ ظاہر ہے کہ اس نے نہ بتوں کو سفارش کا حکم دیا اور نہ وہ کفار سے راضی ہے۔

فرشتوں کے متعلق باطل عقیدے | یعنی جن کو آخرت کا یقین نہیں وہ سزا کی طرف سے بے فکر ہو کر ایسی گستاخیاں کرتے ہیں۔ مثلاً فرشتوں کو زنانہ قرار دے کر خدا کی بیٹیاں کہہ دیا۔ یہ ان کی محض جہالت ہے۔ بھلا فرشتوں کو مرد اور عورت ہونے سے واسطہ۔ اور خدا کے لئے اولاد کیسی۔ کیا پکی اور ٹھیک بات پر قائم ہونا ہو تو ایسی اٹکلوں اور بے سر و پا اوہام سے کام چل سکتا ہے۔ اور کیا تخمینے اور اٹکلیں حقائق ثابتہ کے قائم مقام ہو سکتی ہیں؟

مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

یہیں تک پہنچی ان کی سمجھ ◆ تحقیق تیرا رب وہی خوب جانے اس کو جو بہکا

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝30 وَلِلّٰهِ مَا

اس کی راہ سے اور وہی خوب جانے اس کو جو راہ پر آیا ◆ اور اللہ کا ہے جو کچھ ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

آسمانوں میں اور زمین میں تاکہ وہ بدلہ دے

اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝31

برائی والوں کو ان کے کیے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی سے ◆

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ

جو کہ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر کچھ آلودگی ◆

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ

بے شک تیرے رب کی بخشش میں بڑی سمائی ہے ◆ وہ تم کو خوب جانتا ہے جب بنا نکالا تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ

زمین سے اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں

فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝32 اَفَرَءَيْتَ

سو مت بیان کرو اپنی خوبیاں وہ خوب جانتا ہے اس کو جو بچ کر چلا ◆ بھلا تو نے دیکھا

الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝33 وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝34 اَعِنْدَهٗ

اس کو جس نے منہ پھیر لیا ◆ اور لایا تھوڑا سا اور سخت نکلا ◆ کیا اس کے پاس

◆ **کفار کی عقلیں محدود اور ناقص ہیں** | یعنی جس کا اوڑھنا بچھونا یہی دنیا کی چند روزہ زندگی ہو کر اسی میں منہمک ہو کر کبھی خدا کو اور آخرت کو دھیان میں نہ لائے تو آپ اس کی فکر کو دھیان میں نہ لائیے۔ وہ خدا سے منہ موڑتا ہے آپ اس کی شرارت اور کجروی کی طرف سے منہ پھیر لیجئے۔ سمجھانا تھا سو سمجھا دیا۔ ایسے بدبخت اشقیاء سے قبول حق کی توقع رکھنا اور ان کے غم میں اپنے کو گھلانا بیکار ہے۔ ان کی سمجھ تو بس اسی دنیا کے فوری نفع نقصان تک پہنچتی ہے اس سے آگے ان کی رسائی نہیں۔ وہ کیا سمجھیں کہ مرنے کے بعد مالک حقیقی کی عدالت میں حاضر ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ ان کی تمام تر علمی جدوجہد صرف بہائم کی طرح پیٹ بھرنے اور شہوت فرو کرنے کے لئے ہے۔

◆ یعنی جو گمراہی میں پڑا رہا اور جو راہ پر آیا، ان سب کو اور ان کی مخفی استعدادوں کو اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے۔ اسی کے موافق ہو کر رہے گا۔ ہزار جتن کرو اس کے علم کے خلاف ہرگز واقع نہیں ہو سکتا۔ نیز وہ اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک سے ٹھیک ٹھیک اس کے احوال کے مناسب معاملہ کرے گا۔ لہٰذا آپ یکسو ہو کر ان معاندین کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیں۔

◆ **جزاء و سزا کا اثبات** | یعنی ہر شخص کا حال اس کو معلوم اور زمین و آسمان کی ہر چیز پر اس کا قبضہ۔ پھر نیک و بد کا بدلہ دینے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ بلکہ غور سے دیکھو تو زمین و آسمان کا یہ سارا کارخانہ پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں زندگی کا ایک دوسرا غیر فانی سلسلہ قائم کیا جائے جہاں بروں کو ان کی برائی کا بدلہ ملے اور نیکوں کے ساتھ ان کی بھلائی کے صلہ میں بھلائی کی جائے۔

◆ **کبیرہ اور صغیرہ گناہ** | گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا فرق سورۂ "نساء" کے فوائد میں مفصل گذر چکا۔ "لمم" کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ جو خیالات و خطرات وغیرہ گناہ کے دل میں آئیں مگر ان کو عمل میں نہ لائے وہ "لمم" ہیں۔ بعض نے صغیرہ گناہ مراد لئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ جس گناہ پر اصرار نہ کرے یا اس کی عادت نہ ٹھہرائے۔ یا جس گناہ سے توبہ کر لے وہ مراد ہے۔ ہمارے نزدیک بہترین تفسیر وہی ہے جو مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے سورۂ "نساء" کے فوائد میں اختیار کی ہے لیکن یہاں تو بہرحال دوسرے معانی کی بھی گنجائش رکھی ہے۔

◆ اسی لئے بہت سے چھوٹے موٹے گناہوں سے درگذر فرماتا ہے اور توبہ قبول کرتا ہے۔ گنہگار کو مایوس نہیں ہونے دیتا۔ اگر ہر چھوٹی بڑی خطا پر پکڑنے لگے تو بندہ کا ٹھکانا کہاں۔

◆ **خودستائی کی مذمت** | یعنی اگر تقویٰ کی کچھ توفیق اللہ نے دی تو شیخی نہ مارو۔ اور اپنے کو بہت بزرگ نہ ٹھہراؤ۔ وہ سب کی بندگی اور پاکبازی کو خوب جانتا ہے۔ اور اس وقت سے جانتا ہے جب تم نے ہستی کے اس دائرہ میں قدم بھی نہ رکھا تھا۔ آدمی کو چاہئے کہ اپنی اصل کو نہ بھولے۔ جس کی ابتداء مٹی سے تھی۔ پھر ماں کے پیٹ کی تاریکیوں میں ناپاک خون سے پرورش پاتا رہا۔ اس کے بعد کتنی جسمانی و روحانی کمزوریوں سے دوچار ہوتا ہے۔ آخر میں اگر اللہ نے اپنے فضل سے ایک بلند مقام پر پہنچا دیا تو اس کو اس قدر بڑھ چڑھ کر دعوے کرنے کا استحقاق نہیں۔ جو واقعی متقی ہوتے ہیں وہ دعوے کرتے ہوئے شرماتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ اب بھی پوری طرح کمزوریوں سے پاک ہو جانا بشریت کی حد سے باہر ہے۔ کچھ نہ کچھ لوث سب کو ہو جاتی ہے۔ الا من عصمہ اللہ۔

◆ یعنی اپنی اصل کو بھول کر خالق و مالک حقیقی کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

◆ **ولید بن مغیرہ کا واقعہ** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی تھوڑا سا ایمان لانے لگا پھر اس کا دل سخت ہو گیا۔" مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارہ میں نازل ہوئیں۔ حضور ﷺ کی باتیں سن کر اس کو اسلام کی طرف تھوڑی سی رغبت ہو چلی تھی۔ اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جائے۔ ایک کافر نے کہا کہ ایسا مت کر میں تیرے سب جرائم اپنے اوپر لئے لیتا ہوں۔ تیری طرف سے میں سزا بھگت لوں گا۔ بشرطیکہ اس قدر مال مجھ کو دیا جائے۔ اس نے وعدہ کر لیا اور مقررہ رقم کی کچھ قسط ادا کر کے باقی سے انکار کر دیا۔ اس صورت میں "وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ" کے معنی یہ ہوں گے کہ کچھ مال دیا پھر ہاتھ کھینچ لیا۔

عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿٣٥﴾ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ

مُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ﴿٣٧﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿٣٨﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿٣٩﴾

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿٤١﴾

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿٤٣﴾

وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَاَنَّ عَلَيْهِ

النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَاَنَّهٗ

هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾

وَثَمُودَا۟ فَمَآ أَبْقَىٰ ﴿۵۱﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ

اور ثمود کو — پھر کسی کو باقی نہ چھوڑا — اور ان سے پہلے قوم نوح کو — بیشک وہ

كَانُوا۟ هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ﴿۵۲﴾ وَٱلْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿۵۳﴾

تھے وہ بڑے ہی ظالم — اور سرکش — اور الٹی بستی کو پٹک دیا

فَغَشَّىٰهَا مَا غَشَّىٰ ﴿۵۴﴾ فَبِأَىِّ ءَالَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿۵۵﴾

پھر ان پر چھا دیا جو چھایا — تو اے انسان تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائے گا

هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ ٱلنُّذُرِ ٱلْأُولَىٰٓ ﴿۵۶﴾ أَزِفَتِ ٱلْءَازِفَةُ ﴿۵۷﴾

یہ ایک ڈرانے والا ہے — پہلے ڈرانے والوں میں کا — آنے والی آ پہنچی

لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ ٱللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا

کوئی نہیں اس کو اللہ کے سوا — کھول دینے والا — کیا تم اس

ٱلْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿۶۰﴾ وَ

بات سے تعجب کرتے ہو — اور ہنستے ہو — اور روتے نہیں — اور

أَنتُمْ سَٰمِدُونَ ﴿۶۱﴾ فَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ وَٱعْبُدُوا۟ ۩ ﴿۶۲﴾

تم غافل ہو رہے ہو — سو اللہ کے آگے سجدہ کرو — اور عبادت کرو

آیاتہا ۵۵ — (۵۴) سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ (۳۷) — رکوعاتہا ۳

سورۃ القمر مکی ہے اور اس میں ۵۵ آیتیں اور ۳ رکوع ہیں

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝١ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً

پاس آ گئی قیامت (وہ گھڑی) ◆ اور پھٹ گیا چاند ◆ اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی

يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا

تو ٹلا جاتے ہیں ◆ اور کہیں ◆ یہ جادو ہے پہلے سے چلا آتا ◆ اور جھٹلایا ◆ اور چلے

اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝٣ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ

اپنی خوشی پر ◆ اور ہر کام ٹھہر رہا ہے وقت پر ◆ اور پہنچ چکے ہیں ان کے پاس

الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝٤ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا

احوال ◆ جن میں ڈانٹ ہو سکتی ہے ◆ پوری عقل کی بات ہے ◆ پھر

تُغْنِ النُّذُرُ ۝٥ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى

ان میں کام نہیں کرتے ڈر سنانے والے ◆ سو تو ہٹ آ ان کی طرف سے ◆ جس دن پکارے پکارنے والا ایک

شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝٦ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ

ناگوار چیز کی طرف ◆ آنکھیں جھکائے ◆ نکل پڑیں

الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝٧ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى

قبروں سے ◆ جیسے ٹڈی پھیلی ہوئی (بکھری ہوئی) ◆ دوڑتے جائیں اس

الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝٨ كَذَّبَتْ

پکارنے والے کے پاس ◆ کہتے جاتے ہیں منکر ◆ یہ دن مشکل آیا ◆ جھٹلا چکی ہے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ

ان سے پہلے نوح کی قوم ◆ پھر جھوٹا کہا ہمارے بندہ کو ◆ اور بولے دیوانہ ہے

وَّازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝

اور جھڑکا گیا وہ ◆ پھر پکارا اپنے رب کو کہ میں مغلوب ہوں تو بدلہ لے ◆

فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا

پھر ہم نے کھول دیئے دروازے آسمان کے پانی کے زور سے برسنے والے سے اور جاری کیے

الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝

زمین سے چشمے پھر مل گیا سب پانی ایک کام پر جو ٹھہر چکا تھا ◆

وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ تَجْرِیْ بِاَعْيُنِنَا ۚ

اور ہم نے اس کو سوار کیا ایک تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر چلتی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے ◆

جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ

بدلہ لینے واسطے اس کی طرف سے جس کی قدر نہ جانی گئی تھی ◆ اور البتہ ہم نے رہنے دیا اس کو نشانی پھر کوئی ہے

مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ

سوچنے والا ◆ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا (۱۶) ◆ اور ہم نے

يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ كَذَّبَتْ

آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا ◆ جھٹلایا

عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ

عاد نے پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ◆ ہم نے بھیجی ان پر

رِيْحًا صَرْصَرًا فِیْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ

ہوا تند (سنسناتی) ایک نحوست کے دن جو ہمیشہ رہی ◆ اکھاڑ مارا لوگوں کو

كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ

گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی اکھڑی پڑی ◆ پھر کیسا رہا (ہوا) میرا عذاب اور میرا

نُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن

میرا کھڑکھڑانا (ڈرانا) ◆ اور ہم نے آسان کر دیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی

مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّنَّا

ع

سوچنے والا ◆ جھٹلایا ثمود نے ڈر سنانے والوں کو ◆ پھر کہنے لگے کیا ایک آدمی ہم میں کا

وَاحِدًا نَّتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَّفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَأُلْقِيَ

اکیلا ہم اس کے کہے پر چلیں گے ◆ تو تو ہم غلطی میں پڑے اور سودا میں ◆ کیا اتری

الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾

اسی پر نصیحت ہم سب میں سے کوئی نہیں یہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا ہے ◆

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُو

اب جان لیں گے کل کو کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا ◆ ہم بھیجتے ہیں

النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ

اونٹنی ان کے جانچنے کے واسطے ◆ سو انتظار کر ان کا (دیکھتا رہ ان کو) اور سہتا رہ ◆ اور سنا دے ان کو

أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا

کہ پانی کا بانٹا ہے ان میں ہر باری پر پہنچنا چاہیے ◆ پھر پکارا انہوں نے

صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَ

اپنے رفیق کو پھر ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا ◆ پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا

"قوم عاد" کے لوگ بڑے تنومند اور قد آور تھے۔ لیکن ہوا کا جھکڑ ان کو اٹھا کر اس طرح زمین پر پٹکتا تھا جیسے کھجور کا تنہ جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔

قوم ثمود کی تکذیب | یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ اور ایک نبی کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے۔ کیونکہ اصول دین میں سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

یعنی کوئی آسمان کا فرشتہ نہیں، بلکہ ہم ہی جیسا ایک آدمی اور وہ بھی اکیلا جس کے ساتھ کوئی قوت اور جتھا نہیں، چاہتا ہے کہ ہمیں دبالے اور سب کو اپنا تابع بنا لے۔ یہ کبھی نہ ہو گا۔ اگر ہم اس پھندے میں پھنس جائیں تو ہماری بڑی غلطی اور حماقت بلکہ جنون ہو گا۔ وہ تو ہم کو ڈراتا ہے کہ مجھے نہ مانو گے تو آگ میں گرو گے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہم اس کے تابع ہو جائیں تو گویا خود اپنے کو آگ میں گرا رہے ہیں۔

یعنی پیغمبری کے لئے بس یہی رہ گیا تھا؟ سب جھوٹ ہے۔ خواہ مخواہ بڑائی مارتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنا رسول بنا دیا ہے اور ساری قوم کو میری اطاعت کا حکم دیا ہے۔

یعنی بہت جلد معلوم ہوا چاہتا ہے کہ دونوں فریق میں جھوٹا اور بڑائی مارنے والا کون ہے۔

اونٹنی کے ذریعہ قوم ثمود کی آزمائش | یعنی ان کی فرمائش کے موافق ہم پتھر سے اونٹنی نکال کر بھیجتے ہیں۔ اس کے ذریعہ سے جانچا جائے گا کہ کون اللہ و رسول کی بات مانتا ہے اور کون نفس کی خواہش پر چلتا ہے۔

یعنی دیکھتا رہ، کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "وہ اونٹنی جس پانی پر جاتی سب جانور بھاگتے۔ تو اللہ نے باری ٹھہرا دی۔ ایک دن وہ جائے اور ایک دن سب جانور۔"

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ایک بدکار عورت تھی اس کے مواشی بہت تھے اپنے ایک آشنا کو اکسا دیا اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔

نُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا

ڈرانا — ہم نے بھیجی ان پر — ایک چنگھاڑ — پھر رہ گئے

كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ

جیسے روندی ہوئی باڑ کانٹوں کی ◆ — اور ہم نے آسان کر دیا قرآن — سمجھنے کو

فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾

پھر ہے کوئی سوچنے والا — جھٹلایا لوط کی قوم نے — ڈر سنانے والوں کو ◆

إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ۖ نَّجَّيْنَاهُم

ہم نے بھیجی ان پر — آندھی پتھر برسانے والی — سوائے لوط کے گھر کے — ان کو ہم نے بچا دیا

بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن

پچھلی رات سے — فضل سے اپنی طرف سے — ہم یوں بدلہ دیتے ہیں اس کو

شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ أَنذَرَهُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾

حق مانے ◆ — اور وہ ڈرا چکا تھا ان کو ہماری پکڑ سے — پھر لگے مکرانے ڈرانے کو ◆

وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا

اور اس سے لینے لگے اس کے مہمانوں کو — پھر ہم نے مٹا دیں ان کی آنکھیں — اب چکھو

عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ

میرا عذاب اور میرا ڈرانا ◆ — اور پڑا ان پر صبح کو سویرے عذاب

مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا

جو ٹھہر چکا تھا (ٹھہر رہا تھا) — اب چکھو میرا عذاب اور میرا ڈرانا ◆ — اور ہم نے آسان کر دیا

◆ **فرشتے کی چیخ** فرشتہ نے ایک چیخ ماری، کلیجے پھٹ گئے۔ اور سب چورا ہو کر رہ گئے۔ جیسے کھیت کے گرد کانٹوں کی باڑ لگا دیتے ہیں۔ اور چند روز کے بعد پامال ہو کر اس کا چورا ہو جاتا ہے۔

◆ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایک نبی کی تکذیب سب انبیاء کی تکذیب ہے۔

◆ یعنی وہ پچھلی رات میں اپنے گھر والوں کو لے کر صاف نکل گئے۔ ان کو ہم نے عذاب کی ذرا بھی آنچ نہ لگنے دی۔ اور یہی ہماری عادت ہے۔ حق شناس اور شکر گزار بندوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

◆ یعنی اس کی باتوں میں واہی تباہی شبہے اور جھگڑے کھڑے کر کے جھٹلانے لگے۔

◆ **مہمان فرشتوں کے ساتھ بدسلوکی** یعنی فرشتے جو حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ ان کو آدمی سمجھ کر اپنی خوئے بد کی وجہ سے تھامنا چاہا۔ ہم نے ان کو اندھا کر دیا کہ ادھر ادھر دھکے کھاتے پھرتے تھے۔ کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اور کہا لو پہلے اس عذاب کا مزہ چکھو۔

◆ یعنی اندھا کرنے کے بعد ان کی بستیاں الٹ دی گئیں۔ اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔ اس چھوٹے عذاب کے بعد یہ بڑا عذاب تھا۔

الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ

قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا اور

جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا

پہنچے فرعون والوں کے پاس ڈرانے والے ◆ جھٹلایا انہوں نے ہماری نشانیوں کو سب کو

فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ

پھر پکڑا ہم نے ان کو پکڑنا زبردست کا قابو میں لے کر ◆ اب تم میں جو منکر ہیں کیا یہ بہتر ہیں

اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

ان سب سے یا تمہارے لیے فارغ خطی لکھی ہوئی کی ورقوں میں کیا کہتے ہیں

نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾

ہم سب کا مجمع ہے بدلہ لینے والا ◆ اب شکست کھائے گا یہ مجمع اور بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر ◆

بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾

بلکہ قیامت ہے ان کے وعدہ کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی ◆

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ

جو لوگ گنہگار ہیں غلطی میں پڑے ہیں اور سودا میں جس دن گھسیٹے جائیں گے

فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا

آگ میں اوندھے منہ چکھو مزہ آگ کا ◆ ہم نے

كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ

ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر ◆ اور ہمارا کام تو یہی ایک دم کی بات ہے

حضرت موسیٰ اور ہارونؑ اور ان کے نہ ماننے والے نشان۔

آل فرعون کا انجام | یعنی خدا کی پکڑ جو بے زبردست کی پکڑ تھی۔ جس کے قابو سے نکل کر کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ دیکھ لو! تمام فرعونیوں کا بیڑہ کس طرح بحر قلزم میں غرق کیا کہ ایک بچ کر نہ نکل سکا۔

گذشتہ اقوام کے واقعات سنا کر موجودہ لوگوں کو خطاب ہے یعنی تم میں کے کافر کیا ان پہلے کافروں سے اچھے ہیں جو کفر و طغیان کی سزا میں تباہ نہیں کیے جائیں گے؟ یا اللہ کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھ دیا گیا ہے کہ تم جو چاہو شرارت کرتے رہو، سزا نہیں ملے گی؟ یا یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارا مجمع اور جتھا بہت بڑا ہے۔ اور سب مل کر جب ایک دوسرے کی مدد پر آ جائیں گے تو سب سے بدلے لے کر چھوڑیں گے اور کسی کو اپنے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔

یعنی عنقریب ان کو اپنے مجمع کی حقیقت کھل جائے گی جب مسلمانوں کے سامنے سے شکست کھا کر اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ چنانچہ "بدر" اور "احزاب" میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔ "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ"

یعنی یہاں کیا شکست کھائیں گے، ان کی شکست کا اصلی وقت تو وہ ہوگا جب قیامت سر پر آ کھڑی ہوگی۔ وہ بہت سخت مصیبت کا وقت ہوگا۔

یعنی اس وقت غفلت کے نشہ میں پاگل بن رہے ہیں۔ یہ سودا دماغ میں سے اس وقت نکلے گا جب اوندھے منہ دوزخ کی آگ میں گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ لو اب ذرا اس کا مزہ چکھو۔

یعنی ہر چیز جو پیش آنے والی ہے اللہ کے علم میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے دنیا کی عمر اور قیامت کا وقت بھی اس کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔

كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ

جیسے ایک نگاہ کی ۵ اور ہم برباد کر چکے ہیں تمہارے ساتھ والوں کو پھر ہے

مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ

کوئی سوچنے والا ۵ اور جو چیز انہوں نے کی ہے لکھی گئی ورقوں میں ۵ اور ہر

صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَ

چھوٹا اور بڑا لکھا جا چکا ۵ جو لوگ ڈرنے والے ہیں باغوں میں ہیں اور

نَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

نہروں میں بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ ہے ۵

ع ۳ / ۱۰

آیاتہا ۷۸ (۵۵) سورۃ الرحمٰن مدنیۃ (۹۷) رکوعاتہا ۳

سورۃ الرحمٰن مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اٹھتر آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الرَّحْمَٰنُ ﴿١﴾ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ﴿٢﴾ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ﴿٣﴾ عَلَّمَهُ

رحمٰن نے سکھلایا قرآن ۵ بنایا آدمی پھر سکھلایا اس کو

الْبَيَانَ ﴿٤﴾ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ﴿٥﴾ وَالنَّجْمُ وَ

بات کرنا ۵ سورج اور چاند کے لیے ایک حساب ہے ۵ اور جھاڑ اور

الشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ﴿٦﴾ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ﴿٧﴾

درخت مشغول ہیں سجدہ میں ۵ اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی ترازو

◆ چشم زدن میں امرالٰہی کا وقوع | یعنی ہم چشم زدن میں جو چاہیں کر ڈالیں کسی چیز کے بنانے یا بگاڑنے میں ہم کو دیر نہیں لگتی نہ کچھ مشقت ہوتی ہے۔

◆ یعنی تمہاری قماش کے بہت سے کافروں کو پہلے تباہ کر چکے ہیں۔ پھر تم میں کوئی اتنا سوچنے والا نہیں کہ ان کے حال سے عبرت حاصل کرے۔

◆ اعمال نامے | یعنی ہر ایک بھلی بری عمل کے بعد ان کے اعمالناموں میں لکھی گئی ہے۔ وقت پر ساری مسل سامنے کر دی جائے گی۔

◆ لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے | یعنی اس سے قبل ہر چھوٹی بڑی چیز کی تفصیل "لوح محفوظ" میں لکھی جا چکی۔ تو جو ہوگا سب قاعدہ مرتب ہے کوئی چھوٹی موٹی چیز بھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتی۔

◆ متقین کیلئے قرب الٰہی | مجرمین کے بعد یہ متقین کا انجام بیان فرمایا کہ وہ اپنی سچائی کی بدولت اللہ و رسول کے سچے وعدوں کے موافق ایک پسندیدہ مقام میں ہوں گے جہاں اس شہنشاہ مطلق کا قرب حاصل ہوگا۔ "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ مَلِیْکٌ مُّقْتَدِرٌ، مَا تَشَآءُ مِنْ اَمْرٍ یَّکُوْنُ فَاَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ وَکُنْ لِّیْ وَلَا تَکُنْ عَلَیَّ وَاٰتِنِیْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنِیْ عَذَابَ النَّارِ۔" تم سورۃ القمر وللّٰہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الرحمٰن

◆ اللہ ہی قرآن کا اصل معلم ہے | جو اس کے عطایا میں سب سے بڑا عطیہ اور اس کی نعمتوں میں سب سے اونچی نعمت و رحمت ہے۔ انسان کی بساط اور اس کے ظرف پر خیال کرو اور علم قرآن کے اس دریائے ناپیدا کنار کو دیکھو۔ بلاشبہ ایک ضعیف البنیان آدمی کو آسمانوں اور پہاڑوں سے زیادہ بھاری چیز کا حامل بنا دینا رحمان ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کہاں بشر اور کہاں خدا کا کلام۔

تنبیہ | سورۃ "النجم" میں فرمایا تھا "عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى" یہاں کھول دیا کہ قرآن کا اصل معلم اللہ ہے گو فرشتہ کے توسط سے ہو۔

◆ انسان میں علم بیان کی صفت | "ایجاد" (وجود عطا فرمانا) اللہ کی بڑی نعمت بلکہ نعمتوں کی جڑ ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایجاد ذات، اور ایجاد صفت۔ تو اللہ تعالیٰ نے آدمی کی ذات کو پیدا کیا اور اس میں علم بیان کی صفت بھی رکھی۔ یعنی قدرت دی کہ اپنے مافی الضمیر کو نہایت صفائی اور حسن و خوبی سے ادا کر سکے اور دوسروں کی بات سمجھ سکے۔ اسی صفت کے ذریعہ سے وہ قرآن سیکھتا سکھاتا ہے۔ اور خیر و شر، ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر اور دنیا و آخرت کی باتوں کو واضح طور پر سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔

◆ شمس و قمر کا حساب | یعنی دونوں کا طلوع و غروب، گھٹنا بڑھنا، یا ایک مدت پر ٹھہر رہنا، پھر ان کے ذریعہ سے فصول کا ہونا اور سفلیات پر مختلف طرح سے اثر ڈالنا، یہ سب کچھ ایک خاص حساب اور ضابطہ اور مضبوط نظام کے ماتحت ہے۔ مجال نہیں کہ اس کے دائرہ سے باہر قدم رکھیں یا اپنے مالک و خالق کے دیے ہوئے احکام سے روگردانی کریں۔ رب نے اپنے بندوں کی جو خدمات ان دونوں کے سپرد کر دی ہیں ان میں کوتاہی نہیں کر سکتے۔ ہمہ وقت بڑی خدمت میں مشغول ہیں۔

◆ جھاڑیوں اور درختوں کا سجدہ | یعنی علویات کی طرح سفلیات بھی اسی مالک کی مطیع و منقاد ہیں۔ چھوٹے جھاڑ زمین پر پھیلی ہوئی بیلیں اور اونچے درخت سب اس کے حکم تکوینی کے سامنے سربسجود ہیں۔ بندے ان کو اپنے کام میں لائیں تو انکار نہیں کر سکتے۔

أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝٨ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا

کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں ◆ اور سیدھی ترازو تولو انصاف سے ◆ اور مت

تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝٩ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝١٠

گھٹاؤ تول کو ◆ اور زمین کو بچھایا واسطے خلق کے ◆

فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝١١ وَالْحَبُّ

اس میں میوہ ہے ◆ اور کھجوریں جن کے میوہ پر غلاف ◆ اور اس میں اناج ہے

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝١٢ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا

جس کے ساتھ بھس ہے ◆ اور پھول خوشبودار ◆ پھر کیا کیا نعمتیں رب اپنے کی

تُكَذِّبَانِ ۝١٣ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝١٤

جھٹلاؤ گے تم دونوں ◆ بنایا آدمی کو کھنکھناتی (بجنے والی) مٹی سے جیسے ٹھیکرا

وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ ۝١٥ فَبِأَيِّ آلَاءِ

اور بنایا جن کو آگ کی لپیٹ سے ◆ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝١٦ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝١٧

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں ◆ مالک دو مشرق کا ◆ اور مالک دو مغرب کا ◆

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝١٨ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ◆ چلائے دو دریا

◆ **آسمان اور میزان** اوپر سے دو دو چیزوں کے جوڑے بیان ہوتے چلے آ رہے تھے۔ یہاں بھی آسمان کی بلندی کے ساتھ زمین کی پستی کا ذکر ہے۔ درمیان میں میزان (ترازو) کا ذکر شاید اس لئے ہو کہ عموماً ترازو کو تولتے وقت آسمان و زمین کے درمیان معلق رکھا جاتا ہے۔ یہاں تقدیر یہ ہے کہ میزان سے مراد ظاہری اور حسی ترازو ہو۔ چونکہ اس کے ساتھ بہت سے معاملات کی درستی

اور حقوق کی حفاظت وابستہ تھی۔ اس لئے ہدایت فرمادی کہ وضع میزان کی یہ غرض جب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ نہ لیتے وقت زیادہ تولو، نہ دیتے وقت کم، ترازو کے دونوں پلے اور بات ٹھیک رکھو، کمی بیشی نہ ہو۔ نہ لیتے وقت ڈنڈی ماری جائے، بلکہ بدون کمی بیشی کے دیانتداری کے ساتھ بالکل ٹھیک ٹھیک تولا جائے۔ تنبیہ | اکثر سلف نے وضع میزان سے اس جگہ عدل کا قائم کرنا مراد لیا ہے یعنی اللہ نے آسمان سے زمین تک ہر چیز کو حق و عدل کی بنیاد پر اعلیٰ درجہ کے توازن و تناسب کے ساتھ قائم کیا ہے۔ اگر عدل و حق ملحوظ نہ رہے تو کائنات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ بندے بھی عدل و حق کے جادہ پر مستقیم رہیں۔ اور انصاف کی ترازو کو اٹھنے یا جھکنے نہ دیں۔ نہ کسی پر زیادتی کریں نہ کسی کا حق دبائیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

◆ کہ اس پر آرام سے چلیں پھریں اور کاروبار جاری رکھیں۔

◆ **زمین کے مختلف میوے اور پھل** | یعنی پھل میوے بھی زمین سے نکلتے ہیں اور غلہ اناج بھی۔ پھر غلہ میں دو چیزیں ہیں۔ دانہ جو انسانوں کی غذا ہے اور بھوسہ جو جانوروں کے لئے ہے۔ اور بعض چیزیں زمین سے وہ پیدا ہوتی ہیں جو کھانے کے کام میں نہیں آتیں لیکن ان کی خوشبو وغیرہ سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔

◆ **جن وانس اللہ کی نعمتوں کو نہیں جھٹلا سکتے** | یعنی اے جن وانس! اوپر کی آیات میں تمہارے رب کی جو عظیم الشان نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں بیان کی گئیں تم ان میں سے کس کس کے جھٹلانے کی جرأت کرو گے؟ کیا یہ نعمتیں اور نشانیاں ایسی ہیں جن میں سے کسی کا انکار کیا جا سکے؟ علماء نے ایک حدیث کی بناء پر لکھا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت "فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" سنے تو جواب دے "لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ" (اے ہمارے رب! ہم تیری کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے۔ سب حمد و ثنا تیرے ہی لئے ہے) تنبیہ | گو جن کا ذکر تصریحاً پیچھے نہیں ہوا لیکن "انام" میں دونوں شامل ہیں۔ اور "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" میں دونوں کا عبادت کے لئے پیدا ہونا مذکور ہے۔ اس آیت کے بعد متصل ہی آدمی اور جن کی کیفیت تخلیق بتلائی گئی ہے۔ اور چند آیات کے بعد "سَنَفْرُغُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَانِ" اور "يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ" میں صریحاً جن وانس کو خطاب کیا گیا ہے۔ یہ قرائن دلالت کرتے ہیں کہ یہاں مخاطب وہی دونوں ہیں

◆ **جن وانس کی تخلیق مٹی اور آگ سے** | یعنی سب آدمیوں کے باپ آدم کو مٹی سے اور جنوں کے باپ کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

◆ **قرآن کریم میں تکرار کیوں ہے؟** | "آلاء" کا ترجمہ عموماً "نعمت" کیا گیا ہے۔ لیکن ابن جریر نے بعض سلف سے "قدرت" کے معنی نقل کئے ہیں۔ اس لئے جس مقام پر جو معنی زیادہ چسپاں ہوں وہ اختیار کئے جائیں۔ یہاں اور سب سے پہلی آیت میں دونوں مطلب ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ انس و جن کو خلعت وجود سے سرفراز فرمانا اور جمادات محض سے عاقل بنا دینا اللہ کی بڑی نعمت ہے اور اس کی لامحدود قدرت کی نشانی بھی ہے۔ تنبیہ | یہ جملہ "فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" اس سورت میں اکتیس مرتبہ آیا ہے اور ہر مرتبہ کسی خاص نعمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یا شئون عظمت و قدرت میں سے کسی خاص شان کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اس قسم کی تکرار عرب و عجم کے کلام میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ مدت ہوئی رسالہ "القاسم" میں بندہ نے ایک مضمون بعنوان "قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے" چھپوایا تھا اس میں چند نظائر شعرائے عرب کے کلاموں سے پیش کی گئی ہیں اور تکرار کے فلسفہ پر بحث کی ہے یہاں اس کے بسط کا موقع نہیں۔

◆ **دو مشرق اور دو مغرب** | جاڑے اور گرمی میں جس جس نقطہ سے سورج طلوع ہوتا ہے وہ دو مشرق اور جہاں جہاں غروب ہوتا ہے وہ دو مغرب ہوئیں۔ ان ہی مشرقین اور مغربین کے تغیر و تبدل سے موسم اور فصلیں بدلتی ہیں۔ اور طرح طرح کے انقلابات ہوتے ہیں۔ زمین والوں کے ہزاروں فوائد و مصالح ان تغیرات سے وابستہ ہیں تو ان کا ادل بدل بھی خدا کی بڑی بھاری نعمت اور اس کی قدرت عظیمہ کی نشانی ہوئی۔ تنبیہ | آیت سے پہلے اور پیچھے دور تک دو دو چیزوں کے جوڑے بیان ہوئے ہیں اس لئے یہاں مشرقین و مغربین کا ذکر نہایت ہی لطف دیتا ہے۔

يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

مل کر چلنے والے ـ ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے ◆ ـ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ـ نکلتا ہے ان دونوں سے ـ موتی ـ اور مونگا

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ـ اور اسی کے ہیں جہاز اونچے کھڑے

فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾

دریا میں جیسے پہاڑ ◆ ـ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

ع ۲

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ

جو کوئی ہے زمین پر فنا ہونے والا ہے ـ اور باقی رہے گا منہ تیرے رب کا

ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

بزرگی اور عظمت والا ◆ ـ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جھٹلاؤ گے ـ اسی سے مانگتے ہیں ـ جو کوئی ہیں آسمانوں میں ـ اور زمین میں

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾

ہر روز اس کو ایک دھندا ہے (اس کا ایک کام ہے) ◆ ـ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ہم جلد فارغ ہونے والے ہیں تمہاری طرف سے اے بھاری قافلو ـ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

میٹھا اور کھاری پانی یعنی ایسا نہیں کہ میٹھا اور کھاری پانی ایک دوسرے پر چڑھائی کر کے اس کی خاصیت وغیرہ کو بالکلیہ زائل کر دے یا دونوں مل کر دنیا کو غرق کر ڈالیں۔ اس آیت کے مضمون سے متعلق کچھ تقریر سورۂ "فرقان" کے اواخر میں گذر چکی ہے۔ اس کو ملاحظہ کر لیا جائے۔

یعنی کشتیاں اور جہاز گو بظاہر تمہارے بنائے ہوئے ہیں مگر خود تم کو اللہ نے بنایا۔ اسی نے وہ قوتیں اور سامان عطا کئے جن سے جہاز تیار کرتے ہو۔ لہٰذا تم اور تمہاری مصنوعات سب کا مالک و خالق وہی خدا ہوا۔ اور یہ سب اسی کی نعمتیں اور قدرت کی نشانیاں ہوئیں۔ **تنبیہ** یہ جملہ پچھلے جملہ "یخرج منهما اللؤلؤ والمرجان" کے مقابل ہے یعنی دریا کے نیچے سے وہ نعمتیں نکلتی ہیں اور اوپر یہ نعمتیں موجود ہیں۔

یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق زبان حال و قال سے اپنی حاجات اسی خدا سے طلب کرتی ہے۔ کسی کو ایک لمحہ کے لئے اس سے استغناء نہیں۔ اور وہ بھی سب کی حاجت روائی اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ ہر وقت اس کا الگ کام اور ہر روز اس کی نئی شان ہے۔ کسی کو مارنا، کسی کو جلانا، کسی کو بیمار کرنا، کسی کو تندرست کر دینا، کسی کو بڑھانا، کسی کو گھٹانا، کسی کو دینا، کسی سے لینا اسی کی شئون میں داخل ہیں۔
(ذکرہ البغوی)

ہر دن اللہ کی نئی شان ہے یعنی دنیا کے یہ کام اور دھندے عنقریب ختم ہونے والے ہیں۔ اس کے بعد ہم دوسرا دور شروع کریں گے۔ جب تم دونوں بھاری قافلوں (جن و انس) کا حساب کتاب ہوگا۔ مجرموں کی پوری طرح خبر لی جائے گی۔ اور وفاداروں کو پورا صلہ دیا جائے گا۔

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ

جھٹلاؤ گے — اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے — اگر تم سے ہو سکے

اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کہ نکل بھاگو — آسمانوں اور زمین کے کناروں سے

فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

تو نکل بھاگو — نہیں نکل سکنے کے بدوں سند کے ◆ — پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ◆ — چھوڑے جائیں گے تم پر — شعلے

نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

آگ کے صاف — اور دھواں ملے ہوئے — پھر تم بدلہ نہیں لے سکتے ◆ — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً

جھٹلاؤ گے ◆ — پھر جب پھٹ جائے آسمان — تو ہو جائے گلابی

كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾

جیسے نری (تیل کی تلچھٹ) ◆ — پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾

پھر اس دن پوچھ نہیں — اس کے گناہ کی — کسی آدمی سے اور نہ جن سے ◆

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے — پہچانے پڑیں گے گنہگار اپنے چہرے سے ◆

اللہ کی حکومت سے فرار ممکن نہیں | یعنی اللہ کی حکومت سے کوئی چاہے کہ نکل بھاگے تو بدون قوت اور غلبہ کے کیسے بھاگ سکتا ہے کیا خدا سے زیادہ کوئی قوی اور زور آور ہے۔ پھر نکل کر جائے گا کہاں۔ دوسری قلمرو کونسی ہے جہاں پناہ لے گا۔ نیز دنیا کی معمولی حکومتیں بدون سند اور پروانہ راہداری کے اپنی قلمرو سے نکلنے نہیں دیتیں تو اللہ بدون سند کے کہاں نکلنے دے گا۔

یعنی اس طرح کھول کھول کر سمجھانا اور تمام نشیب و فراز پر متنبہ کرنا کتنی بڑی نعمت ہے۔ کیا اس نعمت کی تم قدر نہیں کرو گے اور اللہ کی ایسی عظیم الشان قدرت کو جھٹلاؤ گے۔

جہنم کا دھواں اور شعلے | یعنی جس وقت مجرموں پر آگ کے صاف شعلے اور دھواں ملے ہوئے شرارے چھوڑے جائیں گے کوئی ان کو دفع نہ کر سکے گا۔ اور نہ وہ اس سزا کا کچھ بدلہ لے سکیں گے۔

مجرموں کو سزا دینا بھی نعمت ہے | مجرموں کو سزا دینا بھی وفاداروں کے حق میں انعام ہے اور اس سزا کا بیان کرنا تاکہ لوگ سن کر اس جرم سے باز رہیں یہ مستقل انعام ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ہر آیت میں نعمت جتلائی کوئی اب نعمت ہے اور کسی کی خبر دینا نعمت ہے کہ اس سے بچیں۔"

یعنی قیامت کے دن آسمان پھٹے گا اور رنگ میں لال نری کی طرح ہو جائے گا۔

یعنی کسی آدمی یا جن سے اس کے گناہوں کے متعلق معلوم کرنے کی غرض سے سوال نہ کیا جائے گا کیونکہ خدا کو پہلے سے سب کچھ معلوم ہے۔ ہاں بطور الزام و توبیخ ضابطہ کا سوال کریں گے۔ کما قال "فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ" (حجر۔ رکوع ۶) یا یہ مطلب ہو کہ قبروں سے اٹھتے وقت سوال نہ ہو گا بعد میں ہو گا اس کے منافی نہیں۔

مجرموں کے چہروں سے پہچان | یعنی چہروں کی سیاہی اور آنکھوں کی نیلگونی سے مجرم خود بخود پہچانے جائیں گے جیسے مومنین کی شناخت سجدہ اور وضو کے آثار و انوار سے ہو گی۔

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ

پھر پکڑا جائے گا پیشانی کے بال سے اور پاؤں سے ﴿﴾ پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے یہ دوزخ ہے جس کو جھوٹ بتاتے تھے

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾

گنہگار ﴿﴾ پھریں گے بیچ اس کے اور کھولتے پانی کے ﴿﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ وَلِمَنْ خَافَ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور جو کوئی ڈرا

مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾

کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اس کے لیے دو باغ ﴿﴾ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾

جن میں بہت سی شاخیں ﴿﴾ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

ان دونوں میں دو چشمے بہتے ہیں ﴿﴾ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾

جھٹلاؤ گے ان دونوں میں ہر میوہ قسم قسم کا ہوگا

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے بیٹھے بچھونوں پر

◆ یعنی کسی کے بال اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ یا ہر ایک مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کو پاؤں سے ملا دیں گے اور زنجیر وغیرہ سے جکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

◆ یعنی اس وقت کہا جائے گا کہ یہ وہی دوزخ ہے جس کا دنیا میں انکار کیا کرتے تھے۔

◆ **کھولتے پانی کا عذاب** | یعنی کبھی آگ کا اور کبھی کھولتے پانی کا عذاب ہوگا۔ (اعاذنا اللہ منہما ومن سائر انواع العذاب)

◆ **اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے دو باغ** | یعنی جس کو دنیا میں ڈر لگا رہا کہ ایک روز اپنے رب کے آگے کھڑا ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے۔ اور اسی ڈر کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہا اور پوری طرح تقویٰ کے راستوں پر چلا اس کے لئے وہاں دو عالیشان باغ ہیں جن کی صفات آگے بیان کی گئی ہیں۔

◆ یعنی مختلف قسم کے پھل ہوں گے اور درختوں کی شاخیں نہایت پر میوہ اور سایہ دار ہوں گی۔

◆ یعنی جو کسی وقت تھمتے نہیں۔ نہ خشک ہوتے ہیں۔

بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝٥٤

جن کے استر تافتے کے ◆ اور میوہ ان باغوں کا جھک رہا ◆

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٥٥ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں عورتیں ہیں نیچی

الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ۝٥٦

نگاہ والیاں نہیں قربت کی ان سے کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے ◆

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٥٧ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے وہ کیسی جیسے کہ لعل

وَالْمَرْجَانُ ۝٥٨ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٥٩

اور مونگا ◆ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝٦٠ فَبِاَيِّ

اور کیا بدلہ ہے نیکی کا مگر نیکی ◆ پھر کیا کیا

اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٦١ وَمِنْ دُوْنِهِمَا

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور ان دو کے سوا اور

جَنَّتٰنِ ۝٦٢ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٦٣

دو باغ ہیں ◆ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

مُدْهَاۗمَّتٰنِ ۝٦٤ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝٦٥

گہرے سبز جیسے سیاہ ◆ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

◆ **اہل جنت کے بچھونے** | جب ان کا استر دبیز ریشم کا ہوگا تو ابرے کا اسی سے قیاس کر لو کیا کچھ ہوگا۔

◆ جس کے چننے میں کلفت نہ ہوگی۔ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں بے تکلف متمتع ہو سکیں گے۔

◆ **جنت کی عورتیں** | یعنی ان کی عصمت کو کسی نے بھی نہ چھوا، نہ انہوں نے اپنے ازواج کے سوا کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

◆ یعنی ایسی خوش رنگ اور بیش بہا۔

◆ یعنی نیک بندگی کا بدلہ نیک ثواب کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ ان جنتیوں نے دنیا میں اللہ کی احسانی عبادت کی تھی۔ گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اللہ نے ان کو احسانی بدلہ دیا "فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ" (سجدہ۔ رکوع ۲) شاید اس میں دولت دیدار کی طرف بھی اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔

◆ **جنت کے دو باغ** | شاید پہلے دو باغ مقربین کے لئے تھے اور یہ دونوں اصحاب یمین کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ سبزی جب زیادہ گہری ہوتی ہے تو سیاہی مائل ہو جاتی ہے۔

فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

ان میں دو چشمے ہیں ابلتے ہوئے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾

جھٹلاؤ گے ان میں میوے ہیں اور کھجوریں اور انار ◆

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان سب باغوں میں اچھی عورتیں ہیں

حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ

خوب صورت ◆ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے حوریں ہیں

مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا

رکی رہنے والیاں خیموں میں ◆ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی

تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۤنٌّ ﴿٧٤﴾

جھٹلاؤ گے نہیں ہاتھ لگایا ان کو کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تکیہ لگائے بیٹھے

رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ

سبز مسندوں پر اور قیمتی بچھونے نفیس پر پھر کیا کیا نعمتیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کی جو بڑائی والا

◆ جنت کے انار اور کھجور | مگر یہاں کے انار اور کھجوروں پر قیاس نہ کیا جائے۔ ان کی کیفیت اللہ ہی جانے۔

◆ یعنی اچھے اخلاق کی خوبصورت اور خوب سیرت۔

◆ گھروں میں رکنے والی حوریں | اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت ذات کی خوبی گھر میں رکے بیٹھی ہی سے ہے۔

وَالْإِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

اور عظمت والا ہے ◆

آیاتها ۹۶ (۵۶) سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۴۶) رکوعاتها ۳

سورہ واقعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیانوے آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿٢﴾

جب ہو پڑے گی ہونے والی — نہیں ہے اس کے ہو پڑنے میں — کچھ جھوٹ ◆

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿٣﴾ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ﴿٤﴾

پست کرنے والی ہے — بلند کرنے والی ◆ — جب لرزے گی زمین کپکپا کر

وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿٥﴾ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ﴿٦﴾

اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کر — پھر ہو جائیں گے — غبار اڑتا ہوا ◆

وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿٧﴾ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ

اور تم ہو جاؤ تین قسم پر ◆ — پھر داہنے والے

مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿٨﴾ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ

کیا خوب ہیں داہنے والے ◆ — اور بائیں والے

مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿٩﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿١٠﴾

کیا برے ہیں بائیں والے ◆ — اور آگے والے — (تو وہ) آگے والے

اللہ کے نام کی برکات یعنی جس نے اپنے وفاداروں پر ایسے احسان و انعام فرمائے اور غور کرو تو تمام نعمتوں میں اصلی خوبی اسی کے نام پاک کی برکت سے ہے۔ اور اسی کا نام لینے سے یہ نعمتیں حاصل ہوتی ہیں پھر سمجھ لو جس کے اسم میں اس قدر برکت ہے مسمّٰی میں کیا کچھ ہوگی۔ "وَنَسْاَلُ اللّٰہَ الْکَرِیْمَ الْوَھَّابَ ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَنْ یَّجْعَلَنَا مِنْ اَھْلِ الْجَنَّتَیْنِ الْاُوْلَیَیْنِ" آمین۔ تم سورۃ الرحمٰن وللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الواقعۃ

وقوع قیامت میں کوئی شبہ نہیں یعنی قیامت جب ہو پڑے گی اس وقت کھل جائے گا کہ یہ کوئی جھوٹی بات نہ تھی۔ نہ اسے کوئی ٹلا سکے گا۔ نہ واپس کر سکے گا۔ اور "لَا یَبْعَثُ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ" وغیرہ کے جھوٹے دعوے سب ختم ہو جائیں گے۔ کوئی شخص جھوٹی تسلیوں سے اس دن کی ہولناک سختیوں کو گھٹانا چاہے یہ بھی نہ ہوگا۔

قیامت بلند اور پست کرنے والی ہے یعنی ایک گروہ کو نیچے لے جاتی ہے اور ایک گروہ کو اوپر اٹھاتی ہے۔ بڑے بڑے متکبروں کو جو دنیا میں بہت معزز اور سربلند سمجھے جاتے تھے اسفل السافلین کی طرف دھکیل کر دوزخ میں پہنچاوے گی اور کتنے ہی متواضعین کو جو دنیا میں پست اور حقیر نظر آتے تھے ایمان و عمل صالح کی بدولت جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز کرے گی۔

پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے یعنی زمین میں سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اڑتے پھریں گے۔

قیامت میں انسانوں کی تین قسمیں یعنی وقوع قیامت کے بعد کل آدمیوں کی تین قسمیں کر دی جائیں گی۔ دوزخی، عام جنتی، اور خواص مقربین جو جنت کے نہایت اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے۔ آگے تینوں کا مجملاً ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان کے احوال کی تفصیل بیان ہوگی۔

داہنے اور بائیں والے یعنی جو لوگ عرش عظیم کی داہنی طرف ہوں گے جن کو اخذ میثاق کے وقت آدم کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا۔ اور ان کا اعمال نامہ بھی داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بھی ان کو داہنی طرف سے لیں گے۔ اس روز ان کی خوبی اور یمن و برکت کا کیا کہنا شب معراج میں حضور ﷺ نے ان ہی کی نسبت دیکھا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی داہنی طرف نظر کر کے ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

یہ لوگ آدم کے بائیں پہلو سے نکالے گئے، عرش کے بائیں جانب کھڑے کیے جائیں گے۔ اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور فرشتے بائیں طرف سے ان کو پکڑیں گے۔ ان کی نحوست اور بدبختی کا کیا ٹھکانا۔

أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۱۱﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۱۲﴾

وہ لوگ ہیں مقرب — باغوں میں نعمت کے ◆

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

انبوہ ہے پہلوں میں سے — اور تھوڑے ہیں — پچھلوں میں سے ◆

عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ﴿۱۶﴾

بیٹھے ہیں جڑاؤ تختوں پر ◆ — تکیہ لگائے ان پر — ایک دوسرے کے سامنے ◆

يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ﴿۱۷﴾ بِاَكْوَابٍ

لئے پھرتے ہیں ان کے پاس — لڑکے سدا رہنے والے ◆ — آبخورے

وَّاَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۱۸﴾ لَّا يُصَدَّعُوْنَ

اور کوزے — اور پیالہ نتھری (صاف) شراب کا — جس سے سر نہ دکھے

عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ﴿۲۰﴾

اور نہ بکواس لگے ◆ — اور میوہ جونسا پسند کریں

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ﴿۲۲﴾

اور گوشت اڑتے جانوروں کا — جس قسم کو جی چاہے ◆ — اور عورتیں گوری بڑی آنکھوں والیاں

كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ﴿۲۳﴾ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا

جیسے موتی کے دانے اپنے غلاف کے اندر ◆ — بدلہ — ان کاموں کا جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ﴿۲۵﴾

کرتے تھے — نہ سنیں گے وہاں بکواس — اور نہ گناہ کی بات

◆ **سابقین اولین** | یعنی جو لوگ کمالات علمیہ و عملیہ اور مراتب تقویٰ میں دوڑ کر اصحاب یمین سے آگے نکل گئے۔ وہ حق تعالیٰ کی رحمتوں اور مراتب قرب و وجاہت میں بھی سب سے آگے ہیں۔ ("وَهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ وَالصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَاءُ يَكُوْنُوْنَ بَيْنَ يَدَيْ رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ كما قال ابن كثيرؒ")

◆ **اولین اور آخرین کی تفسیر** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "پہلے کہا اگلی امتوں کو اور پچھلی یہ امت (محمدؐ یہ) یا پہلے پچھلے اسی امت کے (مراد ہوں) یعنی اعلیٰ درجہ کے لوگ پہلے بہت ہو چکے ہیں۔ پیچھے کم ہوتے ہیں۔" **تنبیہ** | اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر میں یہ دونوں احتمال بیان کئے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے اور روح المعانی میں طبرانی وغیرہ سے ایک حدیث ابوبکرہ کی بسند حسن نقل کی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے متعلق فرمایا ھُمَـــا جَمِيْعًا مِّنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ "واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ نے ایک تیسرا مطلب آیت کا بیان کیا ہے۔ احقر کو وہ پسند ہے۔ یعنی ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقربین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی۔ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ "خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ" ہاں اگر ابوبکرہ کی حدیث صحیح ہو جیسا کہ روح المعانی میں ہے تو ظاہر ہے وہی مطلب متعین ہوگا۔

◆ **اہل جنت کے احوال** | جو سونے کے تاروں سے بنے گئے ہیں۔

◆ یعنی نشست ایسی ہوگی کہ کسی ایک کی پیٹھ دوسرے کی طرف نہ رہے گی۔

◆ یعنی خدمت کے لئے لڑکے ہوں گے جو سدا ایک حالت پر رہیں گے۔

◆ **جنت کی شراب** | یعنی بھری اور صاف شراب جس کے قدرتی چشمے جاری ہوں گے اس کے پینے سے نہ سر گرانی ہوگی نہ کوئی گندگی کیونکہ اس میں نشہ نہ ہوگا۔ خالص سرور اور لذت ہوگی۔

◆ یعنی جس وقت جو میوہ پسند ہو اور جس قسم کا گوشت مرغوب ہو بدون محنت و تعب کے پہنچے گا۔

◆ **گوشت اور میوے** | یعنی صاف موتی کی طرح جس پر گرد و غبار کا ذرا بھی اثر نہ آیا ہو۔

إِلَّا قِيلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحٰبُ الْيَمِينِ ۙ مَآ

مگر ایک بولنا ◆ سلام سلام ◆ اور داہنے والے ◆ کیا

أَصْحٰبُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ﴿٢٨﴾ وَّطَلْحٍ

داہنے والوں کے ◆ رہتے ہیں بیری کے درختوں میں جن میں کانٹا نہیں ◆ اور کیلے

مَّنْضُودٍ ﴿٢٩﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُودٍ ﴿٣٠﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوبٍ ﴿٣١﴾ وَّ

تہ بہ تہ ◆ اور سایہ لمبا ◆ اور پانی بہتا ہوا ◆ اور

فَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوعَةٍ وَّلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾

میوے بہت ◆ نہ ختم ہونے والے ◆ اور نہ روکے ہوئے ◆

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّآ أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَآءً ﴿٣٥﴾

اور بچھونے اونچے ◆ ہم نے اٹھایا (پیدا کیا) ان عورتوں کو ایک اچھی اٹھان (پیدائش) پر

فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾ لِّأَصْحٰبِ

پھر کیا ان کو کنواریاں ◆ پیار دلانے والیاں ہم عمر ◆ واسطے داہنے

الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ

والوں کے ◆ انبوہ ہے پہلوں میں سے ◆ اور انبوہ ہے

ع

الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ أَصْحٰبُ

پچھلوں میں سے ◆ اور بائیں والے ◆ کیسے

الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَّحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ

بائیں والے ◆ تیز بھاپ میں اور جلتے پانی میں ◆ اور سایہ میں

یعنی لغو اور واہیات باتیں وہاں نہیں ہوں گی نہ کوئی جھوٹ بولے گا نہ کسی پر جھوٹی تہمت دھرے گا بلکہ ہر طرف سے سلام سلام کی آوازیں آئیں گی۔ یعنی جنتی ایک دوسرے کو اور فرشتے جنتیوں کو سلام کریں گے اور رب کریم کا سلام پہنچے گا جو بہت ہی بڑے اعزاز و اکرام کی صورت ہے اور سلام کی یہ کثرت اس کی طرف اشارہ ہے کہ اب یہاں پہنچ کر تم آفات اور مصائب سے محفوظ اور صحیح و سالم ہو گئے نہ کسی طرح کا آزار پہنچنے کا نہ کھٹکا کبھی ہوگا۔

جو قسم کے میوہ دار پھلوں سے لدے ہوں گے۔

جنت کا موسم | یعنی نہ دھوپ ہوگی نہ گرمی سردی لگے گی۔ نہ اندھیرا ہوگا۔ صبح کے بعد اور طلوع شمس سے پہلے جیسا درمیانی وقت ہوتا ہے ایسا معتدل سایہ سمجھو اور لمبا پھیلا ہوا اتنا کہ بہترین تیز رفتار گھوڑا سو برس تک چلتا رہے تو ختم نہ ہو۔

جنت کے پھل | بہت قسم کا میوہ جو نہ چکیں اس میں سے کسی نے توڑ لیا تو دنیا کے موسمی میووں کی طرح کبھی ختم ہو نہ اس کے لینے میں کسی قسم کی روک ٹوک پیش آئے۔

جنت کے فرش | یعنی بے مسند اونچے اور بچھونے ظاہر میں بھی بلند رتبہ میں بھی۔

جنت کی عورتیں | یعنی حوریں اور دنیا کی عورتیں جو جنت میں جائیں گی وہاں ان کی پیدائش اور اٹھان خدا کی قدرت سے ایسی ہوگی کہ ہمیشہ خوبصورت جوان کنواری رہیں گی۔ جن کی باتوں اور طرز و انداز پر بے ساختہ پیار آئے اور سب کو آپس میں ہم عمر رکھا جائے گا اور ان کے ازواج کے ساتھ بھی عمر کا تناسب برابر قائم رہے گا۔

یعنی اصحاب یمین پہلوں میں بھی بکثرت ہوئے ہیں اور پچھلوں میں بھی ان کی بہت کثرت ہوگی۔

يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا

دھوئیں کے — نہ ٹھنڈا — اور نہ فرحت کا ◆ — وہ لوگ تھے

قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ

اس سے پہلے خوشحال — اور ضد کرتے تھے

عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۥ أَئِذَا

اس (ایک) بڑے گناہ پر ◆ — اور کہا کرتے تھے — کیا

مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾

جب ہم مر گئے — اور ہو گئے مٹی — اور ہڈیاں — کیا ہم پھر اٹھائے جائیں گے

أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَ

اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی ◆ — تو کہہ دے — کہ اگلے اور

الْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ ۥ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ

پچھلے — سب اکٹھے ہونے والے ہیں — ایک دن مقرر کے

مَّعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾

وقت پر ◆ — پھر تم جو ہو — اے بہکے ہوئے جھٹلانے والو

لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ

البتہ کھاؤ گے ایک درخت — سینڈھ کے سے — پھر بھرو گے

مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾ فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ

اس سے پیٹ ◆ — پھر پیو گے اس پر ایک

دوزخ کے مختلف احوال | یعنی دوزخ کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا، اس کے سایہ میں رکھے جائیں گے۔ جس سے کوئی جسمانی یا روحانی آرام نہ ملے گا۔ نہ ٹھنڈک پہنچے گی، نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا۔ ذلیل و خوار اس کی تپش میں گھٹتے رہیں گے۔ یہ ان کی رنگینی خوشحالی کا جواب ہوا جس کے غرور میں اللہ اور رسول سے ضد باندھی تھی۔

وہ بڑا گناہ کفر و شرک ہے اور تکذیب انبیاء یا جھوٹی قسمیں کھا کر یہ کہنا کہ مرنے کے بعد ہرگز کوئی زندگی نہیں۔ کما قال تعالٰی "واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت" (نحل۔ رکوع ۵)

گناہ پر کفار کا اصرار | جو ہم سے بھی بہت پہلے مر چکے۔ یعنی یہ بات کس کی سمجھ میں آ سکتی ہے۔

یعنی قیامت کے دن جس کا وقت اللہ کے علم میں مقرر ہے۔

دوزخیوں کا کھانا | یعنی جب بھوک سے مضطر ہوں گے تو یہ درخت کھانے کو ملے گا اور اسی سے پیٹ بھرنا پڑے گا۔

الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا

جلتا پانی ◆ پھر پیو گے جیسے پییں اونٹ تونسے ہوئے (تونس والے) ◆

نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا

مہمانی ہے ان کی ◆ انصاف کے دن ◆ ہم نے تم کو بنایا ◆ پھر کیوں نہیں

تُصَدِّقُونَ ﴿٥٧﴾ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ أَأَنْتُمْ

سچ مانتے ◆ بھلا دیکھو تو ◆ جو پانی تم ٹپکاتے ہو ◆ اب تم

تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا

اس کو بناتے ہو ◆ یا ہم ہیں بنانے والے ◆ ہم نے ٹھہرا دیا ہے

بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ عَلَىٰ أَنْ

تم میں مرنا ◆ اور ہم عاجز نہیں ◆ اس بات سے کہ

نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾

بدلے میں لے آئیں تمہاری طرح کے لوگ ◆ اور اٹھا کھڑا کریں تم کو وہاں جہاں تم نہیں جانتے ◆

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾

اور تم جان چکے ہو ◆ پہلا اٹھان ◆ پھر کیوں نہیں یاد کرتے ◆

أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ

بھلا دیکھو تو ◆ جو تم بوتے ہو ◆ کیا تم اس کو کرتے ہو کھیتی ◆ یا

نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا

ہم ہیں کھیتی کر دینے والے ◆ اگر ہم چاہیں ◆ تو کر ڈالیں اس کو روندا ہوا گھاس

◆ **کھولتا ہوا پانی** یعنی گرمی میں تونسا ہوا اونٹ جیسے پیاس کی شدت سے ایک دم پانی چڑھاتا چلا جاتا ہے۔ یہی حال دوزخیوں کا ہوگا لیکن وہ گرم پانی جب حلق کے قریب پہنچا ئیں گے تو منہ کو بھون ڈالے گا اور پیٹ میں پہنچے گا تو آنتیں کٹ کر باہر آ پڑیں گی (العیاذ باللہ)

◆ یعنی انصاف کا مقتضا یہی تھا کہ ان کی مہمانی اس شان سے کی جائے۔

◆ یعنی اس بات کو کیوں نہیں مانتے کہ پہلے بھی اس نے پیدا کیا اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

◆ **انسان کا خالق کون ہے؟** یعنی رحم مادر میں نطفہ سے انسان کون بناتا ہے۔ وہاں تو تمہارا کسی کا ظاہر تصرف بھی نہیں چلتا۔ پھر ہمارے سوا کون ہے جو پانی کے قطرہ پر ایسی خوبصورت تصویر کھینچتا اور اس میں جان ڈالتا ہے۔

◆ یعنی جلانا مارنا سب ہمارے قبضے میں ہے۔ جب وجود وعدم کی باگ ہمارے ہاتھ میں ہوئی تو مرنے کے بعد اٹھا دینا کیا مشکل ہوگا۔

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''یعنی تم کو اور جہان میں لے جائیں، تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بسا دیں۔''

◆ یعنی پہلی پیدائش کو یاد کر کے دوسری کو بھی سمجھ لو۔

◆ **زمین سے تم اُگاتے ہو یا ہم؟** یعنی بظاہر بیج زمین میں تم ڈالتے ہو لیکن زمین کے اندر اس کی پرورش کرنا پھر باہر نکال کر ایک لہلہاتی کھیتی بنا دینا کس کا کام ہے؟ اس کے متعلق تو ظاہری اور سطحی دعویٰ بھی تم نہیں کر سکتے کہ ہمارے تیار کی ہوئی ہے۔

كَرِيمٌ ﴿٧٧﴾ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿٧٨﴾ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا

عزت والا | لکھا ہوا ہے ایک پوشیدہ کتاب میں | اس کو وہی چھوتے ہیں

الْمُطَهَّرُونَ ﴿٧٩﴾ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾

جو پاک بنائے گئے ہیں | اتارا ہوا ہے | پروردگار عالم کی طرف سے

أَفَبِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ﴿٨١﴾ وَتَجْعَلُونَ

اب کیا اس بات میں | تم سستی کرتے ہو | اور اپنا حصہ

رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ

تم یہی لیتے ہو | کہ اس کو جھٹلاتے ہو | پھر کیوں نہیں جس وقت (کسی کی) جان پہنچے

الْحُلْقُومَ ﴿٨٣﴾ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ

حلق تک | اور تم اس وقت دیکھ رہے ہو | اور ہم

أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَا

اس کے پاس ہیں تم سے زیادہ | پر تم نہیں دیکھتے | پھر کیوں نہیں

إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ

اگر تم نہیں ہو کسی کے حکم (اختیار) میں | تو کیوں نہیں پھیر لیتے اس روح کو | اگر ہو

صَادِقِينَ ﴿٨٧﴾ فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾

تم سچے | سو جو اگر وہ ہوا | مقرب لوگوں میں

فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأَمَّا إِن

تو راحت ہے اور روزی ہے | اور باغ نعمت کا | اور جو اگر

◆ **قرآن کو چھونے کے آداب** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی فرشتے اس کتاب کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ وہ کتاب یہی قرآن لکھا ہوا ہے فرشتوں کے ہاتھوں میں یا لوح محفوظ میں۔" اور بعض نے "لَا يَمَسُّهٗ" کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے یعنی اس قرآن کو نہیں چھوتے مگر پاک لوگ یعنی جو صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ہیں۔ وہی اس کے علوم و حقائق تک ٹھیک رسائی پا سکتے ہیں۔ یا اس قرآن کو نہ چھوئیں مگر پاک لوگ یعنی بدون وضو کے ہاتھ لگانا جائز نہیں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس وقت "لَا يَمَسُّهٗ" نفی نہی کے لئے ہوگی۔

◆ **رب العالمین کا نازل کردہ کلام** یعنی یہ کوئی جادو ٹونا نہیں نہ کاہنوں کی تک بندی اور بے سروپا باتیں ہیں نہ شاعرانہ تک بندیاں بلکہ بڑی مقدس و معزز کتاب ہے، جو رب العالمین نے عالم کی ہدایت و تربیت کے لئے اتاری۔ جس خدا نے چاند سورج اور تمام ستاروں کا نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام قائم کیا۔ یہ ستارے ایک اٹل قانون کے ماتحت اپنے روزانہ غروب سے اسی کی عظمت و وحدانیت اور قاہرانہ تصرف و اقتدار کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں (کما احتج بہ ابراھیم علی قومہ) بزبان حال سے شہادت دیتے ہیں کہ جس اٹل و برتر ہستی کے دست غیبی کے ہاتھ میں ہماری باگ ہے وہی اکیلا زمین و جبال، پانی، آگ، ہوا، مٹی اور کائنات کے ذرے ذرے کا مالک و خالق ہوگا۔ کیا ایسے روشن آسمانی نشانات کو دیکھ کر ان مضامین کی صداقت میں کوئی شبہ رہ سکتا ہے جو پچھلے رکوع میں بیان ہوئے ہیں۔ اور کیا ایک عاقل اس عظیم الشان نظام فلکی پر نظر ڈال کر اتنا نہیں سمجھ سکتا کہ ایک دوسرا باطنی نظام شمسی بھی جو قرآن کریم اور اس کی آیات یا تمام کتب سماویہ سے عبارت ہے، اسی پروردگار عالم کا قائم کیا ہوا ہے جس نے اپنی قدرت و رحمت کاملہ سے یہ ظاہری نظام قائم فرمایا۔ وہی تو ایک خدا ہے جس نے روحانی ستاروں کے غروب ہونے کے بعد آفتاب قرآن کو چمکایا، اور اپنی مخلوق کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا۔ آج تک یہ آفتاب برابر چمک رہا ہے۔ کس کی مجال ہے جو اس کو بدل سکے یا غائب کر دے۔ اس کے انوار و برکات ان ہی دلوں میں پوری طرح منعکس ہوتی ہیں جو دھو کر پاک و صاف کر لئے جائیں۔

◆ **کفار کی تکذیب اور ناشکری** یعنی کیا یہ اتنی بڑی دولت ہے جس سے منتفع ہونے میں تم سستی اور کاہلی کرو۔ اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھ لیا ہو کہ اس کے بتلائے ہوئے حقائق کو جھٹلاتے رہو۔ جیسے بارش کو دیکھ کر کہہ دیا کرتے ہو کہ فلاں ستارہ فلاں برج میں آ گیا تھا اس سے بارش ہوگئی۔ گویا خدا سے کوئی مطلب ہی نہیں۔ اسی طرح اس باران رحمت کی قدر نہ کرو جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی ہے اور یہ کہہ دیا کرو کہ اللہ کی اتاری ہوئی نہیں۔ سخت بدبختی اور حرماں نصیبی ہے۔ کیا ایک نعمت کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کو جھٹلایا جائے۔

◆ **کیا تم کسی کے قابو میں نہیں ہو؟** یعنی ایسی بے فکری اور بے خوفی سے اللہ کی باتوں کو جھٹلاتے ہو گویا تم کسی دوسرے کے حکم اور اختیار میں نہیں، نہ کبھی مرو، اور خدا کے پاس جانا ہی نہیں۔ اچھا جس وقت تمہارے کسی عزیز محبوب کی جان نکلنے والی ہو، سانس حلق میں اٹک جائے، موت کی سختیاں گذر رہی ہوں اور تم پاس بیٹھے اس کی بے بسی اور درماندگی کا تماشا دیکھتے ہو، ادھر دوسری طرف خدا یا اس کے فرشتے تم سے زیادہ اس کے نزدیک ہیں جو تمہیں نظر نہیں آتے اگر تم کسی دوسرے کے قابو میں نہیں تو اس وقت کیوں اپنے پیارے کی جان کو اپنی طرف نہیں پھیر لیتے اور کیوں بادل نخواستہ اپنے سے جدا ہونے دیتے ہو دنیا کی طرف واپس لا کر اسے آنے والی سزا سے کیوں بچا نہیں لیتے۔ اگر اپنے دعووں میں سچے ہو تو ایسا کر دکھاؤ۔

كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ

وہ ہو | داہنے والوں میں | تو سلامتی پہنچے تجھ کو

اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ

داہنے والوں سے | اور جو اگر وہ ہو | جھٹلانے والوں

الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ

بہکنے والوں میں سے | تو مہمانی ہے جلتا پانی | اور ڈالنا

جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ

آگ میں | بے شک یہ بات یہی ہے لائق یقین کے | سو بول پاکی

بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا

آیاتہا ۲۹ | (۵۷) سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۴) | رکوعاتہا ۴

سورۂ حدید مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی انتیس آیتیں ہیں اور چار رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے | جو کچھ ہے آسمانوں میں | اور زمین میں | اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ

حکمتوں والا | اسی کے لیے ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا | جلاتا ہے اور

مقربین اور اصحاب یمین | یعنی تم ایک مدت کے لئے جہاں سے ہو آئے تھے وہاں واپس اپنے ٹھکانے پر پہنچنا ضروری ہے۔ اگر وہ مرنے والا مقربین میں سے ہے تو اعلیٰ درجہ کی روحانی و جسمانی راحت و عیش کے سامانوں میں پہنچ جائے گا۔ اور "اصحاب یمین" میں سے ہے تو بھی کچھ کھٹکا نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی خاطر جمع رکھ ان کی طرف سے" یا یہ مطلب ہے کہ اصحاب یمین کی طرف سے اس کو سلام پہنچے گا۔ یا اس کو کہا جائے گا کہ تجھ کو سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اور تو "اصحاب یمین" میں شامل ہے۔ بعض احادیث میں ہے کہ موت سے پہلے ہی مرنے والے کو یہ بشارت مل جاتی ہے۔ اور اسی طرح مجرموں کو ان کی بدحالی کی اطلاع دے دی جاتی ہے۔

یعنی ان کا انجام یہ ہوگا کہ مرنے سے پہلے اگلی خبر سنا دی جائے گی۔

آخرت کی یہ تمام خبریں پکی تھیں | یعنی تمہاری تکذیب سے کچھ نہیں ہوتا۔ جو کچھ اس سورت میں مومنین اور مجرمین کی خبر دی گئی ہے بالکل یقینی ہے اسی طرح ہو کر رہے گا۔ خواہ تم شبہ ہی کر کے اپنے نفس کو دھوکا دو۔ بہتر ہے اس وقت کی تیاری کر لو۔

اللہ کی تسبیح میں مشغول رہو | یعنی تسبیح و تحمید میں مشغول رہو۔ یہی وہاں کی تیاری ہے۔ اس جملہ مختصر میں رب عظیم کی ان آیات و بینات سے بھی کچھ ملی رہتی ہے اور ان کے برخلاف خیالات کا رد بھی ہو جاتا ہے۔ یہیں سورت کے خاتمہ پر جی چاہتا ہے کہ وہ حدیث نقل کر دی جائے جس پر امام بخاری نے اپنی کتاب کو ختم فرمایا ہے۔ "عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان الله وبحمده سبحان الله العظیم" تم سورة الواقعة ولله الحمد والمنة

سورۃ الحدید

ہر شے تسبیح کرتی ہے | یعنی زبان حال سے یا قال سے یا دونوں سے۔

يُمِيتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲﴾ هُوَ الْاَوَّلُ

مارتا ہے ۔ اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے ◆ وہی ہے سب سے پہلا

وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

اور سب سے پچھلا ◆ اور باہر ۔ اور اندر ۔ اور وہ سب کچھ

عَلِيمٌ ﴿۳﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

جانتا ہے ◆ وہی ہے جس نے بنائے ۔ آسمان ۔ اور زمین

فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا

چھ دن میں ۔ پھر قائم ہوا ۔ تخت پر ◆ جانتا ہے جو

يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ

اندر جاتا ہے زمین کے ۔ اور جو اس سے نکلتا ہے ◆ اور جو کچھ اترتا ہے

مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ

آسمان سے ۔ اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے ◆ اور وہ تمہارے ساتھ ہے ۔ جہاں

مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۴﴾ لَهُ

کہیں تم ہو ۔ اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے ◆ اسی کے لیے ہے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

راج آسمانوں کا ۔ اور زمین کا ۔ اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں

الْاُمُورُ ﴿۵﴾ يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ

سب کام ◆ داخل کرتا ہے رات کو ۔ دن میں ۔ اور داخل کرتا ہے دن کو

◆ **موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے** | یعنی آسمان و زمین میں سب جگہ اسی کا حکم اور اختیار چلتا ہے۔ ایجاد و اعدام کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی طاقت اس کے تصرف تکوینی کو روک نہیں سکتی۔

◆ جب کوئی نہ تھا وہ موجود تھا اور کوئی نہ رہے وہ موجود رہے گا۔

◆ **اللہ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی** | ہر چیز کا وجود و ظہور اسی کے وجود سے ہے لہٰذا اس کا وجود اگر ظاہر و باہر نہ ہو تو اور کس کا ہوگا۔ عرش سے فرش تک اور ذرہ سے آفتاب تک ہر چیز کی ہستی اس کی ہستی کی روشن دلیل ہے لیکن اسی کے ساتھ اس کی کنہ ذات اور حقائق صفات تک عقل و ادراک کی رسائی نہیں۔ کسی ایک صفت کا احاطہ بھی کوئی نہیں کر سکتا نہ اپنے قیاس و رائے سے اس کی کچھ کیفیت بیان کر سکتا ہے۔ ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس سے زیادہ باطن اور پوشیدہ کوئی نہیں۔ بہرحال وہ اندر بھی باہر بھی، ظاہر بھی باطن بھی، کھلے اور چھپے ہر قسم کے احوال کا جاننے والا ہے۔ ظاہر (بمعنی غالب) ایسا کہ اس سے اوپر کوئی قوت نہیں۔ باطن ایسا کہ اس سے پرے کوئی موضع نہیں جہاں اس کی آنکھ سے اوجھل ہو کر چھپ سکے۔ ففی الحدیث وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ۔

◆ اس کا بیان سورہ اعراف میں آٹھویں پارے کے ختم سے کچھ پہلے گذر چکا ہے۔

◆ مثلاً بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے اور کھیتی درخت وغیرہ اس سے باہر نکلتے ہیں۔ اس کا بیان سورۂ "سبا" میں گذر چکا۔

◆ آسمان کی طرف سے اترتے ہیں فرشتے، احکام قضا و قدر کے فیصلے اور بارش وغیرہ اور چڑھتے ہیں بندوں کے اعمال اور ملائکۃ اللہ۔

◆ **ہر جگہ اللہ تمہارے ساتھ ہے** | یعنی کسی وقت تم سے غائب نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں تم ہو اور جس حال میں ہو وہ خوب جانتا ہے اور تمہارے کھلے چھپے اعمال کو دیکھتا ہے۔

◆ **زمین و آسمان میں اللہ کی حکومت** | یعنی اس کی قلمرو سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے۔ تمام آسمان و زمین میں اسی اکیلے کی حکومت ہے اور آخرکار سب کاموں کا فیصلہ وہیں سے ہوگا۔

فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۞ آمِنُوا

رات میں ◆ اور اس کو خبر ہے جیوں کی بات کی ◆ یقین لاؤ

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ

اللہ پر اور اس کے رسول پر اور خرچ کرو اس میں سے جو تمہارے ہاتھ میں دیا ہے اپنا نائب

فِيهِ ۖ فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَأَنفَقُوا لَهُمْ أَجْرٌ

کر کر ◆ سو جو لوگ تم میں یقین لائے ہیں اور خرچ کرتے ہیں ان کو بڑا

كَبِيرٌ ۞ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۙ وَالرَّسُولُ

ثواب ہے ◆ اور تم کو کیا ہوا کہ یقین نہیں لاتے اللہ پر اور رسول

يَدْعُوكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ

بلاتا ہے تم کو کہ یقین لاؤ اپنے رب پر اور لے چکا ہے تم سے عہد کا

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۞ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ

اگر ہو تم ماننے والے ◆ وہی ہے جو اتارتا ہے اپنے

عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ

بندے پر آیتیں صاف کہ نکال لائے تم کو اندھیروں سے

إِلَى النُّورِ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۞ وَمَا

اجالے (چاندنی) میں اور اللہ تم پر نرمی کرنے والا ہے مہربان ◆ اور

لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ

تم کو کیا ہوا ہے کہ خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور اللہ کو بچ رہتی

◆۱ **اللہ کی قدرت اور علم** یعنی کبھی دن کو گھٹا کر رات بڑی کر دیتا ہے اور کبھی اس کے برعکس رات کو گھٹا کر دن بڑا کر دیتا ہے۔

◆۲ یعنی دلوں میں جو نیتیں اور ارادے پیدا ہوں یا خطرات و وساوس آئیں، وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

◆۳ **تم مال کے مالک نہیں بلکہ نائب ہو** یعنی جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کا مالک اللہ ہے تم صرف امین اور خزانچی ہو۔ لہٰذا جہاں وہ مالک بتلائے وہاں اس کے نائب کی حیثیت سے خرچ کرو اور یہ بھی ملحوظ رکھو کہ پہلے یہ مال دوسروں کے ہاتھ میں تھا ان کے جانشین تم بنے۔ ظاہر ہے تمہارا جانشین کوئی اور بنایا جائے گا۔ پھر جب معلوم ہے کہ یہ چیز نہ پہلوں کے پاس رہی نہ تمہارے پاس رہے گی تو ایسی زائل و فانی چیز سے اتنا دل لگانا مناسب نہیں کہ ضروری اور مناسب مواقع میں بھی آدمی خرچ کرنے سے کترائے۔

◆۴ لہٰذا ضروری ہے کہ جن لوگوں میں یہ صفت و خصلت موجود نہیں، اپنے اندر پیدا کریں اور جن میں موجود ہے اس پر ہمیشہ مستقیم رہیں اور ایمان کے مقتضی پر عمل رکھیں۔

◆۵ **اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟** یعنی اللہ پر ایمان لانے یا یقین و معرفت کے راستوں پر پہنچنے سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ اور اس معاملہ میں سستی یا تقاعد کیوں ہو جبکہ خدا کا رسول تم کو کسی اجنبی اور غیر معقول چیز کی طرف نہیں بلکہ تمہارے حقیقی پرورش کرنے والے کی طرف دعوت دے رہا ہے جس کا اعتقاد تمہاری اصل فطرت میں ودیعت کر دیا گیا اور جس کی ربوبیت کا اقرار تم دنیا میں آنے سے پہلے کر چکے ہو۔ چنانچہ آج تک اس اقرار کا کچھ نہ کچھ اثر بھی قلوب بنی آدم میں پایا جاتا ہے۔ پھر دلائل و براہین اور ارسال رسل کے ذریعے سے اس ازلی عہد و پیمان کی یاد دہانی اور تجدید بھی کی گئی اور انبیائے سابقین نے اپنی امتوں سے یہ عہد بھی لیا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں گے۔ اور تم میں بہت سے وہ بھی ہیں جو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت و طاعت اور امتثال کی تکمیل اللہ وغیرہ امور ایمانیہ پر کاربند رہنے کا پکا عہد کر چکے ہیں۔ پس ان مبادی کے بعد کہاں گنجائش ہے کہ جو بات کا اقرار رکھتا ہو وہ نہ مانے اور جو مان چکا ہو وہ اس سے انحراف کرنے لگے۔

◆۶ **قرآن کفر و جہل کے اندھیروں سے نکالنے کیلئے ہے** یعنی قرآن اتارا اور صداقت کے نشان دیئے تا ان کے ذریعہ سے تم کو کفر و جہل کے اندھیروں سے نکال کر ایمان و علم کے اجالے میں لے آئے۔ یہ اللہ کی بہت ہی بڑی شفقت اور مہربانی ہے۔ اگر سختی کرتا تو ان ہی اندھیروں میں پڑا چھوڑ کر تم کو ہلاک کر دیتا۔ یا ایمان لانے کے بعد بھی پچھلی خطاؤں کو معاف نہ کرتا۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ

میراث آسمانوں اور زمین کی ◆ برابر نہیں تم میں جس نے کہ خرچ کیا

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۚ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً

فتح سے پہلے ◆ اور لڑائی کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے

مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۚ وَكُلًّا

ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں اور سب سے

وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا ◆ اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ◆

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ

کون ہے ایسا جو قرض دے اللہ کو اچھی طرح پھر وہ دونا کر دے اس کو

لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ

اس کے لیے اور اس کو ثواب ہے عزت کا ◆ جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور

الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ

ایمان والی عورتوں کو دوڑتی ہوئی چلتی ہے ان کی روشنی ان کے آگے اور ان کے داہنے ◆

بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خوشخبری ہے تم کو آج کے دن باغ ہیں کہ نیچے بہتی ہیں ان کے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ يَوْمَ

سدا رہو ان میں یہی ہے بڑی مراد ملنی ◆ جس دن

◆ **اللہ کی راہ میں کیوں خرچ نہیں کرتے** | یعنی مالک فنا ہو جاتا ہے اور ملک اللہ کا ہی رہتا ہے اور پیسے تو ہمیشہ اسی کا مال تھا۔ پھر اس کے مال میں سے اس کے حکم کے موافق خرچ کرنا بھاری کیوں معلوم ہو، خوشی اور اختیار سے نہ دو گے تو سب اختیار اسی کے پاس پہنچے گا۔ بندگی کا اقتضاء یہ ہے کہ خوش دلی سے پیش کرے اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے فقر و افلاس سے نہ ڈرے، کیونکہ زمین و آسمان کے خزانوں کا مالک اللہ ہے۔ کیا اس کے راستہ میں خوشدلی سے خرچ کرنے والا محتاج رہے گا؟ "ولا تخش من ذی العرش اقلالا"

◆ **فتح مکہ سے پہلے کے مسلمانوں کا درجہ** | اور بعض نے فتح سے مراد صلح حدیبیہ لی ہے اور بعض روایات سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔

◆ یعنی یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہے خدا اس کا بہتر بدلہ دنیا و آخرت میں دے گا۔ لیکن جن مقدور والوں نے "فتح مکہ" یا "حدیبیہ" سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے کے ہیں۔ بعد والے مسلمان ان کو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت تھا کہ حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے۔ اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت اسلام کو جانی اور مالی قربانیوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال و غنائم وغیرہ کی توقعات بہت کم۔ ایسے حالات میں ایمان لانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال لٹا دینا بڑے اولوالعزم اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ورزقنا اللہ اتباعہم وحبہم۔ آمین۔

◆ یعنی اللہ کو سب خبر ہے کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے اور اس میں اخلاص کا وزن کتنا ہے۔ اپنے علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

◆ **کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "قرض کے معنی یہ کہ اس وقت جہاد میں خرچ کرو۔ پھر تم ہی دولتیں لو گے (اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے) ایسے ہی معنی ہیں دونے کے۔ ورنہ مالک میں اور غلام میں سودا نہیں۔ جو دیوے سو اسی کا جو دیا سو اسی کا۔"

◆ **پل صراط پر ایمان و اعمال کی روشنی** | میدان حشر میں جس وقت پل صراط پر جائیں گے سخت اندھیرا ہو گا تب اپنے ایمان اور عمل صالح کی روشنی ساتھ ہو گی۔ شاید ایمان کی روشنی جس کا محل قلب ہے آگے اور عمل صالح کی داہنے کیونکہ نیک عمل داہنی طرف جمع ہوتے ہیں۔ جس درجہ کا کسی کا ایمان و عمل ہو گا اسی درجہ کی روشنی ملے گی۔ اور غالباً اس امت کی روشنی اپنے نبی کے طفیل دوسری امتوں کی روشنی سے زیادہ صاف اور تیز ہو گی۔ بعض روایات سے بائیں جانب بھی روشنی کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب شاید یہ ہو گا کہ روشنی کا اثر ہر طرف پہنچے گا۔ واللہ اعلم۔

◆ کیونکہ جنت اللہ کی خوشنودی کا مقام ہے۔ جو وہاں پہنچ گیا سب مرادیں پا گیا۔

يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

کہیں گے دغاباز مرد اور عورتیں ایمان والوں کو

انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا

ذرا ہم کو دیکھو (انتظار کرو ہمارا) ہم بھی روشنی لے لیں (حاصل کریں) تمہارے نور سے کوئی کہے گا لوٹ جاؤ

وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ

پیچھے پھر ڈھونڈو روشنی پھر کھڑی کر دی جائے ان کے بیچ میں ایک دیوار جس میں ہوگا

بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ

دروازہ اس کے اندر رحمت ہوگی اور باہر کی طرف

الْعَذَابُ ۝۱۳ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى

عذاب ◆ یہ ان کو پکاریں گے کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ ◆ کہیں گے کیوں نہیں

وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ

لیکن تم نے بچلا دیا اپنے آپ کو اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے

وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ

اور بہک گئے اپنے خیالوں پر یہاں تک کہ آ پہنچا حکم اللہ کا اور تم کو بہکا دیا

بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝۱۴ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ

اللہ کے نام سے اس دغاباز نے ◆ سو آج تم سے قبول نہ ہوگا فدیہ (معاوضہ) دینا

وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ

اور نہ منکروں سے تم سب کا گھر دوزخ ہے وہی ہے

◆ **مومنین اور منافقین کے درمیان دیوار** یعنی مومنین اور منافقین کے بیچ میں دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا۔ اس دروازے سے مومن جنت کی طرف جا کر منافقوں کی نظر سے اوجھل ہو جائیں گے۔ دروازہ کے اندر پہنچ کر جنت کا سماں ہوگا اور ادھر دروازہ سے باہر عذاب الٰہی کا منظر دکھائی دے گا۔

◆ **منافقوں کی مومنوں سے التجا** تصہ یہ ہے کہ کھلے ہوئے کافر پل صراط پر نہیں چلیں گے بلکہ پہلے ہی دوزخ میں اس کے دروازوں سے دھکیل دیئے جائیں گے ہاں جو کسی نبی کی امت میں ہیں سچے یا کچے انہیں پل صراط سے گذرنے کا حکم ہوگا۔ پل پر چڑھنے سے پہلے ایک سخت اندھیری لوگوں کو گھیرے گی۔ اس وقت ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہوگی۔ منافق بھی ان کی روشنی میں پیچھے پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن جلد آگے بڑھ جائیں گے اس لئے ان کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی تب وہ پکاریں گے کہ میاں ذرا ٹھہرو، ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ۔ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں۔ آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس مصیبت کے وقت ہم کو اندھیرے میں پڑا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو کیا رفاقت کا حق یہی ہے۔ جواب ملے گا کہ پیچھے لوٹ کر روشنی تلاش کرو اگر مل سکے تو وہاں سے لے آؤ۔ یہ پیچھے ہٹیں گے اتنے میں دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ یعنی روشنی دنیا میں کمائی جاتی ہے وہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے یا پیچھے سے وہ جگہ مراد ہو جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا تھا۔

◆ **منافقین کو مسلمانوں کا جواب** یعنی بیشک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات و شہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکا دے کر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہی دھوکا رہا کیا کہ ان منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں۔ بلکہ یہ خیالات اور امیدیں پکائیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا یہ سب قصہ ختم ہو جائے گا آخر ہم ہی غالب ہوں گے رہا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ ان ہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور موت نے آ دبایا اور اس بڑے دغاباز (شیطان) نے تم کو بہکا کر ایسا کھو دیا کہ اب کبھی رستگاری کی شکل نہیں رہی۔

مَوْلٰىكُمْ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ

رفیق تمہارا ◆ اور بری جگہ جا پہنچے ◆ کیا وقت نہیں آیا ایمان

اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ

والوں کو کہ گڑگڑائیں ان کے دل اللہ کی یاد سے اور جو اترا ہے

مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

سچا دین ◆ اور نہ ہوں ان جیسے جن کو کتاب ملی تھی

مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ

اس سے پہلے پھر دراز گزری ان پر مدت پھر سخت ہو گئے ان کے دل

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اور بہت ان میں نافرمان ہیں ◆ جان رکھو کہ اللہ

يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرنے کے بعد ہم نے کھول کر سنا دیے تم کو

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ

پتے اگر تم کو سمجھ ہے ◆ تحقیق جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد

وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ

اور عورتیں اور قرض دیتے ہیں اللہ کو اچھی طرح ان کو ملتا ہے

لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دونا اور ان کو ثواب ہے عزت کا ◆ اور جو لوگ یقین لائے

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖۗ وَالشُّهَدَآءُ

اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر — وہی ہیں سچے ایمان والے — اور لوگوں کا احوال بتلانے والے

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ

اپنے رب کے پاس — ان کے واسطے ہے ان کا ثواب اور ان کی روشنی ◆ — اور جو لوگ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ

منکر ہوئے — اور جھٹلایا ہماری باتوں کو — وہ ہیں دوزخ کے

الْجَحِيْمِ ۝ اِعْلَمُوْۤا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ

لوگ ◆ — جان رکھو — کہ دنیا کی زندگی یہی ہے — کھیل

ع ۲ / ۱۸

وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى

اور تماشا — اور بناؤ — اور بڑائیاں کرنی آپس میں — اور بہتایت ڈھونڈنی

الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ

مال کی — اور اولاد کی — جیسے حالت ایک مینہ کی — جو خوش لگا کسانوں کو

نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ

اس کا سبزہ — پھر زور پر آتا ہے — پھر تو دیکھے زرد ہو گیا — پھر ہو جاتا ہے

حُطٰمًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ

روندا ہوا گھاس — اور آخرت میں سخت عذاب ہے — اور معافی بھی ہے

مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ

اللہ سے — اور رضامندی — اور دنیا کی زندگانی تو یہی ہے

سچے ایمان والوں کی شہادت | مترجم محقق رحمہ اللہ نے بظاہر "اَلشُّهَدَآءُ" کا عطف "الصِّدِّيْقُوْنَ" پر مانا ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر پوری طرح یقین لائے (اور اس یقین کا اثر ان کے اعمال و احوال میں ظاہر ہونا چاہیئے) تو سچے اور پکے ایماندار یہی ہیں۔ اور اللہ کے ہاں یہی حضرات بطور گواہ کے دوسرے لوگوں کا حال بتلائیں گے۔ کما قال "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" (بقرہ رکوع ۱۷) آخرت میں ان سچے ایمان والوں کو اپنے اپنے عمل اور درجہ ایمان کے موافق ثواب اور روشنی عطا ہوگی (آیت کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے مگر رعایت اختصار ان کے نقل کی اجازت نہیں دیتی۔)

یعنی دوزخ اصل میں ان ہی کے لئے بنی ہے۔

إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ

مال دغا کا (یہ دنیا کی) ◆ بڑھ کر چلو اپنے رب کی معافی کی

مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ

طرف کو اور جنت کو ◆ جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان

وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَ

اور زمین کا ◆ تیار کی ہے واسطے ان کے جو یقین لائے اللہ پر اور

رُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ

اس کے رسولوں پر یہ فضل اللہ کا ہے دے اس کو جس کو چاہے

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾ مَا أَصَابَ مِن

اور اللہ کا فضل بڑا ہے ◆ کوئی آفت

مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا

نہیں پڑتی ملک میں اور نہ تمہاری جانوں میں جو

فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ

لکھی نہ ہو ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو دنیا میں ◆ بیشک یہ

عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا

اللہ پر آسان ہے ◆ تاکہ تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو

فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا

ہاتھ نہ آیا اور نہ شیخی کیا کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا ◆ اور اللہ کو

◆ **حیات دنیوی کی مثال** آدمی اوائل عمر میں کھیل چاہتا ہے، پھر تماشا، پھر بناؤ سنگار (اور فیشن) پھر ساکھ بڑھانا، اور نام و نمود حاصل کرنا، پھر موت کے دن قریب آئیں تو مال و اولاد کی فکر کے پیچھے پڑا رہتا ہے، گھر یا جائیداد ہے اولاد آسودگی سے بسر کرے۔ مگر یہ سب ٹھاٹھ سامان فانی اور زائل ہیں جیسے کھیتی کی رونق و بہار چند روزہ ہوتی ہے اور پھر زرد پڑ جاتی ہے اور آدمی اور جانور اس کو روند کر چورا کر دیتے ہیں۔ اس شادابی اور خوبصورتی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ یہی حال دنیا کی زندگانی اور اس کے سازو سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دغا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے۔ آدمی اس کی عارضی بہار سے فریب کھا کر اپنا انجام تباہ کر لیتا ہے۔ حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں۔ وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا۔ یعنی ایمان اور عمل صالح۔ جو شخص دنیا سے یہ چیز کما کر لے گیا سمجھو بیڑا پار ہے۔ آخرت میں اس کے لئے مالک کی خوشنودی و رضامندی اور جو دولت ایمان سے تہی دست، بلکہ کفر و عصیان کا بوجھ لے کر پہنچا اس کے لئے سخت عذاب اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اس کے لئے جلد یا بدیر ٹھکے کھا کر معافی ہے۔ دنیا کا خلاصہ وہ تھا آخرت کا یہ ہوا۔

◆ ۱ **بخشش اور جنت کی طرف دوڑو** یعنی موت سے پہلے وہ سامان کر لو جس سے تقصیریں معاف ہوں اور بہشت ملے۔ اس کام میں سستی اور دیر کرنا مناسب نہیں۔

◆ ۲ یعنی آسمان اور زمین دونوں کو اگر ملا کر رکھا جائے تو اس کے برابر جنت کا عرض ہوگا۔ طول کتنا ہوگا؟ یہ اللہ ہی جانے۔

◆ ۳ یعنی ایمان و عمل بیشک حصول جنت کے اسباب ہیں۔ لیکن حقیقت میں ملتی ہے اللہ کے فضل سے۔ اس کا فضل نہ ہو تو سزا سے چھوٹنا ہی مشکل ہے۔ جنت ملنا تو درکنار۔

◆ ۵ **ہر شے لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے** خلق میں جو عام آفت آئے مثلاً قحط، زلزلہ وغیرہ اور خود تم کو جو مصیبت لاحق ہو مثلاً مرض وغیرہ وہ سب اللہ کے علم میں قدیم سے طے شدہ ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اسی کے موافق دنیا میں ظہور ہو کر رہیگا۔ ایک ذرہ بھر کم و بیش یا پس و پیش نہیں ہو سکتا۔

◆ ۶ یعنی اللہ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے کچھ محنت سے حاصل کرنا نہیں پڑا۔ پھر اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات و حوادث کو قبل از وقوع کتاب (لوح محفوظ) میں درج کر دینا اس کے لئے کیا مشکل ہے۔

◆ ۷ **تنگی و فراخی میں مسلمان کا طرز عمل** یعنی اس حقیقت پر اس لئے مطلع کر دیا کہ تم خوب سمجھ لو کہ جو بھلائی تمہارے لئے مقدر ہے ضرور پہنچ کر رہیگی اور جو مقدر نہیں وہ کبھی ہاتھ نہیں آ سکتی۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں ٹھہر چکا ہے وہ ہی ہو کر رہیگا۔ لہٰذا جو فوت شدہ چیز ہاتھ نہ لگے اس پر غمگین و مضطرب ہو کر پریشان نہ ہو اور جو قسمت سے ہاتھ لگ جائے اس پر اکڑو اور اتراؤ نہیں بلکہ مصیبت و ناکامی کے وقت صبر و تسلیم اور راحت و کامیابی کے وقت شکر و تحمید سے کام لو۔

تنبیہ پہلے "اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ" الخ میں بتلایا تھا کہ دنیا کے سامان عیش و طرب میں پڑ کر آدمی کو آخرت سے غافل نہ ہونا چاہئے۔ آیۂ ہذا میں متنبہ فرما دیا کہ یہاں کی تکالیف و مصائب میں گھر کر بھی حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔

يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ

خوش نہیں کرتا | کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا | وہ جو کہ آپ بخل کرتے ہیں

وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَتَوَلَّ

اور سکھلائیں لوگوں کو بخل | اور جو کوئی منہ موڑے

فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا

تو اللہ آپ ہے بے پروا سب خوبیوں کے ساتھ موصوف | ہم نے بھیجے ہیں

رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ

اپنے رسول | نشانیاں دے کر | اور اتاری ان کے ساتھ کتاب

وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۖ وَأَنْزَلْنَا

اور ترازو | تاکہ لوگ سیدھے رہیں | انصاف پر | اور ہم نے اتارا

الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

لوہا | اس میں سخت لڑائی ہے | اور لوگوں کے کام چلتے ہیں

وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ

اور تاکہ معلوم کرے اللہ | کون مدد کرتا ہے اس کی | اور اس کے رسولوں کی بن دیکھے

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَ

بے شک اللہ زور آور ہے زبردست | اور ہم نے بھیجا نوح کو | اور

إِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ

ابراہیم کو | اور ٹھہرا دی دونوں کی اولاد میں پیغمبری | اور کتاب

شیخی اور بڑائی اللہ کو پسند نہیں | اکثر شیخی بگھاروں کی حالت یہ ہی ہوتی ہے کہ بڑائی اور شیخی تو بہت ماریں گے مگر خرچ کرنے کے نام ایک پیسہ جیب سے نہ نکلے گا۔ نہ کسی اچھے کام میں خود دینے کی توفیق نہ ہوگی اور اپنے قول و فعل سے دوسروں کو بھی یہی سبق پڑھائیں گے۔ موقع پر بے دھڑک خرچ کرنا متوکلوں اور ہمت والوں کا کام ہے جو پیسہ سے محبت نہیں کرتے اور جانتے ہیں کہ تنگی اور فراخی سب اسی مالک علی الاطلاق کی طرف سے ہے۔

بخل کی مذمت | یعنی تمہارے خرچ کرنے یا نہ کرنے سے اس کو کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچتا۔ وہ تو بے نیاز اور بے پرواہ ذات ہے۔ تمام خوبیاں علیٰ وجہ الکمال اس کی ذات میں جمع ہیں۔ تمہارے کسی فعل سے اس کی کسی خوبی میں اضافہ نہیں ہوتا۔ جو کچھ نفع نقصان ہے تمہارا ہے۔ خرچ کرو گے خود فائدہ اٹھاؤ گے نہ کرو گے گھاٹے میں رہو گے۔

نزول کتاب و میزان | کتاب اور ترازو۔ شاید یہی تو ہے کہ ترازو کو لیا کہ اس کے ذریعہ سے بھی حقوق ادا کرنے اور لین دین میں انصاف ہوتا ہے۔ یعنی کتاب اللہ اس لئے اتاری کہ لوگ عقائد اور اخلاق و اعمال میں سیدھے انصاف کی راہ چلیں۔ افراط و تفریط کے راستہ پر قدم نہ ڈالیں اور ترازو اس لئے پیدا کی کہ ناپ تول اور لین دین کے معاملات میں انصاف کا پلہ کسی طرف اٹھا یا جھکا نہ رہے۔ اور ممکن ہے ترازو سے شریعت کو مراد لیا ہو۔ جو تمام اعمال قلبیہ و قالبیہ کے حسن و قبح کو ٹھیک ٹھیک جانچ تول کر بتلاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ہم نے لوہا اتارا | یعنی اپنی قدرت سے پیدا کیا اور زمین میں اس کی کانیں رکھ دیں۔

یعنی لوہے سے لڑائی کے سامان (اسلحہ وغیرہ) تیار ہوتے ہیں۔ اور لوگوں کے بہت سے کام چلتے ہیں۔

یعنی جو آسمانی کتاب سے راہ راست پر نہ آئیں اور انصاف کی ترازو کو دنیا میں سیدھا نہ رکھیں، ضرورت پڑے گی کہ ان کی گوشمالی کی جائے اور ظالم و مجرم معاندین پر اللہ و رسول کے احکام کا وقار و اقتدار قائم رکھا جائے۔ اس وقت شمشیر کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنا اور ایک خالص دینی جہاد میں اسی لوہے سے کام لینا ہوگا۔ اس وقت کھل جائیگا کہ کون ہے وفادار بندے ہیں جو بن دیکھے خدا کی محبت میں آخرت کے غائبانہ اجر و ثواب پر یقین کر کے اس کے دین اور اس کے رسولوں کی مدد کرتے ہیں۔

یعنی جہاد کی تعلیم و ترغیب اس سے نہیں دی گئی کہ اللہ تمہاری امداد و اعانت کا محتاج ہے۔ بھلا اس زور آور اور زبردست ہستی کو کمزور مخلوق کی کیا حاجت ہو سکتی ہے۔ ہاں تمہاری وفاداری کا امتحان مقصود ہے تاکہ جو بندے اس میں کامیاب ہوں ان کو اعلیٰ مقامات پر پہنچایا جائے۔

نبوت اور حضرت نوحؑ و ابراہیمؑ کی ذریت | یعنی پیغمبری اور کتاب کے لئے ان دونوں کی نسل کو چن لیا کہ ان کے بعد یہ دولت انہی کی ذریت سے وابستہ رہ جائیگی۔

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ

پھر کوئی ان میں راہ پر ہے ◆ اور بہت ان میں نافرمان ہیں ◆ پھر

قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى

پیچھے بھیجے ان کے قدموں پر اپنے رسول ◆ اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ

ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي

مریم کے بیٹے کو ◆ اور اس کو ہم نے دی انجیل ◆ اور رکھ دی

قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً ۚ وَرَهْبَانِيَّةً

اس کے ساتھ چلنے والوں کے دل میں نرمی اور مہربانی ◆ اور ایک ترک کرنا دنیا کا

ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ

جو انہوں نے نئی بات نکالی تھی ہم نے نہیں لکھا تھا یہ ان پر مگر کیا چاہنے کو اللہ کی

اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ

رضا مندی پھر نہ نباہا اس کو جیسا چاہیے تھا نباہنا ◆ پھر دیا ہم نے ان لوگوں کو

آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾

جو ان میں ایماندار تھے ان کا بدلہ اور بہت ان میں نافرمان ہیں ◆

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اس کے رسول پر

يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا

دیوے گا تم کو دو حصے اپنی رحمت سے اور رکھ دے گا تم میں روشنی

◆ جن لوگوں کی طرف وہ بھیجے گئے تھے یا یوں کہو کہ ان دونوں کی اولاد میں سے کچھ راہ پر رہے اور اکثر نافرمان ثابت ہوئے۔

◆ یعنی پچھلے رسول ان ہی پہلوں کے نقش قدم پر تھے اصولی حیثیت سے سب کی تعلیم ایک تھی۔

◆ یعنی آخر میں انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دے کر بھیجا۔

◆ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی نرم دلی اور مہربانی** | یعنی حضرت مسیح کے ساتھی جو واقعی ان کے طریقہ پر چلنے والے تھے ان کے دلوں میں اللہ نے نرمی رکھی تھی۔ وہ خلق خدا کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے تھے۔

◆ **رہبانیت کی بدعت** | یعنی آگے چل کر حضرت مسیح کے متبعین نے بے دین بادشاہوں سے تنگ ہو کر اور دنیا کے قصوں سے گھبرا کر ایک بدعت رہبانیت کی نکالی جس کا حکم اللہ کی طرف سے نہیں دیا گیا تھا۔ غرضیت ان کی یہ ہی تھی کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کریں۔ پھر اس کو پوری طرح نباہ نہ سکے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "جو فقیری اور تارک الدنیا بنا نصرانی نے، جنگل میں تکیہ بنا کر بیٹھے، نہ جورو رکھتے نہ بیٹا، نہ کماتے نہ جوڑتے، محض عبادت میں لگے رہتے، خلق سے نہ ملتے۔ اللہ نے بندوں کو یہ حکم نہیں دیا (کہ اس طرح دنیا چھوڑ کر بیٹھ رہیں) مگر جب اپنے اوپر ترک دنیا کا نام رکھا، پھر اس پردے میں دنیا چاہنا بڑا وبال ہے۔" شریعت حقہ اسلامیہ نے اس اعتدال فطری سے متجاوز رہبانیت کی اجازت نہیں دی۔ اس بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ "اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔" کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ و تعلقات سے وقتی الگ ہو کر اللہ کے راستہ میں نکلتا ہے۔

تنبیہ: "بدعت" کہتے ہیں ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرون مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے۔

◆ یعنی ان میں کے کثر نافرمان ہیں اسی لئے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر باوجود دل میں یقین رکھنے کے ایمان نہیں لاتے۔

تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸ۙ

جس کو لیے پھرو　　اور تم کو معاف کرے گا　　اور اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان ۞

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ

تاکہ نہ جانیں　　کتاب والے　　کہ پا نہیں سکتے کوئی چیز

مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

اللہ کے فضل میں سے　　اور یہ کہ بزرگی　　اللہ کے ہاتھ ہے　　دیتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹ۧ

جس کو چاہے　　اور اللہ کا فضل بڑا ہے ۞

اتباع رسول کے ثمرات وانعامات | یعنی اس رسول کے تابع رہو کہ دہرا حصہ پاؤ۔ گذشتہ خطاؤں کی معافی اور ہر عمل کا دونا ثواب اور روشنی لیے پھرو۔ یعنی تمہارا وجدان ایمان و تقویٰ سے نورانی ہو جائے۔ اور آخرت میں یہی نور تمہارے آگے اور داہنی طرف چلے۔

تنبیہ | احقر کے خیال میں یہ خطاب ان اہل کتاب کو ہے جو حضور ﷺ پر ایمان لا چکے تھے۔ اس تقدیر پر "وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ" سے ایمان پر ثابت و مستقیم رہنا مراد ہوگا۔ باقی اہل کتاب کو دونا ثواب ملنے کا کچھ بیان سورۂ "قصص" میں گذر چکا وہاں دیکھ لیا جائے۔

یعنی اہل کتاب پہلے پیغمبروں کے احوال سن کر پچھتاتے کہ افسوس ہم ان سے دور پڑ گئے۔ ہم کو وہ مرتبے ملنے محال ہیں جو نبیوں کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ سو یہ رسول اللہ نے فرما دیا اس کی صحبت میں پہلے سے دونا کمال اور بزرگی مل سکتی ہے۔ اور اللہ کا فضل بند نہیں ہو گیا۔

تنبیہ | حضرت شاہ صاحبؒ نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ لیکن اکثر سلف سے یہ منقول ہے کہ یہاں "لِئَلَّا يَعْلَمَ" بمعنی "لِكَيْ يَعْلَمَ" کے ہے۔ یعنی تا کہ جان لیں اہل کتاب (جو ایمان نہیں لائے) کہ وہ دسترس نہیں رکھتے اللہ کے فضل پر۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ ہے جس پر چاہے کر دے۔ چنانچہ اہل کتاب میں سے جو خاتم الانبیاء پر ایمان لائے ان پر یہ فضل کر دیا کہ ان کو دوگنا اجر ملتا ہے اور گذشتہ خطاؤں کی معافی اور روشنی مرحمت ہوتی ہے۔ اور جو ایمان نہیں لائے وہ ان انعامات سے محروم ہیں۔ تم سورۃ الحدید فللہ الحمد والمنۃ۔

آیاتہا ۲۲ (۵۸) سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۵) رکوعاتہا ۳

سورۃ مجادلہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں اور تین رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا

سن لی اللہ نے بات اس عورت کی جو جھگڑتی تھی تجھ سے اپنے خاوند کے حق میں

وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور جھینکتی تھی اللہ کے آگے ◆ اور اللہ سنتا تھا سوال و جواب تم دونوں کا بے شک اللہ

سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ

سنتا ہے دیکھتا ہے ◆ جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں تم میں سے اپنی عورتوں کو

مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗىِٕيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَ

وہ نہیں ہو جاتیں ان کی مائیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا اور

اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ

وہ بولتے ہیں ایک ناپسند بات اور جھوٹی ◆ اور اللہ

لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ

معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ◆ اور جو لوگ ماں کہہ بیٹھیں اپنی عورتوں کو

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

پھر کرنا چاہیں وہی کام جس کو کہا ہے تو آزاد کرنا چاہیے ایک بردہ پہلے اس سے کہ

سورۃ المجادلۃ

خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ | اسلام سے پہلے مرد اگر اپنی عورت کو کہہ دیتا کہ تو میری ماں ہے تو سمجھتے تھے کہ ساری عمر کے لئے اس پر حرام ہو گئی پھر کوئی صورت ان کے ملنے کی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایک مسلمان (اوس بن الصامتؓ) اپنی عورت (خولہ بنت ثعلبہ) کو یہی کہہ بیٹھا۔ عورت حضرتؐ کی خدمت میں پہنچی اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے ابھی تک کوئی خاص حکم نہیں دیا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔ اب تم دونوں کیونکر مل سکتے ہو۔ وہ شکوہ وزاری کرنے لگی کہ میرا گھر ویران ہوتا ہے اولاد پریشان ہوتی ہے۔ کبھی حضورؐ سے جھگڑتی کہ یا رسول اللہ! اس نے ان الفاظ سے طلاق کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ کبھی اللہ کے آگے رونے بیٹھنے لگتی کہ اے اللہ! میں اپنی تنہائی اور مصیبت کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں۔ ان بچوں کو اگر اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے۔ اس کے پاس چھوڑوں تو یوں ہی (کس مپرسی میں) ضائع ہو جائیں گے۔ اے اللہ! تو اپنے نبی کی زبان سے میری مشکل کو حل کر۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور "ظہار" کے متعلق حکم اترا۔ تنبیہ | حنفیہ کے نزدیک ظہار یہ ہے کہ اپنی بیوی کو محرمات ابدیہ (ماں بہن وغیرہ) کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کی طرف دیکھنا اس کو منع ہو۔ مثلاً یوں کہے "انت علیّ کظہر امی" (تو مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ) "ظہار" کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

اللہ تمہاری گفتگو سنتا ہے | یعنی اللہ تو سب ہی کچھ سنتا دیکھتا ہے۔ جو گفتگو آپؐ کے اور اس عورت کے درمیان ہوئی وہ کیوں نہ سنتا۔ چنانچہ وہ مصیبت زدہ عورت کی فریاد کو پہنچا۔ اور ہمیشہ کے لئے اس قسم کے حوادث سے عہدہ برآ ہونے کا راستہ بتلا دیا۔ جو آگے آتا ہے۔

ظہار کا حکم | یعنی بیوی (جس نے اس کو جنا نہیں) وہ اس کی واقعی ماں کیونکر بن سکتی ہے جو محض اتنے لفظ پر ہمیشہ کے لئے حقیقی ماں کی طرح حرام ہو جائے؟ ہاں آدمی جب اپنی بدتمیزی سے ایک جھوٹی نامعقول اور بیہودہ بات کہہ دے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ کفارہ دے تب اس کے پاس جائے ورنہ نہ جائے۔ پر عورت اسی کی رہی، محض ظہار سے طلاق نہیں پڑی۔

یعنی جاہلیت میں جو ایسی حرکت کر چکے وہ معاف ہے۔ اب ہدایت آ چکنے کے بعد ایسا مت کرو۔ اگر غلطی سے کر گذرے تو توبہ کر کے اللہ سے معاف کراؤ۔ اور عورت کے پاس جانے سے پہلے کفارہ ادا کرو۔

يَتَمَاسَّا ۚ ذَٰلِكُمْ تُوعَظُونَ بِهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

آپس میں ہاتھ لگائیں ◆ اس سے تم کو نصیحت ہوگی ◆ اور اللہ خبر رکھتا ہے جو کچھ تم

خَبِيرٌ ③ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ

کرتے ہو ◆ پھر جو کوئی نہ پائے تو روزے ہیں دو مہینے کے لگاتار ◆

مِن قَبْلِ أَن يَتَمَاسَّا ۖ فَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ

پہلے اس سے کہ آپس میں چھوئیں پھر جو کوئی یہ نہ کر سکے تو کھانا دینا ہے ساٹھ

مِسْكِينًا ۚ ذَٰلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ

محتاجوں کا ◆ یہ حکم اس واسطے کہ تابعدار ہو جاؤ اللہ کے اور اس کے رسول کے ◆ اور یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں

اللَّهِ ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ④ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ

اللہ کی اور منکروں کے واسطے عذاب ہے دردناک ◆ جو لوگ کہ مخالفت کرتے ہیں

اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ وَقَدْ

اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ خوار ہوئے جیسے کہ خوار ہوئے ہیں وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے اور ہم نے

أَنزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۚ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ⑤

اتاری ہیں آیتیں صاف صاف اور منکروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا ◆

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۚ

جس دن کہ اٹھائے گا اللہ ان سب کو پھر جتلائے گا ان کو ان کے کیے کام ◆

أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ⑥ ع

اللہ نے وہ سب گن رکھے ہیں اور وہ بھول گئے اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ◆

◆ **ظہار کا کفارہ** | یعنی یہ لفظ (انت علیّ کظہر امی) کہا صحبت موقوف کرنے کو۔ پھر صحبت کرنا چاہیں تو پہلے ایک غلام آزاد کریں اس کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ مسئلہ | حنفیہ کے ہاں کفارہ دینے سے پہلے جماع اور دواعی جماع دونوں ممنوع ہیں۔ بعض احادیث میں ہے "اعتزلہا لا تقربہا حتی تکفر۔"

◆ یعنی کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کے لئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو۔ اور دوسرے بھی باز آ جائیں۔

◆ یعنی تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے اور خبر رکھتا ہے کہ تم کس حد تک ان پر عمل کرتے ہو۔

◆ یعنی بیچ میں دام نہ لے۔

◆ **کفارہ میں سہولتیں** | "بردہ" (غلام) آزاد کرنا مقدور نہ ہو تب روزے رکھ سکتا ہے۔ اور روزے رکھنے سے مجبور ہو تب کھانا دے سکتا ہے۔ تفصیل کتب فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

◆ یعنی جاہلیت کی باتیں چھوڑ کر اللہ و رسول کے احکام پر چلو، جو مومن کامل کی شان ہے۔

◆ **حدود سے آگے نہ بڑھو** | یعنی مومنین کا کام نہیں کہ اللہ کی باندھی ہوئی حدود سے تجاوز کریں۔ باقی رہے کافر جو حدود اللہ کی پروا نہیں کرتے اور خود اپنی رائے و خواہش سے حدیں مقرر کرتے ہیں۔ انہیں چھوڑیے کہ ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ ایسے لوگ پہلے زمانہ میں بھی ذلیل و خوار ہوئے اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ اللہ کی روشن اور صاف صاف آیتیں سن لینے کے بعد انکار پر تلے رہنا اور خدائی احکام کی عزت و احترام نہ کرنا اپنے کو ذلت کے عذاب میں پھنسانے کا مرادف ہے۔

◆ یعنی جو کام کیے تھے ان سب کا نتیجہ سامنے آ جائے گا کوئی ایک عمل بھی غائب نہ ہو گا۔

◆ یعنی ان کو اپنی عمر بھر کے بہت سے کام یاد بھی نہیں رہے یا ان کی طرف توجہ نہیں رہی۔ لیکن اللہ کے ہاں وہ سب ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ سارا دفتر اس دن کھول کر سامنے رکھ دیا جائے گا۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ

تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ کو معلوم ہے | جو کچھ ہے آسمانوں میں | اور جو کچھ ہے زمین میں

مَا يَكُونُ مِن نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ

کہیں نہیں ہوتا مشورہ تین کا | جہاں وہ نہیں ہوتا ان میں چوتھا | اور نہ پانچ کا جہاں

إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنٰى مِن ذٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ

وہ نہیں ہوتا ان میں چھٹا | اور نہ اس سے کم | اور نہ زیادہ | جہاں وہ نہیں ہوتا

مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

ان کے ساتھ | جہاں کہیں ہوں ◆ | پھر جتلاوے گا ان کو جو کچھ انہوں نے کیا | قیامت کے دن

إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا

بے شک اللہ کو معلوم ہے ہر چیز | تو نے نہ دیکھا | ان لوگوں کو | جن کو

عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ

منع ہوئی کانا پھوسی (سرگوشی) | پھر وہی کرتے ہیں | جو منع ہو چکا ہے | اور کان میں باتیں کرتے ہیں

بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ ۖ وَإِذَا جَاءُوكَ

گناہ کی | اور زیادتی کی | اور رسول کی نافرمانی کی ◆ | اور جب آئیں تیرے پاس تجھ کو

حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ ۙ وَيَقُولُونَ فِي أَنفُسِهِمْ

وہ دعا دیں | جو دعا نہیں دی تجھ کو | اللہ نے | اور کہتے ہیں | اپنے دل میں

لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ ۚ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ

کیوں نہیں عذاب کرتا ہم کو اللہ | اس پر جو ہم کہتے ہیں | کافی ہے ان کو دوزخ | داخل ہوں گے اس میں

۱ **اللہ ہر مجلس میں موجود ہے** یعنی صرف ان کے اعمال ہی پر کیا منحصر ہے، اللہ کے علم میں تو آسمان و زمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس، کوئی سرگوشی اور کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا جہاں اللہ اپنے علم محیط کے ساتھ موجود نہ ہو۔ جہاں تین آدمی چھپ کر مشورہ کرتے ہوں نہ سمجھیں کہ وہاں کوئی چوتھا نہیں سن رہا۔ اور پانچ کی مجلس خیال نہ کرے کہ کوئی چھٹا سننے والا نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ تین ہوں یا پانچ یا اس سے کم و زیادہ، کہیں ہوں، کسی حالت میں ہوں، اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط سے ان کے ساتھ ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں۔

طاق عدد کی حکمت تنبیہ: مشورہ میں اگر صرف دو شخص ہوں تو بصورت اختلاف ترجیح دشوار ہوتی ہے۔ اسی لئے عموماً معاملات مہمہ میں طاق عدد رکھتے ہیں۔ اور ایک کے بعد پہلا طاق عدد تین تھا پھر پانچ۔ شاید اس لئے ان دو کو اختیار فرمایا اور آگے "وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ" سے تعمیم فرما دی۔ باقی حضرت عمرؓ کا شوریٰ خلافت کو چھ بزرگوں میں دائر کرنا (حالانکہ چھ کا عدد طاق نہیں) اس لئے ہوگا کہ اس وقت یہی چھ خلافت کے سب سے زیادہ اہل اور مستحق تھے۔ ان میں سے کسی کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا۔ نیز خلیفہ کا انتخاب انہی چھ میں سے ہو رہا تھا تو ظاہر ہے جس کا نام آتا اس کے سوا رائے دینے والے تو پانچ ہی رہتے ہیں۔ پھر بھی احتیاطاً حضرت عمرؓ نے بصورت مساوات ایک جانب کی ترجیح کے لئے عبداللہ بن عمرؓ کا نام لے دیا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ **حضور ﷺ کی مجلس میں منافقوں کی سرگوشیاں** حضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر منافق سرگوشیاں کرتے۔ مجلس والوں کا مذاق اڑاتے۔ ان پر عیب پکڑتے۔ ایک دوسرے کے کان میں اس طرح بات کرتا اور آنکھوں سے اشارے کرتے جس سے مخلص مسلمانوں کو تکلیف ہوتی۔ اور حضرت کی بات سن کر کہتے "یہ مشکل کام ہم سے کہاں ہو سکے گا"۔ پہلے سورۂ "نساء" میں اس طرح کی سرگوشیوں سے منع کیا جا چکا تھا۔ لیکن یہ موذی بے حیا پھر بھی اپنی حرکتوں اور زیادتیوں سے باز نہ آئے۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔

فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا

سو بری جگہ پہنچے ◆ اے ایمان والو جب تم کان میں بات کرو تو مت کرو

تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ

بات گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی

وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ

اور بات کرو احسان کی اور پرہیزگاری کی ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس

تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ

تم کو جمع ہونا ہے ◆ یہ جو ہے کانا پھوسی سو شیطان کا کام ہے تاکہ دلگیر کرے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

ایمان والوں کو اور وہ ان کا کچھ نہ بگاڑے گا بدون اللہ کے حکم کے

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

اور اللہ پر چاہئے کہ بھروسہ کریں ایمان والے ◆ اے ایمان والو

اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ

جب کوئی تم کو کہے کہ کھل کر بیٹھو ◆ مجلسوں میں تو کھل جاؤ اللہ کشادگی

اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ

دے تم کو ◆ اور جب کوئی کہے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو ◆ اللہ بلند کرے گا

◆ **حضور ﷺ کی شان میں یہودیوں کی گستاخی** یعنی اللہ نے تو آپ کو دوسرے انبیاء کے ساتھ یہ دعا کیں دی ہیں "سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ" اور "وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى" اور مومنین کی زبانوں سے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ" مگر بعض یہود جب آپ کے پاس آتے تو بجائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ کے دبی زبان سے "السَّام

علیک" کہتے جس کے معنی ہیں" تجھے موت آئے۔" گویا اللہ نے جو سلامتی کی دعا آپ کو دی تھی اس کے خلاف بد دعا دیتے تھے۔ پھر آپس میں کہتے کہ اگر یہ واقعی رسول ہے تو ایسا کہنے سے ہم پر فوراً عذاب کیوں نہیں آتا۔ اس کا جواب دیا۔ "حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ" یعنی جلدی نہ کرو، ایسا کافی عذاب آئے گا جس کے سامنے دوسرے عذاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ تنبیہ احادیث میں "یہود" کے متعلق آیا ہے کہ "السلام" کی جگہ "السام" کہتے تھے۔ ممکن ہے بعض منافقین بھی ایسا کہتے ہوں گے۔ کیونکہ منافق عموماً یہودی تھے۔ حضور کی عادت تھی کہ جب کوئی یہودی یہ کہتا آپ جواب میں صرف "وَعَلَیْکَ" فرما دیتے۔ ایک مرتبہ عائشہ صدیقہؓ نے "السَّامُ عَلَیْکَ" کے جواب میں یہودی کو "عَلَیْکَ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ" کہا تو حضور ﷺ کو کمال خلق سے یہ جواب پسند نہ آیا۔

◆ **سرگوشی کے آداب** یعنی سچے مسلمانوں کو منافقین کی خو سے بچنا چاہئے۔ ان کی سرگوشیاں اور مشورے ظلم و عدوان اور اللہ و رسول کی نافرمانی کے لئے نہیں، بلکہ نیکی، پرہیزگاری اور معقول باتوں کی اشاعت کے لئے ہونے چاہئیں جیسا کہ سورۂ "نساء" میں گذرا۔ "لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ (نساء۔ رکوع ۱۷)"

◆ یعنی سب کو اللہ کے سامنے جمع ہو کر ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہے۔ اس سے کسی کا ظاہر و باطن پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اس سے ڈر کر نیکی اور پرہیزگاری کی بات کرو۔

◆ **منافقین کی سرگوشیاں شیطان کی طرف سے ہیں** یعنی منافقین کی کانا پھوسی (سرگوشی) اس غرض سے تھی کہ ذرا مسلمان رنجیدہ اور دلگیر ہوں اور گھبرا جائیں کہ نہ معلوم یہ لوگ ہماری نسبت کیا منصوبے سوچ رہے ہوں گے۔ یہ کام شیطان ان سے کرا رہا تھا۔ مگر مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ شیطان ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس کے قبضہ میں کیا چیز ہے۔ نفع نقصان سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا حکم نہ ہو تو کتنے ہی مشورے کریں اور منصوبے گانٹھیں، تمہارا بال بیکا نہ ہوگا۔ لہٰذا تم کو غمگین و دلگیر ہونے کے بجائے اپنے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ تنبیہ احادیث میں ممانعت آئی ہے کہ مجلس میں ایک آدمی کو چھوڑ کر دو شخص کانا پھوسی کرنے لگیں۔ کیونکہ وہ تیسرا غمگین ہوگا۔ یہ مسئلہ بھی ایک طرح آیۂ ہٰذا کے تحت میں داخل ہو سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "مجلس میں دو شخص کان میں بات کریں تو دیکھنے والے کو غم ہو کہ مجھ سے کیا حرکت ہوئی جو یہ چھپ کر کہتے ہیں۔"

◆ **مجلس میں بیٹھنے کے آداب** یعنی اس طرح بیٹھو کہ جگہ کھل جائے اور دوسروں کو بھی موقع بیٹھنے کا ملے۔

◆ یعنی اللہ تمہاری تنگیوں کو دور کرے گا اور اپنی رحمت کے دروازے کشادہ کر دے گا۔

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ آداب ہیں مجلس کے۔ کوئی آئے اور جگہ نہ پائے تو چاہئے سب تھوڑا تھوڑا سرکیں تا مکان حلقہ کا کشادہ ہو جائے۔ یا (اپنی جگہ سے) اٹھ کھڑے ہوں اور پرے ہٹ کر حلقہ کر لیں۔ (یا اصل چلے جانے کو کہا جائے تو چلے جائیں) اتنی حرکت میں غرور (یا خلل) نہ کریں۔ تو نیک پر اللہ مہربان ہے اور خوب جانتا ہے۔" تنبیہ حضور ﷺ پر نور کی مجلس میں ہر شخص آپ ﷺ کا قرب چاہتا تھا جس سے کبھی مجلس میں تنگی پیش آتی تھی حتیٰ کہ بعض مرتبہ اکابر صحابہؓ کو حضور ﷺ کے قریب جگہ نہ ملتی۔ اس لئے یہ احکام دیئے گئے۔ تاہر ایک کو درجہ بدرجہ استفادہ کا موقع ملے، اور نظم و ضبط قائم رہے۔ اب بھی اس قسم کی انتظامی چیزوں میں صدر مجلس کے احکام کی اطاعت کرنا چاہئے۔ اسلام ابتری اور بدنظمی نہیں سکھلاتا بلکہ انتہائی نظم و شائستگی سکھلاتا ہے۔ اور جب عام مجالس میں یہ حکم ہے تو میدان جہاد اور صفوف جنگ میں تو اس سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔

الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

ان کے لیے جو کہ ایمان رکھتے ہیں تم میں سے | اور علم | ان کے درجے ◆

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ⑪ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ◆ | اے ایمان والو

إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ

جب تم کان میں بات کہنا چاہو رسول سے | تو آگے بھیجو | اپنی بات کہنے سے پہلے

صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا

خیرات | یہ بہتر ہے تمہارے حق میں | اور بہت ستھرا | پھر اگر نہ پاؤ

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑫ أَأَشْفَقْتُمْ أَن تُقَدِّمُوا بَيْنَ

تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆ | کیا تم ڈر گئے | کہ آگے بھیجا کرو کان کی

يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ

بات سے پہلے خیراتیں | سو جب تم نے نہ کیا | اور اللہ نے معاف کر دیا

عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ

تم کو | تو اب قائم رکھو نماز | اور دیتے رہو زکوٰۃ | اور حکم پر چلو اللہ کے

وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ⑬ أَلَمْ تَرَ إِلَى

اور اس کے رسول کے | اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ◆ | کیا تو نے نہ دیکھا

الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِم مَّا هُم مِّنكُمْ

ان لوگوں کو جو دوست ہوئے ہیں ایک قوم کے | جن پر غصہ ہوا ہے اللہ ◆ | نہ وہ تم میں ہیں

◆ یعنی سچا ایمان اور صحیح علم انسان کو ادب و تہذیب سکھلاتا اور متواضع بناتا ہے۔ اہل علم و ایمان جس قدر کمالات و مراتب میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر جھکتے اور اپنے کو ناچیز سمجھتے جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کے درجے اور زیادہ بلند کرتا ہے۔ "مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ" متکبر، مدعی یا جاہل گنوار کا کام ہے کہ ذرا سی بات پر اڑ جائے کہ مجھے یہاں سے کیوں اٹھا دیا اور وہاں کیوں بٹھا دیا یا مجلس سے اٹھ جانے کو کیوں کہا۔ افسوس کہ آج بہت سے بزرگ اور عالم کہلانے والے اسی خیالی اعزاز کے مسئلہ میں غیر مختتم جنگ آزمائی اور مورچہ بندی شروع کر دیتے ہیں۔ "فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ"

◆ یعنی ہر ایک کو اس کے کام اور لیاقت کے موافق درجے عطا کرتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ کون واقعی ایماندار اور اہل علم ہیں۔

◆ **آنحضرت ﷺ سے سرگوشی کے وقت صدقہ کا حکم** | منافق بے فائدہ بھی حضرت ﷺ سے کان میں کرتے کہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتائیں اور بعض مسلمان غیر اہم باتوں میں سرگوشی کر کے کافی وقت لے لیتے تھے کہ دوسروں کو حضور ﷺ سے مستفید ہونے کا موقع کم ملتا تھا، یا کسی وقت آپ خلوت چاہتے تو اس میں بھی تنگی ہوتی تھی۔ لیکن مروت و اخلاق کے سبب کسی کو منع نہ فرماتے۔ اس وقت یہ حکم ہوا کہ جو مقدرت والا آدمی حضور ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہے وہ اس سے پہلے کچھ خیرات کر کے آیا کرے۔ اس میں کئی فائدے ہیں۔ غریبوں کی خدمت، صدقہ کرنے والے کے نفس کا تزکیہ، مخلص و منافق کی تمیز، سرگوشی کرنے والوں کی تقلیل، وغیرہ ذلک۔ اور جس کے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہ ہو اس سے یہ قید معاف ہے۔ جب یہ حکم ہوا تو منافقین نے مارے بخل کے وہ عادت چھوڑ دی اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں کرنا اللہ کو پسند نہیں۔ اسی لئے یہ قید لگائی گئی ہے۔ آخر یہ حکم اگلی آیت سے منسوخ فرما دیا۔

◆ **صدقہ کا حکم منسوخ** | یعنی صدقہ کا حکم دینے سے جو مقصد تھا حاصل ہو گیا۔ اب ہم نے یہ قید حکم اٹھا لیا ہے چاہئے کہ ان احکام کی اطاعت میں مستعد رہو جو کبھی منسوخ ہونے والے نہیں۔ مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اسی سے کافی تزکیہ نفس ہو جائے گا۔ تنبیہ: "فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حکم پر عام طور پر عمل کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ بعض روایات میں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس حکم پر امت میں سے صرف میں نے عمل کیا۔

◆ یہ لوگ منافق ہیں اور وہ قوم یہود ہے۔

وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾

اور نہ ان میں ہیں ◆ اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ بات پر ◆ اور ان کو خبر ہے

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا

تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان کے لیے ◆ سخت عذاب ◆ بے شک وہ برے کام ہیں جو

يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ

کرتے ہیں ◆ بنا رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال ◆ پھر روکتے ہیں اللہ کی

سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٦﴾ لَنْ تُغْنِيَ

راہ سے ◆ تو ان کو ذلت کا عذاب ہے ◆ کام نہ آئیں گے

عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ

ان کو ان کے مال ◆ اور نہ ان کی اولاد ◆ اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾ يَوْمَ

وہ لوگ ہیں دوزخ کے ◆ وہ اسی میں پڑے رہیں گے ◆ جس دن

يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ

جمع کرے گا اللہ ان سب کو ◆ پھر قسمیں کھائیں گے اس کے آگے ◆ جیسے کھاتے ہیں تمہارے آگے

وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾

اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں ◆ سنتا ہے وہی ہیں اصل جھوٹے ◆

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ

قابو کر لیا ہے ان پر شیطان نے ◆ پھر بھلا دی ان کو اللہ کی یاد ◆ وہ لوگ ہیں گروہ

◆ **منافقین کی حالت** | یعنی منافق نہ پوری طرح تم مسلمانوں میں شامل کیونکہ دل سے کافر ہیں، اور نہ پوری طرح ان میں شریک کیونکہ بظاہر زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ "مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ"

◆ یعنی بے خبری اور غفلت سے نہیں، جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں، مسلمان سے کہتے ہیں۔ "اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ" سو وہ تم میں سے ہیں اور تمہاری طرح سچے ایماندار ہیں۔ حالانکہ ایمان سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔

◆ جیسا دوسری جگہ فرمایا۔ "اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" (نساء، رکوع ۲۱)

◆ **نفاق کا انجام برا ہے** | یعنی خواہ وہ ابھی ان کو نظر نہ آئے لیکن نفاق کے کام کر کے وہ اپنے حق میں بہت برا بیج بو رہے ہیں۔

◆ یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال کو بچاتے ہیں اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرایہ میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پا سکتے۔ سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور جب سزا کا وقت آئے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ نہ مال کام آئے گا نہ اولاد جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں۔

◆ **آخرت میں منافقین کی قسمیں** | یعنی یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہ جائے گی۔ جس طرح تمہارے سامنے جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں اور بڑی اچھی چال چل رہے ہیں، اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھانے کو تیار ہو جائیں گے کہ پروردگار! ہم تو ایسے نہ تھے ویسے نہ تھے۔ شاید وہاں بھی خیال ہو کہ اتنا کہہ دینے سے رہائی ہو جائے گی۔

◆ بیشک اصلی اور ڈبل جھوٹا وہی ہے جو خدا کے سامنے بھی جھوٹ کہنے سے نہ شرمائے۔

◆ **ان پر شیطان کا قبضہ ہے** | شیطان جس پر پوری طرح قابو کر لے اس کا دل و دماغ اسی طرح مسخ ہو جاتا ہے کچھ یاد نہیں رہتا کہ خدا بھی کوئی چیز ہے۔ بھلا اللہ کی عظمت اور بزرگی کا مرتبہ وہ کیا سمجھے۔ شاید محشر میں بھی جھوٹ پر قدرت دے کر اس کی بے حیائی اور حماقت کا اعلان کرنا ہو کہ اس مسخ شدہ کو دیکھو خدا کے آگے بھی جھوٹ بکتا چلا گیا۔

الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑲ اِنَّ

شیطان کا سنتا ہے جو گروہ ہے شیطان کا وہی خراب ہوتے ہیں ◆ جو

الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ⑳

لوگ خلاف کرتے ہیں اللہ کا اور اس کے رسول کا وہ لوگ ہیں سب سے بے قدر لوگوں میں

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ㉑

اللہ لکھ چکا کہ میں غالب ہوں گا اور میرے رسول بے شک اللہ زور آور ہے زبردست ◆

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ

تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو یقین رکھتے ہوں اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں

مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ

ایسوں سے جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے خواہ وہ اپنے باپ ہوں یا اپنے بیٹے

اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

یا اپنے بھائی یا اپنے گھرانے کے ان کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے

الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ

ایمان ◆ اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے ◆ اور داخل کرے گا ان کو باغوں میں جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا

بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے

عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ㉒

راضی ◆ وہ لوگ ہیں گروہ اللہ کا سنتا ہے جو گروہ ہے اللہ کا وہی مراد کو پہنچے ◆

◆ شیطانی لشکر کا انجام یقیناً خراب ہے۔ نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھ سکتے ہیں، نہ آخرت میں عذاب شدید سے نجات پانے کی کوئی شکل ہے۔

◆ غالب اللہ اور اس کے رسولوں کا ہی ہوگا | یعنی اللہ و رسول کا مقابلہ کرنے والے جو حق و صداقت کے خلاف جنگ کرتے ہیں سخت ناکام اور ذلیل ہیں۔ اللہ لکھ چکا ہے کہ آخرکار حق ہی غالب ہو کر رہے گا اور اس کے پیغمبر ہی مظفر و منصور ہوں گے۔ اس کی تقریر پہلے کئی جگہ گزر چکی ہے۔

◆ یعنی ایمان ان کے دلوں میں جما دیا اور پتھر کی لکیر کی طرح ثبت کر دیا۔

◆ مومنین کی اللہ کی طرف سے مدد | یعنی غیبی نور عطا فرمایا جس سے قلب کو ایک خاص قسم کی معنوی حیات ملتی ہے۔ یا روح القدس (جبریل) سے ان کی مدد فرمائی۔

◆ اللہ کی رضا | یعنی یہ لوگ اللہ کے واسطے سب سے ناراض ہوئے تو اللہ ان سے راضی ہوا۔ پھر جس سے اللہ راضی ہو جائے اور کیا چاہیے۔

◆ اللہ کا گروہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی جو دوستی نہیں رکھتے اللہ کے مخالف سے اگرچہ باپ بیٹے ہوں وہی سچے ایمان والے ہیں۔ ان کو یہ درجے ملتے ہیں۔" صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی کہ اللہ و رسول کے معاملہ میں کسی چیز اور کسی شخص کی پروا نہیں کی۔ اسی سلسلہ میں ابوعبیدہؓ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ جنگ "احد" میں ابوبکر صدیقؓ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہو گئے، مصعبؓ بن عمیر نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو، عمرؓ بن الخطاب نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو، علیؓ بن ابی طالب، حمزہؓ، عبیدہؓ بن الحارث نے اپنے اقارب عتبہ، شیبہ اور ولید بن عتبہ کو قتل کیا اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ نے جو مخلص مسلمان تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ ﷺ حکم دیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر خدمت میں حاضر کر دوں۔ آپ ﷺ نے منع فرما دیا۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضوا عنہ ورزقنا اللہ حبہم واتباعہم واماتنا علیہ آمین۔ تم سورۃ المجادلۃ فللہ الحمد والمنۃ۔

آیاتہا ۲۴ — (۵۹) سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۱) — رکوعاتہا ۳

سورۂ حشر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوبیس آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ

اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے (ہر وہ) جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

زبردست حکمت والا ◆ وہی ہے جس نے نکال دیا ان کو جو منکر ہیں

اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ

کتاب والوں میں ◆ ان کے گھروں سے ◆ پہلے ہی اجتماع پر لشکر کے ◆ تم خیال نہ کرتے تھے کہ

يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ

نکلیں گے اور وہ خیال رکھتے تھے کہ ان کو بچا لیں گے ان کے قلعے اللہ کے ہاتھ سے پھر پہنچا ان پر

اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اللہ جہاں سے ان کو خیال نہ تھا اور ڈال دی ان کے دلوں میں

الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ

دھاک (رعب) ◆ اجاڑنے لگے اپنے گھر اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں ◆

سورۃ الحشر

◆ جیسا کہ اس کی زبردست غلبہ اور حکمت کے آثار میں سے ایک واقعہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

◆ بنو نضیر کا اخراج مدینہ سے شرقی جانب چند میل کے فاصلہ پر ایک قوم یہودیوں کی تھی جس کو "بنی نضیر" کہتے تھے۔ یہ لوگ بڑے

تھے والے اور سرمایہ دار تھے۔ اپنے مضبوط قلعوں پر ان کو ناز تھا۔ حضورؐ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو شروع میں انہوں نے آپؐ سے صلح کا معاہدہ کر لیا کہ ہم آپ کے مقابلہ پر کسی کی مدد نہ کریں گے۔ پھر مکہ کے کافروں سے نامہ و پیام کرنے لگے۔ حتی کہ ان کے ایک بڑے سردار کعب بن اشرف نے چالیس سواروں کے ساتھ مکہ پہنچ کر بیت اللہ شریف کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا۔ آخر چند روز بعد اللہ و رسول کے حکم سے محمد بن مسلمہ نے اس غدار کا کام تمام کر دیا۔ پھر بھی "بنی نضیر" کی طرف سے بدعہدی کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی دغا بازی سے حضورؐ کو چند رفیقوں کے ساتھ بلا کر اچانک قتل کرنا چاہا۔ ایک مرتبہ حضورؐ جہاں بیٹھے تھے اوپر سے بھاری چکی کا پاٹ ڈال دیا۔ اگر لگے تو آدمی مر جائے۔ مگر سب مواقع پر اللہ کے فضل نے حفاظت فرمائی۔ آخر حضورؐ نے مسلمانوں کو جمع کیا۔ ارادہ یہ کہ ان سے لڑیں۔ جب مسلمانوں نے نہایت سرعت و مستعدی سے مکانوں اور قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ وہ مرعوب و خوفزدہ ہو گئے۔ عام لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ انہوں نے گھبرا کر صلح کی التجا کی۔ آخر یہ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کر دیں۔ ان کی جانوں سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اور جو مال اسباب اٹھا کر لے جا سکتے ہیں، لے جائیں۔ باقی مکان، زمین، باغ، وغیرہ پر مسلمان قابض ہوئے۔ حق تعالیٰ نے وہ زمین مال غنیمت کی طرح تقسیم نہ کرائی، صرف حضرتؐ کے اختیار پر رکھی۔ حضرتؐ نے اکثر اراضی مہاجرین پر تقسیم کر دی۔ اس طرح انصار پر سے ان کا خرچ ہلکا ہوا، اور مہاجرین و انصار دونوں کو فائدہ پہنچا۔ نیز حضرتؐ اپنے گھر کا اور وارد و صادر کا سالانہ خرچ بھی اسی سے لیتے تھے اور جو بچ رہتا اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے۔ اس سورت میں یہی قصہ مذکور ہے۔

۳ **یہود کا پہلا حشر** یعنی ایک ہی حملہ میں گھبرا گئے اور پہلی ہی مڈبھیڑ پر مکان اور قلعے چھوڑ کر نکل بھاگنے کو تیار ہو بیٹھے۔ کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھلائی۔ تنبیہ: "اول الحشر" سے بعض مفسرین کے نزدیک یہ مراد ہے کہ اس قوم کے لئے اس طرح ترک وطن کرنے کا یہ پہلا ہی موقع تھا۔ قبل ازیں ایسا واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ یا "اول الحشر" میں اس طرف اشارہ ہو کہ ان یہود کا پہلا حشر یہ ہے کہ مدینہ چھوڑ کر بہت سے خیبر وغیرہ چلے گئے اور دوسرا حشر وہ ہو گا جو حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پیش آیا۔ یعنی دوسرے یہود و نصاریٰ کی معیت میں یہ لوگ بھی خیبر سے ملک شام کی طرف نکالے گئے جہاں آخری حشر بھی ہونا ہے۔ اسی لئے "شام" کو "ارض المحشر" بھی کہتے ہیں۔

۴ **یہود کے دلوں پر اللہ نے رعب ڈال دیا** یعنی ان کے سازو سامان، مضبوط قلعے اور جنگجویانہ اطوار دیکھ کر تم کو اندازہ نہ تھا کہ اس قدر جلد اتنی آسانی سے وہ ہتھیار ڈال دیں گے اور نہ ان کو خیال تھا کہ مٹھی بھر بے سروسامان لوگ اس طرح قافیہ تنگ کر دیں گے۔ وہ اسی خواب خرگوش میں تھے کہ مسلمان (جن کے سروں پر اللہ کا ہاتھ ہے) ہمارے قلعوں تک پہنچنے کا حوصلہ نہ کر سکیں گے۔ اور اس طرح گویا اللہ کے ہاتھ سے بچ نکلیں گے۔ مگر انہوں نے دیکھ لیا کہ کوئی طاقت اللہ کے حکم کو نہ روک سکی۔ ان کے اوپر اللہ کا حکم وہاں سے پہنچا جہاں سے ان کو خیال و گمان بھی نہ تھا۔ یعنی دل کے اندر سے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، اور بے سروسامان مسلمانوں کی دھاک بٹھلا دی۔ ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب و خوفزدہ ہو رہے تھے۔ اب مسلمانوں کے اچانک حملے نے رہے سہے حواس بھی کھو دیے۔

۵ **بنو نضیر کا اپنے گھروں کو اجاڑنا** یعنی حرص اور غیظ و غضب کے جوش میں مکانوں کی کڑی، تختے، کواڑ اکھاڑنے لگے تاکہ کوئی چیز جو ساتھ لے جا سکتے ہیں رہ نہ جائے اور مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگے۔ اس کام میں مسلمانوں نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا۔ ایک طرف سے وہ خود گراتے تھے دوسری طرف سے مسلمان۔ اور غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کے ہاتھوں جو تباہی و ویرانی عمل میں آئی وہ بھی ان ہی بدبختوں کی بدعہدیوں اور شرارتوں کا نتیجہ تھی۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ

سو عبرت پکڑو اے آنکھ والو ۲ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دیا تھا اللہ نے ان پر

الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ

جلاوطن ہونا تو ان کو عذاب دیتا دنیا میں اور آخرت میں ہے ان کے لیے آگ کا

النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ

عذاب ۳ یہ اس لیے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور جو کوئی

يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ

مخالف ہوا اللہ سے تو اللہ کا عذاب سخت ہے ۴ جو کاٹ ڈالا تم نے

مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ

کھجور کا درخت یا رہنے دیا کھڑا اپنی جڑ پر سو اللہ کے

اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَمَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ

حکم سے اور تاکہ رسوا کرے نافرمانوں کو ۵ اور جو مال کہ لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر

مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ

ان سے سو تم نے نہیں دوڑائے اس پر گھوڑے اور نہ اونٹ

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي

لیکن اللہ غلبہ دیتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہے اور اللہ سب

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ

چیز پر قادر ہے ۶ جو مال لوٹا دیا اللہ نے اپنے رسول پر (ق) بستیوں والوں سے

◆ **بنو نضیر کا واقعہ عبرت کا سبق ہے** یعنی اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ کفر، ظلم، شرارت اور بد عہدی کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور یہ کہ محض ظاہری اسباب پر تکیہ کر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے غافل ہو جانا عقلمند کا کام نہیں۔

◆ **ان کی قسمت میں جلا وطنی لکھی تھی** یعنی ان کی قسمت میں جلا وطنی کی سزا لکھی تھی۔ یہ نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا میں دی جاتی۔ مثلاً بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے۔ غرض سزا سے بچ نہیں سکتے۔ یہ خدا کی حکمت ہے کہ قتل کے بجائے محض جلا وطنی پر اکتفا کیا گیا۔ لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی سزا میں ہے آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "جب یہ قوم ملک شام سے بھاگ کر یہاں آئی تھی تو ان کے بڑوں نے کہا تھا کہ ایک دن تم کو یہاں سے ویران ہو کر پھر شام میں جا پہنچے گا۔ چنانچہ اس وقت اجڑ کر (بعض) شام میں چلے گئے اور بعض خیبر میں رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہاں سے اجڑ کر شام میں گئے۔"

◆ یعنی ایسے مخالفوں کو ایسی سخت سزا ملنی ہے۔

◆ **مسلمانوں کا درختوں کو کاٹنا** جب وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے تو حضرتؐ نے اجازت دی کہ ان کے درخت کاٹے جائیں اور باغ اجاڑے جائیں تا اس کے ادھر سے باہر نکل کر لڑنے پر مجبور ہوں اور کھلی ہوئی جنگ کے وقت درختوں کی رکاوٹ باقی نہ رہے۔ اس پر کچھ درخت کاٹے گئے اور کچھ چھوڑ دیئے گئے کہ فتح کے بعد مسلمانوں کے کام آئیں گے۔ کافروں نے طعن کرنا شروع کیا کہ خود تو فساد سے منع کرتے ہیں، کیا درختوں کا کاٹنا اور جلانا فساد نہیں؟ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی یہ سب کچھ اللہ جل شانہٗ کے حکم سے ہے۔ حکم الٰہی کی تعمیل کو فساد نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ کبری حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حکم کی بعض مصالح اوپر بیان ہو چکیں۔

◆ **یہود کی رسوائی** یعنی تاکہ مسلمانوں کو عزت دے اور کافروں کو ذلیل کرے۔ چنانچہ جو درخت چھوڑ دیئے گئے اس میں مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان ان کو برتیں گے اور پھل اٹھائیں گے اور جو کاٹے یا جلا دیئے گئے اس میں مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی اپنے دشمنوں کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں۔ لہٰذا دونوں امر جائز اور حکمت پر مشتمل ہیں۔

◆ **مال غنیمت اور فئی کا فرق** حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کہ یہی فرق رکھا ہے "غنیمت" میں اور "فئے" میں۔ جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ کی نیاز (جس کی تفصیل دسویں پارہ کے شروع میں گذر چکی ہے) اور چار حصے لشکر کو تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اور جو بغیر جنگ کے ہاتھ آوے وہ سب مسلمانوں کے خزانہ میں رہے (ان کی مصالح عامہ میں) اور جو کام ضروری ہو اس پر خرچ ہو۔" تنبیہ اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف مسابقت کریں اور مسلمان قبول کر لیں۔ اس صورت میں جو اموال صلح سے حاصل ہوں گے وہ بھی حکم "فئے" میں داخل ہیں۔

اموال فئی رسول ﷺ کے لئے ہیں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اموال "فئے" تمام تر حضور ﷺ کے اختیار و تصرف میں رہتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ اختیار مالکانہ ہو جو صرف آپ کے لئے مخصوص تھا۔ جیسا کہ آیت حاضرہ میں "عَلٰی رَسُوْلِهٖ" کے لفظ سے متبادر ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ محض حاکمانہ ہو۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق آپ کو آگے ہدایت فرما دی کہ وہ کیا کیا مصارف ہیں فلاں فلاں مصارف میں صرف کئے جائیں۔ آپ ﷺ کے بعد یہ اموال امام کے اختیار و تصرف میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا تصرف مالکانہ نہیں ہوگا محض حاکمانہ ہوگا۔ وہ اپنی صوابدید اور مشورہ سے مسلمانوں کی عام ضروریات و مصالح میں خرچ کرے گا۔ باقی اموال غنیمت کا حکم اس سے جدا گانہ ہے۔ وہ خمس نکالے جانے کے بعد خاص لشکر کا حق ہوتا ہے۔ کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ" الخ لشکری اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو دوسری بات ہے۔ البتہ شیخ ابوبکر رازی حنفی نے "احکام القرآن" میں نقل کیا ہے کہ یہ حکم اموال منقولہ کا ہے۔ غیر منقولہ میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے لشکر پر تقسیم کر دے اور مصلحت سمجھے تو مصالح عامہ کے لئے رہنے دے۔ جیسا کہ سواد عراق میں حضرت عمرؓ نے بعض جلیل القدر صحابہؓ کے مشورہ سے یہی عمل درآمد کیا تھا۔ اسی مسلک کے موافق شیخ ابوبکر رازی نے "وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ" الخ کو اموال منقولہ پر اور سورۃ "حشر" کی آیات کو اموال غیر منقولہ پر حمل کیا ہے۔ اسی طرح کہ پہلی آیت "وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ" حکم "فئے" پر اور دوسری آیت "مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی" حکم "غنیمت" پر محمول ہے اور لفظ "غنیمت" کو لفظ "فئے" سے تعبیر کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

سو وہ اللہ کے واسطے ہے اور رسول کے ◆ اور قرابت والے کے ◆ اور یتیموں کے اور

الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ

محتاجوں کے اور مسافر کے تاکہ نہ آئے لینے دینے میں

الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا

دولت مندوں کے تم میں سے ◆ اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے

نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

منع کرے سو چھوڑ دو ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ۘ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا

سخت ہے ◆ (واسطے) ان مفلس وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں

مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے ڈھونڈتے آئے ہیں اللہ کا فضل

وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اور اس کی رضامندی اور مدد کرنے کو اللہ کی اور اس کے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں

الصّٰدِقُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ

سچے ◆ اور جو لوگ (واسطے ان لوگوں کے) جگہ پکڑ رہے ہیں اس گھر میں اور ایمان میں

مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ

ان سے پہلے سے ◆ وہ محبت کرتے ہیں اس سے جو وطن چھوڑ کر آئے ان کے پاس ◆ اور نہیں پاتے

۱ **اموال فئی کے مصارف** | پہلی آیت میں صرف اموال "بنی نضیر" کا ذکر تھا۔ اب اموال "فئے" کے متعلق عام ضابطہ بتلاتے ہیں۔ یعنی "فئے" پر قبضہ رسول کا اور رسول کے بعد امام کا کر اسی پر یہ خرچ پڑتے ہیں۔ باقی اللہ کا ذکر تبرکاً ہوا۔ وہ تو سب ہی کا مالک ہے۔ ہاں کعبہ کا خرچ اور مسجدوں کا بھی جو اللہ کے نامزد ہیں ممکن ہے اس میں درج ہو۔

۲ **ان اموال میں اہل بیت کا حصہ** | یعنی حضرت کے قرابت والوں کے۔ چنانچہ حضور اپنے زمانہ میں اس مال میں سے ان کو بھی دیتے تھے۔ اور ان میں فقیر کی بھی قید نہیں تھی۔ اپنے چچا حضرت عباسؓ کو جو دولتمند تھے آپؐ نے حصہ عطا فرمایا۔ اب آپؐ کے بعد حنفیہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے قرابتدار جو صاحب حاجت ہوں امام کو چاہیے کہ انہیں دوسرے محتاجوں سے مقدم رکھے۔

۳ **دولت کی گردش** | یعنی یہ مصارف اس لئے بتلائے کہ ہمیشہ یتیموں محتاجوں بیکسوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہوتی رہے اور عام اسلامی ضرورتیں سرانجام پا سکیں۔ یہ اموال محض دولتمندوں کے الٹ پھیر میں پڑ کر ان کی مخصوص جاگیریں بن کر رہ جائیں جن سے سرمایہ دار مزے لوٹیں اور غریب فاقوں مریں۔

۴ یعنی مال دیا جاوے وغیرہ جس طرح پیغمبر اللہ کے حکم سے تقسیم کرے اسے بخوشی و رغبت قبول کرو۔ جو ملے لے لو، جس سے روکا جائے رک جاؤ اور اسی طرح اس کے تمام احکام اوامر و نواہی کی پابندی رکھو۔

۵ یعنی رسول کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ڈرتے رہو کہیں رسول کی نافرمانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کوئی سخت عذاب مسلط نہ کر دے۔

۶ **مہاجرین کا حق مقدم ہے** | یعنی یوں تو اس مال سے عام مسلمانوں کی ضروریات و حوائج متعلق ہیں۔ لیکن خصوصی طور پر ان ایثار پیشہ جاں نثاروں اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے۔ جنہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسول کی محبت و اطاعت میں اپنے گھر بار اور مال و دولت سب کو تج دیا اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے تاکہ اللہ و رسول کے کاموں میں آزادانہ مدد کر سکیں۔

۷ **انصار مدینہ کے فضائل** | اس گھر سے مراد ہے مدینہ طیبہ اور یہ لوگ انصار مدینہ ہیں جو مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے۔ اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے ساتھ مستقیم ہو چکے تھے۔

۸ یعنی محبت کے ساتھ مہاجرین کی خدمت کرتے ہیں حتی کہ اپنے اموال وغیرہ میں ان کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں۔

فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ

اپنے دل میں تنگی | اس چیز سے جو مہاجرین کو دی جائے | اور مقدم رکھتے ہیں ان کو

أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ

اپنی جانوں سے | اور اگرچہ ہو ان پر فاقہ ◆ | اور جو بچایا گیا اپنے جی کے

نَفْسِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۞ وَالَّذِينَ جَآءُو

لالچ سے | سو وہی لوگ ہیں مراد پانے والے ◆ | اور واسطے ان لوگوں کے جو آئے

مِنۢ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا

ان کے بعد ◆ | کہتے ہوئے | اے رب بخش ہم کو | اور ہمارے بھائیوں کو

الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَٰنِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا

جو ہم سے پہلے داخل ہوئے | ایمان میں | اور نہ رکھ | ہمارے دلوں میں

غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا رَبَّنَآ إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۞ أَلَمْ

بیر | ایمان والوں کا | اے رب تو ہی ہے | نرمی والا مہربان ◆ | کیا

ع ۲

تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ

تو نے نہیں دیکھا | ان لوگوں کو جو دغاباز ہیں | کہتے ہیں | اپنے بھائیوں کو | جو کہ

كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَٰبِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ

کافر ہیں | اہل کتاب میں سے | اگر تم کو کوئی نکال دے گا | تو ہم بھی نکلیں گے

مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا ۙ وَإِن

تمہارے ساتھ | اور کہا نہ مانیں گے کسی کا تمہارے معاملہ میں کبھی | اور اگر

◆ **انصار کا جذبۂ ایثار و خلوص** | یعنی مہاجرین کو اللہ تعالیٰ جو فضل و شرف عطا فرمائے یا اموال فئے وغیرہ میں سے حضور جو کچھ عنایت کریں اسے دیکھ کر انصار دل تنگ نہیں ہوتے نہ حسد کرتے ہیں۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں اور ہر ایسی چیز میں ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔ خود سختیاں اور فاقے اٹھا کر بھی اگر ان کو بھلائی پہنچا سکیں تو دریغ نہیں کرتے۔ ایسا بے مثال ایثار آج تک دنیا کی کس قوم نے کس قوم کے لئے دکھلایا۔

◆ **بخل سے نجات فلاح ہے** | یعنی بڑے کامیاب اور بامراد ہیں وہ لوگ جن کو اللہ کی توفیق و دستگیری نے ان کے دل کے لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا۔ لالچی اور بخیل آدمی اپنے بھائیوں کے لئے کہاں ایثار کر سکتا ہے اور دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر کب خوش ہوتا ہے؟

◆ یعنی ان مہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے، یا ان کے بعد حلقۂ اسلام میں آئے یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ والظاہر ہو الاول۔

◆ **مسلمانوں کو ایک جامع دعا کی تعلیم** | یعنی سابقین کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور کسی مسلمان بھائی کی طرف سے دل میں بیر اور بغض نہیں رکھتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ "آیت سب مسلمانوں کے واسطے ہے جو اگلوں کا حق مانیں اور انہی کے پیچھے چلیں اور ان سے بیر نہ رکھیں۔" امام مالکؒ نے یہیں سے فرمایا کہ جو شخص صحابہؓ سے بغض رکھے اور ان کی بدگوئی کرے اس کے لئے مال فئے میں کچھ حصہ نہیں۔

قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ⑪

تم سے لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں

لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا

اگر وہ نکالے جائیں یہ نہ نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر ان سے لڑائی ہوئی یہ نہ

يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا

مدد کریں گے ان کی اور اگر مدد کریں گے تو بھاگیں گے پیٹھ پھیر کر پھر کہیں

يُنْصَرُوْنَ ⑫ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ

مدد نہ پائیں گے البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے ان کے دلوں میں

مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ⑬ لَا

اللہ کے ڈر سے یہ اس لیے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے

يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ

لڑ نہ سکیں گے تم سے سب مل کر مگر بستیوں کے کوٹ میں یا

وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا

دیواروں کی اوٹ میں ان کی لڑائی آپس میں سخت ہے تو سمجھے وہ اکٹھے ہیں

وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ⑭

اور ان کے دل جدا جدا ہو رہے ہیں یہ اس لیے کہ وہ لوگ عقل نہیں رکھتے

كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ

جیسے قصہ ان لوگوں کا جو ہو چکے ہیں ان سے پہلے قریب ہی چکھی انہوں نے سزا اپنے کام کی

① **منافقین کا یہود سے خفیہ ساز باز** عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین نے یہود "بنی النضیر" کو خفیہ پیام بھیجا تھا کہ گھبرانا نہیں اور اپنے کو اکیلا مت سمجھنا۔ اگر مسلمانوں نے تم کو نکالا، ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے اور لڑائی کی نوبت آئی تو تمہاری مدد کریں گے۔ یہ ہمارا بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے۔ اس کے خلاف تمہارے معاملہ میں ہم کسی کی بات ماننے والے اور پروا کرنے والے نہیں۔

② **منافقین جھوٹے ہیں** یعنی دل سے نہیں کہہ رہے۔ محض مسلمانوں کے خلاف اکسانے کے لئے باتیں بنا رہے ہیں۔ اور جو کچھ زبان سے کہہ رہے ہیں ہرگز اس پر عمل نہیں کریں گے۔

③ **منافقین کا جھوٹ ثابت ہو گیا** چنانچہ لڑائی کا سامان ہوا اور "بنی نضیر" محصور ہو گئے۔ ایسی نازک صورت حال میں کوئی منافق ان کی مدد کو نہ پہنچا، اور آخرکار جب وہ نکالے گئے یہ اس وقت آرام سے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے رہے۔

④ یعنی اگر بفرض محال منافق ان کی مدد کو نکلے بھی تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی اس کے کہ مسلمانوں کے مقابلہ سے پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ پھر ان کی مدد تو کیا کر سکتے خود ان کی مدد کو بھی کوئی نہ پہنچے گا۔

⑤ **منافقین کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب** یعنی اللہ کی عظمت کو سمجھتے اور دل میں اس کا ڈر رکھتے تو کفر و نفاق کیوں اختیار کرتے۔ ہاں مسلمانوں کی شجاعت و بسالت سے ڈرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے نہ میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں۔

⑥ **منافقین کے بزدلانہ طریقے** یعنی چونکہ ان لوگوں کے دل مسلمانوں سے مرعوب اور خوفزدہ ہیں، اس لئے کھلے میدان میں جنگ نہیں کر سکتے۔ ہاں گنجان بستیوں میں قلعہ بند ہو کر یا دیواروں اور درختوں کی آڑ میں چھپ کر لڑ سکتے ہیں۔ ہمارے ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ یورپ نے مسلمانوں کی تلوار سے عاجز ہو کر قسم قسم کے آتشبار اسلحہ اور طریق جنگ ایجاد کئے ہیں۔ تاہم اب بھی اگر کسی وقت دست بدست جنگ کی نوبت آ جاتی ہے تو چند ہی منٹ میں "لَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ جَمِیْعًا اِلَّا فِیْ قُرًی مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ" کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ باقی اس قوم کا تو کہنا ہی کیا جس کے نزدیک چھتوں پر چڑھ کر اینٹ پتھر پھینکنا اور تیزاب کی پچکاریاں چلانا ہی سب سے بڑی علامت بہادری کی ہے۔

⑦ **آپس کی لڑائی میں سخت ہیں** یعنی آپس میں لڑائی میں بڑے تیز اور سخت ہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے "اوس" و "خزرج" کی جنگ میں تجربہ ہو چکا۔ مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی ساری بہادری اور شیخی کرکری ہو جاتی ہے۔

⑧ **کفار کا اتحاد دھوکہ ہے** یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے ظاہری اتفاق و اتحاد سے دھوکہ مت کھاؤ۔ ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں، ہر ایک اپنی غرض و خواہش کا بندہ اور خیالات میں ایک دوسرے سے جدا ہے۔ پھر حقیقی یکجہتی کہاں میسر آ سکتی ہے۔ اگر عقل ہوتی تو سمجھتے کہ یہ نمائشی اتحاد کس کام کا۔ اتحاد اسے کہتے ہیں جو مومنین قانتین میں پایا جاتا ہے کہ تمام اغراض و خواہشات سے یکسو ہو کر سب نے ایک اللہ کی رسی کو تھام رکھا ہے اور ان سب کا مرنا جینا اسی خدائے واحد کے لئے ہے۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٥﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَٰنِ إِذْ قَالَ

اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے ◆ جیسے قصہ شیطان کا جب کہے

لِلْإِنسَٰنِ ٱكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّى بَرِىٓءٌ مِّنكَ إِنِّىٓ

انسان کو تو منکر ہو پھر جب وہ منکر ہو گیا کہے میں الگ ہوں تجھ سے میں

أَخَافُ ٱللَّهَ رَبَّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَٰقِبَتَهُمَآ أَنَّهُمَا فِى

ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب ہے سارے جہان کا پھر انجام دونوں کا یہی کہ وہ دونوں ہیں

ٱلنَّارِ خَٰلِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَٰٓؤُا۟ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٧﴾

آگ میں ہمیشہ رہیں اسی میں اور یہی ہے سزا گنہگاروں کی ◆

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر ایک جی

مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا

کیا بھیجتا ہے کل کے واسطے ◆ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کو خبر ہے جو

تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُونُوا۟ كَٱلَّذِينَ نَسُوا۟ ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمْ

تم کرتے ہو ◆ اور مت ہو ان جیسے جنہوں نے بھلا دیا اللہ کو پھر اللہ نے بھلا دیے ان کو

أَنفُسَهُمْ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِىٓ

ان کے جی وہ لوگ وہی ہیں نافرمان ◆ برابر نہیں

أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ وَأَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۚ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ هُمُ

دوزخ والے اور بہشت والے بہشت والے جو ہیں وہی ہیں

◆ **پچھلے کفار کے حال سے سبق لو** | یعنی ابھی قریب زمانہ میں یہود "بنی قینقاع" اپنی غداری کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ جب انھوں نے بدعہدی کی تو مسلمانوں نے ایک مختصر لڑائی کے بعد نکال باہر کیا۔ اور اس سے پیشتر ماضی قریب میں مکہ والے "بدر" کے دن سزا پا چکے ہیں۔ یہی انجام "بنی نضیر" کا دیکھ لو کہ دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں سزا ملی اور آخرت کا دردناک عذاب جوں کا توں رہا۔

◆ **شیطان اور منافقین میں مناسبت** | یعنی شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے۔ جب انسان دام اغواء میں پھنس جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تجھ سے الگ اور تیرے کام سے بیزار ہوں مجھے تو اللہ سے ڈر لگتا ہے (یہ کہنا بھی ریاء اور مکاری سے ہوگا) نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود بھی دوزخ کا کندہ ہوا اور اسے بھی بنایا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "شیطان آخرت میں یہ بات کہے گا اور "بدر" کے دن بھی ایک کافر کی صورت میں لوگوں کو بڑھاوا دیتا تھا۔ جب فرشتے نظر آئے تو بھاگا۔ جس کا ذکر سورہ "انفال" میں گذر چکا ہے۔ یہی مثال منافقوں کی ہے۔" وہ "بنی نضیر" کو اپنی مدد و رفاقت کا یقین دلا دلا کر بھڑے پر چڑھاتے رہے۔ آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے تو آپ الگ ہو بیٹھے۔ لیکن کیا وہ اس طرح اللہ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

◆ **تقویٰ اور عمل صالح کا حکم** | یعنی اللہ سے ڈر کر طاعات اور نیکیوں کا ذخیرہ فراہم کرو اور سوچو کل کے لئے کیا سامان تم نے آگے بھیجا ہے جو مرنے کے بعد وہاں پہنچ کر تمہارے کام آئے۔

◆ یعنی تمہارا کوئی کام اللہ سے پوشیدہ نہیں لہٰذا اس سے ڈر کر تقویٰ کا راستہ اختیار کرو اور معاصی سے پرہیز رکھو۔

◆ **بھولنے والوں کی طرح مت ہو** | یعنی جنہوں نے اللہ کے حقوق بھلا دیئے، اس کی یاد سے غفلت اور بے پروائی برتی۔ اللہ نے خود ان کی جانوں سے ان کو غافل اور بے خبر کر دیا کہ آنے والی آفات سے اپنے بچاؤ کی کچھ فکر نہ کی۔ اور نافرمانیوں میں غرق ہو کر دائمی خسارے اور ابدی ہلاکت میں پڑ گئے۔

الْفَآئِزُوْنَ ۝٢٠ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ

مراد پانے والے ◆ اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر

لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ

تو تو دیکھتا کہ دب جاتا پھٹ جاتا اللہ کے ڈر سے ◆

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

اور یہ مثالیں ہم سناتے ہیں لوگوں کو تاکہ وہ

يَتَفَكَّرُوْنَ ۝٢١ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

غور کریں ◆ وہی اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝٢٢

جانتا ہے پوشیدہ (چھپا) اور جو ظاہر (کھلا) ہے وہ بڑا مہربان رحم والا

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ

وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ پاک ذات

السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ

سب عیبوں سے سالم ◆ امان دینے والا ◆ پناہ میں لینے والا زبردست دباؤ والا صاحب عظمت

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٢٣ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

پاک ہے اللہ ان کے شریک بنانے سے ◆ وہ اللہ ہے بنانے والا نکال کھڑا کرنے والا ◆

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى

صورت کھینچنے والا ◆ اسی کے ہیں سب نام اچھے (عمدہ) ◆ پاکی بول رہا ہے اس کی جو کچھ ہے

◆ اہل جنت اور اہل دوزخ برابر نہیں ہیں | یعنی چاہیئے کہ آدمی اپنے کو جنت کا مستحق بنانے کی فکر کرے جس کا راستہ قرآن کریم کی ہدایات کے سامنے جھکنے کے سوا کچھ نہیں۔

◆ قرآن کی عظمت سے پہاڑ پھٹ جاتے | یعنی مقام حسرت و افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر کچھ نہ ہو حالانکہ قرآن کی تاثیر اس قدر زبردست اور قوی ہے کہ اگر وہ پہاڑ جیسی سخت چیز پر اتارا جاتا اور اس میں سمجھ کا مادہ موجود ہوتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا اور مارے خوف کے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جاتا۔ میرے والد مرحوم نے ایک طویل نظم کے ضمن میں یہ تین شعر لکھے تھے۔

سخت سنتے نغمہ ہائے محفل بدعات کو ۔۔۔ کان بہرے ہو گئے دل چور ہونے کو ہے
آؤ سنوائیں تمہیں وہ نغمہ شیریں بھی ۔۔۔ پارہ جس کے لحن سے طور ہلا ہونے کو ہے
حیف گر تاثیر اس کی تیرے دل پر کچھ نہ ہو ۔۔۔ کوہ جس سے "خاشعا متصدعا" ہونے کو ہے

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی کافروں کے دل بڑے سخت ہیں کہ یہ کلام سن کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ اگر پہاڑ سمجھے تو وہ بھی دب جائے۔" تنبیہ | یہ تو کلام کی عظمت کا ذکر تھا۔ آگے متکلم کی عظمت و رفعت کا بیان ہے۔

◆ صفات الٰہیہ کا بیان | یعنی سب نقائص اور کمزوریوں سے پاک، اور سب عیوب و آفات سے سالم، نہ کوئی برائی اس کی بارگاہ تک پہنچ نہ پہنچے۔

◆ "مومن" کا ترجمہ "امان دینے والا" کیا ہے۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک "مصدق" کے معنی ہیں یعنی اپنی اور اپنے پیغمبروں کی قولاً و فعلاً تصدیق کرنے والا۔ یا مومنین کے ایمان پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا۔

◆ یعنی اس کی ذات و صفات اور افعال میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

◆ "خالق" و "باری" کے فرق کی طرف ہم نے سورۂ "بنی اسرائیل" کی آیت "وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" الخ کے فوائد میں کچھ اشارہ کیا ہے۔

◆ جیسا کہ نطفہ پر انسان کی تصویر کھینچ دی۔

◆ یعنی وہ نام جو اعلیٰ و اجل کی خوبیوں اور کمالات پر دلالت کرتے ہیں۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾

آسمانوں میں ◆ اور زمین میں ◆ اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ◆

آیاتہا ۱۳ ﴿۶۰﴾ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ﴿۹۱﴾ رکوعاتہا ۲

سورۂ ممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی اس کی تیرہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ

اے ایمان والو ◆ نہ پکڑو میرے اور اپنے دشمنوں کو

اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا

دوست تم ان کو پیغام بھیجتے ہو دوستی سے ◆ اور وہ منکر ہوئے ہیں اس سے جو

جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ

تمہارے پاس آیا سچا دین ◆ نکالتے ہیں رسول کو اور تم کو

اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ

اس بات پر کہ تم مانتے ہو اللہ کو جو رب ہے تمہارا ◆ اگر تم نکلے ہو لڑنے کو

سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ

میری راہ میں اور طلب کرنے کو میری رضامندی ◆ تم ان کو چھپا کر بھیجتے ہو دوستی کے پیغام

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ

اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو چھپایا تم نے اور جو ظاہر کیا تم نے ◆ اور جو کوئی تم میں

◆ **اسماء الحسنیٰ** یعنی زبان حال سے یا قال سے بھی جس کو تم نہیں سمجھتے۔

◆ تمام کمالات وصفات الٰہیہ کا مرجع ان دو صفتوں "عزیز" اور "حکیم" کی طرف ہے۔ کیونکہ "عزیز" کمال قدرت پر اور "حکیم" کمال علم پر دلالت کرتا ہے۔ اور جتنے کمالات ہیں تمام علم اور قدرت سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہیں۔ روایات میں سورۂ "حشر" کی ان تین آیتوں (ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو سے آخر تک) کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مومن کو چاہئے کہ صبح و شام ان آیات کی تلاوت پر مواظبت رکھے۔ تم سورۃ الحشر وللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الممتحنۃ

◆ **حاطب بن ابی بلتعہ کا خط** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح مکہ والوں سے ہوئی تھی۔ جس کا ذکر "انا فتحنا" میں آ چکا۔ دو برس یہ صلح قائم رہی۔ پھر کافروں کی طرف سے ٹوٹی۔ تب حضرت نے خاموشی کے ساتھ فوج جمع کر کے مکہ فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ خبروں کی بندش کر دی گئی۔ مبادا کفار مکہ آپ کی تیاریوں سے آگاہ ہو کر لڑائی کا سامان شروع کر دیں۔ اور اس طرح حرم شریف میں جنگ کرنا ناگزیر ہو جائے۔ ایک مسلمان حاطب بن ابی بلتعہ نے (جو مہاجرین بدریین میں سے تھے) مکہ والوں کو خط لکھ بھیجا کہ محمد کا لشکر اندھیری رات اور سیل بے پناہ کی طرح تم پر ٹوٹنے والا ہے۔ حضرت کو وحی سے معلوم ہو گیا آپ نے حضرت علیؓ اور چند صحابہ کو حکم دیا کہ ایک عورت مکہ کے راستہ میں سفر کرتی ہوئی فلاں مقام پر ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے وہ حاصل کر کے لاؤ۔ یہ لوگ تیزی سے روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا۔ اس نے بہت لیت ولعل اور ردوکد کے بعد خط ان کے حوالے کیا۔ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے کفار مکہ کے نام ہے۔ جس میں مسلمانوں کے عزم کی اطلاع دی گئی ہے۔ آپ نے حاطب کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ بولے یا رسول اللہ! میں نے کفر اختیار کیا ہے نہ اسلام سے پھرا ہوں۔ سچی بات یہ ہے کہ میرے اہل و عیال مکہ میں ہیں۔ وہاں ان کی حمایت کرنے والا کوئی نہیں۔ میں نے کافروں پر ایک احسان کرنا چاہا کہ وہ لوگ اس کے معاوضہ میں میرے اہل و عیال کی خبر لیتے رہیں اور ان سے اچھا سلوک کریں (میں نے سمجھا کہ اس سے مجھ کو فائدہ ہو جائیگا اور اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ نصرت کے جو وعدے اللہ نے آپ سے کئے ہیں۔ وہ یقیناً پورے ہو کر رہیں گے۔ کسی کے روکے رک نہیں سکتے (چنانچہ خط میں بھی یہ مضمون تھا کہ خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بھی تم پر حملہ آور ہوں تو اللہ ان کی مدد کرے گا اور جو وعدے ان سے کئے ہیں پورے کر کے چھوڑے گا" بلاشبہ حاطب سے یہ بہت بڑی خطا ہوئی لیکن رحمۃ للعالمین نے فرمایا "لاتقولوا لہ الا خیرا" یعنی بھلائی کے سوا اس کو کچھ مت کہو۔ اور فرمایا حاطب بدریین میں سے ہے تمہیں کیا معلوم ہے کہ اللہ نے بدریین کی خطائیں معاف فرما دی ہیں۔ سورۂ ہذا کا بڑا حصہ اسی قصہ میں نازل ہوا۔

◆ **کفار سے دوستی کی ممانعت** یعنی کفار مکہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی۔ ان سے دوستانہ برتاؤ کرنا اور دوستانہ پیغام ان کی طرف بھیجنا ایمان والوں کو زیبا نہیں۔

◆ اس لئے اللہ کے دشمن ہوئے۔

◆ **دوستی نہ کرنے کی وجہ** یعنی پیغمبر کو اور تم کو محض اس قدر ایذائیں دے کر وطن چھوڑنے پر مجبور کیا کہ تم ایک اللہ کو جو تمہارا سب کا رب ہے کیوں مانتے ہو۔ اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہو گا۔ تعجب ہے کہ ایسوں کی طرف تم دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔

◆ یعنی تمہارا گھر سے نکلنا اگر میری خوشنودی اور میری راہ میں جہاد کرنے کے لئے ہے اور خالص میری رضا کے واسطے تم نے سب کو دشمن بنایا ہے تو پھر ان ہی دشمنوں سے دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب۔ کیا جنہیں ناراض کر کے اللہ کو راضی کیا تھا اب انہیں راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو۔ العیاذ باللہ۔

◆ **اللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں** یعنی آدمی ایک کام تمام دنیا سے چھپا کر کرنا چاہے تو کیا اس کو اللہ سے بھی چھپا لے گا؟ دیکھو! حاطب نے کس قدر کوشش کی کہ خفیہ اطلاع مکہ کو دیدے مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع فرما دیا اور راز بروقت فاش ہو گیا۔

مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيلِ ۝١ إِنْ يَثْقَفُوكُمْ

یہ کام کرے   تو وہ بھول گیا سیدھی راہ ۞   اگر تم ان کے ہاتھ آ جاؤ

يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَآءً وَيَبْسُطُوٓا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ

ہو جائیں تمہارے دشمن   اور چلائیں تم پر   اپنے ہاتھ

وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوٓءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ۝٢ لَنْ تَنْفَعَكُمْ

اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ   اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح تم بھی منکر ہو جاؤ ۞   ہرگز کام نہ آئیں گے تمہارے

أَرْحَامُكُمْ وَلَآ أَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۚ

رشتے والے   اور نہ تمہاری اولاد   قیامت کے دن   وہ فیصلہ کرے گا تم میں

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝٣ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ

اور اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے ۞   تم کو چال چلنی چاہیے

حَسَنَةٌ فِيٓ إِبْرٰهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ ۚ إِذْ قَالُوا

اچھی   ابراہیم کی   اور جو اس کے ساتھ تھے   جب انہوں نے کہا

لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ

اپنی قوم کو   ہم الگ ہیں تم سے   اور ان سے کہ جن کو تم پوجتے ہو

دُونِ اللّٰهِ ۚ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ

اللہ کے سوا ۞   ہم منکر ہوئے تم سے ۞   اور کھل پڑی ہم میں   اور تم میں

الْعَدٰوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ

دشمنی   اور بیر ہمیشہ کو   یہاں تک کہ تم یقین لاؤ   اللہ اکیلے پر ۞

إِلَّا قَوْلَ إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ

مگر ایک کہنا ابراہیم کا اپنے باپ کو کہ میں مانگوں گا معافی تیرے لیے اور

أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا

مالک نہیں میں تیرے نفع کا اللہ کے ہاتھ سے کسی چیز کا ◆ اے رب ہمارے ہم نے تجھ پر بھروسہ کیا

وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

اور تیری طرف رجوع ہوئے اور تیری طرف ہے سب کو پھر آنا ◆ اے رب ہمارے مت

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنْتَ

جانچ ہم پر کافروں کو ◆ اور ہم کو معاف کر اے رب ہمارے ◆ تو ہی ہے

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

زبردست حکمت والا ◆ البتہ تم کو بھلی چال چلنی ہے

لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

ان کی جو کوئی امید رکھتا ہو اللہ کی اور پچھلے دن کی اور جو کوئی منہ پھیرے

فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّجْعَلَ

تو اللہ وہی ہے بے پروا سب تعریفوں والا ◆ امید ہے کہ کر دے اللہ

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ

تم میں اور جو دشمن ہیں تمہارے ان سے ان میں دوستی اور اللہ

قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ

سب کچھ کر سکتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆ اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان سے

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا اپنے باپ سے دعا کا وعدہ** | یعنی صرف دعا ہی کر سکتا ہوں۔ کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں۔ خدا جو کچھ پہنچانا چاہے اسے میں نہیں روک سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا۔ تم بھی وہی کرو۔ ایک ابراہیمؑ نے دعا چاہی تھی، باپ کے واسطے۔ جب تک معلوم نہ تھا تم کو معلوم ہو چکا۔ لہٰذا تم کافر کی بخشش نہ مانگو۔" **تنبیہ** | باپ کے حق میں ابراہیمؑ کے استغفار کا قصہ سورۂ "براءۃ" میں گزر چکا۔ آیت "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ" الخ کے فوائد میں دیکھ لیا جائے۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کی دعا** | یعنی سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسہ کیا اور قوم سے ٹوٹ کر تیری طرف رجوع ہوئے اور خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر کر تیری ہی طرف آنا ہے۔

◆ یعنی ہم کو کافروں کے واسطے محل آزمائش اور تختۂ مشق نہ بنا اور ایسے حال میں مت رکھ جس کو دیکھ کر کافر خوش ہوں، اسلام اور مسلمانوں پر آوازے کسیں اور ہمارے مقابلہ میں اپنی حقانیت پر استدلال کرنے لگیں۔

◆ یعنی ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما اور تقصیرات سے درگزر کر۔

◆ تیری زبردست قوت اور حکمت سے یہی توقع ہے کہ اپنے وفاداروں کو دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور نہ ہونے دے گا۔

◆ **اسوۂ ابراہیمی اختیار کرو** | یعنی تم مسلمانوں کو بالخصوص اور ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں، ابراہیمؑ اور اس کے رفقاء کی چال اختیار کرنی چاہیے۔ دنیا خواہ تم کو کتنا ہی متعصب اور تنگدل کہے تم اس راستہ سے مت ہٹو، جو دنیا کے موحد اعظم نے اپنے طرز عمل سے قائم کر دیا۔ مستقبل کی ابدی کامیابی اسی راستہ پر چلنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر اس کے خلاف چلو گے اور خدا کے دشمنوں سے دوستانہ گانٹھو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی دوستی یا دشمنی کی کیا پروا ہے وہ تو بذات خود تمام کمالات اور ہر قسم کی خوبیوں کا مالک ہے۔ اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

◆ **ترک موالات کے بارے میں مسلمانوں کی تسلی** | یعنی اللہ کی قدرت و رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ جو آج بدترین دشمن ہیں کل انہیں مسلمان کر دے اور اس طرح تمہارے اور ان کے درمیان دوستانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہو جائیں۔ چنانچہ فتح مکہ میں ایسا ہی ہوا۔ اکثر یا سب مکہ والے مسلمان ہو گئے اور جو لوگ ایک دوسرے پر تلوار اٹھا رہے تھے اب ایک دوسرے پر جان قربان کرنے لگے۔ اس آیت میں مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ مکہ والوں کے مقابلہ میں یہ ترک موالات کا جہاد صرف چند روز کے لئے ہے۔ پھر اس کی ضرورت نہیں رہے گی۔ چاہیے کہ بحالت موجودہ تم مضبوطی سے ترک موالات پر قائم رہو۔ اور جس کسی سے کوئی بے اعتدالی ہو گئی ہو اللہ سے اپنی خطا معاف کرائے۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ

لوگوں سے | جو لڑے نہیں تم سے | دین پر | اور نکالا نہیں تم کو

مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ

تمہارے گھروں سے | کہ ان سے کرو بھلائی | اور انصاف کا سلوک | بے شک

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ

اللہ چاہتا ہے | انصاف والوں کو ◆ | اللہ تو منع کرتا ہے تم کو ان سے

الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ

جو لڑے تم سے | دین پر | اور نکالا تم کو تمہارے

دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ

گھروں سے | اور شریک ہوئے | تمہارے نکالنے میں | کہ ان سے کرو دوستی

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا

اور جو کوئی ان سے دوستی کرے | سو وہ لوگ وہی ہیں گنہگار ◆ | اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ

ایمان والو | جب آئیں تمہارے پاس | ایمان والی عورتیں | وطن چھوڑ کر

فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ

تو ان کو جانچ لو | اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو ◆ | پھر اگر جانو کہ وہ

مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ

ایمان پر ہیں | تو مت پھیرو ان کو | کافروں کی طرف | نہ یہ عورتیں حلال ہیں

لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۖ وَآتُوهُمْ مَّا أَنفَقُوا ۚ

ان کافروں کو | اور نہ وہ کافر حلال ہیں ان عورتوں کو | اور دے دو ان کافروں کو جو ان کا خرچ ہوا ہو

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ

اور گناہ نہیں تم کو | کہ نکاح کر لو ان عورتوں سے | جب ان کو دو

أُجُورَهُنَّ ۚ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا

ان کے مہر ◆ | اور نہ رکھو اپنے قبضہ میں | ناموس کافر عورتوں کے | اور تم مانگ لو جو

أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۖ

تم نے خرچ کیا | اور وہ کافر مانگ لیں | جو انہوں نے خرچ کیا | یہ اللہ کا فیصلہ ہے

يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿١٠﴾ وَإِن فَاتَكُمْ

تم میں فیصلہ کرتا ہے | اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ◆ | اور اگر ہاتھ سے جاتی رہیں

شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا

تمہارے ہاتھ سے کچھ عورتیں | کافروں کی طرف | پھر تم ہاتھ مارو | تو دے دو

الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا ۚ وَاتَّقُوا

ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں | جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا | اور ڈرتے رہو

اللَّهَ الَّذِي أَنتُم بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا

اللہ سے جس پر تم کو یقین ہے ◆ | اے نبی | جب

جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ

آئیں تیرے پاس | مسلمان عورتیں | بیعت کرنے کو | اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں

ان عورتوں سے نکاح کی شرائط | یہ حکم ہوا کہ جب میاں بیوی میں اگر ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو اختلاف دارین کے بعد تعلق نکاح قائم نہیں رہتا۔ جب اگر کسی کافر کی عورت مسلمان ہو کر "دارالاسلام" میں آ جائے تو جو مسلمان اس سے نکاح کرے اس کے ذمہ ہے کہ اس کافر نے جتنا مہر عورت پر خرچ کیا تھا وہ اسے واپس کر دے۔ اور اب عورت کا جو مہر قرار پائے وہ جدا اپنے ذمہ رکھے تب نکاح میں لا سکتا ہے۔

مسلمانوں کی کافر بیویوں کا مسئلہ | پہلے حکم کے مقابل دوسری طرف یہ حکم ہوا کہ اس مسلمان کی عورت کافر رہ گئی ہے وہ اس کو چھوڑ دے۔ پھر جو کافر اس سے نکاح کرے اس مسلمان کا خرچ کیا ہوا مہر واپس کرے۔ اس طرح دونوں فریق ایک دوسرے سے اپنا حق طلب کریں۔ جب یہ حکم آیا تو مسلمان تیار ہو گئے دینے کو بھی اور لینے کو بھی۔ لیکن کافروں نے اپنا قول نہ دیا۔ تب اگلی آیت نازل ہوئی۔

اسلام کی مساوات تعلیم | یعنی جس مسلمان کی عورت گئی اور وہاں سے اس کا خرچ نہ ملا، پھر تم نے بدلہ لیا تو جس کافر کی عورت مسلمان کے پاس آئے اس کا جو خرچ دینا تھا اس کو وہ نہ دیں۔ بلکہ اس مسلمان کو دیں جس کا حق مارا گیا ہے۔ جب اس مسلمان کا حق دے کر بچ رہے وہ کافروں کو دیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان کا خرچ کیا ہوا واپس نہ ملے تو بیت المال سے دیا جائے۔ اللہ اکبر! کس قدر عدل و انصاف کی تعلیم ہے۔ لیکن اس پر کما حقہ وہی عمل کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ کا ڈر اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہو۔ تنبیہ: "فعاقبتم" کے دو ترجمے حضرت شاہ صاحب نے کئے ہیں۔ "پھر تم ہاتھ مارو" اور "پھر تمہاری باری آئے"۔ ہم نے دوسرے ترجمے کے لحاظ سے مطلب کی تقریر کی ہے۔ پہلے ترجمہ کے موافق بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد مال غنیمت کا حاصل ہونا ہے۔ یعنی مال غنیمت میں سے اس مسلمان کا خرچ کیا ہوا چکا دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ

اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ

وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَ

اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰۤاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا

مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

(۶۱) سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

۱ **عورتوں کو بیعت کرنے کی شرائط** | جیسا کہ جاہلیت میں رواج تھا کہ ننگ و عار کی وجہ سے لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اور بعض اوقات فقر و فاقہ کے خوف سے لڑکوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے۔

۲ طوفان باندھنا ہاتھ پاؤں میں یہ کہ کسی پر جھوٹا دعویٰ کریں یا جھوٹی گواہی دیں یا کسی معاملہ میں اپنی طرف سے بنا کر جھوٹی قسم کھائیں، اور ایک معنی یہ کہ بیٹا جنا ہو کسی اور سے اور منسوب کر دیں خاوند کی طرف، یا کسی دوسری عورت کی اولاد لے کر مکر و فریب سے اپنی طرف نسبت کر لیں۔ حدیث میں ہے کہ جو کوئی ایک کا بیٹا دوسرے کی طرف لگائے جنت اس پر حرام ہے۔

۳ **عورتوں کی بیعت میں آنحضرت ﷺ کا طریقہ** | پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی (جو ہجرت کر کے آئیں) جانچ کی جائے۔ یہاں بتلا دیا کہ ان کا جانچنا یہی ہے کہ جو احکام اس آیت میں ہیں وہ قبول کر لیں تو ان کا ایمان ثابت رکھو۔ یہ "آیت بیعت" کہلاتی ہے۔ حضرت کے پاس عورتیں بیعت کرتی تھیں تو یہی اقرار لیتے تھے لیکن بیعت کے وقت کبھی کسی عورت کے ہاتھ نے آپ کے ہاتھ کو مس نہیں کیا۔

۴ **عورتوں کیلئے استغفار کا حکم** | یعنی ان امور میں جو کوتاہیاں پہلے ہو چکیں یا امتثال احکام میں آئندہ کچھ تقصیر رہ جائے اس کے لئے آپ ان کے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔ اللہ آپ کی برکت سے ان کی تقصیر معاف فرمائے گا۔

۵ **اللہ کے دشمنوں سے دوستی کی ممانعت** | شروع سورت میں جو مضمون تھا، خاتمہ پر پھر یاد دلا دیا۔ یعنی مومن کی شان نہیں کہ جس پر خدا ناراض ہو اس سے دوستی اور رفاقت کا معاملہ کرے۔ جس پر خدا کا غصہ ہو خدا کے دوستوں کو بھی غصہ ہونا چاہئے۔

۶ **کفار کی مایوسی** | یعنی منکروں کو توقع نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا اور پھر دوسری زندگی میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ یہ کافر بھی ویسے ہی ناامید ہیں۔ **تنبیہ** | بعض مفسرین کے نزدیک "مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ" کفار کا بیان ہے یعنی جس طرح کافر جو قبر میں پہنچ چکے وہاں کا حال دیکھ کر اللہ کی مہربانی اور خوشنودی سے بالکلیہ مایوس ہو چکے ہیں اسی طرح یہ کافر بھی آخرت کی طرف سے ناامید ہیں۔ تم سورۃ الممتحنۃ

الْحَكِيمُ ۝ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا

حکمت والا | اے ایمان والو | کیوں کہتے ہو منہ سے | جو نہیں

تَفْعَلُونَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِندَ ٱللَّهِ أَن تَقُولُوا۟ مَا لَا

کرتے | بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں | کہ کہو وہ چیز | جو نہ

تَفْعَلُونَ ۝٣ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَ فِى

کرو | اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو | جو لڑتے ہیں | اس کی

سَبِيلِهِۦ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَٰنٌ مَّرْصُوصٌ ۝٤ وَإِذْ

راہ میں | قطار (صف) باندھ کر | گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی ◆ | اور جب

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِۦ يَٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِى وَقَد تَّعْلَمُونَ

کہا موسیٰ نے | اپنی قوم کو | اے قوم میری | کیوں ستاتے ہو مجھ کو | اور تم کو معلوم ہے

أَنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوٓا۟ أَزَاغَ ٱللَّهُ

کہ میں اللہ کا بھیجا آیا ہوں تمہارے پاس ◆ | پھر جب وہ پھر گئے | تو پھیر دیے اللہ نے

قُلُوبَهُمْ ۚ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ۝٥ وَإِذْ

ان کے دل | اور اللہ راہ نہیں دیتا | نافرمان لوگوں کو ◆ | اور جب

قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ

کہا | عیسیٰ مریم کے بیٹے نے | اے بنی اسرائیل | میں بھیجا ہوا آیا ہوں

ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ

اللہ کا تمہارے پاس | یقین کرنے والا | اس پر جو مجھ سے آگے ہے | توریت ◆

سورۃ الصف

زبانی دعووں کی مذمت | یعنی وعدہ خلافی اور دعوے کی بات سے ڈرنا چاہئے کہ پیچھے مشکل پڑتی ہے۔ زبان سے ایک بات کہہ دینا آسان ہے، لیکن اس کا نباہنا آسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے سخت ناراض اور بیزار ہوتا ہے جو زبان سے کہے بہت کچھ اور کرے کچھ نہیں۔ روایات میں ہے کہ ایک جگہ مسلمان جمع تھے، کہنے لگے ہم کو اگر معلوم ہو جائے کہ کونسا کام اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے تو وہی اختیار کریں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ یعنی دیکھو وہ عمل کہ ہم بتلائے دیتے ہیں۔

جہاد میں دیوار کی طرح ڈٹنے والے | یعنی اللہ کو سب سے زیادہ ان لوگوں سے محبت ہے جو اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں کے مقابلہ پر ایک سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ جاتے ہیں اور میدان جنگ میں اس شان سے صف آرائی کرتے ہیں کہ گویا وہ سب مل کر ایک مضبوط دیوار ہیں جس میں سیسہ پلا دیا گیا ہے، اور جس میں کسی جگہ کوئی رخنہ نہیں پڑ سکتا۔ اب اس معیار پر اپنے کو پرکھ لو۔ بیشک تم میں بہت ایسے ہیں جو اس معیار پر کامل و اکمل اتر چکے ہیں مگر بعض مواقع ایسے بھی آئیں گے جہاں بعضوں کے زبانی دعووں کی ان کے عمل نے تکذیب کی ہے۔ آخر جنگ احد میں وہ بنیان مرصوص کہاں قائم رہی۔ اور جس وقت حکم قتال اترا تو بعض نے یہ بھی کہا۔ "رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا" الخ (نساء، رکوع ۱۱) بہر حال زبان سے زیادہ دعوے مت کرو بلکہ خدا کی راہ میں قربانی پیش کرو جس سے اصلی کامیابی نصیب ہو۔ موسیٰ کی قوم کو نہیں دیکھتے کہ زبان سے تعلّی و تفاخر کی باتیں بہت بڑھ چڑھ کر جاتے تھے لیکن عمل کے میدان میں صفر تھے۔ جہاں کوئی موقع کام کا آیا فوراً پھسل گئے اور نہایت تکلیف دہ باتیں کرنے لگے۔ نتیجہ جو کچھ ہوا اس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کی اپنی قوم سے شکایت | یعنی روشن دلائل اور کھلے کھلے معجزات دیکھ کر تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں۔ پھر سخت نازیبا اور بیہودہ حرکتیں کر کے مجھے کیوں ستاتے ہو۔ یہ معاملہ تو کسی معمولی ناصح اور خیر خواہ کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہئے۔ چہ جائیکہ ایک اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو۔ کیا میرے دل کو تمہاری ان گستاخانہ حرکات سے دکھ نہیں پہنچتا۔ کبھی بے جان بچھڑا بنا کر پوجنے لگے اور اس کو اپنا اور موسیٰ کا خدا بتلانے لگے۔ کبھی "قاتلوا" پر جہاد کرنے کا حکم ہوا تو کہنے لگے ہم تو کبھی نہیں جائیں گے۔ تم اور تمہارا خدا جا کر لڑ لو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ وغیر ذلک من الخرافات۔ چنانچہ اسی سے تنگ ہو کر حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ "رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ"

اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے | بدی کرتے کرتے قاعدہ ہے کہ دل سخت اور سیاہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نیکی کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ یہی حال ان کا ہوا۔ جب ہر بات میں رسول سے ضد ہی کرتے رہے اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے تو آخر مردود ہوئے۔ اور اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا کہ سیدھی بات قبول کرنے کی صلاحیت نہ رہی۔ ایسے ضدی نافرمانوں کے ساتھ اللہ کی یہی عادت ہے۔

حضرت عیسیٰ کا تورات کی تصدیق کرنا | یعنی اصل تورات کے من اللہ ہونے کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کے احکام و اخبار پر یقین رکھتا ہوں اور جو کچھ میری تعلیم ہے فی الحقیقت ان ہی اصول کے ماتحت ہے جو تورات میں بتلائے گئے تھے۔ تنبیہ: ابن کثیر وغیرہ نے "مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ" الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ میرا وجود تورات کی باتوں کی تصدیق کرتا ہے۔ کیونکہ میں ان چیزوں کا مصداق بن کر آیا ہوں جن کی خبر تورات شریف میں دی گئی تھی۔ واللہ اعلم۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۖ

اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی — جو آئے گا میرے بعد — اس کا نام ہے احمد ◆

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَمَنْ

پھر جب آیا ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر — کہنے لگے — یہ جادو ہے صریح ◆ — اور اس سے

أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ

زیادہ بے انصاف کون — جو باندھے اللہ پر جھوٹ — اور اس کو بلاتے ہیں

إِلَى الْإِسْلَامِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝

مسلمان ہونے کو ◆ — اور اللہ راہ نہیں دیتا — بے انصاف لوگوں کو ◆

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ وَاللَّهُ

چاہتے ہیں — کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی — اپنے منہ سے — اور اللہ

مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ

پورا کر کے رہے گا اپنی روشنی — اور پڑے برا مانیں منکر ◆ — وہی ہے جس نے بھیجا

رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى

اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر — اور سچا دین — کہ اس کو اوپر کرے

الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

سب دینوں سے — اور پڑے برا مانیں شرک کرنے والے ◆ — اے ایمان

آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِنْ عَذَابٍ

والو — میں بتلاؤں تم کو — ایسی سوداگری — جو بچائے تم کو ایک عذاب

أَلِيمٍ ۝ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ

درد ناک سے | ایمان لاؤ اللہ پر | اور اس کے رسول پر | اور لڑو

فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ

اللہ کی راہ میں | اپنے مال سے | اور اپنی جان سے | یہ بہتر ہے

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

تمہارے حق میں | اگر تم سمجھ رکھتے ہو | بخش دے گا وہ | تمہارے گناہ

وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَ

اور داخل کرے گا تم کو | باغوں میں | جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ◆ | اور

مَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ

ستھرے گھروں میں | جنت کے باغوں کے اندر ◆ | یہ ہے بڑی مراد

الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ

ملنی | اور ایک اور چیز دے جس کو تم چاہتے ہو | مدد اللہ کی طرف سے | اور فتح

قَرِيبٌ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

جلدی ◆ | اور خوشی سنا دے ایمان والوں کو ◆ | اے ایمان والو

كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

تم ہو جاؤ مددگار اللہ کے ◆ | جیسے کہا | عیسیٰ مریم کے بیٹے نے

لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ

اپنے یاروں کو | کون ہے کہ مدد کرے میری اللہ کی راہ میں | بولے | یار

◆ **وہ تجارت جس میں خسارہ نہیں** | یعنی اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ کا کام ہے۔ لیکن تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اس کی خدمت میں جان و مال سے جہاد کرو۔ یہ وہ سوداگری ہے جس میں کبھی خسارہ نہیں۔ دنیا میں لوگ سینکڑوں طرح کے بیوپار اور تجارتیں کرتے ہیں اور اپنا کل سرمایہ اس میں لگا دیتے ہیں محض اس امید پر کہ اس سے منافع حاصل ہوں گے اور اس طرح راس المال گھٹنے اور تلف ہونے سے بچ جائے گا۔ پھر وہ بذات خود اور اس کے اہل و عیال تنگدستی و افلاس کی سختیوں سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن مومنین اپنے جان و مال کا سرمایہ اس اعلیٰ تجارت میں لگائیں گے تو صرف چند روزہ افلاس سے نہیں، بلکہ آخرت کے دردناک عذاب اور تباہ کن خسارے سے مامون ہو جائیں گے۔ اگر مسلمان سمجھے تو یہ تجارت دنیا کی سب تجارتوں سے بہتر ہے۔ جس کا نفع کامل مغفرت اور دائمی جنت کی صورت میں ملے گا۔ اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے۔

◆ **جنت کے مکانات** | یعنی وہ ستھرے مکانات ان باغوں کے اندر ہوں گے جن میں مومنین کو آباد ہونا ہے۔ یہ تو آخرت کی کامیابی رہی۔ آگے دنیا کی اعلیٰ اور ابتدائی کامیابی کا ذکر ہے۔

◆ **آخرت کے علاوہ دنیا میں فتح کی خوشخبری** | یعنی اصل اور بڑی کامیابی تو وہی ہے جو آخرت میں ملے گی جس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت کوئی چیز نہیں لیکن دنیا میں بھی ایک چیز جسے تم طبعاً محبوب رکھتے ہو دی جائے گی وہ کیا ہے "نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ" (اللہ کی طرف سے ایک مخصوص امداد اور جلد حاصل ہونے والی فتح و ظفر جن میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ چولی دامن کا تعلق رکھتی ہے) دنیا نے دیکھ لیا کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے ساتھ یہ وعدہ کیسی صفائی سے پورا ہوا اور آج بھی مسلمان قوم اگر سچے معنی میں ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ پر ثابت قدم ہو جائے تو یہی کامیابی ان کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہے۔

◆ کیونکہ یہ خوشخبری سنانا ایک مستقل انعام ہے۔

◆ **اللہ کے مددگار بن جاؤ** | یعنی اس کے دین اور اس کے پیغمبر کے مددگار بن جاؤ۔ اس حکم کی تعمیل خدا کے فضل و توفیق سے مسلمانوں نے ایسی کی کہ ان میں سے ایک جماعت کا تو نام ہی "انصار" پڑ گیا۔

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ

ہم ہیں مددگار اللہ کے ◆ پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل سے

وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی

اور منکر ہوا ایک فرقہ پھر قوت دی ہم نے ان کو جو ایمان لائے تھے ان کے

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ﴿۱۴﴾ ع

دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب ◆

ع ۲

آیاتہا ۱۱ — (۶۲) سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِیَّةٌ (۱۱۰) — رکوعاتہا ۲

سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں بادشاہ

الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی

پاک ذات زبردست حکمتوں والا وہی ہے جس نے اٹھایا

الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ

ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے

وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ

اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقل مندی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے

حضرت عیسیٰؑ کے حواریین "حواریین" (یاران مسیحؑ) تھوڑے سے قوت کے سچے آدمی تھے جو اپنے نسب وحسب کے اعتبار سے کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے حضرت مسیحؑ کو قبول کیا اور ان کی دعوت کو بڑی قربانیاں کر کے دیار وامصار میں پھیلایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے یاروں نے بڑی محنتیں کی ہیں تب ان کا دین نشر ہوا۔ ہمارے حضرت ﷺ کے پیچھے بھی خلفاءؓ نے اس سے زیادہ کیا۔" والحمد للہ علی ذلک۔

حضرت عیسیٰؑ کے مومنین کی مدد "بنی اسرائیل" میں دو فرقے ہو گئے۔ ایک ایمان پر قائم ہوا۔ دوسرے نے انکار کیا۔ پھر حضرت مسیحؑ کے بعد آپس میں دست وگریبان رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس بحث ومناظرہ اور فتنہ وجنگوں میں مومنین کو منکرین پر غالب کیا۔ حضرت مسیحؑ کے نام لیوا (نصاریٰ) یہود پر غالب رہے اور نصاریٰ میں سے ان کی عام گمراہی کے بعد جو سچے افراد صحیح عقیدہ پر قائم رہ گئے تھے ان کو حق تعالیٰ نے نبی آخر الزمانؐ کے ذریعہ سے سب پر غلبہ عنایت فرمایا۔ حجت وبرہان کے اعتبار سے بھی اور قوت وسلطنت کی حیثیت سے بھی۔ فللہ الحمد والمنة۔ تم سورة الصف وللہ الحمد والمنة

لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ

صریح بھول میں ◆ اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں ◆

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ

وہی ہے زبردست حکمت والا ◆ یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہے

مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ مَثَلُ

جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ◆ مثال

الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ

ان لوگوں کی جن پر لادی توریت پھر نہ اٹھائی انہوں نے جیسے مثال گدھے کی

يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

کہ پیٹھ پر لے چلتا ہے کتابیں ◆ بری مثال ہے ان لوگوں کی ◆ جنہوں نے جھٹلایا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اللہ کی باتوں کو ◆ اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ◆

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ

تو کہہ اے یہودی ہونے والو اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم دوست ہو

لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ

اللہ کے سب لوگوں کے سوا تو تم مناؤ اپنے مرنے کو اگر تم

صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ

سچے ہو اور وہ کبھی نہ منائیں گے اپنا مرنا ان کاموں کی وجہ سے جو آگے بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ

سورۃ الجمعۃ

◆ **امیّین کون ہیں** "امیّین" (ان پڑھ) اہل عرب کو کہا۔ جن میں علم و ہنر کچھ نہ تھا، کوئی آسمانی کتاب نہ تھی۔ معمولی لکھنا پڑھنا بھی بہت کم آدمی جانتے تھے۔ ان کی جہالت و وحشت ضرب المثل تھی۔ خدا کو بالکل بھولے ہوئے تھے۔ بت پرستی، اوہام پرستی اور فسق و فجور کا نام "ملت ابراہیمی" رکھ چھوڑا تھا اور تقریباً ساری دنیا کی قوم صریح گمراہی میں پڑی بھٹک رہی تھی۔

نبی امی کی تعلیمات اور فرائض یکایک اللہ تعالیٰ نے اسی قوم میں سے ایک رسول اٹھایا جس کا امتیازی لقب "نبی امی" ہے۔ لیکن باوجود امی ہونے کے اپنی قوم کو اللہ کی سب سے زیادہ عظیم الشان کتاب پڑھ کر سناتا اور عجیب و غریب علوم و معارف اور حکمت و دانائی کی باتیں سکھلا کر ایسا حکیم و شائستہ بناتا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے حکیم دانا اور عالم و عارف اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے ہیں۔ **تنبیہ** اس طرح کی آیت سورۂ "بقرہ" اور "آل عمران" میں گذر چکی ہے وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

◆ (۱) **اہل عجم کے بھی رسول ہیں** یعنی یہی رسول دوسرے آنے والے لوگوں کے واسطے بھی ہے جن کو ابھی آ ملنا اور شرائع ہادیہ کا پورا علم اور تعلیم نہ سیکھنے کی وجہ سے ان پڑھ ہی کہنا چاہئے۔ مثلاً فارس، روم، چین اور ہندوستان وغیرہ کی قومیں جو بعد کو امیین کے دین اور اسلامی برادری میں شامل ہو کر ان ہی میں سے ہو گئیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "حق تعالیٰ نے اول عرب پیدا کئے اس دین کے تھامنے والے پیچھے عجم میں ایسے کامل لوگ اٹھے۔" حدیث میں ہے کہ جب آپ سے "وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ" کی نسبت سوال کیا گیا تو سلمان فارسی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا تو (اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آئے گا) شیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ہیں رحمہ اللہ تعالیٰ۔

◆ (۲) جس کی زبردست قوت و حکمت نے اس جلیل القدر پیغمبر کے ذریعہ سے قیامت تک کیلئے عرب و عجم کی تعلیم و تزکیہ کا انتظام فرما دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

◆ (۳) **اس امت پر اللہ کا فضل** یعنی رسول کو یہ بڑائی دی اور اس امت کو ایسے بڑے مرتبہ والا رسول دیا۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ علی ما انعم۔ چاہئے کہ مسلمان اس انعام و اکرام کی قدر پہچانیں اور حضور کی شان تعلیم و تزکیہ سے مستفید و متمتع ہونے میں کوتاہی نہ کریں۔ آگے عبرت کے لئے یہود کی مثال بیان فرماتے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اور پیغمبر سے استفادہ کرنے میں سخت غفلت اور کوتاہی برتی۔

◆ (۵) **تورات پر عمل نہ کرنے والے گدھے کی شکل ہیں** یعنی یہود پر "تورات" کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات و ہدایات کی کچھ پروا نہ کی۔ نہ اس کو محفوظ رکھا، نہ دل میں جگہ دی، نہ اس پر عمل کر کے اللہ کے فضل و انعام سے بہرہ ور ہوئے۔ بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے حکمت و ہدایت کا ایک ربانی خزینہ تھا مگر جب اس سے منتفع نہ ہوئے تو وہی مثال ہوئی۔ نہ محقق بود نہ دانشمند چارپائے بروکتابے چند۔ ایک گدھے پر علم و حکمت کی پچاسوں کتابیں لاد دو اس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اس بات سے کچھ سروکار نہیں رکھتا کہ پیٹھ پر لعل و جواہر لدے ہوئے ہیں یا خزف و سنگریزے۔ اگر محض اس پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم اور معزز ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔

◆ (۶) یعنی بری قوم ہے جس کی مثال یہ ہے۔ اللہ ہم کو پناہ میں رکھے۔

◆ (۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے تورات وغیرہ میں جو بشارات نبی آخر الزمان کی دی تھیں اور جو دلائل و براہین آپ کی رسالت پر قائم کیں ان کو جھٹلانا آیات اللہ کو جھٹلانا ہے۔

◆ (۸) یعنی ایسے معاند ہٹ دھرم بے انصاف لوگوں کو ہدایت کی توفیق نہیں دیتا۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ

اور اللہ کو خوب معلوم ہیں | سب گنہگار ◆ | تو کہہ | موت وہ (وہی) جس سے

تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ

تم بھاگتے ہو | سو وہ تم سے ضرور ملنے والی ہے | پھر تم پھیرے جاؤ گے پاس

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٨

چھپے اور کھلے جاننے والے کے پاس | پھر جتلاوے گا تم کو | جو تم کرتے تھے ◆

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ

اے ایمان والو | جب اذان ہو نماز کی | جمعہ کے

الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ

دن | تو دوڑو اللہ کی یاد کو | اور چھوڑ دو خرید و فروخت ◆ | یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٩ فَاِذَا قُضِيَتِ

بہتر ہے تمہارے حق میں | اگر تم کو سمجھ ہے ◆ | پھر جب تمام ہو چکے

الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ

نماز | تو پھیل پڑو | زمین میں | اور ڈھونڈو | فضل

◆ **یہود کی ولایت کا جھوٹا دعویٰ** | یعنی اس گدھے پن اور جہل و حماقت کے باوجود دعویٰ یہ ہے کہ بلا شرکت غیرے ہم ہی اللہ کے دوست اور ولی اور تنہا جنت کے حق دار ہیں کہ ادھر دنیا سے چلے اور جنت میں پہنچے۔ لیکن اگر واقعی دل میں یہی یقین ہے اور اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ضرور تھا کہ دنیا کے مکدر عیش سے دل برداشتہ ہو کر محبوب حقیقی کے اشتیاق اور جنت الفردوس کی تمنا میں مرنے کی آرزو کرتے۔

موت کی تمنا کرو اگر سچے ہو | جس کو یقینا معلوم ہو جائے کہ میرا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور کوئی خطرہ نہیں۔ وہ بیشک مرنے سے خوش ہوگا اور موت کو ایک پل سمجھے گا جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے۔ اس کی زبان پر تو یہ الفاظ ہوں گے۔ "غدًا نلقی الاحبۃ محمدًا و حزبہ" اور "یا حبذا الجنۃ واقترابہا طیبۃ وبارد شرابہا" اور "حبیب جاء علی فاقۃ" اور "یا بنی لا

یبالی ابوک سقط علی الموت ام سقط علیہ الموت وغیر ذلک"

اولیاء اللہ اور موت کا اشتیاق یہ ان اولیاء اللہ کے کلمات ہیں جو دنیا کی زندگی پر مصیبت سے گھبرا کر نہیں، بلکہ محض لقاء اللہ اور جنت کے اشتیاق میں موت کی تمنا رکھتے تھے۔ اور ان کے افعال و حرکات تو شہادت دیتے تھے کہ موت ان کو دنیا کی تمام لذائذ سے زیادہ لذیذ ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لوددت انی اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی فاقتل" اس کے بالمقابل ان جھوٹے مدعیوں کے افعال و حرکات پر نظر ڈالو کہ ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں۔ وہ مرنے کا نام سن کر گھبرا اٹھتے اور بھاگتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ زیادہ دن زندہ رہیں تو زیادہ نیکیاں کریں گے۔ محض اس لئے کہ دنیا کی حرص سے ان کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جو کرتوت کئے ہیں یہاں سے چھوٹتے ہی ان کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ غرض ان کے تمام افعال و اطوار سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ وہ ایک لمحہ کے لئے موت کی آرزو نہیں رکھتے۔ اور ممکن تھا کہ اس زمانہ کے یہود قرآن کے اس دعوے کو جھٹلانے کے لئے جھوٹ موٹ زبان سے موت کی تمنا کرنے لگتے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت بھی ان کو نہ دی۔ روایات میں ہے کہ اگر ان میں سے کوئی یہودی موت کی تمنا کر دیتا تو اسی وقت گلے میں تھوک لگ کر مر جاتا۔ **تنبیہ** اس مضمون کی آیت سورہ "بقرہ" میں گذر چکی ہے اس کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ بعض سلف کے نزدیک "تمنی موت" کا مطلب مباہلہ تھا۔ یعنی معاند یہود سے کہا گیا کہ اگر وہ واقعی اپنے اولیاء ہونے کا یقین رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں تو تمنا کریں کہ فریقین میں جو جھوٹا ہو مر جائے۔ لیکن وہ کبھی ایسا نہ کریں گے کیونکہ ان کو اپنے کذب کا دل میں یقین حاصل ہے۔ ابن کثیر اور ابن قیم وغیرہ نے یہی توجیہ اختیار کی ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **موت سے فرار ممکن نہیں** یعنی موت سے ڈر کر کہاں بھاگ سکتے ہو۔ جہاں جاؤ گے، خواہ مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ رہو وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں۔ اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو۔ ربط: یہود کی بڑی خرابی یہ تھی کہ تمام ہمت دنیا پر لگی ہوئی تھی۔ لیکن ان سے منتفع نہیں ہوتے تھے، دین کی بہت سی باتیں سمجھتے بوجھتے، پڑھنے پڑھانے والے بھی تھے مگر دنیا کے دھندوں میں منہمک ہو کر اللہ کی یاد اور آخرت کے تصور کو فراموش کر دیتے۔ اسی روش سے مسلمانوں کو منع کیا گیا۔ جمعہ کا قصہ بھی ایسا ہی ہے کہ اس وقت دنیا کے کام چھوڑ کر پوری توجہ اور خاموشی سے خطبہ سنو اور نماز ادا کرو۔ حدیث میں ہے کہ "جو کوئی خطبہ کے وقت بات کرے وہ اس گدھے کی طرح ہے جس پر کتابیں لدی ہوں۔" یعنی اس کی مثال یہودی کی ہوئی۔ اعاذنا اللہ۔

◆ **اذان جمعہ کی اہمیت اور احکام** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "جب اذان ہو تو چلو، نہیں تو جماعت ہو بھی چکے گی۔ اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا۔ پھر کہاں ملے گا۔" اور اللہ کی یاد سے مراد خطبہ ہے اور نماز بھی اس کے عموم میں داخل ہے۔ یعنی ایسے وقت جائے کہ خطبہ سنے۔ اس وقت خرید و فروخت حرام ہے۔ اور "دوڑنے" سے مراد پورے اہتمام اور مستعدی کے ساتھ جانا ہے۔ بھاگنا مراد نہیں۔ **تنبیہ** "نودی" سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے پہلی اذان بعد کو حضرت عثمانؓ کے عہد میں صحابہ کے اجماع سے مقرر ہوئی ہے۔ لیکن حرمت بیع وغیرہ کا حکم بھی علت حکم اذان قدیم سے متعلق ہے کیونکہ اشتراک علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے۔ البتہ اذان قدیم میں یہ حکم منصوص و قطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ اور ظنی ہے۔ اس تقریر سے تمام علمی اشکالات مرتفع ہو گئے۔ یہ واضح رہے کہ "یاایہا الذین آمنوا" یہاں "عام مخصوص منہ البعض" ہے۔ کیونکہ بالاجماع بعض مسلمانوں (مثلاً مسافر، مریض، عورت وغیرہ) پر جمعہ فرض نہیں۔

◆ ظاہر ہے کہ متاع آخرت کے سامنے دنیوی فوائد کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝١٠ وَإِذَا

اللہ کا اور یاد کرو اللہ کو بہت سا تاکہ تمہارا بھلا ہو ۞ اور جب

رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ

دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا متفرق ہو جائیں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں

قَائِمًا ۚ قُلْ مَا عِندَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ

کھڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے تماشے سے اور

التِّجَارَةِ ۚ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝١١ ع

سوداگری سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا ۞

ع ۲

آیاتہا ۱۱ (۶۳) سُورَةُ الْمُنَافِقُونَ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۴) رکوعاتہا ۲

سورۂ منافقون مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ ۘ

وقف لازم

جب آئیں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا ۞

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ

اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ

الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝١ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً

منافق جھوٹے ہیں ۞ انہوں نے رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر ۞

جمعہ کی بعد روزی کی تلاش | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا سارا دن سودا منع تھا اس لئے فرما دیا کہ تم نماز کے بعد روزی تلاش کرو، اور روزی کی تلاش میں بھی اللہ کی یاد نہ بھولو۔"

لہو و تجارت پر مسلمانوں کو تنبیہ | ایک مرتبہ جمعہ میں حضرت خطبہ فرما رہے تھے اسی وقت تجارتی قافلہ باہر سے غلہ لے کر آ پہنچا۔ اس کے ساتھ اعلان کی غرض سے نقارہ بجتا تھا۔ پہلے سے شہر میں اناج کی کمی تھی۔ لوگ دوڑے کہ اس کو ٹھہرائیں (خیال کیا ہوگا کہ خطبہ کا حکم عام وعظوں کی طرح ہے جس میں سے ضرورت کے لئے اٹھ سکتے ہیں۔ نماز پھر آ کر پڑھ لیں گے۔ یا نماز ہو چکی ہوگی جیسا کہ بعض کا قول ہے کہ اس وقت نماز جمعہ خطبہ سے پہلے ہوتی تھی۔ بہرحال خطبہ کا حکم معلوم نہ تھا) اکثر لوگ چلے گئے حضرت کے ساتھ بارہ آدمی (جن میں خلفائے راشدین بھی تھے) باقی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی سوداگری اور دنیا کا کھیل تماشا کیا چیز ہے، وہ ابدی دولت حاصل کرو جو اللہ کے پاس ہے اور جو پیغمبر کی صحبت اور مجالس ذکر و عبادت میں ملتی ہے۔ باقی قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا جس کی بناء پر تم اٹھ کر چلے گئے، سو یاد رکھو روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی بہترین روزی دینے والا ہے اس مالک کے غلام کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس حسن تادیب کے بعد صحابہ کی شان وہ تھی جو سورۂ "نور" میں ہے۔ "رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ"

تنبیہ: "لہو" کہتے ہیں ہر اس چیز کو جو اللہ کی یاد سے مشغول (غافل) کر دے جیسے کھیل تماشہ۔ شاید اس نقارہ کی آواز کو "لہو" سے تعبیر فرمایا ہو۔ تم سورۃ الجمعۃ فللہ الحمد والمنۃ

سورۃ المنفقون

یعنی ہم دل سے اعتقاد رکھتے ہیں آپ کے رسول ہونے پر۔

منافقین کے کذب پر اللہ کی گواہی | یعنی جھوٹ کہتے ہیں کہ ان کو دل سے اعتقاد ہے۔ واقع میں وہ آپ کی رسالت کے قائل نہیں محض اپنی اغراض کے پیش نظر زبان سے باتیں بناتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ بلکہ اسی ایک بات پر کیا منحصر ہے جھوٹ بولنا ان کی امتیازی خصلت اور شعار بن چکا ہے۔ بات بات میں کذب و دروغ سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی سورت میں ایک واقعہ کا ذکر آیا چاہتا ہے جس میں انہوں نے صریح جھوٹ بولا اور اللہ نے آسمان سے ان کی تکذیب کی۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں | یعنی جھوٹی قسمیں کھا لیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال محفوظ رکھنے کے لئے ان ہی قسموں کی آڑ پکڑتے ہیں۔ جہاں کوئی بات قابل گرفت ان سے سرزد ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے مواخذہ کا خوف ہوا، فوراً جھوٹی قسمیں کھا کر بری ہو گئے۔

فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا

پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ برے کام ہیں جو

يَعْمَلُونَ ۝٢ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ

کرتے ہیں ◆ یہ اس سبب سے کہ وہ ایمان لائے پھر منکر ہو گئے پھر مہر لگ گئی

قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝٣ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ

ان کے دل پر سو وہ اب کچھ نہیں سمجھتے ◆ اور جب تو دیکھے ان کو تو اچھے لگیں تجھ کو

أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ

ان کے ڈیل اور اگر بات کہیں سنے تو ان کی بات ◆ کیسے ہیں جیسے کہ

خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ

لکڑی لگا دی دیوار سے ◆ جو آواز ہو سمجھیں ہم ہی پر بلا آئی ◆ وہی ہیں

الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝٤ وَ

دشمن ان سے بچتا رہ ◆ گردن مارے ان کی اللہ کہاں سے پھرے جاتے ہیں ◆ اور

إِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ

جب کہیے ان کو آؤ معاف کرا دے تم کو رسول اللہ کا

لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۝٥

مٹکاتے ہیں اپنے سر اور تو دیکھے کہ وہ رکتے ہیں اور وہ غرور کرتے ہیں ◆

سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ

برابر ہے ان پر تو معافی چاہے ان کو یا نہ معافی چاہے

◆ **اللہ کی راہ سے روکتے ہیں** | یعنی اسلام اور مسلمانوں کی نسبت طعن و تشنیع اور عیب جوئی کر کے دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور لوگ ان کو بظاہر مسلمان دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں تو ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر فساد ان کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر برا کام اور کیا ہوگا۔ (لیکن ایک شخص جب تک بظاہر ضروریات دین کا اقرار کرتا ہے خواہ جھوٹ اور فریب ہی سے کیوں نہ ہو، اسلام اس کے قتل کی اجازت نہیں دیتا)

◆ **منافقین کے قلوب پر مہر** | یعنی زبان سے ایمان لائے، دل سے منکر رہے اور مدعی ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کئے اس بے ایمانی اور انتہائی فریب و دغا کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ جس میں ایمان و خیر اور حق و صداقت کے سرایت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی۔ ظاہر ہے کہ اب اس حالت پر پہنچ کر ان سے سمجھنے کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ جب آدمی کا قلب اس کی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے پھر نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت کہاں باقی رہے گی۔

◆ **منافقین کا ظاہر و باطن** | یعنی دل تو مسخ ہو چکے ہیں لیکن جسم دیکھو تو بہت ڈیل ڈول کے، چکنے چپڑے۔ بات کریں تو بہت فصاحت اور چرب زبانی سے نہایت چکنی چپڑی کہ خواہ مخواہ سننے والا ادھر متوجہ ہو۔ اور کلام کی ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھ کر قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ از بروں چوں گور کافر پر حلل

واندروں قہر خدائے عزوجل از بروں طعنہ زنی بر بایزید واز درونت ننگ میدارد یزید۔

◆ **دیوار سے لگی خشک لکڑی کی مثال** | خشک اور بیکار لکڑی جو دیوار سے لگا کر کھڑی کر دی جائے محض بیجان اور ناقابل انتفاع۔ دیکھنے میں کتنی موٹی مگر ایک منٹ بھی بدون سہارے کے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ ہاں ضرورت پڑے تو جلانے کے کام آسکتی ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ ان کے موٹے فربہ جسم اور تن و توش سب ظاہری خول ہیں۔ اندر سے خالی اور بے جان، محض دوزخ کا ایندھن بننے کے لائق۔

◆ **منافقین کی بزدلی** | یعنی بزدلی، نامردی اور رعب کا یہ حال ہے کہ ذرا کہیں شور و غل ہو تو دل دہل جائے۔ سمجھیں کہ ہم ہی پر کوئی بلا آئی۔ بیشک ان جرموں اور بے ایمانیوں کی وجہ سے ہر وقت ان کے دل میں دغدغہ لگا رہتا ہے کہ دیکھئے کہیں ہماری دغابازیوں کا پردہ تو چاک نہیں ہو گیا۔ یہ ہماری حرکات کی پاداش میں کوئی افتاد پڑنے والی نہیں۔

◆ یعنی بڑے خطرناک دشمن یہی ہیں ان کی چالوں سے ہشیار رہو۔

◆ یعنی ایمان کا اظہار کر کے یہ بے ایمانی اور حق و صداقت کی روشنی پہنچنے کے بعد یہ ظلمت پسندی کس قدر عجیب ہے۔

◆ **توبہ سے اعراض اور تکبر** | بعض دفعہ جب ان منافقوں کی کوئی شرارت صاف طور پر کھل جاتی اور کذب و خیانت کا پردہ فاش ہو جاتا تو لوگ کہتے کہ (اب بھی وقت نہیں گیا) آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ سے اپنا قصور معاف کرالو۔ حضورؐ کے استغفار کی برکت سے حق تعالیٰ تمہاری خطا معاف فرما دے گا۔ تو غرور و تکبر سے اس پر آمادہ نہ ہوتے اور بے پروائی سے گردن ہلا کر اور سر مٹکا کر رہ جاتے۔ بلکہ بعض بدبخت صاف کہہ دیتے کہ ہم کو رسول اللہ کے استغفار کی ضرورت نہیں۔

لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

ہرگز نہ معاف کرے گا ان کو اللہ بے شک اللہ راہ نہیں دیتا

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا

نافرمان لوگوں کو ◆ وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو

عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ

ان پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں ◆ اور اللہ کے ہیں

خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا

خزانے آسمانوں اور زمین کے ولیکن منافق نہیں

يَفْقَهُوْنَ ۝۷ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ

سمجھتے ◆ کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو

لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ

تو نکال دے گا جس کا زور ہے وہاں سے کمزور (ذلیل) لوگوں کو اور زور تو اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸ يٰۤاَيُّهَا ع

اور ایمان والوں کا لیکن منافق نہیں جانتے ◆ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ

ایمان والو غافل نہ کر دیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں

◆ **ان منافقین کیلئے معافی نہیں** | یعنی ممکن ہے آپ غایت رحمت و شفقت سے ان کے لئے بظاہر موجودہ معافی طلب کریں۔ مگر اللہ کسی صورت سے ان کو معاف کرنے والا نہیں اور نہ ایسے نافرمانوں کو اس کے ہاں سے ہدایت کی توفیق ملتی ہے۔ اسی طرح کی ایک آیت سورۂ "براءت" میں آ چکی ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

◆ **عبداللہ بن ابی کی شرارت** | ایک سفر میں دو شخص لڑ پڑے ایک مہاجرین میں کا اور ایک انصار کا۔ دونوں نے اپنی حمایت کے لئے اپنی جماعت کو پکارا جس پر خاصا ہنگامہ ہو گیا۔ یہ خبر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو پہنچی کہنے لگا کہ ہم ان (مہاجرین) کو اپنے شہر میں جگہ نہ دیتے تو ہم سے مقابلہ کیوں کرتے تم ہی خبر گیری کرتے ہو تو یہ لوگ رسول کے ساتھ جمع رہتے ہیں خبر گیری چھوڑ دو ابھی بھوک سے تنگ آ کر متفرق ہو جائیں اور یہ مجمع بکھر جائے۔ یہ بھی کہا کہ اس سفر سے واپس ہو کر ہم مدینہ پہنچیں تو جس کا اس شہر میں زور اور اقتدار ہے چاہئے وہ ذلیل بے قدروں کو نکال دے (یعنی ہم لوگ جو معزز لوگ ہیں ذلیل مسلمانوں کو نکال دیں گے) ایک صحابی زید بن ارقم نے یہ باتیں سن کر حضرت کے پاس نقل کر دیں۔ آپ نے عبداللہ بن ابی وغیرہ کو بلا کر تحقیق کی تو قسمیں کھا گئے کہ زید بن ارقم نے ہماری دشمنی سے جھوٹ کہہ دیا ہے۔ لوگ زید پر آوازے کسنے لگے وہ بیچارے سخت محجوب اور نادم تھے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں حضور نے زید کو فرمایا کہ اللہ نے تجھے سچا کیا۔

◆ **زمین کے سارے خزانوں کا مالک اللہ ہے** | یعنی احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ تمام آسمان و زمین کے خزانوں کا مالک تو اللہ ہے۔ جو لوگ خالص اس کی رضا جوئی کے لئے اس کے پیغمبر کی خدمت میں رہتے ہیں وہ ان کو بھوکوں مار دے گا؟ اور لوگ اگر ان کی امداد بند کر لیں گے تو وہ بھی اپنی روزی کے سب دروازے بند کر لے گا؟ کیا آج جو تم سے ان خدا والوں پر خرچ کر رہے ہیں وہ بھی اللہ ہی کراتا ہے۔ اس کی توفیق نہ ہو تو تم میں کا کوئی ایک پیسہ خرچ نہ کر سکے۔

◆ **عزت اللہ اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کیلئے ہے** | یعنی منافق یہ نہیں جانتے کہ زور آور اور عزت والا کون ہے۔ یاد رکھو اصلی اور ذاتی عزت تو اللہ کی ہے۔ اس کے بعد اس سے تعلق رکھنے کی بدولت درجہ بدرجہ رسول کی اور ایمان والوں کی۔ روایات میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے وہ الفاظ (کہ عزت والا ذلیل کو نکال دے گا) جب اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ کو پہنچے (جو مخلص مسلمان تھے) تو باپ کے سامنے تلوار لے کر کھڑے ہو گئے۔ بولے جب تک تو اقرار نہ کرے گا کہ رسول اللہ عزت والے ہیں اور تو ذلیل ہے زندہ نہ چھوڑوں گا اور نہ مدینہ میں گھسنے دوں گا۔ آخر اقرار کرا کر چھوڑا۔ رضی اللہ عنہ۔ منافقین کی توبیخ و تشنیع کے بعد آگے مومنین کو چند ہدایات کی گئی ہیں۔ یعنی تم دنیا میں پھنس کر اللہ کی اطاعت اور آخرت کی یاد سے غافل نہ ہو جانا جس طرح یہ لوگ ہو گئے ہیں۔

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ

قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ

اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ

الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ

وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ

الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۘ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

مال واولاد کی وجہ سے غفلت میں نہ پڑو یعنی آدمی کے لئے بڑے خسارے اور ٹوٹے کی بات ہے کہ باقی کو چھوڑ کر فانی میں مشغول ہو اور اعلیٰ سے ہٹ کر ادنیٰ میں پھنس جائے۔ مال واولاد وہ ہی اچھی ہے جو اللہ کی یاد اور اس کی عبادت سے غافل نہ کرے۔ اگر ان دھندوں میں پڑ کر خدا کی یاد سے غافل ہو گیا تو آخرت بھی کھوئی اور دنیا میں بھی سکون واطمینان نصیب نہ ہوا "وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی"۔

موت سے پہلے انفاق کرلو یہ شاید منافقوں کے قول "لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ الخ" کا جواب ہوا کہ خرچ کرنے میں خود تمہارا بھلا ہے جو کچھ صدقہ خیرات کرنا ہے جلدی کرو ورنہ موت سر پر آ پہنچے گی تو پچھتاؤ گے کہ ہم نے کیوں خدا کے راستہ میں خرچ نہ کیا۔ اس وقت (موت کے قریب) انتہائی تمنا کرے گا کہ اے پروردگار! چند روز اور میری موت کو ملتوی کر دیجئے کہ میں خوب صدقہ خیرات کر کے اور نیک بن کر حاضر ہوتا۔ لیکن وہاں التواء کیسا؟ جس شخص کی جس قدر عمر لکھ دی اور جو میعاد مقرر کر دی ہے، اس کے پورا ہو جانے پر ایک لمحہ کی تاخیر اور تاخیر نہیں ہو سکتی۔ **تنبیہ** ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ اس تمنا کو قیامت کے دن پر حمل کرتے ہیں۔ یعنی محشر میں یہ آرزو کرے گا کہ کاش مجھے پھر دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹا دیا جائے تو خوب صدقہ کر کے اور نیک بن کر آؤں۔

اس کو یہ بھی خبر ہے کہ اگر بالفرض تمہاری موت ملتوی کر دی جائے یا محشر سے پھر دنیا کی طرف واپس کریں تب تم کیسے عمل کرو گے۔ وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری وباطنی اعمال سے پوری طرح خبردار ہے۔ اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ تم سورۃ المنافقون وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ التغابن

اسی کا راج اور اسی کی تعریف اور جس کسی کا راج دنیا میں دکھائی دیتا ہے وہ اسی کا دیا ہوا اور جس کسی کی تعریف کی جاتی ہے وہ حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ

وہی ہے جس نے تم کو بنایا — پھر کوئی تم میں منکر ہے — اور کوئی تم میں ایمان دار

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

اور اللہ جو تم کرتے ہو — دیکھتا ہے — بنایا آسمانوں کو — اور

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ

زمین کو تدبیر سے — اور صورت کھینچی تمہاری — پھر اچھی بنائی تمہاری صورت

وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اسی کی طرف سب کو پھر جانا ہے — جانتا ہے — جو کچھ ہے آسمانوں میں — اور زمین میں

وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور جانتا ہے — جو تم چھپاتے ہو — اور جو کھول کر کرتے ہو — اور اللہ کو معلوم ہے

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جیوں کی بات — کیا پہنچی نہیں تم کو خبر (احوال) ان لوگوں کی — جو منکر ہو چکے ہیں

مِنْ قَبْلُ ؗ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ

پہلے — پھر انہوں نے چکھی — سزا اپنے کام کی — اور ان کو عذاب

اَلِيْمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ

دردناک ہے — یہ اس لیے کہ لاتے تھے ان کے پاس — ان کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ؗ فَكَفَرُوْا وَ

نشانیاں — پھر کہتے — کیا آدمی ہم کو راہ سمجھائیں گے — پھر منکر ہوئے — اور منہ

مسئلہ تقدیر اور اللہ کا علم و ارادہ یعنی اسی نے سب آدمیوں کو بنایا۔ چاہیے تھا کہ سب اس پر ایمان لاتے اور اس منعم حقیقی کی اطاعت کرتے۔ مگر ہوا یہ کہ بعض منکر بن گئے اور بعض ایماندار۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدمی میں دونوں طرف جانے کی استعداد اور قوت رکھی تھی۔ مگر اول سب کو فطرت صحیحہ پر پیدا کیا تھا پھر کوئی اس فطرت پر قائم رہا اور کسی نے گردوپیش کے حالات سے متاثر ہو کر اس کے خلاف راہ اختیار کر لی اور ان دونوں کا علم اللہ کو ہمیشہ سے تھا کہ کون اپنے ارادہ اور اختیار سے کس طرف جائے گا۔ اور پھر اس کے موافق سزا یا انعام و اکرام کا مستحق ہوگا۔ یہی چیز اپنے علم کے موافق اس کی قسمت میں لکھ دی تھی کہ ایسا ہوگا۔ اللہ کا علم ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ دنیا میں ارادہ و اختیار کی قوت باقی نہ رہے۔ یہ مسئلہ وسیع ہے اور ہم اس پر ایک مستقل مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ واللّٰہ الموفق والمعین۔

انسان کی صورت سب سے بہتر سب جانوروں سے انسان کی خلقت اچھی ہے۔ دیکھنے میں بھی خوبصورت اور ظاہری و باطنی قوتوں میں بھی تمام عالم سے ممتاز، بلکہ سب کا مجموعہ اور خلاصہ اسی لئے صوفیا اسے "عالم صغیر" کہتے ہیں۔

یعنی تم سے پہلے بہت قومیں "عاد" و "ثمود" وغیرہ ہلاک کی گئیں اور آخرت کا عذاب الگ رہا۔ یہ خطاب اہل مکہ کو ہے۔

تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶ زَعَمَ

منہ موڑ لیا ◆ اور اللہ نے بے پروائی کی اور اللہ بے پرواہ ہے سب تعریفوں والا ◆ دعویٰ کرتے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ

منکر کہ ہرگز ان کو کوئی نہ اٹھائے گا ◆ تو کہہ کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی

لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى

تم کو بے شک اٹھانا ہے پھر تم کو جتلانا ہے جو کچھ تم نے کیا اور یہ اللہ پر

اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ

آسان ہے ◆ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جو

اَنْزَلْنَا ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ

ہم نے اتارا ◆ اور اللہ کو تمہارے سب کام کی خبر ہے ◆ جس دن تم کو اکٹھا کرے گا

لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ

جمع ہونے کے دن وہ دن ہے ہار جیت کا ◆ اور جو کوئی یقین لائے

بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ

اللہ پر اور کرے کام بھلا اتار دے گا اس پر سے اس کی برائیاں ◆

وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور داخل کرے گا اس کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں ندیاں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ وَ

رہا کریں ان میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی ◆ اور

◆ **بشریت اور رسالت** | یعنی کیا ہم ہی جیسے آدمی ہادی بن کر بھیجے گئے۔ بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتے گویا ان کے نزدیک بشریت اور رسالت میں منافات تھی۔ اسی لیے انہوں نے کفر اختیار کیا اور رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ **تنبیہ** | اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ رسول کو بشر کہنے والا کافر ہے انتہائی جہل والحاد ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی یہ کہہ دے کہ آیت ان لوگوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہے۔ جو رسل بنی آدم کے بشر ہونے کا انکار کریں تو یہ دعویٰ پہلے دعوے سے زیادہ قوی ہوگا۔

◆ یعنی خدا کو کیا پروا تھی۔ انہوں نے منہ موڑ لیا تو اللہ نے ادھر سے نظر رحمت اٹھا لی۔

◆ رسالت کی طرح بعث بعد الموت کا بھی انکار ہے۔

◆ **دوبارہ زندہ کرنا اللہ کو آسان ہے** | یعنی دوبارہ اٹھانا اور سب کا حساب کر دینا اللہ کو کیا مشکل ہے پوری طرح یقین رکھو کہ یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ کسی کے انکار کرنے سے وہ آنے والی گھڑی ٹل نہیں سکتی۔ لہٰذا مناسب ہے کہ انکار چھوڑ کر اس وقت کی فکر کرو۔

◆ یعنی قرآن کریم پر۔

◆ یعنی ایمان کے ساتھ عمل بھی ہونا چاہیے۔

◆ یعنی اس دن دوزخی ہاریں گے اور جنتی جیتیں گے۔ ہار یہی کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو بے موقع خرچ کر کے راس المال بھی کھو بیٹھے اور جیتنا یہ کہ ایک ایک کے ہزاروں پائے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے۔

◆ یعنی جو تقصیرات ہوئی ہیں ایمان اور نیک کاموں کی برکت سے معاف کر دی جائیں گی۔

◆ جو جنت میں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں۔ اللہ کی رضا اور دیدار کا مقام بھی وہی ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

جو لوگ منکر ہوئے — اور جھٹلائیں انہوں نے ہماری آیتیں — وہ لوگ ہیں

النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١٠﴾ مَا أَصَابَ

دوزخ والے — رہا کریں اسی میں — اور بری جگہ جا پہنچے — نہیں پہنچتی

مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ

کوئی تکلیف — بدون حکم اللہ کے — اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر

يَهْدِ قَلْبَهُ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَطِيعُوا

وہ راہ بتلائے اس کے دل کو ◆ — اور اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ◆ — اور حکم مانو

اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا

اللہ کا — اور حکم مانو رسول کا — پھر اگر تم منہ موڑو — تو

عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٢﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ

ہمارے رسول کا تو یہی کام ہے — پہنچا دینا کھول کر ◆ — اللہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾ يَا أَيُّهَا

اور اللہ ہی پر چاہیے — بھروسہ کریں ایمان والے ◆ — اے

الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا

ایمان والو — تمہاری بعض جورویں — اور اولاد — دشمن ہیں

لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا

تمہارے ◆ — سو ان سے بچتے رہو — اور اگر معاف کرو — اور درگزر کرو — اور بخشو

رکوع ۱

کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی | دنیا میں کوئی مصیبت اور سختی اللہ کی مشیت و ارادہ کے بدون نہیں پہنچتی۔ مومن کو جب اس بات کا یقین ہے تو اس پر نہ گھبرانے اور بددل ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بہر صورت مالک حقیقی کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہئے اور یوں کہنا چاہئے۔

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اس طرح اللہ تعالیٰ مومن کے دل کو صبر و تسلیم کی راہ بتلا دیتا ہے۔ جس کے بعد عرفان و ایقان کی عجیب و غریب راہیں کھلتی ہیں۔ اور باطنی ترقیات اور قلبی کیفیات کا دروازہ مفتوح ہوتا ہے۔

یعنی جو تکلیف و مصیبت اس نے بھیجی تھی علم و حکمت سے بھیجی اور وہی جانتا ہے کہ کون تم میں سے واقعی صبر و استقامت اور تسلیم و رضا کی راہ پر چلا۔ اور کس کا دل کن احوال و کیفیات کا مورد بننے کے قابل ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو | یعنی نرمی و سختی اور تکلیف و راحت غرض ہر حالت میں اللہ و رسول کا حکم مانو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خود تمہارا ہی نقصان ہے۔ رسول سب نیک و بد سمجھا کر اپنا فرض ادا کر چکا۔ لہذا تمہاری طاعت و معصیت سے کوئی نفع یا نقصان اس کو نہیں پہنچ سکتا۔

یعنی معبود اور مستعان تنہا اسی کی ذات ہے۔ نہ کسی اور کی بندگی نہ کوئی دوسرا بھروسے کے لائق۔

بیویاں اور اولاد تمہاری دشمن ہیں | بہت مرتبہ آدمی بیوی بچوں کی محبت اور فکر میں پھنس کر اللہ کو اور اس کے احکام کو بھلا دیتا ہے۔ ان ہی تعلقات کے پیچھے حق ناحق کا ارتکاب کرتا اور کئی بھلائیوں سے محروم رہتا ہے۔ بیوی اور اولاد کی فرمائشیں اور مقتضیات اسے کسی وقت دم نہیں لینے دیتیں۔ اسی چکر میں پڑ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے جو اہل و عیال اتنے بڑے خسارے اور نقصان کا سبب بنیں۔ وہ حقیقت میں اس کے دوست نہیں کہلا سکتے بلکہ بدترین دشمن ہیں۔ جن کی دشمنی کا احساس بھی بسا اوقات انسان کو نہیں ہوتا۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ان دشمنوں سے بچتے رہو اور ایسی روش اختیار کرنے سے بچو جس کا نتیجہ ان کی دنیا سنوارنے کی خاطر اپنی عاقبت برباد کرنے کے سوا کچھ نہ ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں سب بیویاں اور ساری اولاد اسی قسم کی ہوتی ہے۔ بہت اللہ کی بندیاں ہیں جو اپنے شوہروں کے دین کی حفاظت کرتی اور نیک کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہیں۔ اور کتنی ہی سعادت مند اولاد ہے جو اپنے والدین کے لئے باقیات صالحات بنتی ہے۔ "جعلنا اللہ منهم بفضلہ و منہ"

فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ

تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان ◆ | تمہارے مال | اور

اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

تمہاری اولاد | یہی ہیں جانچنے کو | اور اللہ جو ہے اس کے پاس ہے | ثواب بڑا ◆

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا

سو ڈرو اللہ سے | جہاں تک ہو سکے | اور سنو | اور مانو ◆

وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ

اور خرچ کرو اپنے بھلے کو ◆ | اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے

نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنْ تُقْرِضُوا

لالچ سے | سو وہ لوگ وہی مراد کو پہنچے ◆ | اگر قرض دو

اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ

اللہ کو اچھی طرح پر قرض دینا | وہ دونا کر دے تم کو | اور تم کو بخشے ◆

وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور اللہ قدردان ہے تحمل والا ◆ | جاننے والا پوشیدہ | اور ظاہر کا

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ع

زبردست حکمت والا ◆

آیاتها ۱۲ | (۶۵) سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (۹۹) | رکوعاتها ۲

سورۂ طلاق مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

١ **عفو و درگذر کی تعلیم** یعنی اگر انہوں نے تمہارے ساتھ دشمنی کی اور تم کو دینی یا دنیوی نقصان پہنچ گیا تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہئے کہ تم انتقام کے درپے ہو جاؤ۔ اور ان پر نا مناسب سختی شروع کر دو۔ ایسا کرنے سے دنیا کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ جہاں تک عقلاً و شرعاً گنجائش ہو ان کی حماقتوں اور کوتاہیوں کو معاف کرو اور عفو و درگذر سے کام لو۔ ان مکارم اخلاق پر اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ مہربانی کرے گا اور تمہاری خطاؤں کو معاف فرمائے گا۔

٢ **مال و اولاد امتحان ہیں** یعنی اللہ تعالیٰ مال و اولاد دے کر تم کو جانچتا ہے کہ کون ان فانی و زائل چیزوں میں پھنس کر آخرت کی باقی و دائم نعمتوں کو فراموش کرتا ہے اور کس نے ان سامانوں کو اپنی آخرت کا ذخیرہ بنایا ہے اور وہاں کے اجر عظیم کو یہاں کے حظوظ و ملوفات پر ترجیح دی ہے۔

٣ **امتحان میں کامیابی پر اجر عظیم** یعنی اللہ سے ڈر کر جہاں تک ہو سکے اس جانچ میں ثابت قدم رہو اور اس کی بات سنو اور مانو۔

٤ یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تمہارا ہی بھلا ہو گا۔

٥ یعنی مراد کو وہی شخص پہنچتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچا دے۔ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھے۔

٦ **اللہ کو قرض حسنہ** یعنی اللہ کی راہ میں اخلاص اور نیک نیتی سے طیب مال خرچ کرو تو اللہ اس سے کہیں زیادہ دے گا اور تمہاری کوتاہیوں کو معاف فرمائے گا۔ اس طرح کا مضمون پہلے کئی جگہ گذر چکا ہے۔ وہیں ہم نے پوری تقریر کی ہے۔

٧ **تھوڑے عمل پر دو گنا ثواب** قدردانی کی بات یہ ہے کہ تھوڑے عمل پر بہت سا ثواب دیتا ہے اور تحمل یہ کہ گناہ دیکھ کر فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ پھر بہت سے مجرموں کو بالکل معاف اور بہتیروں کی سزا میں تخفیف کرتا ہے۔

٨ یعنی اسی کو ظاہری اعمال اور باطنی نیتوں کی خبر ہے اپنی زبردست قوت اور حکمت سے اس کے مناسب بدلہ دے گا۔ تم سورۃ التغابن وللّٰہ الحمد والمنۃ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ

اے نبی | جب تم طلاق دو عورتوں کو | تو ان کو طلاق دو

لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا الۡعِدَّۃَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمۡ ۚ

ان کی عدت پر | اور گنتے رہو عدت کو | اور ڈرو اللہ سے جو رب ہے تمہارا

لَا تُخۡرِجُوۡہُنَّ مِنۡۢ بُیُوۡتِہِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ

مت نکالو ان کو | ان کے گھروں سے | اور وہ بھی نہ نکلیں

اِلَّاۤ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلۡکَ

مگر جو کریں | بے حیائی کھلی | اور یہ

حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ

حدیں ہیں باندھی ہوئی اللہ کی | اور جو کوئی بڑھے | اللہ کی حدوں سے | تو اس نے

ظَلَمَ نَفۡسَہٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ

برا کیا اپنا | اس کو خبر نہیں | شاید اللہ پیدا کرے اس طلاق

بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ﴿۱﴾ فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَہُنَّ

کے بعد نئی صورت | پھر جب پہنچیں | اپنے وعدہ کو

فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ فَارِقُوۡہُنَّ بِمَعۡرُوۡفٍ

تو رکھ لو ان کو | دستور کے موافق | یا چھوڑ دو ان کو | دستور کے موافق

سورۃ الطلاق

﴿۱﴾ **طلاق دینے کا صحیح طریقہ** نبی کو خطاب ہوا مگر یہ ساری امت سے خطاب ہے۔ یعنی جب کوئی شخص (کسی ضرورت اور مجبوری سے) اپنی عورت کو طلاق دینے کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ عدت پر طلاق دے۔ سورۃ "بقرہ" میں آ چکا کہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں (کما ھو مذھب الحنفیۃ) لہٰذا حیض سے پہلے حالت طہر میں طلاق دینا چاہیے تا سارا حیض گنتی میں آئے۔ اگر فرض کیجیے حالت حیض میں طلاق دے گا تو دو حال سے خالی نہیں۔ جس حیض میں طلاق دی ہے اس کو عدت میں شمار کریں گے یا نہ کریں گے۔ پہلی صورت میں ابتدائے طلاق سے پہلے جس قدر وقت حیض کا گذر چکا وہ عدت میں سے کم ہو جائے گا۔ اور پورے تین حیض عدت کے باقی رہیں گے۔ اور دوسری صورت میں جب موجودہ حیض کے علاوہ تین حیض لیں گے تو یہ حیض تین سے زائد ہوگا۔

طہر میں طلاق دو اس لیے مشروع طریقہ یہ ہے کہ طہر میں طلاق دی جائے اور حدیث سے یہ قید بھی ثابت ہے کہ اس طہر میں صحبت نہ کی ہو۔

﴿۲﴾ **عدت کو نہ بھولو** یعنی مرد و عورت دونوں کو چاہیے کہ عدت کو یاد رکھیں۔ کہیں غفلت و بھول چوک سے کوئی بے احتیاطی اور گڑبڑ نہ ہو جائے۔ نیز طلاق اسی طرح دیں کہ ایام عدت کی گنتی میں کمی بیشی لازم نہ آئے۔ جیسا کہ اوپر کے فائدہ میں بتلایا جا چکا ہے۔

﴿۳﴾ **مطلقہ کو گھر سے نہ نکالو** یعنی اللہ سے ڈر کر احکام شریعت کی پابندی رکھنی چاہیے جن میں سے ایک حکم یہ ہے کہ حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے اور تین طلاقیں ایک دم نہ ڈالی جائیں اور مطلقہ عورت کو اس کے رہنے کے گھر سے نہ نکالا جائے۔ وغیر ذالک۔

﴿۴﴾ **بے وجہ گھر سے نہ نکلیں** یعنی عورتیں خود بھی اپنی مرضی سے نہ نکلیں۔ کیونکہ یہ سکنیٰ محض حق العبد نہیں کہ اس کی رضا سے ساقط ہو جائے بلکہ حق الشرع ہے۔ ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں مثلاً بدکاری یا سرقہ کی مرتکب ہوں یا بقول بعض علماء زبان درازی کریں اور ہر وقت کا رنج و تکرار رکھتی ہوں تو نکالنا جائز ہے اور اگر بے وجہ نکلیں گی تو یہ خود صریح بے حیائی کا کام ہوگا۔

﴿۵﴾ **ان حدود سے تجاوز نہ کرو** یعنی گنہگار ہو کر اللہ کے ہاں سزا کا مستوجب ہوا۔

﴿۶﴾ "لاتدری" کا ترجمہ "اس کو خبر نہیں" بصیغۂ غائب کیا ہے تا معلوم ہو جائے کہ خطاب اسی طلاق دینے والے کو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں۔

﴿۷﴾ یعنی شاید پھر دونوں میں صلح ہو جائے اور طلاق پر ندامت ہو۔

﴿۸﴾ **عدت ختم ہونے کے بعد کا طریقہ** یعنی طلاق رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو تم کو دو باتوں میں ایک کا اختیار ہے۔ یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رہنے دو یا عدت منقضی ہونے پر معقول طریقہ سے اس کو جدا کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ رکھنا ہو جب اور الگ کرنا ہو تب ہر حالت میں آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرو۔ یہ بات مت کرو کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو اور خواہ مخواہ تطویل عدت کے لیے رجعت کر لیا کرو۔ یا رکھنے کی صورت میں اسے ایذا پہنچاؤ اور طعن و تشنیع کرو۔

وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِیْمُوا

اور گواہ کر لو ◆ دو معتبر اپنے میں کے ◆ اور سیدھی ادا کرو

الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

گواہی اللہ کے واسطے ◆ یہ بات جو ہے اس سے سمجھ جائے گا ◆ جو کوئی

یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ۬ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ

یقین رکھتا ہوگا اللہ پر ◆ اور پچھلے دن پر ◆ اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے

یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۟ۙ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا

اور کر دے اس کا گذارہ (چھٹکارا) ◆ اور روزی دے اس کو ◆ جہاں سے اس کو

یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ

خیال بھی نہ ہو ◆ اور جو کوئی بھروسہ رکھے ◆ اللہ پر ◆ تو وہ اس کو کافی ہے

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ

تحقیق اللہ پورا کر لیتا ہے اپنا کام ◆ اللہ نے رکھا ہے ◆ ہر چیز کا

قَدْرًا ۟ وَالّٰٓـِٔیْ یَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ

اندازہ ◆ اور جو عورتیں ناامید ہو گئیں ◆ حیض سے ◆ تمہاری عورتوں میں

اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ

اگر تم کو شبہ رہ گیا ◆ تو ان کی عدت ہے تین مہینے ◆ اور ایسے ہی جن کو

یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ

حیض نہیں آیا ◆ اور جن کے پیٹ میں بچہ ہے ◆ ان کی عدت یہ ہے کہ

◆ **رجوع کے وقت دو گواہ** یعنی طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے اگر نکاح میں رکھنا چاہے تو رجعت پر دو گواہ کرے تا لوگوں میں متہم نہ ہو۔

◆ یہ گواہوں کو ہدایت ہے کہ شہادت کے وقت کسی کی رو رعایت نہ کریں۔ ٹھیک اور سیدھی بات کہنی چاہئے۔

◆ **نکاح و طلاق کے جامع اصول** زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر بہت ظلم ہوتا تھا۔ ان کو گائے بھینس یا نہایت ذلیل و مجبور قیدیوں کی طرح سمجھتے تھے۔ بعض لوگ عورت کو سو سو مرتبہ طلاق دیتے تھے اور اس کے بعد بھی اس کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہوتا تھا۔ قرآن نے جا بجا ان وحشیانہ مظالم اور بے رحمیوں کے خلاف آواز بلند کی۔ اور نکاح و طلاق کے حقوق و حدود پر نہایت صاف روشنی ڈالی۔ بالخصوص اس سورت میں منجملہ دوسری حکیمانہ ہدایات و نصائح کے ایک نہایت ہی جامع مانع اور ہمہ گیر اصول "فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ" بیان فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کو رکھو تو معقول طریقہ سے رکھو۔ اور چھوڑو تب بھی معقول طریقہ سے چھوڑو۔ لیکن ان زریں نصیحتوں سے منتفع وہی شخص ہو سکتا ہے جس کو خدا اور یوم آخرت پر یقین ہو۔ کیونکہ یہی یقین انسان کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا کرتا ہے۔ اور اسی ڈر سے آدمی کو یہ خیال ہوتا ہے کہ جس طرح ایک کمزور عورت بخت و اتفاق سے ہمارے قبضہ و اقتدار میں آگئی ہے، ہم سب کسی قہار ہستی کے قبضہ و اقتدار میں ہیں۔ یہی ایک خیال ہے جو آدمی کو ہر حالت میں ظلم و تعدی سے روک سکتا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارتا ہے۔ اسی لیے سورۂ ہذا میں خصوصی طور پر اتقاء (پرہیزگاری اور خدا کے خوف) پر بہت زور دیا گیا ہے۔

◆ یعنی اللہ سے ڈر کر اس کے احکام کی بہر حال تعمیل کرو۔ خواہ کتنی ہی مشکلات و شدائد کا سامنا کرنا پڑے۔ حق تعالیٰ تمام مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔ اور سختیوں میں بھی گزارہ کا سامان کر دیگا۔

◆ **اللہ کا ڈر تمام خزانوں کی کنجی ہے** اللہ کا ڈر دارین کے خزانوں کی کنجی اور تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہے۔ اسی سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے گناہ معاف ہوتے ہیں، جنت ہاتھ آتی ہے اجر بڑھتا ہے اور ایک عجیب قلبی سکون و اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ جس کے بعد کوئی سختی سختی نہیں رہتی، اور تمام پریشانیاں اندر ہی اندر کافور ہو جاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ اگر تمام دنیا کے لوگ اس آیت کو پکڑ لیں تو ان کو کافی ہو جائے۔

◆ یعنی اللہ پر بھروسہ رکھو۔ محض اسباب پر تکیہ مت کرو۔ اللہ کی قدرت ان اسباب کی پابند نہیں۔ جو کام اسے کرنا ہو وہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ اسباب بھی اسی کی مشیت کے تابع ہیں۔ ہاں ہر چیز کا اس کے ہاں ایک اندازہ ہے۔ اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر ہو تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

◆ **بوڑھی عورتوں کی عدت** یعنی مطلقہ کی عدت قرآن نے تین حیض بتلائی (کما فی سورۃ البقرۃ) اگر شبہ ہو کہ جس کو حیض نہیں آتا یا بڑی عمر کے سبب موقوف ہو گیا اس کی عدت کیا ہوگی تو بتلا دیا کہ تین مہینے ہیں۔

يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ

جن کی پیٹ کا بچہ ◆ اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے کر دے وہ اس کے

مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ

کام میں آسانی یہ حکم ہے اللہ کا جو اتارا

اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ

تمہاری طرف اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے اتار دے اس پر سے اس کی برائیاں

وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝۵ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ

اور بڑا دے اس کو ثواب ◆ ان کو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں

سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا

تم آپ رہو اپنے مقدور کے موافق ◆ اور ایذا نہ پہنچاؤ ان کو تا کہ تنگ پکڑو

عَلَيْهِنَّ ۚ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ

ان کو ◆ اور اگر رکھتی ہوں پیٹ میں بچہ تو ان پر خرچ کرو

حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

جب تک جنیں پیٹ کا بچہ ◆ پھر اگر وہ دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو دو ان کو

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ

ان کا بدلہ (حق) اور سکھاؤ آپس میں نیکی ◆ اور اگر

◆ **حاملہ کی عدت** | جمہور کے نزدیک حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہے خواہ ایک منٹ کے بعد ہو جائے یا کتنی ہی طویل مدت کے بعد ہو۔ اس میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا دونوں کا ایک حکم ہے۔ کما ہو مصرح فی الاحادیث۔

◆ بیچ بیچ کے بعد اتقاء اللہ کے ذکر کا مضمون مختلف پیرایوں میں دہرایا گیا ہے تا کہ سمجھ لو بار بار متنبہ ہو کہ ان عورتوں کے معاملات

میں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

مرد کے ذمے سکنیٰ ونفقہ مرد کے ذمہ ضروری ہے کہ مطلقہ کو عدت تک رہنے کے لئے مکان دے (اسکو سکنیٰ کہتے ہیں) اور جب سکنیٰ واجب ہے تو نفقہ بھی اس کے ذمہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ عورت اتنے دنوں تک اسی کی وجہ سے مکان میں مقید ومحبوس رہے گی۔ قرآن کریم کے الفاظ "مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ" میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس کو اپنے مقدور اور حیثیت کے موافق اپنے گھر میں رکھو۔ ظاہر ہے کہ مقدور کے موافق رکھنا اس کو بھی متضمن ہے کہ اس کے کھانے کپڑے کا مناسب بندوبست کرے۔ چنانچہ مصحف ابن مسعودؓ میں یہ آیت اس طرح تھی۔ "اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ وَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ مِنْ وُّجْدِكُمْ" حنفیہ کے نزدیک یہ حکم سکنیٰ اور نفقہ کا ہر قسم کی مطلقہ کو عام ہے۔ رجعیہ کی قید نہیں کیونکہ پہلے سے جو بیان چلا آتا ہے مثلاً آئسہ، صغیرہ اور حاملہ کی عدت کا مسئلہ اس میں کوئی تخصیص نہیں تھی۔ پھر اس میں بلاوجہ کیوں تخصیص کی جائے۔ رہی فاطمہ بنت قیس کی حدیث جس میں وہ کہتی ہیں کہ میرے زوج نے تین طلاقیں دے دی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سکنیٰ اور نفقہ نہیں دلایا۔ اول تو اس حدیث میں فاروق اعظمؓ، عائشہ صدیقہؓ اور دوسرے صحابہؓ وتابعین نے انکار فرمایا۔ بلکہ فاروق اعظمؓ نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہم ایک عورت کے کہنے سے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ عورت بھول گئی یا اس نے یاد رکھا۔ معلوم ہوا کہ فاروق اعظمؓ کتاب اللہ سے یہی سمجھے ہوئے تھے کہ مطلقہ ثلاث کے لئے نفقہ وسکنیٰ واجب ہے اور اس کی تائید میں رسول اللہ کی کوئی سنت بھی ان کے پاس موجود تھی۔ چنانچہ طحاوی وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے تصریحاً بیان کیا ہے کہ یہ مسئلہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اور دارقطنی میں جابرؓ کی ایک حدیث بھی اس بارہ میں صریح ہے۔ گو اس کے بعض رواۃ میں اور رفع ووقف میں کلام کیا گیا ہے۔

فاطمہ بنت قیس کا واقعہ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ حضورؐ نے فاطمہ بنت قیس کے لئے سکنیٰ اس لئے تجویز نہ کیا ہو کہ یہ اپنے سسرال والوں سے زبان درازی اور سخت کلامی کرتی تھی جیسا کہ بعض روایات میں ہے۔ لہٰذا آپؐ نے حکم دے دیا کہ ان کے گھر سے چلی جائے پھر جب سکنیٰ نہ رہا تو نفقہ بھی ساقط ہو گیا۔ جیسے ناشزہ کا (جو شوہر کی نافرمانی کر کے گھر سے نکل جائے) نفقہ ساقط ہو جاتا ہے۔ تاوقتیکہ گھر واپس نہ آئے (نبہ علیہ ابو بکر الرازیؒ فی احکام القرآن) نیز جامع ترمذی وغیرہ کی بعض روایات میں ہے کہ اس کو کھانے پینے کے لئے کچھ دیا گیا تھا اس نے اس مقدار سے زائد کا مطالبہ کیا جو منظور نہ ہوا۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ حضورؐ نے اس سے زائد نفقہ تجویز نہیں فرمایا جو مرد کی طرف سے دیا جا رہا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ہاں یہ یاد رہے کہ نسائی، طبرانی اور مسند احمد کی بعض روایات میں فاطمہ بنت قیس نے حضورؐ کا صریح ارشاد نقل کیا ہے کہ سکنیٰ اور نفقہ صرف اس مطلقہ کے لئے ہے جس سے رجعت کا امکان ہو۔ ان روایات کی سندیں زیادہ قوی نہیں۔ زیلعی نے تخریج ہدایہ میں اس پر بحث کی ہے۔ فلیراجع۔

یعنی ستاؤ نہیں کہ وہ تنگ آ کر نکلنے پر مجبور ہو جائیں۔

حاملہ کا نفقہ حمل کی مدت کبھی بہت طویل ہو جاتی ہے۔ اس کو خصوصیت سے بتلا دیا کہ خواہ کتنی ہی طویل ہو وضع حمل تک اس کو نفقہ دینا ہو گا یہ نہیں کہ مثلاً تین مہینے نفقہ دے کر بند کر دو۔

مطلقہ کو رضاعت کی اجرت یعنی وضع حمل کے بعد اگر عورت تمہاری خاطر بچہ کو دودھ پلائے تو جو اجرت کسی دوسری انا کو دیتے وہ اس کو دی جائے۔ اور معقول طریقہ سے دستور کے موافق باہم مشورہ کر کے قرارداد کر لیں خواہ مخواہ ضد اور کج روی اختیار نہ کریں۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کا برتاؤ رکھیں۔ نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے نہ مرد اس کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے پلوائے۔

تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰىؕ ۝٦ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ

ضد کرو آپس میں | تو دودھ پلائے گی اس کی خاطر اور کوئی عورت ◆ | چاہیے خرچ کرے وسعت والا

مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ

اپنی وسعت کے موافق | اور جس کو نپی تلی ملتی ہے اس کی روزی | تو خرچ کرے

مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ

جیسا کہ دیا ہے اس کو اللہ نے | اللہ کسی پر تکلیف نہیں رکھتا | مگر اسی قدر جو اس کو دیا

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝٧ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

اب کر دے گا اللہ | سختی کے پیچھے کچھ آسانی ◆ | اور کتنی بستیاں

عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا

کہ نکل چلیں حکم سے اپنے رب کے | اور اس کے رسولوں کے | پھر ہم نے حساب میں پکڑا ان کو

شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝٨ فَذَاقَتْ

سخت حساب میں | اور آفت ڈالی ان پر بن (ان) دیکھی آفت ◆ | پھر چکھی انہوں نے

وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝٩

سزا اپنے کام کی | اور آخر کو ان کے کام میں ٹوٹا آ گیا ◆

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا

تیار رکھا ہے اللہ نے واسطے ان کے | سخت عذاب ◆ | سو ڈرتے رہو

اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ۖۛ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛؕ

اللہ سے | اے عقل والو | جن کو یقین ہے ◆

۱ یعنی اگر آپس کی ضد اور تکرار سے عورت دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو کچھ اس پر موقوف نہیں کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی۔ اس کو اتنا گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے۔ اور اگر مرد خواہ مخواہ بچہ کو اس کی ماں سے دودھ پلوانا نہیں چاہتا تو بہرحال کوئی دوسری عورت دودھ پلانے کو آئے گی آخر اس کو بھی کچھ دینا پڑے گا۔ پھر وہ بچہ کی ماں ہی کو کیوں نہ دے۔

۲ **بچے کی تربیت و تعلیم کا خرچ باپ کے ذمے** | یعنی بچہ کی تربیت کا خرچ باپ پر ہے۔ وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت کو اپنی حیثیت کے مناسب خرچ کرنا چاہئے۔ اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو محض نپی تلی روزی اللہ نے دی ہو وہ اسی میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کیا کرے۔ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جب تنگی کی حالت میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرو گے، وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا۔

۳ **عورتوں کے حقوق کی اہمیت** | یعنی احکام شریعت کی (خصوصاً عورتوں کے بارے میں) پوری پابندی رکھو۔ اگر نافرمانی کرو گے تو یاد رہے کہ کتنی ہی بستیاں اللہ و رسول کی نافرمانی کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ جس وقت وہ لوگ تکبر کر کے حد سے نکل گئے ہم نے ان کا جائزہ لیا اور سختی سے لیا کہ ایک عمل کو بھی معاف نہیں کیا۔ پھر ان کو ایسی نرالی آفت میں پھنسایا جو آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

۴ یعنی عمر بھر جو سودا کیا تھا آخر اس میں سخت خسارہ اٹھایا اور جو پونجی تھی سب کھو کر رہے۔

۵ پہلے دنیوی عذاب کا ذکر تھا۔ یہ اخروی عذاب بیان ہوا۔

۶ یعنی یہ عبرتناک واقعات سن کر عقلمند ایمانداروں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہیں ہم سے ایسی بے احتیاطی نہ ہو جائے کہ خدا کی پکڑ میں آ جائیں۔ العیاذ باللہ۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا

بے شک اللہ نے اتاری ہے | تم پر نصیحت ◆ | رسول ہے جو پڑھ کر سناتا ہے

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ

تم کو اللہ کی آیتیں | کھول کر سنانے والی ◆ | تاکہ نکالے ان لوگوں کو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ

جو کہ یقین لائے | اور کیے بھلے کام | اندھیروں سے

اِلَى النُّوْرِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ

اجالے (روشنی) میں ◆ | اور جو کوئی یقین لائے اللہ پر | اور کرے بھلے

صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

بھلائی | اس کو داخل کرے باغوں میں | بہتی ہیں جن کے نیچے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ

نہریں | سدا رہیں ان میں ہمیشہ | البتہ خوب دی

اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿١١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ

اللہ نے اس کو روزی ◆ | اللہ وہ ہے | جس نے بنائے سات

سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ

آسمان | اور زمین بھی اتنی ہی ◆ | اترتا ہے

الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

اس کا حکم | ان کے اندر ◆ | تاکہ تم جانو | کہ اللہ ہر

◆ ۱ یعنی قرآن یا "ذکر" بمعنی "ذاکر" ہو تو خود رسول مراد ہوں گے۔

◆ ۲ یعنی صاف آیتیں جن میں اللہ کے احکام کھول کھول کر سنائے گئے ہیں۔

◆ ۳ یعنی کفر و جہل کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور علم و عمل کے اجالے میں لے آئے۔

◆ ۴ جنت سے زیادہ بہتر روزی کہاں ملے گی۔

◆ ۵ **سات زمینوں کی تخلیق** | یعنی زمینیں بھی سات پیدا کیں، جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی احادیث میں ہے۔ ان میں احتمال ہے کہ نظر نہ آتی ہوں، اور احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں۔ مگر لوگ ان کو کواکب سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ مریخ وغیرہ کی نسبت آج کل حکمائے یورپ کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ دریا اور آبادیاں ہیں۔ باقی حدیث میں جو ان زمینوں کا اس زمین کے تحت میں ہونا وارد ہے وہ شاید باعتبار بعض حالات کے ہو۔ اور بعض حالات میں وہ زمینیں اس سے فوق ہو جاتی ہوں۔ رہا ابن عباسؓ کا وہ اثر جس میں "ادمھم کادمکم" وغیرہ آیا ہے، اس کی شرح کا یہ موقع نہیں۔ "روح المعانی" میں اس پر بقدر کفایت کلام کیا ہے۔ اور حضرت مولانا محمد قاسمؒ کے بعض رسائل میں اس کے بعض اطراف و جوانب کو بہت خوبی سے صاف کر دیا گیا ہے۔

◆ ۶ یعنی عالم کے انتظام و تدبیر کے لئے اللہ کے احکام تکوینیہ و تشریعیہ آسمانوں اور زمینوں کے اندر اترتے رہتے ہیں۔

بِكُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ

چیز کر سکتا ہے ۔ اور اللہ کے علم میں سمائی ہے ۔ ہر

شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

چیز کی ◆

آیاتہا ۱۲ | (۶۶) سُورَةُ التَّحْرِيمِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۷) | رکوعاتہا ۲

سورۃ تحریم مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی بارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ ۖ

◆ اے نبی ۔ تو کیوں حرام کرتا ہے ۔ جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر

تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ

چاہتا ہے تو رضا مندی ۔ اپنی عورتوں کی ◆ ۔ اور اللہ بخشنے والا ہے

رَحِيمٌ ﴿١﴾ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ ۚ

مہربان ◆ ۔ مقرر کر دیا ہے اللہ نے تمہارے لیے ۔ کھول ڈالنا تمہاری قسموں کا

◆ اللہ کی صفات علم و قدرت یعنی آسمان و زمین کے پیدا کرنے اور ان میں احکام جاری کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات علم و قدرت کا اظہار ہو (نبه علیه ابن قیم فی بدائع الفوائد) باقی صفات ان ہی دو صفتوں سے کسی نہ کسی طرح تعلق رکھتی ہیں۔ صوفیہ کے ہاں جو ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔ "كنت كنزا مخفيا فاحببت ان اعرف" گو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔ مگر اس کا مضمون شاید اس آیت کے مضمون سے ماخوذ و مستفاد ہو واللہ اعلم۔ تم سورۃ الطلاق وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ التحریم

◆ **ازواج مطہرات سے آنحضرت ﷺ کے ایلاء کا واقعہ** سورۂ "احزاب" کے فوائد میں گزر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتوحات عنایت فرمائیں اور لوگ آسودہ ہو گئے تو ازواج مطہرات کو بھی خیال آیا کہ ہم کیوں آسودہ نہ ہوں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مل کر حضورؐ سے زیادہ نفقہ کا مطالبہ شروع کیا۔ صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے۔ "وهن حولی یسألننی النفقة" اور بخاری کے ابواب المناقب میں ہے۔ "وحوله نسوة یکلمنه ویستکثرنه" اس پر ابوبکرؓ نے عائشہؓ کو اور عمرؓ نے حفصہؓ کو ڈانٹ بتلائی۔ آخر ازواج نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم آپؐ سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپؐ کے پاس نہیں۔ پھر بھی رفتار واقعات کی ایسی رہی جس سے آپؐ کو ایک ماہ کے لئے ازواج سے "ایلاء" کرنا پڑا۔ تا آنکہ آیۂ تخییر نے جو "احزاب" میں ہے نازل ہو کر اس قصہ کا خاتمہ کر دیا۔ اس درمیان میں کچھ واقعات اور بھی پیش آئے۔ جس سے حضورؐ کی طبع مبارک پر گرانی ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ ازواج مطہراتؓ کو جو محبت اور تعلق حضورؐ کے ساتھ تھا اس نے قدرتی طور پر آپس میں ایک طرح کی کشمکش پیدا کر دی تھی۔ ہر ایک زوجہ کی تمنا اور کوشش تھی کہ وہ زیادہ سے زیادہ حضورؐ کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات و فیوض سے متمتع ہو۔ مرد کے لئے یہ موقع تحمل و تدبر اور خوش اخلاقی کے امتحان کا نازک ترین موقع ہوتا ہے۔ مگر اس نازک موقع پر بھی حضورؐ کی ثابت قدمی ویسی ہی غیر متزلزل ثابت ہوئی جس کی توقع سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت سے ہو سکتی تھی۔ آپؐ کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے پاس تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک روز حضرت زینبؓ کے پاس کچھ دیر لگی۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے شہد پیش کیا تھا اس کے نوش فرمانے میں وقفہ ہوا۔ پھر کئی روز یہ معمول رہا۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مل کر تدبیر کی کہ آپؐ وہاں شہد پینا چھوڑ دیں۔ آپؐ نے چھوڑ دیا اور حفصہؓ سے فرمایا کہ میں نے زینبؓ کے ہاں شہد پیا تھا مگر اب قسم کھاتا ہوں کہ پھر نہیں پیوں گا۔ نیز یہ خیال فرما کر کہ زینبؓ کو اس کی اطلاع ہو گی تو خواہ مخواہ دل گیر ہوں گی۔ حفصہؓ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔ اسی طرح کا ایک قصہ ماریہ قبطیہ کے متعلق (جو آپؐ کے حرم سے تھیں جن کے بطن سے صاحبزادے ابراہیم تولد ہوئے) پیش آیا اس میں آپؐ نے ازواج کی خاطر قسم کھالی کہ ماریہ کے پاس نہ جاؤں گا۔ یہ بات آپؐ نے حضرت حفصہؓ کے سامنے کہی تھی اور تاکید کر دی تھی کہ دوسروں کے سامنے اظہار نہ ہو۔ حضرت حفصہؓ نے ان واقعات کی اطلاع چپکے سے حضرت عائشہؓ کو کر دی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا۔ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرما دیا۔ آپؐ نے حفصہؓ کو جتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہؓ کو کر دی حالانکہ منع کر دیا تھا۔ وہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کہ آپؐ سے کس نے کہا۔ شاید عائشہؓ کی طرف خیال گیا ہو گا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ" یعنی حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی۔ ان ہی واقعات کے سلسلہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

◆ **اے رسول حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرو** حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کو عقیدۃً حلال و مباح سمجھتے ہوئے عہد کر لیا تھا کہ آئندہ اس کو استعمال نہ کروں گا۔ ایسا کرنا اگر کسی مصلحت صحیحہ کی بناء پر ہو تو شرعاً جائز ہے۔ مگر حضورؐ کی شان رفیع کے مناسب نہ تھا کہ بعض ازواج کی خوشنودی کے لئے اس طرح کا اسوہ قائم کریں جو آئندہ امت کے حق میں تنگی کا موجب ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ ازواج کے ساتھ بیشک خوش اخلاقی برتنے کی ضرورت ہے۔ مگر اس حد تک ضرورت نہیں کہ ان کی وجہ سے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر کے تکلیف اٹھائیں۔

◆ کہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔ اور آپؐ سے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوا۔ محض اپنے درجہ میں ایک خلاف اولیٰ بات ہوئی۔

وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۲﴾ وَ

اور اللہ مالک ہے تمہارا اور وہی ہے سب کچھ جانتا حکمت والا ۔ اور

اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ

جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے ایک بات

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ

پھر جب اس نے خبر کر دی اس کی اور اللہ نے جتلا دی نبی کو وہ بات تو جتلائی نبی نے

بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ

اس میں سے کچھ اور ٹلا دی کچھ پھر جب وہ جتلائی عورت کو

قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ

بولی تجھ کو کس نے بتلا دی یہ کہا مجھ کو بتایا اس خبر والے

الْخَبِيْرُ ﴿۳﴾ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ

واقف نے ۔ اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں

قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ

دل تمہارے ۔ اور اگر تم دونوں چڑھائی کرو گی اس پر تو اللہ ہے اس کا

مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ

رفیق اور جبرئیل اور نیک بخت ایمان والے اور فرشتے

بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿۴﴾ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ

اس کے پیچھے مددگار ہیں ۔ اگر نبی چھوڑ دے تم سب کو ابھی اس کا رب

قسموں کا کفارہ یعنی اس مالک نے اپنے علم و حکمت سے تمہارے لئے مناسب احکام و ہدایات بھیجے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نامناسب چیز پر قسم کھالے تو کفارہ دے کر (جس کا ذکر سورۂ "مائدہ" میں آ چکا۔) اپنی قسم کھول سکتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اب جو کوئی اپنے مال کو کہے یہ مجھ پر حرام ہے تو قسم ہو گئی۔ کفارہ دے تو اس کو کام میں لائے کھانا ہو یا کپڑا یا لونڈی۔" (وہذا علی الحنفیہ)

حضرت حفصہؓ سے آنحضرت ﷺ کے راز کا افشاء شروع سورت میں ہم شہد کا اور ماریہ قبطیہ کا قصہ لکھ چکے ہیں۔ اس آیت میں بتلا دیا کہ بندے ایک بات کو چھپانے کی کتنی ہی کوشش کریں، اللہ جب ظاہر کرنا چاہے تو ہرگز مخفی نہیں رہ سکتی۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت اور وسعت اخلاق کا اس سے ثبوت ملتا ہے کہ آپ خلاف طبع کاروائیوں پر کس قدر تحمل اور اغماض برتتے تھے اور کس طرح ازراہ عفو و کرم بعض باتوں کو ٹلا جاتے تھے۔ گویا شکایت کے موقع پر بھی پورا الزام نہ دیتے تھے۔ "موضح القرآن" میں ہے کہ بعض کہتے ہیں۔ "اس حرم (ماریہ قبطیہ) کا موقوف کرنا آپؐ نے حضرت حفصہؓ سے کہا اور کسی کو خبر کرنے سے منع کیا۔ اور اس کے ساتھ کچھ اور بات بھی کہی تھی انہوں نے حضرت عائشہؓ کو سب خبر کر دی۔ کیونکہ دونوں باتوں میں دونوں کا مطلب تھا۔ پھر وحی سے معلوم کر کے حضرتؐ نے بی بی حفصہؓ کو حرم کی بات کا الزام دیا اور دوسری بات ذکر میں نہ لائے۔ وہ دوسری بات کیا تھی؟ شاید یہ تھی کہ تیرا باپ عائشہ کے باپ کے بعد خلیفہ ہوگا۔ الغیب عند اللہ۔ جو بات اللہ اور رسول نے نہ کھولی ہم کیا جانیں۔ اسی واسطے بتلا دی کہ سب ضرورت جو جاننا ہوتا اور لوگ بھی جانتے ہیں۔" یہ مضمون خلافت کا بعض ضعیف روایات میں آیا ہے جسے بعض علماء شیعہ نے بھی تسلیم کیا۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کو توبہ کی تاکید یہ عائشہؓ و حفصہؓ کو خطاب ہے کہ اگر تم توبہ کر لو تو بیشک توبہ کا موقع ہے کیونکہ تمہارے دل جادۂ اعتدال سے ہٹ کر ایک طرف کو جھک گئے ہیں۔ لہٰذا آئندہ ایسی بے اعتدالیوں سے پرہیز رکھا جائے۔

ان دونوں ازواج کو تنبیہ زوجین کے خانگی معاملات بعض اوقات ابتداءً بہت معمولی اور حقیر نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر ذرا باگ ڈھیلی چھوڑ دی جائے تو آخرکار نہایت خطرناک اور تباہ کن صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ خصوصاً عورت اگر کسی اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو تو اس کو طبعاً اپنے باپ بھائی اور خاندان پر بھی گھمنڈ ہو سکتا ہے۔ اس لئے متنبہ فرما دیا کہ دیکھو اگر تم دونوں اسی طرح کی کاروائیاں اور مظاہرے کرتی رہیں تو یاد رکھو ان سے پیغمبر کو کچھ ضرر نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ اور فرشتے اور نیک بخت ایماندار درجہ بدرجہ جس کے رفیق و مددگار ہوں اس کے سامنے کوئی انسانی تدبیر کامیاب نہیں ہو سکتی ہاں تم کو نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے۔ تنبیہ: بعض سلف نے "صالح المؤمنین" کی تفسیر میں ابوبکرؓ و عمرؓ کا نام لیا ہے۔ شاید یہ عائشہؓ اور حفصہؓ کی مناسبت سے ہوگا۔ واللہ اعلم۔

أَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ

بدلے میں دے اس کو عورتیں تم سے بہتر حکم بردار

مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ

یقین رکھنے والیاں نماز میں کھڑی ہونے والیاں توبہ کرنے والیاں بندگی بجالانے والیاں روزہ رکھنے والیاں

ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

بیاہیاں اور کنواریاں ◆ اے ایمان والو

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ

بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جس کی چھپٹیاں ہیں آدمی

وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ

اور پتھر ◆ اس پر مقرر ہیں فرشتے تند خو زبردست ◆

لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا

نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو اور وہی کام کرتے ہیں جو

يُؤْمَرُوْنَ ۝۶ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا

ان کو حکم ہو ◆ اے منکر ہونے والو مت بہانے بتاؤ

الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷ ع

آج کے دن وہی بدلہ پاؤ گے جو تم کرتے تھے ◆

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً

اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف

◆ یعنی یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر تو مرد کو بیبیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں اس لئے ناگزیر ہماری سب باتیں سہی جائیں گی۔ یاد رکھو! اللہ چاہے تو تم سے بھی بہتر بیبیاں اپنے نبی کے لئے پیدا کر دے۔ اس کے ہاں کس چیز کی کمی ہے۔ **تنبیہ** ثیبات (بیاہیوں) کا ذکر شاید اس لئے کیا کہ بعض حیثیات سے آدمی ان کو ابکار پر ترجیح دیتا ہے۔

◆ **اپنے گھر والوں کو حق کی تعلیم و تبلیغ** ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح ہو سکے دیندار بنانے کی کوشش کرے۔ اس پر بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئیں تو ان کی کم بختی، یہ بے قصور ہے۔ "وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ" کی تفسیر پارہ "الٓمّٓ" کے شروع میں گزر چکی۔

◆ یعنی مجرموں کو نہ رحم کھا کر چھوڑیں نہ ان کی زبردست گرفت سے کوئی چھوٹ کر بھاگ سکے۔

◆ یعنی نہ یہ حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس کے احکام بجالانے میں سستی اور دیر ہوتی ہے نہ امتثال حکم سے عاجز ہیں۔

◆ **آخرت میں کوئی حیلہ بہانہ نہیں چلے گا** یعنی قیامت کے دن جب جہنم کا عذاب سامنے ہو گا اس وقت منکروں سے کہا جائے گا کہ حیلے بہانے مت بناؤ۔ آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں بلکہ جو کچھ کرتے تھے اس کی پوری پوری سزا بھگتنے کا دن ہے۔ ہماری طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں۔ تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آ رہے ہیں۔

نَّصُوۡحًا ؕ عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّکَفِّرَ عَنۡکُمۡ

صاف دل کی توبہ ◆ امید ہے تمہارا رب | اتار دے تم پر سے

سَیِّاٰتِکُمۡ وَ یُدۡخِلَکُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ

تمہاری برائیاں | اور داخل کرے تم کو باغوں میں | جن کے نیچے

تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۙ یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ

بہتی ہیں نہریں | جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا | نبی کو

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۚ نُوۡرُہُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ

اور ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ ◆ ان کی روشنی | دوڑتی ہے

اَیۡدِیۡہِمۡ وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَتۡمِمۡ لَنَا

ان کے آگے | اور ان کے داہنے ◆ کہتے ہیں | اے رب ہمارے پوری کر دے ہم کو

نُوۡرَنَا وَ اغۡفِرۡ لَنَا ۚ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۸﴾

ہماری روشنی | اور معاف کر ہم کو | بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے ◆

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ جَاہِدِ الۡکُفَّارَ وَ الۡمُنٰفِقِیۡنَ

اے نبی | لڑائی کر منکروں سے | اور دغابازوں سے

وَ اغۡلُظۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ وَ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ؕ وَ بِئۡسَ

اور سختی کر ان پر ◆ اور ان کا گھر دوزخ ہے | اور بری جگہ

الۡمَصِیۡرُ ﴿۹﴾ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوا امۡرَاَتَ

جا پہنچے ◆ اللہ نے بتلائی ایک کہاوت (مثال) | منکروں کے واسطے | عورت

توبۃ النصوح کی تعریف صاف دل کی توبہ یہ کہ دل میں پھر اس گناہ کا خیال نہ رہے۔ اگر توبہ کے بعد ان ہی خرافات کا خیال پھر آیا تو سمجھو کہ توبہ میں کچھ کسر رہ گئی ہے۔ اور گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی۔ "رزقنا اللہ منہا حظاً وافراً بفضلہ وعونہ وھو علیٰ کل شیء قدیر"

یعنی نبی کو تو کیا اس کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہ کرے گا بلکہ نہایت اعزاز و اکرام سے فضل و شرف کے بلند مناصب پر سرفراز فرمائے گا۔

اس کا بیان سورۂ "حدید" میں ہو چکا۔

یعنی ہماری روشنی آخر تک قائم رکھیے بجھنے نہ دیجیے جیسے منافقین کی نسبت سورۂ "حدید" میں بیان ہو چکا کہ روشنی بجھ جائے گی اور اندھیرے میں کھڑے رہ جائیں گے مفسرین نے عموماً یہی لکھا ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب "اتمم لنا نورنا" کی مراد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "روشنی ایمان کی دل میں ہے دل سے بڑھے تو سارے بدن میں (پھر) گوشت پوست میں" (سرایت کرے)

کفار پر سختی کی تاکید حضرت کا خلق اور نرم خوئی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ اوروں کو فرماتا ہے نرمی کرو، اور آپ کو فرماتا ہے کہ سختی کرو۔

پہلے مومنین کا ٹھکانا بتلایا تھا۔ یہاں ان کے بالمقابل کفار و منافقین کا گھر بتلا دیا۔

نُوۡحٍ وَّ امۡرَاَتَ لُوۡطٍ ؕ کَانَتَا تَحۡتَ عَبۡدَیۡنِ مِنۡ

نوح کی | اور عورت لوط کی | گھر میں تھیں دونوں دو نیک بندوں کے

عِبَادِنَا صَالِحَیۡنِ فَخَانَتٰہُمَا فَلَمۡ یُغۡنِیَا

ہمارے نیک بندوں میں سے | پھر انھوں نے ان سے چوری کی | پھر وہ کام نہ آئے

عَنۡہُمَا مِنَ اللّٰہِ شَیۡئًا وَّ قِیۡلَ ادۡخُلَا النَّارَ

ان کے | اللہ کے ہاتھ سے کچھ بھی | اور حکم ہوا | کہ چلی جاؤ دوزخ میں

مَعَ الدّٰخِلِیۡنَ ﴿۱۰﴾ وَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ

جانے والوں کے ساتھ | اور اللہ نے بتلائی ایک مثل | ایمان والوں

اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ ۘ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ

کے لیے | عورت فرعون کی ◆ | جب بولی | اے رب بنا

لِیۡ عِنۡدَکَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ وَ نَجِّنِیۡ مِنۡ

میرے واسطے اپنے پاس | ایک گھر | بہشت میں ◆ | اور بچا نکال مجھ کو

فِرۡعَوۡنَ وَ عَمَلِہٖ وَ نَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۱﴾

فرعون سے | اور اس کے کام سے | اور بچا نکال مجھ کو | ظالم لوگوں سے ◆

◆ **حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا انجام** | یعنی حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ جیسے نیک بندے کے گھروں میں ان کی بیویاں منافق تھیں۔ بظاہر ان کے ساتھ تعلق تھا لیکن دل سے کافروں کے شریک حال تھیں۔ پھر کیا ہوا؟ عام دوزخیوں کے ساتھ ان کو بھی اللہ نے دوزخ میں دھکیل دیا۔ پیغمبروں کا رشتہ زوجیت ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکا۔ ان کے برعکس فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم، پکی ایمان دار ولی کامل، اور اس کا شوہر خدا کا سب سے بڑا باغی۔ وہ نیک

بھلی بیوی کو خدا کے عذاب سے نہ چھڑا سکی۔ نہ میاں کی شرارت و بغاوت کے جرم میں بیوی کو کچھ آنچ پہنچی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی اپنا ایمان درست کرے۔ نہ خاوند بچا سکے نہ جورو۔" یہ (قانون عام طور پر) سب کو سنا دیا ہے۔ یہ وہم نہ کیا جائے کہ (معاذ اللہ) حضرت کی بیبیوں پر کہا۔ ان کے لئے تو وہ کہا ہے (جو سورۂ "نور" میں ہے) "اَلطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ" اور اگر بعض جاہل ایسا وہم کیا جائے تو امرأۃ فرعون کی مثال کس پر چسپاں کریں گے۔ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔"

یعنی اپنا قرب عنایت فرما۔ اور بہشت میں میرے لئے مکان تیار کر۔

فرعون کی بیوی کی فضیلت | یعنی فرعون کے پنجے سے چھڑا اور اس کے ظلم سے نجات دے۔ حضرت موسیٰ کو انہوں نے پرورش کیا تھا اور ان کی مددگار تھیں۔ کہتے ہیں کہ فرعون کو جب حال کھلا تو ان کو چومیخا کر کے طرح طرح کی ایذائیں دیتا تھا۔ اس حالت میں اللہ کی طرف سے جنت کا محل ان کو دکھلایا جاتا۔ جس سے سب سختیاں آسان ہو جاتی تھیں۔ آخر فرعون نے ان کو بیدردی سے قتل کر دیا۔ اور جام شہادت نوش کر کے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئیں۔ حدیث صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کامل ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔ اور حضرت مریم کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ ہزاروں ہزار رحمتیں ہوں اس پاک روح پر۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ ◆

فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ

پھر ہم نے پھونک دی اس میں ایک اپنی طرف سے جان ◆ اور سچا جانا اپنے رب کی

رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿١٢﴾ ع

باتوں کو اور اس کی کتابوں کو ◆ اور وہ تھی بندگی کرنے والوں میں ◆

حضرت مریمؑ | یعنی حلال و حرام سب سے محفوظ رکھا۔

یعنی فرشتہ کے ذریعہ سے ایک روح پھونک دی۔ حضرت جبرئیلؑ نے گریبان میں پھونک ماری جس کا نتیجہ استقرار حمل ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تنبیہ

نفخ روح | نفخ کی نسبت اپنی طرف اس لئے کی کہ فاعل حقیقی اور موثر علی الاطلاق وہی ہے۔ آخر ہر عورت کے رحم میں جو کچھ بنتا ہے اس کا بنانے والا اس کے سوا کون ہے۔ بعض محققین نے یہاں "فرج" کے معنی چاک گریبان کے لئے ہیں۔ اس وقت "اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا" کے معنی یہ ہوں گے کہ کسی کا ہاتھ اپنے گریبان تک نہیں پہنچنے دیا۔ اور یہ نہایت بلیغ کنایہ ان کی عصمت و عفت سے ہوگا۔ جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ فلاں عورت بہت پاک دامن ہے اور عرب میں کہا جاتا ہے "نقی الجیب طاہر الذیل" اس سے عفیف النفس ہونا مراد ہوتا ہے۔ کپڑے کا دامن مراد نہیں ہوتا۔ اس تقدیر پر "فَنَفَخْنَا فِيهِ" میں ضمیر لفظ "فرج" کی طرف اس کے لغوی معنی کے اعتبار سے راجع ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رب کی باتیں وہ ہوں گی جو فرشتوں کی زبانی سورۂ آل عمران میں بیان ہوئی ہیں۔ "وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ" الخ اور کتابوں سے عام کتب سماویہ مراد لی جائیں۔ تخصیص کی ضرورت نہیں۔

یعنی کامل مردوں کی طرح بندگی و طاعت پر ثابت قدم تھی۔ یا یوں کہو کہ قانتین کے خاندان سے تھی۔

تم سورۃ التحریم وللہ الحمد والمنۃ وبہ التوفیق والعصمۃ۔

آیاتہا ٣٠ (٦٧) سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ (٧٧) رکوعاتہا ٢

سورۂ ملک مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہے ملک (بادشاہی) اور وہ سب کچھ

قَدِيْرُۨ ۝١ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ

کر سکتا ہے ◆ جس نے بنایا مرنا اور جینا تاکہ تم کو جانچے

اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝٢ الَّذِيْ

کون تم میں اچھا کرتا ہے کام ◆ اور وہ زبردست ہے بخشنے والا ◆ جس نے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ

بنائے سات آسمان تہ پر تہ کیا دیکھتا ہے تو رحمٰن کے بنانے میں

مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝٣

کچھ فرق ◆ پھر دوبارہ نگاہ کر کہیں نظر آتی ہے تجھ کو دراڑ (شگاف)

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ

◆ پھر دوہرا کر نگاہ کر دوبارہ لوٹ آئے گی تجھ تک تیری نگاہ ◆

خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝٤ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا

رد ہو کر تھک کر ◆ اور ہم نے رونق دی سب سے ورلے آسمان کو

سورۃ الملک

◆ یعنی سب ملک اسی کا ہے اور تنہا اسی کا اختیار ساری سلطنت میں چلتا ہے۔

◆ **موت وحیات جانچنے کیلئے ہیں** | یعنی مرنے جینے کا سلسلہ اسی نے قائم کیا، ہم پہلے کچھ نہ تھے (اسے موت ہی سمجھو) پھر پیدا کیا، اس کے بعد موت آئی، پھر مرے پیچھے زندہ کر دیا۔ کما قال "وَكُنتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" (بقرہ۔ رکوع ۳) موت وحیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ تمہارے اعمال کی جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے کون اچھے اور کون اچھے سے اچھے۔ پہلی زندگی میں یہ امتحان ہوا اور دوسری زندگی میں اس کا مکمل نتیجہ دکھلا دیا گیا۔ فرض کرو اگر پہلی زندگی نہ ہوتی تو عمل کون کرتا اور موت نہ آتی تو لوگ مبدا و معاد سے غافل ہو کر بے فکر ہو کر عمل چھوڑ بیٹھتے اور دوبارہ زندہ نہ کیے جاتے تو بھلے برے کا بدلہ کہاں ملتا۔

◆ یعنی زبردست ہے جس کی پکڑ سے کوئی نہیں نکل سکتا اور بخشنے والا بھی بہت بڑا ہے۔

◆ **اوپر نیچے سات آسمان** | حدیث میں آیا کہ ایک آسمان کے اوپر دوسرا آسمان، دوسرے پر تیسرا اسی طرح سات آسمان اوپر نیچے ہیں۔ اور ہر ایک آسمان سے دوسرے تک پانسو برس کی مسافت ہے۔ نصوص میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اوپر جو نیلگوں چیز ہم کو نظر آتی ہے وہی آسمان ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ساتوں آسمان اس کے اوپر ہوں اور یہ نیلگوں چیز آسمان کی چھت گیری کا کام دیتی ہو۔

◆ **اللہ کی تخلیق میں حکمت و بصیرت** | یعنی قدرت نے اپنے انتظام اور کاریگری میں کہیں فرق نہیں کیا ہر چیز میں انسان سے لے کر حیوانات، نباتات، عناصر، اجرام علویہ تک سماوات اور نیرات تک یکساں کاریگری دکھلائی ہے۔ یہ نہیں کہ بعض اشیاء کو حکمت و بصیرت سے اور بعض کو یونہی کیف ما اتفق، بے تکا یا بیکار و فضول بنا دیا ہو (العیاذ باللہ) ہاں جہاں کسی کو ایسا وہم گذرے سمجھو اس کی عقل و نظر کا قصور ہے۔

◆ **نظام کائنات میں کوئی کمزوری نہیں** | یعنی ساری کائنات نیچے سے اوپر تک ایک قانون اور مضبوط نظام میں جکڑی ہوئی ہے اور کڑی سے کڑی ملی ہوئی ہے کہیں رخنہ یا دراڑ نہیں نہ کسی صنعت میں کسی طرح کا اختلال پایا جاتا ہے۔ ہر چیز ویسی ہے جیسا اسے ہونا چاہئے۔ اور اگر یہ آیتیں صرف آسمان سے متعلق ہیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب! اوپر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ کہیں اونچ نیچ یا درز اور شگاف نہیں پڑے گا۔ بلکہ ایک صاف، ہموار، متصل، مربوط اور منظم چیز نظر آئے گی جس میں باوجود مرور دہور اور تطاول ازمان کے آج تک کوئی فرق اور تفاوت نہیں آیا۔

◆ **تمہاری نگاہیں تھک جائیں گی** | یعنی ممکن ہے ایک آدھ مرتبہ دیکھنے میں نگاہ چوک جائے، اس لئے پوری کوشش سے بار بار دیکھ کہیں کوئی رخنہ تو دکھائی نہیں دیتا۔ خوب غور و فکر اور نظر ثانی کر کے قدرت کے انتظام میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں۔ یاد رکھ تیری نگاہ تھک جائے گی اور ذلیل و درماندہ ہو کر واپس آجائے گی لیکن خدائی مصنوعات و انتظامات میں کوئی عیب و قصور نہ نکال سکے گی۔

بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِينِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ

چراغوں سے ◆ اور ان سے کر رکھی ہے ہم نے پھینک مار شیطانوں کے واسطے ◆ اور رکھا ہے ان کے واسطے

عَذَابَ السَّعِيرِ ۝ وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ

عذاب دہکتی آگ کا ◆ اور جو لوگ منکر ہوئے اپنے رب سے ان کے واسطے ہے عذاب

جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ إِذَآ أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا

دوزخ کا اور بری جگہ جا پہنچے ◆ جب اس میں ڈالے جائیں گے سنیں گے

لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ

اس کا دھاڑنا اور وہ اچھل رہی ہوگی ایسا لگتا ہے کہ پھٹ پڑے گی جوش سے ◆

كُلَّمَآ أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ

جس وقت پڑے اس میں ایک گروہ پوچھیں ان سے دوزخ کے داروغے کیا نہ پہنچا تھا تمہارے پاس کوئی

نَذِيرٌ ۝ قَالُوا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا

ڈر سنانے والا ◆ وہ بولیں کیوں نہیں ہمارے پاس پہنچا تھا ڈر سنانے والا پھر ہم نے جھٹلایا

وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي

اور کہا نہیں اتاری اللہ نے کوئی چیز تم تو پڑے ہوئے ہو

ضَلٰلٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا

بڑے بہکاوے میں ◆ اور کہیں گے اگر ہم ہوتے سنتے یا سمجھتے تو

كُنَّا فِيٓ أَصْحٰبِ السَّعِيرِ ۝ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ ۚ

نہ ہوتے دوزخ والوں میں ◆ سو قائل ہوگئے اپنے گناہ کے

◆ یعنی آسمان کی طرف دیکھو! رات کے وقت ستاروں کی جگمگاہٹ سے کیسی رونق و شان معلوم ہوتی ہے۔ یہ قدرتی چراغ ہیں جن سے دنیا کے بہت سے منافع وابستہ ہیں۔

◆ یہ مضمون سورۂ "حجر" وغیرہ میں کئی جگہ بہت تفصیل سے گذر چکا ہے۔

◆ یعنی دنیا میں تو شہاب پھینکے جاتے ہیں اور آخرت میں ان کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے۔

◆ یعنی کافروں کا ٹھکانا بھی شیاطین کے ساتھ اسی دوزخ میں ہے۔

◆ **دوزخ کی سخت آواز** | یعنی اس وقت دوزخ کی آواز سخت کریہہ اور خوفناک ہوگی اور بے انتہا جوش و اشتعال سے ایسا معلوم ہوگا گویا غصہ میں آ کر پھٹی پڑتی ہے اعاذنا اللہ منہا بلطفہ وکرمہ

◆ **دوزخ کے فرشتوں کا سوال** | یہ پوچھنا اور زیادہ ذلیل و محجوب کرنے کے لئے ہوگا یعنی تم جو اس مصیبت میں آ کر پھنسے ہو کیا کسی نے تم کو متنبہ نہ کیا تھا؟ اور ذرا یا نہ تھا کہ اس راستے سے مت چلو ورنہ سیدھے دوزخ میں گرو گے جہاں ایسے ایسے عذاب ہوں گے۔

◆ **اہل جہنم کا جواب** | یعنی کھسیانے ہو کر حسرت و ندامت سے جواب دیں گے کہ بیشک ڈرانے والے آئے تھے مگر ہم نے ان کی بات نہ مانی برابر جھٹلایا کئے کہ تم سب غلط کہتے ہو۔ نہ خدا نے تم کو بھیجا نہ تم پر وحی اتاری بلکہ تم عقل و فہم کے راستہ سے بھٹک کر بڑی سخت گمراہی میں جا پڑے ہو۔

◆ **کفار کی حسرت و ندامت** | یعنی کیا خبر تھی کہ یہ ڈرانے والے ہی سچے نکلیں گے۔ اگر ہم اس وقت کسی ناصح کی بات سنتے یا عقل سے کام لے کر معاملہ کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو آج دوزخیوں کے زمرہ میں کیوں شامل ہوتے اور تم کو یہ طعنہ دینے کا موقع کیوں ملتا۔

فَسُحْقًا لِّأَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ

اب دفع ہو جائیں دوزخ والے ◆ جو لوگ ڈرتے ہیں

رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾ وَأَسِرُّوْا

اپنے رب سے بن دیکھے ◆ ان کے لیے معافی ہے اور ثواب بڑا اور تم چھپا کر کہو

قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۚ إِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾

اپنی بات یا کھول کر وہ خوب جانتا ہے جیوں کے بھید ◆

أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾ هُوَ

بھلا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے بھید جاننے والا خبردار ◆ وہی ہے

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا

جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست اب چلو پھرو اس کے کندھوں پر

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۚ وَإِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾ ءَأَمِنْتُمْ مَّنْ

اور کھاؤ کچھ اس کی دی ہوئی روزی اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے ◆ کیا تم نڈر ہو گئے اس سے

فِي السَّمَآءِ أَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ

جو آسمان میں ہے اس سے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں پھر تب ہی وہ

تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ أَمْ أَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ أَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ

لرزنے لگے ◆ یا نڈر ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسا دے تم پر

حَاصِبًا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ

مینہ پتھروں کا ◆ سو جان لو گے کیسا ہے میرا ڈرانا (دھمکانا) ◆ اور جھٹلا چکے ہیں

اب اقرار گناہ سے کوئی فائدہ نہیں | یعنی خود اقرار کر لیا کہ بیشک ہم مجرم ہیں اپنی غلطی سے قصور ہم کو دوزخ میں پہنچنا بالآخر ہونا ہی تھا مگر اس وقت کے اقرار و اعتراف سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ ارشاد ہوگا "فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ" (اب دفع ہو جائیں دوزخ والے) ان کے لئے ابدالآباد رحمت میں کہیں ٹھکانا نہیں۔

اللہ سے ڈرنے والے | یعنی اللہ کو دیکھا نہیں مگر اس پر اور اس کی صفات پر پورا یقین رکھتے ہیں۔ اور اس کی عظمت و جلال کے تصور سے لرزتے اور اس کے عذاب کا خیال کر کے تھراتے ہیں۔ یا "بالغیب" کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے مجمع سے الگ ہو کر خلوت و عزلت میں اپنے رب کو یاد کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔

یعنی تم اس کو نہیں دیکھتے مگر وہ تم کو دیکھ رہا ہے اور تمہاری ہر کھلی چھپی بات خواہ مجلس میں ہو یا خلوت میں سب کو جانتا ہے بلکہ دلوں میں اور سینوں میں جو خیالات گذرتے ہیں ان کی بھی خبر رکھتا ہے۔ غرض وہ تم سے غائب ہے پر تم اس سے غائب نہیں۔

اللہ لطیف و خبیر | یعنی تمہارا اور تمہارے افعال و اقوال ہر چیز کا خالق و مختار وہ ہے اور خالق و مختار جس چیز کو پیدا کرے ضروری ہے کہ اس کا پورا علم اسے حاصل ہو ورنہ پیدا کرنا ممکن نہیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ جس نے بنایا وہی بے خبر ہو جائے۔

یعنی زمین کو تمہارے سامنے کیا پست و ذلیل اور مسخر بنا دیا کہ جو چاہو اس میں تصرف کرو۔ چاہئے کہ اس پر اور اس کے پہاڑوں پر چلو پھرو اور روزی کماؤ کھاؤ۔ اتنا یاد رکھو کہ جس نے روزی دی ہے اسی کی طرف پھر لوٹ کر جانا ہے۔

اللہ کی ڈھیل سے مغرور مت ہو | پچھلے انعامات یاد دلائے تھے۔ اب شان قہر و انتقام یاد دلا کر ڈرانا مقصود ہے۔ یعنی زمین بیشک تمہارے لئے مسخر کر دی گئی، مگر یاد رہے اس پر حکومت اسی آسمان والے کی ہے۔ وہ اگر چاہے تو تم کو زمین میں دھنسا دے۔ اس وقت زمین جھونچال سے لرزنے لگے اور تم اس کے اندر اترتے چلے جاؤ۔ لہٰذا آدمی کو چاہئے کہ اس مالک سے نڈر ہو کر شرارتیں شروع نہ کر دے اور اس کے ڈھیل دینے پر مغرور نہ ہو جائے۔

اللہ کا عذاب کسی وقت بھی آسکتا ہے | یعنی بیشک زمین پر چلو پھرو اور روزی کماؤ لیکن خدا کو نہ بھولو ورنہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر ایک سخت آندھی بھیج دے یا پتھروں کا مینہ برسا دے۔ پھر تم کیا کرو گے۔ ساری دوڑ دھوپ یوں ہی دھری رہ جائے گی۔

یعنی جس عذاب سے ڈرایا جاتا تھا وہ کیسا تباہ کن اور ہولناک ہے۔

الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿١٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا

جو ان سے پہلے تھے ◆ پھر کیسا ہوا میرا انکار (عذاب) ◆ اور کیا نہیں دیکھتے

إِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَافَّاتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ

اڑتے جانوروں کو — اپنے اوپر — پر کھولے ہوئے — اور پر سمیٹے ہوئے — ان کو کوئی نہیں تھام رہا

إِلَّا الرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ﴿١٩﴾ أَمَّنْ هَٰذَا

رحمٰن کے سوا ◆ اس کی نگاہ میں ہے ہر چیز ◆ بھلا وہ کون ہے

الَّذِي هُوَ جُندٌ لَّكُمْ يَنصُرُكُم مِّن دُونِ الرَّحْمَٰنِ ۚ

جو فوج ہے تمہاری — مدد کرے تمہاری — رحمٰن کے سوائے

إِنِ الْكَافِرُونَ إِلَّا فِي غُرُورٍ ﴿٢٠﴾ أَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي

منکر پڑے ہیں صرف دھوکے میں (غفلت میں) ◆ بھلا وہ کون ہے — جو

يَرْزُقُكُمْ إِنْ أَمْسَكَ رِزْقَهُ ۚ بَل لَّجُّوا فِي عُتُوٍّ وَ

روزی دے تم کو — اگر وہ روک لے اپنی روزی ◆ کوئی نہیں — پر اڑ رہے ہیں شرارت

نُفُورٍ ﴿٢١﴾ أَفَمَن يَمْشِي مُكِبًّا عَلَىٰ وَجْهِهِ أَهْدَىٰ

اور بدکنے پر ◆ بھلا ایک — جو چلے اوندھا — اپنے منہ کے بل — وہ سیدھی راہ پائے

أَمَّن يَمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٢﴾ قُلْ هُوَ

یا وہ شخص — جو چلے سیدھا — ایک سیدھی راہ پر ◆ تو کہہ — وہی ہے

الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ

جس نے تم کو بنا کھڑا کیا — اور بنا دیئے تمہارے واسطے کان — اور آنکھیں

پچھلے لوگوں سے عبرت حاصل کرو یعنی عاد و ثمود وغیرہ کے ساتھ جو معاملہ ہو چکا ہے اس سے عبرت پکڑو۔ دیکھ لو ان کی حرکات پر ہم نے انکار کیا تو وہ انکار کیسے عذاب کی صورت میں ظاہر ہو کر رہا۔

رحمٰن پرندوں کو ہوا میں تھامتا ہے پہلے آسمان و زمین کا ذکر ہوا تھا۔ یہاں درمیانی چیز کا ذکر ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو پرندے زمین و آسمان کے درمیان کبھی پر کھول کر اور کبھی بازو سمیٹے ہوئے کس طرح اڑتے رہتے ہیں۔ اور باوجود جسم ثقیل مائل الی المرکز ہونے کے نیچے نہیں گر پڑتے۔ نہ زمین کی قوت جاذبہ اس ذرا سے پرندے کو اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔ بتاؤ رحمٰن کے سوا کس کا ہاتھ ہے جس نے انہیں فضا میں تھام رکھا ہے۔ بیشک رحمان نے اپنی رحمت و حکمت سے ان کی ساخت ایسی بنائی اور اس میں وہ قوت رکھی جس سے وہ بے تکلف ہوا میں گھنٹوں ٹھہر سکیں۔ وہ ہی ہر چیز کی استعداد کو جانتا اور تمام مخلوق کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے۔ شاید پرندوں کی مثال بیان کرنے سے یہاں اس طرف بھی اشارہ ہو کہ اللہ آسمان سے عذاب بھیجنے پر قادر ہے اور کفار اپنے کفر و شرارت سے اس کے مستحق بھی ہیں۔ لیکن جس طرح رحمان کی رحمت نے پرندوں کو ہوا میں روک رکھا ہے عذاب بھی اسی کی رحمت سے رکا ہوا ہے۔

رحمٰن کے سوا منکروں کی کوئی مدد نہیں کر سکتا یعنی منکر حق اس گھمنڈ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے باطل معبودوں اور فرضی دیوتاؤں کی فوج ان کو اللہ کے عذاب اور آنے والی آفت سے بچا لے گی تو خوب سمجھ لو! رحمان سے الگ ہو کر کوئی مدد کو نہ پہنچے گا۔

یعنی اللہ اگر روزی کے سامان بند کر لے تو کس کی طاقت ہے جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے؟

یعنی دل میں یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ سے الگ ہو کر نہ کوئی نقصان روک سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے۔ مگر محض شرارت اور سرکشی ہے کہ توحید و اسلام کی طرف آتے ہوئے بدکتے ہیں۔

موحد اور مشرک کی مثال یعنی ظاہری کامیابی کی راہ طے کرنے یا مقصد اصلی تک پہنچنے کا جو سیدھا راستہ ہے اس پر آدمیوں کی طرح سیدھا ہو کر چلے۔ جو شخص ناہموار راستہ پر اوندھا ہو کر منہ کے بل چلتا ہو اس کی منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ یہ مثال ایک موحد اور ایک مشرک کی ہوئی۔ محشر میں بھی دونوں کی چال میں ایسا ہی فرق ہوگا۔

وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِىْ

ذَرَاَكُمْ فِى الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَيَقُوْلُوْنَ

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ

اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِىَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِىَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ

فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ

الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ

مَنْ هُوَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝٢٩ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ

کون پڑا ہے صریح بہکنے میں ◆ تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر ہو

أَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّأْتِيكُمْ بِمَآءٍ مَّعِينٍ ۝٣٠

جائے صبح کو پانی تمہارا خشک پھر کون ہے جو لائے تمہارے پاس پانی نتھرا (چشمہ) ◆

آیاتہا ۵۲ (۶۸) سورۃ القلم مکیۃ (۲) رکوعاتہا ۲

سورۂ قلم مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی باون آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝١ مَآ أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں تو نہیں اپنے رب کے فضل سے

بِمَجْنُونٍ ۝٢ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝٣ وَ

دیوانہ ◆ اور تیرے واسطے بدلا (ثواب) ہے بے انتہا ◆ اور

إِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝٥

تو پیدا ہوا ہے بڑے خلق پر ◆ سو اب تو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے

◆ یعنی ہم جیسا کہ تمہارا گمان ہے یا تم جیسا کہ ہمارا عقیدہ ہے۔

◆ **اللہ کے سوا پانی کون لا سکتا ہے؟** یعنی زندگی اور حیات کے سب اسباب اسی اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ ایک پانی ہی کو لے لو، جس سے ہر چیز کی زندگی ہے۔ اگر زمین کے چشموں اور کنوؤں کا پانی خشک ہو کر زمین کے اندر اتر جائے جیسا کہ اکثر موسم گرما میں پیش آ جاتا ہے تو کس کی قدرت ہے کہ سوتوں کی طرح صاف شفاف پانی اس قدر کثیر مقدار میں مہیا کر دے جو تمہاری زندگی اور بقاء کے لئے کافی ہو۔ لہٰذا ایک مومن متوکل کو اسی خالق اکبر اور مالک الملک پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اس سے یہ بھی سمجھ لو کہ جب دنیا کے سب چشمے خشک ہو چکے اس وقت ہدایت و معرفت کا خشک نہ ہونے والا چشمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں جاری کر دیا گیا، جو دنیا کی سیرابی کا کام کرتا ہے جس نے اپنے فضل سے تمام جہاں کو سیراب کیا اور جس کی روحانی زندگی کے سامان ہوئے جیسا کہ ... چشمہ خشک ہو جائے جیسا کہ مشرکین کی تمنا ہے تو کون ہے جو خلق کے لئے ایسا پاک صاف نتھرا پانی مہیا کرے۔

گئے۔ تم سورۃ الملک وللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ القلم

◆ **آنحضرت ﷺ پر جنون کے الزام کا رد** مشرکین مکہ حضور ﷺ کو (العیاذ باللہ) دیوانہ کہتے تھے۔ کوئی کہتا کہ شیطان کا اثر ہے جو یکایک تمام قوم سے الگ ہو کر ایسی باتیں کرنے لگے ہیں جن کو کوئی نہیں مان سکتا۔ حق تعالیٰ نے اس خیال باطل کی تردید اور آپ ﷺ کی تسلی فرما دی۔ یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے فضل و انعام ہوں جن کو ہر آنکھ والا مشاہدہ کر رہا ہے۔ مثلاً اعلیٰ درجہ کی فصاحت اور حکمت و دانائی کی باتیں۔ مخالف و موافق کے دل میں اس قدر قوی تاثیر اور اتنے بلند اور پاکیزہ اخلاق کیا اسے دیوانہ کہنا خود اپنی دیوانگی کی دلیل نہیں؟ دنیا میں بہت دیوانے ہوئے ہیں اور بڑے عظیم الشان مصلحین گذرے ہیں جن کو ابتداءً قوم نے دیوانہ کہہ کر پکارا ہے۔ مگر قلم نے جو حقیقی معلومات کا ذخیرہ الواح اور اوراق میں جمع کیا ہے وہ دنیا کے سامنے زندہ شہادت دیتا ہے کہ واقعی دیوانوں اور ان دیوانہ کہلانے والوں کے حالات میں کس قدر زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ آج آپ ﷺ کو (العیاذ باللہ) مجنون کے لقب سے یاد کرنا بالکل وہی رنگ رکھتا ہے کہ جس رنگ میں دنیا کے تمام جلیل القدر اور اولوالعزم مصلحین کو ہر زمانہ کے شریروں اور بے عقلوں نے یاد کیا ہے۔ لیکن جس طرح تاریخ نے ان مصلحین کے اعلیٰ کارناموں پر جاودانی مہر ثبت کی اور ان مجنون کہنے والوں کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا۔ قریب ہے کہ قلم اور اس کے ذریعہ سے لکھی ہوئی تحریریں آپ ﷺ کے ذکر خیر اور آپ ﷺ کے بے مثال کارناموں اور علوم و معارف کو ہمیشہ کے لئے روشن رکھیں گی۔ اور آپ ﷺ کو دیوانہ بتلانے والوں کا وجود صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ کر رہے گا۔ ایک وقت آئے گا جب ساری دنیا آپ ﷺ کی حکمت و دانائی کی داد دے گی اور آپ ﷺ کے کامل ترین انسان ہونے کو بطور ایک اجماعی عقیدہ کے تسلیم کرے گی۔ بھلا خداوند قدوس جس کی فضیلت و برتری کو ازل الآزال میں اپنے قلم نور سے لوح محفوظ کی تختی پر نقش کر چکا، کس کی طاقت ہے کہ محض مجنون و مفتون کی پھبتیاں کس کر اس کے ایک شوشہ کو مٹا سکے۔ جو ایسا خیال رکھتا ہو پرلے درجہ کا مجنون یا جاہل ہے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کیلئے بے انتہا اجر** یعنی آپ غمگین نہ ہوں۔ ان کے دیوانہ کہنے سے آپ کا اجر بڑھتا ہے اور غیر محدود و غیر منقطع ہدایت جو نوع انسان کو آپ کی ذات سے پہنچنے والا ہے اس کا بے انتہا اجر و ثواب آپ ﷺ کو ملنے والا ہے۔ کیا دیوانوں اور پاگلوں کا مستقبل ایسا پائدار اور شاندار کسی نے دیکھا ہے؟ کیا کسی مجنون کی اسکیم اس طرح کامیاب ہوتے دیکھی ہے؟ پھر جس کا رب اللہ کے پاس اتنا بڑا اجر ہو اس کو چند احمقوں کے دیوانہ کہنے کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کے اخلاق کریمانہ** یعنی اللہ تعالیٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکات پر آپ ﷺ کو پیدا فرمایا کیا دیوانوں میں ان اخلاق و ملکات کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی۔ نہ اس کا کلام اس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے آپ ﷺ کی زبان قرآن ہے اور آپ ﷺ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی، جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے وہ آپ ﷺ میں فطرۃً موجود اور جس بدی و زشتی سے روکتا ہے آپ ﷺ طبعاً اس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپ ﷺ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہوئی ہے کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں پاتی۔ تب آپ ﷺ کا حسن اخلاق اس درجہ کا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کمال تحمل فرماتے۔ جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور مطمح نظر اتنا بلند ہو، بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کرے گا۔ آپ ﷺ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور درد مندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے تھے جس کی بدولت "فلعلک باخع نفسک" کا خطاب سننے کی نوبت آئی تھی۔ فی الحقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے کہ آدمی دنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذاہل نہ ہو۔ جب تک یہ چیز قلب میں موجود ہے تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اتریں گے۔ کیا خوب فرمایا شیخ جنید بغدادیؒ نے "سمی خلقہ عظیما لانہ لم یکن لہ ھمۃ سوی اللہ تعالیٰ عاشر الخلق بخلقہ وزایلھم بقلبہ فکان ظاہرہ مع الخلق وباطنہ مع الحق" "وفی وصیۃ بعض الحکماء" "علیک بالخلق مع الخلق وبالصدق مع الحق"

بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝۶ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

کہ کون ہے تم میں جو بچل رہا ہے ◆۶ بے شک تیرا رب وہی خوب جانے اس کو جو بہکا

عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ

اس کی راہ سے اور وہی خوب جانتا ہے راہ پانے والوں کو ◆۷ سو تو کہا مت مان

الْمُكَذِّبِينَ ۝۸ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝۹ وَلَا

جھٹلانے والوں کا ◆۸ وہ چاہتے ہیں کسی طرح تو ڈھیلا ہو تو وہ بھی ڈھیلے ہوں ◆۹ اور تو

تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَهِينٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝۱۱

کہا مت مان کسی قسمیں کھانے والے بے قدر کا ◆۱۰ طعنے دے چغلی کھاتا پھرے

مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ

بھلے کام سے روکے حد سے بڑھے بڑا گنہگار اجڈ ان سب کے پیچھے

زَنِيمٍ ۝۱۳ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝۱۴ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ

بدنام ◆۱۳ اس واسطے کہ رکھتا ہے مال اور بیٹے ◆۱۴ جب سنائے اس کو

آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝۱۵ سَنَسِمُهُ عَلَى

ہماری باتیں کہے یہ نقلیں (کہانیاں) ہیں پہلوں کی ◆۱۵ اب داغ دیں گے ہم اس کو

الْخُرْطُومِ ۝۱۶ إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ

سونڈ پر (ناک پر) ◆۱۶ ہم نے ان کو جانچا ہے جیسے جانچا تھا باغ والوں کو ◆

إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝۱۷ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ۝۱۸

جب ان سب نے قسم کھائی کہ اس کا میوہ توڑیں گے صبح ہوتے اور انشاء اللہ نہ کہا ◆۱۸

فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾

پھر پھیرا کر گیا (پھر گیا) اس پر کوئی پھیرے والا (پھرنے والا) بلا تیرے رب کی طرف سے اور وہ سوتے ہی رہے

فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾

پھر صبح تک ہو رہا جیسے ٹوٹ چکا (کٹ چکی ہوئی کھیتی) ◆ پھر آپس میں بولے صبح ہوتے

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾

کہ سویرے چلو اپنے کھیت پر اگر تم کو توڑنا (کاٹنا) ہے

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا

پھر چلے اور آپس میں کہتے تھے چپکے چپکے کہ اندر نہ آنے پاوے اس میں

الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾

آج تمہارے پاس کوئی محتاج اور سویرے چلے لپکتے ہوئے زور کے ساتھ ◆

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ

پھر جب اس کو دیکھا بولے ہم تو راہ بھول آئے نہیں ہماری تو

مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا

قسمت پھوٹ گئی ◆ بولا بھلا ان کا میں نے تم کو نہ کہا تھا کہ کیوں نہیں

تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾

پاکی بولتے اللہ کی ◆ بولے پاک ذات ہے ہمارے رب کی ہم تھے تقصیر وار تھے

فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا

پھر منہ کر کر ایک دوسرے کی طرف لگے الاہنا (الزام) دینے ◆ بولے

◆ یعنی رات کو بگولا اٹھا آگ لگی یا اور کوئی آفت پڑی سب کھیت اور باغ صاف ہوا۔

◆ یعنی یہ یقین کرتے ہوئے کہ اب جا کر سب پیداوار اپنے قبضہ میں کر لیں گے۔

◆ وہ زمین کھیتی اور درختوں سے ایسی صاف ہو چکی تھی کہ وہاں پہنچ کر پہچان نہ سکے۔ سمجھے کہ ہم راستہ بھول کر کہیں اور نکل آئے۔ پھر جب غور کیا تو سمجھے کہ نہیں جگہ تو وہی ہے۔ مگر ہماری قسمت پھوٹ گئی اور حق تعالیٰ کی درگاہ سے ہم محروم کیے گئے۔

◆ منجھلا بھائی ان میں زیادہ ہوشیار تھا۔ اس نے مشورہ کے وقت متنبہ کیا ہوگا کہ اللہ کو مت بھولو۔ یہ سب اسی کا انعام سمجھو اور فقیر محتاج کی خدمت سے دریغ نہ کرو۔ جب کسی نے اس کی بات پر کان نہ دھرا، چپ ہو رہا اور ان ہی کا شریک حال ہو گیا۔ اب یہ تباہی دیکھ کر اس نے وہ پچھلی بات یاد دلائی۔

◆ **اپنی غلطی کا اعتراف** اب اپنی تقصیر کا اعتراف کر کے رب کی طرف رجوع ہوئے اور جیسا کہ عام مصیبت کے وقت قاعدہ ہے ایک دوسرے کو الزام دینے لگے ہر ایک دوسرے کو اس مصیبت اور تباہی کا سبب گردانتا تھا۔

يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا طٰغِينَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ أَنْ يُّبْدِلَنَا

ہائے خرابی ہماری — ہم ہی تھے حد سے بڑھنے والے — شاید ہمارا رب — بدل دے ہم کو

خَيْرًا مِّنْهَآ إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُونَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ

اس سے بہتر — ہم اپنے رب سے آرزو رکھتے ہیں — یوں

الْعَذَابُ ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوا

آتی ہے آفت — اور آخرت کی آفت — تو سب سے بڑی ہے — اگر ان کو

يَعْلَمُونَ ﴿٣٣﴾ إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ

سمجھ ہوتی — البتہ ڈرنے والوں کو — ان کے رب کے پاس — باغ ہیں

النَّعِيمِ ﴿٣٤﴾ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾

نعمت کے — کیا ہم کر دیں گے حکم برداروں کو — برابر گنہگاروں کے

مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيهِ

کیا ہو گیا تم کو — کیسے ٹھہراتے ہو بات — کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے — جس میں

تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَكُمْ

پڑھ لیتے ہو — اس میں ملتا ہے تم کو — جو تم پسند کر لو — کیا تم نے ہم سے

أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ

قسمیں لے لی ہیں — ٹھیک پہنچنے والی — قیامت کے دن تک — کہ تم کو ملے گا

لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيمٌ ﴿٤٠﴾

جو کچھ تم ٹھہراؤ گے — پوچھ ان سے — کون سا ان میں اس کا ذمہ لیتا ہے

◆ آخر میں سب مل کر کہنے لگے کہ واقعی ہم ہی سب کی زیادتی تھی کہ ہم نے فقیروں محتاجوں کا حق مارنا چاہا اور حرص و طمع میں آ کر اصل بھی کھو بیٹھے۔ یہ جو کچھ خرابی آئی اس میں ہم ہی قصوروار ہیں۔ مگر اب بھی ہم اپنے رب سے ناامید نہیں کیا عجب ہے وہ اپنی رحمت سے پہلے باغ سے بہتر باغ ہم کو عطا کر دے۔

◆ **آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے** | یعنی یہ تو دنیا کے عذاب کا ایک چھوٹا سا نمونہ تھا جسے کوئی ٹال نہ سکا۔ بھلا آخرت کی اس بڑی آفت کو کون ٹال سکتا ہے۔ سمجھ ہو تو آدمی یہ بات سمجھے۔

◆ **جنت نعیم** | یعنی دنیا کے باغ و بہار کو کیا لئے پھرتے ہو جنت کے باغ اس سے کہیں بہتر ہیں جن میں ہر قسم کی نعمتیں جمع ہیں۔ وہ خاص متقین کے لئے ہیں۔

◆ **کفار کی خوش فہمی اور اس کا جواب** | کفار مکہ نے غرور و تکبر سے اپنے دل میں یہ ٹھہرا رکھا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت و بخشش ہوئی تو ہم پر ان سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی۔ اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ نے عیش و رفاہیت میں رکھا ہے وہاں بھی یہی معاملہ رہے گا۔ اس کو فرمایا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اگر ایسا ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ ایک وفادار غلام جو ہمیشہ اپنے آقا کی حکم برداری کے لئے تیار رہتا ہے اور ایک جرائم پیشہ باغی دونوں کا انجام یکساں ہو جائے، بلکہ مجرم اور باغی وفاداروں سے اچھے رہیں یہ وہ بات ہے جس کو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ رد کرتی ہے۔

◆ **کفار کے پاس کوئی سند نہیں** | یعنی یہ بات کہ مسلم اور مجرم دونوں برابر کر دیئے جائیں ظاہر ہے عقل و فطرت کے خلاف ہے۔ پھر کوئی نقلی دلیل اس کی تائید میں تمہارے پاس ہے؟ کیا کسی معتبر کتاب میں یہ مضمون پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کرو گے وہی ملے گا؟ اور تمہاری من مانی خواہشات پوری کی جائیں گی۔ یا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے کوئی قسم کھائی ہے کہ تم جو کچھ اپنے دل سے ٹھہرا لو گے وہی دیا جائے گا؟ اور جس طرح آج عیش و رفاہیت میں ہو قیامت تک اسی حالت میں رکھے جاؤ گے؟ جو شخص ان میں سے ایسا دعویٰ کرے اور اس کے ثابت کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لے ذرا اسے سامنے کرو، ہم بھی تو دیکھیں کہ وہ کہاں سے کہتا ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَآئِهِمْ إِنْ كَانُوا

کیا ان کے واسطے کوئی شریک ہیں پھر تو چاہئے لے آئیں اپنے شریکوں کو اگر وہ

صٰدِقِيْنَ ﴿٤١﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ

سچے ہیں ◆ جس دن کھولی جائے پنڈلی اور وہ بلائے جائیں

إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٤٢﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ

سجدہ کرنے کو پھر نہ کر سکیں ◆ جھکی پڑتی ہوں گی ان کی آنکھیں

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ

چڑھی آتی ہوگی ان پر ذلت اور پہلے ان کو بلاتے رہے سجدہ کرنے کو

وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا

اور وہ چنگے بھلے تھے ◆ اب چھوڑ دے مجھ کو اور ان کو جو کہ جھٹلائے اس بات

الْحَدِيْثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَ

کو اب ہم سیڑھی سیڑھی اتاریں گے ان کو جہاں سے ان کو خبر بھی نہیں ◆ اور

أُمْلِيْ لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا

ان کو ڈھیل دیئے جاتا ہوں ◆ بیشک میرا داؤ پکا ہے کیا تو مانگتا ہے ان سے کچھ نیگ

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ

سو ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے کیا ان کے پاس خبر ہے غیب کی

فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ

سو وہ لکھ لاتے ہیں ◆ اب تو انتظار کرتا رہ اپنے رب کے حکم کی اور مت ہو

◆ یعنی اگر عقلی و نقلی دلیل کوئی نہیں محض جھوٹے دیوتاؤں کے بل بوتے پر یہ دعوے کئے جا رہے ہیں کہ وہ ہم کو یوں کر دیں گے اور یوں مرتبے دلا دیں گے کیونکہ وہ خود خدائی کے شریک اور حصہ دار ہیں تو اس دعوے میں ان کا سچا ہونا اسی وقت ثابت ہوگا جب وہ ان شرکاء کو خدا کے مقابلہ پر بلا لائیں اور اپنی حمایت میں کارروائی کرا لیں۔ لیکن یاد رہے کہ وہ معبود خود ان سے زیادہ عاجز اور بے بس ہیں۔ وہ تمہاری کیا مدد کریں گے خود اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے۔

◆ **کشف ساق** | اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق ظاہر فرمائے گا "ساق" (پنڈلی) کو کہتے ہیں اور یہ کوئی خاص صفت یا حقیقت ہے صفات و شئون الٰہیہ میں سے جس کو کسی خاص مناسبت سے "ساق" فرمایا۔ جیسے قرآن میں "ید" (ہاتھ) "وجہ" (چہرہ) کا لفظ آیا ہے۔ یہ نصوص متشابہات میں سے کہلاتے ہیں۔ ان پر اسی طرح بلا کیف ایمان رکھنا چاہئے جیسے اللہ کی ذات، وجود، حیات، سمع، بصر وغیرہ صفات پر ایمان رکھتے ہیں۔

اہل ریا و نفاق سجدہ نہیں کر سکیں گے | اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑیں گے۔ مگر جو شخص ریاء سے سجدہ کرتا تھا اس کی کمر تختہ کی طرح سخت ہو کر رہ جائے گی۔ اور جب اہل ریاء و نفاق سجدہ پر قادر نہ ہو سکے تو کفار کا اس پر قادر نہ ہونا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا۔ یہ سب کچھ محشر میں اس لئے کیا جائے گا کہ مومنین و کفار اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہد ہو جائے۔ **تنبیہ** | "متشابہات" پر پہلے کلام کیا جا چکا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس آیت "کشف ساق" کی تفسیر میں نہایت عالی اور عجیب تحریر متشابہات پر کیا ہے۔ فلیراجع۔

◆ یعنی ندامت اور شرمندگی کے مارے آنکھ اوپر نہ اٹھ سکے گی۔

◆ **سجدہ سے محرومی کی وجہ** | یعنی دنیا میں سجدہ کا حکم دیا گیا تو جس وقت اچھے خاصے تندرست تھے اور با اختیار خود سجدہ کر سکتے تھے وہاں کبھی اخلاص سے سجدہ نہ کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی باطل ہو گئی۔ اب چاہیں بھی تو سجدہ نہیں کر سکتے۔

◆ یعنی ان کو عذاب ہونا تو یقینی ہے لیکن چند روز عذاب کے توقف سے رنج نہ کیجئے۔ ان کا معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں خود ان سے نبٹ لوں گا اور اس طرح بتدریج آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لے جاؤں گا کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ یہ اپنی حالت پر مست رہیں گے اور ادھر اندر ہی اندر جڑیں کٹتی چلی جائیں گی۔

◆ یعنی میری لطیف اور خفیہ تدبیر ایسی پکی ہے جس کو یہ لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے بھلا اس کا توڑ تو کیا کر سکتے ہیں۔

◆ یعنی افسوس اور تعجب کا مقام ہے کہ یہ لوگ اس طرح تباہی کی طرف چلے جا رہے ہیں لیکن آپ کی بات نہیں مانتے۔ آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ (تنخواہ یا کمیشن وغیرہ) طلب کرتے ہیں؟ جس کے بوجھ میں وہ دبے جا رہے ہیں۔ یا خود ان کے پاس غیب کی خبریں اور اللہ کی وحی آتی ہے جسے وہ حفاظت کے لئے قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں۔ اس لئے آپ کی اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ آخر کچھ سبب تو ہونا چاہئے جب ان پر کچھ بار بھی نہیں ڈالا گیا اور ان چیزوں سے استغناء بھی نہیں تو نہ ماننے کا سبب بجز عناد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَّوْلَا

جیسے وہ مچھلی والا ◆ جب پکارا اس نے ◆ اور وہ غصے میں بھرا تھا ◆ اگر نہ

أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ

سنبھالتا اس کو احسان تیرے رب کا تو پھینکا گیا ہوتا (حالانکہ وہ تھا) چٹیل میدان میں

مَذْمُومٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٥٠﴾

الزام کھا کر ◆ پھر نوازا اس کو اس کے رب نے ◆ پھر کر دیا اس کو نیکوں میں ◆

وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ

اور منکر تو لگ ہی رہے ہیں کہ پھسلا دیں تجھ کو اپنی نگاہوں سے

لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ﴿٥١﴾

جب سنتے ہیں قرآن اور کہتے ہیں وہ تو باؤلا ہے ◆

وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٥٢﴾

اور یہ قرآن تو یہی نصیحت ہے سارے جہان والوں کو ◆

سورۂ حاقہ مکہ میں نازل ہوئی اس کی باون آیتیں ہیں اور دو رکوع

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَاقَّةُ ﴿١﴾ مَا الْحَاقَّةُ ﴿٢﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ ﴿٣﴾

وہ ثابت ہو چکنے والی ◆ کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ◆ اور تو نے کیا سمجھا کیا ہے وہ ثابت ہو چکنے والی ◆

◆ **حضرت یونسؑ کا قصہ** یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے والے پیغمبر (حضرت یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرح مکذبین کے معاملہ میں تنگدلی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کیجئے۔ ان کا قصہ پہلے کئی جگہ تھوڑا تھوڑا گذر چکا۔

◆ یعنی قوم کی طرف سے غصہ میں بھرے ہوئے تھے جھنجھلا کر شتابی عذاب کی دعا بلکہ پیشین گوئی کر بیٹھے۔ سمجھا "مکظوم" کے معنی بعض مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ وہ غم سے گھٹ رہے تھے اور یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا۔ ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا۔ ایک عذاب کے ٹل جانے کا۔ ایک بلا اذن صریح شہر چھوڑ کر چلے آنے کا۔ ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس رہنے کا۔ اس وقت اللہ کو پکارا اور یہ دعا کی "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ" آخر اللہ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی۔

◆ یعنی اگر قبول توبہ کے بعد اللہ کا مزید فضل و احسان دستگیری نہ کرتا تو اسی چٹیل میدان میں جہاں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے الزام کھائے ہوئے پڑے رہتے اور وہ کمالات و کرامات باقی نہ چھوڑے جاتے جو محض خدا کی مہربانی سے اس ابتلاء کے وقت بھی باقی رہے۔

◆ یعنی پھر ان کا اور زیادہ رتبہ بڑھایا۔ اور اعلیٰ درجہ کے نیک و شائستہ لوگوں میں داخل رکھا۔ حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں۔

◆ **قرآن سن کر کفار کا غیظ و غضب** یعنی قرآن سن کر غیظ و غضب میں بھر جاتے ہیں اور اس قدر تیز نظروں سے تیری طرف گھورتے ہیں گویا تجھ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیں گے۔ زبان سے بھی آوازے کستے ہیں کہ یہ شخص تو مجنون ہو گیا ہے۔ اس کی کوئی بات قابل التفات نہیں ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اس طرح آپ کو گھبرا کر مقام صبر و استقلال سے ڈگمگا دیں۔ مگر آپ برابر اپنے مسلک پر جمے رہیے اور مشغول ہو کر کسی معاملہ میں گھبراہٹ یا جلدی یا ضعف اختیار نہ کیجئے۔

نظر لگانا سمجھا بعض نے "لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِهِمْ" سے یہ مطلب لیا ہے کہ کفار نے بعض لوگوں کو جو نظر لگانے میں مشہور تھے اس پر آمادہ کیا تھا کہ وہ آپ کو نظر لگائیں۔ چنانچہ جس وقت حضور ﷺ قرآن تلاوت فرما رہے تھے ان میں سے ایک آیا اور پوری ہمت سے نظر لگانے کی کوشش کی آپ نے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ" پڑھا وہ ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔ باقی نظر لگنے یا لگانے کے مسئلہ پر بحث کرنے کا یہ موقع نہیں اور نہ کوئی ضرورت "صحیح مسلم" میں ایک باقاعدہ مستقل باب ہے اس میں مزید کلام کرنا بیکار معلوم ہوتا ہے۔

◆ یعنی قرآن میں جنون اور بڑ ہانکنے کی بات کونسی ہے جس کی وجہ سے مجنون کہہ رہے ہو۔ وہ تو تمام عالم کے لئے اعلیٰ ترین پند و نصیحت کا ذخیرہ ہے۔ اسی سے بنی نوع انسان کی اصلاح اور دنیا کی کایا پلٹ ہوگی۔ اور وہی لوگ دیوانے قرار پائیں گے جو اس کلام کے دیوانے نہیں بنے۔ تم سورۃ القلم۔ وللہ الحمد والمنۃ۔

سورۃ الحاقۃ

◆ **قیامت کی گھڑی کیا ہے** یعنی وہ قیامت کی گھڑی جس کا آنا ازل سے علم الٰہی میں ثابت اور مقرر ہو چکا ہے جبکہ حق باطل سے بالکل الگ اور بالکل صاف طور پر بدون کسی طرح کے اشتباہ و التباس کے جدا ہو جائے گا اور تمام حقائق اپنے پورے کمال و وضوح کے ساتھ نمایاں ہوں گی۔ اور اس کے وجود میں جھگڑا کرنے والے سب اس وقت مغلوب و مقہور ہو کر رہیں گے۔ جانتے ہو وہ گھڑی کیا چیز ہے؟ اور کس قسم کے احوال و کیفیات اپنے اندر رکھتی ہے۔

◆ **معذب قوموں کی ہلاکت میں کچھ نمونہ ہے** یعنی کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی کتنا ہی سوچے اور فکر کرے اس دن کے زہرہ گداز اور ہولناک مناظر کا پوری طرح ادراک نہیں کر سکتا۔ ہاں تقریب الی الفہم کے لئے بطور تمثیل و تنظیر چند واقعات آگے بیان کئے جاتے ہیں جو دنیا میں اس قیامت کبریٰ کا نشان دینے میں ہلکی سی نظیر اور ناتمام نمونہ کا کام دے سکتے ہیں۔ گویا ان چھوٹے "حاقوں" کا ذکر اس بڑے "حاقہ" کے بیان کے لئے توطیہ و تمہید ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ﴿٤﴾ فَأَمَّا ثَمُودُ

جھٹلایا ثمود اور عاد نے | اس کوٹ ڈالنے والی کو ◆ | سو وہ جو ثمود تھے

فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ ﴿٥﴾ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ

سو غارت کر دیے گئے اچھال کر ◆ | اور وہ جو عاد تھے | سو برباد ہوئے ٹھنڈی سناٹے کی ہوا سے

صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿٦﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ

نکل جائے ہاتھوں سے ◆ | مقرر کر دیا اس کو ان پر | سات رات | اور آٹھ

أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ

دن تک لگاتار (برابر) | پھر تو دیکھے | کہ وہ لوگ اس میں پچھڑ گئے | گویا وہ

أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿٧﴾ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ

دھڑ (جڑیں) ہیں کھجور کے | کھوکھلے ◆ | پھر تو دیکھتا ہے | کوئی ان میں کا

بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ

بچا ◆ | اور آیا فرعون | اور جو اس سے پہلے تھے | اور الٹ جانے والی بستیاں

بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً

خطائیں کرتے ہوئے | پھر حکم نہ مانا اپنے رب کے رسول کا | پھر پکڑا ان کو پکڑنا

رَابِيَةً ﴿١٠﴾ إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾

سخت ◆ | ہم نے جس وقت پانی ابلا | لاد لیا تم کو | چلتی کشتی میں

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ﴿١٢﴾

تاکہ رکھیں اس کو تمہاری یادگاری کے واسطے | اور سینت کر رکھے اس کو کان سینت کر رکھنے والا ◆

◆ یعنی قوم "ثمود" و "عاد" نے اس آنے والی گھڑی کو جھٹلایا تھا جو تمام زمین، آسمان، چاند سورج، پہاڑوں اور انسانوں کو کوٹ کوٹ کر رکھ دے گی۔ اور سخت سے سخت مخلوق کو ریزہ ریزہ کر ڈالے گی۔ پھر دیکھ لو ان دونوں کا انجام کیا ہوا۔

◆ بھونچال یعنی سخت بھونچال سے جو ایک نہایت ہی سخت آواز کے ساتھ آیا سب تہ و بالا کر دیئے گئے۔

◆ آندھی یعنی وہ ہوا اس قدر تیز و تند تھی جس پر کسی مخلوق کا قابو نہ چلتا تھا حتیٰ کہ فرشتے جو ہوا کے انتظام پر مسلط ہیں ان کے ہاتھوں سے نکلی جاتی تھی۔

◆ قوت کا دعویٰ کرنے والوں کا انجام یعنی جو قوم لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں پہنچی ہوئی اتری تھی۔ "مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" (ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے) وہ ہماری ہوا کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور ایسے گرانڈیل پہلوان ہوا کے تھپیڑوں سے اس طرح پچھاڑ کھا کر گرے گویا کھجور کے کھوکھلے اور بے جان تنے ہیں جن کا سر اوپر سے کٹ گیا ہو۔

◆ یعنی ان قوموں کا بیج بھی باقی رہا؟ اس طرح صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دی گئیں۔

◆ فرعون کے تکبر کا انجام یعنی "عاد" و "ثمود" کے بعد فرعون بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہوا آیا اور اس سے پہلے اور کئی قومیں گناہ سمیٹی ہوئی آئیں (مثلاً قوم نوح، قوم شعیب، اور قوم لوط، جن کی بستیاں الٹ دی گئی تھیں) ان سموں نے اپنے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی، اور خدا سے مقابلے باندھے۔ آخر سب کو خدا نے بڑی سخت پکڑ سے پکڑا، اس کے آگے کسی کی کچھ بھی پیش نہ چلی۔

◆ حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والوں پر اللہ کا فضل یعنی نوحؑ کے زمانہ میں جب پانی کا طوفان آیا تو بظاہر اسباب تمام انسانوں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکتا تھا۔ یہ ہماری قدرت و حکمت اور انعام و احسان تھا کہ سب منکروں کو غرق کر کے نوحؑ کو مع اس کے ساتھیوں کے بچا لیا۔ بھلا ایسے عظیم الشان طوفان میں ایک کشتی کے سلامت رہنے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ لیکن ہم نے اپنی قدرت و حکمت کا کرشمہ دکھلایا۔ جو لوگ رہتی دنیا تک اس واقعہ کو یاد رکھیں اور جو کان کوئی معقول بات سن کر سمجھنے اور محفوظ رکھنے ہیں وہ کبھی نہ بھولیں کہ اللہ کا ہم پر ایک زمانہ میں یہ احسان ہوا ہے اور سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے ہنگامہ دار و گیر میں فرمانبرداروں کو نافرمان مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے یہی حال قیامت کے ہولناک حادثہ میں ہوگا۔ آگے اسی کی طرف کلام منتقل کرتے ہیں۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ

پھر جب پھونکا جائے — صور میں — ایک بار پھونکنا — اور اٹھائی جائے

الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾

زمین — اور پہاڑ — پھر کوٹ دیے جائیں — ایک بار

فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ

پھر اس دن — ہو پڑے گا وہ ہو پڑنے والی ◆ — اور پھٹ جائے آسمان — پھر وہ

يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓی اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ

اس دن بکھر رہا ہے (بودا ہو رہا ہے) — اور فرشتے ہوں گے اس کے کناروں پر ◆ — اور اٹھائیں گے

عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ

تخت تیرے رب کا — اپنے اوپر — اس دن آٹھ شخص ◆ — اس دن

تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ

سامنے کیے جاؤ گے — چھپی نہ رہے گی تمہاری کوئی چھپی بات ◆ — سو جس کو ملا

كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾

اس کا لکھا داہنے ہاتھ میں — وہ کہتا ہے — لیجیو — پڑھیو میرا لکھا ◆

اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِیْ عِيْشَةٍ

میں نے خیال رکھا — اس بات کا — کہ مجھ کو ملے گا میرا حساب ◆ — سو وہ ہیں من مانتے

رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾

گزران میں — اونچے باغ میں — جس کے میوے جھکے ہوئے ہیں ◆

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ

کھاؤ اور پیو — رچتا ہوا — بدلا اس کا جو آگے بھیج چکے ہو تم — پہلے دنوں

الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ

میں ◆ — اور جس کو ملا — اس کا لکھا — بائیں ہاتھ میں

فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا

وہ کہتا ہے — کیا اچھا ہوتا — جو مجھ کو نہ ملتا میرا لکھا — اور مجھ کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہے

حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ

حساب میرا — کسی طرح وہی موت ختم کر جاتی — کچھ

اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾

کام نہ آیا مجھ کو میرا مال — برباد ہوئی مجھ سے — حکومت میری ◆

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ

اس کو پکڑو — پھر طوق ڈالو — پھر آگ کے ڈھیر میں اس کو ڈالو (لے جاؤ) — پھر ایک

سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾

زنجیر میں — جس کا طول ستر گز ہے — اس کو جکڑ دو ◆

اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ

وہ تھا کہ یقین نہ لاتا تھا — اللہ پر — جو سب سے بڑا — اور نہ تاکید کرتا تھا

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا

فقیر کے کھانے پر ◆ — سو کوئی نہیں آج اس کا یہاں

اہل جنت کے عیش و آرام | یعنی دنیا میں تم نے اللہ کے واسطے اپنے نفس کی خواہشوں کو روکا تھا اور بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیفیں اٹھائی تھیں، آج کوئی روک ٹوک نہیں، خوب رچ پچ کر کھاؤ پیو۔ نہ طبیعت منغص ہوگی نہ بدہضمی نہ بیماری نہ زوال کا کھٹکا۔

کفار کے اعمال نامے اور انکی حسرت | یعنی پیٹھ کی طرف سے بائیں ہاتھ میں جس کا اعمالنامہ دیا جائے گا، سمجھ لے گا کہ کم بختی آئی۔ اس وقت نہایت حسرت سے تمنا کرے گا کہ کاش میرے ہاتھ میں اعمالنامہ نہ دیا جاتا اور مجھے کچھ خبر نہ ہوتی کہ حساب کتاب کیا چیز ہے۔ کاش موت میرا قصہ ہمیشہ کے لیے تمام کر دیتی۔ مرنے کے بعد پھر اٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ یا اٹھا تھا تو اب موت آ کر میرا خاتمہ کر دیتی۔ افسوس وہ مال و دولت اور جاہ و حکومت کچھ کام نہ آئی۔ آج ان میں سے کسی چیز کا پتہ نہیں۔ نہ میری کوئی حجت اور دلیل چلتی ہے نہ معذرت کی گنجائش ہے۔

کافر کیلئے فرشتوں کو حکم | فرشتوں کو حکم ہوگا اسے پکڑو، طوق گلے میں ڈالو، پھر دوزخ کی آگ میں غوطہ دو اور اس زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اس کو جکڑ دو تا جلنے کی حالت میں ذرا بھی حرکت نہ کر سکے کہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی جلنے والا قدرے تخفیف محسوس کیا کرتا ہے۔ (تنبیہ) گز سے وہاں کا گز مراد ہے جس کی مقدار اللہ ہی جانے۔

کافر کی اس سزا کی وجہ | یعنی اس نے دنیا میں رہ کر نہ اللہ کو جانا نہ بندوں کے حقوق پہچانے، فقیر محتاج کی خود تو کیا خدمت کرتا دوسروں کو بھی ادھر ترغیب نہ دی۔ پھر جب اللہ پر جس طرح چاہیے ایمان نہ لایا تو نجات کہاں؟ اور جب کوئی بھلائی کا چھوٹا بڑا کام نہ بن پڑا تو عذاب میں تخفیف کی بھی کوئی صورت نہیں۔

حَمِيمٌ ﴿٣٥﴾ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَأْكُلُهُ إِلَّا

دوستدار ◆ اور نہ کوئی کھانا مگر زخموں کا دھوون کوئی نہ کھائے اس کو مگر

الْخَاطِئُونَ ﴿٣٧﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا لَا

وہی گنہگار ◆ سو قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو دیکھتے ہو اور جو چیزیں کہ

تُبْصِرُونَ ﴿٣٩﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿٤٠﴾ وَمَا هُوَ

تم نہیں دیکھتے یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار کا ◆ اور نہیں ہے

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ

یہ کہا کسی شاعر کا تم تھوڑا یقین کرتے ہو ◆ اور نہیں ہے کہا

كَاهِنٍ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ تَنزِيلٌ

پری والے کا تم بہت کم دھیان کرتے ہو ◆ یہ اتارا ہوا ہے

مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ

جہان کے رب کا ◆ اور اگر یہ بنا لاتا ہم پر کوئی

الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ

بات تو ہم پکڑ لیتے اس کا داہنا ہاتھ پھر

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ

کاٹ ڈالتے اس کی گردن پھر تم میں کوئی ایسا نہیں

عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾

جو اس سے بچا لے ◆ اور یہ نصیحت ہے ڈرنے والوں کو

یعنی جب اللہ کو دوست نہ بنایا تو آج اس کا دوست کون بن سکتا ہے جو حمایت کر کے عذاب سے بچا دے یا مصیبت کے وقت کچھ تسلی کی بات کرے۔

دوزخ میں کافر کا کھانا کھانے سے بھی انسان کو قوت پہنچتی ہے مگر دوزخیوں کو کوئی ایسا مرغوب کھانا نہ ملے گا جو راحت و قوت کا سبب ہو۔ ہاں دوزخیوں کے زخموں کی پیپ دی جائے گی جسے بجز گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھا سکتا اور وہ بھی بھوک پیاس کی شدت میں غلطی سے یہ سمجھ کر کھائیں گے کہ اس سے کچھ کام چلے گا۔ بعد کو ظاہر ہوگا کہ اس کا کھانا بھوک کے عذاب سے بڑا عذاب ہے (اعاذنا اللّٰہ من سائر انواع العذاب فی الدنیا والآخرۃ)

یہ بیان سچا اور حق ہے یعنی جو کچھ جنت و دوزخ وغیرہ کا بیان ہوا، یہ کوئی شاعری نہیں نہ کاہنوں کی اٹکل پچو باتیں ہیں، بلکہ یہ قرآن ہے اللہ کا کلام، جس کو آسمان سے ایک بزرگ فرشتہ لیکر ایک بزرگ ترین پیغمبر پر اترا جو آسمان سے لایا وہ ملک اور جس نے زمین والوں کو پہنچایا وہ بشر، دونوں رسول کریم ہیں ایک کا کریم ہونا تو تم آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ اور دوسرے کی کرامت و بزرگی پہلے کریم کے بیان سے ثابت ہے۔

علم وحی کی فضیلت یعنی عالم میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک جن کو آدمی آنکھوں سے دیکھتا ہے دوسری جو آنکھوں سے نظر نہیں آتیں، عقل وغیرہ کے ذریعے سے ان کے تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ مثلاً ہماری آنکھیں جہاز کو ذرہ سی دیکھیں، وہ چلتی ہوئی نظر آئے گی لیکن عقلاء کے دلائل وبراہین سے عاجز ہو کر ہم اپنی آنکھ کو غلطی پر سمجھتے ہیں اور اپنی عقل کے یا دوسرے عقلاء کی عقل کے ذریعے سے حواس کی ان غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کر لیتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی عقل بھی غلطیوں اور کوتاہیوں سے محفوظ نہیں۔ آخر اس کی غلطیوں کی اصلاح اور کوتاہیوں کی تلافی کس سے ہو۔ پس تمام عالم میں ایک وحی الٰہی کی قوت ہے جو خود غلطی سے محفوظ و معصوم رہتے ہوئے تمام عقلی قوتوں کی اصلاح و تکمیل کر سکتی ہے جس طرح حواس جہاں پہنچ کر عاجز ہوتے ہیں وہاں عقل کام دیتی ہے۔ ایسا ہی جس میدان میں عقل مجرد کام نہیں دیتی ٹھوکریں کھاتی ہے اس جگہ وحی الٰہی اس کی دستگیری کر کے ان بلند حقائق سے روشناس کرتی ہے۔ شاید اسی لئے یہاں "بِمَا تُبْصِرُوْنَ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ" کی قسم کھائی۔ یعنی جو حقائق جنت و دوزخ وغیرہ کی پچھلی آیات میں بیان ہوئی ہیں وہ گو دائرہ محسوسات

سے بلند تر ہونے کی وجہ سے تمہاری سمجھ میں نہ آئیں تو اشیاء میں مبصرات و غیر مبصرات یا بالفاظ دیگر محسوسات و غیر محسوسات کی تقسیم سے سمجھ لو کہ یہ رسول کریم کا کلام ہے جو بذریعہ وحی الٰہی دائرہ حس و عقل سے بالاتر حقائق کی خبر دیتا ہے۔ جب ہم بہت سی غیر محسوس بلکہ مخالف حس چیزوں کو اپنی عقل یا دوسروں کی تقلید سے مان لیتے ہیں تو بعض بہت اونچی چیزوں کو رسول کریم کے کہنے سے ماننے میں کیا اشکال ہے۔

قرآن شاعری نہیں ہے | یعنی قرآن کے کلام اللہ ہونے کی نسبت کبھی کبھی یقین کی کچھ جھلک تمہارے دلوں میں آتی ہے مگر بہت کم جو نجات کے لئے کافی نہیں۔ آخر اس کو شاعری وغیرہ کہہ کر اڑا دیتے ہو۔ کیا واقعی انصاف سے کہہ سکتے ہو کہ یہ کسی شاعر کا کلام ہو سکتا ہے اور شعر کی قسم سے ہے۔ شعر میں وزن و بحر وغیرہ ہونا لازم ہے۔ قرآن میں اس کا پتہ نہیں۔ شاعروں کا کلام اکثر بے اصل ہوتا ہے اور اس کے اکثر مضامین محض وہمی اور خیالی ہوتے ہیں بحالیکہ قرآن کریم میں تمام تر حقائق ثابتہ اور اصول محکمہ کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

یہ کاہن کا کلام بھی نہیں ہے | یعنی پوری طرح دھیان کرو تو معلوم ہو جائے کہ یہ کسی کاہن کا کلام بھی نہیں۔ کاہن عرب میں وہ لوگ تھے جو بھوت پریت، جنوں اور چیلوں سے تعلق یا مناسبت رکھتے تھے۔ وہ ان کو غیب کی بعض جزئی باتیں ایک مقفی و مسجع کلام کے ذریعہ سے بتلاتے تھے۔ لیکن جنوں کا کلام معجز نہیں ہوتا کہ ویسا دوسرا نہ کر سکے۔ بلکہ ایک جن کسی کاہن کو جو ایک بات سکھلاتا ہے دوسرا جن بھی ویسی بات دوسرے کاہن کو سکھلا سکتا ہے اور یہ کلام یعنی قرآن کریم ایسا معجز ہے کہ سب جن و انس مل کر بھی اس کے مشابہ کلام نہیں بنا سکتے۔ دوسرے کاہنوں کے کلام میں محض تک بندی اور سجع کی رعایت کے لئے بہت الفاظ بھرتی کے بالکل بیکار و بے فائدہ ہوتے ہیں اور اس کلام معجز نظام میں ایک حرف یا ایک شوشہ بھی بیکار و بے فائدہ نہیں۔ پھر کاہنوں کی باتیں چند مبہم، جزئی اور معمولی خبروں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ لیکن علوم و حقائق پر مطلع ہونا اور ادیان و شرائع کے اصول و قوانین اور معاش و معاد کے دستور و آئین کا معلوم کر لینا اور فرشتوں کے اور آسمانوں کے چھپے ہوئے بھیدوں پر سے آگاہی پانا ان سے ممکن نہیں ہو سکتا۔ بخلاف قرآن کریم کے وہ ان ہی مضامین سے پر ہے۔

اسی لئے سارے جہان کی تربیت کے اعلیٰ اور محکم ترین اصول اس میں بیان ہوئے ہیں۔

نبی اللہ کے کلام میں خیانت نہیں کر سکتا | حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "یعنی اگر جھوٹ بناتا اللہ پر تو اول اس کا دشمن اللہ ہوتا اور ہاتھ پکڑتا یعنی دست سے گردن مارنے کو کہ جلاد اس کا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھتا ہے تا حرکت نہ کر جائے" حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں "کہ "تقول" کی ضمیر رسول کی طرف لوٹتی ہے یعنی اگر رسول بالفرض کوئی حرف اللہ کی طرف منسوب کر دے یا اس کے کلام میں اپنی طرف سے ملا دے جو اللہ نے نہ کہا ہو تو اسی وقت اس پر یہ عذاب کیا جائے (العیاذ باللہ) کیونکہ اس کی تصدیق اور سچائی آیات بینات اور دلائل و براہین کے ذریعہ سے ظاہر کی جا چکی ہے۔ اب اگر اس قسم کی بات پر فوراً عذاب اور سزا نہ کی جائے تو وحی الٰہی سے امن اٹھ جائے گا اور ایسا التباس و اشتباہ پڑ جائے گا جس کی اصلاح ناممکن ہو جائے گی۔ جو حکمت تشریع کے منافی ہے۔

نبوت کے جھوٹے دعوے کو اللہ چلنے نہیں دیتا | بخلاف اس شخص کے جس کا رسول ہونا آیات و براہین سے ثابت نہیں ہوا، بلکہ کھلے ہوئے قرآن و دلائل عقلیہ اس کی رسالت کی نفی کر چکے ہیں تو اس کی بات بھی بیہودہ اور خرافات ہے کوئی عاقل اس کو درخور اعتناء نہ سمجھے گا اور نہ کچھ بعد دین وحی میں کوئی التباس و اشتباہ واقع ہوگا۔ ہاں ایسے شخص کی معجزات وغیرہ سے تصدیق ہونا محال ہے ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جھوٹا ثابت کرنے اور رسوا کرنے کے لئے ایسے امور پیدا کر دے گا جو اس کے دعوائے رسالت کے مخالف ہوں۔ دونوں کی مثال یوں سمجھو کہ جس طرح بادشاہ ایک شخص کو کسی منصب پر مامور کر کے اور سند و فرمان وغیرہ دے کر کسی طرف روانہ کرتے ہیں۔ اب اگر اس شخص سے اس خدمت میں کچھ خیانت ہوئی یا بادشاہ پر کچھ جھوٹ باندھنا اس سے ثابت ہوا تو اسی وقت پادشاہ اس کا تدارک کرتے ہیں۔ لیکن اگر سڑک کوٹنے والا مزدور یا جھاڑو دینے والا بھنگی کہتا پھرے کہ گورنمنٹ کی طرف سے مجھے یہ فرمان ہے یا میرے ذریعہ سے یہ احکام بھیجے گئے ہیں تو کون اس کی بات پر کان دھرتا ہے اور کون اس کے دعوے سے تعرض کرتا ہے۔ بہرحال اس آیت میں حضور ﷺ کی نبوت پر استدلال نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ بتلایا گیا ہے کہ قرآن کریم خالص اللہ کا کلام ہے جس میں ایک حرف یا ایک شوشہ نبی کریم ﷺ بھی اپنی طرف سے شامل نہیں کر سکتے۔ اور باوجود پیغمبر ہونے کے آپ ﷺ کی یہ شان ہے کہ کوئی بات اللہ کی طرف منسوب کر دیں جو اس نے نہ کہی ہو۔ توراۃ سفر استثناء کے اٹھارہویں باب میں مضمون مذکور ہے "لیکن وہ نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔" خلاصہ یہ ہے کہ جو نبی ہوگا اس سے ایسا ممکن نہیں فنظیر هذه الآیة قوله تعالیٰ فی البقرة "ولئن اتبعت اهواءهم بعد الذی جاءك من العلم ما لك من الله من ولی ولا نصیر"

وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ

اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں جھٹلانے والے ہیں اور وہ جو ہے

لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾

پچھتاوا ہے منکروں پر ◆ اور وہ جو ہے یقین کرنے کے قابل ہے

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

اب بول پاکی اپنے رب کے نام کی جو ہے سب سے بڑا ◆

ع ۲

(۷۰) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹)

آیاتہا ۴۴ — رکوعاتہا ۲

سورۂ معارج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چوالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ

مانگا ایک مانگنے والے نے عذاب پڑنے والا منکروں کے واسطے کوئی نہیں

لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ

اس کو ہٹانے والا ◆ آئے اللہ کی طرف سے جو چڑھتے درجوں والا ہے ◆ چڑھیں گے

الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ

اس کی طرف فرشتے اور روح ◆ اس دن میں جس کا لنباؤ

خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾

پچاس ہزار برس کا ہے ◆ سو تو صبر کر بھلی طرح کا صبر کر ◆

◆ یعنی خدا سے ڈرنے والے اس کلام پاک سے نصیحت حاصل کریں گے اور جن کے دل میں ڈر نہیں وہ جھٹلائیں گے لیکن ایک وقت آنے والا ہے کہ یہی کلام منکرین کا جھٹلانا باعث حسرت و پشیمانی کا موجب ہوگا۔ اس وقت پچھتائیں گے کہ افسوس کیوں ہم نے اس سچی بات کو جھٹلایا تھا جو آج آفت بن کر سر پر پڑی۔

◆ یعنی یہ کتاب تو ایسی چیز ہے جس پر یقین سے بھی بڑھ کر یقین رکھا جائے کیونکہ اس کے مطالب سراپا حق اور ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہیں۔ لازم ہے کہ آدمی اس پر ایمان لا کر اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو۔ تم سورۃ الحاقۃ وللہ الحمد۔

سورۃ المعارج

◆ **کفار پر آنے والا عذاب ضرور آئے گا** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی پیغمبر نے قوم پر عذاب مانگا ہے وہ کسی سے نہ ہٹایا جائے گا۔" یا عذاب مانگنے والے کفار ہوں جو کہا کرتے تھے کہ آخر جس عذاب کا وعدہ ہے وہ جلدی کیوں نہیں آ جاتا۔ اے اللہ اگر محمد (ﷺ) کا کہنا سچ ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے۔ یہ باتیں از راہ تمسخر کہتے تھے۔ اس پر فرمایا کہ عذاب مانگنے والے ایک ایسی آفت مانگ رہے ہیں جو یقیناً ان پر پڑنے والی ہے کسی کے روکے رک نہیں سکتی۔ کفار کی انتہائی حماقت و شوخ چشمی ہے جو ایسی چیز کو اپنی طرف سے مطالبہ کرتے ہیں۔

◆ **فرشتوں اور روحوں کے درجات** یعنی فرشتے اور مومنین کی روحیں تمام آسمانوں کو درجہ بدرجہ طے کر کے اس کی بارگاہ قرب تک پہنچتی ہیں۔ یا اس کے بندے اس کے حکموں کی تابعداری میں جان و دل سے کوشش کر کے اور اچھی خصلتوں سے آراستہ ہو کر قرب و وصل کے روحانی مرتبوں اور درجوں سے ترقی کرتے ہوئے اس کی خوشنودی سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ درجے مسافت کی دوری اور نزدیکی میں مختلف اور متفاوت ہیں۔ بعض ایسے ہیں کہ ایک پلک مارنے میں ان کے سبب سے ترقی ہو سکتی ہے جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے کہنا اور بعض ایسے ہیں کہ ایک ساعت میں ان سے ترقی حاصل ہوتی ہے جیسے نماز ادا کرنا۔ اور بعض سے پورے ایک دن میں جیسے روزہ۔ یا ایک ہفتہ میں جیسے پورے رمضان کے روزے۔ یا ایک سال میں جیسے حج ادا کرنا۔ باقی پر قیاس کر لو۔ اسی طرح فرشتوں اور روحوں کا عروج جو کسی کام پر مقرر ہیں اس کام سے فراغت پانے کے بعد مختلف و متفاوت ہے اور اسی تفاوت قدروں کی تصویر [illegible] سے بعید ہوتا ہے۔

◆ یعنی فرشتے اور لوگوں کی روحیں پیشی کے لئے حاضر ہوں گی۔

◆ **پچاس ہزار سال کا دن** پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہے۔ یعنی کلی مرتبہ و حساب کے وقت سے لے کر جنتیوں کے بہشت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں قرار پکڑنے تک پچاس ہزار برس کی مدت ہوگی اور کل فرشتے اور تمام قسم کی مخلوقات کی روحیں اس دور میں بطور خدمت گار کے شریک ہوں گی۔ پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مدت گزرنے پر ان کو عروج ہوگا۔

تنبیہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا کی قسم یہ مقدار آدمی کو (اتنا لمبا دن ایسا چھوٹا) معلوم ہوگا جتنی دیر میں ایک نماز فرض ادا کر لیتا ہے۔"

◆ یعنی یہ قرار گزار اور انکار و تمسخر عذاب کے لئے جلدی مچائیں تب بھی آپ جلدی نہ کریں بلکہ صبر و استقلال سے رہیں۔ نہ تنگدل ہوں نہ حرف شکایت زبان پر آئے۔ آپ کا صبر ان کا تمسخر ضرور رنگ لائے گا۔

إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝٦ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝٧ يَوْمَ

وہ دیکھتے ہیں اس کو دور — اور ہم دیکھتے ہیں اس کو نزدیک ◆ — جس دن

تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۝٨ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝٩

ہوگا آسمان — جیسے تانبا پگھلا ہوا ◆ — اور ہوں گے پہاڑ — جیسے اون رنگی ہوئی ◆

وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ۝١٠ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ

اور نہ پوچھے گا — دوست دار دوست دار کو — سب نظر آ جائیں گے ان کو ◆ — چاہے گا

الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ۝١١

گنہگار — کسی طرح چھڑوائی میں دے کر (دے) — اس دن کے عذاب سے — اپنے بیٹے کو

وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ۝١٢ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ۝١٣

اور اپنی ساتھ والی (عورت) کو — اور اپنے بھائی کو — اور اپنے گھرانے کو — جس میں رہتا تھا

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ۝١٤ كَلَّا ۖ

اور جتنے زمین پر ہیں — سب کو — پھر اپنے آپ کو بچا لے — ہرگز نہیں ◆

إِنَّهَا لَظَىٰ ۝١٥ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ۝١٦ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ

وہ تحقیق (بھڑکتی) ہوئی آگ ہے — کھینچ لینے والی کلیجہ ◆ — پکارتی ہے اس کو جس نے پیٹھ پھیر لی

وَتَوَلَّىٰ ۝١٧ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۝١٨ إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ

اور پھر کر چلا گیا — اور جوڑا اور سینت کر رکھا ◆ — بے شک آدمی بنا ہے

هَلُوعًا ۝١٩ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝٢٠ وَإِذَا مَسَّهُ

جی کا کچا — جب پہنچے اس کو برائی تو بے صبرا (گھبرا اٹھے) — اور جب پہنچے اس کو

◆ یعنی ان کے خیال میں قیامت کا آنا بعید از امکان اور دور از عقل ہے۔ اور ہم کو اس قدر قریب نظر آ رہی ہے گویا آئی رکھی ہے۔

◆ **قیامت کے مختلف احوال** | بعض نے "مہل" کا ترجمہ تیل کی تلچھٹ سے کیا ہے۔

◆ اون مختلف رنگ کی ہوتی ہے اور پہاڑوں کی رنگتیں بھی مختلف ہیں۔ کما قال تعالیٰ "ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانها وغرابیب سود" (فاطر، رکوع ۴) اور دوسری جگہ فرمایا "کالعهن المنفوش" (القارعہ) یعنی پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح اڑتے پھریں گے۔

◆ **دوستوں کی دوستی کام نہ آئے گی** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "سب نظر آ جائیں گے۔ یعنی دوستی اگلی بھی تھی۔" ایک دوسرے کا حال دیکھے گا، مگر کوئی مدد و حمایت نہ کر سکے گا۔ ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی۔

◆ یعنی مجرم کا بس چلے تو سارے کنبہ بلکہ ساری دنیا کو فدیہ میں دے کر اپنی جان چھڑا لے۔ مگر یہ ممکن نہ ہوگا۔

◆ یعنی وہ آگ مجرم کو کہاں چھوڑتی ہے۔ وہ تو کھال اتار کر اندر سے کلیجہ نکال لیتی ہے۔

◆ یعنی دوزخ کی طرف سے ایک کشش اور پکار ہوگی۔ جتنے لوگ دنیا میں حق کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چل دیے تھے اور عمل صالح کی طرف سے دوا بانی کرتے اور مال سمیٹنے اور جمع کر رکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ وہ سب دوزخ کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ بعض آثار میں ہے کہ دوزخ اول زبان قال سے پکارے گی "الی یا کافر، الی یا منافق الی یا جامع المال" (یعنی او کافر! او منافق! او مال سمیٹ کر رکھنے والے! ادھر آ) لوگ ادھر ادھر بھاگیں گے۔ اس کے بعد ایک بہت لمبی گردن نکلے گی جو کفار کو چن چن کر اس طرح اٹھا لے گی جیسے جانور زمین سے دانہ اٹھاتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ

بھلائی تو ہے روک لیتا ◆ مگر وہ نمازی جو اپنی

صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ

نماز پر قائم ہیں ◆ اور جن کے مال میں حصہ

مَعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ

مقرر ہے مانگنے والے کا اور ہارے ہوئے کا ◆ اور جو یقین کرتے ہیں

بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ

انصاف کے دن پر ◆ اور جو لوگ کہ اپنے رب کے عذاب سے

مُشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾

ڈرتے ہیں ◆ بے شک ان کے رب کے عذاب سے کسی کو نڈر نہ ہونا چاہیے ◆

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ

اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر

أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ

اپنی جوروؤں سے یا اپنے ہاتھ کے مال سے (اپنی لونڈیوں) سو ان پر نہیں کچھ

مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

الاہنا (الزام) پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوائے سو وہی ہیں

الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

حد سے بڑھنے والے ◆ اور جو لوگ کہ اپنی امانتوں اور اپنے قول کو

◆ **انسان کی کم ہمتی** | یعنی کسی طرف پختگی اور ہمت نہیں دکھلاتا۔ فقر فاقہ، بیماری اور سختی آئے تو بے صبر ہو کر گھبرا اٹھے، بلکہ مایوس ہو جائے گویا اب کوئی شکل مصیبت سے نکلنے کی باقی نہیں رہی اور مال و دولت تندرستی اور فراخی ملے تو نیکی کے لئے ہاتھ نہ اٹھے اور مالک کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق نہ ہو۔ ہاں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

◆ **مومنین کے آٹھ اوصاف** | یعنی گنڈے دار نہیں بلکہ مداومت والتزام سے نماز پڑھتے ہیں اور نماز کی حالت میں نہایت سکون کے ساتھ برابر اپنی نماز ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

◆ سورۂ المومنون میں اس کی تفسیر گذر چکی۔

◆ یعنی اس یقین کی بناء پر اچھے کام کرتے ہیں جو اس دن کام آئیں۔

◆ یعنی اس سے ڈر کر برائیوں کو چھوڑتے ہیں۔

◆ یعنی اللہ کا عذاب ایسی چیز نہیں کہ بندہ اس کی طرف سے مامون اور بے فکر ہو کر بیٹھ رہے۔

◆ یعنی بیوی اور باندی کے سوا جو اور کوئی جگہ تقاضائے شہوت کے لئے ڈھونڈھے وہ حد اعتدال اور حد جواز سے باہر قدم نکالتا ہے۔

رٰعُوْنَ ۙ (٣٢) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۙ (٣٣) وَ

الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ؕ (٣٤) اُولٰٓئِكَ

فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ؕ (٣٥) فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۙ (٣٦) عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ

عِزِيْنَ (٣٧) اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ

نَعِيْمٍ ۙ (٣٨) كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ (٣٩) فَلَآ

اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ (٤٠) عَلٰٓى

اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ (٤١)

فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ

سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً

اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْیَوْمُ الَّذِیْ

كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

ع ۲

آیاتها ۲۸ — (۷۱) سُوْرَةُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ (۷۱) — رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ

قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱﴾ قَالَ یٰقَوْمِ

اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ

◆ یعنی تھوڑے سے دن کی ڈھیل ہے۔ پھر سزا ہونی یقینی ہے۔

◆ **قبروں سے نکل کر دوڑنا** یعنی کسی خاص نشان اور علامت کی طرف جیسے تیزی سے دوڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا نصب سے بت مراد ہوں جو کعبہ کے گرد کھڑے کئے ہوئے تھے۔ ان کی طرف بھی بہت عقیدت اور شوق کے ساتھ لپکتے ہوئے جاتے تھے۔

◆ یعنی قیامت کا دن۔ تم سورۃ المعارج وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ نوح

◆ **حضرت نوحؑ کا واقعہ** یعنی اس سے پہلے کہ کفر و شرارت کی بدولت دنیا میں طوفان کے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب کا سامنا ہو۔

وَاَطِيْعُوْنِ ۙ﴿۳﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى

اور میرا کہنا مانو ◆ تاکہ بخشے وہ تم کو کچھ گناہ تمہارے اور ڈھیل دے تم کو ایک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ

مقررہ وعدہ تک ◆ وہ جو وعدہ کیا ہے اللہ نے جب آ پہنچا اس کو ڈھیل نہ ہوگی ◆

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ

اگر تم کو سمجھ ہے ◆ بولا اے میرے رب میں بلاتا رہا اپنی قوم کو

لَيْلًا وَّنَهَارًا ۙ﴿۵﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾

رات اور دن پھر میرے بلانے سے اور زیادہ بھاگنے لگے ◆

وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ

اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تاکہ تو ان کو بخشے ڈالنے لگے انگلیاں

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا

اپنے کانوں میں ◆ اور لپیٹنے لگے اپنے اوپر کپڑے ◆ اور ضد کی اور غرور کیا

اسْتِكْبَارًا ۚ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۙ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّيْٓ

بڑا غرور ◆ پھر میں نے ان کو بلایا برملا ◆ پھر میں نے

اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۙ﴿۹﴾ فَقُلْتُ

ان کو کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپکے سے ◆ تو میں نے کہا

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ

گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا ◆ چھوڑ دے گا آسمان کی

عَلَيْكُم مِّدْرَارًا ﴿١١﴾ وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَ

تم پر دھاریں — اور بڑھا دے گا تم کو مال — اور بیٹوں سے — اور

يَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا ﴿١٢﴾ مَّا لَكُمْ

بنا دے گا تمہارے واسطے باغ — اور بنا دے گا تمہارے لیے نہریں ۞ — کیا ہوا ہے تم کو

لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ﴿١٣﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ﴿١٤﴾

کیوں نہیں امید رکھتے اللہ سے بڑائی کی ۞ — اور اسی نے بنایا تم کو — طرح طرح سے ۞

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ﴿١٥﴾

کیا تم نے نہیں دیکھا — کیسے بنائے اللہ نے — سات آسمان — تہ پر تہ ۞

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿١٦﴾

اور رکھا چاند کو — ان میں اجالا (روشنی) — اور رکھا سورج کو چراغ جلتا (چمکتا) ہوا ۞

وَاللَّهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ﴿١٧﴾ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ

اور اللہ نے اگایا تم کو — زمین سے — جما کر ۞ — پھر لوٹا دے گا تم کو

فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ﴿١٨﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ

اس میں — اور نکالے گا تم کو باہر ۞ — اور اللہ نے بنایا تمہارے لیے

الْأَرْضَ بِسَاطًا ﴿١٩﴾ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿٢٠﴾ ع

زمین کو بچھونا — تاکہ چلو اس میں — کشادہ رستے ۞

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ

کہا نوح نے — اے رب میرے — انہوں نے میرا کہا نہ مانا — اور مانا ایسے کا جس کو

◆ **اللہ کی نعمتیں برسیں گی** | یعنی ایمان و استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دور ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ موسلا دھار برسنے والا بادل بھیج دے گا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہوں گے۔ غلے، پھل بکثرت ہوں گے، مال و دولت کی فراوانی، مواشی وغیرہ فربہ ہو جائیں گے، دودھ گھی بڑھ جائے گا اور عورتیں جو کفر و معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں اولاد ذکور جننے لگیں گی۔ غرض آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائے گا۔

استسقاء کی اصل روح | امام ابو حنیفہ نے اس آیت سے یہ نکالا ہے کہ استسقاء کی اصل حقیقت اور روح استغفار و انابت ہے۔ باقی نماز، اس کی کامل ترین صورت ہے، جو حدیث صحیح سے ثابت ہوئی۔

◆ یعنی اللہ کی بڑائی سے امید رکھنا چاہیے کہ تم اس کی فرمانبرداری کرو گے تو تم کو بڑائی اور عزت و وقار عنایت فرمائے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ کی بڑائی کا اعتقاد کیوں نہیں رکھتے اور اس کی عظمت و جلال سے ڈرتے کیوں نہیں۔

◆ **تمہیں طرح طرح سے پیدا کیا** : یعنی ماں کے پیٹ میں تم پر طرح طرح کے رنگ بدلے۔ اور اصلی مادہ سے لے کر موت تک آدمی کتنی پلٹیاں کھاتا ہے اور کتنے اطوار، ادوار اور مدارج جن حالات میں گذرتا ہے۔

◆ یعنی ایک کے اوپر ایک۔

◆ **آسمان اور چاند سورج پیدا کیے** | سورج کا نور تیز اور گرم ہوتا ہے جس کے آنے سے رات کی تاریکی کافور ہو جاتی ہے۔ شاید اسی لیے اس کو چراغ سے تشبیہ دی۔ اور چاند کے نور کو اسی چراغ کی روشنی کا پھیلاؤ سمجھو جو زمین پر پڑنے کی وجہ سے ٹھنڈی اور دھیمی ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی زمین سے خوب اگنے کی طرح اندازے کے ساتھ پیدا کیا اول ابو البشر آدم مٹی سے پیدا ہوئے، پھر نطفہ جس سے نسل آدم پیدا ہوتی ہے غذا کا خلاصہ ہے جو مٹی سے نکلتی ہے۔

◆ یعنی مرے پیچھے مٹی میں مل جاتے ہیں، پھر قیامت کے دن اسی سے نکالے جائیں گے۔

◆ یعنی اس پر لیٹو بیٹھو، چلو پھرو، ہر طرف کشادہ راستے نکال دیے ہیں۔ ایک شخص چاہے اور اسباب ہوں تو ساری زمین کے گرد گھوم سکتا ہے۔ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ۝٢١ وَمَكَرُوْا

اس کے مال — اور اولاد نے — اور زیادہ ہوا ٹوٹا ◆ — اور داؤ کیا ہے

مَكْرًا كُبَّارًا ۝٢٢ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا

بڑا داؤ ◆ — اور بولے — ہرگز نہ چھوڑیو اپنے معبودوں کو ◆ — اور

تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ

نہ چھوڑیو ود کو — اور نہ سواع کو — اور نہ یغوث کو — اور یعوق

وَنَسْرًا ۝٢٣ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ

اور نسر کو ◆ — اور بہکا دیا بہتوں کو — اور تو نہ زیادہ کرنا

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝٢٤ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا

بے انصافوں کو — مگر بھٹکنا ◆ — کچھ وہ اپنے گناہوں سے — ڈبائے گئے

فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ

پھر ڈالے گئے آگ میں ◆ — پھر نہ پائے اپنے واسطے انہوں نے — اللہ کے

اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝٢٥ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى

سوا کوئی مددگار ◆ — اور کہا نوح نے — اے رب — نہ چھوڑیو

الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝٢٦ اِنَّكَ اِنْ

زمین پر — منکروں کا ایک گھر بسنے والا — مقرر اگر

تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا

تو چھوڑ دے گا ان کو — بہکائیں گے تیرے بندوں کو — اور جو جنیں گے سو ڈھیٹ

◆ **انہوں نے میرا کہا نہیں مانا** | یعنی اپنے رئیسوں اور مالداروں کا کہنا مانا جن کے مال و اولاد میں کچھ خوبی اور بہتری نہیں بلکہ وہ ان پر وبال ہے۔ ان ہی کے سبب دین سے محروم ہے اور نہایت متمرد و متکبر ہے اوروں کو بھی محروم رکھا۔

◆ یعنی سب نے سمجھا دیا کہ اس کی بات نہ مانو اور طرح طرح کی ایذا رسانی کے درپے ہے۔

◆ **دوسروں کو بات نہ ماننے کی وصیت** | یعنی اپنے معبودوں کی حمایت پر ڈٹے رہنا نوح کے بہکانے میں نہ آنا۔ کہتے ہیں کہ سینکڑوں برس تک ہر ایک اپنی اولاد اور اولاد در اولاد کو وصیت کر جاتا تھا کہ کوئی اس بڈھے "نوح" کے فریب میں نہ آئے اور اپنے آبائی دین سے قدم نہ ہٹائے۔

◆ **قوم نوح کے بت** | یہ ان کے بتوں کے نام ہیں۔ ہر مطلب کا ایک الگ بت بنا رکھا تھا۔ وہی بت پھر عرب میں آئے اور ہندوستان میں بھی اسی قسم کے بت بشنو، برہما، اندر، شیو اور ہنومان وغیرہ کے ناموں سے مشہور ہیں۔ اس کی مفصل تحقیق حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے تفسیر عزیزی میں کی۔ بعض روایات میں ہے کہ پہلے زمانہ میں کچھ بزرگ لوگ تھے ان کی وفات کے بعد شیطان کے اغواء سے قوم نے ان کی تصویریں بطور یادگار بنا کر کھڑی کر لیں۔ پھر ان کی تعظیم ہونے لگی۔ شدہ شدہ پرستش کرنے لگے۔ (العیاذ باللہ)

◆ **حضرت نوح کی بددعا کی وجہ** | حضرت شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں "یعنی (بہکے رہیں) کوئی تدبیر (سوجھی) ان کو نہ پڑے" اور حضرت شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ "استدراج کے طور پر بھی ان کو اپنی معرفت سے آشنا نہ کر۔" اور عام مفسرین نے ظاہری معنی لئے ہیں۔ یعنی اے اللہ ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دیجئے تا جلد شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو کر عذاب الٰہی کے مورد بنیں۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ بددعا ان کی ہدایت سے بالکل مایوس ہو کر کی۔ خواہ مایوسی بذریعہ وحی یا طویل تجربہ کی بناء پر ہو یا حق تعالیٰ کا یہ ارشاد سن چکے ہوں گے۔ "اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ" (ہود، رکوع ۴) بہرحال کامل مایوسی کی حالت میں تنگ دل اور غضبناک ہو کر یہ دعا کرنا کچھ مستبعد نہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص یا جماعت کے راہ راست پر آنے کی طرف سے قطعاً مایوسی ہو جائے اور نبی ان کی استعداد کو پوری طرح جانچ کر سمجھ لے کہ خیر کے نفوذ کی ان میں مطلق گنجائش نہیں بلکہ ان کا وجود ایک عضو فاسد کی طرح ہے جو یقیناً باقی جسم کو بھی فاسد اور مسموم کر ڈالے گا تو اس وقت ان کے کاٹ ڈالنے اور صفحۂ ہستی سے محو کر دینے کے سوا دوسرا کیا علاج ہے۔ اگر قتال کا حکم ہو تو قتال کے ذریعہ سے ان کو فنا کیا جائے یا قوت توڑ کر ان کے اثر بد کو متعدی نہ ہونے دیا جائے۔ ورنہ آخری صورت یہ ہے کہ اللہ سے دعا کی جائے کہ وہ ان کے وجود سے دنیا کو پاک کر دے اور ان کے زہریلے جراثیم سے دوسروں کو محفوظ رکھے۔ کما قال "اِنَّکَ اِنْ تَذَرْھُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ" بہرحال نوح کی دعا اور اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی دعا جو سورۂ "یونس" میں گزری اسی قبیل سے تھی۔ واللہ اعلم۔

◆ **قوم کا انجام** | یعنی طوفان آیا اور بظاہر پانی میں ڈبائے گئے۔ لیکن فی الحقیقت برزخ کی آگ میں داخل کئے گئے۔

◆ یعنی وہ بت (ود، سواع، یغوث وغیرہ) اس آڑے وقت میں کچھ بھی مدد نہ کر سکے۔ یونہی کس مپرسی کی حالت میں مر کھپ گئے۔

كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

حق کا منکر ◆ اے رب میرے معاف کر مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو آوے

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَلَا تَزِدِ

میرے گھر میں ایماندار اور سب ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو ◆ اور گنہگاروں پر

الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

بڑھتا رکھ یہی برباد ہونا

آیاتہا ۲۸ (۷۲) سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۴۰) رکوعاتہا ۲

سورہ جن مکی نازل ہوئی اس کی اٹھائیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا

تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے ◆ پھر کہنے لگے

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب کہ سمجھاتا ہے نیک راہ

فَآمَنَّا بِهِ ۖ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ﴿۲﴾ وَأَنَّهُ

سو ہم اس پر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتلائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو ◆ اور یہ کہ

تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ﴿۳﴾

اونچی ہے شان ہمارے رب کی نہیں رکھی اس نے جورو نہ بیٹا ◆

◆ **کفار کی ہلاکت کی بد دعا** یعنی ایک کافر کو زندہ نہ چھوڑیے۔ ان میں کوئی اس لائق نہیں کہ باقی رکھا جائے جو کوئی رہے گا میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اسکے نطفے سے بھی بے حیا ڈھیٹ منکر حق اور ناشکرے پیدا ہونگے اور جب تک ان میں سے کوئی موجود رہے گا خود تو وہ راہ راست پر کیا آتا دوسرے ایمانداروں کو بھی گمراہ کرے گا۔

◆ **مومنین کیلئے دعا** یعنی میرے مرتبہ کے موافق مجھ سے جو تقصیر ہوئی ہو اپنے فضل سے معاف کیجئے۔ اور میرے والدین اور جو میری کشتی یا میرے گھر یا میری مسجد میں مومن ہو کر آئے ان سب کی خطاؤں سے درگذر فرمائیے۔ بلکہ قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مومن ہوں سب کی مغفرت کیجئے۔ اے اللہ! نوحؑ کی دعا کی برکت سے اس بندہ عاصی وخاطی کو بھی اپنی رحمت وکرم سے مغفور کر کے بدون تعذیب دنیوی واخروی اپنی رضا وکرامت کے محل میں پہنچا دیجئے۔ "اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُجِیْبُ الدَّعَوَاتِ۔" تم سورۃ نوح وللّٰہ الحمد والمنۃ

سورۃ الجن

◆ **جنوں کا وجود** جنوں کے وجود اور حقیقت پر حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے سورۂ ہذا کی تفسیر میں نہایت مبسوط ومفصل بحث کی ہے۔ اور عربی میں "آکام المرجان فی احکام الجان" اس موضوع پر نہایت جامع کتاب ہے جس کو شوق ہو مطالعہ کرے۔ یہاں گنجائش نہیں کہ اس قسم کے مباحث درج کئے جائیں۔

◆ **جنوں کا قرآن سن کر ایمان لانا** سورۂ "احقاف" میں گذر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے کچھ جن ادھر کو گذرے۔ اور قرآن کی آواز پر فریفتہ ہو کر سچے دل سے ایمان لے آئے۔ پھر اپنی قوم سے جا کر سب ماجرا بیان کیا۔ کہ ہم نے ایک کلام سنا ہے جو (اپنی فصاحت وبلاغت، حسن اسلوب، قوت تاثیر، شیریں بیانی، طرز موعظت اور علوم ومضامین کے اعتبار سے) عجیب وغریب ہے معرفت ربانی اور رشد وفلاح کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اور طالب خیر کا ہاتھ پکڑ کر نیکی اور تقویٰ کی منزل پر پہنچا دیتا ہے اس لئے ہم سنتے ہی بلا توقف اس پر یقین لائے اور ہم کو کچھ شک وشبہ باقی نہیں رہا کہ ایسا کلام اللہ کے سوا کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اب ہم اس کی تعلیم وہدایت کے موافق عہد کرتے ہیں کہ آئندہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ ان کے اس تمام بیان کی آخر تک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی فرمائی۔ اس کے بعد بہت مرتبہ جن حضور ﷺ سے آکر ملے۔ ایمان لائے اور قرآن سیکھا۔

◆ **جنوں کی گمراہی** یعنی جورو بیٹا رکھنا اس کی عظمت شان کے منافی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "جو گمراہیاں آدمیوں میں پھیل رہی تھیں وہ جنوں میں بھی تھیں (عیسائیوں کی طرح) اللہ کے جورو بیٹا ٹھہراتے تھے۔"

وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ ﴿۴﴾

اور یہ کہ ہم میں کا بیوقوف اللہ پر بڑھا کر باتیں کہا کرتا تھا

وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ

اور یہ کہ ہم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ بولیں گے آدمی اور جن اللہ پر

كَذِبًا ۙ ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ

جھوٹ اور یہ کہ تھے کتنے مرد آدمیوں میں کے پناہ پکڑتے تھے

بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ ﴿۶﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا

کتنے مردوں کی جنوں میں کے پھر تو وہ اور زیادہ سر چڑھنے لگے اور یہ کہ ان کو (آدمیوں کو) بھی خیال تھا

كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا

جیسا تم کو خیال تھا کہ ہرگز نہ اٹھائے گا اللہ کسی کو اور یہ کہ ہم نے ٹٹولا

السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ ﴿۸﴾

آسمان کو پھر پایا اس کو بھر رہے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے

وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ

اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر جو کوئی

يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا

اب سننا چاہے وہ پائے اپنے واسطے ایک انگارا گھات میں اور یہ کہ

نَدْرِيْۤ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِى الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ

ہم نہیں جانتے کہ برا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا ہے ان کے حق میں

رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿١٠﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ

ان کے رب نے راہ پر لانا ◆ اور یہ کہ کوئی ہم میں نیک ہیں اور کوئی

ذٰلِكَ ۚ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿١١﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

اس کے سوا ◆ ہم تھے کئی راہ پر پھٹے ہوئے ◆ اور یہ کہ ہمارے خیال میں آیا کہ ہم

نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَّاَنَّا

تھکا نہ سکیں گے اللہ کو زمین میں اور نہ تھکا دیں گے اس کو بھاگ کر ◆ اور یہ کہ

لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۖ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ

جب ہم نے سن لی راہ کی بات ◆ تو ہم نے اس کو مان لیا ◆ پھر جو کوئی یقین لائے گا اپنے رب پر

فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ

سو وہ نہ ڈرے گا نقصان سے ◆ اور نہ زبردستی سے ◆ اور یہ کہ کچھ ہم میں حکم بردار ہیں

وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۖ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا

اور کچھ ہیں بے انصاف ◆ سو جو لوگ حکم میں آگئے ◆ سو انہوں نے اٹکل کر لیا

رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾

نیک راہ کو ◆ اور جو بے انصاف ہیں ◆ وہ ہوئے دوزخ کے ایندھن ◆

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً

اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے ◆ راہ پر ◆ تو ہم پلاتے ان کو پانی

غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ

بھر کر ◆ تاکہ ان کو جانچیں اس میں ◆ اور جو کوئی منہ موڑے ◆ اپنے رب کی یاد سے

◆ یعنی یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں۔ یہ تو ہم کچھ سمجھے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے اور اللہ ان پر الطاف خصوصی مبذول فرمائے گا؟ یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کیے جائیں؟ اس کا علم اسی علام الغیوب کو ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔

◆ **جنوں کے مختلف فرقے** | یعنی نزول قرآن سے پہلے بھی سب جن ایک راہ پر نہ تھے، کچھ نیک اور شائستہ تھے اور بہت سے بدکار و ناہنجار۔ ان میں بھی فرقے اور جماعتیں ہوں گی کوئی مشرک، کوئی عیسائی، کوئی یہودی وغیرہ ذالک۔ اور عملی طور پر ہر ایک کی راہ الگ جدا ہوگی۔ اب قرآن آیا جو اختلافات اور تفرقوں کو مٹانا چاہتا ہے لیکن لوگ ایسے کہاں ہیں کہ سب کے سب حق کو قبول کر کے ایک راستہ پر چلنے لگیں۔ بہرحال اب بھی اختلاف رہے گا۔

◆ یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر نہ ادھر ادھر بھاگ کر یا ہوا میں اڑ کر۔

◆ **سب سے پہلے ایمان لانے والے جن** | یعنی ہمارے لیے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی۔

◆ یعنی سچے ایماندار کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائگاں چلی جائے۔ نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیے جائیں۔ غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہے۔

◆ یعنی نزول قرآن کے بعد ہم میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کا پیغام سن کر قبول کیا اور اس کے احکام کے سامنے گردن جھکا دی۔ یہی ہیں جو تلاش حق میں کامیاب ہوئے۔ اور اپنی تحقیق و تفحص سے نیکی کے راستہ پر پہنچ گئے۔ دوسرا گروہ بے انصافوں کا ہے جو کجروی و بے انصافی کی رو سے اپنے پروردگار کے احکام کو ٹھکراتا اور اس کی فرمانبرداری سے انحراف کرتا ہے۔ یہ وہ ہیں جن کو جہنم کا کندہ اور دوزخ کا ایندھن کہنا چاہیے۔ **تنبیہ** | یہاں تک مسلمان جنوں کا کلام نقل فرمایا جو انہوں نے اپنی قوم سے کیا۔ آگے حق تعالیٰ اپنی طرف سے چند نصیحت کی باتیں ارشاد فرماتے ہیں گویا "وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا" الخ کا عطف "اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ" پر ہوا۔ مترجم محقق نے ترجمہ میں اور یہ "حکم آیا" کے الفاظ بڑھا کر بتلا دیا کہ یہاں سے ختم تک "قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ" کے تحت میں داخل ہے۔

◆ **ایمان کے دنیوی منافع** | یعنی اگر جن و انس حق کی سیدھی راہ پر چلتے تو ہم ان کو ایمان و طاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور اس میں بھی ان کی آزمائش ہوتی کہ نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر شکر بجا لاتے اور طاعت میں مزید ترقی کرتے ہیں یا کفران نعمت کر کے اصل سرمایہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت مکہ والوں کے ظلم و شرارت کی سزا میں حضور ﷺ کی دعاء سے کئی سال کا قحط پڑا تھا لوگ خشک سالی سے پریشان ہو رہے تھے۔ اس لیے متنبہ فرما دیا کہ اگر سب لوگ ظلم و شرارت سے باز آ کر اللہ کے رستہ پر چلیں جیسے مسلمان جنوں نے طریقہ اختیار کیا ہے تو قحط دور ہو اور باران رحمت سے ملک سرسبز و شاداب کر دیا جائے۔

يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝١٧ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا

وہ ڈال دے گا اس کو چڑھتے عذاب میں ◆ اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے واسطے ہیں سو مت

تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝١٨ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

پکارو اللہ کے ساتھ کسی کو ◆ اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ ◆

يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝١٩ قُلْ اِنَّمَاۤ

اس کو پکارنے لوگوں کا ہجوم ہونے لگا اس پر ٹھٹھ (ہجوم در ہجوم) ◆ تو کہہ میں تو

اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ۝٢٠ قُلْ اِنِّيْ

پکارتا ہوں اپنے رب کو اور شریک نہیں کرتا اس کا کسی کو ◆ تو کہہ میرے بس

لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝٢١ قُلْ اِنِّيْ لَنْ

اختیار میں نہیں تمہارا برا (نقصان) اور نہ راہ پر لانا ◆ تو کہہ مجھ کو نہ

يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ

بچائے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی اور نہ پاؤں گا اس کے سوائے

مُلْتَحَدًا ۝٢٢ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ

کہیں سرک رہنے کو جگہ (پناہ) ◆ مگر پہنچانا ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے پیغام لانے ◆ اور جو کوئی

يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

حکم نہ مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو اس کے لیے آگ ہے دوزخ کی رہا کریں

فِيْهَاۤ اَبَدًا ۝٢٣ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ

اس میں ہمیشہ ◆ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو کچھ ان سے وعدہ ہوا تب جان لیں گے

◆ یعنی اللہ کی یاد سے منہ موڑ کر آدمی کو کبھی چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ وہ تو ایسے راستہ پر چل رہا ہے جہاں پریشانی اور عذاب ہی چڑھتا چلا آتا ہے۔

◆ **مساجد صرف اللہ کیلئے ہیں** | یوں تو خدا کی ساری زمین اس امت کے لئے مسجد بنا دی گئی ہے۔ لیکن خصوصیت سے وہ مکانات جو مسجدوں کے نام سے خالص عبادت الٰہی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ ان کو اور زیادہ امتیاز حاصل ہے۔ وہاں جا کر اللہ کے سوا کسی ہستی کو پکارنا ظلم عظیم اور شرک کی بدترین صورت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خالص خدائے واحد کی طرف آؤ اور اس کا شریک کر کے کسی کو کہیں بھی مت پکارو خصوصاً مساجد میں جو اللہ کے نام پر تنہا اسی کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہیں۔ بعض مفسرین نے "مساجد" سے مراد وہ اعضاء لئے ہیں جو سجدہ کے وقت زمین پر رکھے جاتے ہیں۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ خدا کے دیئے ہوئے اور اسی کے بنائے ہوئے اعضاء ہیں جائز نہیں کہ ان کو اس مالک و خالق کے سوا کسی دوسرے کے سامنے جھکاؤ۔

◆ یعنی بندہ کامل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

◆ **قرآن پڑھنے کے وقت آنحضرت ﷺ کے گرد ہجوم** | یعنی آپ جب کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہیں تو لوگ ٹھٹھ کے ٹھٹھ آپ پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ مومنین تو شوق و رغبت سے قرآن سننے کی خاطر اور کفار عداوت و عناد سے آپ پر ہجوم کرنے کے لئے۔

◆ **کفار سے آنحضرت ﷺ کی دوٹوک گفتگو** | یعنی کفار سے کہہ دیجئے کہ تم جو خفگی کی راہ سے ہجوم کیا کرتے ہو کونسی بات ایسی ہے جس پر تمہاری خفگی ہے۔ میں کوئی بری اور نامعقول بات تو نہیں کہتا۔ صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا۔ تو اس میں بگڑنے جھگڑنے کی کونسی بات ہے۔ اور اگر تم سب مل کر مجھ پر ہجوم کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میرا اعتماد اکیلے اسی خدا پر ہے جو ہر قسم کی شرکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔

◆ یعنی میرے اختیار میں نہیں کہ تم کو راہ پر لے آؤں۔ اور نہ آؤ تو تم کو نقصان پہنچا دوں۔ سب بھلائی برائی اور سود و زیاں اسی خدائے واحد کے قبضہ میں ہے۔

◆ **نفع و ضرر میرے قبضے میں نہیں ہے** | یعنی تم کو نفع نقصان پہنچانا تو کجا اپنا نفع و ضرر میرے قبضہ میں نہیں۔ اگر بالفرض میں اپنے فرائض میں تقصیر کروں تو کوئی شخص نہیں جو مجھ کو اللہ کے ہاتھ سے بچا لے اور کوئی جگہ نہیں جہاں بھاگ کر پناہ حاصل کر سکوں۔

◆ یعنی اللہ کی طرف سے پیغام لانا اور اس کے بندوں کو پہنچا دینا یہی چیز ہے جو اس نے میرے اختیار میں دی اور یہی فرض ہے جس کے ادا کرنے سے میں اس کی حمایت اور پناہ میں رہ سکتا ہوں۔

◆ یعنی تمہارے نفع نقصان کا مالک میں نہیں۔ لیکن اللہ کی اور میری نافرمانی کرنے سے نقصان پہنچنا ضروری ہے۔

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿٢٤﴾ قُلْ اِنْ

کس کے مددگار کمزور ہیں | اور گنتی میں تھوڑے ◆ | تو کہہ

اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ

میں نہیں جانتا | کہ نزدیک ہے جس چیز کا تم سے وعدہ ہوا ہے | یا کر دے اس کو

رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿٢٥﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ

میرا رب ایک مدت کے بعد ◆ | جاننے والا بھید کا | سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی

اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ

کسی کو | مگر جو پسند کر لیا | کسی رسول کو | تو وہ

يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾

چلاتا ہے | اس کے آگے | اور پیچھے چوکیدار ◆

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ

تا کہ جانے | کہ انہوں نے پہنچائے | پیغام اپنے رب کے ◆ | اور قابو میں رکھا ہے

بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾

جو ان کے پاس ہے | اور گن لی ہے ہر چیز کی گنتی ◆

آیاتها ۲۰ | (۷۳) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ (۳) | رکوعاتها ۲

سورۂ مزمل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

◆ یعنی تم جو مجھے اکیلا دیکھ کر ہم پر ہجوم کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ محمد (ﷺ) اور اس کے ساتھی تھوڑے سے آدمی ہیں ابھی کر لو تو جب وعدہ کا وقت آئے گا اس وقت پتہ لگے گا کہ کس کے ساتھی کمزور اور گنتی میں تھوڑے تھے۔

◆ **قیامت کا علم انبیاء کو بھی نہیں** | یعنی اس کا علم مجھے نہیں دیا گیا کہ وہ وعدہ جلد آنے والا ہے یا ایک مدت کے بعد۔ کیونکہ قیامت کا وقت معین کر کے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ یہ ان غیوب میں سے ہے جو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

◆ **پیغمبروں کا علم غلطی سے پاک ہے** | یعنی اپنے بھید کی پوری خبر کسی کو نہیں دیتا۔ ہاں رسولوں کو جس قدر ان کی شان ومنصب کے لائق ہو بذریعہ وحی خبر دیتا ہے۔ اس وحی کے ساتھ فرشتوں کے پہرے اور چوکیاں رکھی جاتی ہیں کہ کسی طرف سے شیطان اس میں دخل کرنے نہ پائے۔ اور رسول کا اپنا نفس بھی غلط نہ سمجھے۔ یہی معنی ہیں اس بات کے کہ پیغمبروں کو (اپنے علوم واخبار میں) عصمت حاصل ہے اوروں کو نہیں۔ انبیاء کی معلومات میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی۔ دوسروں کی معلومات میں کئی طرح کے احتمال ہیں۔ اسی لئے محققین صوفیہ نے فرمایا ہے کہ ولی اپنے کشف کو قرآن وسنت پر عرض کر کے دیکھے اگر ان کے مخالف نہ ہو تو غنیمت سمجھے۔ ورنہ بے تکلف رد کر دے۔ **تنبیہ** | اس آیت کی نظیر آل عمران میں ہے۔ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" اور کئی سورتوں میں علم غیب کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے جہاں ہم فوائد میں اس پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ فلیراجع۔

◆ یعنی یہ بندوبست انتظامات اس غرض سے کئے جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ فرشتوں نے پیغمبروں کو یا پیغمبروں نے دوسرے بندوں کو اس کے پیغامات ٹھیک ٹھیک بلا کم وکاست پہنچا دیئے ہیں۔

◆ **وحی الٰہی میں کوئی تغیر نہیں کر سکتا** | یعنی ہر چیز اس کی نگرانی اور قبضہ میں ہے۔ کسی کی طاقت نہیں کہ وحی الٰہی میں تغیر وتبدل یا کمی بیشی کر سکے۔ اور یہ پہرے چوکیاں بھی شان حکومت کے اظہار اور سلسلۂ اسباب کی محافظت کے لئے بہت سی حکمتوں پر مبنی ہیں۔ ورنہ جس کا علم اور قبضہ ہر چیز پر حاوی ہو اس کو ان چیزوں کی کوئی احتیاج نہیں۔ تم سورۃ الجن وللہ الحمد والمنة

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ

اے کپڑے میں لپٹنے والے ◆ کھڑا رہ رات کو مگر کسی رات ◆ آدھی رات

اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ

یا اس میں سے کم کر دے تھوڑا سا ◆ یا زیادہ کر اس پر ◆ اور کھول کھول کر

الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۭ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾

پڑھ قرآن کو صاف ◆ ہم ڈالنے والے ہیں تجھ پر ایک بات وزن دار (بھاری بات) ◆

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۭ﴿۶﴾

البتہ اٹھنا رات کو سخت روندتا ہے اور سیدھی نکلتی ہے بات ◆

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۭ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ

البتہ تجھ کو دن میں شغل رہتا ہے لمبا ◆ اور پڑھے جا نام اپنے رب کا

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۭ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

اور چھوٹ کر چلا آ اس کی طرف سب سے الگ ہو کر ◆ مالک مشرق اور مغرب کا ◆

سورۃ المزمل

◆ **اس سورت کے نزول کا پس منظر** یہ سورت ابتدائی سورتوں میں سے ہے جو مکہ میں نازل ہوئیں۔ روایات صحیحہ میں ہے کہ شروع میں جب جبرئیلؑ کی ہیبت اور ثقل سے آپ ﷺ کا بدن کانپنے لگا تو آپ ﷺ نے گھر والوں سے فرمایا "زملونی زملونی" (مجھے کپڑا اڑھاؤ کپڑا اڑھاؤ) چنانچہ کپڑا اڑھا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں بلکہ اس سے اگلی سورت میں آپ کو اسی نام سے پکارا۔ اور بعض روایات میں ہے کہ قریش نے "دار الندوہ" میں جمع ہو کر آپ ﷺ کے متعلق مشورہ کیا کہ آپ ﷺ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز کرنا چاہئے۔ کسی نے "کاہن" کہا، کسی نے "جادوگر" کسی نے "مجنون" مگر اتفاق رائے کسی چیز پر نہ ہوا۔ آخر شئے "ساحر" کی طرف میلان تھا۔ آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو نہایت مغموم ہوئے اور کپڑوں میں لپٹ گئے۔ جیسا کہ اکثر سوچ اور غم میں مغموم آدمی اسی طرح کر لیتا ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے تانیس و ملاطفت کے لئے اس عنوان سے خطاب فرمایا جیسے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ایک مرتبہ "قم یا ابا تراب" فرمایا تھا جب وہ گھر سے رنجیدہ ہو کر چلے گئے اور مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ لکھتے ہیں "کہ اس سورت میں خرقہ پوشی کے لوازم و شروط بیان ہوئی ہیں۔" گویا یہ سورت اس قسم کی سورت ہے جو درویشوں کا خرقہ پہننے والے کے حق میں اس رنگ میں ہوتے تھے۔ لغت عرب میں "مزمل" اس شخص کو کہتے ہیں جو بڑے کشادہ کپڑے کو اپنے اوپر لپیٹ لے اور آنحضرت صلی اللہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا

اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں — سو پکڑ لے اس کو کام بنانے والا ◆ — اور سہتا رہ جو کچھ

يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَ

کہتے رہیں ◆ — اور چھوڑ دے ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا ◆ — اور چھوڑ دے مجھ کو — اور

الْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ

جھٹلانے والوں کو — جو آرام میں رہے ہیں — اور ڈھیل دے ان کو تھوڑی سی ◆ — البتہ ہمارے پاس

اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا

بیڑیاں ہیں اور آگ کا ڈھیر — اور کھانا گلے میں اٹکنے والا — اور عذاب

اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ

درد ناک ◆ — جس دن کانپے گی زمین — اور پہاڑ — اور ہو جائیں گے

الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ

پہاڑ — ریت کے تودے پھسلتے (پھسلتے ریت کے تودے) ◆ — ہم نے بھیجا تمہاری طرف

رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

رسول — بتلانے والا تمہاری باتوں کا ◆ — جیسے بھیجا فرعون کے پاس

رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا

رسول ◆ — پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا — پھر پکڑی ہم نے اس کو

وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا

وبال کی پکڑ ◆ — پھر کیونکر بچو گے — اگر منکر ہو گے اس دن سے

◆ اللہ کو وکیل بناؤ | یعنی بندگی بھی اسی کی اور توکل بھی اسی پر ہونا چاہئے۔ جب وہ وکیل و کارساز ہو تو دوسروں سے کٹ جانے اور الگ ہونے کی کیا پرواہ ہے۔

◆ یعنی کفار آپ ﷺ کو ساحر، کاہن اور مجنون و مسحور وغیرہ کہتے ہیں۔ ان باتوں کو صبر و استقلال سے سہتے رہئے۔

◆ بھلی طرح کا چھوڑنا یہ کہ ظاہر میں ان کی صحبت ترک کرو اور باطن میں ان کے حال سے بے خبر نہ رہو کہ کیا کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں اور مجھ کو کس طور سے یاد کرتے ہیں، دوسرے ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرو، نہ انتقام لینے کے درپے ہو، نہ گفتگو یا مقابلہ کے وقت کج خلقی کا اظہار کرو۔ تیسرے یہ کہ باوجود جدائی اور مفارقت کے ان کی نصیحت میں قصور نہ کیجئے بلکہ جس طرح بن پڑے ان کی ہدایت و رہنمائی میں سعی کرتے رہیے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی خلق سے کنارہ کر لیکن لڑ بھڑ کر نہیں، سلوک سے۔" مگر یاد رہے کہ یہ آیت مکی ہے اور آیات قتال کا نزول مدینہ میں ہوا ہے۔

◆ یعنی حق و صداقت کو جھٹلانے والے جو دنیا میں عیش و آرام کر رہے ہیں ان کا معاملہ میرے سپرد کیجئے میں خود ان سے نبٹ لوں گا، مگر تھوڑی سی ڈھیل ہے۔

◆ عذاب دردناک سانپوں اور بچھوؤں کا اور خدا جانے کس کس قسم کا (العیاذ باللہ)

◆ قیامت میں زمین کانپے گی | یعنی اس عذاب کی تمہید اس وقت سے شروع ہوگی جب پہاڑوں کی جڑیں ڈھیلی ہو جائیں گی اور وہ کانپ کر گر پڑیں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر ایسے ہو جائیں گے جیسے ریت کے تودے جن پر قدم جم نہ سکے۔

◆ یعنی یہ پیغمبر اللہ کے ہاں گواہی دے گا کہ کس نے اس کا کہا مانا اور کس نے نہیں مانا تھا۔

◆ تورات کی پیشگوئی | یعنی حضرت موسیٰ کی طرح تم کو مستقل دین اور عظیم الشان کتاب دے کر بھیجا۔ شاید یہ اس پیشین گوئی کی طرف اشارہ ہے جو تورات سفر استثناء میں ہے کہ "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا"

◆ جب موسیٰ کے منکر کو ایسا سخت پکڑا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکرین کو کیوں نہ پکڑے گا۔ جو تمام انبیاء سے افضل اور برتر ہیں۔

يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ

جو کر ڈالے لڑکوں کو بوڑھا ◆ آسمان پھٹ جائے گا اس دن میں

كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ

اس کا وعدہ ہونے والا ہے ◆ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ

چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف راہ ◆ بے شک تیرا رب جانتا ہے کہ تو

تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَ

اٹھتا ہے (کھڑا رہتا ہے) نزدیک دو تہائی رات کے اور آدھی رات کے اور تہائی رات کے اور

طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ

کتنے لوگ تیرے ساتھ کے ◆ اور اللہ ماپتا ہے رات کو اور

النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

دن کو اس نے جانا کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے سو تم پر معاف بھیج دی

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ

اب پڑھو جتنا تم کو آسان ہو قرآن سے ◆ جانا کہ آگے ہوں گے

مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ

تم میں بیمار اور کتنے اور لوگ پھریں گے ملک میں

يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ

ڈھونڈتے اللہ کے فضل کو اور کتنے لوگ لڑتے ہوں گے

◆ **بچوں کو بوڑھا کر دینے والا دن** | یعنی دنیا میں اگر بچ گئے تو اس دن کو کیونکر بچو گے جس دن کی شدت اور درازی بچوں کو بوڑھا کر دینے والی ہوگی۔ خواہ فی الحقیقت بچے بوڑھے نہ ہوں لیکن اس روز کی سختی اور لمبائی کا اقتضاء یہی ہوگا۔

◆ یعنی اللہ کا وعدہ اٹل ہے ضرور ہو کر رہے گا۔ خواہ تم اس کو کتنا ہی بعید از امکان سمجھو۔

◆ یعنی نصیحت کر دی گئی اب جو چاہے فائدہ اٹھائے اس نصیحت پر عمل کر کے اپنے رب سے مل جائے۔ راستہ کھلا پڑا ہے کوئی روک ٹوک نہیں نہ خدا کا کچھ نقصان ہے۔ تم سراسر اپنا فائدہ سمجھو تو سیدھے چلے آؤ۔ تنبیہ | رات کے جاگنے کا حکم جو شروع سورت میں تھا تقریباً ایک سال تک رہا، پھر اگلی آیت سے منسوخ ہوا۔

◆ **قیام لیل میں آنحضرت ﷺ اور صحابہؓ کی محنت** | یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے اس کے حکم کی پوری تعمیل کی۔ کبھی آدھی کبھی تہائی اور کبھی دو تہائی رات کے قریب اللہ کی عبادت میں گذاری۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ حضور کے پاؤں راتوں کو کھڑے کھڑے سوج جاتے اور پھٹنے لگتے تھے۔ بعض تو اپنے بال رسی سے باندھ لیتے تھے کہ نیند آئے تو جھٹکا لگ کر تکلیف سے آنکھ کھل جائے۔

◆ **قیام لیل کے حکم میں تخفیف** | یعنی رات اور دن کی پوری پیمائش تو اللہ کو معلوم ہے وہی ایک خاص انداز سے کبھی رات کو دن سے گھٹاتا کبھی بڑھاتا اور کبھی دونوں کو برابر کر دیتا ہے۔ بندوں کو اس نیند اور غفلت کے وقت روزانہ آدھی، تہائی، اور دو تہائی رات کی پوری طرح حفاظت کرنا خصوصاً جبکہ گھڑی گھنٹوں کا سامان نہ ہو سہل کام نہیں تھا۔ اسی لئے بعض صحابہؓ رات بھر نہ سوتے تھے کہ کہیں نیند میں ایک تہائی رات بھی جاگنا نصیب نہ ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے معافی بھیج دی اور فرمادیا کہ تم اس کو ہمیشہ پوری طرح نباہ نہ سکو گے۔ اس لئے اب جس کو جتنی توفیق ہو، وہ جتنی نماز اور اس میں جتنا قرآن چاہے پڑھ لے۔ اب امت کے حق میں نہ نماز تہجد فرض ہے نہ وقت کی یا مقدار رکعات کی کوئی قید ہے۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖۙ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِیْمُوا

اللہ کی راہ میں — سو پڑھ لیا کرو جتنا آسان ہو اس میں سے — اور قائم رکھو

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ

نماز — اور دیتے رہو زکوٰۃ ◆ — اور قرض دو اللہ کو — اچھی طرح پر قرض دینا ◆

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ

اور جو کچھ آگے بھیجو گے اپنے واسطے — کوئی نیکی — اس کو پاؤ گے اللہ کے پاس

اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ

بہتر — اور ثواب میں زیادہ ◆ — اور معافی مانگو اللہ سے

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۲۰ ع

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ◆

آیاتها ۵۶ — (۷۴) سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّیَّةٌ (۴) — رکوعاتها ۲

سورۂ مدثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھپن آیتیں ہیں اور اس میں دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳

اے لحاف میں لپٹنے والے ◆ — کھڑا ہو پھر ڈر سنا دے ◆ — اور اپنے رب کی بڑائی بول ◆

وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ

اور اپنے کپڑے پاک رکھ — اور گندگی سے دور رہ ◆ — اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے

◆ **حکم میں تخفیف کی حکمت و مصلحت** | یعنی اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی جو طلب معاش یا طلب علم وغیرہ کی تلاش کرتے پھریں گے اور وہ مرد مجاہد بھی ہوں گے جو اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے ان حالات میں شب بیداری کے احکام پر عمل کرنا سخت دشوار ہوگا۔ اس لئے تم پر تخفیف کر دی کہ نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھ لیا کرو۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ ہاں فرض نمازیں نہایت اہتمام سے باقاعدہ پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے رہو کہ ان ہی باتوں کی پابندی سے بہت کچھ روحانی فوائد اور ترقیات حاصل ہو سکتی ہیں۔

قیام لیل کے حکم کی مصلحت | **تنبیہ** | مومنین صحابہ نے ایک سال تک بہت تاکید و تحتم کے ساتھ یہ ریاضت شاقہ شاید اس لئے کرائی کہ وہ لوگ آئندہ تمام امت کے ہادی و معلم بننے والے تھے۔ ضرورت تھی کہ وہ اس قدر مجاہدہ میں اور روحانیت کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ تمام دنیا ان کے آئینہ میں کمالات محمدی ﷺ کا انعکاس کر سکے اور یہ نفوس قدسیہ ساری امت کی اصلاح کا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ **اللہ کو قرض دینا** | پورے اخلاص سے اللہ کی راہ میں اس کے احکام کے موافق خرچ کرنا یہی اس کو اچھی طرح قرض دینا ہے۔ بندوں کو اگر قرض حسن دیا جائے وہ بھی اس کے عموم میں داخل سمجھو۔ کما ثبت فضله فی الحدیث۔

◆ **ہر نیکی اللہ کے پاس بہتر صورت میں موجود ہوگی** | یعنی جو نیکی یہاں کرو گے اللہ کے ہاں اس کو نہایت بہتر صورت میں پاؤ گے اور بہت بڑا اجر اس پر ملے گا تو یہ مت سمجھو کہ جو نیکی ہم کرتے ہیں یہیں ختم ہو جاتی ہے۔ نہیں وہ سب سامان تم سے آگے اللہ کے ہاں پہنچ رہا ہے جو عین حاجت کے وقت تمہارے کام آئے گا۔

◆ یعنی تمام احکام بجا لا کر پھر اللہ سے معافی مانگو۔ کیونکہ کتنا ہی محتاط شخص ہو اس سے بھی کچھ نہ کچھ تقصیر ہو جاتی ہے۔ کون ہے جو دعویٰ کر سکے کہ میں نے اللہ کی بندگی کا حق پورا پورا ادا کر دیا۔ بلکہ جتنا بندہ بڑا ہو اسی قدر اپنے کو تقصیر وار سمجھتا ہے اور اپنی کوتاہیوں کی معافی چاہتا ہے۔ اے غفور و رحیم اپنے فضل سے میری خطاؤں اور کوتاہیوں کو بھی معاف فرما۔ تم سورة المزمل ولله الحمد والمنة

سورۃ المدثر

◆ اس کے لئے سورۃ "مزمل" کا پہلا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ **انذار کا حکم** | یعنی وحی کے ثقل اور فرشتہ کی ہیبت سے آپ گھبرا کر اور چادر لپیٹ کر لیٹ چکے۔ آپ کا کام تو یہ ہے کہ سب آرام و چین چھوڑ کر دوسروں کو خدا کا خوف دلائیں۔ اور کفر و معصیت کے برے انجام سے ڈرائیں۔

◆ کیونکہ رب کی بڑائی بولنے اور بزرگی و عظمت بیان کرنے ہی سے اس کا خوف دلوں میں پیدا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی تعظیم و تقدیس ہی وہ چیز ہے جس کی معرفت سب اعمال و اخلاق سے پہلے حاصل ہونی چاہئے۔ بہرحال اس کے کمالات و انعامات پر نظر کرتے ہوئے نماز میں اور نماز سے باہر اس کی بڑائی کا اقرار و اعلان کرنا تمہارا کام ہے۔

◆ **کپڑوں کی ظاہری اور باطنی طہارت** | اس سورت کے نازل ہونے پر حکم ہوا کہ خلق کو خدا کی طرف بلائیں۔ پھر نماز وغیرہ کا حکم ہوا۔ نماز کے لئے شرط ہے کہ کپڑے پاک ہوں اور گندگی سے احتراز کیا جائے۔ ان چیزوں کو یہاں بیان فرما دیا۔ یہ ظاہر ہے کہ جب کپڑوں کا حسی و معنوی نجاستوں سے پاک رکھنا ضروری ہے تو بدن کی پاکی بطریق اولیٰ ضروری ہوگی۔ اس لئے اس کے بیان کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ بعض علماء نے کپڑوں کو پاک رکھنے سے نفس کو برے اخلاق سے پاک رکھنا مراد لیا ہے۔ اور گندگی سے دور رہنے کے معنی یہ لئے ہیں کہ بتوں کی گندگی سے دور رہئے۔ جیسے سب تک رہے ہیں۔ بہرحال آیہ ہذا میں طہارت ظاہری و باطنی کی تاکید مقصود ہے۔ کیونکہ بدون اس کے رب کی بڑائی کما حقہ دلنشین نہیں ہو سکتی۔

تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ۝۸

اور بدلہ بہت چاہے ◆ اور اپنے رب سے (کے) امید رکھ (حکم کی راہ دیکھ) ◆ پھر جب بجنے لگے وہ کھوکھری چیز ◆

فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝۹ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ

پھر وہ اس دن ◆ مشکل دن ہے ◆ منکروں پر نہیں

يَسِيرٍ ۝۱۰ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝۱۱ وَجَعَلْتُ

آسان ◆ چھوڑ دے مجھ کو اور اس کو جس کو میں نے بنایا اکیلا ◆ اور دیا میں نے

لَهُ مَالًا مَمْدُودًا ۝۱۲ وَبَنِينَ شُهُودًا ۝۱۳ وَمَهَّدْتُ لَهُ

اس کو مال پھیلا کر ◆ اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے ◆ اور تیاری کر دی اس کے لیے

تَمْهِيدًا ۝۱۴ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ۝۱۵ كَلَّا ۖ إِنَّهُ

خوب تیاری ◆ پھر لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں ◆ ہرگز نہیں وہ ہے

كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ۝۱۶ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ۝۱۷ إِنَّهُ

ہماری آیتوں کا مخالف ◆ اب اس سے چڑھواؤں گا بڑی چڑھائی ◆ اس نے

فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝۱۸ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۱۹ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ

فکر کیا اور دل میں ٹھہرا لیا ◆ سو مارا جائیو کیسا ٹھہرایا ◆ پھر مارا جائیو کیسا

◆ **احسان کا بدلہ مت چاہو** — یہ مت کرو کہ ایسا احسان کسی کے ساتھ کرو کہ بدلہ میں کوئی زیادہ (روپیہ پیسہ یا خدمت و جاہ وغیرہ) اس سے چاہنے لگو۔ یعنی اپنے رب کے لیے ہر تکالیف پر صابر رہو اور جو شدائد و مصائب تبلیغ کے راستہ میں پیش آئیں ان کو اللہ کے واسطے صبر و تحمل سے برداشت کرو اور اسی کے حکم کی راہ دیکھو کہ یہ عظیم الشان کام دین الٰہی دنیا کی اصلاح کا صبر و استقلال کے انجام نہیں پاسکتا۔ ان آیتوں کی تفسیر اور بھی کئی طرح کی گئی ہے لیکن احقر کے خیال میں یہی بے تکلف ہے۔

◆ یعنی صور پھونکا جائے۔

◆ **مشکل دن** — یعنی اس دن کے مقامات میں سے صور کا پھونکا جانا گویا ایک مستقل دن ہے جو سر تا پا مشکلات و مصیبتوں سے بھرا ہوگا۔

قَدَّرَ ۝٢٠ ثُمَّ نَظَرَ ۝٢١ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝٢٢ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ

ٹھہرایا ◆ پھر نگاہ کی ◆ پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھتھایا (ترش رو ہوا) ◆ پھر پیٹھ پھیری اور

اسْتَكْبَرَ ۝٢٣ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝٢٤ اِنْ

غرور کیا ◆ پھر بولا ◆ اور کچھ نہیں یہ جادو ہے چلا آتا ◆ اور کچھ نہیں

هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝٢٥ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝٢٦ وَمَآ

یہ کہا ہوا ہے آدمی کا ◆ اب اس کو ڈالوں گا آگ میں ◆ اور

اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝٢٧ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝٢٨ لَوَّاحَةٌ

تو کیا سمجھا کیسی ہے آگ ◆ نہ باقی رکھے ◆ اور نہ چھوڑے ◆ جلا دینے والی ہے

لِّلْبَشَرِ ۝٢٩ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝٣٠ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ

آدمیوں کو (نظر آتی ہے بدن پر) ◆ اس پر مقرر ہیں انیس فرشتے ◆ اور ہم نے جو رکھے ہیں دوزخ پر

النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۪ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا

داروغہ ◆ وہ فرشتے ہی ہیں ◆ اور ان کی جو گنتی رکھی ہے ۳

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

جانچنے کو ◆ منکروں کے ◆ تا کہ یقین کر لیں وہ لوگ ◆ جن کو ملی ہے

الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ

کتاب ◆ اور بڑھے ایمانداروں کا ایمان ◆ اور دھوکا نہ کھائیں

◆ **ولید کا قرآن کو جادو کہنا اور تکبر** یعنی بدبخت نے دل میں سوچ کر ایک بات تجویز کی کہ قرآن جادو ہے۔ خدا غارت کرے کیسی مہمل تجویز کی پھر خدا غارت کرے کیا اپنی قوم کے جذبات کے لحاظ سے کیسی برمحل تجویز نکالی جس کو سن کر سب خوش ہو جائیں۔

◆ **ولید کے غرور و تکبر کے افعال** یعنی مجمع پر نگاہ ڈالی پھر خوب منہ بنایا تا دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت

کراہت اور انقباض ہے۔ پھر پیٹھ پھیری گویا بہت ہی قابل نفرت چیز کے متعلق کچھ بیان کرتا ہے۔ حالانکہ اس سے قبل اس کی حقانیت کا اقرار کر چکا تھا۔ اب برادری کی خوشنودی کے لئے اس سے پھر گیا۔ آخر بہت غرور و تکبر کے انداز میں کہنے لگا کہ اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو پہلوں سے نقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اور یقیناً یہ آدمی کا کلام ہے جو جادو بن کر باپ کو بیٹے سے، میاں کو بیوی سے، اور دوست کو دوست سے جدا کر دیتا ہے۔

◆ یعنی عنقریب اس کو آگ میں ڈال کر اس غرور و تکبر کا مزہ چکھاؤں گا۔

◆ **اہل جہنم کے جسم کی حالت** | یعنی دوزخیوں کی کوئی چیز باقی نہ رہے جو جلنے سے بچ جائے۔ پھر جلانے کے بعد اس حالت پر بھی نہ چھوڑے گی بلکہ دوبارہ اصلی حالت پر لوٹائے جائیں گے اور جلیں گے۔ یہی سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ (اعاذنا اللہ)

تنبیہ | اکثر سلف سے یہی معنی منقول ہیں۔ بعض مفسرین نے دوسری طرح توجیہ کی ہے۔

◆ **کھال کی حالت** | یعنی بدن کی کھال جھلس کر حیثیت بگاڑ دے گی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جیسے بھنا ہوا مرغ نظر آتا ہے آدمی کی چمڑی پر دور سے نظر آئے گی۔"

◆ **دوزخ کے انیس داروغہ** | یعنی دوزخ کے انتظام پر جو فرشتوں کا لشکر ہوگا اس کے افسر انیس فرشتے ہوں گے۔ جن میں سب سے بڑے سردار کا نام "مالک" ہے۔ **تنبیہ** | حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بہت تفصیل سے انیس کے عدد کی حکمتیں بیان کی ہیں جو قابل دید ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جہنم میں مجرموں کو عذاب دینے کے لئے انیس قسم کے فرائض ہیں جن میں سے ہر فرض کی انجام دہی ایک ایک فرشتہ کی سرکردگی میں ہوگی۔ کوئی شبہ نہیں کہ فرشتہ کی طاقت بہت بڑی ہے اور ایک فرشتہ وہ کام کر سکتا ہے جو لاکھوں آدمی نہیں کر سکتے۔ لیکن یاد رہے کہ ہر فرشتہ کی یہ قوت اسی دائرہ میں محدود ہے جس میں کام کرنے کے لئے وہ مامور ہوا ہے۔ مثلاً ملک الموت لاکھوں آدمیوں کی جان ایک آن میں نکال سکتا ہے۔ مگر عورت کے پیٹ میں ایک بچہ کے اندر جان نہیں ڈال سکتا۔ حضرت جبرئیل چشم زدن میں وحی لا سکتے ہیں لیکن بارش برسانا ان کا کام نہیں۔ جس طرح کان دیکھ نہیں سکتا آنکھ سن نہیں سکتی۔ اگرچہ دونوں قسم کے کام ایک ہی نفس کی قوت سے ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً کان ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آوازیں سن لے اور نہ تھکے۔ آنکھ ہزاروں رنگ دیکھے اور عاجز نہ ہو۔ اسی طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا اس سے ایک ہی قسم کا عذاب دوزخیوں پر ہو سکتا تھا۔ دوسری قسم کا عذاب جو اس کے دائرہ استعداد سے باہر ہے ممکن نہ تھا۔ اس لئے انیس قسم کے عذابوں کے لئے (جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں ہے) انیس ہی سردار فرشتے مقرر ہوئے ہیں۔ علماء نے اس عدد کی حکمتوں پر بہت کچھ کلام کیا ہے مگر احقر کے نزدیک حضرت شاہ صاحب کا کلام بہت ہی لطیف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ **انیس کے عدد پر کفار کا استہزاء اور اس کا جواب** | انیس کا عدد سن کر مشرکین ٹھٹھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں۔ انیس ہمارا کیا کر لیں گے۔ بہت ہوا ہم میں سے دس دس ان کے ایک ایک کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے۔ ایک پہلوان بولا کہ سترہ کو تو میں اکیلا کافی ہوں، دو کا تم مل کر تیا پانچا کر دینا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ یعنی وہ انیس آدمی نہیں فرشتے ہیں۔ جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک فرشتہ نے قوم لوط کی ساری بستی کو ایک بازو پر اٹھا کر پھینک دیا تھا۔

◆ **انیس عدد میں حکمت ہے** | یعنی کافروں کو عذاب دینے کے لئے انیس کی گنتی تو محض حکمت سے رکھی جس کی طرف "علیھا تسعۃ عشر" کے فائدہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے اور اس گنتی کے بیان کرنے میں منکروں کی جانچ ہے۔ دیکھتے ہیں کون اس کو سن کر ڈرتا ہے اور کون ہنسی مذاق اڑاتا ہے۔

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ

بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا

هُوَ ۭ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾

وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى

الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ

يَّتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾

إِلَّآ أَصْحٰبَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ

◆ **استیقانِ اہلِ کتاب** اہل کتاب کو پہلے سے یہ عدد معلوم ہوگا جیسا کہ ترمذی کی ایک روایت میں ہے یا کم از کم کتب سماویہ کے ذریعہ اتنا تو جانتے تھے کہ فرشتوں میں کس قدر طاقت ہے۔ انہیں بھی تھوڑے نہیں۔ اور یہ کہ انواع تعذیب کے اعتبار سے مختلف فرشتے دوزخ پر مامور ہونے چاہئیں یکّا تنہا ایک کا نہیں۔ بہرحال اس بیان سے اہل کتاب کے دلوں میں قرآن کی حقیقت کا یقین پیدا ہوگا۔ اور یہ دیکھ کر مومنین کا ایمان بڑھے گا اور ان دونوں جماعتوں کو قرآن کے بیان میں کوئی شک و تردد نہیں رہے گا۔ نہ مشرکین کے استہزاء و تمسخر سے وہ کچھ دھوکا کھائیں گے۔

◆ "اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ" سے منافقین یا ضعیف الایمان مراد ہیں اور "اَلْكٰفِرُوْنَ" سے کھلے ہوئے منکر۔

◆ یعنی انہیں اس کے بیان سے کیا غرض تھی۔ بھلا ایسی بے تکی اور غیر موزوں بات کو کون مان سکتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

◆ یعنی ایک ہی چیز سے بدباطن استہزا آدمی گمراہ ہو جاتا ہے اور سلیم الطبع راہ پالیتا ہے جسے ماننا مقصود نہ ہو وہ کام کی بات کو بھی ہنسی مذاق میں اڑا دیتا ہے اور جس کے دل میں خوف خدا اور نور توفیق ہو اس کے ایمان و یقین میں ترقی ہوتی ہے۔

◆ **اللہ کے لشکر** یعنی اللہ کے بے شمار لشکروں کی تعداد اسی کو معلوم ہے۔ انہیں تو صرف کارکنان جہنم کے افسر بتلائے ہیں۔

◆ یعنی دوزخ کا ذکر صرف عبرت و نصیحت کے لئے ہے کہ اس کا حال سن کر لوگ غضب الٰہی سے ڈریں اور نافرمانی سے باز آئیں۔

◆ یعنی جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں دوزخ ان میں کی ایک چیز ہے۔

◆ آگے بڑھے نیکی یا جنت کی طرف اور پیچھے رہے بدی میں پھنسا ہوا یا دوزخ میں پڑا ہوا۔ بہرحال مقصود یہ ہے کہ دوزخ سب مکلفین کے حق میں بڑے ڈراوے کی چیز ہے اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب و نتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے۔ چنانچہ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشوونما اور اضمحلال و فنا کا اسی طرح اس عالم دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ حقائق کے انکشاف و اکتشاف میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ۔ گویا اس عالم کا ختم ہو جانا رات کے گذر جانے اور اس عالم کا ظہور صبح کے کھل جانے کے مشابہ ہے۔ واللہ اعلم۔

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ

نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾

وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾ حَتّٰۤى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا

تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ

التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ

مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ

يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ

الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّاۤ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾

وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ ٱلتَّقْوَىٰ

اور وہ یاد بھی کریں ۔ کہ چاہے اللہ ◆ وہی ہے جس سے ڈرنا چاہئے

وَأَهْلُ ٱلْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

اور وہی ہے بخشنے کے لائق ◆

آیاتہا ۴۰ — (۷۵) سُورَةُ ٱلْقِيَٰمَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) — رکوعاتہا ۲

سورۂ قیامت مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ أُقْسِمُ بِيَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴿١﴾ وَلَآ أُقْسِمُ بِٱلنَّفْسِ

قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی ◆ اور قسم کھاتا ہوں جی کی

ٱللَّوَّامَةِ ﴿٢﴾ أَيَحْسَبُ ٱلْإِنسَٰنُ أَلَّن نَّجْمَعَ عِظَامَهُۥ ﴿٣﴾

کہ جو ملامت کرے برائی پر ◆ کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ جمع نہ کریں گے ہم اس کی ہڈیاں ◆

◆ اور اللہ کا چاہنا نہ چاہنا سب حکمتوں پر مبنی ہے۔ جن کا احاطہ کوئی بشر نہیں کر سکتا۔ وہی ہر شخص کی استعداد و لیاقت کو ملاحظہ فرماتا ہے۔ اور اس کے موافق معاملہ کرتا ہے۔

◆ **تقویٰ مغفرت کا سبب ہے** یعنی آدمی کتنا ہی گناہ کرے۔ لیکن پھر جب تقویٰ کی راہ چلے گا اور اس سے ڈرے گا، وہ اس کے سب گناہ بخش دے گا، اور اس کی توبہ کو قبول کرے گا۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر بطور حاشیہ ملیہ کے ایک عبارت اس آیت کی تلاوت کے بعد نقل فرمائی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "قال ربکم عزوجل انا اھل ان اتقی فلا یشرک بی شیء فاذا اتقانی العبد فانا اھل ان اغفرلہ" "یعنی میں اس کے لائق ہوں کہ بندہ مجھ سے ڈرے اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام میں شریک نہ کرے۔ پھر جب بندہ مجھ سے ڈرا اور شرک سے پاک ہوا تو میری شان یہ ہے کہ میں اس کے گناہوں کو بخش دوں۔" حق تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ہم کو تقویٰ و ایمان پر ہمیشہ قائم رکھے۔ اور اپنی مہربانی سے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔ تم سورۃ المدثر وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ القیامۃ

۲ **قیامت کے دن کی قسم** یعنی قیامت کا دن جس کا ممکن ہونا عقل سے اور محقق الوقوع ہونا ایسے مخبر صادق کی خبر سے ثابت ہو چکا ہے جس کے صدق پر دلائل قطعیہ قائم ہیں اس کی قسم کھاتا ہوں کہ تم یقیناً مرے پیچھے اٹھائے جاؤ گے اور ضرور بھلے برے کا حساب ہوگا۔ تنبیہ: واضح ہو کہ دنیا میں کئی قسم کی چیزیں ہیں جن کی قسم لوگ کھاتے ہیں۔ اپنے معبود کی، کسی معظم و محترم ہستی کی، کسی عظیم الشان چیز کی، کسی محبوب یا دوست کی، اس کی خوبی یا عزت جتانے کے لئے جیسے کہتے ہیں کہ فلاں کی قسمت کی قسم کھایئے۔ پھر بلغاء یہ بھی رعایت کرتے ہیں کہ مقسم بہ مقسم علیہ کے مناسب ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر جگہ مقسم بہ کو مقسم علیہ کے لئے شاہد ہی گردانا جائے جیسے ذوق نے کہا ہے۔

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں
سر میرا ترے سر کی قسم اٹھ نہیں سکتا

یہاں اپنے سر کے نہ اٹھ سکنے پر محبوب کے سر کی قسم کھانا کس قدر موزوں ہے۔ شریعت حقہ نے غیر اللہ کی قسم کھانا بندوں کے لئے حرام کر دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان بندوں سے جداگانہ ہے۔ وہ اپنے غیر کی قسم کھاتا ہے اور عموماً ان چیزوں کی جو اس کے نزدیک محبوب یا نافع یا قیمتی و محترم یا عظیم الشان ہوں یا مقسم علیہ کے لئے بطور شاہد و حجت کے کام دے سکیں۔ یہاں یوم قیامت کی قسم اس کے نہایت وقیع و محترم یا عظیم الشان ہونے کی وجہ سے ہے اور جس مضمون پر قسم کھائی ہے اس سے مناسبت ظاہر ہے کیونکہ بعث و مجازات کا ظرف ہی یوم قیامت ہے۔ واللہ اعلم۔

۳ **نفس لوامہ اور نفس کی دوسری اقسام** محققین نے لکھا ہے کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے تین نام ہو گئے ہیں۔ اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہو اور اللہ کی عبادت و فرمانبرداری میں اس کو خوشی حاصل ہوتی اور شریعت کی پیروی میں سکون اور چین محسوس کیا اس نفس کو "مطمئنہ" کہتے ہیں۔ "یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" (الفجر) اور اگر عالم سفلی کی طرف جھک پڑا اور دنیا کی لذات و خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اس کو "نفس امارہ" کہتے ہیں کیونکہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے۔ "وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ" (یوسف، رکوع ۷) اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف جھکتا اور شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر ان چیزوں کو برا جانتا ہے اور ان سے دور بھاگتا ہے اور کوئی برائی یا کوتاہی ہو جانے پر شرمندہ ہو کر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے اس کو "نفس لوامہ" کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "آدمی کا جی اول کھیل میں اور مزوں میں غرق ہوتا ہے ہرگز نیکی کی طرف رغبت نہیں کرتا۔ ایسے جی کو "امارہ بالسوء" کہتے ہیں۔ پھر ہوش پکڑا، نیک و بد سمجھا تو یاد آیا کبھی (غفلت ہوئی تو) اپنی خو پر دوڑ پڑا پیچھے کچھ سمجھ آئی تو اپنے کئے پر پچھتانے اور ملامت کرنے لگا۔ ایسا نفس (جی) "لوامہ" کہلاتا ہے۔ پھر جب پورا سنور گیا، دل سے رغبت نیکی ہی پر ہو گئی بیہودہ کام سے خود بخود بھاگنے لگا اور بدی کے ارتکاب بلکہ تصور سے تکلیف پہنچنے لگی وہ نفس "مطمئنہ" ہو گیا۔" اھ بتغییر یسیر۔ یہاں نفس لوامہ کی قسم کھا کر اشارہ فرما دیا کہ اگر فطرت صحیح ہو تو خود انسان کا نفس دنیا ہی میں برائی اور تقصیر پر ملامت کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو اپنی اعلیٰ و اکمل ترین صورت میں قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔

۴ **ہڈیاں جمع کر دی جائیں گی** یعنی یہ خیال ہے کہ ہڈیوں تک کا چورا ہو گیا اور آگے رہے سہے مٹی وغیرہ کے ذرات میں جا ملے۔ بھلا اب کس طرح اکٹھے کر کے جوڑ دیئے جائیں گے؟ یہ چیز تو محال معلوم ہوتی ہے۔

بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ بَلْ يُرِيْدُ

کیوں نہیں　ہم قادر ہیں کہ ٹھیک کر دیں اس کی پوریں ◆　بلکہ چاہتا ہے

الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶

آدمی　کہ ڈھٹائی کرے اس (اپنے) کے سامنے　پوچھتا ہے　کب ہو گا دن قیامت کا ◆

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ

پھر جب چندھیا جائے نگاہ ◆　اور گہنا جائے چاند ◆　اور اکٹھے ہوں سورج

وَالْقَمَرُ ۝۹ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰

اور چاند ◆　کہے گا آدمی　اس دن کہاں　چلا جاؤں بھاگ کر

كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ۨ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲

کوئی نہیں کہیں نہیں ہے بچاؤ　تیرے رب تک ہے اس دن　جا ٹھہرنا ◆

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ

جتلا دیں گے انسان کو　اس دن　جو اس نے آگے بھیجا　اور پیچھے چھوڑا ◆　بلکہ

الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۝۱۴ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ۝۱۵

آدمی　اپنے واسطے آپ دلیل ہے　اور پڑا لا ڈالے اپنے بہانے ◆

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝۱۶ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ

نہ چلا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تا کہ جلدی اس کو سیکھ لے　وہ تو ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا (کر دینا) تیرے سینہ میں

وَقُرْاٰنَهٗ ۝۱۷ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝۱۸ ثُمَّ اِنَّ

اور پڑھنا تیری زبان سے　پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی زبانی تو ساتھ رہ اس کے پڑھنے کے　پھر مقرر

◆ انگلی کی پوریاں | یعنی ہم تو انگلیوں کی پوریاں بھی درست کر سکتے ہیں اور پوریوں کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ یہ اطراف بدن ہیں اور ہر چیز کے بننے کی تکمیل اس کے اطراف پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے محاورہ میں ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ میری پور پور میں درد ہے۔ اس سے مراد تمام بدن ہوتا ہے۔ دوسرے پوریوں میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ اور عادۃً بنانا زیادہ دشوار اور باریک کام ہے۔ لہٰذا جو اس پر قادر ہوگا وہ آسان پر بطریق اولیٰ قادر ہوگا۔

◆ قیامت سے انکار کی اصلی وجہ | یعنی جو لوگ قیامت کا انکار کرتے اور دوبارہ زندہ کیے جانے کو محال جانتے ہیں ان کا سبب یہ نہیں کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اللہ کی قدرت کاملہ کے دلائل اثبات میں واضح نہیں۔ بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بے باک ہو کر فسق و فجور کرے۔ جب اگر کبھی قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق و فجور میں اس قدر بے باکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہو سکے گی۔ اس لئے یہ خیال ہی دل میں آنے نہیں دیتا۔ جس سے عیش منغص ہو اور لذت میں خلل پڑے۔ بلکہ استہزاء و تعنت اور بیہودگی سے سوال کرتا ہے کہ ہاں صاحب وہ آپ کی قیامت کب آئے گی۔ اگر واقعی آنے والی ہے تو ٹھیک تاریخ تو بتلا دیجئے۔

◆ قیامت کے نشانات | یعنی حق تعالیٰ کی تجلی قہری سے جب آنکھیں چندھیانے لگیں گی اور مارے حیرت کے نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی اور موت بھی سر کے قریب آجائیگی۔

◆ چاند کا گہنا | یعنی بے نور ہو جائے۔ چاند کو شاید اس لئے ذکر کیا کہ عرب کو بوجہ قمری حساب رکھنے کے اس کا حال دیکھنے کا زیادہ اہتمام تھا۔

◆ جمع شمس و قمر | یعنی بے نور ہونے میں دونوں شریک ہو گئے۔

◆ قیامت کے دن کوئی مفر نہیں | یعنی اب تو کہتا ہے کہ وہ دن کہاں ہے۔ اور اس وقت بدحواس ہو کر کہے گا کہ آج کدھر بھاگوں اور کہاں پناہ لوں۔ ارشاد ہوگا کہ آج نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ سوائی کرنے کا۔ آج کوئی طاقت تم کو چھپا نہیں رکھ سکتی نہ پناہ دے سکتی ہے۔ آج کے دن سب کو اپنے پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا اور اسی کی پیشی میں ٹھہرنا ہے۔ پھر وہ جس کے حق میں جو کچھ فیصلہ کرے۔

◆ اعمال کا جتلایا جانا | یعنی سب اگلے پچھلے اعمال نیک ہوں یا بد اس کو جتلا دیئے جائیں گے۔

◆ انسان خود اپنے آپ پر مطلع ہوگا | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی اپنے احوال میں غور کرے تو رب کی وحدانیت جانے (اور یہ کہ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) اور جو کچھ بدی کی ہے آپ سب جانتا ہے۔" بعض مفسرین نے اس کا تعلق "ینبؤا الانسان یومئذ" الخ سے رکھا ہے یعنی جتلانے پر بھی موقوف نہیں۔ انسان اپنی حالت پر خود مطلع ہوگا گو بتقاضائے طبیعت وہاں بھی بہانے بنائے اور جھوٹے عذر پیش لائے جیسے کفار کہیں گے۔ "واللہ ربنا ما کنا مشرکین" بلکہ یہاں دنیا میں بھی وہ انسان جس کا ضمیر بالکل مسخ نہ ہو گیا ہو اپنی حالت کو خوب سمجھتا ہے۔ گو دوسروں کے سامنے حیلے بہانے بنا کر اسکے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

عَلَيْنَا بَيَانَهُ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُونَ

ہمارا ذمہ ہے اس کو کھول کر بتانا ◆ کوئی نہیں پر تم چاہتے ہو جو جلد (آئے) اور چھوڑتے ہو

الْآخِرَةَ ﴿۲۱﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا

جو دیر میں آئے ◆ کتنے منہ اس دن تر و تازہ ہیں اپنے رب کی طرف

نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ أَنْ

دیکھنے والے ◆ اور کتنے منہ اس دن اداس ہیں ◆ خیال کرتے ہیں

يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾

کہ ان پر وہ آئے جس سے ٹوٹے کمر ◆ ہرگز نہیں جس وقت جان پہنچے ہنسلی (گردن کی ہڈی) تک ◆

وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَ

اور لوگ کہیں کون ہے جھاڑنے والا ◆ اور وہ سمجھا کہ اب آیا وقت جدائی کا ◆ اور

الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ

لپٹ گئی پنڈلی پر پنڈلی ◆ تیرے رب کی طرف ہے اس دن

◆ قرآن کریم کے الفاظ و معانی کا یاد کرا دینا ہمارے ذمہ ہے | شروع میں جس وقت حضرت جبرئیل اللہ کی طرف سے قرآن لاتے ان کے پڑھنے کے ساتھ حضرت ﷺ بھی دل میں پڑھتے جاتے تھے تاکہ جلدی سے یاد کر لیں اور کوئی حرف چھوٹ نہ جائے اور وحی پوری طرح محفوظ ہو جائے، اس صورت میں آپ ﷺ کو سخت مشقت ہوتی تھی۔ جب تک پہلا لفظ کہہ کر دوسرے میں نہ آتا اور سمجھنے میں بھی ظاہر ہے دقت پیش آتی ہو گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس وقت پڑھنے اور زبان ہلانے کی زحمت نہ کیجئے بلکہ متوجہ ہو کر سنتے رہا کیجئے۔ یہ فکر مت کرو کہ یاد نہیں رہے گا پھر کیسے پڑھوں گا اور لوگوں کو کس طرح سناؤں گا، اس کا تمہارے سینہ میں حرف بحرف جمع کر دینا اور تمہاری زبان سے پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ جبرئیل جس وقت ہماری طرف سے پڑھیں آپ ﷺ خاموشی سے سنتے رہیے، آگے اس کا یاد کرانا اور اس کے علوم و معارف کا بیان ہمارے ذمہ ہے اور کھولنا اور تمہاری زبان سے لوگوں تک پہنچانا، ان سب باتوں کے ہم ذمہ دار ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے جبرئیل کے ساتھ ساتھ پڑھنا ترک کر دیا۔ یہ بھی ایک معجزہ ہوا کہ ساری وحی تھے سے اس وقت زبان سے ایک لفظ نہ دہرایا، جس فرشتے کے جانے کے بعد پوری وحی لفظ بلفظ کامل ترتیب کے ساتھ بدون ایک زیر زبر کی تبدیلی کے پڑھ کر سنا دی اور سمجھا دی۔ یہ بیچ میں ایک جملہ معترضہ تھا "یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ" کا تتمہ

جس طرح اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنی وحی فرشتے کے چلے جانے کے بعد پوری پوری ترتیب کے ساتھ حرف بحرف بدون ادنیٰ فروگذاشت کے آپ کے سینے میں جمع کر دے، کیا اس پر قادر نہیں کہ بندوں کے اگلے پچھلے اعمال جن میں سے بعض کو کرنے والا بھی بھول گیا ہوگا سب جمع کر کے ایک وقت میں سامنے کر دے اور انکو خوب طرح یاد دلا دے۔ اور اسی طرح ہڈیوں کے منتشر ذرات کو سب جگہ سے اکٹھا کر کے ٹھیک ٹھیک ترتیب پر انسان کو از سرنو وجود عطا فرما دے۔ بیشک وہ اس پر اور اس سے کہیں زیادہ پر قادر ہے۔

◆ **دنیا میں انہماک** یعنی تمہارا قیامت وغیرہ سے انکار کرنا ہرگز کسی دلیل صحیح پر مبنی نہیں، بلکہ دنیا میں انہماک اس کا سبب ہے۔ دنیا چونکہ نقد اور جلد ملنے والی چیز ہے اس کو تم چاہتے ہو، اور آخرت کو ادھار سمجھ کر چھوڑ دیتے ہو کہ اس کے ملنے میں ابھی دیر ہے۔ انسان کی طبیعت میں جلد بازی داخل ہے "خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ" (انبیاء، رکوع ۳) فرق اتنا ہے کہ نیک لوگ پسندیدہ چیزوں کے حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں جس کی ایک مثال ابھی "لَا تُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ" میں گزری اور بد تمیز آدمی اس چیز کو پسند کرتے ہیں جو جلد ہاتھ آئے خواہ آگے چل کر اس کا نتیجہ ہلاکت ہی کیوں نہ ہو۔

◆ **مومنین کے چہرے تروتازہ ہوں گے** یہ آخرت کا بیان ہوا۔ یعنی مومنین کے چہرے اس روز تروتازہ اور ہشاش بشاش ہوں گے، اور ان کی آنکھیں محبوب حقیقی کے دیدار مبارک سے روشن ہوں گی۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ سے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ گمراہ لوگ اس کے منکر ہیں کیونکہ یہ دولت ان کے نصیب میں نہیں۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا مِنْ ھٰذِہِ النِّعْمَةِ الَّتِیْ لَیْسَ فَوْقَھَا نِعْمَةٌ۔

◆ یعنی پریشان اور بے رونق ہوں گے۔

◆ یعنی یقین رکھتے ہیں کہ اب وہ معاملہ ہونے والا ہے اور وہ عذاب ملنا ہے جو بالکل کمر توڑ دے گا۔

◆ **موت کے وقت جب روح ہنسلی میں آجائے گی** یعنی آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو۔ اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے جس سے بڑی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر جا پہنچو گے۔ گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں جزئی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔ جہاں مرتے وقت روح کھینچ کر ہنسلی تک پہنچی اور سانس حلق میں رکنے لگی سمجھو سفر آخرت شروع ہو گیا۔

◆ **کون ہے جھاڑ پھونک کرنے والا؟!** ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ پیش نہیں چلتی جب لوگ ظاہری علاج تدبیر سے عاجز آجاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کی سوجھتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈھونڈو کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کر کے اس کو مرنے سے بچا لے۔ اور بعض سلف نے کہا کہ "مَنْ رَاقٍ" فرشتوں کا کلام ہے جو ملک الموت کے ساتھ روح قبض کرنے کے وقت آتے ہیں وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ کون اس مردے کی روح کو لے جائے گا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے؟ اس تقدیر پر "راق" "رقی" سے مشتق ہوگا جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ "رقیہ" سے نہ ہوگا۔ جو افسوں کے معنی میں ہے۔

◆ **مرنے والے کو جدائی کا احساس** یعنی مرنے والا سمجھ چکا کہ تمام عزیز و اقارب اور محبوب و مالوف چیزوں سے اب اس کو جدا ہونا ہے یا یہ مطلب کہ روح بدن سے جدا ہونے والی ہے۔

◆ **مرنے والے پر دو سختیاں** یعنی بعض اوقات سکرات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے۔ نیز نیچے کے بدن سے روح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد پنڈلیوں کو ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اس کے اختیار میں نہیں رہتا۔ اس لئے ایک پنڈلی دوسری پر بے اختیار جا گرتی ہے۔ اور بعض سلف نے کہا کہ عرب کے محاورات میں "ساق" کنایہ ہے سخت مصیبت سے۔ تو آیت کا ترجمہ یوں کیا جائے گا کہ "لپٹ گئی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ" کیونکہ مرنے والے کو اس وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں۔ پہلی سختی تو یہی دنیا سے جانا، مال و اسباب، اہل و عیال، جاہ و حشم، سب کو چھوڑنا، دشمنوں کی خوشی و طعنہ زنی اور دوستوں کے رنج و غم کا خیال آنا، اور دوسری اس سے بڑی قبر اور آخرت کے احوال کی ہے۔ جس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔

السَّاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿٣١﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٣٢﴾

کھنچ کر چلا جانا ◆ پھر نہ یقین لایا اور نہ نماز پڑھی پھر جھٹلایا اور منہ موڑا

ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿٣٣﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٤﴾ ثُمَّ اَوْلٰى

پھر گیا اپنے گھر کو اکڑتا ہوا ◆ خرابی تیری خرابی پر خرابی تیری پھر خرابی تیری

لَكَ فَاَوْلٰى ﴿٣٥﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾

خرابی پر خرابی تیری ◆ کیا خیال رکھتا ہے آدمی کہ چھوٹا رہے گا بے قید ◆

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً

بھلا نہ تھا وہ ایک بوند منی کی جو ٹپکی ◆ پھر تھا لہو جما ہوا

فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ

پھر اس نے بنایا اور ٹھیک کر اٹھایا پھر کیا اس میں جوڑا نر اور

الْاُنْثٰى ﴿٣٩﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿٤٠﴾

مادہ کیا یہ (اللہ) نہیں زندہ کر سکتا مردوں کو ◆

اٰیاتہا ۳۱ — (۷۶) سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدَنِيَّةٌ (۹۸) — رکوعاتہا ۲

سورۂ دہر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکتیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بےحد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ

کبھی گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں کہ نہ تھا وہ

◆ **رب کی طرف کھنچ کر جانا** یعنی سفر آخرت کی ابتداء یہاں سے ہے گویا اب بندہ اپنے رب کی طرف کھنچنا شروع ہوا مگر افسوس اپنی غفلت و حماقت سے کوئی سامان سفر کا پہلے سے درست نہ کیا تھا اتنے بڑے سفر کے لئے کوئی توشہ ساتھ لیا۔

◆ یعنی بجائے سچا سمجھنے اور یقین لانے کے پیغمبروں کو جھٹلاتا رہا اور بجائے نماز پڑھنے اور مالک کی طرف متوجہ ہونے کے ہمیشہ ادھر سے منہ موڑ کر چلا۔ نہ صرف یہی بلکہ اپنی اس سرکشی اور بدبختی پر اتراتا اور اکڑتا ہوا اپنے متعلقین کے پاس جاتا تھا۔ گویا کوئی بہت بڑی بہادری اور ہنرمندی کا کام کر کے آ رہا ہے۔

◆ یعنی او بدبخت اب تیری کم بختی آئی۔ ایک مرتبہ نہیں کئی مرتبہ اب تیرے لئے خرابی پر خرابی اور تباہی پر تباہی ہے۔ تجھ سے بڑھ کر اللہ کی ان سزاؤں کا مستحق اور کون ہوگا۔ **تنبیہ** شاید اول خرابی یقین نہ لانے اور نماز نہ پڑھنے پر، دوسری اس سے بڑھ کر جھٹلانے اور منہ موڑنے پر، تیسری اور چوتھی ان دونوں باتوں میں سے ہر ایک کو قابل فخر سمجھنے پر ہو۔ جس کی طرف "ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ" میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی کیا آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کو یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ اور امر و نہی کی کوئی قید اس پر نہ ہوگی؟ یا مرے پیچھے اٹھایا نہ جائے گا؟ اور سب نیک و بد کا حساب نہ لیں گے؟

◆ یعنی عورت کے رحم میں۔

◆ **انسان کی اصل حقیقت اور انجام** یعنی نطفہ سے جمے ہوئے خون کی شکل میں آیا۔ پھر اللہ نے اس کی پیدائش کے سب مراتب پورے کر کے انسان بنا دیا اور تمام ظاہری اعضاء اور باطنی قوتیں ٹھیک کر دیں۔ ایک نطفہ بے جان سے انسان عاقل بن گیا۔ پھر اسی نطفہ سے عورت اور مرد دو قسم کے آدمی پیدا کئے جن میں سے ہر ایک قسم کی ظاہری و باطنی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ کیا وہ قادر مطلق جس نے اول سب کو اپنی حکمت و قدرت سے بنایا اس پر قادر نہیں کہ دوبارہ زندہ کر دے؟ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ فَبَلٰی" "پاک ہے تیری ذات اے خدا! کیوں نہیں تو بیشک قادر ہے۔" تم سورۃ القیامۃ

وللہ الحمد والمنۃ

شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ

کوئی چیز جو زبان پر آتی ۝ ہم نے بنایا آدمی کو ایک دو رنگی

اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ

بوند سے ۝ ہم پلٹتے رہے اس کو پھر کر دیا اس کو ہم نے سننے والا دیکھنے والا ۝ ہم نے اس کو سجھائی

السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ اِنَّآ اَعْتَدْنَا

راہ یا حق ماننا ہے اور یا ناشکری کرتا ہے ۝ ہم نے تیار کر رکھی ہیں

لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ

منکروں کے واسطے زنجیریں اور طوق اور آگ دہکتی ۝ البتہ نیک لوگ

يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ

پیتے ہیں پیالہ جس کی ملونی ہے کافور ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں

بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝ يُوْفُوْنَ

بندے اللہ کے ۝ چلاتے ہیں وہ اس کی نالیاں ۝ پورا کرتے ہیں

بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝ وَّ

منت کو ۝ اور ڈرتے ہیں اس دن سے کہ اس کی برائی پھیل پڑے گی ۝ اور

يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا

کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر محتاج کو اور یتیم کو

وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ

اور قیدی کو ۝ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں سو خالص (صرف) اللہ کی خوشی چاہنے کو نہ تم سے

جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا

ہم چاہیں بدلہ | اور نہ چاہیں شکر گزاری ◆ | ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے | ایک دن

عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

اداسی والا بڑی سختی سے ◆ | پھر بچا لیا ان کو اللہ نے | برائی سے اس دن کی

وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا

اور ملا دی ان کو | تازگی اور خوش وقتی ◆ | اور بدلہ دیا ان کو ان کے صبر پر

جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا

باغ اور پوشاک ریشمی ◆ | تکیہ لگائے بیٹھیں اس میں | تختوں کے اوپر ◆ | نہیں

يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ وَدَانِيَةً

دیکھتے وہاں دھوپ | اور نہ ٹھر ◆ | اور جھک رہی ہیں

عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ وَ

ان پر ان کی چھائیں | اور پست کر رکھے ہیں ان کے گچھے لٹکا کر ◆ | اور

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ

لوگ لیے پھرتے ہیں ان کے پاس | برتن چاندی کے | اور آبخورے

كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ۝ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا

جو ہو رہے ہیں شیشے کے | شیشے ہیں چاندی کے ◆ | ماپ رکھا ہے ان کا

تَقْدِيْرًا ۝ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا

ماپ ◆ | اور ان کو وہاں پلاتے ہیں پیالے | جس کی ملونی ہے

◆ یہ کھلانے والے زبان حال سے کہتے ہیں اور کہیں مصلحت ہو تو زبان قال سے بھی کہہ سکتے ہیں۔

◆ **اخلاص سے کھانا کھلانے والے** | یعنی کیوں نہ کھلائیں جو کھلانے کے بعد کسی بدلہ یا شکریہ کے امیدوار رہیں جب کہ ہم کو اپنے پروردگار اور اس دن کا خوف لگا ہوا ہے جو بہت سخت اداس اور غصہ سے شکن پر جبیں ہوگا۔ ہم تو اخلاص کے ساتھ کھلانے پلانے کے بعد بھی ڈرتے ہیں کہ دیکھیے ہمارا عمل مقبول ہوا یا نہیں۔ مبادا اخلاص وغیرہ میں کمی رہ گئی ہو اور الٹا منہ پر مارا جائے۔

◆ یعنی جس چیز سے وہ ڈرتے تھے۔ اللہ نے اس سے محفوظ و مامون رکھا۔ اور ان کے چہروں کو تازگی اور دلوں کو سرور عطا کیا۔

◆ یعنی از بسکہ یہ لوگ دنیا کی سختیوں اور محنتوں پر صبر کر کے معاصی سے رکے اور طاعت پر جمے رہے تھے۔ اس لئے اللہ نے ان کو بخش کرنے کے لئے جنت کے باغ اور لباس ہائے فاخرہ مرحمت فرمائے۔

◆ بادشاہوں کی طرح۔

◆ **جنت کا موسم** | یعنی جنت کا موسم نہایت معتدل ہوگا نہ گرمی کی تکلیف نہ سردی کی۔

◆ **جنت کے پھلوں کے گچھے** | یعنی درختوں کی شاخیں مع اپنے پھول پھل وغیرہ کے ان پر جھکی پڑتی ہوں گی اور پھلوں کے خوشے اس طرح لٹکتے ہوں گے اور ان کے قبضہ میں کر دیے جائیں گے کہ جنتی جس حالت میں چاہے کھڑے بیٹھے، لیٹے بے تکلف چن سکے | **تنبیہ** | شاید درختوں کی شاخوں کو یہاں ظلال سے تعبیر فرمایا ہے یا واقعی سایہ ہو۔ کیونکہ آفتاب کی دھوپ نہ سہی کوئی دوسری قسم کا نور تو وہاں ضرور ہوگا۔ اس کے سایہ میں جنتی تفنن و تفریح کی غرض سے بھی بیٹھنا چاہیں گے۔ واللہ اعلم۔

◆ **جنت کے برتن** | یعنی آبخورے اصل میں چاندی کے بنے ہوں گے نہایت سفید، بے داغ اور فرحت بخش لیکن صاف و شفاف اور چمکدار ہونے میں شیشے کی طرح معلوم ہوں گے۔ جن کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئے گی۔

◆ **اندازے پر بھرے ہوئے** | یعنی جنتی کو جس قدر پینے کی خواہش ہوگی ٹھیک اسی اندازے کے موافق بھرے ہوں گے کہ نہ کمی رہے نہ بچے۔ یا جنتیوں نے اپنے دل سے جیسا اندازہ کیا ہوگا بلا کم و کاست اسی کے موافق آئیں گے۔

زَنْجَبِيلًا ۝١٧ عَيْنًا فِيهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا ۝١٨ وَ

سونٹھ ۝ ایک چشمہ ہے اس میں ۝ اس کا نام کہتے ہیں سلسبیل ۝ اور

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۚ إِذَا رَأَيْتَهُمْ

پھرتے ہیں ان کے پاس لڑکے ۝ سدا رہنے والے ۝ جب تو ان کو دیکھے

حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُورًا ۝١٩ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ

خیال کرے ۝ کہ موتی ہیں بکھرے ہوئے ۝ اور جب تو دیکھے ۝ وہاں ۝ تو دیکھے

نَعِيمًا وَّمُلْكًا كَبِيرًا ۝٢٠ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ

نعمت ۝ اور سلطنت بڑی ۝ اوپر کی پوشاک ان کی کپڑے ہیں باریک

خُضْرٌ وَّإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَّحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰهُمْ

ریشم کے سبز اور گاڑھے ۝ اور ان کو پہنائے جائیں گے کنگن چاندی کے ۝ اور پلائے ان کو

رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝٢١ إِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَّ

ان کا رب شراب جو پاک کرے دل کو ۝ یہ ہے تمہارا بدلہ ۝ اور

كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا ۝٢٢ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

کمائی تمہاری ٹھکانے لگی ۝ ہم نے اتارا تجھ پر

ع ۲۲

الْقُرْاٰنَ تَنْزِيلًا ۝٢٣ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ

قرآن سہج سہج اتارنا ۝ سو تو انتظار کر اپنے رب کے حکم کا ۝ اور کہا مت مان

مِنْهُمْ اٰثِمًا أَوْ كَفُورًا ۝٢٤ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً

ان میں سے کسی گنہگار کو ۝ یا ناشکر کا ۝ اور لیتا رہ نام اپنے رب کا ۝ صبح

◆ **سونٹھ ملے ہوئے مشروب** | یعنی ایک جام شراب وہ تھا جس کی ملونی کافور ہے۔ دوسرا وہ ہوگا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی مگر یہ دنیا کی سونٹھ نہ ہوگی بلکہ وہ ایک چشمہ ہے جنت میں جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ سونٹھ کا ذائقہ تیز ہے اور وہ حرارت اور بدن میں انتعاش پیدا کرتی ہے۔ عرب کے لوگ اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ بہر حال کسی خاص مناسبت سے اس چشمہ کو زنجبیل کا چشمہ کہتے ہیں۔ ابرار کے پیالے میں اس کی تھوڑی سی آمیزش کی جائے گی۔ اصل میں وہ چشمہ بڑے عالی مقام مقربین کے لئے ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **جنت کا چشمہ سلسبیل** | اس نام کے معنی ہیں پانی صاف بہتا ہوا۔ کذا فی الموضح۔

◆ یعنی ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یا جنتیوں سے کبھی چھینے نہ جائیں گے۔

◆ **بکھرے موتیوں کی طرح خوبصورت لڑکے** | یعنی اپنے حسن و جمال صفائی اور آب و تاب میں ادھر ادھر پھرتے ہوئے ایسے خوش منظر معلوم ہوں گے گویا بہت سے چمکدار خوبصورت موتی زمین پر بکھیر دیئے گئے۔

◆ **جنت کی عظیم حکومت** | یعنی جنت کا حال کیا کہا جائے کوئی دیکھے تو معلوم ہو کہ کیسی عظیم الشان نعمت اور کتنی بھاری بادشاہت ہے جو ادنیٰ ترین جنتی کو نصیب ہوگی۔ رزقنا اللہ منہا بمنہ وفضلہ۔

◆ **جنت کے لباس** | یعنی باریک اور دبیز دونوں قسم کے ریشم کے لباس جنتیوں کو ملیں گے۔

◆ **چاندی کے کنگن** | اس سورت میں تین جگہ چاندی کے برتنوں اور زیوروں کا ذکر آیا ہے۔ دوسری جگہ سونے کے بیان کئے ہیں۔ ممکن ہے کبھی وہ ہوں اور کبھی یہ، یا کسی کو یہ ملیں کسی کو وہ۔ یا کبھی یہ کبھی وہ۔

◆ **پروردگار کی طرف سے شراب طہور** | یعنی سب نعمتوں کے بعد شراب طہور کا ایک جام محبوب حقیقی کی طرف سے ملے گا، جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت نہ سرگرانی نہ بدبو۔ اس کے پینے سے دل پاک اور پیٹ صاف ہو گئے۔ پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔

◆ یعنی مزید اعزاز و اکرام اور تطییب قلوب کے لئے کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ ہے۔ تمہاری کوشش مقبول ہوئی۔ اور محنت ٹھکانے لگی۔ اس کو سن کر جنتی اور زیادہ خوش ہوں گے۔

◆ **کفار پر صبر کیجئے** | تاکہ آپ ﷺ کا منصب ظاہر ہو اور لوگ بھی آہستہ آہستہ اپنے نیک و بد کو سمجھ لیں۔ اور معلوم کر لیں کہ جنت کن اسباب کی بدولت ملتی ہے۔ اگر اس طرح سمجھنے پر بھی نہ مانیں اور اپنی ضد و عناد ہی پر قائم رہیں تو آپ ﷺ اپنے پروردگار کے حکم پر برابر جمے رہئے۔ اور آخری فیصلہ کا انتظار کیجئے۔

◆ **قریش کے سرداروں کی بات نہ مانیے** | عتبہ اور ولید وغیرہ کفار قریش آپ ﷺ کو طرح طرح کی ترغیب دے کر اور لالچ کی چیزیں دکھا کر چاہتے تھے کہ فرض تبلیغ و دعوت سے باز رکھیں۔ حق تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ آپ ﷺ ان میں سے کسی کی بات نہ مانیں۔ کیونکہ ان کی تمام تر دوستی یا دشمنی کا نتیجہ کفر کو کیا مانئے سے نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ ایسے شریروں اور بدبختوں کی بات پر کان دھرنا نہیں چاہئے۔

وَّاَصِيۡلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيۡلِ فَاسۡجُدۡ لَهٗ وَسَبِّحۡهُ

اور شام ◆ اور کسی وقت رات کو سجدہ کر اس کو ◆ اور پاکی

لَيۡلًا طَوِيۡلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ وَ

بول اس کی بڑی رات تک ◆ یہ لوگ چاہتے ہیں جلدی ملنے والے کو اور

يَذَرُوۡنَ وَرَآءَهُمۡ يَوۡمًا ثَقِيۡلًا ﴿۲۷﴾ نَحۡنُ خَلَقۡنٰهُمۡ

چھوڑ رکھا ہے اپنے پیچھے ◆ ایک بھاری دن کو ◆ ہم نے ان کو بنایا

وَشَدَدۡنَآ اَسۡرَهُمۡ ۚ وَاِذَا شِئۡنَا بَدَّلۡنَآ اَمۡثَالَهُمۡ

اور مضبوط کیا ان کی جوڑ بندی کو اور جب ہم چاہیں بدل لائیں ان جیسے لوگ

تَبۡدِيۡلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ

بدل کر ◆ یہ تو نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے

اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ

کر رکھے اپنے رب تک راہ ◆ اور تم نہیں چاہو گے مگر

اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۳۰﴾

جو چاہے اللہ ◆ بےشک اللہ ہے سب کچھ جاننے والا حکمتوں والا ◆

يُّدۡخِلُ مَنۡ يَّشَآءُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيۡنَ

داخل کرے جس کو چاہے اپنی رحمت میں ◆ اور جو گنہگار ہیں

اَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۳۱﴾

تیار کر رکھا ہے ان کے واسطے عذاب دردناک

- **صبح و شام ذکر اللہ کی تاکید** | یعنی ہر وقت اس کو یاد رکھو خصوصاً ان دو وقتوں میں سب خرخشوں کا علاج بھی ذکر خدا ہے۔
- **رات کی نماز** | یعنی نماز پڑھو شاید مغرب و عشاء مراد ہو یا تہجد۔
- **تہجد کی نماز** | اگر ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ﴾ سے تہجد مراد لیا جائے تو یہاں تسبیح سے اس کے معنی متبادر مراد لیں گے۔ یعنی شب کو تہجد کے علاوہ بہت زیادہ تسبیح و تحلیل میں مشغول رہے اور اگر پہلے مغرب و عشاء مراد ہوں تو یہاں تسبیح سے تہجد مراد لے سکتے ہیں۔
- **حب دنیا کفر کی وجہ ہے** | یعنی یہ لوگ جو آپ ﷺ کی نصیحت و ہدایت قبول نہیں کرتے اس کا سبب حب دنیا ہے۔ دنیا چونکہ جلد ہاتھ آنے والی چیز ہے اسی کو یہ چاہتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن سے غفلت میں ہیں اس کی کچھ فکر نہیں۔ بلکہ اس کے آنے کا یقین بھی نہیں۔ کہتے ہیں کہ مر کر جب گل سڑ گئے پھر کون دوبارہ ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کر دے گا؟ آگے اس کا جواب دیا ہے۔
- یعنی اول پیدا ہم نے کیا اور سب جوڑ بند درست کئے۔ آج ہماری وہ قدرت سلب نہیں ہو گئی۔ ہم جب چاہیں ان کی موجودہ ہستی کو ختم کر کے دوبارہ ایسی ہی ہستی بنا کر کھڑی کر دیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ نہ مانیں گے تو ہم قادر ہیں کہ جب چاہیں ان کی جگہ دوسرے ایسے ہی آدمی لے آئیں جو ان کی طرح سرکش نہ ہوں گے۔
- **اس نصیحت کو جو چاہے قبول کرے** | یعنی جبر و زبردستی کرنا آپ کا کام نہیں قرآن کے ذریعہ نصیحت کر دیجئے آگے ہر ایک کو اختیار ہے جس کا جی چاہے اپنے رب کی خوشنودی تک پہنچنے کا راستہ بنا رکھے۔
- **تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہنے سے ہے** | یعنی تمہارا چاہنا بھی اللہ کے چاہے بدون نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بندہ کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے وہ جانتا ہے کہ کس کی استعداد و قابلیت کس قسم کی ہے اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے۔ پھر وہ جس کو اپنی مشیت سے راہ راست پر لائے اور جس کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دے عین صواب و حکمت ہے۔
- یعنی جن کی استعداد اچھی ہو گی ان کو نیکی پر چلنے کی توفیق دے گا۔ اور اپنی رحمت و فضل کا مستحق بنائے گا۔ تم سورۃ الدھر وللہ الحمد والمنۃ

آیَاتُہَا ۵۰ (۷۷) سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۳۳) رُکُوْعَاتُہَا ۲

سورۂ مرسلات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچاس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾

قسم ہے چلتی ہواؤں کی دل کو خوش آتی ﴿۱﴾ پھر جھونکا دینے والیوں کی زور سے ﴿۲﴾

وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾

پھر ابھارنے والیوں کی اٹھا کر ﴿۳﴾ پھر پھاڑنے والیوں کی بانٹ کر ﴿۴﴾

فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾

پھر فرشتوں کی جو اتار کر لائیں وحی (نصیحت) ﴿۵﴾ الزام اتارنے کو یا ڈر سنانے کو ﴿۶﴾

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾

مقرر جو تم سے وعدہ ہوا وہ ضرور ہونا ہے ﴿۷﴾ پھر جب تارے مٹائے جائیں ﴿۸﴾

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾

اور جب آسمان میں جھروکے پڑ جائیں ﴿۹﴾ اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں ﴿۱۰﴾

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾

اور جب رسولوں کا وقت مقرر ہو جائے ﴿۱۱﴾ کس دن کے واسطے ان چیزوں میں دیر ہے ﴿۱۲﴾

لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾

اس فیصلے کے دن کے واسطے ﴿۱۳﴾ اور تو نے کیا بوجھا کیا ہے فیصلے کا دن ﴿۱۴﴾

سورۃ المرسلٰت

◆ **چلتی ہواؤں کی قسم** یعنی اول ہوا نرم اور خوشگوار چلتی ہے۔ جس سے مخلوق کی بہت سی توقعات اور منافع وابستہ ہوتے ہیں۔ پھر کچھ دیر بعد وہی ہوا ایک تند آندھی اور طوفانی جھکڑ کی شکل اختیار کر کے وہ خرابی اور غضب ڈھاتی ہے کہ لوگ بلبلا اٹھتے ہیں۔ یہی مثال دنیا و آخرت کی سمجھو کتنے ہی کام ہیں جن کو لوگ فی الحال مفید اور دلخوش تصور کرتے ہیں اور ان پر بڑی امیدیں باندھتے ہیں۔ لیکن وہی کام جب قیامت کے دن اپنی اصلی اور سخت ترین خوفناک صورت میں ظاہر ہوں گے تو لوگ چلانے لگیں گے۔

◆ **ناشرات اور فارقات ہوائیں** یعنی ان ہواؤں کی قسم جو بخارات وغیرہ کو اٹھا کر اوپر لے جاتی ہیں اور ابر کو ابھار کر جو میں پھیلا دیتی ہیں پھر جہاں جہاں پہنچانا ہے اللہ کے حکم سے اس کے حصے کر کے بانٹتی ہیں اور بارش کے بعد بادلوں کو پھاڑ کر ادھر ادھر متفرق کرتی ہیں اور کچھ ابر کے ساتھ مخصوص نہیں، ہوا کی عام خاصیت یہ ہے کہ اشیاء کی کیفیات مثلاً خوشبو، بدبو وغیرہ کو پھیلائے ان کے لطیف اجزاء کو جدا کر کے لے اڑے اور ایک چیز کو اٹھا کر دوسری چیز سے جا ملائے۔ غرض یہ جمع و تفریق جو ہوا کا خاصہ ہے ایک نمونہ ہے آخرت کا، جہاں حشر و نشر کے بعد لوگ جدا کئے جائیں گے اور ایک جگہ جمع ہونے کے بعد الگ الگ ٹھکانوں پر پہنچائے جائیں گے۔ "ھٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰکُمْ وَالْاَوَّلِیْنَ"

◆ **ان الفاظ کی دوسری تفسیر** حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے "اَلْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا" سے بھی ہوائیں مراد لی ہیں کیونکہ وحی کی آواز کا لوگوں کے کانوں تک پہنچانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہے۔ تنبیہ: "اَلْمُرْسَلٰت" "اَلْعٰصِفٰت" "اَلنّٰشِرٰت" "اَلْفٰرِقٰت" "اَلْمُلْقِیٰت" پانچوں کا مصداق کسی نے ہواؤں کو ٹھہرایا ہے کسی نے فرشتوں کو، کسی نے پیغمبروں کو اور بعض مفسرین نے پہلی چار سے ہوائیں مراد لی ہیں اور پانچویں سے فرشتے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ اور بھی اقوال ہیں جن سب کی تفصیل روح المعانی میں ملے گی۔

◆ **وحی کفار کیلئے حجت اور مومنین کیلئے انذار ہے** حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ لکھتے ہیں "کہ وحی سے منکروں کا الزام اتارنا منظور ہے کہ (سزا کے وقت) انہیں ہم کو خبر نہ تھی اور جن کی قسمت میں ایمان ہے ان کو ڈر سنانا تا ایمان لائیں۔" اور حضرت شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ جو کلام الٰہی امر و نہی اور عقائد و احکام پر مشتمل ہے وہ عذر کرنے کے واسطے ہے۔ تا اعمال کی باز پرس کے وقت اس شخص کے لئے عذر اور دستاویز ہو کہ میں نے فلاں کام حق تعالیٰ کے حکم کے موجب کیا اور فلاں کام اس کے حکم سے ترک کیا۔ اور جو کلام الٰہی قصص و اخبار وغیرہ پر مشتمل ہو وہ محض منکرین کو ڈرانے اور خوف دلانے کے لئے ہے اور اس صورت میں روئے سخن بیشتر مکذبین و منکرین کی طرف تھا اس لئے بشارت کا ذکر نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ بہرحال وحی لانے والے فرشتے اور وحی پہنچانے والی ہوائیں شاہد ہیں کہ ایک وقت ضرور آنا ہے جب مجرموں کو ان کی حرکات پر ملزم کیا جائے اور خدا سے ڈرنے والوں کو بالکلیہ مامون و بے فکر کر دیا جائے۔

◆ یعنی قیامت کا اور آخرت کے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا وعدہ۔

◆ **قیامت کے احوال** یعنی تارے بے نور ہو جائیں، آسمان پھٹ پڑیں اور پھٹنے کی وجہ سے ان میں دریچیاں اور جھروکے سے نظر آنے لگیں۔

◆ یعنی روئی کی طرح ہوا میں اڑتے پھریں۔

◆ **آخرت میں رسولوں کا مقرر وقت** جو آگے پیچھے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی امتوں کے ساتھ رب العزت کی سب سے بڑی پیشی میں حاضر ہوں۔

◆ **فیصلہ کے دن ہی سب فیصلے ہوں گے** یعنی جانتے ہو ان امور کو کس دن کے لئے اٹھا رکھا ہے؟ اس دن کے لئے جس میں ہر بات کا بالکل آخری اور دوٹوک فیصلہ ہوگا۔ بیشک اللہ چاہتا تو ابھی اسی جگہ ہاتھ کے ہاتھ ہر چیز کا فیصلہ کر دیتا لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ ایسا کیا جائے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ط

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆ کیا ہم نے نہیں مار ڈالا پہلوں کو

ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ

پھر ان کے پیچھے بھیجتے ہیں پچھلوں کو ہم ایسا ہی کیا کرتے ہیں

بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ

گنہگاروں کے ساتھ ◆ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆ کیا

نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ

ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر پانی سے پھر رکھا اس کو ایک جمے ہوئے

مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ

ٹھکانے میں ◆ ایک وعدہ مقرر تک ◆ پھر ہم اس کو پورا کر سکے سو ہم کیا

الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ

خوب حکمت والے ہیں ◆ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆ کیا

نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾

ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی زندوں کو اور مردوں کو ◆

وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً

اور رکھے ہم نے زمین میں بوجھ کے لیے پہاڑ اونچے اور پلایا ہم نے تم کو پانی میٹھا

فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْٓا

پیاس بجھانے والا ◆ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆ چلو دیکھو

◆ **مکذبین کیلئے تباہی ہے** | یعنی کچھ مت پوچھو فیصلہ کا دن کیا چیز ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ جھٹلانے والوں کو اس روز سخت تباہی اور مصیبت کا سامنا ہوگا۔ کیونکہ جس چیز کی انکو بالکل امید نہ تھی جب دفعۃً یکایک اپنی ہولناک صورت میں آن پہنچیگی تو ہوش پراں ہو جائیں گے اور حیرت و ندامت سے حواس باختہ ہوں گے۔

◆ **قوموں سے پچھلی دنیا کی ہلاکت پہ استدلال** | منکرین قیامت کہتے تھے کہ آخر یہ دنیا کہاں ختم ہوتی ہے؟ بھلا کون باور کرے گا کہ سب آدمی یک وقت مر جائیں گے اور نسل انسانی بالکل نابود ہو جائے گی؟ یہ دوزخ اور عذاب کے ڈراوے سب فرضی اور بناوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس کا جواب دیا کہ پہلے کتنے آدمی مر چکے اور کتنی قومیں اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔ پھر ان کے پیچھے بھی موت و ہلاکت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ جب ہماری قدیم عادت مجرموں کی نسبت معلوم ہو چکی تو سمجھ لو کہ دور حاضر کے کفار کو بھی ہم ان ہی اگلوں کے پیچھے چلتا کر دیں گے۔ جو ہستی الگ الگ زمانوں میں بڑے بڑے مضبوط آدمیوں کو مار سکتی اور طاقتور مجرموں کو پکڑ کر ہلاک کر سکتی ہے وہ اس پر کیوں قادر نہ ہوگی کہ سب مخلوق کو ایک دم میں فنا کر دے اور تمام مجرموں کو یک وقت عذاب کا مزہ چکھائے۔

◆ یعنی جو قیامت کی آمد کو اس لئے جھٹلاتے تھے کہ سب انسان ایک دم کیسے فنا کر دیئے جائیں گے اور کس طرح سب مجرموں کو یک وقت گرفتار کر کے سزا دیں گے۔

◆ **قرار مکین** | یعنی ایک ٹھہراؤ کی جگہ میں محفوظ رکھا۔ مراد اس سے رحم مادر ہے جسے ہمارے محاورات میں بچہ دان کہتے ہیں۔

◆ اکثر وہاں ٹھہرنے کی مدت نو مہینے ہوتی ہے۔

◆ **انسان کی تخلیق میں قدرت کی نشانیاں** | یعنی اس پانی کی بوند کو بتدریج پورا کر کے انسان کامل بنا دیا۔ اس سے ہماری قدرت اور حکمت کو سمجھ لو۔ تو کیا اس انسان کو مرنے کے بعد ہم دوبارہ زندہ نہیں کر سکتے؟ **تنبیہ** | بعض نے "قدرنا" کے معنی اندازہ کرنے کے لئے ہیں۔ "اندازہ کیا ہم نے" اور ہم کیا خوب اندازہ کرنے والے ہیں کہ اتنی مدت میں کوئی ضروری چیز رہ نہیں جاتی اور کوئی زائد و بیکار چیز پیدا نہیں ہوتی۔

◆ جو یوں کہا کرتے تھے کہ مٹی میں مل کر جب ہماری ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، پھر کس طرح زندہ کر دیئے جائیں گے؟ اس وقت اپنے ان لچر پوچ شبہات پر شرمائیں گے اور ندامت سے ہاتھ کاٹیں گے۔

◆ **زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی زمین** | یعنی زندہ مخلوق اسی زمین پر بسر کرتی ہے اور مرے بھی اسی مٹی میں کھپ جاتے ہیں۔ انسان کی زندگی بھی اسی خاک سے ملی اور موت کے بعد بھی یہی اس کا ٹھکانا ہوا۔ تو دوبارہ اسی خاک سے اس کا اٹھایا جانا کیوں مشکل ہوگا۔

◆ **پہاڑ اور میٹھا پانی** | یعنی اسی زمین میں پہاڑ جیسی بوجھل اور سخت چیز پیدا کر دی جو اپنی جگہ سے ذرا جنبش نہیں کھاتے اور اسی زمین میں پانی کے چشمے جاری کر دیئے جو نرم و سیال ہونے کی وجہ سے برابر بہتے رہتے ہیں، اور جو بڑی سہولت سے پینے والوں کو سیراب کرتے ہیں۔ پس جو خدا اس حقیر زمین میں اپنی قدرت کے متضاد نمونے دکھلاتا ہے اور موت و حیات اور سختی و نرمی کے مناظر پیش کرتا ہے کیا وہ میدان حشر میں سختی و نرمی اور نجات و ہلاکت کے مختلف مناظر نہیں دکھلا سکتا۔ غرض جس کے قبضہ میں پیدا کرنا، ہلاک کرنا اور حیات دنیا کے سامان فراہم کرنا یہ سب کام ہوئے اس کی قدرت و عظمت کو جھٹلانا کیونکر جائز ہوگا۔

◆ جو کہتے تھے کہ ایک جگہ اور ایک وقت میں تمام اولین و آخرین کی اثابت و تعذیب کے اس قدر مختلف اور متضاد کام کیونکر سر انجام پائیں گے۔

اِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ‌ۚ﴿۲۹﴾ اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى

جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے ◆ چلو ایک

ظِلٍّ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍۙ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيۡلٍ وَّلَا يُغۡنِىۡ

چھاؤں میں جس کی تین پھانکیں ہیں ◆ نہ گہری چھاؤں (ٹھنڈی) اور نہ کچھ کام آئے

مِنَ اللَّهَبِؕ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرۡمِىۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ‌ۚ﴿۳۲﴾

لپٹ میں ◆ وہ آگ پھینکتی ہے چنگاریاں جیسے محل ◆

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌؕ﴿۳۳﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴿۳۴﴾

گویا وہ اونٹ ہیں زرد ◆ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆

هٰذَا يَوۡمُ لَا يَنۡطِقُوۡنَۙ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤۡذَنُ لَهُمۡ فَيَعۡتَذِرُوۡنَ﴿۳۶﴾

یہ وہ دن ہے کہ نہ بولیں گے ◆ اور نہ ان کو حکم ہو کہ عذر کریں ◆

وَيۡلٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ‌ۚ

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆ یہ ہے دن فیصلے کا

جَمَعۡنٰكُمۡ وَالۡاَوَّلِيۡنَ﴿۳۸﴾ فَاِنۡ كَانَ لَـكُمۡ كَيۡدٌ

جمع کیا ہم نے تم کو اور اگلوں کو ◆ پھر اگر کچھ داؤ ہے تمہارا

فَكِيۡدُوۡنِ﴿۳۹﴾ وَيۡلٌ يَّوۡمَٮِٕذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴿۴۰﴾ اِنَّ

ع ۱

تو چلا لو مجھ پر ◆ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆ البتہ

الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍۙ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا

ڈرنے والے ہیں وہ سایوں میں ہیں ◆ اور چشموں میں اور میوے جس قسم کے

يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ

وہ چاہیں | کھاؤ اور پیو مزے سے | بدلہ ان کاموں کا

تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾

جو تم نے کیے تھے ◆ | ہم یوں ہی دیتے ہیں | بدلہ نیکی والوں کو

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆ | کھا لو | اور برت لو

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

تھوڑے دنوں | بے شک تم گنہگار ہو ◆ | خرابی ہے اس دن

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا

جھٹلانے والوں کی ◆ | اور جب کہیے ان کو | کہ جھک جاؤ نہیں

يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَبِاَيِّ

جھکتے ◆ | خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی ◆ | اب کس

حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾

بات پر اس کے بعد یقین لاویں گے ◆

◆ **متقین کا حال** | مکذبین کے مقابل یہ متقین کا حال بیان فرما دیا کہ "الاشیاء تعرف باضدادہا"

◆ جو دنیا میں مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد دوسری زندگی ہے تو وہاں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے۔ اب ان کو جنت میں اور اپنے کو تکلیف میں دیکھ کر اور زیادہ جلیں گے اور ذلیل و رسوا ہوں گے۔

کچھ روز اور عیش کرلو یہ خطاب مکذبین کو ہے کہ چند روز اور مزے اڑا لو۔ آخر یہ کھایا پیا بہت بری طرح نکلے گا۔ کیونکہ تم اللہ کے مجرم ہو جس کی سزا بجز دوام حبس اور عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں۔ "کلوا وتمتعوا" فرمانا ایسا ہوا جیسے ایک مجرم کو جس کے لئے پھانسی کا حکم ہو چکا ہو، پھانسی دینے سے قبل کہا کرتے ہیں کہ کوئی خواہش ہو تو ظاہر کرو تا اس کے پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔

جو دنیا کے عیش و بہار اور لذتوں پر مغرور رہے تھے، یہ خبر نہ تھی کہ جس چیز کو پھولوں کا ہار سمجھ کر گلے میں ڈال رہے ہیں وہ کالا ناگ ہے۔

یعنی نماز میں یا اللہ کے عام احکام کے سامنے۔

جھکنے سے انکار کرتے ہیں اس دن پچھتائیں گے کہ دنیا میں احکام الٰہی کے سامنے کیوں نہ جھکے۔ وہاں سر جھکاتے تو آج یہاں سر بلند ہوتے۔

قرآن کے بعد یقین کے لئے کس چیز کا انتظار ہے یعنی قرآن سے بڑھ کر کامل اور موثر بیان کس کا ہوگا۔ اگر یہ مکذبین اس پر یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں جو آسمان سے اترے گی؟ تم سورۃ المرسلات وللہ الحمد والمنۃ وبہ التوفیق والعصمۃ۔

آیاتہا ٤٠ (٧٨) سُوْرَةُ النَّبَإِ مَكِّيَّةٌ (٨٠) رکوعاتہا ٢

سورۂ نبا مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۚ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿٢﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

کیا بات پوچھتے ہیں لوگ آپس میں ◆ پوچھتے ہیں اس بڑی خبر سے ◆ جس میں وہ

مُخْتَلِفُوْنَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٥﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ

مختلف ہیں ◆ ہرگز نہیں اب جان لیں گے ◆ پھر بھی ہرگز نہیں اب جان لیں گے ◆ کیا ہم نے نہیں بنایا

الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿٦﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿٧﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿٨﴾

زمین کو بچھونا ◆ اور پہاڑوں کو میخیں ◆ اور تم کو بنایا ہم نے جوڑے جوڑے ◆

وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿٩﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١٠﴾ وَّجَعَلْنَا

اور بنایا نیند کو تمہاری تکان دفع کرنے کے لیے ◆ اور بنایا رات کو اوڑھنا ◆ اور بنایا

النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١١﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٢﴾ وَّجَعَلْنَا

دن کمائی کرنے کو ◆ اور چنی ہم نے تم سے اوپر سات چنائی مضبوط ◆ اور بنایا

سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿١٣﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿١٤﴾

ایک چراغ چمکتا ہوا (جگمگاتا) ◆ اور اتارا نچڑنے والی (نچوڑنے والی) بدلیوں سے پانی کا ریلا ◆

سورۃ النبا

◆ یعنی لوگ کس بات کا کھوج لگاتے اور کس چیز کی تحقیق و تفتیش میں مشغول ہیں۔ کیا ان میں اتنی استعداد ہے کہ بہت پوچھ پاچھ کرنے سے وہ چیز ان کی سمجھ میں آ جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ کفار جو انکار و استہزاء آپس میں ایک دوسرے سے بطور تحقیر

اور مومنین سے سوال کرتے ہیں کہ ہاں صاحب! وہ قیامت کب آئے گی؟ اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے؟ ابھی کیوں نہیں آ جاتی؟ جانتے ہو یہ کس چیز کی نسبت سوال کر رہے ہیں؟ وہ بہت عظیم الشان چیز ہے جس کا علم ان کو عنقریب ہو جائے گا۔ جب اپنی آنکھ سے اس کے ہولناک مناظر دیکھیں گے۔

◆ **قیامت پر سوال اور اختلاف** | یعنی قیامت کی خبر جس میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ کوئی اس کے آنے پر یقین رکھتا ہے کوئی منکر ہے، کوئی شک میں پڑا ہے، کوئی کہتا ہے بدن اٹھے گا، کوئی کہتا ہے کہ سب عذاب و ثواب روح پر گزرے گا بدن سے کچھ تعلق نہیں۔ الی غیر ذلک من الاختلافات۔

◆ **قیامت کو عنقریب جان لیں گے** | یعنی پیغمبروں نے ابتدائے دنیا سے آج تک بہت کچھ سمجھایا، مگر لوگ اپنے اختلافات اور پوچھ پاچھ سے ہرگز باز آنے والے نہیں۔ اب قریب ہے کہ وہ ہولناک منظر ان کے سامنے آ جائے اس وقت جان لیں گے کہ قیامت سچی چیز ہے اور ان کے سوالات و اختلافات کی حیثیت کیا تھی۔

◆ **زمین کا بچھونا** | جس پر سکون و اطمینان سے آرام کرتے اور برتتے ہیں۔

◆ **پہاڑوں کی میخیں** | جیسے کسی چیز میں میخ گاڑ دیتے ہیں وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ ایسے ہی ابتداء میں زمین جو کانپتی اور لرزتی تھی اللہ نے پہاڑ پیدا کر کے اس کے اضطراب اور کپکپی کو دور کیا۔ گویا زمین کو ایک طرح کا سکون پہاڑوں سے حاصل ہوا۔

◆ **مرد و عورت کے جوڑے** | یعنی مرد کے سکون و راحت کے لئے عورت کو اس کا جوڑا بنایا۔ "وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْہَا" (روم۔ رکوع ۳) یا ازواج سے مراد طرح طرح کی اشکال و الوان وغیرہ ہوں۔

◆ **سکون دینے والی نیند** | یعنی دن بھر کی دوڑ دھوپ سے تھک کر جب آدمی نیند لیتا ہے تو سب تعب اور تکان دور ہو جاتا ہے گویا نیند تو بڑی سکون و راحت ہے۔ آگے نیند کی مناسبت سے رات کا ذکر کرتے ہیں۔

◆ **رات کا لباس** | جیسے آدمی کپڑا اوڑھ کر اپنے بدن کو چھپاتا ہے۔ اسی طرح رات کی تاریکی تمام مخلوق کی پردہ داری کرتی ہے اور جو کام چھپانے کے لائق ہوں عموماً رات کے اندھیرے میں کئے جاتے ہیں۔ اور کسی طرح بھی شب کو کپڑا اوڑھنے کی ضرورت دن سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ عموماً وقت خنکی اور ٹھنڈک کا ہوتا ہے۔

◆ **معاش کیلئے دن** | یعنی عموماً کاروبار اور معاش کے دھندے دن میں کئے جاتے ہیں جن کا مقصد یہی ہے کہ کما کر اپنے بال بچوں کی حوائج کی طرف سے دل کو سکون و اطمینان نصیب ہو۔ آگے رات دن کی مناسبت سے آسمانوں اور سورج کا ذکر فرماتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ زمین کے مقابل آسمان کا بیان ہے۔

◆ یعنی سات آسمان بہت مضبوط بنائے جن میں آج تک اس قدر مدت گزرنے کے باوجود کوئی رخنہ نہیں پڑا۔

◆ یعنی آفتاب جس میں روشنی اور گرمی دونوں وصف موجود ہیں۔

◆ **لبریز بادل** | نچڑنے والی بدلیاں یا نچوڑنے والی ہوائیں۔

لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ

تاکہ ہم نکالیں اس سے اناج اور سبزہ ◆ اور باغ پتوں میں لپٹے ہوئے ◆ بے شک دن فیصلے کا ہے

كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّ

ایک وقت ٹھہرا ہوا ◆ جس دن پھونکی جائے صور پھر تم چلے آؤ جتھے جتھے (فوجوں کی فوجیں) ◆ اور

فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ

کھولا جائے آسمان تو ہو جائیں اس میں دروازے ◆ اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہو جائیں گے

سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾

چمکتا ریتا ◆ بے شک دوزخ ہے تاک میں ◆ شریروں کا ٹھکانا ◆

لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾

رہا کریں اس میں قرنوں ◆ نہ چکھیں وہاں کچھ مزہ ٹھنڈک کا اور نہ پینا کچھ

اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ

مگر گرم پانی اور بہتی پیپ ◆ بدلہ ہے پورا ◆ ان کو توقع نہ تھی

حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

حساب کی ◆ اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتوں کو مکر کر ◆ اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے

كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ

لکھ کر ◆ اب چکھو کہ ہم بڑھاتے جائیں گے تم پر عذاب ◆ بے شک ڈر والوں کو

مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا

ان کی مراد ملنی ہے باغ ہیں اور انگور ◆ اور نوجوان عورتیں ایک عمر کی سب ◆ اور پیالے

◆ **گھنے باغات** | یعنی نہایت گنجان اور گھنے باغ۔ یا یہ مراد ہو کہ ایک ہی زمین میں مختلف قسم کے درخت اور باغ پیدا کیے۔ **تنبیہ** | قدرت کی عظیم الشان نشانیاں بیان فرما کر بتلا دیا کہ جو خدا ایسی قدرت و حکمت والا ہے کیا اسے تمہارا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا اور حساب و کتاب کے لیے اٹھانا کچھ مشکل ہو گا؟ اور کیا اس کی حکمت کے یہ بات منافی نہ ہوگی کہ اتنے بڑے کارخانہ کو یوں ہی غلط ملط بے نتیجہ پڑا چھوڑ دیا جائے۔ یقیناً دنیا کے اس طویل سلسلہ کا کوئی صاف نتیجہ اور انجام ہونا چاہیے اسی کو ہم "آخرت" کہتے ہیں۔ جس طرح نیند کے بعد بیداری اور رات کے بعد دن آتا ہے ایسے ہی سمجھ لو کہ دنیا کے خاتمہ پر آخرت کا آنا بھی یقینی ہے۔

◆ **فیصلے کا دن مقرر ہے** | فیصلہ کا دن وہ ہو گا جس میں نیک کو بد سے بالکلیہ الگ کر دیا جائے کہ کسی قسم کا اشتراک و اجتماع باقی نہ رہے ہر نیکی اپنے معدن میں اور ہر بدی اپنے مرکز پر جا پہنچے۔ ظاہر ہے کہ ایسا کامل امتیاز و افتراق اس دنیا میں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں رہتے ہوئے زمین، آسمان، چاند، سورج، رات، دن، ہوا، بادل، بارش، پہاڑ، دریا کھیت، اور بیوی بچے تمام نعمتوں اور بدلوں میں مشترک ہیں ہر کافر اور مسلم ان سامانوں سے یکساں منتفع ہوتا ہے۔ اس لیے ضرور ہے کہ "یوم الفصل" ایک دن موجودہ نظام عالم کے ختم کیے جانے کے بعد ہو۔ اس کا تعین اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔

◆ یعنی کثرت سے الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بن کر جن کی تقسیم ان کے ممتاز عقائد و اعمال کی بناء پر ہوگی۔

◆ **آسمان کا کھلنا اور دروازے پیدا ہونا** | یعنی آسمان پھٹ کر ایسا ہو جائے گا گویا دروازے ہی دروازے ہیں۔ شاید اسی کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا۔ "وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا" (الفرقان۔ رکوع ۳)

◆ **پہاڑ سراب بن جائیں گے** | جیسے چمکتی ریت پر دور سے پانی کا گمان ہوتا ہے ایسے ہی ان پر پہاڑوں کا گمان ہو گا۔ حالانکہ واقع میں وہ پہاڑ نہیں رہیں گے محض ریت کے تودے معلوم ہوں گے۔

◆ **دوزخ شریروں کی تاک میں ہے** | یعنی دوزخ شریروں کی تاک میں ہے اور ان ہی کا ٹھکانا ہے۔

◆ جن کا کوئی شمار نہیں۔ قرن پر قرن گزرتے چلے جائیں گے۔ اور ان کی مصیبت کا خاتمہ نہ ہو گا۔

◆ **دوزخ میں پینے کیلئے پیپ** | یعنی نہ ٹھنڈک کی راحت پائیں گے نہ کوئی خوشگوار چیز پینے کو ملے گی۔ ہاں گرم پانی ملے گا جس کی سوزش سے منہ جھلس جائیں گے اور آنتیں کٹ کر پیٹ سے باہر آ پڑیں گی اور دوسری چیز پیپ ملے گی جو دوزخیوں کے زخموں سے نکل کر بہے گی۔ اعاذنا اللّٰہ منہا ومن سائر انواع العذاب فی الدنیا والآخرۃ۔

◆ **کفار کو فیصلے کی امید نہ تھی** | یعنی جس چیز کی امید ان کو نہ تھی وہ ہی سامنے آئی۔ اور جس بات کو جھٹلاتے تھے آنکھوں سے دیکھ لی۔ اب دیکھیں کیسے جھٹلاتے اور کرتے ہیں۔

◆ **ہر چیز گنی ہوئی ہے** | یعنی ہر چیز خدا کے علم میں ہے اور اسی علم محیط کے موافق دفاتر میں باقاعدہ مندرج ہے۔ کوئی نیک و بد عمل اس کے احاطہ سے باہر نہیں۔ رتی رتی کا بھگتان کیا جائے گا۔

◆ **اب عذاب کے سوا کچھ نہ بڑھے گا** | یعنی جیسے تم تکذیب و انکار میں برابر بڑھتے چلے گئے ہو اگر بے اختیار موت نہ آتی تو ہمیشہ بڑھتے ہی چلے جاتے۔ اب ہم سے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ ہم بھی عذاب بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔ جس میں کبھی تخفیف نہ ہو گی۔

◆ **متقین پر مختلف انعامات** | یعنی نوخاستہ عورتیں جن کی جوانی پورے ابھار پر ہو گی۔ اور سب ایک ہی سن و سال کی ہوں گی۔

دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿۳۵﴾ جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً

چھلکتے ہوئے ◆ نہ سنیں گے وہاں بک بک اور نہ مکرانا ◆ بدلہ ہے تیرے رب کا دیا ہوا

حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ

حساب سے ◆ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے بڑی رحمت والا ◆ قدرت نہیں کہ

مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُونَ

اس سے بات کریں ◆ جس دن کھڑی ہو روح اور فرشتے قطار باندھ کر ◆ کوئی نہیں بولتا

إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۖ فَمَن

مگر جس کو حکم دیا رحمن نے ◆ اور وہ بولا بات ٹھیک ◆ وہ دن ہے برحق ◆ پھر جو کوئی

شَاءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ مَآبًا ﴿۳۹﴾ إِنَّا أَنذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا ۚ يَوْمَ يَنظُرُ

چاہے بنا رکھے اپنے رب کے پاس ٹھکانا ◆ ہم نے خبر سنا دی تم کو ایک آفت نزدیک آنے والی کی ◆ جس دن دیکھ لے گا

الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا ﴿۴۰﴾ ع ۲

آدمی جو آگے بھیجا اس کے دو ہاتھوں نے ◆ اور کہے گا کافر کسی طرح میں مٹی ہوتا ◆

اٰیاتہا ۴۶ (۷۹) سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۸۱) رکوعاتہا ۲

سورۂ نازعات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھیالیس آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ

قسم ہے گھسیٹ لانے والوں کی ڈوب کر ◆ اور بند چھڑانے والوں کی کھول کر ◆ اور تیرنے والوں کی

◆ یعنی شراب طہور سے لبریز جام۔

◆ **جنت میں جھوٹ اور لغو نہیں ہوگا** | یعنی جنت میں بیہودہ بکواس یا جھوٹ فریب کچھ نہ ہوگا۔ نہ کوئی کسی سے جھگڑے گا کہ جھوٹ بولنے اور مکرنے کی ضرورت پیش آئے۔

◆ یعنی رتی رتی کا حساب ہو کر بدلہ ملے گا اور بہت کافی بدلہ ملے گا۔

◆ یہ بدلہ بھی محض بخشش اور رحمت سے ہے ورنہ ظاہر ہے اللہ پر کسی کا قرض یا جبر نہیں۔ آدمی اپنے عمل کی بدولت عذاب سے بچ جائے یہی مشکل ہے، رہی جنت وہ تو خالص اس کے فضل و رحمت سے ملتی ہے اس کو ہمارے عمل کا بدلہ قرار دینا یہ بھی ذرہ نوازی اور عزت افزائی ہے۔

◆ **اللہ کی عظمت وجلال** | یعنی باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت وجلال ایسا ہے کہ کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا۔

◆ **روح اور فرشتوں کی قطار** | روح فرمایا جانداروں کو یا "روح القدس" (جبرئیل) مراد ہوں اور بعض مفسرین کے نزدیک وہ روح اعظم مراد ہے جس سے بیشمار روحوں کا انشعاب ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی اس کے دربار میں جو بولے گا اس کے حکم سے بولے گا۔ اور بات بھی وہی کہے گا جو ٹھیک اور معقول ہو مثلاً کسی غیر مستحق کی سفارش نہ کرے گا۔ مستحق سفارش کے وہی ہیں جنہوں نے دنیا میں سب باتوں سے زیادہ سچی اور ٹھیک بات کہی تھی یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

◆ یعنی وہ دن آنا تو ضروری ہے۔ اب جو کوئی اپنی بہتری چاہے اس وقت کی تیاری کر رکھے۔

◆ یعنی سب چھوٹے بڑے اگلے پچھلے اعمال سامنے ہوں گے۔

◆ **کافر کہے گا میں مٹی ہوتا** | یعنی مٹی ہی رہتا آدمی نہ بنتا کہ آدمی بن کر یہی اس حساب و کتاب کی مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا۔

سورۃ النّٰزعٰت

◆ **روح کھینچنے والے فرشتے** | یعنی ان فرشتوں کی قسم جو کافر کی رگوں میں گھس کر اس کی جان سختی سے گھسیٹ کر نکالتے ہیں۔

◆ **نیکوں کی روح کا بند کھولنے والے** | یعنی جو فرشتے مومن کے بدن سے جان کی گرہ کھول دیں۔ پھر وہ بڑی خوشی سے عالم پاک کی طرف دوڑے۔ جیسے کسی کے بند کھول دیے جائیں تو آزاد ہو کر بھاگتا ہے۔ گو یاد رہے یہ ذکر روح کا ہے بدن کا نہیں، نیک خوشی سے عالم قدس کی طرف دوڑتا ہے بد بھاگتا ہے پھر گھسیٹا جاتا ہے۔

سَبْحًا ۙ(٣) فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ(٤) فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ(٥) يَوْمَ

تیزی سے ◆ پھر آگے بڑھنے والوں کی دوڑ کر ◆ پھر کام بنانے والوں کی قسم ہے ◆ جس دن

تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ(٦) تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ(٧) قُلُوْبٌ

کانپے کانپنے والی ◆ اس کے پیچھے آئے دوسری ◆ کتنے دل

يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ(٨) اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ(٩) يَقُوْلُوْنَ

اس دن دھڑکتے ہیں ◆ ان کی آنکھیں جھک رہی ہیں ◆ لوگ کہتے ہیں

ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِى الْحَافِرَةِ ؕ(١٠) ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ؕ(١١)

کیا ہم پھر آئیں گے الٹے پاؤں ◆ کیا جب ہم ہو چکیں ہڈیاں کھوکھری

قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۘ(١٢) فَاِنَّمَا هِىَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ(١٣)

بولے تو یہ پھر آنا ہے ٹوٹے کا ◆ سو وہ تو صرف ایک جھڑکی ہے

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ؕ(١٤) هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ(١٥)

پھر تبھی وہ آ رہیں میدان میں ◆ کیا (پہنچی) تجھ کو بات موسیٰ کی ◆

اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ(١٦) اِذْهَبْ اِلٰى

جب پکارا اس کو اس کے رب نے ◆ پاک میدان میں جس کا نام طوٰی ہے ◆ جا

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۖ(١٧) فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۙ(١٨) وَ

فرعون کے پاس اس نے سر اٹھایا ◆ پھر کہہ ◆ تیرا جی چاہتا ہے کہ تو سنور جائے ◆ اور

اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۚ(١٩) فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۖ(٢٠)

راہ بتلاؤں تجھ کو تیرے رب کی طرف ◆ پھر تجھ کو ڈر ہو ◆ پھر دکھلائی اس کو وہ بڑی نشانی ◆

◆ **خلاؤں میں تیرنے والے فرشتے** یعنی جو فرشتے روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس سرعت و سہولت سے چلتے ہیں گویا بے روک ٹوک پانی پر تیر رہے ہیں۔ پھر ان ارواح کے باب میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اس کے امتثال کے لئے تیزی کے ساتھ دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

◆ **کاموں کی تدبیر کرنے والے فرشتے** یعنی اس کے بعد ان ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عقاب کا دونوں امروں میں سے ہر امر کی تدبیر و انتظام کرتے ہیں یا مطلقاً وہ فرشتے مراد ہوں جو عالم تکوین کی تدبیر و انتظام پر مسلط ہیں۔ والظاهر هو الاول۔ "وَالنّٰزِعٰت" "وَالنّٰشِطٰت" وغیرہ کی تعیین میں بہت اقوال ہیں۔ ہم نے مترجم رحمہ اللہ کے مذاق پر تقریر کر دی۔

◆ یعنی زمین میں بھونچال آئے۔ پہلی دفعہ صور پھونکنے سے۔

◆ **قیامت کے بھونچال** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی لگاتار (یکے بعد دیگرے) بھونچال چلے آئیں" اور اکثر مفسرین نے "رَادِفَة" سے صور کا دوسرا نفخہ مراد لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **دھڑکنے والے دل اور جھکی آنکھیں** یعنی اضطراب اور گھبراہٹ سے دل دھڑکتے ہوں گے اور ذلت و ندامت کے مارے آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔

◆ **دوسری زندگی پر کفار کا استہزاء** یعنی "قبر کے گڑھے میں پہنچ کر کیا پھر ہم الٹے پاؤں زندگی کی طرف واپس کئے جائیں گے۔ ہم تو نہیں سمجھ سکتے کہ کھوکھری ہڈیوں میں دوبارہ جان پڑ جائے گی۔ ایسا ہوا تو یہ صورت ہمارے لئے بڑے ٹوٹے اور خسارہ کی ہوگی۔ کیونکہ ہم نے اس زندگی کے لئے کوئی سامان نہیں کیا۔" یہ تمسخر سے کہتے تھے۔ یعنی مسلمان ہماری نسبت ایسا سمجھتے ہیں حالانکہ وہاں مرنے کے بعد سرے سے دوسری زندگی ہی نہیں نقصان اور خسارہ کا کیا ذکر۔

◆ **معمولی جھڑکی سے سب جمع ہو جائیں گے** یعنی یہ لوگ اسے بہت مشکل کام سمجھ رہے ہیں حالانکہ اللہ کے ہاں یہ سب کام دم بھر میں ہو جائیں گے۔ جہاں ایک ڈانٹ پلائی۔ یعنی صور پھونکا اسی وقت بلا توقف سب اگلے پچھلے میدان حشر میں کھڑے دکھائی دیں گے۔ آگے اس کی ایک مختصر سی جھڑکی اور معمولی سی ڈانٹ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو دنیا میں ایک بڑے متکبر کو دی گئی تھی۔ یا یوں کہیے کہ ان منکرین کو سنایا جا رہا ہے کہ تم سے پہلے بڑے زبردست منکروں کا کیا حشر ہوا۔

◆ یہ قصہ کئی جگہ مفصل گزر چکا۔

◆ یعنی کوہ طور کے پاس۔

◆ **حضرت موسیٰ کو اللہ کا پکارنا اور فرعون کی اصلاح کا حکم** یعنی اگر تجھے سنورنے کی خواہش ہو تو میں اللہ کے حکم سے سنوار سکتا ہوں اور ٹھیک راہ بتا سکتا ہوں جس پر چلنے سے تیرے دل میں اللہ کا خوف اور اس کی کامل معرفت جم جائے کیونکہ خوف کا ہونا بدون کامل معرفت کے متصور نہیں۔ معلوم ہوا حضرت موسیٰ کی بعثت کا مقصد فرعون کی اصلاح بھی تھی۔ محض بنی اسرائیل کو قید سے چھڑانا ہی نہ تھا۔

◆ **فرعون کو تبلیغ** یعنی وہاں پہنچ کر اللہ کا پیغام پہنچایا اور اس پر حجت تمام کرنے کے لئے وہ سب سے بڑا معجزہ عصا کے اژدہا بننے کا دکھلایا۔

فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾

پھر جھٹلایا اس نے اور نہ مانا ◆ پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش کرتا ہوا ◆ پھر سب کو جمع کیا پھر پکارا

فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ

تو کہا میں ہوں رب تمہارا سب سے اوپر ◆ پھر پکڑا اس کو اللہ نے سزا میں آخرت کی

وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ع

اور دنیا کی ◆ بیشک اس میں سوچنے کی جگہ ہے جس کے دل میں ڈر ہے ◆

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰىهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا

کیا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا ◆ اس نے اس کو بنایا اونچا کیا اس کا ابھار

فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ

پھر اس کو برابر (صاف) کیا اور اندھیری کی رات (تاریک کیا رات کو) اس کی اور کھول نکالی اس کی دھوپ ◆ اور زمین کو اس کے

ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ

پیچھے صاف بچھا دیا ◆ باہر نکالا زمین سے اس کا پانی ◆ اور چارا ◆ اور پہاڑوں کو

اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ

قائم کر دیا ◆ کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ◆ پھر جب آئے وہ بڑا

الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ

ہنگامہ ◆ جس دن کہ یاد کرے گا آدمی جو اس نے کمایا ◆ اور نکال ظاہر کریں دوزخ کو

لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ

جو چاہے دیکھے ◆ سو جس نے کی ہو شرارت ◆ اور بہتر سمجھا ہو دنیا کا جینا ◆ سو

◆ **فرعون کی تکذیب اور ساحروں کی تلاش** یعنی وہ طوفان اٹھانے والا جہاں تھا۔ اس فکر میں چلا کہ لوگوں کو جمع کرے اور جادوگروں کو تلاش کر کے بلوائے کہ وہ موسیٰ کے معجزات کا مقابلہ کریں۔

◆ **خدائی کا دعویٰ** یعنی سب سے بڑا رب تو میں ہوں۔ یہ موسیٰ کس کا بھیجا ہوا آیا ہے۔

◆ یعنی یہاں پانی میں ڈوبا، وہاں آگ میں جلے گا۔

◆ **اس قصہ میں عبرت** یعنی اس قصہ میں بہت سی باتیں سوچنے اور عبرت پکڑنے کی ہیں۔ بشرطیکہ آدمی کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو۔ (ربط) موسیٰ اور فرعون کا قصہ درمیان میں استطراداً آ گیا تھا۔ آگے پھر اسی مضمون قیامت کی طرف عود کرتے ہیں۔

◆ **دوسری زندگی پہ شبہ کیوں ہے** یعنی تمہارا پیدا کرنا (اور وہ بھی ایک مرتبہ پیدا کر چکنے کے بعد) آسمان، زمین اور پہاڑوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل تو نہیں۔ جب اتنی بڑی بڑی چیزوں کا خالق اس کو مانتے ہو، پھر اپنی دوبارہ پیدائش میں کیوں تردد ہے۔

◆ **آسمان کو دیکھو** یعنی آسمان کو خیال کرو کس قدر اونچا کتنا مضبوط کیسا صاف ہموار اور کس درجہ مرتب و منظم ہے۔ کس قدر زبردست انتظام اور باقاعدگی کے ساتھ اس نے سورج کی رفتار سے رات اور دن کا سلسلہ قائم کیا ہے۔ رات کے اندھیرے میں اس آسمان کا کچھ اور ہے اور دن کے اجالے میں ایک دوسری ہی شان نظر آتی ہے۔

◆ **آسمان کے بعد زمین** آسمان اور زمین میں پہلے کون پیدا کیا گیا؟ اس کے متعلق ہم پیشتر کسی جگہ کلام کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو سورۃ "فصلت" میں۔ **تنبیہ** "دحٰی" کے معنی راغب نے کسی چیز کو اس کے مقر (جائے قرار) سے ہٹا دینے کے لکھے ہیں۔ تو شاید اس لفظ میں اشارہ ہو اس جدید فلکی تحقیق کی طرف کہ زمین اصل میں کسی بڑے جرم سماوی کا ایک حصہ ہے جو اس سے الگ ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی دریا اور چشمے جاری کئے۔ پھر پانی سے سبزہ پیدا کیا۔

◆ **پہاڑوں کا قیام** جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کھاتے اور زمین کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں۔

◆ **انسانوں اور جانوروں کیلئے منافع** یعنی یہ انتظام نہ ہو تو تمہارا اور تمہارے جانوروں کا کام کیسے چلے۔ ان تمام اشیاء کا پیدا کرنا تمہاری حاجت روائی اور راحت رسانی کے لئے ہے۔ چاہئے کہ اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے رہو۔ اور سمجھو کہ جس قادر مطلق اور حکیم برحق نے ایسے زبردست انتظامات کئے ہیں کیا وہ تمہاری بوسیدہ ہڈیوں میں روح نہیں پھونک سکتا۔ لازم ہے کہ آدمی اس کی قدرت کا اقرار کرے اور اس کی نعمتوں کی شکر گذاری میں لگے ورنہ جب وہ بڑا ہنگامہ قیامت کا آئے گا اور سب کیا کرایا سامنے ہوگا سخت پچھتانا پڑے گا۔

◆ **دوزخ منظر عام پر** یعنی دوزخ کو اس طرح منظر عام پر لائیں گے کہ ہر دیکھنے والا دیکھ سکے گا۔ کوئی آڑ پہاڑ درمیان میں حائل نہ رہیگا۔

◆ **دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے** یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اسے بہتر سمجھ کر اختیار کیا اور اسے بھلا دیا۔

فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى

سو دوزخ ہی ہے اس کا ٹھکانا ◆ اور جو کوئی ڈرا ہو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے اور روکا ہو

النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾ يَسْأَلُونَكَ

اس نے جی کو خواہش سے ◆ سو بہشت ہی ہے اس کا ٹھکانا ◆ تجھ سے پوچھتے ہیں

عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ﴿٤٢﴾ فِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا ﴿٤٣﴾

وہ گھڑی ◆ کب ہوگا قیام اس کا ◆ تجھ کو کیا کام اس کے ذکر سے

إِلَىٰ رَبِّكَ مُنْتَهَاهَا ﴿٤٤﴾ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَخْشَاهَا ﴿٤٥﴾

تیرے رب کی طرف ہے پہنچ اس کی ◆ تو تو ڈر سنانے کے واسطے ہے اس کو ◆ جو اس سے ڈرتا ہے ◆

كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ﴿٤٦﴾

ایسا لگے گا جس دن دیکھیں گے اس کو ◆ کہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں مگر ایک شام یا صبح اس کی ◆

آیاتها ۴۲ — (۸۰) سُورَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۲۴) — رکوعها ۱

سورہ عبس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیالیس آیتیں ہیں اور ایک رکوع اور اسی طرح آخر تک

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١﴾ أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَىٰ ﴿٢﴾ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ

تیوری چڑھائی اور منہ موڑا ◆ اس بات سے کہ آیا اس کے پاس اندھا ◆ اور تجھ کو کیا خبر ہے شاید کہ وہ

يَزَّكَّىٰ ﴿٣﴾ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٤﴾ أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَىٰ ﴿٥﴾

سنورتا ◆ یا سوچتا تو کام آتا اس کو سمجھانا ◆ وہ جو پروا نہیں کرتا

◆ **جنت کن لوگوں کا ٹھکانہ ہے** | یعنی جو اس بات کا خیال کر کے ڈرا کہ مجھے ایک روز اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے اور اسی ڈر سے اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا بلکہ اسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور احکام الٰہی کے تابع بنایا تو اس کا ٹھکانا بہشت کے سوا کہیں نہیں۔

◆ یعنی آخر وہ گھڑی کب آئے گی اور قیامت کب قائم ہوگی۔

◆ یعنی اس کا وقت ٹھیک متعین کر کے بتلانا آپ کا کام نہیں کہ تم سے یہ سوال جواب کرو۔ آخر کار اس کا علم خدا ہی پر حوالہ کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں: "پوچھتے پوچھتے اسی تک پہنچا ہے۔ پیچھے سب بے خبر ہیں۔"

◆ **تمہارا کام ڈر سنانا ہے** | یعنی آپ کا کام قیامت کی خبر دے کر لوگوں کو ڈرا دینا ہے۔ اب جس کے دل میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ خوف ہوگا یا خوف آخرت کی استعداد ہوگی وہ ہی کچھ ڈرے گا اور ڈر کر تیاری کرے گا۔ گویا آپ کا ڈرانا نتیجہ کے اعتبار سے صرف ان ہی لوگوں کے حق میں ہوا جو اس سے منتفع ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ورنہ غافل لوگ تو انجام سے غافل ہو کر ان ہی فضول بحثوں میں پڑے ہوئے ہیں کہ قیامت کس تاریخ، کس دن، کس سن میں آئے گی۔

◆ **دنیا کی زندگی ایک صبح یا ایک شام کے برابر معلوم ہوگی** | یعنی اب تو شور مچا رہے ہیں کہ قیامت کے آنے میں دیر کیوں ہے جلدی کیوں نہیں آجاتی۔ مگر اس وقت معلوم ہوگا کہ بہت جلد آگئی۔ بیچ میں دیر کچھ نہیں لگی۔

سورۃ عبس

◆ **سورۃ عبس کے نزول کا واقعہ** | آنحضرت ﷺ بعض سرداران قریش کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ سمجھا رہے تھے اتنے میں ایک نابینا مسلمان (جن کو ابن ام مکتوم کہتے ہیں) حاضر خدمت ہوئے اور اپنی طرف متوجہ کرنے لگے کہ فلاں آیت کیونکر ہے؟ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس میں سے کچھ سکھلایئے جو اللہ نے آپ کو سکھلایا ہے۔ حضرت ﷺ کو ان کا یہ بے وقت کا پوچھنا ناگوار ہوا۔ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ میں ایک بڑے اہم کام میں مشغول ہوں۔ قریش کے یہ بڑے بڑے سردار اگر ٹھیک سمجھ کر اسلام لے آئیں تو بہت لوگوں کے مسلمان ہونے کی توقع ہے۔

حضرت ابن ام مکتوم | ابن ام مکتوم بہرحال مسلمان ہے اس کو سمجھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے ہزار مواقع حاصل ہیں اس کو دکھائی نہیں دیتا کہ میرے پاس کیسے با اثر اور بارسوخ لوگ بیٹھے ہیں جن کو اگر ہدایت ہو جائے تو ہزاروں اشخاص ہدایت پا سکتے ہیں ابھی ان کو سمجھا رہا ہوں اپنی کہتا چلا جاتا ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ ان لوگوں کی طرف سے بے رخی کر کے التفات اس کی طرف کرنا ان لوگوں پر کس قدر شاق ہوگا۔ شاید پھر وہ میری بات سننا بھی پسند نہ کریں۔ غرض آپ ﷺ منقبض ہوئے اور انقباض کے آثار چہرے پر ظاہر ہونے لگے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ روایات میں ہے کہ اس کے بعد جب وہ نابینا آپ ﷺ کی خدمت میں آتے آپ ﷺ بہت تعظیم و تکریم سے پیش آتے اور فرماتے "مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی"۔

◆ **آنحضرت ﷺ پر صیغۂ غائب میں عتاب** | یعنی پیغمبر نے ایک اندھے کے آنے پر چیں بجبیں ہو کر منہ پھیر لیا۔ حالانکہ اس کو اندھے کی معذوری شکستہ حالی اور طلب صادق کا لحاظ زیادہ کرنا چاہئے تھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یہ کلام گویا اوروں کے سامنے گلہ ہے رسول کا (اسی لئے بصیغہ غائب ذکر کیا) آگے خود رسول کو خطاب فرمایا ہے" اور محققین کہتے ہیں کہ یہ غایت تکریم و احتجاب متکلم کا اور غایت کرامت مخاطب کی ہے کہ عتاب کے وقت بھی روبرو اس امر کی نسبت آپ ﷺ کی طرف نہیں فرمائی اور آگے خطاب کا صیغہ بطور التفات کے اس لئے اختیار کیا کہ شبہ اعراض کا نہ ہو۔ نیز وہ مضمون پہلے مضمون سے ہلکا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **حضرت ابن ام مکتوم کا ذکر خیر** | یعنی وہ اندھا طالب صادق تھا۔ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے فیض توجہ سے اس کا حال سنور جاتا اور اس کا نفس مزکی ہو جاتا۔ یا تمہاری کوئی بات کان میں پڑتی اس کو اخلاص سے سوچتا سمجھتا اور آخر وہ بات کسی وقت اس کے کام آجاتی۔

فَاَنۡتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝٦ وَمَا عَلَيۡكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝٧ وَاَمَّا مَنۡ جَآءَكَ

سو تو اس کی فکر میں ہے ◆ اور تجھ پر کچھ الزام نہیں کہ وہ نہیں درست ہوتا ◆ اور وہ جو آیا تیرے پاس

يَسۡعٰى ۝٨ وَهُوَ يَخۡشٰى ۝٩ فَاَنۡتَ عَنۡهُ تَلَهّٰى ۝١٠ كَلَّاۤ اِنَّهَا

دوڑتا ◆ اور وہ ڈرتا ہے ◆ سو تو اس سے تغافل کرتا ہے ◆ یوں نہیں یہ تو

تَذۡكِرَةٌ ۝١١ فَمَنۡ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝١٢ فِىۡ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۝١٣ مَّرۡفُوۡعَةٍ

نصیحت ہے ◆ پھر جو کوئی چاہے اس کو پڑھے ◆ لکھا ہے (لکھی ہے) عزت کے ورقوں میں اونچے رکھے ہوئے

مُّطَهَّرَةٍ ۝١٤ بِاَيۡدِىۡ سَفَرَةٍ ۝١٥ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۝١٦ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ

نہایت ستھرے ◆ ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو بڑے درجہ والے نیکوکار ہیں ◆ مارا جائیو آدمی

مَاۤ اَكۡفَرَهٗ ۝١٧ مِنۡ اَىِّ شَىۡءٍ خَلَقَهٗ ۝١٨ مِنۡ نُّطۡفَةٍ

کیسا ناشکرا ہے ◆ کس چیز سے بنایا اس کو ◆ ایک بوند (قطرہ) سے ◆

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝١٩ ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ ۝٢٠ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ۝٢١

بنایا اس کو پھر اندازہ پر رکھا اس کو ◆ پھر راہ آسان کر دی اس کو ◆ پھر اس کو مردہ کیا پھر قبر میں رکھوا دیا اس کو ◆

ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ ۝٢٢ كَلَّا لَمَّا يَقۡضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ۝٢٣ فَلۡيَنۡظُرِ

پھر جب چاہا اٹھا نکالا اس کو ◆ ہرگز نہیں پورا نہ کیا جو اس کو فرمایا ◆ اب دیکھ لے

◆ **کسی کے ایمان نہ لانے کے آپ ذمہ دار نہیں** یعنی جو لوگ اپنے غرور اور شیخی سے حق کی پروا نہیں کرتے اور ان کا تکبر اجازت نہیں دیتا کہ اللہ و رسول کے سامنے جھکیں آپ ﷺ ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ یہ کسی طرح مسلمان ہو جائیں تا ان کے اسلام کا اثر دوسروں پر پڑے۔ حالانکہ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر کوئی ذمہ داری نہیں کہ یہ ضرور ہی پاک ہوں۔ آپ ﷺ کی بات سے عداوت کریں نہ ہونے سے آپ ﷺ پر کچھ الزام نہیں۔ آپ ﷺ فرض دعوت و تبلیغ کا تقاضا ادا کر چکے اور کر رہے ہیں۔ آگے ان بد دماغ متکبروں کی فکر میں اس قدر انہماک کی ضرورت نہیں کہ سچے طالب اور مخلص ایماندار توجہ سے محروم ہونے لگیں۔ یا معاملہ کی ظاہری سطح کو دیکھ کر بے سوچے سمجھے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ پیغمبر صاحب کی توجہ امیروں اور بڑے آدمیوں کی طرف زیادہ ہے شکستہ حال غریبوں کی طرف نہیں۔ اس مہمل خیال کے پھیلنے سے جو ضرر دعوت اسلام کے کام کو پہنچ سکتا ہے وہ اس نفع سے کہیں بڑھ کر ہے جس کی ان چند متکبرین کے مسلمان ہونے سے توقع کی جا سکتی ہے۔

◆ **حضرت ابن ام مکتومؓ کا شوق علم اور خشیت** | یعنی اللہ سے ڈرتا ہے یا ڈرتا تھا کہ نہ معلوم آپ ﷺ کی ملاقات میسر ہو یا نہ ہو۔ پھر اندھا ہے کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں، اندیشہ ہے کہیں راستہ میں ٹھوکر لگے یا کسی چیز سے ٹکرا جائے یا یہ کہ آپ کے پاس جاتا ہے دشمن ستانے لگیں۔

◆ **جنگ قادسیہ میں ان صحابی کی شہادت** | حالانکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے کہ ہدایت سے منتفع ہوں گے اور اسلام کے کام آئیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہی نابینا بزرگ زرہ پہنے اور جھنڈا ہاتھ میں لئے جنگ قادسیہ میں شریک تھے آخر اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

◆ **جو چاہے اس نصیحت کو پڑھے** | یعنی متکبر اغنیاء اگر قرآن کو نہ پڑھیں اور اس نصیحت پر کان نہ دھریں تو اپنا ہی برا کریں گے۔ قرآن کو ان کی کچھ پروا نہیں۔ نہ آپ کو اس درجہ ان کے درپے ہونے کی ضرورت ہے۔ ایک عام نصیحت تھی سو کر دی گئی جو اپنا فائدہ چاہے اس کو پڑھے اور سمجھے۔

◆ **قرآن کی عزت و وقعت** | یعنی کیا ان مغرور سرکشوں کے ماننے سے قرآن کی عزت و وقعت ہو گی؟ قرآن تو وہ ہے جس کی آیتیں آسمان کے اوپر نہایت معزز، بلند مرتبہ اور صاف ستھرے ورقوں میں لکھی ہوئی ہیں اور زمین پر مخلص ایماندار بھی اس کے اوراق نہایت عزت و احترام اور تقدیس و تطہیر کے ساتھ اونچی جگہ رکھتے ہیں۔

◆ یعنی وہاں فرشتے اس کو لکھتے ہیں یا اسی کے موافق وحی اترتی ہے۔ اور یہاں بھی اوراق میں لکھنے اور جمع کرنے والے دنیا کے بزرگ ترین پاکباز نیکوکار اور فرشتہ خصلت بندے ہیں جنہوں نے ہر قسم کی کمی بیشی اور تحریف و تبدیل سے اس کو پاک رکھا ہے۔

◆ **انسان کیسا ناشکرا ہے** | یعنی قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کی کچھ قدر نہ کی اور اللہ کا حق کچھ نہ پہچانا۔

◆ **انسان کی اصل عروج اور زوال** | یعنی ذرا اپنی اصل پر تو غور کیا ہوتا کہ وہ پیدا کس چیز سے ہوا ہے۔ ایک ناچیز اور بے قدر قطرہ آب سے جس میں حس و شعور، حسن و جمال اور عقل و ادراک کچھ نہ تھا، سب کچھ اللہ نے اپنی مہربانی سے عطا فرمایا۔ جس کی حقیقت کل اتنی ہو کیا اسے یہ طمطراق زیبا ہے کہ خالق و منعم حقیقی کی عظیم الشان نصیحت سے اعراض کرے اور یہ بے شرم اپنی اصل حقیقت اور مالک کی سب نعمتوں کو فراموش کر کے اس کی کچھ پروا نہ کرے۔ او احسان فراموش! کچھ تو شرمایا ہوتا۔

◆ یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سب اعضاء، قویٰ ایک خاص اسلوب اور اندازے سے رکھے۔ کوئی چیز یوں ہی بے تکی اور بے ڈھنگی خلاف حکمت نہیں رکھ دی۔

◆ **انسان کی راہ آسان کر دی** | یعنی ایمان و کفر اور بھلے برے کی سمجھ دی یا ماں کے پیٹ میں سے نکالا آسانی سے۔

◆ یعنی مرنے کے بعد اس کی لاش کو قبر میں رکھنے کی ہدایت کر دی۔ تاکہ زندوں کے سامنے یوں ہی بے حرمت نہ ہو۔

◆ **دوبارہ زندگی** | یعنی جس نے ایک مرتبہ جلایا اور مارا، اسی کو اختیار ہے کہ جب چاہے دوبارہ زندہ کر کے قبر سے نکالے۔ کیونکہ اس کی قدرت اب کسی نے سلب نہیں کر لی (العیاذ باللہ) بہرحال پیدا کر کے دنیا میں لانا پھر مار کر برزخ میں لے جانا، پھر زندہ کر کے میدان حشر میں کھڑا کر دینا، یہ امور جس کے قبضہ میں ہوئے کیا اس کی نصیحت سے اعراض و انکار اور اس کی نعمتوں کا استحقار کسی آدمی کیلئے زیبا ہے۔

◆ **انسان نے مالک کا حق نہیں پہچانا** | یعنی انسان نے ہرگز اپنے مالک کا حق نہیں پہچانا اور جو کچھ حکم ہوا تھا ابھی تک اس کو بجا نہیں لایا۔ **تنبیہ** | ابن کثیرؒ نے "کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ" کو "ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ" سے متعلق رکھا ہے یعنی جب چاہے گا زندہ کر کے اٹھائے گا۔ ابھی ایسا نہیں کیا جا سکتا کیونکہ دنیا کی آبادی کے متعلق اس کا جو حکم کونی و قدری ہے وہ ابھی تک اس نے ختم نہیں کیا۔

الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا

آدمی | اپنے کھانے کو ◆ | کہ ہم نے ڈالا پانی اوپر سے گرتا ہوا | پھر چیرا

الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾

زمین کو پھاڑ کر ◆ | پھر اگایا اس میں اناج | اور انگور | اور ترکاری

وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾

اور زیتون | اور کھجوریں | اور گھن (گنجان) کے باغ | اور میوہ | اور گھاس

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾

کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے ◆ | پھر جب آئے وہ کان پھوڑنے والی ◆

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهِ

جس دن کہ بھاگے مرد | اپنے بھائی سے | اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے | اور اپنی ساتھ والی سے

وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾

اور اپنے بیٹوں سے | ہر مرد کو ان میں سے اس دن ایک فکر لگا ہوا ہے | جو اس کے لیے کافی ہے ◆

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾

کتنے منہ اس دن روشن ہیں | ہنستے خوشیاں کرتے ◆

وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾

اور کتنے منہ اس دن | ان پر گرد پڑی ہے | چڑھی آتی ہے ان پر سیاہی ◆

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾

یہ لوگ وہی ہیں | جو منکر ہیں ڈھیٹ ◆

◆ **انسان کی زندگی کے اسباب و سامان** پہلے انسان کے پیدا کرنے اور مارنے کا ذکر تھا۔ اب اس کی زندگی اور بقاء کے سامان یاد دلاتے ہیں۔

◆ **زمین کو پھاڑ کر کونپل کا نکلنا** یعنی ایک ضعیف سے تنکے کی کیا طاقت تھی کہ زمین کو چیر پھاڑ کر باہر نکل آتا، یہ قدرت کا ہاتھ ہے جو زمین کو پھاڑ کر اس سے طرح طرح کے غلے، پھل اور سبزے ترکاریاں وغیرہ باہر نکالتا ہے۔

◆ یعنی بعض چیزیں تمہارے کام آتی ہیں اور بعض تمہارے جانوروں کے۔

◆ **صور کی کان پھاڑنے والی آواز** یعنی ایسی سخت آواز جس سے کان بہرے ہو جائیں۔ اس سے مراد نفخۂ صور کی آواز ہے۔

◆ **اس دن ہر شخص اپنی ہی فکر میں ہوگا** یعنی اس وقت ہر ایک کو اپنی فکر پڑی ہوگی احباب و اقارب ایک دوسرے کو نہ پوچھیں گے بلکہ اس خیال سے کہ کوئی میری نیکیوں میں سے نہ مانگنے لگے یا اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے لگے ایک دوسرے سے بھاگے گا۔

◆ **مومنین کے چہروں پر روشنی اور خوشی** یعنی مومنین کے چہرے نور ایمان سے روشن اور غایت مسرت سے خنداں و فرحاں ہوں گے۔

◆ **کافروں کے چہروں پر سیاہی اور کدورت** یعنی کافروں کے چہروں پر کفر کی کدورت چھائی ہوگی اور اوپر سے فسق و فجور کی ظلمت اور زیادہ تیرہ و تاریک کر دے گی۔

◆ یعنی کافر بے حیا کو کتنا ہی سمجھاؤ ذرا نہیں ڈرتے، نہ خدا سے ڈریں، نہ مخلوق سے شرمائیں۔

آیاتها ۲۹ — سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ (۸۱) مَكِّيَّةٌ (۷) — رکوعها ۱

سورۂ تکویر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ

جب سورج کی دھوپ بند ہو جائے ◆ اور جب تارے میلے ہو جائیں ◆ اور جب پہاڑ

سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵

چلائے جائیں ◆ اور جب بیانی اونٹنیاں چھٹی پھریں ◆ اور جب جنگل کے جانور (جو انسانوں سے بدکتے ہیں) اکٹھے ہو جائیں (گھبرا کر) ◆

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا

اور جب دریا بھڑکائے جائیں ◆ اور جب جیوں کے جوڑے باندھے جائیں ◆ اور جب

الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ

بیٹی جیتی گاڑ دی گئی کو پوچھیں ◆ کہ کس گناہ پر وہ ماری گئی ◆ اور جب اعمالنامے

نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲

کھولے جائیں ◆ اور جب آسمان کا پوست اتار لیں ◆ اور جب دوزخ دہکائی جائے

وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝۱۴ فَلَآ

اور جب بہشت پاس لائی جائے ◆ جان لے گا ہر ایک جی جو لے کر آیا ◆ تو

اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝۱۶ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷

قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹ جانے والوں ◆ سیدھے چلنے والوں دبک جانے والوں کی ◆ اور رات کی جب نکل جائے (پھیلے) ◆

سورۃ التکویر

◆ سورج کی روشنی تہہ ہو جائے گی | گویا اس کی لمبی شعاعیں جن سے دھوپ پھیلتی ہے لپیٹ کر رکھ دی جائیں اور آفتاب بے نور ہو کر ٹکیہ کی بتی کی مانند رہ جائے یا بالکل نہ رہے۔

◆ ستارے ٹوٹ جائیں گے | یعنی ستارے ٹوٹ کر گر پڑیں اور ان کا نور زائل ہو جائے۔

◆ یعنی ہواؤں میں اڑتے پھریں۔

◆ یعنی اونٹنیاں لاوارث پھریں گی | اہل عرب کا بہترین مال ہے اور دس مہینے کی گابھن اونٹنی جو بیاہنے کے قریب ہو وہ ان کے یہاں بچے کی توقع پر بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ لیکن قیامت کے ہولناک زلزلوں کے وقت ایسے نفیس اور عزیز مال کو کوئی نہ پوچھے گا نہ مالک کو اتنا ہوش ہوگا کہ اپنے عزیز مال کی خبر گیری کرے۔ باقی یہ کہنا کہ دل نکل جانے کی وجہ سے اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی محض ظرافت ہے۔

◆ جانور رل مل جائیں گے | یعنی جنگل کے وحشی جانور جو آدمی کے سایہ سے بھاگتے ہیں مضطرب ہو کر شہروں میں آ گھسیں اور پالتو جانوروں میں مل جائیں جیسا کہ اکثر خوف کے وقت دیکھا گیا ہے۔ ابھی چند سال ہوئے گنگا جمنا میں سیلاب آیا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک چھپر بہتا چلا جا رہا ہے جس پر آدمی بھی ہیں اور سانپ وغیرہ بھی لپٹ رہے ہیں ایک دوسرے سے کچھ تعرض نہیں کرتے۔ نفسی نفسی پڑی ہوئی ہے بلکہ زیادہ سردی کے زمانہ میں درندے جنگل سے شہر میں گھس آتے ہیں۔ تنبیہ | بعض مفسرین نے "حُشِرَتْ" کے معنی مرنے کے اور بعض نے مار کر اٹھانے کے لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ سمندر آگ کی طرح جھونکے جائیں گے | یعنی سمندروں کا پانی گرم ہو کر بھاپ بن کر اڑ جائے اور آگ بن جائے جو نہایت گرم ہو کر محشر میں کافروں کو عذاب دینے کو دہکتا ہے اور تنور کی طرح جھونکے جاتا ہے۔

◆ انسانوں کے مختلف جوڑے اور جماعتیں | یعنی کافر کافر کے اور مسلم مسلم کے ساتھ پھر ہر قسم کا نیک یا بدعمل کرنے والا اپنے جیسے عمل کرنے والوں کے ساتھ جوڑ دیا جائے اور عقائد، اعمال، اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے الگ الگ جماعتیں بنا دی جائیں یا یہ مطلب ہے کہ روحوں کو جسموں کے ساتھ جوڑ دیا جائے۔

◆ بیٹیوں پر ظلم کا سوال ہوگا | عرب میں رسم تھی کہ باپ اپنی بیٹی کو نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے زندہ زمین میں گاڑ دیتا تھا بعض تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے تھے اور بعض کو یہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دیں گے وہ داماد کہلائے گا۔ قرآن نے آگاہ کیا کہ ان مظلوم بچیوں کی نسبت بھی سوال ہوگا کہ کس گناہ پر ان کو قتل کیا تھا۔ یہ مت سمجھنا کہ ہماری اولاد ہے اس میں ہم جو چاہیں تصرف کریں بلکہ اولاد ہونے کی وجہ سے جرم اور زیادہ سنگین ہو جاتا ہے۔

◆ آسمان کا پوست اتارا جائے گا | جیسے جانور کا بعد ذبح کے پوست اتار لیتے ہیں۔ اس سے تمام اعضاء اور رگ و ریشہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے کھل جانے سے جس کے اوپر کی چیزیں نظر آئیں گی اور غمام کا نزول ہوگا۔ جس کا ذکر انیسویں پارہ میں آیت "وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ" الخ سے ہوا ہے۔

◆ دوزخ دہکائی جائے گی اور جنت قریب لائی جائے گی | یعنی دوزخ بڑے زور و شور کے ساتھ دہکائی جائے اور بہشت متقیوں کے نزدیک کر دی جائے جس کی رونق بہار دیکھنے سے عجیب مسرت و فرحت حاصل ہو۔

◆ ہر آدمی اپنا عمل جان لے گا | یعنی ہر ایک کو پتہ لگ جائے گا کہ نیکی یا بدی کا کیا سرمایہ لے کر حاضر ہوا ہے۔

◆ سیاروں کی چال کی قسم | کئی سیارے (مثلاً زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد) کی چال اس ڈھب سے ہے کہ کبھی مغرب سے مشرق کو چلیں یہ سیدھی راہ ہوئی، کبھی ٹھٹک کر الٹے پھریں اور کبھی سورج کے پاس آ کر کتنے دنوں تک غائب رہیں۔

◆ یا جب جانے لگے۔ اس لفظ کے دونوں معنی آتے ہیں۔

وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿١٨﴾ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي

اور صبح کی جب دم بھرے (سانس لیوے) ◆ مقرر یہ کہا ہے ایک بھیجے ہوئے عزت والے کا

قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾

قوت والا عرش کے مالک کے پاس درجہ پانے والا سب کا مانا ہوا وہاں کا معتبر ہے ◆

وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿٢٣﴾

اور یہ تمہارا رفیق کچھ دیوانہ نہیں ◆ اور اس نے دیکھا ہے اس فرشتہ کو آسمان کے کھلے کنارہ کے پاس ◆

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ

اور یہ غیب کی بات بتانے میں بخیل نہیں ◆ اور یہ کہا ہوا نہیں کسی شیطان

رَّجِيمٍ ﴿٢٥﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿٢٦﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ﴿٢٧﴾

مردود کا ◆ پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو ◆ یہ تو ایک نصیحت ہے جہان بھر کے واسطے ◆

◆ **صبح کے سانس لینے کی قسم** حضرت شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ آفتاب کو دریا میں تیرنے والی مچھلی سے تشبیہ دی اور طلوع سے پہلے اس کے نور کے منتشر ہونے کو دم ماہی سے نسبت کی۔ جیسے مچھلی دریا میں آنکھوں سے پوشیدہ تیرتی ہے اور اس کے سانس لینے سے پانی اٹھتا اور منتشر ہوتا ہے۔ اسی طرح آفتاب کی حالت قبل طلوع اور قبل روشنی پھیلنے کے ہے۔ اور بعضوں نے کہا دم بھرنا کنایہ ہے نسیم سے جو طلوع صبح کے قریب موسم بہار میں چلتی ہے۔

ان قسموں کی مناسبت شاید ان قسموں کی مناسبت آیندہ مضمون سے یہ ہے کہ ان ستاروں کا چلنا، ٹھہرنا، لوٹنا اور چھپ جانا ایک نمونہ ہے اگلے انبیاء کا جو ایک بار روشن آئے اور ایک مدت دراز تک ان کے نشان باقی رہے، پھر منقطع ہو کر چھپ جانے اور غائب ہو جانے کا۔ اور رات کا دھندلا سا اندھیرا گویا وہ زمانہ تھا جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت یا بعثت سے پہلے دنیا پر گذرا کہ کسی شخص کو حق و باطل کی تمیز نہ رہی تھی اور روحانی روشنی بالکل مٹ چکی تھی۔ اس کے بعد صبح صادق کا وجود پیغمبر آخر الزمان کا جہان میں تشریف لانا اور قرآن کا اترنا ہے کہ ہر چیز کو جیسا کہ نور سے دن کی روشنی نے ساری دنیا کو اور انبیاء کا نور ستاروں کی طرح تھا اور اس نور اعظم کو آفتاب درخشاں کہنا چاہئے۔ ولنعم ماقیل۔

فانہ شمس فضل ہم کواکبہا ... یظہرن انوارہا للناس فی الظلم

حتی اذا طلعت فی الکون عم ہداہا ... للعالمین واحیت سائر الامم

اور بعض علماء نے فرمایا کہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا فرشتوں کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت میں جا چھپنے

کے مشابہ ہے اور رات کا گذرنا اور صبح کا آنا قرآن کے سبب ظلمت کفر دور ہو جانے اور نور ہدایت کے پوری طرح ظاہر ہو جانے کے مشابہ ہے۔ اس تقریر کے موافق مقسم بہ کی مناسبت مقسم علیہ سے زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **حضرت جبرئیلؑ کی چند صفات** یہ حضرت جبرئیلؑ کی صفات بیان ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کے پاس سے ہم تک پہنچا اس میں دو واسطے ہیں۔ ایک وحی لانے والا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) اور دوسرا پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی صفات وہ ہیں جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی طرح کا شک وشبہ قرآن کے صادق اور منزل من اللہ ہونے میں نہیں رہتا۔ کسی روایت کی صحت تسلیم کرنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ راوی وہ ہوتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا ثقہ، عادل، ضابط، اور امانتدار ہو۔ جس سے روایت کرے اس کے پاس عزت وحرمت کے ساتھ رہتا ہو۔ بڑے بڑے معتبر ثقات اس کی امانت وغیرہ پر اعتماد کلی رکھتے ہوں۔ اور اسی لئے اس کی بات بے چون وچرا مانتے ہوں۔ یہ تمام صفات حضرت جبرئیل میں موجود ہیں وہ کریم (عزت والے) ہیں جن کے لئے اعلیٰ نہایت متقی اور پاکباز ہونا لازم ہے "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ" وفی الحدیث "الکرم التقوی" بڑی قوت والے ہیں جس میں اشارہ ہے کہ حفظ وضبط اور بیان کی قوت بھی کامل ہے۔ اللہ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہے۔ سب فرشتوں سے زیادہ بارگاہ ربوبیت میں قرب اور رسائی حاصل ہے آسمانوں کے فرشتے ان کی بات مانتے اور ان کا حکم تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ان کے امین اور معتبر ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔ یہ تو رسول ملکی کا حال تھا آگے رسول بشری کا حال سن لیجئے۔

◆ **تمہارے رفیق پر جنون کا الزام غلط ہے** یعنی بعثت سے پہلے چالیس سال تک وہ تمہارے اور تم اس کے ساتھ رہے اتنی طویل مدت تک اس کے تمام کھلے چھپے احوال کا تجربہ کیا۔ کبھی ایک مرتبہ اس میں جھوٹ فریب یا دیوانہ پن کی بات نہ دیکھی۔ ہمیشہ اس کے صدق وامانت اور عقل ودانائی کے معترف رہے۔ اب بلا وجہ اسے جھوٹا یا دیوانہ کیونکر کہہ سکتے ہو۔ کیا یہ وہی تمہارا رفیق نہیں ہے جس کے رتی رتی احوال کا تم پہلے سے تجربہ رکھتے ہو۔ اب اس کو دیوانہ کہنا بجز دیوانگی کے کچھ نہیں۔

◆ **حضرت جبرئیلؑ کو اصلی صورت میں دیکھنا** یعنی مشرقی کنارہ کے پاس اس کی اصلی صورت میں صاف صاف دیکھا۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاید دیکھنے یا پہچاننے میں کچھ اشتباہ والتباس ہو گیا ہوگا جس کو فرشتہ سمجھ لیا وہ واقع میں فرشتہ نہ ہوگا۔ سورۂ "نجم" میں پہلے آچکا "فَاسْتَوٰی وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی"

◆ **آنحضرت ﷺ غیب کی خبر دینے میں بخیل نہیں** یعنی یہ پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے۔ یا اللہ کے اسماء وصفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت وبطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا نہ اجرت مانگتا ہے۔ نہ نذرانہ نہ بخشش۔ پھر کاہن کا لقب اس پر کیسے چسپاں ہو سکتا ہے۔ کاہن محض ایک جزئی اور ناتمام بات غیب کی سو جھوٹ ملا کر بیان کرتا ہے اور اس کے بتلانے میں بھی اس قدر بخیل ہے کہ بدون مٹھائی یا نذرانہ وغیرہ وصول کئے ایک حرف زبان سے نہیں نکالتا۔ پیغمبروں کی سیرت سے کاہنوں کی پوزیشن کو کیا نسبت۔

◆ **یہ شیطان کا قول نہیں** بھلا شیطان ایسی نیکی اور پرہیزگاری کی باتیں کیوں سکھلانے لگا جس میں سراسر بنی آدم کا فائدہ اور خود اس ملعون کی تقبیح ومذمت ہو۔

◆ یعنی جب جھوٹ، دیوانگی، تخیل، وہم اور کہانت وغیرہ کے سب احتمالات مرفوع ہوئے تو بجز صدق وحق کے اور کیا باقی رہا۔ پھر اس روشن اور صاف راستہ کو چھوڑ کر کدھر بہکے چلے جا رہے ہو۔

◆ قرآن کی نسبت جو احتمالات تم پیدا کرتے ہو سب غلط ہیں۔ اگر اس کے مضامین وہدایات میں غور کرو تو اس کے سوا کچھ نہ نکلے گا کہ یہ سارے جہان کے لئے ایک سچا نصیحت نامہ اور مکمل دستور العمل ہے جس سے ان کی دارین کی فلاح وابستہ ہے۔

لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ

جو کوئی چاہے تم میں سے کہ سیدھا چلے ◆ اور تم جبھی چاہو کہ

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾

چاہے اللہ سارے جہان کا مالک ◆

اٰیاتھا ۱۹ — (۸۲) سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲) — رکوعھا ۱

سورۃ انفطار مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿١﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿٢﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ

جب آسمان چر جائے (پھٹ جائے) اور جب تارے جھڑ پڑیں اور جب دریا

فُجِّرَتْ ﴿٣﴾ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

اٹھ نکلیں ◆ اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں ◆ جان لے ہر ایک جی جو کچھ آگے بھیجا

وَاَخَّرَتْ ﴿٥﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿٦﴾

اور پیچھے چھوڑا ◆ اے آدمی کس چیز سے بہکا تو اپنے رب کریم پر ◆

الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ

جس نے تجھ کو بنایا پھر تجھ کو ٹھیک بنایا پھر تجھ کو برابر کیا ◆ جس صورت میں چاہا

رَكَّبَكَ ﴿٨﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ﴿٩﴾ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ

تجھ کو جوڑ دیا ◆ ہرگز نہیں پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف کا ہونا ◆ اور تم پر نگہبان

یعنی بالخصوص ان کے لئے نصیحت ہے جو سیدھا چلنا چاہیں۔ عناد اور کجروی اختیار نہ کریں۔ کیونکہ ایسے ہی لوگ اس نصیحت سے منتفع ہوں گے۔

یعنی فی نفسہ قرآن نصیحت ہے لیکن اس کی تاثیر مشیت الٰہی پر موقوف ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے۔ اور بعض کے لئے کسی حکمت سے ان کے سوء استعداد کی بناء پر متعلق نہیں ہوتی۔

سورۃ الانفطار

قیامت کی ہولناکیاں یعنی سمندر کا پانی زمین پر زور کرے۔ آخر میٹھے اور کھاری سب پانی مل جائیں۔

قبریں الٹ پلٹ ہو جائیں گی یعنی جو چیز زمین کی تہ میں تھی اوپر آ جائے۔ اور مردے قبروں سے نکالے جائیں۔

یعنی جو بھلے برے کام کئے یا نہیں کئے شروع عمر میں کئے یا اخیر میں۔ ان کا اثر اپنے پیچھے چھوڑا یا نہیں چھوڑا۔ سب اس وقت سامنے آ جائیں گے۔

اے انسان! رب کریم پر کیوں بہک گیا یعنی وہ رب کریم کیا اس کا استحقاق رکھتا کہ تو اپنے جہل و حماقت سے اس کے حلم پر مغرور ہو کر نافرمانیاں کرتا رہے؟ اور اس کے لطف و کرم کا جواب کفران و طغیان سے دے؟ اس کا کرم دیکھ کر تو اور زیادہ شرمانا اور حلیم کے غضب سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے تھا۔ بیشک وہ کریم ہے لیکن منتقم اور حکیم بھی ہے۔ پھر یہ غرور اور دھوکا نہیں تو اور کیا ہوگا کہ اس کی ایک صفت کو لے کر دوسری صفات سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔

تجھے پیدا کیا اور ٹھیک کیا حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "ٹھیک کیا بدن میں برابر کیا خصلت میں" یا یہ مطلب ہے کہ تیرے اعضاء کے جوڑ بند درست کئے اور حکمت کے موافق ان میں تناسب رکھا۔ پھر مزاج و اخلاط میں اعتدال پیدا کیا۔

تیری صورت کی ترکیب کی یعنی سب کی صورتوں میں تھوڑا بہت تفاوت رکھا۔ ہر ایک کو الگ صورت شکل اور رنگ روپ عنایت کیا اور بحیثیت مجموعی انسان کی صورت کو تمام جانداروں کی صورت سے بہتر بنایا۔ بعض سلف اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ وہ چاہتا تو تجھے گدھے، کتے، خنزیر کی شکل و صورت میں ڈال دیتا۔ باوجود اس قدرت کے محض اپنے فضل اور مشیت سے انسانی صورت میں رکھا۔ بہرحال جس خدا کی یہ قدرت ہو اور ایسے انعامات ہوں کیا اس کے ساتھ آدمی کو یہی معاملہ کرنا چاہئے۔

تمہیں انصاف کے دن کا یقین نہیں یعنی بہکنے اور دھوکا کھانے کی اور کوئی وجہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ تم انصاف کے دن پر یقین نہیں رکھتے ہو کہ جو چاہیں کرتے رہیں، آگے کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔ یہاں جو کچھ عمل ہم کرتے ہیں کون ان کو لکھتا اور محفوظ کرتا ہوگا۔ بس مر گئے سب قصہ ختم ہوا۔

لَحٰفِظِيْنَ ۝١٠ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝١١ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝١٢

مقرر ہیں | عزت والے اعمال لکھنے والے | جانتے ہیں | جو کچھ تم کرتے ہو

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝١٣ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝١٤

بے شک نیک لوگ | جنت میں ہیں | اور بے شک گنہگار | دوزخ میں ہیں

يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝١٥ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝١٦ وَمَآ

ڈالے جائیں گے اس میں انصاف کے دن | اور نہ ہوں گے اس سے جدا ہونے والے (چھپ جانے والے) | اور تجھ کو

اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٧ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝١٨

کیا خبر ہے | کیسا ہے دن انصاف کا | پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے | کیسا ہے دن انصاف کا

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝١٩ ع

جس دن کہ بھلا نہ کر سکے | کوئی جی کسی جی کا کچھ بھی | اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے

اٰیاتہا ٣٦ | (٨٣) سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ (٨٦) | رکوعہا ١

سورۂ مطففین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھتیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ

خرابی ہے گھٹانے والوں کی | وہ لوگ کہ جب ماپ کر لیں | لوگوں سے

يَسْتَوْفُوْنَ ۝٢ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝٣

تو پورا بھر لیں | اور جب ماپ کر دیں ان کو | یا تول کر تو گھٹا کر دیں

(۱) **کراماً کاتبین** جو نہ خیانت کرتے ہیں نہ کوئی عمل لکھے بغیر چھوڑتے ہیں۔ نہ ان سے تمہارے اعمال پوشیدہ ہیں جب سب عمل ایک ایک کر کے اس اہتمام سے لکھے جا رہے ہیں تو کیا یہ سب دفتر یوں ہی بیکار چھوڑ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً ہر شخص کے اعمال اس کے آگے آئیں گے اور اس کا اچھا یا برا پھل چکھنا پڑے گا۔ جس کی تفصیل آگے بیان کی۔

(۲) جہاں ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی نعمتوں اور راحتوں میں رہنا ہوگا، اگر نکلنے کا کھٹکا رہتا تو راحت ہی کیا ہوتی۔

(۳) یعنی نہ بھاگ کر اس سے الگ رہ سکتے ہیں نہ داخل ہونے کے بعد کبھی نکل کر جا سکتے ہیں۔ ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔

(۴) **فیصلہ کا دن کیا ہے؟** یعنی کتنا ہی سوچو اور غور کرو، پھر بھی اس ہولناک دن کی پوری کیفیت سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ بس مختصر اتنا سمجھ لو کہ اس دن جتنے رشتے ناطے خویشی اور آشنائی کے ہیں سب نیست و نابود ہو جائیں گے، سب نفسی نفسی پکارتے ہوں گے۔ کوئی شخص بدون حکم مالک الملک کے کسی کی سفارش نہ کر سکے گا۔ عاجزی، چاپلوسی اور صبر و استقلال کچھ کام نہ دیگا۔ "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہُ"

(۵) **اس دن صرف اسی کا حکم چلے گا** یعنی دنیا میں جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر، ماں باپ کا اولاد پر، اور آقا کا نوکر پر جاری ہوتا ہے اس دن یہ سب حکم ختم ہو جائیں گے اور اس شہنشاہ مطلق کے سوا کسی کو دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی تنہا بلا شرکت غیرے ظاہراً و باطناً اسی کا حکم چلے گا۔ اور سارے کام حساب و معاملہ کیلئے اسی کے قبضہ میں ہوں گے۔

سورۃ المطففین

(۱) **ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والے** گو لوگوں سے اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں مگر یہاں اس کے لانے سے مقصود خود اس بات پر مذمت کرنا نہیں بلکہ کم دینے کی مذمت کو مؤکد کرنا ہے۔ یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہ مذموم ہے لیکن اس کے ساتھ اگر لیتے وقت دوسروں کی بالکل رعایت نہ کی جائے تو اور زیادہ مذموم ہے۔ بخلاف رعایت کرنے والے کے کہ اگر اس میں ایک عیب ہے تو ایک ہنر بھی ہے فتلک بتلک۔ لہٰذا پہلے شخص کا عیب زیادہ شدید ہوا اور چونکہ اصل مقصود مذمت ہے کم دینے کی، اس لئے اس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا جائے تا خوب تصریح ہو جائے کہ ناپنے میں بھی کم ناپتے ہیں اور تولنے میں بھی کم تولتے ہیں اور چونکہ پورا لینا فی نفسہ مذموم نہیں اس لئے وہاں صرف ایک کے ذکر پر اکتفا کیا، پھر تخصیص ناپ کی شاید اس لئے ہو کہ عرب میں اور خصوصاً مدینہ میں زیادہ رواج کیل کا تھا۔ اس کے سوا اور بھی وجوہ تخصیص کی ہو سکتی ہیں۔

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۵﴾

کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ | کہ ان کو اٹھنا ہے | اس بڑے دن کے واسطے ۞

یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶﴾ کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ

جس دن کھڑے رہیں لوگ | راہ (سامنے) اس جہان کے مالک کی ۞ | ہرگز نہیں ۞ | بے شک اعمال نامہ

الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ﴿۷﴾ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا سِجِّیْنٌ ﴿۸﴾ کِتٰبٌ

گنہگاروں کا سجین میں ہے | اور تجھ کو کیا خبر ہے | کیا ہے سجین | ایک دفتر ہے

مَّرْقُوْمٌ ﴿۹﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ

لکھا ہوا ۞ | خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی | جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کے

الدِّیْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا یُکَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا کُلُّ مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ ﴿۱۲﴾ اِذَا تُتْلٰی

دن کو | اور اس کو جھٹلاتا ہے وہی جو بڑھ نکلنے والا گنہگار ہے ۞ | جب سنائے

عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳﴾ کَلَّا بَلْ ۜ رَانَ

اس کو ہماری آیتیں | کہے نقلیں (کہانیاں) ہیں پہلوں کی ۞ | کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے

عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ کَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ

ان کے دلوں پر | جو وہ کماتے تھے ۞ | کوئی نہیں | وہ اپنے رب سے

یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ

اس دن | روک دیے جائیں گے ۞ | پھر مقرر وہ گرنے والے ہیں دوزخ میں | پھر

یُقَالُ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تُکَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ

کہا جائے گا | یہ وہی ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے ہرگز نہیں ۞ | بے شک اعمال نامہ

◆ **انہیں جواب دہی کا یقین نہیں** | یعنی اگر انہیں خیال ہوتا کہ مرنے کے بعد ایک دن پھر اٹھنا اور خدا کے سامنے تمام حقوق و فرائض کا حساب دینا ہے تو ہرگز ایسی حرکت نہ کرتے۔

◆ کہ کب تجلی فرماتا اور کب حساب کتاب کر کے ہمارے حق میں کوئی فیصلہ دیتا ہے۔

◆ **یوم حساب ضرور آئے گا** | یعنی ہرگز گمان نہ کیا جائے کہ ایسا دن نہیں آئے گا۔ وہ ضرور آتا ہے اور اس کے لئے سب نیکوں اور بدوں کے اعمالنامے اپنے اپنے دفتر میں مرتب کیے رکھے ہیں۔

◆ **سجین کا دفتر** | یعنی سجین ایک دفتر ہے جس میں نام ہر ایک دوزخی کا درج ہے۔ اور "بندوں کے عمل لکھنے والے فرشتے" جن کا ذکر اس سے پہلی سورت میں آچکا ان بدکاروں کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے بعد ہر شخص کے عمل علیحدہ علیحدہ فردوں میں لکھ کر اس دفتر میں داخل کرتے ہیں اور اس فرد پر یا ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت بنا دیتے ہیں جس کے دیکھتے ہی معلوم ہو جائے کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح بھی اس مقام میں رکھی جاتی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی ان کے نام وہاں داخل ہوتے ہیں مر کر وہیں پہنچیں گے۔" بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ مقام ساتویں زمین کے نیچے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ جو شخص روز جزا کا منکر ہے فی الحقیقت اللہ کی ربوبیت، اس کی قدرت اور اس کے عدل و حکمت سب کا منکر ہے اور جو ان چیزوں کا منکر ہو وہ جس قدر گناہوں پر دلیر ہو تھوڑا ہے۔

◆ یعنی قرآن اور نصیحت کی باتیں سن کر کہتا ہے کہ ایسی باتیں لوگ پہلے بھی کرتے آئے ہیں۔ وہی پرانی کہانیاں اور قصے افسانے انہوں نے نقل کر دیئے۔ بھلا ہم ان نقلوں اور کہانیوں سے ڈرنے والے کب ہیں۔

◆ **کفار کے قلوب کا زنگ** | یعنی ہماری آیتوں میں کچھ شک و شبہ کا موقع نہیں۔ اصل یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت و مزاولت سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے ہیں۔ اس نے حقائق سمجھنے کا ملکہ ان میں نہیں رہا۔ حدیث میں فرمایا کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ اگر توبہ کر لی تو صاف ہو گیا ورنہ جوں جوں گناہ کرتا جائے گا وہ نقطہ بڑھتا اور پھیلتا رہے گا۔ تا آنکہ قلب بالکل کالا سیاہ ہو جائے گا کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے۔ یہی حال ان مکذبین کا سمجھو کہ شرارتیں کرتے کرتے ان کے دل بالکل مسخ ہو چکے ہیں اسی لئے آیات اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

◆ **دیدار الٰہی سے کفار کی محرومی** | یعنی اس انکار و تکذیب کے انجام سے بے فکر نہ ہوں۔ وہ وقت ضرور آنے والا ہے جب مومنین حق سبحانہ و تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوں گے اور یہ بدبخت محروم رکھے جائیں گے۔

◆ **دفتر علیین** | یعنی ان بدمعاشوں کا اور نیکوں کا ایک انجام ہرگز نہیں ہو سکتا۔

الابرار لفي عليين ﴿١٨﴾ وما ادرىك ما عليون ﴿١٩﴾ كتب

نیکوں کا — علیین میں ہے — اور تجھ کو کیا خبر ہے — کیا ہے علیین — ایک دفتر ہے

مرقوم ﴿٢٠﴾ يشهده المقربون ﴿٢١﴾ ان الابرار لفي نعيم ﴿٢٢﴾

لکھا ہوا — اس کو دیکھتے ہیں نزدیک والے یعنی فرشتے — بے شک نیک لوگ ہیں آرام میں

على الارآئك ينظرون ﴿٢٣﴾ تعرف في وجوههم نضرة

تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے — تو پہچانے ان کے منہ پر — تازگی

النعيم ﴿٢٤﴾ يسقون من رحيق مختوم ﴿٢٥﴾ ختمه مسك وفي

آرام کی — ان کو پلائی جاتی ہے شراب خالص مہر لگی ہوئی — جس کی مہر جمتی ہے مشک پر — اور

ذلك فليتنافس المتنافسون ﴿٢٦﴾ ومزاجه من تسنيم ﴿٢٧﴾

اس پر چاہیے کہ ڈھیں لپکنے والے — اور اس کی ملونی ہے — تسنیم سے

عينا يشرب بها المقربون ﴿٢٨﴾ ان الذين اجرموا كانوا من

وہ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں نزدیک والے (اللہ کے مقرب) — وہ لوگ جو گنہگار ہیں — تھے

الذين امنوا يضحكون ﴿٢٩﴾ واذا مروا بهم يتغامزون ﴿٣٠﴾

ایمان والوں سے ہنسا کرتے — اور جب ہو کر نکلتے ان کے پاس کو تو آپس میں آنکھ (سے) مارتے

واذا انقلبوا الى اهلهم انقلبوا فكهين ﴿٣١﴾ واذا راوهم قالوا

اور جب پھر کر جاتے اپنے گھر — پھر جاتے باتیں بناتے — اور جب ان کو دیکھتے — کہتے

ان هؤلاء لضالون ﴿٣٢﴾ وما ارسلوا عليهم حفظين ﴿٣٣﴾ فاليوم

بے شک یہ لوگ بہک رہے ہیں — اور ان کو بھیجا نہیں ان پر نگہبان بنا کر — سو آج

◆ **علّیین کہاں ہے** | یعنی جنتیوں کے نام وہاں درج ہیں اور ان کے اعمال کی مسلیں مرتب کر کے رکھی جاتی ہیں اور ان کی ارواح کو اول وہاں لے جا کر پھر اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچایا جاتا ہے اور قبر سے بھی ان ارواح کا ایک گونہ تعلق قائم رکھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ مقام ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور مقربین کی ارواح اسی جگہ مقیم رہتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ مقرب فرشتے یا اللہ کے مقرب بندے خوش ہو کر مومنین کے اعمالنامے دیکھتے ہیں اور اس مقام پر حاضر رہتے ہیں۔

◆ **اہل جنت کی مسہریاں** | یعنی مسہریوں میں بیٹھے جنت کی سیر کرتے ہوں گے اور دیدار الٰہی سے آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔

◆ **اہل جنت کے چہروں کی رونق اور تازگی** | یعنی جنت کے عیش و آرام سے ان کے چہرے ایسے پر رونق اور تر و تازہ ہوں گے کہ ہر ایک دیکھنے والا دیکھتے ہی پہچان جائے کہ یہ لوگ نہایت عیش و نعم میں ہیں۔

◆ **مہر لگی ہوئی شراب** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "شراب کی نہریں ہیں جو ہر کسی کے گھر میں۔ لیکن یہ شراب نادر ہے جو مہر بند رہتی ہے"

◆ **مشک کی مہر** | جیسے دنیا میں مہر لاکھ یا مٹی پر لگائی جاتی، وہاں کی مٹی مشک ہے اسی پر لگائی جائے گی۔ شیشہ ہاتھ میں لیتے ہی دماغ معطر ہو جائے گا اور اخیر تک خوشبو مہکتی رہے گی۔

◆ **ٹوٹ پڑنے والے اس شراب پر ٹوٹ پڑیں** | یعنی دنیا کی ناپاک شراب اس لائق نہیں کہ بھلے آدمی اس کی طرف رغبت کریں۔ ہاں یہ شراب طہور ہے جس کے لیے لوگوں کو ٹوٹ پڑنا چاہیے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش ہونی چاہیے۔

◆ **چشمۂ تسنیم کی ملونی** | یعنی مقرب لوگ اس چشمہ کی شراب کو خالص پیتے ہیں اور ابرار کو اس شراب کی ملونی دی جاتی ہے جو بطور گلاب وغیرہ کے ان کی شراب میں ملاتے ہیں۔

◆ کہ ان بیوقوفوں کو کیا خیال و سودا دامن گیر ہوا ہے کہ محسوس موجود لذتوں کو جنت کی خیالی لذتوں کی توقع پر چھوڑتے ہیں۔

◆ **کفار مومنین کی تضحیک کرتے تھے** | کہ دیکھو یہی بے عقل اور احمق لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو جنت کے ادھار پر دنیا کے نقد سے محروم کر رکھا ہے۔

◆ یعنی خوش طبعی کرتے اور مسلمانوں پر پھبتیاں کستے تھے اور اپنے عیش و آرام پر مفتون و مغرور ہو کر سمجھتے کہ ہمارے ہی عقیدے اور خیالات درست ہیں ورنہ یہ نعمتیں ہم کو کیوں ملتیں۔

◆ **مومنین کے مجاہدے کا مذاق** | کہ خواہ مخواہ جد و ریاضت کر کے اپنی جانیں کھپاتے اور موہوم لذتوں کو موجودہ لذتوں پر ترجیح دیتے ہیں اور نامعلوم مشقتوں کا کمالات حقیقی نام رکھا ہے۔ کیا کھلی ہوئی گمراہی نہیں کہ سب گھر بار اور عیش و آرام چھوڑ کر ایک شخص کے پیچھے ہو لئے اور اپنے آبائی دین کو بھی ترک کر بیٹھے۔

◆ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں کو ان مسلمانوں پر نگہبان نہیں بنایا گیا کہ احمق اپنی تباہ کاریوں سے آنکھیں بند کر کے ان کی حرکات کی نگرانی کیا کریں۔ اپنی اصلاح کی فکر نہ ہو۔ اور سیدھی راہ چلنے والوں کو گمراہ اور احمق بتائیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٤﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ

ایمان والے منکروں سے ہنستے ہیں ◆ تختوں پر بیٹھے

يَنْظُرُونَ ﴿٣٥﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾

دیکھتے ہیں ◆ اب بدلہ پایا ہے منکروں نے جیسا کچھ کرتے تھے ◆

ع ۲

آیاتہا ۲۵ (۸۴) سورۃ الانشقاق مکیۃ (۸۳) رکوعہا ۱

سورۃ انشقاق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پچیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ﴿١﴾ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٢﴾ وَإِذَا

جب آسمان پھٹ جائے ◆ اور سن لے حکم اپنے رب کا اور وہ آسمان اسی لائق ہے ◆ اور جب

الْأَرْضُ مُدَّتْ ﴿٣﴾ وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ﴿٤﴾ وَأَذِنَتْ

زمین پھیلا دی جائے ◆ اور نکال ڈالے جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جائے ◆ اور سن لے

لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ

حکم اپنے رب کا اور وہ زمین اسی لائق ہے ◆ اے آدمی تجھ کو تکلیف اٹھانی ہے اپنے رب تک پہنچنے

كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ﴿٦﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ﴿٧﴾

میں سہہ سہہ کر (کھپ کھپ کر) پھر اس سے ملنا ہے ◆ سو جس کو ملا اعمالنامہ اس کا داہنے ہاتھ میں

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ﴿٨﴾ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ

تو اس سے حساب لیں گے ◆ آسان حساب ◆ اور پھر کر آئے گا اپنے لوگوں کے پاس

آخرت میں مومنین کفار پر ہنسیں گے یعنی قیامت کے دن مسلمان ان کافروں پر ہنستے ہیں کہ یہ لوگ کیسے کوتاہ اندیش اور احمق تھے جو ہنسیں اور فانی چیز کو لیکر اس اور باقی نعمتوں پر ترجیح دی۔ آخر آج دوزخ میں کس طرح عذاب دائم کا مزہ چکھ رہے ہیں۔

یعنی اپنی خوشحالی اور کافروں کی بدحالی کا نظارہ کر رہے ہیں۔

آج منکروں کو ان کے اعمال کا بدلہ مل گیا یعنی جو دنیا میں مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے تھے، آج ان کا حال قابل "مضحکہ" ہو رہا ہے اور مسلمان ان کی گزشتہ حماقتوں کا خیال کر کے ہنستے ہیں۔

سورۃ الانشقاق

آسمان کو پھٹنے کا حکم ہوگا یعنی اللہ کی طرف سے جب پھٹنے کا حکم تکوینی ہوگا، آسمان اس کی تعمیل کرے گا اور وہ مقہور و مسخر ہونے کے لحاظ سے اسی لائق ہے کہ باایں عظمت و رفعت اپنے مالک و خالق کے سامنے گردن ڈال دے اور اس کی فرمانبرداری میں ذرا چون و چرا نہ کرے۔

زمین پھیلا دی جائے گی محشر کے دن یہ زمین ربڑ کی طرح کھینچ کر پھیلا دی جائے گی اور عمارتیں پہاڑ وغیرہ سب برابر کر دیے جائیں گے تا ایک سطح مستوی پر سب اولین و آخرین یک وقت کھڑے ہو سکیں اور کوئی حجاب و حائل باقی نہ رہے۔

زمین اپنے خزانے اگل دے گی زمین اس دن اپنے خزانے اور مردوں کے اجزاء اگل ڈالے گی اور ان تمام چیزوں سے خالی ہو جائے گی جن کا تعلق اعمال عباد کے مجازات سے ہے۔

زمین و آسمان جس کے حکم تکوینی کے تابع و منقاد ہوں، آدمی کو کیا حق ہے کہ اس کے حکم تشریعی سے سرتابی کرے۔

رب تک پہنچنے میں انسان کی محنت یعنی رب تک پہنچنے سے پہلے ہر آدمی اپنی استعداد کے موافق مختلف قسم کی جدوجہد کرتا ہے کوئی اس کی طاعت میں محنت و مشقت اٹھاتا ہے، کوئی بدی اور نافرمانی میں جان کھپاتا ہے۔ پھر خیر کی جانب میں ہو یا شر کی، طرح طرح کی تکلیفیں سہہ کر آخر پروردگار سے ملتا اور اپنے اعمال کے نتائج سے دوچار ہوتا ہے۔

مومنین کا حساب آسان ہوگا آسان حساب یہی کہ بات بات پر گرفت نہ ہوگی۔ محض کاغذات پیش ہو جائیں گے اور بدون بحث و مناقشہ کے سستے چھوڑ دیے جائیں گے۔

مَسْرُوْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ

خوش ہو کر ◆ اور جس کو ملا اس کا اعمال نامہ پیٹھ کے پیچھے سے ◆ سو وہ

يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ

پکارے گا موت موت ◆ اور جا پڑے گا آگ میں وہ رہ چکا ہے اپنے گھر میں

مَسْرُوْرًا ۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ

بے غم ◆ اس نے خیال کیا تھا کہ پھر کر نہ جائے گا ◆ کیوں نہیں اس کا رب

بِهٖ بَصِيْرًا ۝ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا

اس کو دیکھتا تھا ◆ سو قسم کھاتا ہوں شام کی سرخی کی اور رات کی اور جو چیزیں

وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝

اس میں سمٹ آتی ہیں ◆ اور چاند کی جب پورا بھر جائے ◆ کہ تم کو چڑھنا ہے سیڑھی پر سیڑھی ◆

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ

پھر کیا ہوا ہے ان کو جو یقین نہیں لاتے ◆ اور جب پڑھیے ان کے پاس قرآن

لَا يَسْجُدُوْنَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ

وہ سجدہ نہیں کرتے ◆ اوپر سے اور یہ کہ منکر جھٹلاتے ہیں اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا

خوب جانتا ہے جو اندر بھر رکھتے ہیں ◆ سو خوشی سنا دے ان کو عذاب دردناک کی ◆ مگر

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

جو لوگ کہ یقین لائے اور کام کیے بھلے ان کے لیے ثواب ہے بے انتہا ◆

◆ نہ سزا کا خوف رہے گا نہ غصہ کا ڈر نہایت امن و اطمینان سے اپنے احباب و اقارب اور مسلمان بھائیوں کے پاس خوشیاں مناتا ہوا آئے گا۔

◆ **پیٹھ کے پیچھے سے اعمال نامہ کا ملنا** | یعنی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے اس کی صورت دیکھنا پسند نہیں کریں گے گویا نفرت و کراہیت کا اظہار کیا جائے گا۔ اور ممکن ہے پیچھے کو مشکیں بندھی ہوں اس لئے اعمال نامہ پشت کی طرف سے دینے کی نوبت آئے۔

◆ یعنی عذاب کے ڈر سے موت مانگے گا۔

◆ **کافر دنیا میں مسرور تھا** | یعنی دنیا میں آخرت سے بے فکر تھا اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا۔ اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے ان کو آج بالکل بے فکری اور اطمینان ہے۔ کافر یہاں مسرور تھا مومن وہاں مسرور ہے۔

◆ اسے کہاں خیال تھا کہ ایک روز خدا کی طرف واپس ہونا اور رتی رتی کا حساب دینا ہے اس لئے گناہوں اور شرارتوں پر خوب دلیر رہا۔

◆ **اللہ اس کو دیکھتا تھا** | یعنی پیدائش سے موت تک برابر دیکھتا تھا کہ اس کی روح کہاں سے آئی، بدن کس کس چیز سے بنا، پھر کیا اعتقاد رکھا، کیا عمل کیا، دل میں کیا بات تھی، زبان سے کیا نکلا، ہاتھ پاؤں سے کیا کمایا، اور موت کے بعد اس کی روح کہاں گئی اور بدن کے اجزاء بکھر کر کہاں کہاں پہنچے۔ وغیرہ ذلک۔ جو خدا آدمی کے احوال سے اس قدر واقف ہو اور ہر جزئی و کلی حالت کو نگاہ میں رکھتا ہو کیا گمان کر سکتے ہو کہ وہ اس کو یوں ہی مہمل اور معطل چھوڑ دے گا؟ ضرور ہے کہ اس کے اعمال پر ثمرات و نتائج مرتب کرے۔

◆ **شام کی سرخی کی قسم** | یعنی آدمی اور جانور جو دن میں تلاش معاش کے لئے مکانوں سے نکل کر ادھر ادھر منتشر ہوتے ہیں رات کے وقت سب طرف سے سمٹ کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر جمع ہو جاتے ہیں۔

◆ **چودھویں کے چاند کی قسم** | یعنی چودھویں رات کا چاند جو اپنی حد کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

◆ **تم کو طبقہ بطبقہ چڑھنا ہے** | یعنی دنیا کی زندگی میں مختلف دور سے بتدریج گزر کر اخیر میں موت کی منزل ہے۔ پھر عالم برزخ کی، پھر قیامت کی، پھر قیامت میں خدا جانے کتنے احوال و مراتب درجہ بدرجہ طے کرنے ہیں۔ جیسے رات کے شروع میں شفق کے باقی رہنے تک ایک قسم کی روشنی رہتی ہے۔ جو فی الحقیقت بقیہ ہے آفتاب کے اثرات کا۔ پھر شفق غائب ہونے پر ادھر اور تاریکی کا شروع ہونا ہے جو سب چیزوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ اس میں چاند بھی نکلتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کی روشنی بڑھتی ہے آخر چودھویں شب کو ماہ کامل کا نور اس تاریک فضاء میں ساری رات اجالا رکھتا ہے۔ گویا انسانی احوال کے طبقات رات کی مختلف کیفیات سے مشابہ ہوئے۔ واللہ اعلم۔

◆ کہ ہم کو موت کے بعد بھی کسی طرف رجوع ہونا ہے اور ایک بڑا بھاری سفر درپیش ہے جس کے لئے کافی توشہ ساتھ ہونا چاہئے۔

◆ یعنی اگر ان کی عقل خود بخود ان حالات کو دریافت نہیں کر سکتی تھی تو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اٹھاتے لیکن اس کے برخلاف ان کا حال یہ ہے کہ قرآن جیسا بیان سن کر بھی ذرا عاجزی اور تذلل کا اظہار نہیں کرتے۔ حتی کہ جب مسلمان خدا کی آیات سن کر سجدہ کرتے ہیں ان کو سجدہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

◆ یعنی نرا اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سن کر انقیاد و تذلل کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان کو زبان سے جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب و انکار یا بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

◆ **کفار کو عذاب الیم کی خوشخبری** | یعنی خوشخبری سنا دیجئے کہ جو کچھ وہ کما رہے ہیں اس کا پھل ضرور ملے گا۔ ان کی یہ کوششیں ہرگز ضائع نہیں جائیں گی۔

◆ جو کبھی ختم نہ ہو گا۔

اٰیَاتُهَا ٢٢ (٨٥) سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (٢٧) رُكُوْعُهَا ١

سورۂ بروج مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بائیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝١ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝٢ وَشَاهِدٍ

قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں ◆ اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے ◆ اور اس دن کی جو حاضر ہوتا ہے

وَّمَشْهُوْدٍ ۝٣ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝٤ النَّارِ ذَاتِ

اور اس کی (اس دن کی) کہ جس کے پاس حاضر ہوتے ہیں ◆ مارے گئے کھائیاں کھودنے والے آگ ہے بہت

الْوَقُوْدِ ۝٥ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝٦ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ

ایندھن والی ◆ جب وہ اس پر بیٹھے اور جو کچھ وہ کرتے

بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝٧ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا

مسلمانوں کے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے (سامنے دیکھتے) ◆ اور ان سے بدلہ لیتے تھے مگر اسی بات کا کہ وہ یقین لائے

بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝٨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ پر جو زبردست ہے تعریفوں والا جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں

سورة البروج

◆ **آسمان کے بروج** برجوں سے مراد یا تو وہ بارہ برج ہیں جن کو آفتاب ایک سال کی مدت میں تمام کرتا ہے یا آسمانی قلعے کہ وہ ہیں جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں یا بڑے بڑے ستارے جو دیکھنے میں آسمان پر معلوم ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی قیامت کا دن۔

◆ **شاہد اور مشہود کی قسم** سب شہروں میں حاضر ہوتا ہے جمعہ کا دن۔ اور سب ایک جگہ حاضر ہوتے ہیں عرفہ کے دن حج کے لیے اسی لئے روایات میں آیا کہ "شاہد" جمعہ کا دن ہے اور "مشہود" عرفہ کا دن۔ اس کے علاوہ "شاہد" و "مشہود" کی تفسیر میں اقوال بہت

ہیں۔ لیکن ادنیٰ باعتبار روایات یہی قول ہے۔ واللہ اعلم۔ تنبیہ: قرآنی قسموں کے متعلق ہم سورۃ "قیامت" کے شروع میں جو لکھ چکے ہیں اس کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیے۔ اور ان قسموں کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ ان سب سے اللہ تعالیٰ کا مالک بلکہ واحد ہونا ظاہر ہوتا ہے اور ایسے مالک الکل کی مخالفت کرنے والے کا مستحق لعن و عقوبت ہونا ظاہر ہے۔

◆ **اصحاب الاخدود کون تھے؟ ایک عجیب واقعہ** یعنی ملعون و مغضوب ہوئے وہ لوگ جنہوں نے بڑی بڑی خندقیں کھود کر آگ سے بھریں اور بہت سا ایندھن ڈال کر اس کو دھونکایا۔ یہ "اصحاب الاخدود" سے کون مراد ہیں؟ مفسرین نے کئی واقعات نقل کئے ہیں۔ لیکن صحیح مسلم و جامع ترمذی اور مسند احمد وغیرہ میں جو قصہ مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں کوئی کافر بادشاہ تھا۔ اس کے ہاں ایک ساحر (جادوگر) رہتا تھا۔ جب ساحر کی موت کا وقت قریب ہوا اس نے بادشاہ سے درخواست کی کہ ایک ہوشیار اور ہونہار لڑکا مجھے دیا جائے تو میں اس کو اپنا علم سکھا دوں تاکہ میرے بعد یہ علم ضائع نہ ہو جائے۔ چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا جو روزانہ ساحر کے پاس جا کر اس کا علم سیکھتا تھا۔ راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا جو اس وقت کے اعتبار سے دین حق پر تھا۔ لڑکا اس کے پاس بھی آنے جانے لگا۔ اور خفیہ طور سے راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا اور اس کے فیض صحبت سے ولایت و کرامت کے درجہ کو پہنچا۔ ایک روز لڑکے نے دیکھا کہ کسی بڑے جانور (شیر وغیرہ) نے راستہ روک رکھا ہے جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہے۔ اس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعا کی کہ اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے۔ یہ کہہ کر پتھر پھینکا جس سے اس جانور کا کام تمام ہو گیا۔ لوگوں میں شور ہوا کہ اس لڑکے کو عجیب علم آتا ہے کسی اندھے نے سن کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی کر دو۔ لڑکے نے کہا کہ اچھی کرنے والا میں نہیں۔ وہ اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لائے تو میں دعا کروں۔ امید ہے وہ تجھ کو بینا کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شدہ شدہ یہ خبریں بادشاہ کو پہنچیں۔ اس نے برہم ہو کر لڑکے کو مع راہب اور اندھے کے طلب کر لیا اور کچھ بحث و گفتگو کے بعد راہب اور اندھے کو قتل کر دیا اور لڑکے کی نسبت حکم دیا کہ اونچے پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دیا جائے۔ مگر خدا کی قدرت جو لوگ اس کو لے گئے تھے سب پہاڑ سے گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح و سالم چلا آیا۔ پھر بادشاہ نے دریا میں غرق کرنے کا حکم دیا۔ وہاں بھی یہی صورت پیش آئی۔ لڑکا صاف بچ کر نکل آیا اور جو لے گئے تھے وہ سب دریا میں ڈوب گئے۔ آخر لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ میں خود اپنے مرنے کی ترکیب بتلاتا ہوں۔ آپ سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کریں۔ ان کے سامنے مجھ کو سولی پر لٹکائیں اور یہ لفظ کہہ کر میرے تیر ماریں۔ "بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ الْغُلَامِ" (اس اللہ کے نام پر جو رب ہے اس لڑکے کا) چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ اور لڑکا اپنے رب کے نام پر قربان ہو گیا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر یک لخت لوگوں کی زبان سے ایک نعرہ بلند ہوا کہ "آمَنَّا بِرَبِّ الْغُلَامِ" (ہم سب لڑکے کے رب پر ایمان لائے) لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ لیجئے۔ جس چیز کی روک تھام کر رہے تھے۔ وہی پیش آئی پہلے تو کوئی اکا دکا مسلمان ہوتا تھا اب خلق کثیر نے دین حق قبول کر لیا۔ بادشاہ نے غصہ میں آ کر بڑی بڑی خندقیں کھدوائیں اور ان کو خوب آگ سے بھروا کر اعلان کیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اس کو ان خندقوں میں جھونک دیا جائے گا۔ آخر لوگ آگ میں ڈالے جا رہے تھے۔ لیکن اسلام سے نہیں ہٹتے تھے۔ ایک مسلمان عورت لائی گئی جس کے پاس دودھ پیتا بچہ تھا۔ شاید بچہ کی وجہ سے آگ میں گرنے سے گھبرائی۔ مگر بچہ نے خدا کے حکم سے آواز دی "یَا اُمَّهْ اصْبِرِیْ فَاِنَّكِ عَلَی الْحَقِّ" (اماں جان صبر کر کہ تو حق پر ہے)

◆ **ایمان لانے والوں کیلئے خندقیں اور آگ** یعنی بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگدلی سے مسلمانوں کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ یہ شخص کو زندہ آگ میں ڈالا جاتا تھا۔

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ

اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز ◆ تحقیق جو دین سے بچلائے ایمان والے مردوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ

اور عورتوں کو | پھر توبہ نہ کی | تو ان کے لیے عذاب ہے دوزخ کا | اور ان کے لیے عذاب ہے

الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ

آگ سے جلنے کا ◆ بے شک جو لوگ یقین لائے | اور کیں انہوں نے بھلائیاں | ان کے لیے باغ ہیں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ

جن کے نیچے بہتی ہیں | نہریں | یہ ہے بڑی مراد ملنی ◆ بے شک

بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝۱۳ وَهُوَ

تیرے رب کی پکڑ سخت ہے ◆ بے شک وہی کرتا ہے پہلی مرتبہ | اور دوسری ◆ اور وہی ہے

الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ لِّمَا

بخشنے والا محبت کرنے والا ◆ مالک عرش کا بڑی شان والا | کر ڈالنے والا جو

يُرِيْدُ ۝۱۶ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝۱۸

چاہے ◆ کیا (کچھ) پہنچی تجھ کو بات ان لشکروں کی | فرعون اور ثمود کے ◆

بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ

کوئی نہیں بلکہ منکر جھٹلاتے ہیں ◆ اور اللہ نے ان کو ہر طرف سے

مُّحِيْطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲

گھیر رکھا ہے ◆ کوئی نہیں یہ قرآن ہے بڑی شان کا ◆ لکھا ہوا لوح محفوظ میں ◆

◆ **مومنین کا قصور صرف ان کا ایمان تھا** یعنی ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے۔ جس کی بادشاہت سے زمین و آسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں۔ اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے۔ جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اسی اکیلے کو پوجتے ہیں، آگ میں جلایا جائے تو کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ ایسا ظلم و ستم یوں ہی خالی چلا جائے گا اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جب اللہ کا غضب آیا وہی آگ پھیل پڑی۔ بادشاہ اور امیروں کے گھر سارے پھونک دیئے۔" مگر روایات صحیحہ میں اس کا ذکر نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

◆ **ایمان سے روکنے کیلئے دوزخ کا عذاب** یعنی کچھ اصحاب الاخدود پر منحصر نہیں۔ جو لوگ ایمانداروں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ (جیسے کفار مکہ کر رہے تھے) پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہوں گے ان سب کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے۔ جس میں بے شمار قسم کی تکلیفیں ہوں گی اور بڑی تکلیف آگ لگنے کی ہو گی جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہو گا۔

◆ **ایمان اور عمل صالح کا ثمرہ** یعنی یہاں کی تکلیفوں اور ایذاؤں سے نہ گھبرائیں۔ بڑی اور آخری کامیابی ان ہی کے لئے ہے۔ جس کے مقابلہ میں یہاں کا عیش یا تکلیف سب ہیچ ہے۔

◆ اسی لئے ظالموں اور مجرموں کو پکڑ کر سخت ترین سزا دیتا ہے۔

◆ **حق تعالیٰ کی بعض صفات** یعنی پہلی مرتبہ دنیا کا عذاب اور دوسری مرتبہ آخرت کا (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ اول مرتبہ آدمی کو وہی پیدا کرتا ہے اور دوسری مرتبہ موت کے بعد بھی وہی پیدا کرے گا۔ پس مجرم اس دھوکہ میں نہ رہے کہ موت جب ہمارا نام و نشان مٹا دے گی، پھر ہم کس طرح ہاتھ آئیں گے۔

◆ یعنی باوجود اس صفت قہاری و سخت گیری کے اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا، ان کے عیب چھپاتا اور طرح طرح کے لطف و کرم اور عنایت و شفقت سے نوازتا ہے۔

◆ **اللہ اپنے ارادوں میں فعال ہے** یعنی اپنے علم و حکمت کے موافق جو کرنا چاہے کچھ دیر نہیں لگتی نہ کوئی روکنے ٹوکنے کا حق رکھتا ہے۔ بہرحال نہ اس کے انعام پر بندہ کو مغرور ہونا چاہئے نہ انتقام سے بے خوف بلکہ ہمیشہ اس کی صفات جلال و جمال دونوں پر نظر رکھے۔ اور خوف کے ساتھ رجاء اور رجاء کے ساتھ خوف کو دل سے زائل نہ ہونے دے۔

◆ کہ ایک مدت تک انعام کا دروازہ ان پر کھلا رکھا تھا۔ اور ہر طرف سے طرح طرح کی نعمتیں ان کو پہنچتی تھیں پھر ان کے کفر و طغیان کی بدولت کیسا سخت انتقام لیا گیا۔

◆ یعنی کفار ان قصوں سے کچھ عبرت نہیں پکڑتے نہ عذاب الٰہی سے ذرا نہیں ڈرتے۔ بلکہ ان قصص کے اور قرآن کے جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

◆ **اللہ نے انہیں گھیرا ہوا ہے** یعنی جھٹلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اس تکذیب کی سزا بھگتنا ضروری ہے۔ اللہ کے قبضہ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتے نہ سزا سے بچ سکتے ہیں۔

◆ **قرآن کی بزرگی اور شان** یعنی ان کا قرآن کو جھٹلانا محض حماقت ہے۔ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو یا چند احمقوں کے جھٹلانے سے اس کی شان اور بزرگی کم ہو جائے۔

◆ **لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے** جہاں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ پھر وہاں سے نہایت حفاظت و اہتمام کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے۔ "فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا" (الجن۔ رکوع ۲) اور یہاں بھی قدرت کی طرف سے اس کی حفاظت کا ایسا سامان ہے جس میں کوئی طاقت رخنہ نہیں ڈال سکتی۔

(۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶) — اٰیاتُھا ۱۷ — رکوعُھا ۱

سورۂ طارق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝۱ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ

قسم ہے آسمان کی اور اندھیرے میں آنے والے کی — اور تو نے کیا سمجھا کیا ہے اندھیرے میں آنے والا — وہ تارا

الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ

چمکتا ہوا — کوئی جی نہیں جس پر نہیں ایک نگہبان — اب دیکھ لے

الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْ

آدمی کہ کاہے سے بنا ہے ۝ بنا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے ۝ جو نکلتا ہے

بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸

پیٹھ کے بیچ سے — اور چھاتی کے بیچ سے ۝ بے شک وہ اس کو پھیر لا سکتا ہے ۝

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَالسَّمَآءِ

جس دن جانچے جائیں بھید ۝ تو کچھ نہ ہوگا اس کو زور — اور نہ کوئی مدد کرنے والا ۝ قسم ہے آسمان

ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ

چکر مارنے والے کی ۝ اور زمین پھوٹ نکلنے والی کی ۝ بے شک یہ بات ہے

فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝۱۵

دو ٹوک — اور نہیں یہ بات ہنسی کی ۝ البتہ وہ لگے ہوئے ہیں ایک داؤ کرنے میں

سورۃ الطارق

انسان کے نگہبان فرشتے | یعنی فرشتے رہتے ہیں آدمی کے ساتھ۔ بلاؤں سے بچانے کو یا اس کے عمل لکھنے کو (موضح القرآن) اور قسم میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جس نے آسمان پر ستاروں کی حفاظت کے ایسے سامان کئے ہیں اس کو زمین پر تمہاری یا تمہارے اعمال کی حفاظت کرنا کیا دشوار ہے۔ نیز جس طرح آسمان پر ستارے ہر وقت محفوظ ہیں مگر ان کا ظہور خاص شب میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی سب اعمال نامۂ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں مگر ظہور ان کا خاص قیامت میں ہوگا۔ جب یہ بات ہے تو انسان کو قیامت کی فکر چاہئے۔ اور اگر اس کو مستبعد سمجھتا ہے تو اسکو غور کرنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

اچھلتے پانی سے انسان کی تخلیق | یعنی منی سے جو اچھل کر نکلتی ہے۔

پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلنے والا پانی | کہتے ہیں کہ مرد کی منی کا اصل مخزن پیٹھ میں ہوتا ہے اور عورت کا سینہ میں۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ پیٹھ اور سینہ تمام بدن سے کنایہ ہے۔ یعنی مرد ہو یا عورت کی تمام بدن میں پیدا ہو کر پھر جدا ہوتی ہے اور اس کنایہ میں تخصیص صلب و ترائب کی شاید اس لئے ہو کہ حصول منی میں اعضاء رئیسہ (قلب و دماغ و کبد) کو خاص دخل ہے جن میں سے قلب و کبد کا تعلق و تلبس ترائب سے اور دماغ کا تعلق بواسطہ نخاع (حرام مغز) کے صلب سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

یعنی اللہ پھر لا سکتا ہے مرنے کے بعد (موضح القرآن) حاصل یہ کہ نطفہ سے انسان بنا دینا بہ نسبت دوبارہ بنانے کے زیادہ عجیب ہے۔ جب یہ امر عجیب اس کی قدرت سے واقع ہو رہا ہے تو کیا وجہ نہیں کہ اس سے کم عجیب چیز کے وقوع کا خواہ مخواہ انکار کیا جائے۔

جس دن بھید کھل جائیں گے | یعنی سب کی قلعی کھل جائے گی۔ دلوں کی باتیں جو دلوں میں پوشیدہ رکھی ہوں یا چھپ کر کی ہوں ظاہر ہو جائیں گی اور کسی جرم کا اخفا ممکن نہ ہوگا۔

اس وقت مجرم کا اپنا نہ زور و قوت ہے مدافعت کر سکے گا نہ کوئی حمایتی ملے گا جو مدد کر کے سزا سے بچا لے۔

یا بارش لانے والے کی۔

یعنی جس میں سے بوٹے نکلتے ہیں کھیتی اور درخت۔

قرآن دو ٹوک کلام ہے | یعنی قرآن اور جو کچھ وہ معاد کے متعلق بیان کرتا ہے کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں۔ بلکہ حق و باطل اور صدق و کذب کا دو ٹوک فیصلہ ہے۔ اور اب جو وہ پکا کلام ہے ایک طے شدہ معاملہ کی خبر دینے والا ہے جو یقیناً پیش آ کر رہے گا۔ **تنبیہ** | قسم کو اس مضمون سے یہ مناسبت ہوئی کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہو وہ اس کو لیتا ہے۔ جیسے بارش آسمان کی طرف سے آتی ہے اور مردہ زمین کو شاداب کرتی ہے۔ نیز قیامت میں ایک مینہ برسے گا جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے جس طرح یہاں بارش کا پانی گرنے سے مردہ اور بے جان زمین سرسبز ہو کر لہلہانے لگتی ہے۔

وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۟ۚۖ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۟۠

اور میں لگا ہوا ہوں ایک داؤ کرنے میں سو ڈھیل دے منکروں کو ڈھیل دے ان کو تھوڑے دنوں ◆

اٰيَاتُهَا ١٩ (٨٧) سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ (٨) رُكُوْعُهَا ١

سورۂ اعلٰی مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۟ۙ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۟ۙ وَالَّذِيْ

پاکی (بول) بیان کر اپنے رب کے نام کی جو سب سے اوپر ◆ جس نے بنایا پھر ٹھیک کیا ◆ اور جس نے

قَدَّرَ فَهَدٰى ۟ۙ وَالَّذِيْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۟ۙ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً

ٹھہرایا پھر راہ بتلائی ◆ اور جس نے نکالا چارا پھر کر ڈالا اس کو کوڑا

اَحْوٰى ۟ؕ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى ۟ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ

سیاہ ◆ البتہ ہم پڑھائیں گے تجھ کو پھر تو نہ بھولے گا مگر جو چاہے اللہ ◆ وہ

يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۟ؕ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۟ۚۖ فَذَكِّرْ

جانتا ہے پکارنے کو اور جو چھپا ہوا ہے ◆ اور سہج سہج پہنچا دیں گے ہم تجھ کو آسانی تک ◆ سو تو سمجھا دے

اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۟ؕ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۟ۙ وَ

اگر فائدہ کرے سمجھانا ◆ سمجھ جائے گا جس کو ڈر ہوگا ◆ اور

◆ منکرین کے داؤ پیچ اور اللہ کی تدبیر | یعنی منکرین داؤ پیچ کرتے رہتے ہیں کہ شکوک و شبہات ڈال کر یا مکر و فریب سے حق کو ابھرنے اور چلنے نہ دیں۔ اور میری تدبیر لطیف بھی (جس کا انہیں احساس نہیں) اپنا کام کر رہی ہے کہ ان کے تمام فریب کا جال توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے اور ان کے سب داؤ پیچ انہی کی طرف الٹے جائیں۔ اب خود سوچ لو کہ اللہ کی تدبیر کے مقابلہ میں کسی کی

چالاکی اور مکاری کیا کام دے سکتی ہے لامحالہ یہ لوگ ناکام اور خائب و خاسر ہو کر رہیں گے۔ اس لئے مناسب ہے کہ آپ ان کی سزا دہی میں جلدی نہ کریں اور ان کی حرکات شنیعہ سے گھبرا کر بددعا نہ فرمائیں بلکہ تھوڑے دن ڈھیل دیں پھر دیکھیں نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

سورۃ الاعلیٰ

◆ **سبحان ربي الاعلى کی اصل** حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا "اجعلوها في سجودكم" (اس کو اپنے سجود میں رکھو) اسی لئے سجدہ کی حالت میں "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى" کہا جاتا ہے۔

◆ **ہر چیز میں حکمت ہے** یعنی جو چیز بنائی عین حکمت کے موافق بہت ٹھیک بنائی اور باعتبار خواص و صفات اور ان فائدوں کے جو اس چیز سے مقصود ہیں اس کی پیدائش کو درجہ کمال تک پہنچایا اور ایسا معتدل مزاج عطا کیا جس سے وہ منافع و ثمرات اس پر مرتب ہو سکیں۔

◆ **مختلف مظاہر قدرت** حضرت شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں "یعنی اول تقدیر لکھی پھر اسی کے موافق دنیا میں لایا۔" گویا دنیا میں آنے کی راہ بتلا دی۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کے لئے ایک کمال کا اندازہ ٹھہرایا۔ پھر اس کو وہ کمال حاصل کرنے کی راہ بتلا دی۔" وفيه اقوال اخر لانطول بذكرها۔

◆ یعنی اول نہایت سبز و خوشنما گھاس چارہ زمین سے پیدا کیا پھر آہستہ آہستہ اس کو خشک و سیاہ کر ڈالا تا خشک ہو کر ایک مدت تک جانوروں کے لئے ذخیرہ کیا جا سکے اور خشک بھی کٹ کر کام میں آئے۔

◆ **ہم تمہیں قرآن پڑھائیں گے** یعنی جس طرح ہم نے اپنی تربیت سے ہر چیز کو بتدریج اس کے کمال مطلوب تک پہنچایا ہے تم کو بھی آہستہ آہستہ کامل قرآن پڑھا دیں گے اور ایسا یاد کرا دیں گے کہ اس کا کوئی حصہ بھولنے نہ پاؤ گے بجز ان آیتوں کے جن کا بالکل بھلا دینا ہی مقصود ہو کہ وہ بھی ایک قسم نسخ کی ہے۔

◆ **وہ ہر ظاہر اور چھپی بات جانتا ہے** یعنی وہ تمہاری مخفی استعداد اور ظاہری اعمال کو جانتا ہے اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ نیز یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جو آیات ایک مرتبہ نازل کر دی گئیں، پھر ان کو منسوخ کرنے اور بھلا دینے کے کیا معنی۔ اس کی حکمتوں کا احاطہ کرنا اسی کی شان ہے جو تمام کھلی چھپی چیزوں کا جاننے والا ہے اسی کو معلوم ہے کہ کونسی چیز ہمیشہ باقی رکھی جائے۔ اور کس کو ایک مخصوص مدت کے بعد اٹھا لینا چاہئے کیونکہ اب اس کا باقی رکھنا ضروری نہیں ہے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کیلئے سہولت کا وعدہ** یعنی وحی کو یاد رکھنا آسان ہو جائے گا اور اللہ کی معرفت و عبادات اور ملک و امت کی سیاست کے طریقے سب سہل کر دیئے جائیں گے اور کامیابی کے راستہ سے تمام مشکلات ہٹا دی جائیں گی۔

◆ **تذکیر اور تبلیغ کا فرق** یعنی اللہ نے جب آپ پر ایسے انعام فرمائے تو آپ دوسروں کو فیض پہنچایئے اور اپنے کمال سے دوسروں کی تکمیل کیجئے **سمجھایا** "اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى" کی شرط اس لئے لگائی کہ تذکیر و وعظ اس وقت لازم ہے جب مخاطب کی طرف سے اس کا قبول کرنا متوقع ہو۔ اور منصب آنحضرت ﷺ کا وعظ و تذکیر ہر شخص کے لئے نہیں۔ ہاں تبلیغ و انذار (یعنی حکم الٰہی کا پہنچانا اور اللہ کے عذاب سے ڈرانا) تاکہ بندوں پر حجت قائم ہو اور عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا باعتبار ہر شخص کے ضروری ہے۔ اس کو عرف میں تذکیر و وعظ نہیں کہتے۔ شاید اسی لئے بعض مفسرین نے زیادہ واضح الفاظ میں آیت کے معنی یوں کئے ہیں کہ بار بار نصیحت کرو (اگر ایک بار کی نصیحت نے نفع نہ کیا ہو) اور ہو سکتا ہے کہ "اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى" کی شرط محض تذکیر کی تاکید کے لئے ہو۔ یعنی اگر کسی کو تذکیر نفع دے تو تذکیر کرنا چاہئے اور یقینی بات ہے کہ تذکیر عالم میں کسی نہ کسی کو ضرور نفع دے گی گو ہر کسی کو نہ دے۔ کما قال تعالیٰ "وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ" یعنی ایک امر کو ایسی چیز پر معلق کرنا جس کا وقوع ضروری ہے اس امر کی تاکید کا موجب ہوا۔

◆ سمجھانے سے وہی سمجھتا ہے اور نصیحت سے وہی فائدہ اٹھاتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت خدا کا ڈر اور اپنے انجام کی فکر ہو۔

وَيَتَجَنَّبُهَا الْأَشْقَى ۝ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۝ ثُمَّ

یکسو رہے گا اس سے بڑا بدقسمت ◆ وہ جو داخل ہوگا بڑی آگ میں ◆ پھر

لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ وَ

نہ مرے گا اس میں اور نہ جیئے گا ◆ بے شک بھلا ہوا اس کا جو سنورا ◆ اور

ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ۝ بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝

لیا اس نے نام اپنے رب کا پھر نماز پڑھی ◆ کوئی نہیں تم آگے رکھتے ہو دنیا کے جینے کو

وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝

اور پچھلا گھر بہتر ہے اور باقی رہنے والا ◆ یہ لکھا ہوا ہے پہلے ورقوں میں

صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝

ورقوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ کے ◆

آیاتها ۲۶ (۸۸) سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۸) رکوعها ۱

سورۂ غاشیہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ۝ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝

کچھ پہنچی تجھ کو بات اس چھپا لینے والی کی ◆ کتنے منہ اس دن ذلیل ہونے والے ہیں

عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ۝ تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً ۝ تُسْقَىٰ مِنْ

محنت کرنے والے تھکے ہوئے ◆ گریں گے دہکتی ہوئی آگ میں پانی ملے گا ایک

شقی لوگوں کا انجام | یعنی جس بدقسمت کے نصیب میں دوزخ کی آگ لکھی ہے وہ کہاں سمجھتا ہے۔ اسے خدا کا اور اپنے انجام کا ڈر ہی نہیں جو نصیحت کی طرف متوجہ ہو اور ٹھیک بات سمجھنے کی کوشش کرے۔

دوزخ میں نہ موت ہے نہ زندگی | یعنی نہ موت ہی آئے گی کہ تکلیفوں کا خاتمہ کر دے اور نہ آرام کی زندگی ہی نصیب ہو گی۔ ہاں ایسی زندگی ہو گی جس کے مقابلہ میں موت کی تمنا کرے گا۔ العیاذ باللہ۔

تزکیہ کرنے والوں کا انجام | یعنی ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نجاستوں سے پاک ہوا اور اپنے قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا۔

تکبیر تحریمہ کا حکم | یعنی پاک وصاف ہو کر تکبیر تحریمہ میں اپنے رب کا نام لیا، پھر نماز پڑھی۔ اور بعض سلف نے کہا کہ "تزکّٰی" "زکوٰۃ" سے ہے جس سے مراد یہاں "صدقۃ الفطر" اور "ذکر اسم ربہ" سے تکبیرات عید مراد ہیں۔ اور "فصلّٰی" میں نماز عید کا ذکر ہے۔ یعنی عید کے دن اول صدقۃ الفطر پھر تکبیریں، پھر نماز، والظاہر ھو الاول۔ تنبیہ: حنفیہ نے تحقیق کے موافق اس آیت سے دو مسئلے نکالے ہیں۔ اول یہ کہ تحریمہ میں خاص لفظ "اللہ اکبر" کہنا فرض نہیں، مطلق ذکر اسم رب کافی ہے جو محض تعظیم ہو اور دنیوی غرض وحاجت پر مشتمل نہ ہو۔ ہاں "اللہ اکبر" کہنا احادیث صحیحہ کی بناء پر سنت یا واجب قرار پائے گا۔ دوسرے تکبیر تحریمہ نماز کے لیے شرط ہے، رکن نہیں کیونکہ "فصلّٰی" کا "ذکر اسم ربہ" پر عطف کرنا معطوف و معطوف علیہ کی مغایرت پر دال ہے۔ واللہ اعلم۔

دنیا کو ترجیح دینے کی مذمت | یعنی یہ بھلائی تم کو کیسے حاصل ہو جب کہ آخرت کی فکر ہی نہیں بلکہ دنیا کی زندگی اور یہاں کے عیش و آرام کو اعتقاداً یا عملاً آخرت پر ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ دنیا حقیر و فانی اور آخرت اس سے کہیں بہتر اور پائیدار ہے۔ پھر تعجب ہے کہ جو چیز کماً و کیفاً ہر طرح افضل ہو اسے چھوڑ کر مفضول کو اختیار کیا جائے۔

یہ تعلیم حضرت ابراہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں موجود ہے | یعنی یہ مضمون ("قد افلح من تزکّٰی" سے یہاں تک) اگلی کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ جو کسی وقت منسوخ نہیں ہوا نہ بدلا گیا۔ اس اعتبار سے اور زیادہ مؤکد ہو گیا۔ تنبیہ: بعض روایات ضعیفہ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور موسیٰ علیہ السلام پر "تورات" کے علاوہ دس صحیفے نازل ہوئے تھے۔ خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔

سورۃ الغاشیۃ

قیامت کی بات | یعنی وہ بات سننے کے لائق ہے۔ تنبیہ: "غاشیہ" (چھپا لینے والی) سے مراد قیامت ہے جو تمام مخلوق پر چھا جائے گی اور جس کا اثر سارے عالم پر محیط ہو گا۔

بہت سے چہرے ذلیل ہوں گے | یعنی آخرت میں مصیبتیں جھیلنے والے اور مصیبت جھیلنے کی وجہ سے خستہ و درماندہ اور بعض نے کہا کہ "عاملۃ ناصبۃ" سے دنیا کا حال مراد ہے۔ یعنی کتنے لوگ ہیں جو دنیا میں محنتیں کرتے کرتے تھک جاتے ہیں مگر ان کی سب محنتیں طریق حق پر نہ ہونے کی وجہ سے اکارت ہیں یہاں بھی تکلیفیں اٹھائیں اور وہاں بھی مصیبت میں رہے "خسر الدنیا والآخرۃ" اسی کو کہتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "(کافر لوگ) جو دنیا میں (بڑی بڑی) ریاضت کرتے ہیں (اللہ کے ہاں) کچھ قبول نہیں ہوتی"۔

عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ

چشمے کھولتے ہوئے کا ◆ نہیں ان کے پاس کھانا مگر جھاڑ کانٹوں والا ◆ نہ موٹا کرے

وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨

اور نہ کام آئے بھوک میں ◆ کتنے منہ اس دن تر و تازہ ہیں

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا

اپنی کمائی سے راضی ◆ اونچے باغ میں نہیں سنتے اس میں

لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣

بکواس ◆ اس میں ایک چشمہ ہے بہتا ◆ اس میں تخت ہیں اونچے بچھے ہوئے

وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥ وَّزَرَابِيُّ

اور آبخورے سامنے چنے ہوئے ◆ اور غالیچے برابر بچھے ہوئے ◆ اور مخمل کے نہالچے

مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَ

جگہ جگہ پھیلے ہوئے ◆ بھلا کیا نظر نہیں کرتے اونٹوں پر کہ کیسے بنائے ہیں ◆ اور

اِلَى السَّمَاۗءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

آسمان پر کہ کیسا اس کو بلند کیا ہے ◆ اور پہاڑوں پر کہ کیسے

نُصِبَتْ ۝١٩ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ

کھڑے کر دیئے ہیں ◆ اور زمین پر کہ کیسی صاف بچھائی ہے ◆ سو تو سمجھائے جا تیرا کام

اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ اِلَّا مَنْ

تو ہی سمجھانا ہے ◆ تو نہیں ان پر داروغہ ◆ مگر جس نے

◆ **دوزخیوں کیلئے کھولتے چشمے کا پانی** یعنی جب دوزخ کی گرمی ان کے باطن میں سخت تشنگی پیدا کرے گی، بے اختیار پیاس پیاس پکاریں گے کہ شاید پانی پینے سے یہ تشنگی دور ہو۔ اس وقت ایک گرم کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی دیا جائے گا جس کے پیتے ہی ہونٹ کباب ہو جائیں گے۔ اور آنتیں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں گی۔ پھر فوراً درست کی جائیں گی اور اسی طرح ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ العیاذ باللہ۔

◆ **اہل دوزخ کا کھانا "ضریع"** "ضریع" ایک خاردار درخت ہے دوزخ میں جو تلخی میں ایلوے سے زیادہ اور بدبو میں مردار سے بدتر اور گرمی میں آگ سے بڑھ کر ہے۔ جب دوزخی بھوک کے عذاب سے چلائیں گے تو یہ چیز کھانے کو دی جائے گی۔

◆ **یہ کھانا بھوک نہیں مٹائے گا** کھانے سے مقصود یا محض لذت حاصل کرنا ہوتا ہے یا بدن کو فربہ کرنا یا بھوک کو دفع کرنا۔ "ضریع" کے کھانے سے کوئی بات حاصل نہ ہوگی۔ لذت معدوم ہوگی تو اس کے نام سے ظاہر ہے۔ رہے باقی دو فائدے ان کی نفی اس آیت میں تصریحاً کر دی۔ غرض کوئی لذیذ و مرغوب کھانا ان کو میسر نہ ہوگا۔ یہاں تک دوزخیوں کا حال تھا۔ آگے ان کے بالمقابل جنتیوں کا ذکر ہے۔

◆ یعنی خوش ہوں گے کہ اپنی کوشش ٹھکانے لگی اور محنت کا پھل بہت خوب ملا۔

◆ **جنت میں کوئی لغو بات نہیں ہوگی** یعنی کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے۔ چہ جائے کہ گالی گلوچ اور ذلت کی بات ہو۔

◆ **جنت کے چشمے** یعنی ایک عجیب طرح کا چشمہ اور بعض نے اس کو جنس پر حمل کیا ہے۔ یعنی بہت سے چشمے بہ رہے ہیں۔

◆ **اونچے تختوں پر گلاس چنے ہوئے** کہ جب پینے کو جی چاہے دیر نہ لگے۔

◆ **جنت کے قالین** یعنی نہایت قرینے اور ترتیب سے بچھے ہوئے، اور گاؤ تکیے لگے ہوئے۔

◆ **مخملی فرش** تاکہ جس وقت جہاں چاہیں آرام کریں۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی کلفت نہ اٹھائیں۔

◆ **اونٹ کی تخلیق پر غور کرو** کہ ہیئت اور خاصیت دونوں اور جانوروں کی نسبت اس میں عجیب ہیں جن کی تفصیل تفسیر عزیزی میں دیکھنے کے قابل ہے۔

◆ بدون ظاہری ستون اور کھمبے کے۔

◆ کہ ذرا اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے۔

◆ **زمین کی سطح** کہ اپنی کلانی کے سبب باوجود کروی الشکل ہونے کے مسطح معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے اس پر رہنا سہنا آسان ہو گیا۔ یہ سب دلائل قدرت بیان ہوئے۔ یعنی تعجب ہے ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکیمانہ انتظامات کو نہیں سمجھتے جس سے بعث بعد الموت پر اس کا قادر ہونا اور عالم آخرت کے عجیب و غریب انتظامات کا ممکن ہونا سمجھ میں آجاتا اور تخصیص ان چیزوں کی بقول ابن کثیر اس لئے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے تھے اس وقت ان کے سامنے بیشتر یہی چار چیزیں ہوتی تھیں۔ سواری میں اونٹ، اوپر آسمان، نیچے زمین، اور گرد پہاڑ۔ اس لئے انہی علامات میں غور کرنے کے لئے ارشاد ہوا۔

◆ **آپ ﷺ ان پر داروغہ نہیں** یعنی جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل واضحہ غور نہیں کرتے تو آپ ﷺ بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ صرف نصیحت کر دیا کیجئے کیونکہ آپ ﷺ نصیحت کرنے اور سمجھانے ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اگر یہ نہیں سمجھتے تو کوئی آپ ﷺ ان پر داروغہ بنا کر مسلط نہیں کئے گئے کہ زبردستی منوا کر چھوڑیں، اور ان کے دلوں کو بدل ڈالیں، یہ کام مقلب القلوب ہی کا ہے۔

تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝٢٤ اِنَّ

منہ موڑا | اور منکر ہوگیا | تو عذاب کرے گا اس پر اللہ | وہ بڑا عذاب | بے شک

اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝٢٦

ہمارے پاس ہے ان کو پھر آنا | پھر بے شک ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا

اٰیاتہا ٣٠ (٨٩) سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (١٠) رکوعہا ١

سورۂ فجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْفَجْرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝٢ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا

قسم ہے فجر کی | اور دس راتوں کی | اور جفت اور طاق کی | اور اس رات کی جب

يَسْرِ ۝٤ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝٥ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ

رات کو چلے | (اس میں) | ہے ان چیزوں کی قسم پوری (معتبر) | عقل مندوں کے واسطے | تو نے نہ دیکھا کیا

فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ

کیا تیرے رب نے عاد کے ساتھ | وہ جو ارم میں تھے | بڑے ستونوں والے | کہ بنی نہیں

مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩

ویسی سارے شہروں میں | اور ثمود کے ساتھ جنہوں نے تراشا پتھروں کو وادی میں

وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١

اور فرعون کے ساتھ وہ میخوں والا | یہ سب تھے جنہوں نے سر اٹھایا | ملکوں میں

◆ منکرین کا حساب ہمارے ذمے ہے | یعنی جس نے اللہ کی طاعت سے روگردانی کی اور اس کی آیتوں کا انکار کیا وہ آخرت کے بڑے عذاب اور اللہ کی سخت ترین سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یقیناً ان کو ایک روز ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ہم کو ان سے رتی رتی کا حساب لینا ہے۔ غرض آپ ﷺ اپنا فرض ادا کئے جائیے اور ان کا معاملہ ہمارے سپرد کیجئے۔

سورۃ الفجر

◆ ایام اور اوقات کی قسمیں | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "صبح قربان کی فجر بڑا نماز کا وقت ہے اور دس راتیں اس سے پہلے۔ اور جفت اور طاق رمضان کی آخری (عشرہ کی) راتیں میں ہے۔ اور جب رات کو چلے یعنی شب معراج کی۔" یہ سب اوقات متبرک تھے اس لئے ان کی قسم کھائی۔ تنبیہ: "واللیل اذا یسر" کے معنی بعض مفسرین نے رات کے گذرنے یعنی اس کی تاریکی چھٹنے کے لئے ہیں۔ گویا "صبح" کی قسم کے مقابلہ میں رات کے ہونے یا آنے کی قسم کھائی۔ جیسے "جفت" کے مقابل "وتر" کی قسم کھائی گئی اور "ولیال عشر" سے بھی ممکن ہے مطلق دس راتیں مراد ہوں کیونکہ "فجر" اور "شفع و وتر" میں بھی تقابل پایا جاتا ہے۔ مہینہ کے شروع کی دس راتیں اول روشن ہوتی ہیں پھر تاریک، اور آخری دس راتیں ابتداء میں تاریک رہتی ہیں پھر روشن ہوتی ہیں اور درمیانی دس راتوں کا حال ان دونوں سے جداگانہ ہے۔ گویا اس اختلاف و تقابل سے اشارہ فرما دیا کہ آدمی کو عیش و آرام یا مصیبت اور تنگی یا فراخی کی جو حالت پیش آئے مطمئن نہ ہو جائے اور دل میں نہ سمجھے کہ اب اس کے خلاف دوسری حالت پیش نہ آئے گی۔ اسے یاد رکھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ خالق الاضداد ہے۔ جس طرح وہ آفاق میں ایک ضد کے مقابل دوسری ضد کو لاتا ہے۔ ایسے ہی تمہارے حالات و اوصاف کو بھی اپنی حکمت و مصلحت کے موافق ادل بدل کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ آگے جو واقعات وغیرہ مذکور ہیں ان میں اسی اصول پر متنبہ فرمایا ہے۔ تنبیہ اہم | اس آیت کی تفسیر میں دو حدیثیں مرفوع آئی ہیں جابر کی اور عمران بن حصین کی۔ حافظ ابن کثیرؒ پہلی کی نسبت لکھتے ہیں "وهذا اسناد رجاله لا بأس بهم وعندي ان المتن في رفعه نكارة" اور دوسری کی نسبت فرماتے ہیں۔ "وعندي ان وقفه على عمران بن حصين اشبه والله اعلم۔"

◆ یہ قسمیں اہل عقل کیلئے ہیں | یعنی یہ قسمیں معمولی نہیں نہایت معتبر اور مہتم بالشان ہیں اور عقلمند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ تاکید کلام کے لئے ان میں ایک خاص عظمت و وقعت پائی جاتی ہے۔

◆ عاد اور ارم | "عاد" ایک شخص کا نام ہے جس کی طرف یہ قوم منسوب ہوئی۔ اس کے اجداد میں سے ایک شخص "ارم" نامی تھا۔ اس کی طرف نسبت کرنے سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ یہاں "عاد" سے "عاد اولیٰ" مراد ہے۔ "عاد ثانیہ" نہیں۔ اور بعض نے کہا "قوم عاد" میں جو شاہی خاندان تھا اسے "ارم" کہتے تھے۔ واللہ اعلم۔

◆ اونچے ستونوں والے | یعنی ستون کھڑے کر کے بڑی بڑی اونچی عمارتیں بناتے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اکثر سیر و سیاحت میں رہتے اور اونچے ستونوں پر خیمے تانتے تھے۔ اور بعض کے نزدیک "ذات العماد" کہہ کر ان کے اونچے قد و قامت اور لمبے ڈیل کو ستونوں سے تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی اس وقت دنیا میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط و طاقتور نہ تھی۔ یا ان کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔

◆ وادی القریٰ | "وادی القریٰ" ان کے مقام کا نام ہے جہاں پہاڑ کے پتھروں کو تراش کر نہایت محفوظ و مضبوط مکان بناتے تھے۔

◆ یعنی بڑے لاؤ لشکر والا جس کی فوجی ضروریات کے لئے بہت کثیر مقدار میں میخیں رکھنا پڑتی تھیں یا یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو چومیخا کر کے سزا دیتا تھا۔

فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿۱۲﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ

پھر بہت ڈالی ان میں خرابی پھر پھینکا ان پر تیرے رب نے کوڑا

عَذَابٍ ﴿۱۳﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا

عذاب کا ◆ بے شک تیرا رب لگا ہے گھات میں ◆ سو آدمی جو ہے جب

مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾

جانچے اس کو رب اس کا پھر اس کو عزت دے اور اس کو نعمت دے تو کہے میرے رب نے مجھ کو عزت دی ◆

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ

اور وہ جس وقت اس کو جانچے پھر تنگ کرے اس پر روزی اس کی تو کہے میرے رب نے

اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ

مجھ کو ذلیل کیا ◆ کوئی نہیں پر تم عزت سے نہیں رکھتے یتیم کو ◆ اور تاکید نہیں کرتے آپس میں

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾

محتاج کے کھلانے (کھانے) کی ◆ اور کھاتے ہو مردے کا مال سمیٹ کر سارا ◆

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا

اور پیار کرتے ہو مال کو جی بھر کر ◆ کوئی نہیں جب پست کر دی جائے زمین کوٹ

دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ

کوٹ کر ◆ اور آئے تیرا رب ◆ اور فرشتے آئیں قطار قطار ◆ اور لائی جائے اس دن

بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

دوزخ ◆ اس دن سوچے گا آدمی اور کہاں ملے اس کو سوچنا ◆

◆ **ان سب نے فساد برپا کیا اور ہلاک ہوئے** یعنی ان قوموں نے عیش و دولت اور زور و قوت کے نشہ میں مست ہو کر ملکوں میں خوب اودھم مچایا۔ بڑی بڑی شرارتیں کیں اور ایسا سر اٹھایا گویا ان کے سروں پر کوئی حاکم ہی نہیں؟ ہمیشہ اسی حال میں رہنا ہے؟ کبھی اس ظلم و شرارت کا خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا؟ آخر جب ان کے کفر و تکبر اور جور و ستم کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور مہلت ودرگذر کا کوئی موقع باقی نہ رہا تو خدا وند قہار نے ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ ان کی سب قوت اور بڑائی خاک میں مل گئی اور وہ ساز و سامان کچھ کام نہ آیا۔

◆ **اللہ ان کی گھات میں ہے** یعنی جیسے کوئی شخص گھات میں پوشیدہ رہ کر آنے جانے والوں کی خبر رکھتا ہے کہ فلاں یہاں کو گزرا اور کیا کرتا ہوا گیا۔ اور فلاں کیا لایا اور کیا لے گیا، پھر وقت آنے پر اپنی ان معلومات کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ حق تعالیٰ انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر سب بندوں کے ذرہ ذرہ احوال و اعمال دیکھتا ہے، کوئی حرکت و سکون اس سے مخفی نہیں۔ ہاں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ غافل بندے سمجھتے ہیں کہ بس کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں جو چاہو بے دھڑک کئے جاؤ۔ حالانکہ وقت آنے پر ان کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیتا ہے اور ہر ایک سے انہی اعمال کے موافق معاملہ کرتا ہے جو شروع سے اس کے زیر نظر تھے۔ اس وقت پتہ لگتا ہے کہ وہ سب ڈھیل تھی اور بندوں کا امتحان تھا کہ دیکھیں کن حالات میں کیا کچھ کرتے ہیں اور ایک عارضی حالت پر نظر کر کے آخری انجام کو تو نہیں بھولتے۔

◆ **نعمت کے وقت انسان کی خود پسندی** یعنی میں اسی لائق تھا، اس لیے عزت دی۔

◆ **تنگی کے وقت شکوہ** یعنی میری قدر نہ کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس کی نظر صرف دنیا کی زندگی اور حالت حاضرہ پر ہے بس دنیا کی موجودہ راحت و تکلیف ہی کو عزت و ذلت کا معیار سمجھتا ہے۔ نہیں جانتا کہ دونوں حالتوں میں اس کی آزمائش ہے۔ نعمت دے کر اس کی شکر گذاری اور تنگی بھیج کر اس کے صبر و رضا کو جانچا جا رہا ہے۔ نہ یہاں کا عارضی عیش و آرام اللہ کے ہاں مقبول و معزز ہونے کی دلیل ہے۔ نہ محض تنگی اور سختی مردود ہونے کی علامت ہے۔ مگر انسان اپنے افعال و اعمال پر نظر نہیں کرتا۔ اپنی بے عقلی یا بے حیائی سے رب پر الزام رکھتا ہے۔

◆ **یتیموں کی عزت نہ کرنے کا انجام** یعنی خدا کے ہاں تمہاری عزت کیوں ہو، جب تم یتیموں کی عزت اور خاطر مدارات نہیں کرتے۔

◆ یعنی خود اپنے مال سے مسکینوں کی خبر گیری کرنا تو کجا دوسروں کو بھی اس طرف نہیں ابھارتے کہ بھوکے محتاجوں کی خبر لے لیا کریں۔

◆ **میراث لینے میں بے فکری** یعنی مردے کی میراث لینے میں حلال حرام اور حق ناحق کی کچھ تمیز نہیں۔ جو قابو چڑھا ہضم کیا، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق تلف ہوں، ہونے دو۔

◆ **تمہارے دل حب مال سے پر ہیں** یعنی جڑ کی بات یہ ہے کہ تمہارا دل مال کی حرص اور محبت سے بھرا ہوا ہے۔ بس کسی طرح مال ہاتھ آئے اور ایک پیسہ کسی نیک کام میں ہاتھ سے نہ نکلے خواہ آگے چل کر تیمہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مال کی اس قدر محبت اور پرستش کر کے اسی کو کعبہ مقصود ٹھہرا لے، صرف کافر کا شیوہ ہو سکتا ہے۔

◆ یعنی جب ٹیلے اور پہاڑ کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیے جائیں اور زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے۔

◆ **زرا جب زمین کوٹی جائے گی** یعنی اپنی قہری تجلی کے ساتھ جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

◆ یعنی میدان حشر میں آئیں گے وہاں انتظامات کے لئے۔

◆ یعنی لاکھوں فرشتے اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے لائیں گے۔

◆ **اس وقت انسان پچھتائے گا** یعنی اس وقت سمجھے گا کہ میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا۔ مگر اس وقت کا سمجھنا کس کام کا۔ سوچنے سمجھنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ دار العمل میں جو کام کرنا چاہیے تھا وہ دار الجزاء میں نہیں ہو سکتا۔

يَقُولُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ

کہے کیا اچھا ہوتا جو میں کچھ آگے بھیج دیتا اپنی زندگی میں ◆ پھر اس دن عذاب نہ دے

عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيَّتُهَا

اس کا سا کوئی اور نہ باندھ کر رکھے اس کا سا باندھنا کوئی ◆ اے

النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِىْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾

جان جس نے چین پکڑ لیا پھر چل اپنے رب کی طرف تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی

فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ ﴿٣٠﴾ ع

پھر شامل ہو میرے بندوں میں اور داخل ہو میری بہشت میں ◆

اٰياتها ٢٠ (٩٠) سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (٣٥) ركوعها ١

سورۃ البلد مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿١﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴿٢﴾ وَ

قسم کھاتا ہوں میں اس شہر کی ◆ اور تجھ پر قید (ممانعت) نہیں رہے گی اس شہر میں ◆ اور

◆ **اس وقت انسان کی حسرت کا حال** | یعنی افسوس دنیا کی زندگی میں کچھ نیکی کر لیتا کہ آج کام آتی۔ جو حقیقی زندگی اب ملی ہے اس میں کام آتی۔ یونہی خالی ہاتھ چلا آیا۔ کاش حسنات کا کوئی ذخیرہ آگے روانہ کر دیتا جو یہاں کے لئے توشہ بنتا۔

◆ **مجرموں کو اللہ کا خاص عذاب** | یعنی اللہ تعالیٰ اس دن مجرموں کو ایسی سخت سزا دے گا اور ایسی سخت قید میں رکھے گا کہ کسی دوسرے کی طرف سے اس طرح کی سختی کسی مجرم کے حق میں متصور نہیں۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "اس روز نہ مارے گا اس کا سا مارنا کوئی، یعنی آگ، دوزخ کے موکل، سانپ بچھو جو دوزخ میں ہوں گے، کیونکہ ان کا مارنا اور دکھ دینا عذاب جسمانی ہے، اور حق تعالیٰ کا عذاب اس طور سے ہوگا کہ مجرم کی روح کو حسرت اور ندامت میں گرفتار کر دے گا تو عذاب

روحانی ہے اور ظاہر ہے عذاب روحانی کو عذاب جسمانی سے کیا نسبت۔ نیز نہ باندھے گا اس کا سا باندھنا کوئی۔ کیونکہ دوزخ کے پیادے ہر چند کہ دوزخیوں کے گلے میں طوق ڈالیں گے اور زنجیروں سے جکڑیں گے اور دوزخ کے دروازے بند کر کے اوپر سے سرپوش رکھ دیں گے لیکن ان کی عقل اور خیال کو بند نہ رکھیں گے اور عقل وخیال کی عادت ہے کہ بہت سی باتوں کی طرف التفات کرتا ہے اور ان میں سے بعض باتیں دوسری باتوں کے لئے حجاب ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے قید کی تنگی میں انسان کو عقلی اور خیالی وسعت حاصل ہوتی ہے۔ برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالیٰ عقل وخیال کو ادھر ادھر جانے سے روک دے اور بالکل ہمہ تن دکھ درد ہی کی طرف متوجہ رکھے۔ تو ایسی قید بدنی قید سے ہزاروں درجے سخت ہے۔ اسی لئے مجنون سودائیوں کو عین باغوں اور جنگلوں کی سیر کے وقت تنگی اور گھبراہٹ وہم وخیال کے سبب سے پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ باغ اور وسیع جنگل اس کی نظر میں تنگ معلوم ہوتے ہیں۔

۞ **نفس مطمئنہ کو رضائے حق کی طرف دعوت** | پہلے مجرموں اور ظالموں کا حال بیان ہوا تھا۔ اب اس کے مقابل ان لوگوں کا انجام بتلاتے ہیں جن کے دلوں کو اللہ کے ذکر اور اس کی طاعت سے چین اور آرام ملتا ہے ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ اے نفس آرمیدہ! چل! جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس کے مقام قرب کی طرف چل۔ اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو اس کی عالیشان جنت میں قیام کر۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کو موت کے وقت بھی یہ بشارت سنائی جاتی ہے۔ اہل عارفین کا تجربہ بتلاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں بھی ایسے نفوس مطمئنہ اس طرح کی بشارات کا فی الجملہ حظ اٹھاتے ہیں۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ نَفْسًا بِکَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِکَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِکَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِکَ" تنبیہ: نفس مطمئنہ، نفس امارہ اور نفس لوامہ کی تحقیق سورۂ "قیامہ" کے شروع میں دیکھ لی جائے۔

سورۃ البلد

۞ **شہر مکہ کی قسم** | یعنی مکہ معظمہ کی۔

۞ **حرم میں آپ ﷺ کیلئے خصوصی رعایت** | مکہ میں ہر شخص کو لڑائی کی ممانعت ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف فتح مکہ کے دن یہ ممانعت نہیں رہی تھی جو کوئی آپ ﷺ سے لڑا اس کو مارا۔ اور بعض سنگین مجرموں کو خاص کعبہ کی دیوار کے پاس قتل کیا گیا۔ پھر اس دن کے بعد سے وہی ممانعت قیامت تک کے لئے قائم ہو گئی۔ چونکہ اس آیت میں مکہ کی قسم کھا کر ان شدائد اور سختیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے انسان کو گزرنا پڑتا ہے اور اس وقت دنیا کا بزرگ ترین انسان اسی شہر مکہ میں دشمنوں کی طرف سے بے گناہ سختیاں جھیل رہا تھا۔ اس لئے درمیان میں بطور جملہ معترضہ "وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ" فرما کر تسلی کر دی کہ اگرچہ آج آپ ﷺ کا احترام اس شہر کے جاہلوں میں نہیں ہے۔ لیکن ایک وقت آیا چاہتا ہے جب آپ کا اسی شہر میں فاتحانہ داخلہ ہو گا۔ اور اس مقدس مقام کی ابدی تطہیر وتقدیس کے لئے مجرموں کو سزا دینے کی بھی آپ ﷺ کو اجازت ہو گی۔ یہ پیشین گوئی ۸ھ میں خدا کے فضل سے پوری ہوئی۔ تنبیہ: بعض نے "وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ" کے معنی "وانت نازل" کے لئے ہیں۔ یعنی میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں بحالیکہ آپ اس شہر میں پیدا کئے گئے اور قیام پذیر ہوئے۔

وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿٣﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ﴿٤﴾

قسم ہے جننے کی اور جو اس نے جنا ◆ تحقیق ہم نے بنایا آدمی کو محنت میں ◆

أَيَحْسَبُ أَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ﴿٥﴾ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا

کیا خیال رکھتا ہے وہ کہ اس پر بس نہ چلے گا کسی کا ◆ کہتا ہے میں نے خرچ کر ڈالا مال

لُّبَدًا ﴿٦﴾ أَيَحْسَبُ أَنْ لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ نَجْعَلْ لَّهُ

ڈھیروں ◆ کیا خیال رکھتا ہے کہ دیکھا نہیں اس کو کسی نے ◆ بھلا ہم نے نہیں دیں اس کو

عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾

دو آنکھیں ◆ اور زبان اور دو ہونٹ ◆ اور دکھا دیں اس کو دو گھاٹیاں ◆

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾

سو نہ دھمک سکا گھاٹی پر ◆ اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ گھاٹی

فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ أَوْ إِطْعٰمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيمًا

چھڑانا گردن کا ◆ یا کھانا دینا بھوک کے دن میں ◆ یتیم کو

ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ

جو قرابت والا ہے ◆ یا محتاج کو جو خاک میں رل رہا ہے ◆ پھر ہووے

الَّذِينَ اٰمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾

یقین والوں میں ◆ جو تاکید کرتے رہے آپس میں تحمل کی اور تاکید کرتے رہے رحم کھانے کی ◆

أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِنَا

وہ لوگ ہیں بڑے نصیب والے ◆ اور جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے

وقف لازم

◆ یعنی آدم اور بنی آدم وقس علیٰ ذٰلک۔

◆ **آدمی کو محنت میں پیدا کیا گیا** یعنی آدمی ابتداء سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی مرض میں مبتلا ہے کبھی رنج میں، کبھی فکر میں شاید عمر بھر میں کوئی ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام قسم کے ترددوں اور محنت و تکلیف سے آزاد ہو کر بالکل بے فکری کی زندگی بسر کرے۔ حقیقت میں انسان کی پیدائشی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور جھگڑوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ آدم اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ خود اس کی واضح دلیل ہے۔ اور مکہ جیسے سنگلاخ ملک کی زندگی خصوصاً اس وقت جبکہ وہاں افضل الخلائق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ترین جور و جفا اور ظلم و ستم کے ہدف بنے ہوئے تھے۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ" کی نمایاں شہادت ہے۔

◆ **کیا انسان پر کسی کا قابو نہیں ہے؟** یعنی انسان جن سختیوں اور محنت و مشقت کی راہوں سے گزرتا ہے اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ اس میں عجز و درماندگی پیدا ہوتی اور اپنے کو دست قدرت و قضا سمجھ کر مطیع امر و تابع رضا ہوتا اور ہر وقت اپنی احتیاج و افتقار کو پیش نظر رکھتا۔ لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے۔ تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پا سکے اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔

◆ **کفار کا مال خرچ کرنا** یعنی رسول کی عداوت، اسلام کی مخالفت اور معصیت کے مواقع میں یوں ہی بے تکے پن سے مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے۔ پھر بڑے بڑے دعوے جتا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا کثیر مال خرچ کر چکا ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی کوئی میرے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ یعنی آگے چل کر پچھتائے گا کہ یہ سب خرچ کیا ہوا مال یوں ہی برباد گیا۔ بلکہ الٹا وبال جان ہوا۔

◆ یعنی اللہ سب دیکھ رہا ہے۔ جتنا مال جس جگہ جس نیت سے خرچ کیا ہے۔ جھوٹی شیخی بگھارنے سے کچھ فائدہ نہیں۔

◆ **کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟** یعنی جس نے دیکھنے کو آنکھیں دیں کیا وہ خود دیکھتا نہ ہوگا۔ یقیناً جو سب کو بینائی دے وہ سب سے بڑھ کر بینا ہونا چاہئے۔

◆ **کیا زبان اور ہونٹ نہیں بنائے** جن سے بات کرنے اور کھانے پینے میں مدد لیتا ہے۔

◆ **اچھی اور بری دونوں راہیں بتا دیں** یعنی خیر اور شر دونوں کی راہیں بتلا دیں۔ تاکہ برے راستہ سے بچے اور اچھے راستہ پر چلے۔ اور یہ بتلانا اجمالی طور پر عقل و فطرت سے ہوا اور تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبان سے۔ **تنبیہ** بعض نے "نجدین" سے مراد عورت کی پستان لئے ہیں یعنی بچے کو دودھ پینے اور غذا حاصل کرنے کا راستہ بتلا دیا۔

◆ **دین کی گھاٹی** یعنی اس قدر انعامات کی بارش اور اسباب ہدایت کی موجودگی میں بھی اسے توفیق نہ ہوئی کہ دین کی گھاٹی پر آ دھمکتا۔ اور مکارم اخلاق کے راستوں کو طے کرتا ہوا فوز و فلاح کے بلند مقامات پر پہنچ جاتا۔ **تنبیہ** دین کے کاموں کو گھاٹی اس لئے کہا کہ مخالفت ہوا کی وجہ سے ان کا انجام دینا نفس پر شاق اور گراں ہوتا ہے۔

◆ یعنی غلام آزاد کرنا یا قرضدار کی گردن قرض سے چھڑوانا۔

◆ **بھوک کے دن میں کھانا کھلانا** یعنی قحط کے دنوں میں بھوکوں کی خبر لینا۔

◆ یتیم کی خدمت کرنا ثواب اور قرابتداروں کے ساتھ سلوک کرنا بھی ثواب۔ جہاں دونوں جمع ہو جائیں تو دوہرا ثواب ہوگا۔

◆ یعنی فقر و فاقہ اور تنگدستی سے خاک میں مل رہا ہو۔ یہ مواقع ہیں مال خرچ کرنے کے نہ یہ کہ شادی غمی کی فضول رسموں اور خدا کی نافرمانیوں میں روپیہ برباد کر کے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال سر لیا جائے۔

◆ یعنی پھر ان سب اعمال کے مقبول ہونے کی سب سے بڑی شرط ایمان ہے۔ اگر یہ چیز نہیں تو سب کیا کرایا بیکار ہے۔

◆ **رحم اور صبر کی ایک دوسرے کو تاکید** یعنی ایک دوسرے کو تاکید کرتے رہتے ہیں کہ حقوق و فرائض کے ادا کرنے میں ہر قسم کی سختیوں کو تحمل کرو اور خدا کی مخلوق پر رحم کھاؤ تاکہ آسمان والا تم پر رحم کھائے۔

◆ **اصحاب المیمنۃ** یعنی یہ لوگ بڑے خوش نصیب اور میمون و مبارک ہیں جن کو عرش عظیم کے داہنی جانب جگہ ملے گی اور ان کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

وہ ہیں کم بختی والے ◆ انہی کو آگ میں موند دیا ہے ◆

(۹۱) سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶)

اٰیاتُہا ۱۵ — رکوعہا ۱

سورۂ شمس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پندرہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰىهَا ﴿١﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ﴿٢﴾ وَالنَّهَارِ

قسم سورج کی اور اس کے دھوپ چڑھنے کی ◆ اور چاند کی جب آئے سورج کے پیچھے ◆ اور دن کی

اِذَا جَلّٰىهَا ﴿٣﴾ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ﴿٤﴾ وَالسَّمَآءِ وَمَا

جب اس کو روشن کرے ◆ اور رات کی جب اس کو ڈھانک لیوے ◆ اور آسمان کی اور جیسا کہ

بَنٰىهَا ﴿٥﴾ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰىهَا ﴿٦﴾ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿٧﴾

اس کو بنایا ◆ اور زمین کی اور جیسا کہ اس کو پھیلایا ◆ اور جی کی اور جیسا کہ اس کو ٹھیک بنایا ◆

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿٨﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿٩﴾

پھر سمجھ دی اس کو ڈھٹائی (بدی) کی اور بچ کر چلنے (پرہیزگاری) کی ◆ تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا ◆

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿١٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ﴿١١﴾

اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا ◆ جھٹلایا ثمود نے اپنی شرارت سے ◆

اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴿١٢﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ

جب اٹھ کھڑا ہوا ان میں کا بڑا بدبخت ◆ پھر کہا ان کو اللہ کے رسول نے خبردار ہو اللہ کی

◈ اصحاب المشئمہ | یعنی بدنصیب منحوس، شامت زدہ جن کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور عرش کے بائیں طرف کھڑے کیے جائیں گے۔

◈ آگ میں بند کر دیئے جائیں گے | یعنی دوزخ میں ڈال کر سب دروازے نکلنے کے بند کر دیئے جائیں گے۔ اعاذنا اللہ منها۔

سورۃ الشمس

◈ مخلوقات کی قسمیں | یعنی سورج غروب ہونے کے بعد جب اس کی چاندنی پھیلے۔

◈ یعنی جب دن میں سورج پوری روشنی اور صفائی کے ساتھ جلوہ گر ہو۔

◈ یعنی جب رات کی تاریکی خوب چھا جائے اور سورج کی روشنی کا کچھ نشان دکھائی نہ دے۔

◈ یعنی جس شان و عظمت کا اس کو بنایا۔ اور بعض کے نزدیک "ما بناھا" سے مراد اس کا بنانے والا ہے۔

◈ یعنی جس حکمت سے اس کو پھیلا کر مخلوق کی بود و باش کے قابل کیا۔ یہاں بھی بعض نے "وما طحٰھا" سے اس کا پھیلانے والا مراد لیا ہے۔

◈ کہ اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری و باطنی اور قوائے طبعیہ حیوانیہ و نفسانیہ سب اس کو دیئے اور نیکی بدی کے راستوں پر چلنے کی استعداد رکھی۔

◈ آدمی کو فجور اور تقویٰ کی سمجھ دی گئی ہے | یعنی اول تو اجمالی طور پر عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے ذریعہ سے بھلائی برائی میں فرق کرنے کی سمجھ دی۔ پھر تفصیلی طور پر انبیاء و رسل کی زبانی کھول کھول کر بتلا دیا کہ یہ راستہ بدی کا اور یہ پرہیزگاری کا ہے۔ اس کے بعد قلب میں جو نیکی کا رجحان یا بدی کی طرف میلان ہو اُن دونوں کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ گو القاء اول میں فرشتہ واسطہ ہوتا ہے۔ اور ثانی میں شیطان۔ پھر وہ رجحان و میلان کبھی بندہ کے قصد و اختیار سے مرتبہ عزم تک پہنچ کر صدور فعل کا ذریعہ بن جاتا ہے جس کا خالق اللہ اور کاسب بندہ ہے۔ اسی کسب خیر و شر پر مجازات کا سلسلہ بطریق تسبب قائم ہے۔ وهذه المسئلة من معضلات المسائل وتفصيلها يطلب من مظانها. ونريد ان نفرد لها جزءً ان ساعدنا التوفيق والله الموفق والمعين۔

◈ تزکیہ نفس ہی کامیابی ہے | نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعت الٰہیہ کا تابعدار بنائے۔ تا روح اور قلب دونوں تجلی الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔

◈ نفس کی اطاعت نامرادی | خاک میں ملا چھوڑنے سے یہ مراد ہے کہ نفس کی باگ بالکل شہوت و غضب کے ہاتھ میں دے دے۔ عقل و شرع سے کچھ سروکار نہ رکھے۔ گویا خواہش اور ہویٰ کا بندہ بن جائے۔ ایسا آدمی جانوروں سے بدتر اور ذلیل ہے۔ تنبیہ | "قد افلح من زکٰھا وقد خاب من دسّٰھا" جواب قسم ہے اور اس کو مناسبت قسموں سے یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے سورج کی دھوپ اور چاند کی چاندنی، دن کا اجالا، اور رات کا اندھیرا، آسمان کی بلندی اور زمین کی پستی کو ایک دوسرے کے مقابل پیدا کیا اور نفس انسانی میں خیر و شر کی متقابل قوتیں رکھیں اور دونوں کو سجھا اور ان پر چلنے کی قدرت دی۔ اسی طرح متضاد و مختلف اعمال پر مختلف ثمرات و نتائج مرتب کرنا بھی اسی حکیم مطلق کا کام ہے۔ خیر و شر اور ان دونوں کے مختلف آثار و نتائج کا عالم میں پایا جانا بھی حکمت تخلیق کے اعتبار سے ایسا ہی موزوں و مناسب ہے، جیسے اندھیرے اور اجالے کا وجود۔

◈ جیسے ثمود نے جھٹلایا | یعنی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا۔ یہ "وقد خاب من دسّٰھا" کی ایک مثال عبرت کے لئے بیان فرما دی۔ سورۂ اعراف وغیرہ میں یہ قصہ مفصل گذر چکا ہے۔

◈ یہ بدبخت قدار بن سالف تھا۔

اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ

اونٹنی سے اور اس کی پانی پینے کی باری سے ◆ پھر انہوں نے جھٹلایا اس کو پھر پاؤں کاٹ ڈالے اس کے پھر الٹ مارا

عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ ۙ وَلَا يَخَافُ

ان پر (ان کو) ان کے رب نے بسبب ان گناہوں کے ◆ پھر برابر کر دیا سب کو اور وہ نہیں ڈرتا

عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ ع

پیچھا کرنے سے ◆

آیاتہا ۲۱ (۹۲) سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹) رکوعہا ۱

سورہ لیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی اکیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ﴿۱﴾ ۙ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ﴿۲﴾ ۙ وَمَا خَلَقَ

قسم رات کی جب چھا جائے اور دن کی جب روشن ہو اور اس کی جو اس نے پیدا کئے

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰٓى ﴿۳﴾ ۙ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ﴿۴﴾ ؕ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى

نر اور مادہ تمہاری کمائی طرح طرح پر ہے ◆ سو جس نے دیا

وَاتَّقٰى ﴿۵﴾ ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾ ؕ وَ

اور ڈرتا رہا اور سچ جانا بھلی بات کو تو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے آسانی میں ◆ اور

اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ

جس نے نہ دیا اور بے پروا رہا اور جھوٹ جانا بھلی بات کو سو اس کو ہم سہج سہج پہنچا دیں گے

حضرت صالحؑ کی تنبیہ یعنی خبردار اس کو قتل نہ کرنا اور نہ اس کا پانی بند کرنا۔ پانی کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ظاہراً اسی سبب سے وہ اس کے قتل پر آمادہ ہوئے تھے۔ اور "اللہ کی اونٹنی" اس اعتبار سے کہا کہ اللہ نے اس کو حضرت صالحؑ کی نبوت کا ایک نشان بنایا تھا۔ اور اس کا احترام واجب کیا تھا۔ یہ قصہ پہلے "اعراف" وغیرہ میں گزر چکا۔

اونٹنی کے پاؤں کاٹ ڈالے حضرت صالحؑ نے فرمایا تھا۔ "وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" (اس اونٹنی کو برائی سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ سخت دردناک عذاب میں پھنس جاؤ گے) ان لوگوں نے اس بات کو جھوٹ سمجھا۔ پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ آخر وہی ہوا جو حضرت صالحؑ نے کہا تھا۔ اللہ تعالےٰ نے سب کو مٹا کر برابر کر دیا۔

پھر اللہ نے ان کو الٹ مارا یعنی جیسے بادشاہان دنیا کو کسی بڑی قوم یا جماعت کی سزا دہی کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ کہیں ملک میں شورش برپا نہ ہو جائے یا انتظام ملکی میں خلل نہ پڑے اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا کوئی اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ ایسی کون سی طاقت ہے جو سزا یافتہ مجرموں کا انتقام لینے کے لئے اس کا پیچھا کرے گی؟ العیاذ باللہ۔

سورۃ الیل

دن رات اور نر اور مادہ کی قسم یعنی جس طرح دنیا میں رات اور دن نر اور مادہ مختلف ومتضاد چیزیں پیدا کی گئی ہیں تمہارے اعمال اور کوششیں بھی مختلف ومتضاد پھر ان مختلف اعمال ومساعی پر ظاہر ہے ثمرات ونتائج بھی مختلف ہی مرتب ہوں گے جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

متقی اور نیکوکار کیلئے آسانی یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا، اور بشارات ربانی کو صحیح سمجھتا ہے، اس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کر دیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے جس کا نام جنت ہے۔

لِلْعُسْرٰى ⑩ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ⑪

سختی میں ◈ اور کام نہ آئے گا اس کے مال اس کا جب گڑھے میں گرے گا ◈

اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ⑫ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ⑬

ہمارا ذمہ ہے راہ دکھا دینا اور ہمارے ہاتھ میں ہے آخرت اور دنیا ◈

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ⑭ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ⑮

سو میں نے سنا دی تم کو خبر ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی ◈ اس میں وہی گرے گا جو بڑا بدبخت ہے

الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ⑯ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ⑰ الَّذِيْ

جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا ◈ اور بچا دیں گے اس سے بڑے ڈرنے والے کو ◈ جو

يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ⑱ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ

دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو ◈ اور نہیں کسی کا اس پر

نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ⑲ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ⑳

احسان جس کا بدلہ دے مگر واسطے چاہنے مرضی اپنے رب کی جو سب سے برتر ہے

وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ㉑

اور آگے وہ راضی ہوگا ◈

ع ۱۷

آیاتها ۱۱ | (۹۳) سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ (۱۱) | رکوعها ۱

سورۃ الضحٰی مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اچھائی کو جھٹلانے والے کا انجام یعنی جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا، اس کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پروا نہ کی اور اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹ جانا، اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائے گا۔ نیکی کی توفیق سلب ہوتی جائے گی اور آخرکار آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی اللہ کی عادت ہے کہ سعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب بدعمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لئے وہی راستہ آسان کر دیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیر الٰہی کے موافق اپنے ارادہ و اختیار سے پسند کر لیا ہے۔
"كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا" (اسراء، رکوع ۲)

مال اس کو تباہی سے نہ بچا سکے گا یعنی جس مال و دولت پر گھمنڈ کر کے یہ آخرت کی طرف سے بے پروا ہو بیٹھا تھا وہ ذرا بھی عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا۔

دنیا اور آخرت ہمارے ہاتھ میں ہے یعنی ہماری حکمت اس کو مقتضی نہیں کہ کسی آدمی کو زبردستی نیک یا بد بننے پر مجبور کریں۔ ہاں یہ ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ سب کو نیکی بدی کی راہ سجھا دیں، اور بھلائی برائی کو خوب کھول کر بیان کر دیں۔ پھر جو شخص جو راہ اختیار کرے دنیا اور آخرت میں اسی کے موافق اس سے برتاؤ کریں گے۔

بھڑکتی ہوئی آگ کی خبر اس ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے شاید دوزخ کا وہ طبقہ مراد ہو گا۔ جو بڑے بھاری مجرموں اور بدبختوں کے لئے مخصوص ہے۔

یعنی ہمیشہ کے لئے وہی گرے گا کہ پھر کبھی نکلنا نصیب نہ ہو گا۔ کما تدل علیه النصوص۔

اتقی اس آگ سے بچا لیا جائے گا یعنی ایسے لوگوں کو اس کی ہوا تک بھی نہیں لگے گی۔ صاف بچا دیئے جائیں گے۔

اتقی کون ہے؟ یعنی محض نفس کو رذائل بخل و طمع وغیرہ سے پاک کرنا مقصود ہے۔ کسی طرح کا ریاء اور نمود و نمائش یا دنیوی اغراض پیش نظر نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت و برتری یعنی خرچ کرنے سے کسی مخلوق کے احسان کا بدلہ اتارنا مقصود نہیں۔ بلکہ خالص رضاء مولیٰ کی طلب اور دیدار الٰہی کی تمنا میں گھر بار لٹا رہا ہے۔ تو وہ اطمینان رکھے کہ اسے ضرور خوش کر دیا جائے گا اور اس کی یہ تمنا ضرور پوری ہو کر رہے گی۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ"
تنبیہ: اگرچہ مضمون آیات کا عام ہے لیکن روایات کثیرہ شاہد ہیں کہ ان آخری آیات کا نزول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں ہوا۔ اور یہ بہت بڑی دلیل ان کی فضیلت و برتری کی ہے۔ بڑے نصیب اس بندے کے جس کے اتقیٰ ہونے کی تصدیق آسمان سے ہو۔ "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ" اور خود حضرت حق سے اس کو وَلَسَوْفَ يَرْضٰى کی بشارت سنائی جائے۔ فی الحقیقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں وَلَسَوْفَ يَرْضٰى کی بشارت ایک انعکاس ہے اس بشارت عظمیٰ کا جو آگے نبی کریم ﷺ کے حق میں آرہی ہے۔ "وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى"

وَالضُّحٰى ۙ﴿۱﴾ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ؕ﴿۳﴾ وَ

قسم دھوپ چڑھتے وقت کی (۱) اور رات کی جب چھا جائے (۲) نہ رخصت کر دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ بیزار ہوا (۳) اور

لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ﴿۴﴾ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ

البتہ پچھلی (آخرت) بہتر ہے تجھ کو پہلی (دنیا) سے (۴) اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب

فَتَرْضٰى ؕ﴿۵﴾ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۪﴿۶﴾ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا

پھر تو راضی ہوگا (۵) بھلا نہیں پایا تجھ کو یتیم پھر جگہ دی (۶) اور پایا تجھ کو بھٹکتا

فَهَدٰى ۪﴿۷﴾ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ؕ﴿۸﴾ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا

پھر راہ سمجھائی (۷) اور پایا تجھ کو مفلس پھر بے پروا (غنی) کر دیا (۸) سو جو یتیم ہو اس کو مت

تَقْهَرْ ؕ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ؕ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

دبا (۹) اور جو مانگتا ہو اس کو مت جھڑک (۱۰) اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر (۱۱)

ع ۱ ۱۸

آیاتها ۸ (۹۴) سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ (۱۲) رکوعها ۱

سورۂ الم نشرح مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ﴿۱﴾ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ﴿۲﴾

کیا ہم نے نہیں کھول دیا تیرا سینہ (۱) اور اتار رکھا ہم نے تجھ پر سے بوجھ تیرا

الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ﴿۳﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ﴿۴﴾ فَاِنَّ

(۲) جس نے جھکا دی تھی پیٹھ تیری (۳) اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا (۴) سو

سورۃ الضحیٰ

١ **فترت وحی اور کفار کے طعنے** روایات صحیحہ میں ہے کہ جبریل علیہ السلام دیر تک رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ آئے (یعنی وحی قرآنی بند رہی) مشرکین کہنے لگے کہ (لیجئے) محمد کو اس کے رب نے رخصت کر دیا۔ اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں میرا گمان یہ ہے (واللہ اعلم) کہ یہ زمانہ فترت الوحی کا ہے جب سورۂ "اقرأ" کی ابتدائی آیات نازل ہونے کے بعد ایک طویل مدت تک وحی رکی رہی تھی اور حضور ﷺ خود اس فترت کے زمانہ میں سخت مغموم و مضطرب رہتے تھے، تا آنکہ فرشتہ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے "یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" کا خطاب سنایا۔ اغلب ہے کہ اس وقت مخالفوں نے اس طرح کی چہ میگوئیاں کی ہوں۔ چنانچہ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ سے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اسی احتمال کی تائید کرتے ہیں۔ ممکن ہے اسی دوران میں وہ قصہ بھی پیش آیا ہو جو بعض احادیث صحیحہ میں بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیماری کی وجہ سے دو تین رات نہ اٹھ سکے، تو ایک (خبیث) عورت کہنے لگی، اے محمد! معلوم ہوتا ہے تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا ہے (العیاذ باللہ) غرض ان سب خرافات کا جواب سورۂ "والضحیٰ" میں دیا گیا ہے۔

٢ **اللہ آپ ﷺ سے ناراض نہیں ہے** پہلے قسم کھائی دھوپ چڑھتے وقت کی اور اندھیری رات کی۔ پھر فرمایا کہ (دشمنوں کے سب خیالات غلط ہیں) نہ تیرا رب تجھ سے ناراض اور بیزار ہوا نہ تجھ کو رخصت کیا۔ بلکہ جس طرح ظاہر میں وہ اپنی قدرت و حکمت کے مختلف نشان ظاہر کرتا اور دن کے پیچھے رات اور رات کے پیچھے دن کو لاتا ہے، یہی کیفیت باطنی حالات کی سمجھو۔ اگر سورج کی دھوپ کے بعد رات کی تاریکی کا آنا اللہ کی خفگی اور ناراضی کی دلیل نہیں، اور نہ اس کا ثبوت ہے کہ اس کے بعد دن کا اجالا کبھی نہ ہوگا۔ تو چند روز تو وحی کے رکے رہنے سے یہ کیونکر سمجھ لیا جائے کہ آج کل خدا اپنے منتخب کیے ہوئے پیغمبر سے خفا اور ناراض ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے وحی کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ ایسا کہنا تو خدا کے علم محیط اور حکمت بالغہ پر اعتراض کرنا ہے۔ گویا اسے خبر نہ تھی کہ جس کو میں نبی بنا رہا ہوں وہ آئندہ چل کر اس کا اہل ثابت نہ ہوگا؟ العیاذ باللہ۔

٣ یعنی آپ ﷺ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ وحی کی یہ چند روزہ رکاوٹ آپ کے نزول و انحطاط کا سبب نہیں بلکہ بیش از بیش عروج و ارتقاء کا ذریعہ ہے اور اگر پچھلی سے بھی پچھلی حالت کا تصور کیا جائے۔ یعنی آخرت کی شان و شکوہ کا، جبکہ آدم اور آدم کی ساری اولاد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہوگی۔ تو وہاں کی بزرگی اور فضیلت تو یہاں کے اعزاز و اکرام سے بیشمار درجہ بڑھ کر ہے۔

٤ **آنحضرت ﷺ کو خوش کر دینے کا وعدہ** یعنی ناراض اور بیزار ہو کر چھوڑ دینا کیسا، ابھی تو تیرا رب تجھ کو (دنیا و آخرت میں) اس قدر دولتیں اور نعمتیں عطا فرمائے گا کہ تو پوری طرح مطمئن اور راضی ہو جائے۔ حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محمد راضی نہیں ہوگا جب تک اس کی امت کا ایک آدمی بھی دوزخ میں رہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

◆ **آنحضرت ﷺ کی یتیمی** | حضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ ﷺ کے والد وفات پاچکے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ نے رحلت کی۔ پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا (عبد المطلب) کی کفالت میں رہے۔ آخر اس دریتیم اور نادرۂ روزگار کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپ ﷺ کے بے حد شفیق چچا ابو طالب کے حصہ میں آئی۔ انہوں نے زندگی بھر آپ ﷺ کی نصرت وحمایت اور تکریم و تبجیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ چندروز بعد یہ امانت الٰہی اللہ کے حکم سے انصار مدینہ کے گھر پہنچ گئی۔ "اوس" اور "خزرج" کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا اور انہوں نے اس کی حفاظت اس طرح کی جس کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھی ہوگی۔ یہ سب صورتیں اسی جدید ایواء کے تحت میں داخل ہیں۔ کما اشار الیہ ابن کثیر رحمہ اللہ۔

◆ **ہم نے آپ ﷺ کو ہدایت کاملہ عطاء کی** | جب حضرت ﷺ جوان ہوئے قوم کے مشرکانہ اطوار اور بیہودہ رسم و راہ سے سخت بیزار تھے اور قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔ عشق الٰہی کی آگ سینہ مبارک میں بڑی تیزی سے بھڑک رہی تھی۔ وصول الی اللہ اور ہدایت خلق کی اس اعلیٰ ترین استعداد کا چشمہ جو تمام عالم سے بڑھ کر نفس قدسی میں ودیعت کیا گیا تھا، اندر ہی اندر جوش مارتا تھا لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستورالعمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا جس سے اس عرش و کرسی سے زیادہ وسیع قلب کو تسکین ہوتی۔ اسی جوش طلب اور فرط محبت میں آپ ﷺ بے قرار اور سرگرداں پھرتے اور غاروں اور پہاڑوں میں جاکر مالک کو یاد کرتے اور محبوب حقیقی کو پکارتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے "غار حرا" میں فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا اور وصول الی اللہ اور اصلاح خلق کی تفصیلی راہیں آپ ﷺ پر کھول دیں۔ یعنی دین حق نازل فرمایا۔ "ما کنت تدری ما الکتب ولا الایمان ولٰکن جعلنٰہ نورا نھدی بہ من نشاء من عبادنا" (شوریٰ، رکوع ۵) **تنبیہ** یہاں "ضآلا" کے معنی کرتے وقت سورۂ "یوسف" کی آیت "قالوا تاللہ انک لفی ضلٰلک القدیم" پیش نظر رکھنا چاہئے۔

◆ **ہم نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا** | اس طرح کہ حضرت خدیجہؓ کی تجارت میں آپ ﷺ مضارب ہو گئے، اس میں نفع ہوا۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ سے نکاح کر لیا اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا۔ یہ تو ظاہری غنا تھا۔ باقی آپ ﷺ کے قلبی اور باطنی غنا کا درجہ تو وہ غنی عن العالمین ہی جانتا ہے۔ کوئی بشر اس کا کیا اندازہ کر سکے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ ابتداء سے مورد انعامات رہے ہیں۔ آئندہ بھی رہیں گے۔ جس پروردگار نے اس شان سے آپ ﷺ کی تربیت فرمائی۔ کیا وہ خفا ہو کر آپ ﷺ کو یونہی درمیان میں چھوڑ دیگا۔ استغفر اللہ۔

◆ **یتیموں کی دلجوئی کرو** | بلکہ اس کی خبر گیری اور دلجوئی کر۔ جس طرح تم کو یتیمی کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ٹھکانا دیا، تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانا دو۔ اسی طرح نے مکارم اخلاق اختیار کرنے سے بندہ اللہ کے رنگ میں رنگا

جاتا ہے۔ "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا "انا و کافل الیتیم کھاتین" واشار الی السبابۃ والوسطیٰ۔

◈ یعنی تم ہو اور تھے اللہ تعالیٰ نے غنا عطا فرمایا۔ اب شکر گزار بندے کا حوصلہ یہی ہونا چاہئے کہ مانگنے والوں سے تنگ دل نہ ہو اور حاجتمندوں کے سوال سے گھبرا کر جھڑکنے ڈانٹنے کا شیوہ اختیار نہ کرے۔ بلکہ فراخدلی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ احادیث میں سائلین کے مقابلہ پر آپ کی وسعت اخلاق کے جو قصے منقول ہیں وہ بڑے سے بڑے مخالف کو آپ ﷺ کے اخلاق کا گرویدہ بنا دیتے ہیں **تنبیہ** صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ سائل کے زجر کی ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جائے۔ ورنہ اگر اڑی لگا کر کھڑا ہو جائے اور کسی طرح نہ مانے اس وقت زجر جائز ہے۔

◈ **اللہ کے احسانات کی تذکیر کیجئے** محسن کے احسانات کا بہ نیت شکر گزاری (نہ بقصد فخر و مباہات) اچھی طرح ذکر کرنا محمود ہے۔ لہٰذا جو انعامات اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فرمائے ان کو بیان کیجئے۔ خصوصاً وہ نعمت ہدایت جس کا ذکر "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" میں ہوا۔ اس کا لوگوں میں پھیلانا اور کھول کھول کر بیان کرنا تو آپ ﷺ کا فرض منصبی ہے۔ شاید آپ ﷺ کے ارشادات قیمہ کو جو حدیث کہا جاتا ہے۔ وہ اسی لفظ فحدث سے لیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

سورۃ الم نشرح

◈ **علوم و معارف کیلئے آپ کا سینہ کھول دیا** کہ اس میں علوم و معارف کے سمندر اتار دیے اور لوازم نبوت اور فرائض رسالت برداشت کرنے کو بڑا وسیع حوصلہ دیا کہ بیشمار دشمنوں کی عداوت اور مخالفوں کی مزاحمت سے گھبرانے نہ پائیں **تنبیہ** احادیث و سیر سے ثابت ہے کہ ظاہری طور پر بھی فرشتوں نے متعدد مرتبہ آپ ﷺ کا سینہ چاک کیا۔ لیکن مدلول آیت کا بظاہر وہ معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔

◈ **آپ ﷺ کا بوجھ اتار دیا** وحی کا اترنا اول سخت مشکل تھا۔ پھر آسان ہو گیا۔ یا منصب رسالت کی ذمہ داریوں کو محسوس کر کے خاطر شریف پر گرانی گزرتی ہوگی۔ وہ رفع کر دی گئی۔ یا "وزر" سے وہ امور مباحہ مراد ہوں جو گاہ بگاہ آپ ﷺ قرین حکمت و صواب سمجھ کر کر لیتے تھے۔ اور بعد میں ان کا خلاف حکمت یا خلاف اولیٰ ہونا ظاہر ہوتا تھا اور آپ ﷺ بوجہ علو شان اور غایت قرب کے اس سے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے تو اس آیت میں ان پر مواخذہ نہ ہونے کی بشارت ہوئی کذا روی عن بعض السلف۔ اور حضرت شاہ عبدالعزیز لکھتے ہیں کہ آپ کی ہمت عالی اور پیدائشی استعداد جن کمالات و مقامات پر پہنچنے کا تقاضا کرتی تھی۔ قلب مبارک کو جسمانی ترکیب یا انسانی تشویشات کی وجہ سے ان پر فائز ہونا دشوار معلوم ہوتا ہوگا۔ اللہ نے جب سینہ کھول دیا اور حوصلہ کشادہ کر دیا وہ دشواریاں جاتی رہیں اور سب بوجھ ہلکا ہو گیا۔

◈ **آپ ﷺ کے ذکر کو بلندی دی** یعنی پیغمبروں اور فرشتوں میں آپ ﷺ کا نام بلند ہے۔ دنیا میں تمام سمجھدار انسان نہایت عزت و وقعت سے آپ کا ذکر کرتے ہیں۔ اذان، اقامت، خطبہ، کلمہ طیبہ اور التحیات وغیرہ میں اللہ کے نام کے بعد آپ کا نام لیا جاتا ہے اور خدا نے جہاں بندوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے وہیں ساتھ کے ساتھ آپ ﷺ کی فرمانبرداری کی تاکید کی ہے۔

مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَإِذَا

البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ◆ البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے ◆ پھر جب

فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

تو فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب کی طرف دل لگا ◆

آیاتہا ٨ — (٩٥) سُورَةُ التِّينِ مَكِّيَّةٌ (٢٨) — رکوعہا ١

سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَٰذَا الْبَلَدِ

قسم انجیر کی اور زیتون کی ◆ اور طور سینین کی اور اس شہر

الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ

امن والے کی ◆ ہم نے بنایا آدمی خوب سے اندازے

تَقْوِيمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ

پر ◆ پھر پھینک دیا اس کو نیچوں سے نیچے ◆ مگر جو

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ فَمَا

یقین لائے اور عمل کیے اچھے سو ان کے لیے ثواب ہے بے انتہا ◆ پھر

◆ مشکل کے بعد آسانی ہے | یعنی اللہ کی رضا جوئی میں جو سختیاں آپ نے برداشت کیں اور رنج و تعب کھینچے، ان میں سے ہر ایک سختی کے ساتھ کئی کئی آسانیاں ہیں۔ مثلاً حوصلہ فراخ کر دیا جس سے ان مشکلات کا اٹھانا سہل ہو گیا، اور ذکر کا بلند کرنا جس کا تصور بڑی بڑی مصیبتوں کے تحمل کو آسان کر دیتا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ جب ہم نے آپ ﷺ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت

رفع کر دی جیسا کہ "الم نشرح" سے معلوم ہوا تو اس سے دنیوی راحت و محنت میں بھی ہمارے فضل و کرم کا امیدوار رہنا چاہئے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ بیشک موجودہ مشکلات کے بعد آسانی ہونے والی ہے اور تاکید مزید کے لئے پھر کہتے ہیں کہ ضرور موجودہ تنگی کے بعد آسانی ہو کر رہے گی۔ چنانچہ احادیث و سیر سے معلوم ہو چکا کہ وہ سب مشکلات ایک ایک کر کے دور کر دی گئیں۔ اور ہر ایک سختی اپنے بعد کئی کئی آسانیاں لے کر آئی۔ اب بھی عادۃ اللہ یہی ہے کہ جو شخص سختی پر صبر کرے اور سچے دل سے اللہ پر اعتماد رکھے اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اسی سے لو لگائے۔ اسی کے فضل و رحمت کا امیدوار رہے۔ امتداد زمانہ سے گھبرا کر آس نہ توڑ بیٹھے ضرور اللہ اس کے حق میں آسانی کرے گا۔ ایک طرح کی نہیں، کئی طرح کی، وفی الحدیث "لن یغلب عسر یسرین" وفی ایضاً "لو جاء العسر فدخل ھذا الحجر لجاء الیسر حتی یدخل علیہ فیخرجہ"

◆ **تنہائی میں توجہ الی اللہ کی ترغیب** | یعنی جب خلق کے سمجھانے سے فراغت پائے تو خلوت میں بیٹھ کر محنت کر تا کہ مزید یسر کا سبب بنے۔ اور اپنے رب کی طرف (بلا واسطہ) متوجہ ہو۔ **تنبیہ** | خلق کو سمجھانا اور نصیحت کرنا آپ ﷺ کی اعلیٰ ترین عبادت تھی۔ لیکن اس میں فی الجملہ مخلوق کا توسط ہوتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ادھر سے ہٹ کر بلا واسطہ بھی متوجہ ہونا چاہئے۔ اس کی تفسیر اور کئی طرح کی گئی ہے۔ مگر اقرب یہی معلوم ہوتی ہے۔

سورۃ التین

◆ **انجیر اور زیتون کی قسم** | انجیر اور زیتون دونوں چیزیں نہایت کثیر المنافع اور جامع الفوائد ہونیکی وجہ سے انسان کی حقیقت جامعہ کے ساتھ خصوصی مناسبت رکھتے ہیں۔ اسی لئے "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کے مضمون کو ان دونوں کی قسم سے شروع کیا۔ اور بعض محققین کہتے ہیں کہ یہاں "التین" اور "الزیتون" سے دو پہاڑوں کی طرف اشارہ ہے جن کے قریب "بیت المقدس" واقع ہے۔ گویا ان درختوں کی قسم مقصود نہیں بلکہ اس مقام مقدس کی قسم کھائی ہے جہاں یہ درخت بکثرت پائے جاتے ہیں اور وہی مولد و مبعث حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔

◆ **طور سیناء** | "طور سینین" یا "طور سیناء" وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف ہم کلامی بخشا۔ اور "امن والا شہر" مکہ معظمہ ہے جہاں سارے عالم کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور اللہ کی سب سے بڑی اور آخری امانت (قرآن کریم) اول اسی شہر میں اتاری گئی۔ تورات کے آخر میں ہے "اللہ طور سیناء سے آیا اور ساعیر سے چمکا (جو بیت المقدس کا پہاڑ ہے) اور فاران سے بلند ہو کر پھیلا۔" (فاران مکہ کے پہاڑ ہیں)

◆ **انسان تخلیق میں سب سے بہتر** | یعنی یہ سب مقامات متبرکہ جہاں سے ایسے ایسے اولوالعزم پیغمبر اٹھے گواہ ہیں کہ ہم نے انسان کو کیسے اچھے سانچے میں ڈھالا اور کیسی کچھ قوتیں اور ظاہری و باطنی خوبیاں اس کے وجود میں جمع کی ہیں۔ اگر یہ اپنی صحیح فطرت پر ترقی کرے تو فرشتوں سے گوئے سبقت لے جائے۔ بلکہ مسجود ملائک بنے۔

◆ **جانوروں سے بدتر** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس کو لائق بنایا فرشتوں کے مقام کا۔ پھر جب منکر ہوا تو جانوروں سے بدتر ہے۔"

◆ جو کبھی کم یا ختم نہ ہوگا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸

تو اس کے پیچھے کیوں جھٹلاتا ہے بدلے کو ۞ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم ۞

آیاتہا ۱۹ (۹۶) سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۱) رکوعہا ۱

سورۂ علق مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی انیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝۸ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ

پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ۞ بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے ۞ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے ۞ جس نے علم سکھایا قلم سے ۞ سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا ۞ کوئی نہیں آدمی سر چڑھتا ہے اس سے کہ دیکھے اپنے آپ کو بے پروا ۞ بے شک تیرے رب کی طرف پھر جانا ہے ۞ تو نے دیکھا اس کو

۞ **ایمان اور عمل صالح پر بے انتہا اجر** یعنی اے آدمی ان دلائل کے بعد کیا سبب ہے جس کی بناء پر سلسلہ جزاء و سزا کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ یا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گا یعنی ایسے صاف بیانات کے بعد کیا چیز ہے جو منکرین کو جزاء کے معاملہ میں تمہاری تکذیب پر آمادہ کرتی ہے۔ خیال کرو! انسان کو اللہ نے پیدا کیا اور بہترین شکل و صورت میں پیدا کیا۔ اس کا قوام ایسی ترکیب سے بنایا کہ اگر چاہے تو نیکی اور کمال میں ترقی کر کے فرشتوں سے آگے نکل جائے، کوئی مخلوق اس کی ہمسری نہ کر سکے۔ چنانچہ اس کے کامل نمونے دنیا نے شام و بیت المقدس، کوہ طور اور مکہ معظمہ میں اپنے اپنے وقت پر دیکھ لیے جن کے نقش قدم پر اگر آدمی چلیں تو انسانی کمالات اور دارین کی کامیابی کے اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچ جائیں۔ یعنی انسان خود اپنی بد تمیزی اور بد عملی سے ذلت و ہلاکت کے گڑھے میں گرتا اور اپنی پیدائشی بزرگی کو کھو دیتا ہے۔ کسی ایماندار اور نیکوکار انسان کو اللہ تعالیٰ خود کو نیچے نہیں گراتا بلکہ اس کے

تھوڑے عمل کا بے اندازہ صلہ مرحمت فرماتا ہے۔ کیا ان حالات کے سننے کے بعد بھی کسی کا منہ ہے جو دین فطرت کے اصول اور جزاء و سزا کے ایسے معقول قاعدوں کو جھٹلا سکے؟ ہاں ایک ہی صورت تکذیب و انکار کی ہو سکتی ہے کہ دنیا کو یونہی ایک بے سرا کارخانہ فرض کر لیا جائے۔ جس پر نہ کسی کی حکومت ہو نہ یہاں کوئی آئین و قانون جاری ہو نہ کسی بھلے برے پر کوئی گرفت کر سکے۔ اس کا جواب آگے دیتے ہیں "اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ"۔

◆ **کیا اللہ حاکموں کا حاکم نہیں؟** یعنی اس کی شہنشاہی کے سامنے دنیا کی سب حکومتیں ہیچ ہیں۔ جب یہاں کی چھوٹی چھوٹی حکومتیں اپنے وفاداروں کو انعام اور مجرموں کو سزا دیتی ہیں تو اس احکم الحاکمین کی سرکار سے یہ توقع کیوں نہ رکھی جائے۔

سورۃ العلق

◆ **سب سے پہلی نازل ہونے والی آیات** یہ پانچ آیتیں (اقرأ سے مالم یعلم تک) قرآن کی سب آیتوں اور سورتوں سے پہلے اتریں۔ آپ ﷺ "غار حراء" میں خدائے واحد کی عبادت کر رہے تھے کہ اچانک حضرت جبریلؑ وحی لے کر آئے اور آپ کو کہا "اقرأ" (پڑھیے) آپ نے فرمایا "ما انا بقاریٔ" (میں پڑھا ہوا نہیں) جبریلؑ نے کئی بار آپ ﷺ کو زور زور سے دبایا اور بار بار وہی لفظ "اقرأ" کہا، آپ وہی "ما انا بقاریٔ" جواب دیتے رہے۔ تیسری مرتبہ جبریلؑ نے زور سے دبا کر کہا "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" الخ یعنی اپنے رب کے نام کی برکت اور مدد سے پڑھیے۔ مطلب یہ ہے کہ جس رب نے ولادت سے اس وقت تک آپ ﷺ کی ایک عجیب اور نرالی شان سے تربیت فرمائی جو پتہ دیتی ہے کہ آپ ﷺ سے کوئی بہت بڑا کام لیا جانے والا ہے کیا وہ آپ ﷺ کو ادھر میں چھوڑ دے گا؟ ہرگز نہیں۔ اسی کے نام پر آپ ﷺ کی تعلیم ہوگی جس کی مہربانی سے تربیت ہوئی ہے۔

◆ یعنی جس نے سب چیزوں کو پیدا کیا، کیا وہ تم میں صفت قراءت پیدا نہیں کر سکتا۔

◆ **جمے ہوئے خون سے انسان کی پیدائش** جمے ہوئے خون میں نہ حس ہے نہ شعور، نہ علم نہ ادراک، محض جماد لا یعقل ہے، پھر جو خدا جماد لا یعقل کو انسان عاقل بنا دیتا ہے وہ ایک عاقل کو کامل اور ایک امی کو قاری و عالم نہیں بنا سکتا۔ یہاں تک قراءت کا امکان ثابت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں کہ تم کو باوجود امی ہونے کے قاری بنا دے۔ آگے اس کی فعلیت اور وقوع پر متنبہ فرماتے ہیں۔

◆ یعنی آپ ﷺ کی تربیت جس شان سے کی گئی اس سے آپ ﷺ کی کامل استعداد و لیاقت نمایاں ہے۔ جب ادھر سے استعداد میں قصور نہیں اور ادھر سے مبدأ فیاض میں بخل نہیں بلکہ وہ تمام کریموں سے بڑھ کر کریم ہے۔ پھر حصول فیض میں کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ ضرور ہے کہ یونہی ہو کر رہے۔

◆ **قلم کے ذریعے علم سکھایا** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت نے کبھی لکھا پڑھا نہ تھا، فرمایا کہ قلم سے بھی علم وہی دیتا ہے یوں بھی وہی دے گا۔" اور ممکن ہے ادھر بھی اشارہ ہو کہ جس طرح مفیض و مستفیض کے درمیان قلم واسطہ ہوتا ہے، اللہ اور محمد کے درمیان جبریلؑ محض ایک واسطہ ہیں۔ جس طرح قلم کا توسط اس کو مستلزم نہیں کہ وہ مستفیض سے افضل ہو جائے۔ ایسے ہی یہاں حقیقت جبریلیہ کا حقیقت محمدیہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔

◆ **انسان کو جہل سے نجات دی** یعنی انسان کا بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو کچھ نہیں جانتا۔ آخر اسے رفتہ رفتہ کون سکھاتا ہے۔ بس وہی رب قدیر جو انسان کو جاہل سے عالم بناتا ہے، اپنے ایک امی کو عارف کامل بلکہ تمام عارفوں کا سردار بنا دے گا۔

◆ **آدمی کی حقیقت اور اس کا غرور** یعنی آدمی کی اصل تو اتنی ہے کہ جمے ہوئے خون سے بنا اور جاہل محض تھا۔ خدا نے علم دیا مگر وہ اپنی اصل حقیقت کو ذرا یاد نہیں رکھتا، دنیا کے مال و دولت پر مغرور ہو کر سرکشی اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے کسی کی پروا نہیں۔

◆ **لوٹ کر تو اللہ ہی کے پاس جانا ہے** یعنی اول بھی اس نے پیدا کیا اور آخر بھی اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اسی وقت اس تکبر اور خود فراموشی کی حقیقت کھلے گی۔

يَنْهٰى ۙ﴿٩﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ﴿١٠﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى

جو منع کرتا ہے ◆ ایک بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ◆ بھلا دیکھ تو ◆ اگر ہوتا

الْهُدٰٓى ۙ﴿١١﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ؕ﴿١٢﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿١٣﴾

نیک راہ پر ◆ یا سکھلاتا ڈر کے کام ◆ بھلا دیکھ ◆ تو اگر جھٹلایا اور منہ موڑا ◆

اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ﴿١٤﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا

کیا نہ جانا ◆ کہ اللہ دیکھتا ہے ◆ کوئی نہیں اگر باز نہ آئے گا ◆ ہم گھسیٹیں گے

بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ﴿١٧﴾

چوٹی پکڑ کر ◆ کیسی چوٹی ◆ جھوٹی گنہگار ◆ اب بلا لے اپنی مجلس والوں کو

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ﴿١٨﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩﴿١٩﴾

ہم بھی بلاتے ہیں پیادے سیاست کرنے کو ◆ کوئی نہیں ◆ مت مان اس کا کہا اور سجدہ کر اور نزدیک ہو ◆

اٰيَاتُهَا ٥ | (٩٧) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (٢٥) | رُكُوْعُهَا ١

سورہ قدر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ﴿١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ؕ﴿٢﴾

ہم نے اس کو اتارا ◆ شب قدر میں ◆ اور تو نے کیا بوجھا ◆ کہ کیا ہے شب قدر

لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ

شب قدر ◆ بہتر ہے ہزار مہینے سے ◆ اترتے ہیں فرشتے ◆ اور روح

ابوجہل کا آپ ﷺ کو نماز سے روکنا یعنی اس کی سرکشی اور تمرد کو دیکھو کہ خود کو تو اپنے رب کے سامنے جھکنے کی توفیق نہیں، دوسرا بندہ اگر خدا کے سامنے سر بسجود ہوتا ہے اسے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ان آیات میں اشارہ ابوجہل ملعون کی طرف ہے۔ جب وہ حضرت کو نماز پڑھتے دیکھتا تو چڑتا اور دھمکاتا تھا۔ اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے کی سعی کرتا تھا۔

یعنی نیک راہ پر ہوتا بھلے کام سکھاتا تو کیا اچھا آدمی ہوتا۔ اب جو منہ موڑا تو ہمارا کیا بگاڑا۔ کذا فی موضح القرآن وللمفسرین اقوال فی تفسیر هامن شاء الاطلاع علیها فلیراجع روح المعانی۔

اللہ اسکو دیکھ رہا ہے یعنی اس ملعون کی شرارتوں کو اور اس نیک بندے کے خشوع و خضوع کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

اس کی چوٹی پکڑ کر گھسیٹیں گے یعنی رہنے دو، یہ سب کچھ جانتا ہے، پر اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ اچھا اب کان کھول کر سن لے کہ اگر اپنی شرارت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو جانوروں اور ذلیل قیدیوں کی طرح سر کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

یعنی جس سر پر یہ چوٹی ہے وہ جھوٹ اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے گویا اس کا دروغ اور گناہ بال بال میں سرایت کر گیا ہے۔

ابوجہل کے تکبر کا جواب ابوجہل نے ایک مرتبہ حضرت ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا۔ آپ ﷺ نے سختی سے جواب دیا۔ کہنے لگا کہ کیا آپ ﷺ جانتے نہیں کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ اس پر فرماتے ہیں کہ اب وہ مجلس والے ساتھیوں کو بلالے۔ ہم بھی اس کی گوشمالی کے لئے اپنے سپاہی بلاتے ہیں۔ دیکھیں کون غالب رہتا ہے۔ چند روز بعد "بدر" کے میدان میں دیکھ لیا کہ اسلام کے سپاہیوں نے اسے کس طرح گھسیٹ کر "قلیب بدر" میں پھینک دیا۔ باقی اصل وقت گھسیٹے جانے کا آخرت ہے جب دوزخ کے فرشتے اس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔

آنحضرت ﷺ کو نماز سے روکنے کا واقعہ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل حضرت کو نماز میں دیکھ کر چلا کہ بے ادبی کرے، وہاں پہنچا نہ تھا کہ گھبرا کر پیچھے ہٹا اور لوگوں کے دریافت کرنے پر کہا کہ مجھے اپنے اور محمد ﷺ کے درمیان ایک آگ کی خندق نظر آئی جس میں کچھ پر رکھنے والی مخلوق تھی۔ میں گھبرا کر واپس آ گیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (ملعون) ذرا آگے بڑھتا فرشتے اس کی بوٹی بوٹی جدا کر دیتے۔ گویا آخرت سے پہلے ہی دنیا میں اس کو "سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ" کا ایک چھوٹا سا نمونہ دکھلا دیا۔

تنبیہ: اکثر مفسرین نے "زبانیۃ" سے دوزخ کے فرشتے مراد لئے ہیں۔

سجدہ اور قرب الٰہی یعنی آپ ﷺ اس کی ہرگز پروا نہ کیجئے اور اس کی کسی بات پر کان نہ دھریئے۔ جہاں چاہو شوق سے اللہ کی عبادت کرو اور اس کی بارگاہ میں سجدے کر کے بیش از بیش قرب حاصل کرتے رہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ "بندہ سب حالتوں سے زیادہ سجدہ میں اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوتا ہے۔"

سورۃ القدر

شب قدر میں قرآن کریم کا نزول یعنی قرآن مجید "لوح محفوظ" سے سماء دنیا پر "شب قدر" میں اتارا گیا اور شاید اسی شب سماء دنیا سے پیغمبر علیہ السلام پر اترنا شروع ہوا۔ اس کے متعلق کچھ مضمون سورۃ "دخان" میں گذر چکا ہے۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

شب قدر میں نیکی کا ہزار گنا سے زائد ثواب یعنی اس رات میں نیکی کرنا ایسا ہے گویا ہزار مہینے تک نیکی کرتا رہا۔ بلکہ اس سے بھی زائد۔

فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾

اس میں اپنے رب کے حکم سے ﴿۴﴾ ہر کام پر ﴿۴﴾ امان ہے ﴿۵﴾ وہ رات صبح کے نکلنے تک ﴿۵﴾

آیاتها ٨ — (٩٨) سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (١٠٠) — رکوعها ١

سورۂ البینۃ مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ

نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں اہل کتاب اور مشرک ﴿۱﴾ باز آنے والے

حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿٢﴾

یہاں تک کہ پہنچے ان کے پاس کھلی بات ایک رسول اللہ کا پڑھتا ہوا ورق پاک ﴿۲﴾

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿٣﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

ان میں لکھی ہیں کتابیں مضبوط ﴿۳﴾ اور وہ جو پھوٹ پڑی اہل کتاب میں

إِلَّا مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿٤﴾ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا

سو جب کہ آچکی ان کے پاس کھلی بات ﴿۴﴾ اور ان کو حکم یہی ہوا کہ

﴿۱﴾ **شب قدر میں حضرت جبرئیلؑ اور فرشتوں کا نزول** یعنی اللہ کے حکم سے روح القدس (حضرت جبرئیلؑ) بے شمار فرشتوں کے ہجوم میں نیچے اترتے ہیں تاکہ عظیم الشان خیر و برکت سے زمین والوں کو مستفیض کریں۔ اور ممکن ہے "روح" سے مراد فرشتوں کے علاوہ کوئی اور مخلوق ہو۔ بہرحال اس مبارک شب میں باطنی حیات اور روحانی خیر و برکت کا ایک خاص نزول ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ یعنی انتظام عالم کے متعلق جو کام اس سال میں مقدر ہیں ان کے نفاذ کی تعیین کے لئے فرشتے آتے ہیں۔ کما مر فی سورۃ الدخان۔ یا "مِن کُلِّ اَمر" سے امر خیر مراد ہو۔ یعنی ہر قسم کے امور خیر لے کر آسمان سے اترتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

﴿۳﴾ **امن و سلام کی رات** یعنی وہ رات امن و چین اور دلجمعی کی رات ہے۔ اس میں اللہ والے لوگ عجیب و غریب طمانیت اور

لذت وحلاوت اپنی عبادات کے اندر محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ اثر ہوتا ہے نزول رحمت وبرکت کا جو روح وملائکہ کے توسط سے ظہور میں آتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس رات جبرئیل اور فرشتے عابدین وذاکرین پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں۔ یعنی ان کے حق میں رحمت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

◆ **شب قدر فجر تک رہتی ہے** یعنی شام سے صبح تک ساری رات یہی سلسلہ رہتا ہے اس طرح وہ پوری رات مبارک ہے

تنبیہ قرآن سے معلوم ہوا کہ وہ رات رمضان شریف میں ہے "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ" اور حدیث صحیح میں بتلایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں خصوصاً عشرہ کی طاق راتوں میں اس کو تلاش کرنا چاہئے، پھر طاق راتوں میں بھی ستائیسویں شب پر گمان غالب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ "شب قدر" ہمیشہ کے لئے کسی ایک رات میں متعین نہیں۔ ممکن ہے ایک رمضان میں کوئی رات ہو، دوسرے میں دوسری۔

سورۃ البینۃ

◆ **اہل کتاب اور مشرکین** اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہوئے، اور مشرکین وہ قومیں جو بت پرستی یا آتش پرستی وغیرہ میں مبتلا تھیں اور کوئی کتاب سماوی ان کے ہاتھ میں نہ تھی۔

◆ **کتاب اللہ کی تلاوت کرنے والا رسول ﷺ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب دین والے بگڑ چکے تھے۔ اور ہر ایک اپنی غلطی پر مغرور تھا۔ اب چاہئے کسی حکیم یا ولی یا بادشاہ عادل کے سمجھانے سے راہ پر آجائیں تو یہ ممکن نہ تھا جب تک ایک ایسا عظیم القدر رسول نہ آئے جس کے ساتھ اللہ کی پاک کتاب اس کی قوی مدد ہو کہ چند سال میں ایک ایک ملک کو ایمان کی روشنی سے بھر دے اور اپنی زبردست تعلیم اور ہمت وعزیمت سے دنیا کی کایا پلٹ کر دے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ کی کتاب پڑھتا ہوا آیا جو پاک ورقوں میں لکھی ہوئی ہے۔

◆ **ہر سورت مستقل ایک کتاب ہے** یعنی قرآن کی ہر سورت گویا ایک مستقل کتاب ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ جو عمدہ کتابیں پہلے آچکی ہیں ان سب کے ضروری خلاصے اس کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں یا "كُتُبٌ قَيِّمَةٌ" سے علوم ومضامین مراد ہیں۔ یعنی اس کے علوم صحیح وراست اور مضامین نہایت مضبوط ومعتدل ہیں۔

◆ **اہل کتاب کا تفرقہ** یعنی اس رسول ﷺ اور اس کتاب کے آنے پیچھے شبہ نہیں رہا۔ پھر اب اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں۔ شبہ سے نہیں۔ اسی لئے ان میں دو فریق ہوگئے۔ جس نے ضد کی منکر رہا، جس نے انصاف کیا ایمان لے آیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جس پیغمبر آخر الزمان کا انتظار کر رہے تھے۔ اس کے آنے پر اپنے تمام اختلافات کو ختم کر کے سب ایک راستہ پر چل لیتے مگر انہوں نے اپنی بدبختی اور عناد سے سبب وحدت واجتماع کو خلاف وشقاق کا ذریعہ بنا لیا۔ جب اہل کتاب کا یہ حال ہے تو جاہل مشرکوں کا تو پوچھنا کیا

◆ **بینہ کی تفسیر** **تنبیہ** حضرت شاہ عبدالعزیز نے یہاں "اَلْبَيِّنَةُ" کا مصداق حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ٹھہرایا ہے۔ یعنی جب حضرت مسیح کھلے کھلے نشان لے کر آئے یہود دشمن ہوگئے۔ اور نصاریٰ نے بھی دنیوی اغراض میں پھنس کر اپنی جماعتیں اور پارٹیاں بنالیں۔ مدعا یہ ہے کہ پیغمبر کا آنا اور کتاب کا نازل ہونا بھی بغیر حضرت حق کی توفیق کے کفایت نہیں کرتا۔ کتنے ہی سامان ہدایت جمع ہو جائیں جن کو توفیق نہیں ملتی وہ اسی طرح خسارے میں پڑے رہتے ہیں۔

لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا

بندگی کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے بندگی ابراہیم کی راہ پر ○ اور قائم رکھیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ

نماز اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی ○ اور جو

كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ

منکر ہوئے اہل کتاب اور مشرک ہوں گے دوزخ کی آگ میں سدا رہیں

فِيْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اس میں ○ وہ لوگ ہیں سب خلق سے بدتر ○ وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے

الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

بھلے کام وہ لوگ ہیں سب خلق سے بہتر ○ بدلا ان کا ان کے رب کے یہاں

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ

باغ ہیں ہمیشہ رہنے کو نیچے بہتی ہیں ان کے نہریں سدا رہیں ان میں ہمیشہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸

اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی ○ یہ ملتا ہے اس کو جو ڈرا اپنے رب سے ○

ع ۱ ۲۲

اٰیاتها ۸ (۹۹) سُوْرَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ (۹۳) رکوعها ۱

سورۂ زلزال مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

عبادت میں اخلاص کا حکم | یعنی ہر قسم کے باطل اور جھوٹ سے علیحدہ ہو کر خالص خدائے واحد کی بندگی کریں اور ابراہیم حنیف کی طرح سب طرف سے ٹوٹ کر اسی ایک مالک کے غلام بن جائیں۔ تشریع و تکوین کے کسی شعبہ میں کسی دوسرے کو خود مختار نہ سمجھیں۔

یعنی یہ چیزیں ہر دین میں پسندیدہ رہی ہیں، انہی کی تفصیل یہ پیغمبر کرتا ہے۔ پھر خدا جانے اس کی پاکیزہ تعلیم سے کیوں وحشت کھاتے ہیں۔

یعنی علم کا دعویٰ رکھنے والے اہل کتاب ہوں یا جاہل مشرک، حق کا انکار کرنے پر سب کا انجام ایک ہے وہی دوزخ جس سے کبھی چھٹکارا نہیں۔

کفار خلائق میں بدترین ہیں | یعنی بہائم سے بھی زیادہ ذلیل اور بدتر۔ کما قال فی سورۃ "الفرقان" "اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا۔"

صالح مومنین مخلوق میں سب سے بہتر ہیں | یعنی جو لوگ سب رسولوں اور کتابوں پر یقین لائے اور بھلے کاموں میں لگے رہے وہی بہترین خلائق ہیں حتیٰ کہ ان میں کے بعض افراد بعض فرشتوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔

اللہ کی رضا جنت سے بھی بڑی نعمت ہے | یعنی جنت کے باغوں اور نہروں سے بڑھ کر رضاء مولیٰ کی دولت ہے۔ بلکہ جنت کی تمام نعمتوں کی اصلی روح یہی ہے۔

یہ نعمت اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے ہے | یعنی یہ مقام بلند ہر ایک کو نہیں ملتا۔ صرف ان بندوں کا حصہ ہے جو اپنے رب کی ناراضی سے ڈرتے ہیں۔ اور اس کی نافرمانی کے پاس نہیں جاتے۔

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾

جب ہلا ڈالے زمین کو اس کے بھونچال سے ﴿۱﴾ اور نکال باہر کرے زمین اپنے اندر سے بوجھ ﴿۲﴾ اور کہے آدمی اس کو کیا ہو گیا ﴿۳﴾ اس دن کہہ ڈالے گی وہ اپنی باتیں ﴿۴﴾ اس واسطے کہ تیرے رب نے حکم بھیجا اس کو ﴿۵﴾ اس دن ہو پڑیں گے لوگ طرح طرح پر کہ ان کو دکھا دیے جائیں ان کے عمل ﴿۶﴾ سو جس نے کی ذرہ بھر بھلائی وہ دیکھ لے گا اسے ﴿۷﴾ اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لے گا اسے ﴿۸﴾

آیاتها ۱۱ (۱۰۰) سُورَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۱۴) رکوعها ۱

سورۂ عادیات مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ﴿١﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ﴿٢﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ﴿٣﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ﴿٤﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ﴿٥﴾

قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی ہانپ کر ﴿۱﴾ پھر آگ سلگانے والے جھاڑ کر ﴿۲﴾ پھر غارت ڈالنے والے صبح کو ﴿۳﴾ پھر اٹھانے والے اس میں گرد ﴿۴﴾ پھر گھس جانے والے اس وقت فوج میں ﴿۵﴾

سورۃ الزلزال

۱ **جب زمین زلزلہ سے ہلا دی جائے** یعنی حق تعالیٰ ساری زمین کو ایک نہایت سخت اور ہولناک زلزلہ سے ہلا ڈالے گا۔ جس کے صدمہ سے کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا درخت زمین پر قائم نہ رہے گا۔ سب نشیب و فراز برابر ہو جائیں گے۔ تاکہ میدان حشر بالکل ہموار اور صاف ہو جائے اور یہ معاملہ قیامت میں نفخۂ ثانی کے وقت ہو گا۔

۲ **زمین اپنے بوجھ نکال دے گی** یعنی اس وقت زمین جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے۔ مثلاً مردے یا سونا چاندی وغیرہ سب باہر اگل ڈالے گی۔ لیکن مال کا کوئی لینے والا نہ ہو گا۔ سب دیکھیں گے کہ آج یہ چیز جس پر ہمیشہ لڑا کرتے تھے کس قدر بیکار ہے۔

۳ **انسان کی حیرت** یعنی آدمی زندہ ہونے اور اس زلزلہ کے آثار دیکھنے کے بعد یا ان کی روحیں زلزلہ کے وقت حیرت زدہ ہو کر کہیں گی کہ اس زمین کو کیا ہو گیا جو اس قدر زور سے ہلنے لگی اور اپنے اندر کی تمام چیزیں ایک دم باہر نکال پھینکیں۔

۴ **زمین ساری خبریں دے گی** یعنی بنی آدم نے جو برے بھلے کام اس کے اوپر کیے تھے سب ظاہر کر دے گی۔ مثلاً کہے گی فلاں شخص نے مجھ پر نماز پڑھی تھی، فلاں نے چوری کی تھی، فلاں نے خون ناحق کیا تھا وغیرہ ذالک۔ گویا آج کل کی زبان میں یوں سمجھو کہ جس قدر اعمال زمین پر کیے جاتے ہیں زمین میں ان سب کے ریکارڈ موجود رہتے ہیں۔ قیامت میں وہ پروردگار کے حکم سے کھول دیئے جائیں گے۔

۵ **لوگوں کی مختلف جماعتیں** یعنی اس روز آدمی اپنی قبروں سے میدان حشر میں طرح طرح کی جماعتیں بن کر حاضر ہوں گے۔ ایک گروہ شرابیوں کا ہو گا، ایک زانیوں کا، ایک ظالموں کا، ایک چوروں کا، وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ یا یہ مطلب ہے کہ لوگ حساب سے فارغ ہو کر جو لوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی ہو کر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جائیں گی۔

۶ **لوگوں کو انکے اعمال دکھائے جائیں گے** یعنی میدان حشر میں ان کے عمل دکھلا دیئے جائیں گے تاکہ بدکاروں کو ایک طرح کی رسوائی اور نیکوکاروں کو ایک قسم کی سرخروئی حاصل ہو یا ممکن ہے اعمال کے دکھلانے سے ان کے ثمرات و نتائج کا دکھلانا مراد ہو۔

۷ **ذرہ برابر عمل بھی دکھا دیا جائے گا** یعنی ہر ایک کا ذرہ ذرہ عمل بھلا ہو یا برا اس کے سامنے ہو گا اور حق تعالیٰ جو کچھ معاملہ ہر ایک عمل کے متعلق فرمائیں گے وہ بھی آنکھوں سے نظر آ جائے گا۔

سورۃ العٰدیٰت

۱ **دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم** یعنی جو پتھریلی زمین پر ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں۔

۲ عرب میں اکثر عادت صبح کے وقت غارت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو صبح کو دفعۃً جا پڑیں اور رات کو منزل کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے۔

۳ یعنی ایسی تیزی اور قوت سے دوڑنے والے کہ صبح کے وقت جبکہ رات کی سردی اور شبنم کی رطوبت سے عموماً غبار دبا رہتا ہے ان کے ٹاپوں سے اس وقت بھی بہت گرد و غبار اٹھتا ہے۔

۴ یعنی اس وقت بے خوف و خطر دشمن کی فوج میں جا گھستے ہیں۔

ان قسموں کی توضیح تنبیہ ممکن ہے کہ قسم کھانا گھوڑوں کی مقصود ہو جیسا کہ ظاہر ہے اور ممکن ہے مجاہدین کے رسالہ کی قسم ہو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یہ جہاد والے سواروں کی قسم ہے۔ اس سے بڑا کون عمل ہو گا کہ اللہ کے کام پر اپنی جان دینے کو حاضر ہے۔"

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰى

بے شک آدمی اپنے رب کا ناشکرا ہے ◆ اور وہ آدمی اس کام

ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸

کو سامنے دیکھتا ہے ◆ اور آدمی محبت پر مال کی بہت پکا ہے ◆

اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ

کیا نہیں جانتا وہ وقت کہ کریدا جائے جو کچھ قبروں میں ہے اور تحقیق ہووے

مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ

جو کچھ کہ جیوں میں ہے ◆ بے شک ان کے رب کو ان کی اس دن

لَّخَبِيْرٌ ۝۱۱

سب خبر ہے ◆

آیاتہا ۱۱ (۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰) رکوعہا ۱

سورۂ قارعہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳

وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی کیا ہے وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی اور تو کیا سمجھا کیا ہے وہ کھڑکھڑا ڈالنے والی ◆

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ

جس دن ہوویں لوگ جیسے پتنگے (پروانے) بکھرے ہوئے ◆ اور ہوویں

◆۱ **انسان کی ناشکری** یعنی جہاد کرنے والے سواروں کی اللہ کی راہ میں سرفروشی و جانبازی بتلاتی ہے کہ وفادار و شکرگذار بندے ایسے ہوتے ہیں۔ جو آدمی اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اس کے راستہ میں خرچ نہیں کرتا وہ پرلے درجہ کا ناشکر اور نالائق ہے بلکہ غور کرو تو خود گھوڑا زبان حال سے شہادت دے رہا ہے کہ جو لوگ مالک حقیقی کی دی ہوئی روزی کھاتے اور اس کی بیشمار نعمتوں سے شب و روز تمتع کرتے ہیں، پھر اس کے باوجود اس کی فرمانبرداری نہیں کرتے، وہ جانوروں سے زیادہ ذلیل و حقیر ہیں۔ ایک شائستہ گھوڑے کو مالک گھاس کے تنکے اور تھوڑا سا دانہ کھلاتا ہے وہ اتنی سی تربیت پر اپنے مالک کی وفاداری میں جان لڑا دیتا ہے۔ جدھر سوار اشارہ کرتا ہے ادھر چلتا ہے، دوڑتا اور ہانپتا ہوا ٹاپیں مارتا اور غبار اڑاتا ہوا گھمسان کے معرکوں میں بے تکلف گھس جاتا ہے۔ گولیوں کی بارش میں تلواروں اور سنگینوں کے سامنے پڑ کر سینہ نہیں پھیرتا۔ بلکہ بسا اوقات وفادار گھوڑا سوار کو بچانے کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال دیتا ہے۔ کیا انسان نے ایسے گھوڑوں سے کچھ سبق سیکھا کہ اس کا بھی کوئی پالنے والا مالک ہے۔ جس کی وفاداری میں اسے جان و مال خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ بیشک انسان بڑا ناشکر اور نالائق ہے کہ ایک گھوڑے بلکہ کتے کے برابر بھی وفاداری نہیں دکھلا سکتا۔

◆۲ **خود انسان اس کا گواہ ہے** یعنی سرفروش مجاہدین کی اور ان کے گھوڑوں کی وفاشعاری اور شکرگذاری اس کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ پھر بھی بے حیا ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ **تنبیہ** ترجمہ کی رعایت سے ہم نے یہ مطلب لکھا ہے۔ ورنہ اکثر مفسرین اس جملہ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ انسان خود اپنی ناشکری پر زبان حال سے گواہ ہے۔ ذرا اپنے ضمیر کی آواز کی طرف متوجہ ہو تو سن لے کہ اندر سے خود اس کا دل کہہ رہا ہے کہ تو بڑا ناشکرا ہے بعض سلف نے "اِنَّہٗ" کی ضمیر رب کی طرف لوٹائی ہے۔ یعنی اس کا رب اس کی ناسپاسی اور کفران نعمت کو دیکھ رہا ہے۔

◆۳ **انسان میں مال کی محبت شدید ہے** یعنی حرص و طمع اور بخل و امساک نے اس کو اندھا بنا رکھا ہے۔ دنیا کے زر و مال کی محبت میں اس قدر غرق ہے کہ منعم حقیقی کو بھی فراموش کر بیٹھا۔ نہیں سمجھتا کہ آگے چل کر اس کا کیا انجام ہونے والا ہے۔

◆۴ **دلوں کے چھپے بھید کھل جائیں گے** یعنی وہ وقت بھی آنے والا ہے جب مردے جسم قبروں سے نکال کر زندہ کئے جائیں گے اور دلوں میں جو چیزیں چھپی ہوئی ہیں سب کھول کر رکھ دی جائیں گی اس وقت دیکھیں یہ مال کہاں تک کام دے گا اور نالائق ناشکرے لوگ کہاں چھوٹ کر جائیں گے۔ اگر یہ بے حیا اس بات کو بھی سمجھ لیتے تو ہرگز مال کی محبت میں غرق ہو کر ایسی حرکتیں نہ کرتے۔

◆۵ **اللہ کا علم محیط واضح ہو جائے گا** یعنی ہر چند کہ اللہ کا علم ہر وقت بندے کے ظاہر و باطن پر محیط ہے۔ لیکن اس روز اس کا علم ہر شخص پر ظاہر ہو جائے گا۔ اور کسی کو گنجائش انکار کی نہ رہے گی۔

سورۃ القارعۃ

◆۱ **کھڑکھڑا دینے والی قیامت** مراد قیامت ہے جو قلوب کو سخت فزع اور گھبراہٹ سے اور کانوں کو صوت شدید سے کھڑکھڑا دے گی۔ مطلب یہ ہے کہ حادثہ قیامت کے اس ہولناک منظر کا کیا بیان ہو۔ بس اس کے بعض آثار آگے بیان کر دیئے جاتے ہیں جن سے اس کی سختی اور شدت کا قدرے اندازہ ہو سکتا ہے۔

◆۲ **انسان بکھرے پتنگوں کی طرح ہوں گے** کہ ہر ایک ایک طرف کو بے تحاشا چلا جاتا ہے۔ گویا پروانوں کے ساتھ تشبیہ ضعف، کثرت، بے چینی اور حرکت کی بے انتظامی میں ہوئی۔

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝٥ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝٦

پہاڑ جیسے رنگی ہوئی اون دھنی ہوئی ۝ سو جس کی بھاری ہوئیں (نیکی کی) تولیں

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝٧ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝٨

تو وہ رہے گا من مانتے گذران میں ۝ اور جس کی ہلکی ہوئیں تولیں

فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝٩ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ ۝١٠ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝١١

تو اس کا ٹھکانا گڑھا ہے اور تو کیا سمجھا وہ کیا ہے آگ ہے دہکتی ہوئی ۝

آیاتہا ٨ (١٠٢) سُورَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ (١٦) رکوعہا ١

سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝١ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ كَلَّا سَوْفَ

غفلت میں رکھا تم کو بہتایت کی حرص نے یہاں تک کہ جا دیکھیں قبریں ۝ کوئی نہیں آگے

تَعْلَمُونَ ۝٣ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝٤ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ

جان لوگے پھر بھی کوئی نہیں آگے جان لوگے ۝ کوئی نہیں اگر جانو تم

عِلْمَ الْيَقِينِ ۝٥ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۝٦ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

یقین کر کے ۝ بیشک تم کو دیکھنا ہے دوزخ پھر دیکھنا ہے اس کو

عَيْنَ الْيَقِينِ ۝٧ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝٨

یقین کی آنکھ سے ۝ پھر پوچھیں گے تم سے اس دن آرام (نعمتوں) کی حقیقت ۝

پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے یعنی جیسے دھنیا اون یا روئی کو دھنک کر ایک ایک پھویا کر کے اڑا دیتا ہے۔ اسی طرح پہاڑ متفرق ہو کر اڑ جائیں گے۔ اور "عہن" اون سے شاید اس لئے تشبیہ دی کہ بہت کمزور اور ہلکی ہوتی ہے۔ نیز قرآن میں دوسری جگہ پہاڑوں کے رنگ بھی کئی قسم کے بیان فرمائے ہیں "وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ" (فاطر۔ رکوع ۴)

بھاری وزن والے عیش میں ہوں گے یعنی جس کے اعمال وزنی ہوں گے وہ اس روز خاطر خواہ عیش و آرام میں رہے گا اور اعمال کا وزن اخلاص و ایمان کی نسبت سے ہوگا۔ دیکھنے میں کتنا ہی بڑا عمل ہو مگر اخلاص کی روح نہ ہو، وہ اللہ کے ہاں کچھ وزن نہیں رکھتا۔ "فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا" (کہف۔ رکوع ۱۲)

ہلکے وزن والے دہکتی آگ کے گڑھے میں یعنی جو عذاب اس طبقہ میں ہے کہ آدمی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس اتنا سمجھ لو کہ ایک آگ ہے نہایت گرم دہکتی ہوئی جس کے مقابلہ میں گویا دوسری آگ کو گرم کہنا نہ چاہئے۔ اعاذنا اللّٰہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب بفضلہ ومنہ۔

سورۃ التکاثر

کثرت مال کی ہوس یعنی مال و اولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے۔ نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو اور میرا کنبہ اور جتھا سب کنبوں اور جتھوں سے غالب رہے۔ یہ بیہودہ غفلت کا نشہ اترتا نہیں یہاں تک کہ موت آ جاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے۔ محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان ہیں۔ تنبیہ: بعض روایات میں آیا ہے (اللّٰہ اعلم بصحتہا) کہ ایک مرتبہ دو قبیلے اپنے اپنے جتھے کی کثرت پر فخر کر رہے تھے۔ جب مقابلہ کے وقت ایک کے آدمی دوسرے سے کم رہے تو اس نے کہا کہ ہمارے اتنے آدمی لڑائی میں مارے جا چکے ہیں چل کر قبریں شمار کرو۔ وہاں پتہ لگے گا کہ ہمارا جتھا تم سے کتنا زیادہ ہے۔ اور ہم میں کیسے کیسے نامور گزر چکے ہیں۔ یہ کہہ کر قبریں شمار کرنے لگے۔ اس بیہودہ غفلت پر متنبہ کرنے کے لئے یہ سورت نازل ہوئی۔ ترجمہ میں دونوں مطلبوں کی گنجائش ہے۔

کثرت مال فخر کی چیز نہیں یعنی دیکھو بار بار تاکید کیا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال و اولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے۔ عنقریب تم معلوم کر لو گے کہ یہ ذلیل و فانی چیز ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھی۔ پھر سمجھو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے یا غفلت برتی جائے۔ آگے چل کر تم پر بہت جلد کھل جائے گا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلہ میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی۔ یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائے گی۔

یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے۔

اس غفلت کا انجام دوزخ ہے یعنی اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے جو تم کو دیکھنا پڑے گا۔ اول تو اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آ جائے گا۔ پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔

تم سے نعمت کے بارے میں پوچھا جائیگا یعنی اس وقت کہیں گے اب بتلاؤ دنیا کے عیش و آرام کی کیا حقیقت تھی۔ یا اس وقت سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں (ظاہری و باطنی، آفاقی و انفسی، جسمانی و روحانی) دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا حق تم نے کیا ادا کیا اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔

سورۂ عصر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

قسم ہے عصر کی ۱ مقرر انسان ٹوٹے میں ہے ۲ مگر جو لوگ کہ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

اور کئے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمل کی ۳

ع ۲۸

سورۂ العصر

۱ زمانے یا عصر کی قسم "عصر" زمانہ کو کہتے ہیں یعنی قسم ہے زمانہ کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات و سعادات کے لئے ایک متاع گرانمایہ سمجھنا چاہئے یا قسم ہے نماز عصر کے وقت کی جو کاروباری دنیا میں مشغولیت اور شرعی نقطۂ نظر سے نہایت فضیلت کا وقت ہے (حتیٰ کہ حضور ﷺ نے حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس کی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اس کا سب گھر بار لٹ گیا) یا قسم ہے ہمارے پیغمبر کے زمانہ مبارک کی جس میں رسالت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ کا نور اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکا۔

۲ انسان گھاٹے میں ہے اس سے بڑھ کر ٹوٹا کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دوکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں دم بدم کم ہوتا جا رہا ہے۔ اگر اس رواروی میں کوئی ایسا کام نہ کر لیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے، بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے تو پھر خسارہ کی کوئی انتہا نہیں۔ زمانہ کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنیٰ غور و فکر سے ثابت ہو جائے گا کہ جن لوگوں نے انجام بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پروا ہو کر محض خالی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخرکار کس طرح ناکام و نامراد ہو کر تباہ و برباد ہو کر رہے۔

زندگی کی قدر و قیمت | آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت یا لہو و لعب میں نہ گنوائے۔ جو اوقات تحصیل شرف و مجد اور اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے ہیں۔ خصوصاً وہ گراں مایہ اوقات جن میں آفتاب رسالت اپنی انتہائی نور افشانی سے دنیا کو روشن کر رہا ہے، اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے گئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا۔ بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہیں جن کا ذکر آگے "إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" میں کیا گیا ہے۔

اس نقصان سے بچنے کے چار طریقے | یعنی انسان کو خسارہ سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے۔ اول خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے، پورا یقین رکھے۔ دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض اپنی انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ جب دو مسلمان ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں۔ چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں، ہرگز قدم نیکی کے راستہ سے ڈگمگانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے ان کا نام صفحات دہر پر زندہ جاوید رہے گا۔ اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے وہ بطور باقیات صالحات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔

سورۂ عصر کی فضیلت | فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورت سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعیؒ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کر دی جاتی تو (سمجھدار) بندوں کی ہدایت کے لئے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔

آیاتھا ۹ (۱۰۴) سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۳۲) رکوعھا ۱

سورۂ ہمزہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ﴿۱﴾ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿۲﴾ یَحْسَبُ

خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی ◈ جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا ◈ خیال کرتا ہے

اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿۳﴾ كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ﴿۴﴾ وَمَاۤ

اس کا مال سدا کو رہے گا اس کے ساتھ ◈ کوئی نہیں وہ پھینکا جائے گا اس روندنے والی (حطمہ) میں ◈ اور

اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ

تو کیا سمجھا کون ہے وہ روندنے والی (حطمہ) ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی وہ جھانک لیتی ہے

عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿۹﴾

دلوں کو ◈ ان کو اس میں موند دیا ہے ◈ لمبے لمبے ستونوں میں ◈

ع ۲۹

سورۃ الھمزۃ

◈ **عیب جوئی اور طعنہ زنی** | یعنی اپنی خبر نہیں لیتا دوسروں کو حقیر سمجھ کر طعنے دیتا ہے اور ان کے واقعی یا غیر واقعی عیب چنتا رہتا ہے۔

◈ **جمع مال کی مذمت** | یعنی طعنہ زنی اور عیب جوئی کا منشا تکبر اور تکبر کا سبب مال ہے جس کو مارے حرص کے ہر طرف سے سمیٹتا اور مارے بخل کے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ کہیں خرچ نہ ہو جائے یا نکل کر بھاگ نہ جائے۔ اکثر بخیل مالداروں کو دیکھا ہوگا کہ وہ بار بار روپیہ شمار کرتے اور حساب لگاتے رہتے ہیں۔ اسی میں ان کو مزہ آتا ہے۔

مال سدا نہیں رہتا یعنی اس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا یہ مال کبھی اس سے جدا نہ ہوگا، بلکہ ہمیشہ اس کو آفات ارضی و سماوی سے بچاتا رہے گا۔

یعنی یہ خیال محض غلط ہے۔ مال تو قبر تک بھی ساتھ نہ جائے گا۔ آگے تو کیا کام آتا۔ سب دولت یونہی پڑی رہ جائے گی۔ اور اس بدبخت کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک دیں گے۔

اللہ کی سلگائی ہوئی آگ یعنی یاد رہے یہ آگ بندوں کی نہیں، اللہ کی سلگائی ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت کچھ نہ پوچھو، بڑی بھڑکدار ہے۔ دلوں کو جھانک لیتی ہے۔ جس دل میں ایمان ہو نہ جلائے، جس میں کفر ہو جلا ڈالے۔ اس کی سوزش بدن کو لگتے ہی فوراً دلوں تک نفوذ کر جائیگی۔ بلکہ ایک طرح دل سے شروع ہو کر جسموں میں سرایت کرے گی۔ اور باوجودیکہ قلوب وارواح جسموں کی طرح جلیں گے۔ اس پر بھی مجرم مرنے نہ پائیں گے دوزخی تمنا کرے گا کہ کاش موت آ کر اس عذاب کا خاتمہ کر دے۔ لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔ اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب۔

یعنی کفار کو دوزخ میں ڈال کر دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ کوئی راستہ نکلنے کا نہ رہے گا۔ ہمیشہ اس میں پڑے جلتے رہیں گے۔

یعنی آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی مانند بلند ہوں گے۔ یا یہ کہ دوزخیوں کو لمبے ستونوں سے باندھ کر خوب جکڑ دیا جائے گا کہ جلتے وقت ذرا حرکت نہ کر سکیں۔ کیونکہ ادھر ادھر حرکت کرنے سے بھی عذاب میں کچھ برائے نام تخفیف ہو سکتی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ دوزخ کے منہ کو لمبے لمبے ستون ڈال کر اوپر سے پاٹ دیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

ایاتها ۵ — (۱۰۵) سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ (۱۹) — رکوعها ۱

سورۂ فیل مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ

کیا تو نے نہ دیکھا — کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ ۱ — کیا نہیں کر دیا

كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳

ان کا داؤ — غلط ۲ — اور بھیجے ان پر — اڑتے جانور ٹکڑیاں ٹکڑیاں

تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

ع ۱

پھینکتے تھے ان پر پتھریاں — کنکر (کھنگر) کی ۴ — پھر کر ڈالا ان کو — جیسے بھس کھایا ہوا ۵

ایاتها ۴ — (۱۰۶) سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ (۲۹) — رکوعها ۱

سورۂ قریش مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ

اس واسطے کہ مانوس رکھا قریش کو — مانوس رکھنا ان کو — سفر سے جاڑے کے — اور گرمی کے — تو چاہیئے کہ بندگی کریں

هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

ع ۱

اس گھر کے رب کی — جس نے ان کو کھانا دیا — بھوک میں — اور امن دیا ڈر میں ۴

سورۃ الفیل

◆ **ہاتھی والوں کا انجام** یعنی ہاتھی والوں کے ساتھ تیرے رب نے جو معاملہ کیا وہ تم کو ضرور معلوم ہوگا۔ کیونکہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے چند روز پیشتر ہوا تھا اور نہایت شہرت سے بچہ بچہ کی زبان پر تھا۔ اسی قرب عہد اور تواتر کی بنا پر اس کے علم کو رؤیت سے تعبیر فرما دیا۔

◆ **ان کا داؤ غلط کر دیا گیا** یعنی وہ لوگ چاہتے تھے کہ اللہ کا کعبہ اجاڑ کر اپنا مصنوعی کعبہ آباد کریں۔ یہ نہ ہوا بلکہ اللہ نے ان کے سب داؤ پیچ غلط اور کل تدبیریں بے اثر کر دیں۔ کعبہ کی تباہی کی فکر میں وہ خود ہی تباہ و برباد ہو گئے۔

◆ **اصحاب فیل کا واقعہ** "اصحاب فیل" کا قصہ مختصر یہ ہے کہ بادشاہ "حبشہ" کی طرف سے "یمن" میں ایک حاکم "ابرہہ" نامی تھا۔ اس نے دیکھا کہ سارے عرب کعبہ کا حج کرنے جاتے ہیں۔ چاہا کہ ہمارے پاس جمع ہوا کریں۔ اس کی تدبیر یہ سوچی کہ اپنے مذہب عیسائی کے نام پر ایک عالیشان گرجا بنایا جائے۔ جس میں ہر طرح کے تکلفات اور راحت و دلکشی کے سامان ہوں۔ اس طرح لوگ اصلی اور سادہ کعبہ کو چھوڑ کر اس مکلف و مرصع کعبہ کی طرف آنے لگیں گے اور مکہ کا حج چھوٹ جائے گا۔ چنانچہ "صنعاء" میں (جو یمن کا بڑا شہر ہے) اپنے مصنوعی کعبہ کی بنیاد رکھی اور خوب دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ اس پر بھی لوگ ادھر متوجہ نہ ہوئے۔ عرب کو خصوصاً قریش کو جب اس کی اطلاع ہوئی سخت خشمگیں ہوئے کسی نے غصہ میں آکر وہاں پاخانہ پھر دیا اور بعض کہتے ہیں کہ بعض عرب نے آگ جلائی تھی ہوا سے اڑ کر اس عمارت میں لگ گئی۔ "ابرہہ" نے جھنجھلا کر کعبہ شریف پر فوج کشی کر دی۔ بہت سا لشکر اور ہاتھی لے کر اس ارادہ سے چلا کہ کعبہ کو منہدم کرے۔ درمیان میں عرب کے جس قبیلہ نے مزاحمت کی اسے مارا اور مغلوب کیا۔ حضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب اس وقت قریش کے سردار اور کعبہ کے متولی اعظم تھے ان کو خبر ہوئی تو فرمایا لوگو! اپنا بچاؤ کر لو۔ کعبہ جس کا گھر ہے وہ خود اس کو بچا لے گا۔ ابرہہ نے راستہ صاف دیکھ کر یقین کر لیا کہ اب کعبہ منہدم کرنے میں کوئی مشکل نہیں۔ کیونکہ ادھر سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔

عجیب و غریب پرندے جب وادی "محسر" (جو مکہ کے قریب جگہ ہے) پہنچا تو سمندر کی طرف سے سبز اور زرد رنگ کے چھوٹے چھوٹے جانوروں کی ٹکڑیاں نظر آئیں۔ ہر ایک کی چونچ اور پنجوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں۔ ان عجیب و غریب پرندوں کے غول کنکریاں لشکر پر برسانے لگے۔ خدا کی قدرت سے وہ کنکری کی پتھریاں بندوق کی گولی سے زیادہ کام کرتی تھیں۔ جس کے لگتی، ایک طرف سے گھس کر دوسری طرف سے نکل جاتی اور ایک عجیب طرح کا سمی مادہ چھوڑ جاتی تھی۔ بہت سے وہیں ہلاک ہو گئے۔ جو بھاگے وہ دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے۔

اس واقعہ کا سال یہ واقعہ حضور ﷺ کی ولادت شریف سے پچاس روز پہلے ہوا۔ بلکہ بعض کہتے ہیں کہ خاص اسی روز آپ ﷺ کی ولادت باکرامت ہوئی۔ گویا یہ ایک آسمانی نشان آپ ﷺ کی آمد آمد کا تھا۔ اور ایک لطیف اشارہ تھا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی خرق العادت حفاظت فرمائی ہے۔ اس گھر کے سب سے مقدس متولی اور سب سے بزرگ پیغمبر کی حفاظت بھی اسی طرح کرے گا اور عیسائی یا کسی دوسرے مذہب کو یہ موقع نہ دے گا کہ وہ کعبہ اور کعبہ کے سچے خادموں کا استیصال کر سکیں۔

◆ جو بھس بکرے وغیرہ کھا کر توڑ چھوڑ دیتے ہیں۔ یعنی ایسا پراگندہ، منتشر، مختل، بدصورت کھایا اور چبایا ہوا۔

سورۃ قریش

◆ **اہل مکہ پر بیت اللہ کی برکات** مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کی غرض سے دو سفر کرتے تھے۔ جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمیوں میں شام کی طرف جو سرد اور شاداب ملک ہے۔ لوگ ان کو اہل حرم اور خادم بیت اللہ سمجھ کر نہایت عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے۔ ان کی خدمت کرتے اور ان کے جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے۔ اسی طرح ان کو خاطر خواہ نفع ہوتا۔ پھر امن و چین سے گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے تھے۔ حرم کے چاروں طرف لوٹ کھسوٹ اور چوری ڈکیتی کا بازار گرم رہتا تھا۔ لیکن کعبہ کے ادب سے کوئی چور ڈاکو قریش پر ہاتھ صاف نہ کرتا تھا۔ اسی انعام کو یہاں یاد دلایا ہے کہ اس گھر کے طفیل تم کو روزی دی اور امن چین دیا۔ "اصحاب فیل" کی زد سے محفوظ رکھا۔ پھر اس گھر والے کی بندگی کیوں نہیں کرتے اور اس کے رسول کو کیوں ستاتے ہو۔ کیا یہ انتہائی ناشکری اور احسان فراموشی نہیں۔ اگر دوسری باتیں نہیں سمجھ سکتے تو اتنی کھلی ہوئی حقیقت کا سمجھنا کیا مشکل ہے۔

اٰیَاتُهَا ۷ — (۱۰۷) سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ (۱۷) — رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ ماعون مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی سات آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ

تو نے دیکھا اس کو — جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونے کو ◆ — سو یہ وہی ہے — جو دھکے دیتا ہے

الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ

یتیم کو ◆ — اور نہیں تاکید کرتا — محتاج کے کھانے پر ◆ — سو خرابی ہے

لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵

ان نمازیوں کی — جو اپنی نماز سے — بے خبر ہیں ◆

الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷

وہ جو دکھلاوا کرتے ہیں ◆ — اور مانگی نہ دیویں برتنے کی چیز ◆

سورة الماعون

◆ **فیصلے کے دن کی تکذیب** | یعنی سمجھتا ہے کہ انصاف نہ ہوگا اور اللہ کی طرف سے نیکی بدی کا بھی بدلہ نہ ملے گا۔ اور بعض نے دین کے معنی "ملت" کے لئے ہیں۔ یعنی ملت اسلام اور مذہب حق کو جھٹلاتا ہے۔ گویا مذہب و ملت اس کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔

◆ **یتیم سے بدسلوکی** | یعنی یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو درکنار اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بد اخلاقی سے پیش آتا ہے۔

مسکین کو کھانا نہ کھلانے والا | یعنی غریب محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور ان کے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلاء اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو، سمجھو کہ آدمی نہیں، جانور ہے۔ بھلا ایسے کو دین سے کیا واسطہ اور اللہ سے کیا لگاؤ ہوگا۔

نماز میں غفلت کرنے والے | یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے اور مقصود اس سے کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے۔ یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، وقت بے وقت کھڑے ہو گئے، باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا، پھر پڑھی بھی تو چار ٹکریں لگا لیں، کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں، اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں۔ کیا خدا صرف ہمارے اٹھنے بیٹھنے، جھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ ان میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے۔ یاد رکھو یہ سب صورتیں "عن صلاتھم ساھون" میں درجہ بدرجہ داخل ہیں۔ کما صرح به بعض السلف۔

دکھاوا کرنے والے | یعنی ایک نماز کیا، ان کے دوسرے اعمال بھی ریاکاری اور نمود و نمائش سے خالی نہیں۔ گویا ان کا مقصد خالق سے قطع نظر کر کے صرف مخلوق کو خوش کرنا ہے۔

استعمالی چیزیں نہ دینے والے | یعنی زکوٰۃ صدقات وغیرہ تو کیا ادا کرتے معمولی برتنے کی چیزیں بھی مثلاً (ڈول، رسی، ہنڈیا، دیگچی، کلہاڑی، سوئی، دھاگا وغیرہ) کسی کو مانگے نہیں دیتے جن کے دے دینے کا دنیا میں عام رواج ہے۔ بخل اور سختی کا جب یہ حال ہو تو ریاکاری کی نماز سے کیا فائدہ ہوگا۔ اگر ایک آدمی اپنے کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا۔ اس کا اسلام لفظ بے معنی اور اس کی نماز حقیقت سے بہت دور ہے۔ یہ ریاکاری اور بداخلاقی تو ان بدبختوں کا شیوہ ہونا چاہیے جو اللہ کے دین اور روز جزا پر کوئی اعتقاد نہیں رکھتے۔

ایاتها ۳ (۱۰۸) سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵) رکوعها ۱

سورۂ کوثر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿١﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴿٢﴾

بے شک ہم نے دی تجھ کو کوثر ◆ سو نماز پڑھ اپنے رب کے آگے ◆ اور قربانی کر ◆

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ﴿٣﴾

بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا پیچھا کٹا ◆

ع ۲۲

سورۃ الکوثر

کوثر کے معنی اور مفاہیم "کوثر" کے معنی "خیر کثیر" کے ہیں۔ یعنی بہت زیادہ بھلائی اور بہتری۔ یہاں اس سے کیا چیز مراد ہے۔ "البحر المحیط" میں اس کے متعلق چھبیس اقوال ذکر کئے گئے ہیں اور آخر میں اس کو ترجیح دی ہے کہ اس لفظ کے تحت میں ہر قسم کی دینی و دنیوی دولتیں اور حسی و معنوی نعمتیں داخل ہیں۔ جو آپ ﷺ کو یا آپ ﷺ کے طفیل میں امت مرحومہ کو ملنے والی تھیں۔ ان نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت وہ "حوض کوثر" بھی ہے جو اسی نام سے مسلمانوں میں مشہور ہے اور جس کے پانی سے آپ ﷺ اپنی امت کو محشر میں سیراب فرمائیں گے۔ (اے ارحم الراحمین! آپ اس خطا کار روسیاہ کو بھی اس سے سیراب کیجئے)

حوض کوثر تنبیہ "حوض کوثر" کا ثبوت بعض محدثین کے نزدیک حد تواتر تک پہنچ چکا ہے ہر مسلمان کو اس پر اعتقاد رکھنا لازم ہے۔ احادیث میں اس کی عجیب و غریب خوبیاں بیان ہوئی ہیں۔ بعض روایات سے اس کا محشر میں ہونا اور اکثر سے جنت میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اکثر علماء نے تطبیق یوں دی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہوگی اور اسی کا پانی میدان حشر میں لا کر کسی حوض میں جمع کر دیا جائے گا۔ دونوں کو "کوثر" ہی کہتے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نماز اور قربانی کی تاکید یعنی اتنے بڑے انعام و احسان کا شکر بھی بہت بڑا ہونا چاہئے۔ تو چاہئے کہ آپ اپنی روح، بدن اور مال سے برابر اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں، بدنی و روحی عبادات میں سب سے بڑی چیز نماز ہے۔ اور مالی عبادات میں قربانی ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ قربانی کی اصل حقیقت جان کا قربان کرنا تھا۔ جانور کی قربانی کو بعض حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے قصہ سے ظاہر ہے اسی لئے قرآن میں دوسری جگہ بھی نماز اور قربانی کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے۔ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (انعام۔ رکوع ۲۰) **تنبیہ** بعض روایات میں "وَانۡحَرۡ" کے معنی سینہ پر ہاتھ باندھنے کے آئے ہیں۔ مگر ابن کثیر نے ان روایات میں کلام کیا ہے۔ اور ترجیح اسی قول کو دی ہے کہ "نحر" کے معنی قربان کرنے کے ہیں۔ گویا اس میں مشرکین پر تعریض ہوئی کہ وہ نماز اور قربانی بتوں کے لئے کرتے تھے۔ مسلمانوں کو یہ کام خالص خدائے واحد کے لئے کرنے چاہئیں۔

آپ ﷺ کا دشمن ہی ابتر ہے بعض کفار حضور ﷺ کی شان میں کہتے تھے۔ کہ اس شخص کے کوئی بیٹا نہیں۔ بس زندگی تک اس کا نام ہے پیچھے کون نام لے گا۔ ایسے شخص کو ان کے محاورات میں "ابتر" کہتے تھے۔ "ابتر" اصل میں دم کٹے جانور کو کہتے ہیں۔ جس کے پیچھے کوئی نام لینے والا نہ رہے، گویا اس کی دم کٹ گئی۔ قرآن نے بتلایا کہ جس شخص کو اللہ خیر کثیر عنایت فرمائے اور ابدالآباد تک نام روشن کرے اسے "ابتر" کہنا پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ حقیقت میں "ابتر" وہ ہے جو ایسی مقدس و مقبول ہستی سے بغض و عناد اور عداوت رکھے اور اپنے پیچھے کوئی ذکر خیر اور اثر نیک نہ چھوڑے۔ آج ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد ماشاء اللہ حضور ﷺ کی روحانی اولاد سے دنیا پٹی پڑی ہے اور جسمانی ذریتی اولاد بھی بکثرت ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ کے آثار صالحہ عالم میں چمک رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی یاد نیک نامی اور محبت و عقیدت کے ساتھ کروڑوں انسانوں کے دلوں کو گرما رہی ہے۔ دوست دشمن سب آپ ﷺ کے اصلاحی کارناموں کا صدق دل سے اعتراف کر رہے ہیں۔ پھر دنیا سے گزر کر آخرت میں جس مقام محمود پر آپ ﷺ کھڑے ہوں گے اور جو مقبولیت و محبوبیت عامہ آپ ﷺ کو علی رؤس الاشہاد حاصل ہوگی وہ الگ رہی۔ کیا ایسی دوام الخیر کی ہستی کو (العیاذ باللہ) "ابتر" کہا جا سکتا ہے؟ اس کے مقابل اس گستاخ کو خیال کرو۔ جس نے یہ کلمہ زبان سے نکالا تھا۔ اس کا نام و نشان کہیں باقی نہیں۔ نہ آج بھلائی کے ساتھ اسے کوئی یاد کرنے والا ہے۔ یہی حال ان تمام گستاخوں کا ہوا جنہوں نے کسی زمانہ میں آپ ﷺ کے بغض و عداوت پر کمر باندھی اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اور اسی طرح آئندہ ہوتا رہے گا۔

آیاتها ۶ (۱۰۹) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۸) رکوعها ۱

سورۂ کافرون مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَاۤ

تو کہہ ◆ اے منکرو ◆ میں نہیں پوجتا جس کو تم پوجتے ہو اور نہ

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَاۤ

تم پوجو جس کو میں پوجوں ◆ اور نہ مجھ کو پوجنا ہے اس کا جس کو تم نے پوجا اور نہ

اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

تم کو پوجنا ہے اس کا جس کو میں پوجوں ◆ تم کو تمہاری راہ اور مجھ کو میری راہ ◆

ع ۲۲

سورۃ الکافرون

◆ **کفار قریش کی ایک پیشکش اور اس کا جواب** | چند روساء قریش نے کہا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آؤ ہم تم صلح کر لیں کہ ایک سال تک آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی پرستش کیا کریں۔ پھر دوسرے سال ہم آپ ﷺ کے معبود کو پوجیں۔ اس طرح دونوں فریق کو ہر ایک کے دین سے کچھ نہ کچھ مل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا خدا کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ (ایک لمحہ کے لئے بھی) کسی کو شریک ٹھہراؤں۔ کہنے لگے اچھا تم ہمارے معبودوں کو مان لو اور ان کی مذمت نہ کرو، ہم تمہاری تصدیق کریں گے اور تمہارے معبود کو پوجیں گے۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے ان کے مجمع میں پڑھ کر سنائی۔ جس کا خلاصہ مشرکین کے طور وطریق سے کلی بیزاری کا اظہار اور قطع تعلقات کا اعلان کرنا ہے۔ بھلا انبیاء علیہم السلام جن کا پہلا کام شرک کی جڑیں کاٹنا ہے ایسی ناپاک اور گندی صلح پر کب راضی ہو سکتے ہیں۔ فی الحقیقت اللہ کے معبود ہونے میں تو کسی مذہب والے کو اختلاف ہی نہیں۔ خود مشرکین اس کا اقرار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم بتوں کی پرستش اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ سے نزدیک کر دیں گے "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى" (زمر۔ رکوع ۱) اختلاف جو کچھ ہے غیر اللہ کی پرستش میں ہے۔ لہٰذا صلح کی جو صورت قریش نے پیش کی تھی اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ وہ تو برابر اپنی روش پر قائم رہیں۔ یعنی اللہ اور غیر اللہ دونوں کی پرستش کیا کریں اور آپ اپنے مسلک توحید سے دستبردار ہو جائیں۔ اس گفتگو سے مصالحت کو ختم کرنے کے لئے یہ سورت اتاری گئی ہے۔

میں تمہارے خداؤں کو نہیں پوجتا یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے بنا رکھے ہیں میں فی الحال ان کو نہیں پوج رہا اور نہ تم اس احد و صمد خدا کو بلا شرکت غیرے پوجتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

یعنی آئندہ بھی میں تمہارے معبودوں کو کبھی پوجنے والا نہیں اور نہ تم میرے معبود واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شرک نہیں کر سکتا نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دیئے جا سکتے نہ اب نہ آئندہ۔ اس تقریر کے موافق آیتوں میں تکرار نہیں رہی۔

اس آیت میں تکرار کی توضیح تنبیہ: بعض علماء نے یہاں تکرار کو تاکید پر حمل کیا اور بعض نے پہلے دو جملوں میں حال و استقبال کی نفی اور اخیر کے دو جملوں میں ماضی کی نفی مراد لی ہے۔ کما صرح بہ الزمخشری۔ اور بعض نے پہلے جملوں میں حال کا اور اخیر کے جملوں میں استقبال کا ارادہ کیا ہے۔ کما یظہر من الترجمۃ۔ لیکن بعض محققین نے پہلے دو جملوں میں "ما" کو موصولہ اور دوسرے دونوں جملوں میں "ما" کو مصدریہ لے کر یوں تقریر کی ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان نہ معبود میں اشتراک ہے نہ طریق عبادت میں۔ تم جن کو پوجتے ہو وہ میرے معبود نہیں، میں اس خدا کو پوجتا ہوں جس کی شان و صفت میں کوئی شریک نہ ہو سکے ایسا خدا تمہارا معبود نہیں۔ علی ہذا القیاس تم جس طرح عبادت کرتے ہو (مثلاً ننگے ہو کر کعبہ کے گرد چکر لگائے یا اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانے لگے) میں اس طرح کی عبادت کرنے والا نہیں۔ اور میں جس شان سے اللہ کی عبادت بجا لاتا ہوں تم کو اس کی توفیق نہیں۔ لہٰذا میرا اور تمہارا راستہ بالکل الگ الگ ہے۔ اور احقر کے خیال میں یوں آتا ہے کہ پہلے جملے کو حال و استقبال کی نفی کے لئے رکھا جائے۔ یعنی میں اب یا آئندہ تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کر سکتا جیسا کہ تم مجھ سے چاہتے ہو اور "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ" کا مطلب (بقول حافظ ابن تیمیہ) یہ لیا جائے کہ جب میں خدا کا رسول ہوں تو میری شان یہ نہیں اور نہ کسی وقت مجھ سے ممکن ہے (بامکان شرعی) کہ شرک کا ارتکاب کروں۔ حتیٰ کہ گذشتہ زمانہ میں نزول وحی سے پہلے بھی جب تم سب پتھروں اور درختوں کو پوج رہے تھے میں نے کسی غیر اللہ کی پرستش نہیں کی۔ پھر اب اللہ کی طرف سے نور وحی و بینات و ہدیٰ وغیرہ آنے کے بعد کہاں ممکن ہے کہ شرکیات میں تمہارا ہم نوا ہو جاؤں۔ شاید اسی لئے یہاں "وَلَآ اَنَا عَابِدٌ" میں جملہ اسمیہ اور "مَّا عَبَدْتُّمْ" میں صیغہ ماضی کا عنوان اختیار فرمایا۔ رہا کفار کا حال اس کا بیان دونوں مرتبہ ایک ہی عنوان سے فرمایا۔ "وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ" یعنی تم لوگ تو اپنی سوء استعداد اور انتہائی بدبختی سے اس لائق نہیں کہ کسی وقت اور کسی حال میں خدائے واحد کی بلا شرکت غیرے پرستش کرنے والے ہو حتیٰ کہ عین مشغولی کے وقت بھی شرک کا دم چھلا ساتھ لگائے رکھتے ہو۔ اور ایک جگہ "مَا تَعْبُدُوْنَ" بصیغہ مضارع اور دوسری جگہ "مَا عَبَدْتُّمْ" بصیغہ ماضی لانے میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ ان کے معبود ہر روز بدلتے رہتے ہیں جو چیز عجیب سی نظر آئی یا کوئی خوبصورت سا پتھر نظر پڑا اس کو اٹھا کر معبود بنا لیا اور پہلے کو رخصت کیا۔ پھر ہر موسم کا اور ہر کام کا جدا معبود ہے، ایک سفر کا، ایک حضر کا، کوئی روٹی دینے والا، کوئی اولاد دینے والا، وقس علیٰ ہذا۔ حافظ شمس الدین ابن قیم نے بدائع الفوائد میں اس سورت کے لطائف و حقائق پر بہت نفیس کلام کیا ہے جس کو معارف قرآنی کا شوق ہو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔

تمہارا اور میرا دین الگ الگ ہے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی تم نے ضد باندھی اب سمجھانا کیا فائدہ کرے گا جب تک اللہ فیصلہ کرے۔" اب ہم تم سے الگ بیزار ہو کر اسی فیصلہ کے منتظر ہیں۔ اور جو دین قویم اللہ نے ہم کو مرحمت فرمایا ہے اس پر نہایت خوش ہیں تم نے اپنے لئے بدبختی سے جو روش پسند کی وہ تمہیں مبارک رہے۔ ہر ایک فریق کو اس کی راہ و روش کا نتیجہ مل رہے گا۔

آیاتہا ۳ — سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۴) (۱۱۰) — رکوعہا ۱

سورۂ نصر مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

جب پہنچ چکے مدد اللہ کی اور فیصلہ ◆ اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے دین میں اللہ کے فوج فوج ◆ تو پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ بخشوا اس سے ◆ بے شک وہ معاف کرنے والا ہے ◆

سورۃ النصر

◆ **فتح مکہ کا وعدہ** بڑی فیصلہ کن چیز یہی تھی کہ مکہ معظمہ (جو گویا زمین پر اللہ کا دارالسلطنت ہے) فتح ہو جائے۔ اسی پر اکثر قبائل عرب کی نظریں لگی ہوئی تھیں۔ اس سے پہلے ایک ایک دو دو اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد جوق در جوق داخل ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سارا جزیرۃ العرب اسلام کا کلمہ پڑھنے لگا۔ اور جو مقصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تھا پورا ہوا۔

غلبہ دین کا وعدہ اور تسبیح تحمید کی تاکید یعنی سمجھ لیجئے کہ مقصود بعثت کا اور دنیا میں رہنے کا (جو تکمیل دین و تمہید خلافت کبریٰ ہے) پورا ہوا اب سفر آخرت قریب ہے۔ لہٰذا ادھر سے فارغ ہو کر ہمہ تن ادھری لگ جایئے اور پہلے سے بھی زیادہ کثرت سے اللہ کی تسبیح و تحمید اور ان فتوحات اور کامیابیوں پر اس کا شکر ادا کیجئے۔

آپ ﷺ کو استغفار کا حکم یعنی اپنے لئے اور امت کے لئے استغفار کیجئے۔ تنبیہ: نبی کریم ﷺ کا اپنے لئے استغفار کرنا پہلے کئی جگہ بیان ہو چکا ہے۔ وہیں دیکھ لیا جائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی قرآن میں ہر جگہ وعدہ ہے فیصلہ کا اس کا انتظار کرتے تھے حضرت ﷺ کی آخر عمر میں مکہ فتح ہو چکا قبائل عرب دل کے دل مسلمان ہونے لگے۔ وعدہ سچا ہوا اب امت کے گناہ بخشوایا کر کے وجہ شفاعت کا بھی ملے۔ یہ سورت اتری آخر عمر میں حضرت نے جانا کہ میرا جو کام تھا دنیا میں کر چکا اب سفر ہے آخرت کا۔"

آیاتها ۵ — (۱۱۱) سُورَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (۶) — رکوعها ۱

سورۂ لہب مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا

ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے — اور ٹوٹ گیا وہ آپ ﴿۱﴾ — کام نہ آیا اس کو مال اس کا — اور نہ جو

كَسَبَ ﴿۲﴾ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ﴿۳﴾ وَّامْرَاَتُهٗ

اس نے کمایا ﴿۲﴾ — اب پڑے گا (ڈیگ) لپٹیں مارتی آگ میں ﴿۳﴾ — اور اس کی جورو

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿۴﴾ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

جو سر پر لیے پھرتی ہے ایندھن ﴿۴﴾ — اس کی گردن میں — رسی ہے — مونجھ کی ﴿۵﴾

سورۃ اللھب

ابولہب کی بدبختی "ابولہب" (جس کا نام عبد العزیٰ بن عبد المطلب ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی چچا تھا لیکن اپنے کفر وشقاوت کی وجہ سے حضور ﷺ کا شدید ترین دشمن تھا۔ جب آپ ﷺ کسی مجمع میں پیغام حق سناتے یہ بدبخت پتھر پھینکتا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پائے مبارک لہولہان ہو جاتے اور زبان سے کہتا کہ لوگو! اس کی بات مت سنو، یہ شخص (معاذ اللہ) جھوٹا بے دین ہے۔ کبھی کہتا کہ محمد ہم سے ان چیزوں کا وعدہ کرتے ہیں جو مرنے کے بعد ملیں گی۔ ہم کو تو وہ چیزیں ہوتی نظر نہیں آتیں۔ پھر دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہتا۔ "تبا لکما ماری فیکما شیئا مما یقول محمد" صلی اللہ علیہ وسلم (تم دونوں ٹوٹ جاؤ کہ میں تمہارے اندر ان میں سے کوئی چیز نہیں دیکھتا جو محمد ﷺ بیان کرتا ہے) ایک مرتبہ حضور ﷺ نے کوہ "صفا" پر چڑھ کر سب کو پکارا۔ آپ کی آواز پر تمام لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے نہایت مؤثر پیرایہ میں اسلام کی دعوت دی۔

ابولہب کی گستاخیاں ابولہب بھی موجود تھا (بعض روایات میں ہے کہ ہاتھ جھٹک کر) کہنے لگا۔ "تبا لک سائر الیوم الهذا جمعتنا۔" (یعنی تو برباد ہو جائے کیا ہم کو اسی بات کے لئے جمع کیا تھا) اور روح المعانی میں بعض سے نقل کیا ہے کہ اس نے ہاتھوں میں پتھر اٹھایا کہ آپ ﷺ کی طرف پھینکے۔ غرض اس کی شقاوت اور حق سے عداوت انتہا کو پہنچ چکی تھی۔

اس پر جب اللہ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو کہتا کہ اگر تیری بات ہونے والی ہے تو میرے پاس مال و اولاد بہت ہے۔ اس سب کو فدیہ میں دے کر عذاب سے چھوٹ جاؤں گا۔

ابولہب کی بیوی اس کی بیوی ام جمیل کو بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہت ضد تھی۔ جو دشمنی کی آگ ابولہب بھڑکاتا تھا، یہ عورت گویا لکڑیاں لا لا کر اس کو اور زیادہ تیز کرتی تھی۔ سورۂ ہذا میں دونوں کا انجام بتلا کر متنبہ کیا ہے کہ مرد ہو یا عورت، اپنا ہو یا بیگانہ، بڑا ہو یا چھوٹا، جو حق کی عداوت پر کمر بند ہو گا وہ آخر کار ذلیل اور تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔ پیغمبر کی قرابت قریبہ بھی اس کو خدا سے نہ بچا سکے گی۔ یہ ابولہب کیا تھا جو بھڑک باتیں بناتا اور اپنی قوت بازو پر مغرور ہو کر خدا کے مقدس و معصوم رسول کی طرف دست درازی کرتا ہے، دیکھ لے کہ اب اس کے ہاتھ ٹوٹ چکے۔ اس کی سب کوششیں حق کے دبانے کی برباد ہو گئیں اس کی سرداری ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔ جس کے اقبال اکارت ہوئے اس کا زور ٹوٹ گیا اور وہ خود تباہی کے گڑھے میں جا پہنچا، یہ صورت کی ہے۔ کہتے ہیں جنگ "بدر" سے سات روز بعد اس کے زہریلی قسم کا ایک دانہ نکلا۔ اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے الگ ڈال دیا، حتیٰ کہ مر گیا اور تین روز تک لاش یونہی پڑی رہی۔ کسی نے نہ اٹھائی جب سڑنے لگی اس وقت حبشی مزدوروں سے اٹھوا کر دبوائی۔ انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کو ایک لکڑی سے اندر دھکیل دیا اور اوپر سے پتھر بھر دیئے۔ یہ تو دنیا کی رسوائی اور بربادی تھی۔ "وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ"

◆ **اسکا مال اسکے کام نہیں آیا** یعنی مال، اولاد، عزت، وجاہت کوئی چیز اس کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔

◆ **ابولہب کا لقب** یعنی مرنے کے بعد سخت شعلہ زن آگ میں پہنچنے والا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے قرآن نے اس کی کنیت "ابولہب" کا ذکر کیا۔ ویسے تو اس کو "ابولہب" اس لئے کہتے تھے کہ اس کے رخسار آگ کے شعلے کی طرح چمکتے تھے۔ مگر قرآن نے بتلا دیا کہ وہ اپنے اخروی انجام کے اعتبار سے بھی "ابولہب" کہلانے کا مستحق ہے۔

◆ **ابولہب کی بیوی کا انجام** ابولہب کی عورت ام جمیل باوجود مالدار ہونے کے سخت بخل اور خست کی بنا پر خود جنگل سے لکڑیاں چن کر لاتی اور کانٹے حضرت کی راہ میں ڈال دیتی تا حضور ﷺ کو اور آنے جانے والوں کو تکلیف پہنچے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جس طرح یہاں حق کی دشمنی اور پیغمبر خدا کی ایذا رسانی میں اپنے شوہر کی مددگار ہے۔ دوزخ میں بھی اسی حیثیت سے اس کے ہمراہ رہے گی۔ شاید وہاں زقوم اور ضریع کی (جو جہنم کے خاردار درخت ہیں) لکڑیاں اٹھا کر لائے اور ان کے ذریعہ سے اپنے شوہر پر عذاب الٰہی کی آگ کو تیز کرتی رہے۔ كما قال ابن كثير۔ **تنبیہ** بعض نے "حمالة الحطب" کے معنی چغل خور کے لئے ہیں۔ اور محاورات عرب میں یہ لفظ اس معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے فارسی میں بھی ایسے شخص کو "ہیزم کش" کہتے ہیں۔

◆ یعنی بہت مضبوط بٹی ہوئی چھال کی۔ اس سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دوزخ کے طوق و سلاسل ہیں اور یہ تشبیہ "حمالة الحطب" کی مناسبت سے دی گئی ہے۔ کیونکہ لکڑیوں کا بوجھ اٹھانے میں رسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ اس عورت کے گلے میں ایک ہار بہت قیمتی تھا۔ کہا کرتی تھی کہ لات و عزیٰ کی قسم۔ اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت پر خرچ کر ڈالوں گی۔ سو شاید دوزخ میں بھی اس کی گردن اس سے باندھی جائے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس بدبخت کی موت بھی اسی طرح واقع ہوئی لکڑیوں کے گٹھے کی رسی گلے میں آپڑی جس سے گلا گھٹ کر دم نکل گیا۔

آیاتہا ۴ (۱۱۲) سُورَةُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّةٌ (۲۲) رکوعہا ۱

سورۂ اخلاص مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چار آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

تو کہہ ◆ وہ اللہ ایک ہے ◆ اللہ بے نیاز ہے ◆ نہ کسی کو جنا ◆ نہ کسی سے جنا ◆ اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی ◆

سورۃ الاخلاص

◆ **کہہ دو اللہ ایک ہے** | یعنی جو لوگ اللہ کی نسبت پوچھتے ہیں کہ وہ کیسا ہے ان سے کہہ دیجئے کہ وہ ایک ہے جس کی ذات میں کسی قسم کے تعدد و تجزی اور دوئی کی گنجائش نہیں۔ نہ اس کا کوئی مقابل، نہ مشابہ۔ اس میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ خالق دو ہیں۔ خیر کا خالق "یزداں" اور شر کا "اہرمن"۔ نیز ہنود کی تردید ہوئی جو تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو خدائی میں حصہ دار ٹھہراتے ہیں۔

◆ **صمد کے معنی** | "صمد" کی تفسیر کئی طرح کی گئی ہے۔ طبرانی ان سب کو نقل کر کے فرماتے ہیں۔ "وکل ھذہ صحیحۃ وھی صفات ربنا عزوجل ھو الذی یصمد الیہ فی الحوائج وھو الذی انتھی سؤددہ وھو الصمد الذی لا جوف لہ ولا یاکل ولا یشرب وھو الباقی بعد خلقہ" (ابن کثیر) (یہ سب معانی صحیح ہیں اور یہ سب ہمارے رب کی صفات ہیں۔ وہی ہے جس کی طرف تمام حاجات میں رجوع کیا جاتا ہے۔ یعنی سب اس

سے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اور وہ ہی ہے جس کی بزرگی اور فوقیت تمام کمالات اور خوبیوں میں انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ اور وہ ہی ہے جو کھانے پینے کی خواہشات سے پاک ہے۔ اور وہ ہی ہے جو خلقت کے فنا ہونے کے بعد بھی باقی رہنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت صمدیت سے ان جاہلوں پر رد ہوا جو کسی غیر اللہ کو کسی وجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہوں۔ نیز آریوں کے عقیدہ مادہ و روح کی تردید بھی ہوئی۔ کیونکہ ان کے اصول کے موافق اللہ تو عالم کے بنانے میں ان دونوں کا محتاج ہے اور یہ دونوں اپنے وجود میں اللہ کے محتاج نہیں۔ (العیاذ باللہ)

اللہ کی نہ اولاد ہے نہ والد | یعنی نہ کوئی اس کی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہوا جو حضرت مسیح کو یا حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ نیز جو لوگ مسیح کو یا کسی بشر کو خدا مانتے ہیں ان کی تردید "لم یلد" میں کر دی گئی۔ یعنی خدا کی شان یہ ہے کہ اس کو کسی نے جنا نہ ہو۔ اور ظاہر ہے حضرت مسیح ایک پاکباز عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ پھر وہ خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔

خدا کے جوڑ کا کوئی نہیں | جب اس کے جوڑ کا کوئی نہیں تو جورو یا بیٹا کہاں سے ہو۔ اس جملہ میں ان اقوام کا رد ہو گیا جو اللہ کی کسی صفت میں کسی مخلوق کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض گستاخ تو اس سے بڑھ کر صفات بعض میں ثابت کر دیتے ہیں۔ یہودی کتابیں اٹھا کر دیکھو ایک دنگل میں خدا کی کشتی یعقوب علیہ السلام سے ہوئی ہے اور یعقوب خدا کو پچھاڑ دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ) "كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا." "إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"

گرہوں میں پھونک مارنے والی عورتیں النفثات فی العقد سے وہ عورتیں یا جماعتیں یا وہ نفوس مراد ہیں جو ساحرانہ عمل کرنے کے وقت کسی تاگے یا ڈوری یا بال وغیرہ میں کچھ پڑھ کر اور پھونک مار مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں۔ حضور ﷺ پر جو سحر لبید بن اعصم نے کیا تھا لکھا ہے کہ بعض لڑکیاں بھی اس میں شریک تھیں۔ واللہ اعلم۔

حاسد کے حسد سے پناہ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اس وقت اس کی ٹوک لگ جاتی ہے۔ بیشک ٹوک یا نظر لگ جانا ایک امر واقع ہے۔" لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک "ومن شر حاسد اذا حسد" کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے، اس کی بدی سے پناہ مانگنا چاہیے۔ اگر ایک شخص کے دل میں بے اختیار حسد پیدا ہو مگر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر محسود کے ساتھ کوئی ایذا رسانی نہ کرے وہ اس سے خارج ہے۔ نیز یاد رکھنا چاہیے کہ حسد کے معنی یہ ہیں کہ ہر صورت اللہ کی دی ہوئی نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔ باقی یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے، حسد میں داخل نہیں۔ اس کو "غبطہ" کہتے ہیں۔ بخاری کی حدیث "لا حسد الا فی اثنتین الخ" میں لفظ "حسد" سے یہی غبطہ مراد ہے۔

آیاتها ۶ (۱۱۴) سُوۡرَةُ النَّاسِ مَکِّيَّةٌ (۲۱) رکوعها ۱

سورۂ ناس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی چھ آیتیں ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ

تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی لوگوں کے بادشاہ کی لوگوں کے

النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ الۡخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِىۡ

معبود کی ﴿۳﴾ بدی سے اس کی جو پھسلائے (پیچھے ہٹ جائے) اور چھپ جائے ﴿۴﴾ وہ جو

يُوَسۡوِسُ فِىۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾

خیال ڈالتا ہے لوگوں کے دل میں جنوں میں اور آدمیوں میں ﴿۶﴾

دُعَاءُ خَتۡمِ الۡقُرۡاٰن

اَللّٰهُمَّ اٰنِسۡ وَحۡشَتِىۡ فِىۡ قَبۡرِىۡ اَللّٰهُمَّ ارۡحَمۡنِىۡ بِالۡقُرۡاٰنِ الۡعَظِيۡمِ ۝ وَاجۡعَلۡهُ لِىۡ اِمَامًا وَّنُوۡرًا وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً ۝ اَللّٰهُمَّ ذَكِّرۡنِىۡ مِنۡهُ مَا نَسِيۡتُ وَعَلِّمۡنِىۡ مِنۡهُ مَا جَهِلۡتُ وَارۡزُقۡنِىۡ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ الَّيۡلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجۡعَلۡهُ لِىۡ حُجَّةً يَّا رَبَّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝

ترجمہ: اے اللہ میری قبر میں وحشت کی جگہ انس پیدا کر دینا۔ اے اللہ مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل میں رحم کرنا اور اسے میرے حق میں رہبر اور نور اور ہدایت اور رحمت بنا دینا۔ اے اللہ میں اس میں سے جو کچھ بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد کرا دے اور اس میں سے جو کچھ میں نہ جانتا ہوں وہ مجھے سکھا دے اور مجھے اس کی تلاوت دن اور رات کے اوقات میں نصیب کر اور اسے میرے لئے حجت بنا دے اے پروردگار عالم۔

موسوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ربوبیت کا کل خلاصہ اعطاء منفعت اور دفع مضرت ہے اور ان دونوں چیزوں پر قادر ہونا یہ ملک علی الاطلاق کا منصب ہے۔ پھر ذرا اور آگے بڑھتے ہیں تو ملک علی الاطلاق ہونے ہی سے ہم کو اس کی معبودیت (الٰہیت) کا سراغ ملتا ہے۔ کیونکہ معبود اسی کو کہتے ہیں جس کے حکم کے سامنے گردن ڈال دی جائے اور اس کے حکم کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے حکم کی اعتنا پرواہ نہ کی جائے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ انقیاد و بندگی بجز محبت کاملہ اور حکومت مطلقہ کے اور کسی کے سامنے سزاوار نہیں اور ان دونوں چیزوں کا اصلی مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے معبودیت والٰہیت کی صفت بھی تنہا اسی وحدہ لاشریک لہ کے لئے ثابت ہو گی۔ پرحم "تعبدون من دون اللہ ما لا ینفعکم شیئا ولا یضرکم" غرض سب سے اول جو صفت ایمان کا مبدأ بنتی ہے وہ ربوبیت ہے اس کے بعد صفت ملکیت اور سب کے بعد الوہیت کا مرتبہ ہے۔ پس جو شخص اپنے ایمان کو وسواس شیطانی کی مضرت سے بچانے کے لئے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں پناہ جوئی کرے گا اس کو اسی طرح ادب و تدریج کی رعایت سے اوپر کی عدالت میں جانا مناسب ہوگا جس طرح خود اس نے با ترتیب اپنی صفات (رَبِّ النَّاسِ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ) کو سورۃ "الناس" میں بیان فرمایا ہے۔

ایک لطیف نکتہ اور عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح مستعاذ بہ کی جانب میں یہاں تین صفتیں بغیر واؤ عطف اور بغیر اعادۂ باء جارہ کے مذکور ہیں اسی طرح مستعاذ منہ کی جانب بھی تین چیزیں نظر آتی ہیں جو صفت در صفت کر کے بیان کی گئی ہیں۔ اس کو یوں سمجھ سکتے ہو کہ لفظ وسواس کو صفت الوہیت کے مقابلہ میں رکھو کیونکہ جس طرح مستعاذ بہ حقیقی "اِلٰہِ النَّاسِ" ہے اور "مَلِک" و "رَبّ" اسی تک رسائی حاصل کرانے کے عنوان قرار دیئے گئے ہیں، اسی طرح مستعاذ منہ کی حقیقت یہی وسواس ہے جس کی صفت آگے "خناس" بیان فرمائی ہے۔ "خناس" سے مراد یہ ہے کہ شیطان بحالت غفلت آدمی کے دل میں وسواس ڈالتا رہتا ہے اور جب کوئی بیدار ہو جائے تو چوروں کی طرح پیچھے کو کھسک جاتا ہے ایسے چوروں اور بدمعاشوں کا بندوبست اور ان کے دست تعدی سے رعایا کو محفوظ و مامون رکھنا بادشاہ وقت کا خاص فریضہ ہوتا ہے اس لیے مناسب ہوگا کہ اس صفت کے مقابل "ملک الناس" کو رکھا جائے اور "اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ" جو "خناس" کی تفصیل کا درجہ ہے اور جس کو ہم چور کے نقب لگانے سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ اس کو "رَبِّ النَّاسِ" کے مقابلہ میں (جو حسب تقریر سابق "ملک الناس" کی تفصیل کا مرتبہ ہے) شمار کیا جائے۔ پھر دیکھئے کہ مستعاذ منہ اور مستعاذ بہ میں کس قدر تام اور کامل تقابل ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم باسرار کلامہ۔

آنحضرتؐ پر سحر کا اثر رسالت کے منافی نہیں

تنبیہ کئی صحابہ (مثلاً عائشہ صدیقہ، ابن عباس، زید بن ارقم رضی اللہ عنہم) سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض یہود نے سحر کیا۔ جس کے اثر سے ایک طرح کا مرض سا بدن مبارک کو لاحق ہو گیا۔ اس دوران میں کبھی ایسا بھی ہوا کہ آپ ایک دنیوی کام کر چکے ہیں مگر خیال گزرتا تھا کہ نہیں کیا۔ یا ایک کام نہیں کیا اور خیال ہوتا تھا کہ کر چکے ہیں۔ اس کے علاج کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں اور ان کی تاثیر سے وہ اثر باذن اللہ زائل ہو گیا۔ واضح رہے کہ یہ واقعہ صحیحین میں موجود ہے جس پر آج تک کسی محدث نے جرح نہیں کی۔ اور اس طرح کی کیفیت منصب رسالت کے قطعاً منافی نہیں۔ جیسے آپ کبھی کبھی بیمار ہوئے۔ بعض اوقات غشی طاری ہو گئی یا کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا، اور آپ نے فرمایا "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِیْتُ فَذَکِّرُوْنِیْ" (میں بھی ایک بشر ہی ہوں جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں، میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو) کیا اس غشی کی کیفیت اور سہو و نسیان کو پڑھ کر کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ اب وحی اور آپ کی دوسری باتوں پر کیسے یقین کریں، ممکن ہے وہاں بھی سہو و نسیان اور بھول چوک ہو گئی ہو۔ اگر وہاں سہو و نسیان کے ثبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وحی الٰہی اور فرائض تبلیغ میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگیں، تو اتنی بات سے کہ خیال آیا آپ ایک کام کر چکے

تشکر از مفسر

اس رب کریم کا شکر کس زبان سے کروں، جس کی خاص توفیق و تیسیر سے آج یہ مہتم بالشان کام انجام کو پہنچا۔ الٰہی! آج عرفہ کے مبارک دن اور وقوف عرفات کے وقت تیرے کلام پاک کی ایک مختصر سی خدمت جو محض تیرے فضل و اعانت سے اختتام پذیر ہوئی، تیری بارگاہ قدس میں بصد عجز و نیاز پیش کر رہا ہوں۔ تو اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرما اور مقبول بنا۔ الٰہی! میں معترف ہوں کہ اس خدمت کی انجام دہی میں حق اخلاص ادا نہیں ہو سکا۔ لیکن تیری رحمت واسعہ جب سیئات کو حسنات سے بدل ڈالتی ہے اس کے لئے ایک صورت سے حقیقت حسنہ بنا دینا کیا بڑی بات ہے۔ میرا گمان تیرے ساتھ یہی ہے کہ اپنی عنایت سے اس ناچیز عمل کو زندۂ جاوید بنائیگا اور اس کے نیک ثمرات سے دارین میں مجھ کو متمتع فرمائیگا۔ اے اللہ تو اپنے قرآن پاک کی برکت سے میری، میرے والدین کی، میرے شیوخ و اساتذہ کی، میرے اقارب و احباب کی اور ان کی جو اس کار خیر کے محرک و داعی بنے یا جنہوں نے اس عظیم الشان کام میں رفاقت و اعانت کی سب کی مغفرت فرمائیے اور سب کو دنیا و آخرت کی بلاؤں سے مامون و مصئون رکھیے اور حضرت مترجم قدس سرہ کے ساتھ جنت الفردوس میں جمع کیجئے۔ "رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ اَللّٰهُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِيْ فِيْ قَبْرِيْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً ۝ اَللّٰهُمَّ ذَكِّرْنِيْ مِنْهُ مَا نَسِيْتُ وَعَلِّمْنِيْ مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَارْزُقْنِيْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَاٰنَآءَ النَّهَارِ وَاجْعَلْهُ لِيْ حُجَّةً يَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝"

ختم ما قیل: اول و آخر قرآن ز چہ با آمد و سین   یعنی اندر دو جہاں رہبر ما قرآن بس۔

۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ
دیوبند

العبد الفقیر
فضل اللہ المدعو بہ شبیر احمد ابن مولانا فضل الرحمن العثمانی

قد کان ابی العثمانی بفضل اللہ وکان یقول ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ولو کرہ الاعداء من کل حاسد

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝

ترجمہ: اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔ اے رب ہمارے اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے لوگوں پر۔ اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس کی ہم کو طاقت نہیں اور درگزر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے مدد کر ہماری کافروں پر۔

دعاء ختم القرآن

صدق اللّٰه العلی العظیم ○ وصدق رسوله النبی الکریم ○ ونحن علی ذٰلک
من الشٰهدین ○ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ○ اللّٰهم ارزقنا بکل حرف من القرآن
حلاوة وبکل جزء من القرآن جزاء اللّٰهم ارزقنا بالالف الفة وبالباء برکة وبالتاء توبة و
بالثاء ثوابا وبالجیم جمالا وبالحاء حکمة وبالخاء خیرا وبالدال دلیلا وبالذال ذکاء وبالراء
رحمة وبالزاء زکٰوة وبالسین سعادة وبالشین شفاء وبالصاد صدقا وبالضاد ضیاء وبالطاء
طراوة وبالظاء ظفرا وبالعین علما وبالغین غنی وبالفاء فلاحا وبالقاف قربة وبالکاف
کرامة وباللام لطفا وبالمیم موعظة وبالنون نورا وبالواو وصلة وبالهاء هدایة وبالیاء یقینا ○
اللّٰهم انفعنا بالقرآن العظیم وارفعنا بالآیٰت والذکر الحکیم وتقبل منا قراءتنا وتجاوز عنا ما کان
فی تلاوة القرآن من خطا او نسیان او تحریف کلمة عن مواضعها او تقدیم او تاخیر او زیادة
او نقصان او تاویل علی غیر ما انزلته علیه او ریب او شک او سهو او سوء الحان او تعجیل
عند تلاوة القرآن او کسل او سرعة او زیغ لسان او وقف بغیر وقوف او ادغام بغیر مدغم
او اظهار بغیر بیان او مد او تشدید او همزة او جزم او اعراب بغیر ما اثبته او قلة رغبة و
رهبة عند آیٰت الرحمة وآیٰت العذاب فاغفر لنا ربنا واکتبنا مع الشٰهدین ○ اللّٰهم نور قلوبنا
بالقرآن وزین اخلاقنا بالقرآن ونجنا من النار بالقرآن وادخلنا فی الجنة بالقرآن اللّٰهم
اجعل القرآن لنا فی الدنیا قرینا وفی القبر مونسا وعلی الصراط نورا وفی الجنة رفیقا ومن
النار سترا وحجابا والی الخیرات کلها دلیلا فاکتبنا علی الشاهدین وارزقنا اداءه بالقلب واللسان
وحب الخیر والسعادة والبشارة من الایمان ○ وصلی اللّٰه تعالٰی علی خیر خلقه محمد
وآله واصحابه واتباعه اجمعین ○ آمین ○ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ابدا ○

رموز اوقاف

نمبر شمار	علامات	رموز
		اوقاف لازمی اور ضروری
۱	م	وقف لازم
۲	ط	وقف مطلق
۳	سکتہ	علامت سکتہ یہاں اسی طرح ٹھہر کر سانس نہ توڑے۔
۴	وقفہ	علامت وقفہ یہاں سکتے کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑے۔
۵	○	ختم آیت کی علامت ہے۔ اگر اوپر کوئی اور علامت نہ ہو تو ٹھہر جاؤ ورنہ علامت کے مطابق عمل کرو۔
۶	ک	آیت غیر موقوفہ کی علامت ہے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے جو اوپر والا ہے۔
		وصل یعنی وہ مقام جہاں ملا کر پڑھنا ضروری ہے
۱	لا	جب ۵ اور ○ کے بغیر ہو تو ملانا ضروری ہے۔
		ذیل کی علامات میں وصل بہتر ہے
۱	ز	وقف مجوز
۲	ص	یہاں وقف کی رخصت ہے۔
۳	ق	وقف کا قول ضعیف ہے۔ "ق" "قیل علیہ الوقف" کا مخفف ہے۔
۴	صلے	الوصل اولیٰ کا مخفف ہے۔ یعنی وصل بہتر ہے۔
۵	صل	قد یوصل کا مخفف ہے۔ بوقت ضرورت وقف کر سکتے ہیں۔
		جہاں وقف بہتر ہے
۱	قف	وقف بہتر کی ایک ہی علامت ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید میں اکثر حاشیہ پر جو وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وقف جبرئیل، وقف غفران، وقف منزل لکھا ہوتا ہے تو وہاں بھی وقف بہتر ہے۔
		وقف اور وصل مساوی ہیں
۱	لا ○ قلے	ان دونوں کو آیت لا کہتے ہیں۔ دونوں کے وقف یا وصل میں اختلاف ہے۔ مختصر یہ کہ دونوں جائز ہیں۔ کسی امر کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ پڑھنے والا حسب معانی وقف یا وصل کرے۔
۲	ج	وقف جائز۔
		علامات متفرقہ
۱	ک	کذالک کا مخفف ہے۔ اس سے مراد ہے کہ جو رمز اس سے پہلی آیت میں آچکی ہے یہاں کا حکم اسی کا سا ہے۔
۲	∴ ∴	یہ تین نقاط والے دو وقف قریب قریب آتے ہیں۔ حاشیہ میں معانقہ یا مع لکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک پر ٹھہرنا چاہئے دونوں پر نہیں۔

سجدۂ تلاوت

قرآن مجید میں درج ذیل ۱۴ مقامات کے پڑھنے یا کسی اور کو پڑھتے ہوئے سننے سے سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اس کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

نمبر سجدہ	پارہ	نام سورت	شمار سورت	رکوع	آیت	موجب سجدہ	موضع سجدہ	جلد تفسیر	صفحہ
۱	۹	سورۃ الاعراف	۷	۲۴	۲۰۶	یسجدون	یسجدون	۱	۷۹۸
۲	۱۳	سورۃ الرعد	۱۳	۲	۱۵	وللہ یسجد	والآصال	۲	۴۴۲
۳	۱۴	سورۃ النحل	۱۶	۶	۴۹	وللہ یسجد	ما یؤمرون	۲	۴۳۰
۴	۱۵	سورۃ بنی اسرائیل	۱۷	۱۲	۱۰۹	یخرون للاذقان سجدا	خشوعا	۲	۴۴۴
۵	۱۶	سورۃ مریم	۱۹	۴	۵۸	خروا سجدا	وبکیا	۲	۴۹۴
۶	۱۷	سورۃ الحج	۲۲	۲	۱۸	یسجد لہ	ما یشاء	۲	۵۹۸
۷	۱۹	سورۃ الفرقان	۲۵	۵	۶۰	اسجدوا	نفورا	۲	۷۴۸
۸	۱۹	سورۃ النمل	۲۷	۲	۲۶	الا یسجدوا للہ	رب العرش العظیم	۲	۷۸۹
۹	۲۱	سورۃ السجدۃ	۳۲	۲	۱۵	خروا سجدا	لا یستکبرون	۳	۱۰۴
۱۰	۲۳	سورۃ ص	۳۸	۲	۲۴	وخر راکعا	واناب	۳	۲۹۳
۱۱	۲۴	سورۃ حم السجدۃ	۴۱	۵	۳۸	واسجدوا للہ	لا یسئمون	۳	۳۹۸
۱۲	۲۷	سورۃ النجم	۵۳	۳	۶۲	فاسجدوا	واعبدوا	۳	۵۸۰
۱۳	۳۰	سورۃ الانشقاق	۸۴	۰	۲۱	یسجدون	یسجدون	۳	۸۶۰
۱۴	۳۰	سورۃ العلق	۹۶	۱	۱۹	واسجد	واقترب	۳	۸۹۹
اختلافی	۱۷	سورۃ الحج	۲۲	۱۰	۷۷	واسجدوا	تفلحون	۲	۶۴۹

☆ بہتر تو یہ ہے کہ جس وقت سجدے کی آیت پڑھی جائے یا سنی جائے اسی وقت سجدہ کر لیا جائے۔ لیکن اگر اس وقت سجدہ نہ کیا جب بھی کوئی گناہ نہیں۔ البتہ زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

☆ نماز سے باہر سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے سجدہ کرے اور پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے ہوئے کھڑا ہو جائے۔ لیکن اگر بیٹھے ہی سجدہ کیا اور سجدے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تب بھی سجدہ ہو گیا۔

نوٹ: ریکارڈ شدہ تلاوت سننے پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست (ترتیب تلاوت)

شمار سورت	نام سورت	پارہ	جلد تفسیر	صفحہ
۴۵	سورۃ الجاثیۃ	۲۵	۴	۴۳۳
۴۶	سورۃ الاحقاف	۲۶	۴	۴۶۲
۴۷	سورۃ محمد	۲۶	۴	۴۸۲
۴۸	سورۃ الفتح	۲۶	۴	۵۰۰
۴۹	سورۃ الحجرات	۲۶	۴	۵۲۰
۵۰	سورۃ قٓ	۲۶	۴	۵۳۴
۵۱	سورۃ الذاریات	۲۶	۴	۵۴۳
۵۲	سورۃ الطور	۲۷	۴	۵۵۸
۵۳	سورۃ النجم	۲۷	۴	۵۶۸
۵۴	سورۃ القمر	۲۷	۴	۵۸۰
۵۵	سورۃ الرحمٰن	۲۷	۴	۵۹۲
۵۶	سورۃ الواقعۃ	۲۷	۴	۶۰۶
۵۷	سورۃ الحدید	۲۷	۴	۶۲۰
۵۸	سورۃ المجادلۃ	۲۸	۴	۶۳۴
۵۹	سورۃ الحشر	۲۸	۴	۶۵۶
۶۰	سورۃ الممتحنۃ	۲۸	۴	۶۷۰
۶۱	سورۃ الصف	۲۸	۴	۶۸۰
۶۲	سورۃ الجمعۃ	۲۸	۴	۶۸۸
۶۳	سورۃ المنافقین	۲۸	۴	۶۹۳
۶۴	سورۃ التغابن	۲۸	۴	۷۰۰
۶۵	سورۃ الطلاق	۲۸	۴	۷۰۹
۶۶	سورۃ التحریم	۲۸	۴	۷۲۰
۶۷	سورۃ الملک	۲۹	۴	۷۳۰
۶۸	سورۃ القلم	۲۹	۴	۷۴۲
۶۹	سورۃ الحاقۃ	۲۹	۴	۷۵۴
۷۰	سورۃ المعارج	۲۹	۴	۷۶۳
۷۱	سورۃ نوح	۲۹	۴	۷۷۲
۷۲	سورۃ الجن	۲۹	۴	۷۸۰
۷۳	سورۃ المزمل	۲۹	۴	۷۸۸
۷۴	سورۃ المدثر	۲۹	۴	۷۹۶
۷۵	سورۃ القیامۃ	۲۹	۴	۸۰۹
۷۶	سورۃ الدھر	۲۹	۴	۸۱۱
۷۷	سورۃ المرسلٰت	۲۹	۴	۸۲۲
۷۸	سورۃ النبا	۳۰	۴	۸۳۰
۷۹	سورۃ النازعات	۳۰	۴	۸۳۳
۸۰	سورۃ عبس	۳۰	۴	۸۴۰
۸۱	سورۃ التکویر	۳۰	۴	۸۴۶
۸۲	سورۃ الانفطار	۳۰	۴	۸۵۰
۸۳	سورۃ المطففین	۳۰	۴	۸۵۲
۸۴	سورۃ الانشقاق	۳۰	۴	۸۵۸
۸۵	سورۃ البروج	۳۰	۴	۸۶۲
۸۶	سورۃ الطارق	۳۰	۴	۸۶۳
۸۷	سورۃ الاعلیٰ	۳۰	۴	۸۶۸
۸۸	سورۃ الغاشیۃ	۳۰	۴	۸۷۰
۸۹	سورۃ الفجر	۳۰	۴	۸۷۲
۹۰	سورۃ البلد	۳۰	۴	۸۷۸
۹۱	سورۃ الشمس	۳۰	۴	۸۸۳
۹۲	سورۃ اللیل	۳۰	۴	۸۸۴
۹۳	سورۃ الضحیٰ	۳۰	۴	۸۸۶
۹۴	سورۃ الم نشرح	۳۰	۴	۸۸۸

فہرست منازل قرآن

سورتوں کے نام (ترتیب حروف تہجی)

حرف	نام سورت	شمار سورت	جلد تفسیر	صفحہ نمبر
	طٰہٰ	۲۰	۲	۵۰۳
	الطور	۵۲	۳	۵۵۸
ع	العٰدیٰت	۱۰۰	۳	۹۰۲
	عبس	۸۰	۳	۸۴۰
	العصر	۱۰۳	۳	۹۰۸
	العلق	۹۶	۳	۸۹۳
	العنکبوت	۲۹	۲	۸۵۳
غ	الغاشیۃ	۸۸	۳	۸۷۰
ف	الفاتحۃ	۱	۱	۲۸
	الفیل	۱۰۵	۳	۹۱۲
	فاطر	۳۵	۳	۱۸۰
	الفتح	۴۸	۳	۵۰۰
	الفجر	۸۹	۳	۸۷۳
	الفرقان	۲۵	۲	۷۰۹
	الفلق	۱۱۳	۳	۹۲۶
ق	قٓ	۵۰	۳	۵۴۲
	القارعۃ	۱۰۱	۳	۹۰۳
	القدر	۹۷	۳	۸۹۶
	قریش	۱۰۶	۳	۹۱۴
	القصص	۲۸	۲	۸۱۰
	القلم	۶۸	۳	۷۳۲
	القمر	۵۴	۳	۵۸۰
	القیٰمۃ	۷۵	۳	۸۰۶
ک	الکٰفرون	۱۰۹	۳	۹۱۸
	الکہف	۱۸	۲	۳۴۳
	الکوثر	۱۰۸	۳	۹۱۶
ل	لقمٰن	۳۱	۳	۸۰
	اللہب	۱۱۱	۳	۹۲۲
	اللیل	۹۲	۳	۸۸۴
م	المآئدۃ	۵	۱	۳۶۸
	الماعون	۱۰۷	۳	۹۱۴
	المنٰفقون	۶۳	۳	۶۹۳
	المجادلۃ	۵۸	۳	۶۲۲
	محمد	۴۷	۳	۴۸۴
	المدثر	۷۴	۳	۷۶۹
	المرسلٰت	۷۷	۳	۸۲۲
	مریم	۱۹	۲	۴۷۳
	المزمل	۷۳	۳	۷۸۸
	المطففین	۸۳	۳	۸۵۲
	المعارج	۷۰	۳	۷۶۳
	الملک	۶۷	۳	۷۲۲
	الممتحنۃ	۶۰	۳	۶۷۰
	المؤمن	۴۰	۳	۳۱۲
	المؤمنون	۲۳	۲	۶۳۰
ن	النّٰزعٰت	۷۹	۳	۸۳۳
	الناس	۱۱۴	۳	۹۲۸
	النبا	۷۸	۳	۸۳۰
	النجم	۵۳	۳	۵۶۸
	النحل	۱۶	۲	۳۰۸
	النسآء	۴	۱	۳۹۳
	النصر	۱۱۰	۳	۹۲۰
	النمل	۲۷	۲	۷۷۳
	نوح	۷۱	۳	۷۷۲
	النور	۲۴	۲	۶۹۴
ہ	الہمزۃ	۱۰۴	۳	۹۱۰
	ہود	۱۱	۲	۱۱۲
و	الواقعۃ	۵۶	۳	۶۰۹
ی	یٰسٓ	۳۶	۳	۲۰۲
	یوسف	۱۲	۲	۱۷۶
	یونس	۱۰	۲	۵۸

التماس

جامعہ اشرفیہ لاہور کے شعبہ جدید معہد اُم القریٰ نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی معروف و مستند تالیف ''تفسیر عثمانی'' کو عصری تقاضوں کے مطابق یوں طبع کروانے کی سعی محمود کی ہے کہ اس کے ہر دائیں طرف کے صفحہ پر فقط آیات قرآن پاک اور ترجمہ جلی حروف میں دیا گیا ہے اور اس کے مقابل بائیں صفحہ پر انہی آیات کی مکمل تفسیر موجود ہے جس سے قاری کو مسلسل تلاوت کیلئے فقط دائیں ہاتھ کے صفحات پر نظر رکھنا ہوگی اور تفسیر کیلئے بالمقابل بائیں طرف کے صفحات کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ تادم تحریر یہ سہولت ماضی میں مطبوعہ کسی بھی تفسیر میں ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

قرآن پاک کی یہ قابل تحسین طباعت معہد اُم القریٰ کے صاحب علم احباب اور بالخصوص پرنسپل ادارہ جناب محمد رفیع صاحب کی شب و روز محنت شاقہ کا ثمر ہے۔ اللہ کریم انہیں اور طباعت سے متعلق جملہ احباب کو اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

نوٹ: [illegible]

حافظ فضل الرحیم
جامعہ اشرفیہ لاہور

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ ''تفسیر عثمانی'' کے اس مطبوعہ نسخے میں قرآن پاک کے متن اور ترجمہ تفسیر کو راقم الحروف نے حرفاً حرفاً پوری توجہ سے پڑھا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ اس لیے امید ہے کہ یہ تفسیر ان شاء اللہ تعالیٰ اغلاط سے مبرا ہوگی۔

مگر دوران طباعت اگر زیر، زبر، پیش، مد یا شد کی ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو صحت مواد کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

مولوی محمد فیصل
معہد اُم القریٰ جامعہ اشرفیہ لاہور

مولوی عطاء الرحمٰن احسن
دفتر قرآن پروف ریڈر محکمہ اوقاف پنجاب

ضروری گذارش

اس مطبوعہ ''تفسیر عثمانی'' کی تصحیح کیلئے ماہرین کی ایک ٹیم تشکیل کی گئی تھی جس نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ تفسیری مواد ترجمہ اور متن قرآنی میں کسی قسم کی غلطی یا ابہام نہ رہے پھر بھی اگر سہواً کتابت و طباعت یا جلد بندی میں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو قارئین کرام سے گذارش ہے کہ ہمیں ضرور مطلع فرمائیں تاکہ فوری تلافی کی تدبیر کی جاسکے۔ ایک نشان دہی بھی احسان ہوگی۔

ادارہ